
لا إله إلا الله محمد رسول الله



تیونس کی عرب لڑکیاں فوجی تربیت حاصل کر رہی ہیں



امریکہ کے صدر جمی کارٹر نے ایران کو
الٹی میٹم دیدیا ہے



ایران کے سربراہ آیت اللہ خمینی
کے عظیم تدبر نے ایران کو تباہ کر دیا

حالیہ الیکشن میں اہم پارٹ ادا کرنے والے لیڈر



سی ایف ڈی کے رہنما "مسٹر بہوگنا"



لوک دل کے چیرمین "شری راج نرائن"



کانگریس یو کے صدر "مسٹر دیوراج ارس"



اندرا جی کے مد مقابل "وجے راجے سندھیا"

ملک کے چند دوسرے ممتاز لیڈر



جنتا پارٹی کے روح رواں ''چندر شیکھر''



کانگریس آئی کے جنرل سیکریٹری ''عبدالرحمن انتولے''



کانگریس یو کے لیڈر ''نائب وزیراعظم چوہان''



کانگریس یو کی جنرل سیکریٹری ''تارکیشوری''

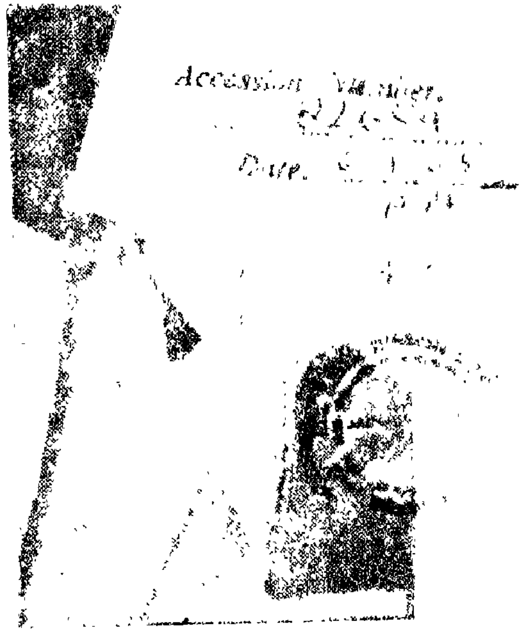


سعودی عرب کے شہنشاہ ''شاہ خالد'' سعودی امرا کے ہمراہ خانہ کعبہ میں
حال ہی میں خانہ کعبہ کو چند غاصب متشددوں سے پاک کیا گیا ہے



بنگلہ دیش کے صدر ''ضیاءالرحمن'' اسمٰعیلی فرقہ کے پیشوا ''سر کریم آغا خاں'' کے ساتھ

وزارت عظمیٰ کے تین ممتاز امیدوار



[illegible]



[illegible] ”چودھری [illegible]“



جنتا پارٹی کے امیدوار ”مسٹر جگجیون رام“



ماں کی جانشینی کے امیدوار ”مسٹر سنجے گاندھی“

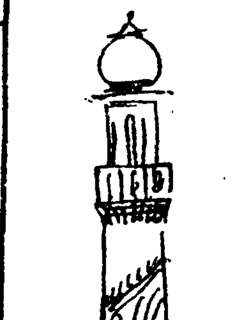
قائم شدہ ۱۹۲۱ء　　　اشاعت کا ساٹھواں سال　　　ٹیلیفون ۔ ۲۶۳۴۵

ہندوستان کا سب سے قدیم اور کثیر الاشاعت تاریخی اور اصلاحی جریدہ

ماہنامہ دین دنیا

(ایڈیٹر شوکت علی فہمی)

جلد ۶۰	جنوری ——— سنہ ۱۹۸۰ء	نمبر ۱



سالانہ قیمت	ترسیل زر کا پتہ	قیمت فی پرچہ
اکیس روپے ششماہی گیارہ روپے	دفتر ماہنامہ دین دنیا دین دنیا ہاؤس .... متصل جامع مسجد .... دہلی وی پی منگانے میں تین روپیہ کا زائد خرچ ہے ۔ اس لئے منی آرڈر بھیجئے ۔	دو روپے پاکستان ۔ بنگلہ دیش اور برما سے تیس روپے غیر ممالک سے ڈھائی پونڈ

مفتی شوکت علی فہمی ۔ ایڈیٹر ۔ پرنٹر ۔ پبلشر ۔ پروپرائٹر نے اپنے خواجہ پریس میں چھپوا کر دفتر دین دنیا جامع مسجد دہلی سے شائع کیا

رفتارِ زمانہ

(از شوکت علی فہمی)

ہندوستان کا بیڑا غرق

خود غرض اور اقتدار کے بھوکے لیڈروں نے ملک کو تباہ کردیا

ہمارے ملک میں اس وقت کوئی حکومت نہیں ہے جو کیئر ٹیکر حکومت ہے وہ برائے نام ہے اور اب نئی حکومت کے قیام کے لئے ہمارے ملک میں وسط مدتی انتخابات ہورہے ہیں۔ انتخابات میں ہمیشہ ہی ہندوستانی عوام نے غیر معمولی دلچسپی کا اظہار کیا ہے۔ لیکن حالیہ انتخابات میں عوام کی جانب سے جیسی غیر دلچسپی کا اظہار کیا جارہا ہے اُس کی مثال آزاد ہندوستان کی پوری تاریخ میں نایید ہے۔ سوائے لیڈروں اُن کے حواریوں اُن سرمایہ داروں کے جن کے ذاتی مفاد انتخابات کے نتائج سے وابستہ ہیں عام ہندوستانیوں کو حالیہ انتخابات سے کوئی دلچسپی نہیں۔ بہت ممکن ہے کہ ہندوستانیوں کی ایک بہت بڑی تعداد ووٹ دینے کی بھی زحمت گوارہ نہ کرے۔

حالیہ انتخابات سے عوام کی غیر دلچسپی بے سبب نہیں ہے۔ اُس کا بڑا باعث یہ ہے کہ اس وقت جتنی بھی سیاسی پارٹیاں انتخابات میں اتری ہوئی ہیں۔ ہندوستانی عوام اُن سب ہی سے اور اُن کے لیڈروں سے بدظن ہو چکے ہیں۔ اور یہ سمجھنے لگے ہیں کہ اس ملک کے انتخابات پارلیمنٹ کی ممبری اور وزارتیں ایک خاص مفاد پسند طبقہ کی تجارت اور کاروبار بن گیا ہے۔ جس کے ذریعہ مفاد پرست لیڈر بالکل اس ملک کے خود غرض اور عوام کو تباہ کرنے والے سرمایہ داروں اور بلیک کرنے والے تاجروں کی طرح اپنے لیڈری کے کاروبار کو آگے بڑھا رہے ہیں۔ انہیں ہندوستان یا ہندوستانی عوام سے ذرہ برابر بھی دلچسپی نہیں۔ ان کو صرف اپنی ذات سے اور اپنی لیڈری کے نفع بخش کاروبار سے لگاؤ ہے۔

لیڈروں کی اس ابن الوقتی کو دیکھتے ہوئے عوام کا یہ خیال پختہ [illegible] چلا جارہا ہے۔ کہ یہ لیڈر صرف اس لئے انتخابات میں کامیاب ہو[illegible] کے لئے ایڑی چوٹی کا زور لگاتے ہیں تاکہ منتخب ہونے کے بعد ان کی [illegible] کا کاروبار خوب چل سکے۔ منتخب ہونے کے بعد پھر ایک بار ان کے [illegible] خوشحالی کے دروازے کھل جائیں اور یہ صرف اپنے ہی لئے نہیں بلکہ [illegible] سات پشتوں کے لئے دولت کے انبار لگا سکیں اور اقتدار کی کرسی [illegible] کے حاصل ہونے کے بعد انہیں ہندوستان کے باہر غیر ممالک میں [illegible] کے زیادہ سے زیادہ مواقع حاصل ہوسکیں۔ جن پر یہ اس ملک کے غر[illegible] ٹیکس دہندوں کا کروڑوں روپیہ بے دردی سے برباد کرتے پھریں۔ لیکن جہاں تک ملک اور ملک کے غریب عوام کا تعلق ہے انہیں اُن [illegible] کوئی دلچسپی نہیں۔ ملک ان کی بلا سے بھاڑ میں جائے جمہوریت رہے [illegible] رہے۔ انہیں اپنے ملوے مانڈے سے کام ہے۔

اس ملک کے تقریباً سب ہی لیڈر اپنے آپکو گاندھی جی کا مقلد [illegible] نام ہوا ظاہر کرتے ہیں۔ ان میں سے بیشتر دنیا دکھاوے کے لئے [illegible] بھی چلاتے ہیں۔ اور کھدر بھی پہنتے ہیں۔ لیکن گاندھی جی کی تعلیمات [illegible] ہدایت سے انہیں کوئی واسطہ نہیں۔ وزارتیں حاصل کرنے کے بعد دکھاوے کے لئے گاندھی جی کی سمادھی پر بھی جاتے ہیں۔ اور عوام کی [illegible]

عہدہ بھی کرتے ہیں۔ لیکن اس بات کو بھول جاتے ہیں کہ گاندھی جی نے وزارتوں میں شامل ہونے والے لیڈروں کو یہ ہدایت کی تھی کہ وہ پانچ سو روپیہ ماہانہ سے زیادہ تنخواہ ہرگز نہ لیں۔ اور نہایت سادہ طریقہ پر زندگی گزاریں۔ لیکن یہ لاکھوں روپیہ تنخواہوں اور الاؤنسوں کی شکل میں وصول کرتے ہیں۔ اور شاندار کوٹھیوں میں راجاؤں اور مہاراجاؤں جیسی زندگی گزارتے ہیں۔ اور دعویٰ یہ ہے کہ ہم گاندھی جی کے سچے مقلد ہیں۔

ہندوستان دنیا کا غریب ترین ملک ہے۔ لیکن اس غریب ملک میں دس بیس پچاس وزیر نہیں ہیں بلکہ مرکز اور ریاستوں میں تقریباً پانچ سو وزراء کی فوج ہے۔ اتنی بڑی وزیروں کی فوج آپ کو دنیا کے کسی بھی ملک میں نہیں مل سکتی چنانچہ غریب ٹیکس دہندوں کی محنت کی گاڑھی کمائی کا ایک بڑا حصہ وزیروں کی اس فوج پر برباد ہو جاتا ہے۔ ہر وزیر کو سالانہ لاکھوں روپیہ تنخواہ اور الاؤنسوں کی شکل میں دیا جاتا ہے۔ ہر وزیر کا ایک مستقل دفتر ہے۔ جس پر اندھا دھند روپیہ خرچ ہوتا ہے۔ ہر وزیر کے پاس ہزاروں روپیہ ماہانہ کرایہ کی کوٹھی ہے۔ جس کی سجاوٹ پر سالانہ ہزاروں روپیہ برباد ہوتا ہے۔ سرکاری موٹریں ملی ہوئی ہیں۔ پیٹرول پر عوام کی کمائی دل کھول کر ضائع کی جاتی ہے۔ پھر ان کی خدمت کے لئے ملازموں چوکیداروں اور مالیوں کی پوری فوج متعین ہے غرضیکہ عوام کی گاڑھی کمائی ان پر دل کھول کر لٹائی جاتی ہے۔ اور ان کے گرانقدر اخراجات کو پورا کرنے کے لئے غریب عوام پر ہر سال بھاری ٹیکس لگائے جاتے ہیں۔

السٹریٹڈ ویکلی آف انڈیا نے اپنے ۲ دسمبر کے ایک مقالہ میں یہ بتایا ہے کہ ہندوستان کے غریب ٹیکس دہندوں سے ہر سال اربوں روپیہ کے جو ٹیکس وصول کئے جاتے ہیں۔ ان ٹیکسوں کی بیشتر رقم وزیروں کی فضول خرچیوں پر برباد ہو جاتی ہے جس کا خمیازہ اس ملک کے غریب عوام کو برداشت کرنا پڑتا ہے۔ چنانچہ اس نے لکھا ہے کہ مارچ ۱۹۷۷ء سے لیکر مئی ۱۹۷۹ء تک صرف بیرونی ممالک کی سیاحت پر ہمارے مرکزی وزراء نے جو رقوم صرف کی ہیں وہ لاکھوں سے تجاوز کر گئی ہیں مثلاً مرارجی ڈیسائی نے تقریباً بارہ لاکھ صرف کیا۔ ایل کے ایڈوانی نے ۵۶ ہزار صرف کیا۔ مسٹر موہن دھاریہ کی غیر ملکی سیاحت کا خرچہ ۵۸ ہزار ہے وزیر قانون شانتی بھوشن نے ۵۳ ہزار صرف کیا۔ اسی طرح جارج فرنانڈیز، مسٹر بہوگنا اور دوسرے مرکزی وزراء نے بیرونی سیاحت پر غریب عوام کا لاکھوں روپیہ خرچ کر ڈالا۔ اور اٹل بہاری باجپائی کی سیر و سیاحت کے خرچہ کا تو کوئی اندازہ ہی نہیں لگایا جا سکتا کیونکہ وہ تو برابر ہندوستان سے باہر ہی گھومتے رہتے ہیں۔ یہ عیش اور تفریحات ہیں جن کے لئے عوام سے ووٹ طلب کیا جا رہا ہے۔ اور اب جبکہ عوام بھی اچھی طرح ان لیڈروں کی ابن الوقتیوں سے آگاہ ہو چکے ہیں۔ تو ان کی سرد مہری لیڈروں اور سیاسی پارٹیوں کے معاملہ میں بڑھتی چلی جا رہی ہے۔ اور اسی کا یہ نتیجہ ہے کہ عوام حالیہ انتخابات میں کوئی خاص دلچسپی نہیں لے رہے۔

اس وقت چار پارٹیاں انتخابات کے میدان میں اتری ہوئی ہیں۔ ایک اندرا کانگریس دوسری سابقہ کانگریس تیسری چرن سنگھ کا لوک دل۔ اور چوتھی جنتا پارٹی۔ اور چاروں ہی پارٹیاں اس چیز کی دعویدار ہیں۔ کہ اقتدار حاصل ہوتے ہی وہ ہندوستان کو جنت کا نمونہ بنا دیں گی۔ ان چاروں پارٹیوں میں سے ہمارا اندازہ ہے کہ اندرا کانگریس کو کافی سیٹیں ملینگی مگر وہ بھی اس لئے نہیں کہ عوام نے اندرا گاندھی کی کوتاہیوں کو بھلا دیا ہے اور وہ اُن سے زیادہ پر امید ہیں بلکہ اس لئے کہ ہندوستانی عوام سابقہ جنتا حکومت سے بیزار ہو چکے ہیں۔ بالکل اُسی طرح جس طرح کہ گذشتہ انتخابات میں عوام کانگریسی حکومت سے بیزار تھے۔ یعنی اندرا کانگریس کی مقبولیت کا واحد باعث جنتا وزراء کی نااہلیت ہے۔ لیکن پھر بھی شاید اندرا کانگریس اکثریت میں نہ آسکے اور اُسے کسی دوسری پارٹی سے وزارت بنانے کے لئے گٹھ جوڑ کرنا پڑے۔ اور ان گٹھ جوڑوں اور گروہ بندیوں کا جو نتیجہ ہوتا ہے وہ جنتا حکومت کے انجام سے ظاہر ہے۔ تجربہ یہ بتاتا ہے کہ ملی جلی وزارتیں اس ملک میں چل ہی نہیں سکتیں۔ اور اگر اب بھی مرکز میں ملی جلی وزارت بنی تو پھر اس ملک کا خدا ہی حافظ ہے۔

حقیقت یہ ہے کہ اس ملک کے لیڈروں نے اپنی خود غرضیوں اور ابن الوقتیوں کی بنا پر اس ملک کا بیڑا غرق کر کے رکھ دیا ہے۔ اور اب مشکل ہی سے یہ توقع کی جا سکتی ہے کہ اس ملک میں کبھی کوئی مستحکم حکومت بن سکیگی۔ اور اس ملک کے عوام کو کبھی راحت میسر آسکے گی۔ اسلئے اس ملک کے لیڈروں کو نہیں بلکہ اس ملک کے عوام کو اب یہ سوچنا ہے کہ کس طرح مفاد پرست لیڈروں سے ملک کو نجات دلائی جائے۔ اور کون سا نیا

نظام حکومت اِس ملک کے لیے مرتب کیا جائے جس کے ہوتے ہوئے عوام کو راحت مل سکے۔ اور ملک کو اُس افلاس اور تنگ دستی سے نجات مل سکے جو ہمارے ملک کے نااہل اور نالائق لیڈروں کی خود غرضی اور ابن الوقتی کا نتیجہ ہے۔ یاد رکھئے کہ یہ سب ہی لیڈر ایک ہی تھیلی کے چٹے بٹے ہیں اِن کے ہوتے ہوئے اِس ملک کی مصیبتوں کا خاتمہ تقریباً ناممکن ہے کیونکہ ان میں نہ خلوص ہے اور نہ عوام سے ہمدردی ہے یہ سب بھوکے اقتدار اور ذاتی مفاد کے بھوکے ہیں۔

"مسلمانوں کے سب ہی مسائل حل"

ہمارے ملک میں تیس برس تک کانگرس برسرِ اقتدار رہی۔ اور دو ڈھائی سال تک جنتا پارٹی کا اقتدار قائم رہا۔ لیکن اِس بتیس سال میں اِن دونوں میں سے کسی پارٹی نے بھی مسلم مسائل کو قابلِ اعتنا نہیں سمجھا جنتا پارٹی نے اس ضمن میں جو سب سے بڑا کارنامہ انجام دیا وہ اقلیتی کمیشن کا قیام تھا۔ لیکن ایک طرف تو یہ کمیشن قائم کیا گیا اور دوسری طرف اُسے اُنہی اختیارات سے محروم کر کے مفلوج کر دیا گیا۔ لیکن اب جبکہ انتخابات سامنے آئے تو سب ہی سیاسی پارٹیوں کو ایک ایک کر کے مسلمانوں کے تمام مسائل یاد آنے لگے ہیں۔ چنانچہ حالیہ انتخابات کے موقعہ پر ہندوستان کی سب ہی سیاسی پارٹیوں نے اپنے اپنے جو انتخابی منشور شائع کیے ہیں۔ اُن میں مسلم مسائل کو اس قدر اہمیت دی گئی ہے جس سے یہ محسوس ہوتا ہے کہ شائد اب مسلم مسائل کے حل ہونے کا وقت قریب آ گیا ہے۔

کانگریس آئی کی صدر مسز اندرا گاندھی نے اپنے ایک بیان میں اس بات پر افسوس ظاہر کیا ہے کہ اُن کے دورِ اقتدار میں غلط مشوروں کی بنا پر مسلم یونیورسٹی کے سلسلہ میں اُن سے بہت بڑی کوتاہی ہو گئی ہے پھر اندرا کانگریس نے جو انتخابی منشور شائع کیا ہے۔ اُس میں کہا گیا ہے کہ اگر کانگریس آئی برسرِ اقتدار آ گئی تو مسلم یونیورسٹی کا اقلیتی کردار ضرور بحال کر دے گی ساتھ ہی اردو کو دوسری سرکاری زبان بنانے کا وعدہ بھی کیا گیا ہے۔

اسی طرح جنتا پارٹی نے بھی اپنے انتخابی منشور میں مسلم یونیورسٹی کے اقلیتی کردار کی بحالی کا وعدہ کیا ہے۔ اور منشور میں کہا گیا ہے کہ جنتا پارٹی نے مسلم یونیورسٹی سے متعلق متفقہ طور پر ایک بل پیش کرنا چاہا تھا جس کا مقصد یونیورسٹی کے اقلیتی کردار کو بحال کرنا تھا لیکن لوک سبھا کے تحلیل ہونے کی وجہ سے یہ بل پاس نہیں ہو سکا۔

پارٹی نے اپنے منشور میں یہ بھی کہا ہے کہ آئین نے تمام مذہبوں کو پوری آزادی دی ہے پارٹی اِس آئینی حق کی پوری حفاظت کرے گی۔ اور اِس حق میں کمی کرنے والے کسی بل کی بھی مخالفت کرے گی اس کے علاوہ جنتا پارٹی نے اردو کو ہندوستانی زبان قرار دیتے ہوئے ملک کے ادب اور کلچر میں اردو کے کردار کو بے مثال بتایا ہے۔ پارٹی نے اردو کے حق میں مناسب قدم اٹھانے اور یونیورسٹی کی سطح تک اردو کو ذریعہ تعلیم بنانے کا وعدہ کیا ہے۔

اسی طرح لوک دل اور یو کانگریس نے بھی اپنے منشوروں میں مسلمانوں کے تقریباً سب ہی مسائل۔ یعنی مسلم یونیورسٹی مسلم پرسنل لا اردو اور فسادات کے سلسلہ میں اپنی گہری دلچسپی کا اظہار کیا ہے۔ البتہ سب ہی پارٹیوں نے سرکاری یا نیم سرکاری محکموں میں ملازمتوں کے ریزرویشن کے معاملہ کو ٹال دینے کی کوشش کی ہے اور اب جبکہ اس ملک کی سب ہی سیاسی پارٹیاں اور اُن کے سب ہی لیڈر مسلم مسائل سے دلچسپی لے رہے ہیں تو اُن سے یہ پوچھا جا سکتا ہے کہ ان کی یہ دلچسپی محض سیاسی اسٹنٹ ہے۔ یا واقعی وہ مسلمانوں کے معاملہ میں کچھ کرنا چاہتے ہیں۔

مگر مسلمانوں کا گذشتہ بتیس سال کا تجربہ یہ ہے کہ اس ملک کی سیاسی پارٹیوں کو مسلم مسائل صرف انتخابات کے موقع پر ہی یاد آتے ہیں۔ اور اِس کے بعد مسلمانوں کے سب ہی مسائل سرد خانہ میں ڈال دئے جاتے ہیں۔ یہی کانگرس کے دور میں ہوا ہے اور یہی جنتا دورِ حکومت میں ہوتا رہا ہے۔ ایسی حالت میں کون یہ توقع کر سکتا ہے کہ انتخابی منشوروں میں جو وعدے کئے جا رہے ہیں وہ کبھی پورے بھی ہو سکیں گے

ہم مسلمانوں سے بار بار کہتے رہے ہیں۔ اور اب پھر کہتے ہیں کہ مسلمانوں کا کوئی مسئلہ اُس وقت تک حل ہو ہی نہیں سکتا جب تک کہ مسلمان ایک پلیٹ فارم پر جمع نہیں ہوں گے مسلمان اس بات کو بھولے ہوئے ہیں کہ وہ اِس ملک کی سب سے بڑی اقلیت ہیں اُن کی تعداد اس ملک میں دس بارہ کروڑ ہے۔ اور یہ اتنی بڑی تعداد ہے کہ اگر سکھوں اور دوسری اقلیتوں کی طرح مسلمان متحد ہو جائیں تو اس ملک میں کوئی حکومت بھی مسلمانوں کے تعاون کے بغیر نہیں چل سکتی۔ لیکن مسلمان

چونکہ منتشر ہیں اس لئے انہیں سیاسی پارٹیوں کے منشوروں اور ناقابلِ اعتبار وعدوں پر بھروسہ کرنا پڑ رہا ہے۔ کاش مسلمان اپنی سب سے بڑی کوتاہی کو سمجھ سکیں۔

آچاریہ جی کو مسلمانوں سے شکایت

آچاریہ کرپلانی ہندوستان کے ایک معمر اور پرانے سیاست داں ہیں۔ کسی زمانہ میں آچاریہ جی آل انڈیا کانگریس کے صدر بھی رہ چکے ہیں۔ لیکن کچھ مدت سے یہ اپنے راستہ سے بھٹک گئے ہیں۔ اور آپ کا آشیرواد اُن عناصر کو حاصل ہے جو نمبر اول کے فرقہ پرست ہیں چنانچہ ڈھائی سال سے آپ کا شمار اُس جنتا پارٹی کے معماروں میں کیا جا رہا ہے جو راشٹریہ سنگھیوں اور جن سنگھیوں کی سب سے بڑی پناہ گاہ ہے۔ اِن ہی آچاریہ جی نے اپنے ایک حالیہ بیان کے ذریعہ مسلمانوں سے شکایت کی ہے۔

"خانہ کعبہ کی بے حرمتی ہوئی تو مسلمانوں نے یہ جانے بغیر کہ اس واقعہ کا ذمہ دار کون ہے ہندوستان میں فساد شروع کر دیا۔ چنانچہ حیدرآباد اور مغربی بنگال دونوں جگہ اِس فساد میں ہندوؤں کا نقصان ہوا اور کسی مسلمان نے ہندوؤں پر بلا وجہ اِس حملہ کی مذمت نہیں کی۔ اِس ملک میں جب مسلمانوں کو ہندوؤں کے ساتھ رہنا ہے تو انہیں اکثریتی طبقہ کو اپنے اعتماد میں لینا چاہئے اور خود غرض سیاست دانوں پر بھروسہ کرنے کی بجائے وہ اگر ہندو فرقہ کی خوش اعتمادی پر بھروسہ کریں گے تو یہ اُن کے حق میں بہتر ہوگا"

کرپلانی جی کو معلوم ہونا چاہئے کہ مسلمانوں کے ہوشمند طبقہ کو اس چیز پر افسوس ہے کہ خانہ کعبہ کے رنجیدہ واقعہ کے سلسلہ میں اس قسم کے واقعات رونما ہوئے۔ چنانچہ حیدرآباد اور مغربی بنگال میں جب خانہ کعبہ کے اس سانحہ پر اپنے رنج و غم کے اظہار کے لئے مسلمانوں نے ہڑتال کی اور بعض لوگوں نے اِس ہڑتال کے موقعہ پر اپنی دوکانیں بند نہیں کیں تو اس پر فساد ہو گیا۔ اور اِس فساد میں بعض ہندو بھائیوں کو نقصان بھی پہنچ گیا۔ یہ واقعہ بلا شبہہ بے حد افسوس ناک ہے۔ لیکن ساتھ ہی کرپلانی جی کو یہ بھی سوچنا چاہئے کہ اگر اکثریتی طبقہ کے دوکانداروں نے بھی مسلمانوں کے احساسات اور جذبات کا ذرا بھی خیال کیا ہوتا تو شائد ہمارے ملک میں یہ واقعات پیش ہی نہ آئے ہوتے۔ پھر یہ بات بھی کرپلانی جی کو معلوم ہونی چاہئے کہ اس فساد میں صرف ہندوؤں ہی کا نقصان نہیں ہوا ہے۔ بلکہ کئی مسجدوں کو بھی نقصان پہنچایا گیا ہے مسلمانوں کو بلا شبہہ اِس ملک میں رہنا ہے اور اُن کے لئے یہ بات نہایت ضروری ہے کہ وہ اکثریتی طبقہ کا اعتماد حاصل کریں۔ لیکن تالی دونوں ہاتھوں سے بجا کرتی ہے۔ اکثریتی طبقہ کی بھی کچھ ذمہ داریاں ہیں۔ انہیں بھی دوسرے طبقوں کے احساسات اور جذبات کو نظر انداز نہیں کرنا چاہئے۔ اور ایسے حالات سے گریز کرنا چاہئے جن سے کہ آپس میں تصادم کے امکانات پیدا ہوں۔ اور اگر کسی فرقہ کی غلطی سے اس قسم کا تصادم ہو جائے، تو آچاریہ جی جیسے معمر لیڈروں کو اس قسم کے اشتعال بڑھانے والے بیانات کے ذریعہ اِس آگ کو اور زیادہ بھڑکانے کی کوشش سے اجتناب کرنا چاہئے۔

کرپلانی جی کا یہ فرمانا بالکل غلط ہے کہ مسلمانوں کی جانب سے اِس واقعہ کی مذمت نہیں ہوئی۔ راجیہ سبھا کے ممبر مسٹر شہاب الدین پر زور الفاظ میں اِن فسادات کی مذمت کر چکے ہیں۔ اِس کے علاوہ متعدد مسلم اخبارات میں ان واقعات پر اپنی ناپسندیدگی کا اظہار کیا گیا ہے۔ اور کرپلانی جی سے اس موقعہ پر یہ بھی پوچھا جا سکتا ہے کہ جب کئی مہینے تک علیگڈھ میں فسادات کے شعلے بھڑکتے رہے۔ اور جب جمشید پور میں بار بار فرقہ وارانہ فسادات ہوئے اور مسلمان اس آگ میں جلتے رہے۔ تو وہ ہندوستان کے سب سے معمر اور پرانے لیڈر ہونے کے باوجود منہ میں گھنگنیاں ڈالے کیوں بیٹھے رہے جب وہ دوسروں کو نصیحت فرما رہے ہیں۔ تو انہیں خود بھی تو اس پر عمل کرنا چاہئے۔

ایران کے ملا ہٹلر سے بھی آگے

ایران کے نام نہاد ملاؤں کی جانب سے جو مذموم حرکتیں سرزد ہو رہی ہیں۔ انہیں دیکھتے ہوئے یہ کہنا پڑتا ہے کہ یہ ظلم جبر اور تشدد میں چنگیز خاں اور ہٹلر سے بھی آگے نکل گئے ہیں۔ مثال کے طور پر حال ہی میں ایران کے صدر آیت اللہ خمینی کے دست راست آیت اللہ خلخالی نے ایران کی سابقہ ملکہ فرح دیبا کو اس بات کی ترغیب دی ہے کہ وہ اپنے شوہر سابق شاہ ایران کو قتل کر دیں چنانچہ انھوں نے اس اخباری نمائندہ کو

بیان دیتے ہوئے کہا ہے کہ

"میں سابق شاہ ایران کی ملکہ فرح دیبا کو بھی اُسی طرح قابل گردن زدنی سمجھتا ہوں جس طرح کہ سابق شاہ سزائے موت کا مستحق ہے۔ لیکن میں نے سابق ملکہ کو پیغام پہنچا دیا ہے کہ میں اُس کی سزائے موت کو معاف کردوں گا بشرطیکہ وہ اپنے شوہر کو اپنے ہاتھ سے قتل کر دے۔ اُسے ایسا کرنے کے زیادہ مواقع حاصل ہیں۔"

ملاحظہ فرمائیے کہ اب ان ملاؤں نے سیاسی مقاصد کے لئے بیویوں کو بھی شوہروں کے قتل کے لئے ابھارنا شروع کر دیا ہے۔ اور اپنی ان مذموم حرکتوں کو "خدمت اسلام" قرار دے رہے ہیں۔ اس موقعہ پر ہم آیت اللہ خمینی کا وہ انٹرویو بھی درج کر دینا ضروری سمجھتے ہیں جو پچھلے دنوں انھوں نے اٹلی کی نامہ نگار خاتون فلاچی کو دیا تھا جس میں کہ یہ دعویٰ کیا گیا ہے کہ وہ اور اُن کے ساتھی جو کچھ بھی کر رہے ہیں وہ اسلام کی روشنی میں کر رہے ہیں۔ خمینی صاحب نے فرمایا تھا۔

"ایران میں جو کچھ ہو رہا ہے وہ اسلامی تعلیمات کی روشنی میں ہو رہا ہے۔ مجھ پر یہ الزام بے بنیاد ہے کہ میں ہٹلر یا مسولینی کی طرح ڈکٹیٹر بن گیا ہوں۔ اور ایران کی انقلابی اسلامی کونسل کو جو لوگ مطلق العنان جماعت قرار دے رہے ہیں وہ حالات سے بے خبر ہیں۔ ہماری انقلابی حکومت سے جو احکامات جاری ہوتے ہیں یا جو فیصلے کئے جاتے ہیں وہ اسلامی قوانین کے ماتحت ہوتے ہیں۔"

لیکن علامہ خمینی سے یہ پوچھا جا سکتا ہے کہ آخر یہ کونسا اسلام ہے کہ ایک مسلمان بیوی کو اپنے شوہر کے قتل کی ترغیب دی جا رہی ہے جب کہ اسلام نے سختی کے ساتھ مسلمان عورتوں کو شوہروں کی اطاعت کا حکم دیا ہے۔ یہ بات یاد رہے کہ آیت اللہ خلخالی جنھوں نے سابق ملکہ ایران کو شوہر کے قتل کے لئے ابھارنے کی کوشش کی ہے ایران کی مذہبی عدالت کے چیف جج بھی ہیں۔ اور ایران کے دہشت پسند قاتلوں کی جماعت کے سربراہ بھی ہیں۔ انھوں نے ایسے چھاپہ مار دستے تیار کر رکھے ہیں جو ایران کے اندر اور باہر جسے چاہتے ہیں قتل کر دیتے ہیں۔ چنانچہ انھوں نے دہشت پسند قاتلوں کا ایک دستہ پناما بھی بھیج رکھا ہے جہاں آجکل سابق شاہ ایران مقیم ہیں اور کینسر کے مرض میں مبتلا ہونے کی وجہ سے زندگی کے آخری دن پورے کر رہے ہیں۔

علامہ آیت اللہ خمینی اور اُن کے ہم نوا ملا اسلام کا نام لے کر جو مذموم حرکتیں کر رہے ہیں۔ انھوں نے ساری دنیا میں اسلام کو بدنام کر کے رکھ دیا ہے۔ ضرورت ہے کہ دنیائے اسلام کے تمام زعما شدید الفاظ میں ان حرکتوں کی مذمت کریں۔ تاکہ ایران کے سرپھرے ملاؤں کی بدولت اسلام کی مزید رسوائی نہ ہو سکے۔

آسام سے مسلمانوں کا اخراج

کسی ملک کی بدقسمتی اس سے بڑھ کر اور کیا ہو سکتی ہے کہ وہاں فرقہ پرستی اس حد تک زور پکڑ جائے کہ وہاں کے اُن باشندوں کو جو صدیوں سے آباد ہوں غیر ملکی کہہ کر نکالا جانے لگے کسی عدالتی کارروائی کے بعد نہیں بلکہ وہاں کے پولیس کو یہ اختیار دیدیا جائے کہ وہ جسے چاہے غیر ملکی قرار دے دے اور اُس کا ہاتھ پکڑ کر ملک سے نکال دے۔

یہی سب کچھ آجکل آسام میں ہو رہا ہے۔ آسام کے مسلمانوں کی بہت بڑی تعداد کو بنگلہ دیشی قرار دے کر ریاست بدر ہی نہیں کیا جا رہا ہے۔ بلکہ نہایت منظم طریقہ پر ملک سے نکالنے کی ناپاک کوشش جاری ہیں۔ آسام کے مسلمانوں کو اس وقت دو پریشانیوں کا سامنا ہے۔ ایک تو شہریت کے حق سے محرومی دوسرے حق رائے دہی سے محروم رکھنے کی غرض سے ووٹر لسٹ سے اُن کے ناموں کے کاٹنے کا سلسلہ۔ جس کا منشا اور مقصد یہی ہے کہ آسام کے مسلمانوں کو غیر ملکی قرار دیکر اُنہیں ملک سے نکال دیا جائے۔

آسام سے مسلمانوں کو نکالنے کی یہ مسلم کش تحریک نئی نہیں ہے بلکہ اس سے قبل بھی ایسا ہی ہو چکا ہے جسے روکنے کے لئے مرحوم صدر جمہوریہ جناب فخرالدین علی احمد اور مرحوم وزیر صنعت معین الحق چودھری نے اہم پارٹ ادا کیا تھا۔ اور اُن کی کوششوں سے یہ سلسلہ رک گیا تھا۔ اور مشرقی پاکستان کے خاتمے اور بنگلہ دیش کے قیام کے بعد یہ مسئلہ چھ سات برس تک ٹھنڈا رہا۔ لیکن اس سال کے وسط سے یہ فتنہ دوبارہ اٹھا ہے۔ اور پھر آسام کے مسلمانوں کو نکالنے کا سلسلہ شروع ہو گیا ہے۔ اور اُس کی بڑی وجہ یہ ہے کہ جنتا حکومت کے دور میں اُن راشٹریہ سنگھیوں اور جن سنگھیوں کا زور بڑھ گیا تھا جو

سالہا سال سے آسام سے مسلمانوں کو نکالنے کے منصوبے بنائے بیٹھے تھے۔

اس وقت آسام میں ایسی حالت ہے جیسے کہ وہاں نہ کوئی قانون ہے اور نہ حکومت چنانچہ بغیر کسی ثبوت کے لوگوں کو پکڑ کر سرحد پار دھکیلا جا رہا ہے۔ اور وہ لوگ جو کہ اس ملک کے قدیم باشندے ہیں اور زمانہ دراز سے آسام میں رہ رہے ہیں۔ انہیں غیر ملکی کہہ کر صوبہ سے باہر ہی نہیں بلکہ ملک سے باہر دھکیلنے کی کوشش جاری ہے۔ اور اس صوبہ میں فرقہ پرستوں کا زور اس قدر بڑھ گیا ہے کہ وہ آسام میں انتخابات تک ملتوی کرانے میں کامیاب ہو گئے ہیں۔ جس کا مطلب یہ ہے کہ مرکزی حکومت بھی آسام کے فرقہ پرستوں کے سامنے گھٹنے ٹیکنے پر مجبور ہو گئی ہے

آسام سے مسلمانوں کو غیر ملکی کہہ کر صرف نکالا ہی نہیں جا رہا ہے بلکہ آسام کے مختلف علاقوں میں فرقہ وارانہ فسادات برپا کر کے مسلمانوں کے مکانوں کو نذرِ آتش کیا جا رہا ہے۔ اور لوٹا جا رہا ہے۔ اور یہ معلوم ہو رہا ہے کہ جیسے آسام میں جنگل کا قانون رائج ہے۔ اور بدقسمتی یہ ہے کہ مرکز میں کوئی حکومت ہی نہیں ہے۔ جو حکومت ہے وہ صرف چند روز کی مہمان ہے

آسام کا مسئلہ صرف آسام کا مسئلہ نہیں ہے۔ بلکہ پورے ہندوستان کا مسئلہ ہے۔ اگر آج آسام سے مسلمانوں کو غیر ملکی کہہ کر نکالا جا سکتا ہے تو کل ہندوستان کے دوسرے علاقوں میں بھی یہی وبا پھیل سکتی ہے مسلم زعما کو حالیہ انتخابات کے بعد اس نازک ترین مسئلہ پر سنجیدگی سے غور کرنے کی ضرورت ہے۔

مسلم فرنٹ اور راشٹریہ سنگھ کا اتحاد

کبھی یہ تصور بھی نہیں کیا جا سکتا تھا کہ مسلم حقوق کی حفاظت کے لئے اور مسلم ووٹوں کو تقسیم سے بچانے کی غرض سے پچھلے دنوں کئی مسلم جماعتوں کو ملا کر جو مسلم نیشنل فرنٹ قائم کیا گیا تھا۔ وہ سیاسی نفع بازی کی خاطر راشٹریہ سنگھ اور جن سنگھ کا آلہ کار بن جائے گا۔ چنانچہ ہندوستان کے سبھی مسلم حلقوں میں یہ خبر بڑے رنج اور افسوس کے ساتھ سنی گئی کہ سابق مرکزی وزیر مسٹر ذوالفقار اللہ جو جنتا پارٹی سے ٹوٹ کر لوک دل میں چلے گئے تھے اب وہ لوک دل سے قلابازی کھا کر پھر جنتا پارٹی میں شامل ہو گئے ہیں۔ اور اپنے ساتھ ہی مسلم نیشنل فرنٹ کو بھی لیڈ وبے ہیں چنانچہ مسلم فرنٹ کا انتخابات کے سلسلے میں جنتا پارٹی کے ساتھ گٹھ جوڑ ہو گیا ہے جنتا پارٹی کے بارے میں سب ہی کو معلوم ہے کہ یہ راشٹریہ سنگھیوں اور جن سنگھیوں کا ایک ٹولہ ہے جو جنتا دور میں مسلم یونیورسٹی کی تباہی کے سلسلہ میں پیش پیش رہا ہے اور ان ہی راشٹریہ سنگھیوں کی بدولت تقریباً دو سال تک علیگڑھ میں مسلسل فسادات برپا رہے ہیں۔ علیگڑھ کے فسادات کے علاوہ جنتا حکومت کے مختصر دور میں ساڑھے چھ سو فرقہ وارانہ فسادات ہوئے ہیں۔ جن میں کہ بے شمار مسلمان ہلاک ہوئے ہیں۔ اور لاتعداد مسلمانوں کے گھروں کو جلایا گیا اور لوٹا گیا ہے۔ اور جمشید پور کے خونی فسادات تو جنتا دور میں راشٹریہ سنگھیوں کا سب سے عظیم کارنامہ ہے۔ اور ان فسادات کے موقعہ پر راشٹریہ سنگھ کے رہنما بالاجی دیورس نے فسادات کی آگ کو زیادہ سے زیادہ بھڑکانے کے جو زہر آلود تقریریں کی ہیں اُن میں سے صرف ایک تقریر جو یکم اپریل کو جمشید پور کے ریگل میدان میں کی گئی تھی ہم مسٹر ذوالفقار اللہ اور مسلم نیشنل فرنٹ میں شامل مسلم جماعتوں کے سربراہوں کی آنکھیں کھولنے کے لئے یہاں درج کر دینا ضروری سمجھتے ہیں۔ تاکہ اندازہ ہو جائے کہ کن مسلم دشمنوں سے انھوں نے سیاسی اغراض کے لئے ہاتھ ملا کر مسلمانانِ ہند کی پیٹھ میں چھرا گھونپا ہے۔ اس موقعہ پر بالا صاحب دیورس نے چار ہزار سویم سیوکوں کو خطاب کرتے ہوئے کہا تھا۔

"میں آپ سے پر زور اپیل کرتا ہوں کہ بھارت کی رکشا کرنے میں میری مدد کریں ہمارے سپنوں کے بھارت میں ہمارے دھرم اور ہندو سنسکرتی کی پوری جھلک ہونی چاہئے یہ کتنے افسوس کی بات ہے کہ ملک کی آزادی کے بعد بھی ہندوؤں کو آزادی نہیں مل سکی ہے۔ اس کے برخلاف مسلمانوں اور عیسائیوں کو جو ناجائز طور پر ہمارے ملک میں آن بسے ہیں مکمل آزادی حاصل ہے۔ کتنے افسوس کی بات ہے کہ مکہ مدینہ یا کسی دوسرے عرب ملک میں کوئی ہندو مندر نہیں ہے جبکہ ہندوستان میں مندر اور مسجد برابر ہیں۔ اور یہ بھی ایک عجیب بات ہے کہ مسجدوں کی تعداد تو بڑھتی جا رہی ہے مگر مندر توڑے جا رہے ہیں۔ اگر مسلمان کوئی مسجد بنا لیتے ہیں تو حکام خاموش رہتے ہیں لیکن اگر کوئی ہندو ایک مندر بنا لیتا ہے تو اُس کے خلاف قانونی کارروائی شروع ہو جاتی ہے اور عدالت مندر کو خلاف قانون قرار دیتی ہے۔ اس لئے وقت آگیا ہے کہ ہم ہندو اپنے دھرم اور سنسکرتی کی رکشا کے لئے متحد ہو کر ایک جُٹ ہو جائیں ہر ہندو کو دھرم کی رکشا کی خاطر جان دینے کے لئے سامنے آجانا چاہئے"

ملاحظہ فرمائیے کہ جو راشٹریہ سنگھی مکہ اور مدینہ میں مندر بنانے کی فکر

میں ہیں۔ اور ملکی نظروں میں ہندوستان کی مسجدیں کھٹک رہی ہیں اور جو ہندو دھرم اور ہندو تہذیب کو اس ملک کے سب ہی باشندوں کے سر تھوپ دینا چاہتے ہوں، ان سے مسلم نیشنل فرنٹ کے سربراہ اور منتری ذو الفقار اللہ پینگیں بڑھا رہے ہیں۔ یہ مسلم قوم کے ساتھ کھلی غداری نہیں ہے تو اور کیا ہے۔ اور اب رہا جنتا پارٹی کا معاملہ تو اس کے لیڈروں کو معلوم ہونا چاہیے کہ مسلمان ایک مرتبہ جنتا پارٹی کے فریب میں آنے کے بعد کافی نقصان اٹھا چکے ہیں۔ اُن کی آنکھیں کھل گئی ہیں۔ وہ مسلم نیشنل فرنٹ اور منتری ذوالفقار اللہ کو اگر اپنے ساتھ ملا لیں تو یہ خیال ہے کہ اُس جنتا پارٹی سے جو چلے ہیں ان پر راشٹریہ سیوک سنگھ کا پورا غلبہ ہے۔ اور حالیہ انتخابات کے بعد جنتا پارٹی کو معلوم ہو جائے گا کہ مسلمانوں کی نظر میں اُس کی اور اُس کے پٹھو دل کی کیا قدر و قیمت ہے

گاندھی جی کی دو غلطیاں

مدھیہ پردیش کی الیکشن مہم کے سلسلہ میں ایک ہوائی جہاز کے سفر کے دوران چودھری چرن سنگھ نے اخبار نویسوں کے ساتھ گفتگو کرتے ہوئے کہا ہے کہ "مہاتما گاندھی کی سب سے بڑی غلطی یہ ہے کہ اُنھوں نے سردار پٹیل کی بجائے پنڈت جواہر لال نہرو کو وزیر اعظم بنا دیا۔ جواہر لال نہرو تو سانولے رنگ کے ایک انگریز تھے۔ اور اس ملک میں آج جو اقتصادی خرابیاں دکھائی دے رہی ہیں اُن کے وہی ذمہ دار ہیں۔ پنڈت نہرو نے صرف بھاری صنعتوں کو ترقی دی ہے اور مشینیں بنانے والے صنعتی کارخانے قائم کئے ہیں۔ مگر گھریلو صنعتوں اور ملکی زراعت کی جانب سے غفلت برتی ہے جس سے ملک کی اقتصادیات کو شدید نقصان پہنچا ہے۔"

چودھری چرن سنگھ کی یہ بھی رائے ہے کہ خلافت جیسی مسلمانوں کی تحریکوں سے گاندھی جی کو الگ رہنا چاہیئے تھا۔ چنانچہ اُنھوں نے خلافت کی تحریک پر اعتراض کرتے ہوئے اخبار نویسوں سے کہا کہ "گاندھی جی کی دوسری بڑی غلطی یہ ہے کہ اُنھوں نے بلا وجہ ملک کو خلافت کی تحریک میں شامل کیا اور اُس کا نتیجہ یہ نکلا کہ ملک میں فرقہ پرستی بڑھی اور اُسکی وجہ سے ملک میں فرقہ وارانہ فسادات کا سلسلہ شروع ہو گیا۔"

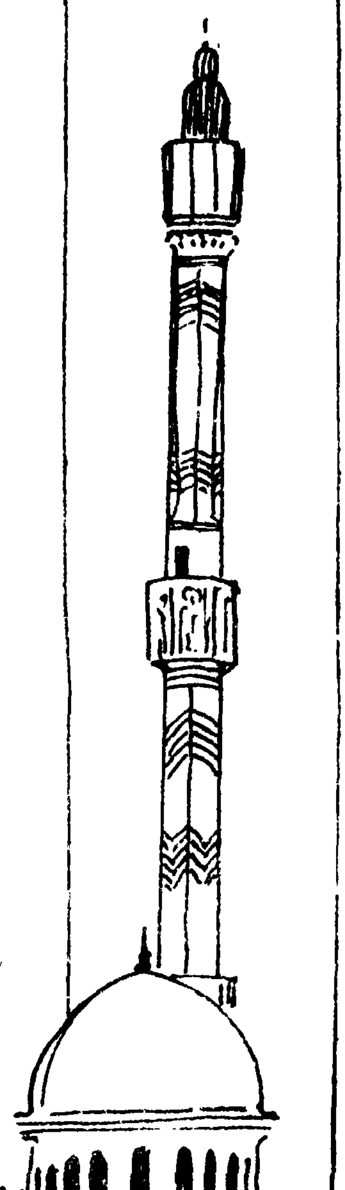
اس بات سے سب ہی واقف ہیں کہ اس وقت ہندوستان ساری دنیا میں فوجی اور صنعتی اعتبار سے دنیا کا ایک بڑا ملک شمار کیا جاتا ہے جہاں جنگی طیارے، ہوائی جہاز، سمندری جہاز، ٹینک، ارمرڈ کاریں، آبدوزیں، بندوقیں، ہر قسم کا اسلحہ، ریل کے انجن اور ڈبے، موٹر کاریں، موٹر سائیکلیں، فریج، ٹیلی ویژن، اسکوٹر، بہترین کپڑا اور بے شمار صنعتی اشیاء ہندوستان میں بن رہی ہیں۔ اور غیر ممالک کو بھی جا رہی ہیں۔ یہ سب پنڈت نہرو ہی کی دور اندیشی کا نتیجہ ہے۔ ہماری یہ قطعی رائے ہے کہ اگر ہندوستان میں پنڈت نہرو کی بجائے کوئی دوسرا پہلا وزیر اعظم ہوتا تو ہندوستان کی حالت بھی آج وہی نظر آتی جو پاکستان اور بنگلہ دیش کی ہے۔ یہ بات تو سب ہی کو معلوم ہے کہ چودھری چرن سنگھ کو پنڈت جواہر لال کی بیٹی اندرا گاندھی سے شدید اختلاف ہے۔ لیکن اُنہیں اتنا بھی تنگ نظر نہیں ہونا چاہیئے کہ محض بیٹی سے اختلاف رکھنے کی بنا پر انھوں نے ہندوستان کے اُس محسن اعظم اور معمار اول پر نکتہ چینی شروع کر دی جس کے احسانات کو یہ ملک کبھی بھی فراموش نہیں کر سکتا۔

اب رہا تحریک خلافت کا معاملہ تو ایسا معلوم ہوتا ہے کہ چودھری چرن سنگھ ہندوستان کی پرانی تاریخ کا تو ذکر ہی کیا ہے حالیہ تاریخ سے بھی قطعی ناواقف اور کورے ہیں۔ انکو معلوم ہونا چاہئے کہ یہ تحریک خلافت ہی تھی جس نے کہ ہندوستان کی تحریک آزادی میں گرمی پیدا کی ورنہ تحریک خلافت سے پہلے کانگریس کی پالیسی معتدل تھی۔ اس کے برخلاف تحریک خلافت انگریزوں کے خلاف وہ پرجوش تحریک تھی جس نے کہ انگریزی حکومت کی بنیاد کو اس ملک میں ہلا دیا تھا۔ پھر گاندھی جی کے تحریک خلافت میں شامل ہونے کے بعد اس ملک کے ہندو مسلمانوں میں ایسا اتحاد پیدا ہوا جو اس سے قبل کبھی بھی دیکھنے میں نہیں آیا تھا۔ اُس زمانہ میں مسلمانوں کے سیاسی جوش کا یہ عالم تھا کہ وہ کانگریس، لیگ، اور خلافت کمیٹی میں کوئی فرق محسوس نہیں کرتے تھے۔ وہ جس طرح مسلم برادران پر فریفتہ تھے اسی طرح گاندھی جی کے بھی دلدادہ بن گئے تھے۔ ان کا مطمح نظر صرف یہ تھا کہ انگریز پر کاری ضرب لگائی جائے۔ ہندوستان کا ہر لیڈر خواہ ہندو ہو یا مسلمان سب ہی کا لیڈر تھا۔ اور مسلمانوں نے ہندوؤں کے ساتھ مزید اتحاد پیدا کرنے کیلئے ترک قربانی گاؤ کا اعلان کر دیا تھا لیکن چرن سنگھ یہ فرما رہے ہیں کہ تحریک خلافت سے ملک میں فرقہ پرستی بڑھی ہے۔ اُن کی اس غلط بیانی کو سمجھ میں نہیں آتا کہ ہم ناواقفیت پر محمول کریں یا کسی بدنیتی پر۔ واقعہ یہ ہے کہ چودھری صاحب نے گاندھی جی کی جن دو غلطیوں کی نشاندہی کی ہے وہ غلطیاں نہیں ہیں بلکہ وہ مدبرانہ فیصلے تھے جن سے کہ اس ملک کی تحریک آزادی کو بے حد فائدہ پہنچا

صف شکن بڑھے چلو

اسلام کے خلاف سازشوں سے متاثر ہو کر

(از پروفیسر رضوان بریلوی - ایم - اے)



تم ہی ہو فخرِ انجمن بڑھے چلو پئے شکست اہرمن بڑھے چلو
بحکمِ ربِّ ذوالمنن بڑھے چلو اے غازیانِ صف شکن بڑھے چلو

نفس نفس میں آرزو کی بجلیاں لئے ہوئے ذوقِ عمل کی ساتھ میں تم آندھیاں لئے ہوئے
علم بدوش و نعرہ زن بڑھے چلو اے غازیانِ صف شکن بڑھے چلو

بنا کے موت کو حیات آفتوں کو جھیلتے کفن بدوش ہوا رہے خون سے اپنے کھیلتے
محبِ دین تیغ زن بڑھے چلو اے غازیانِ صف شکن بڑھے چلو

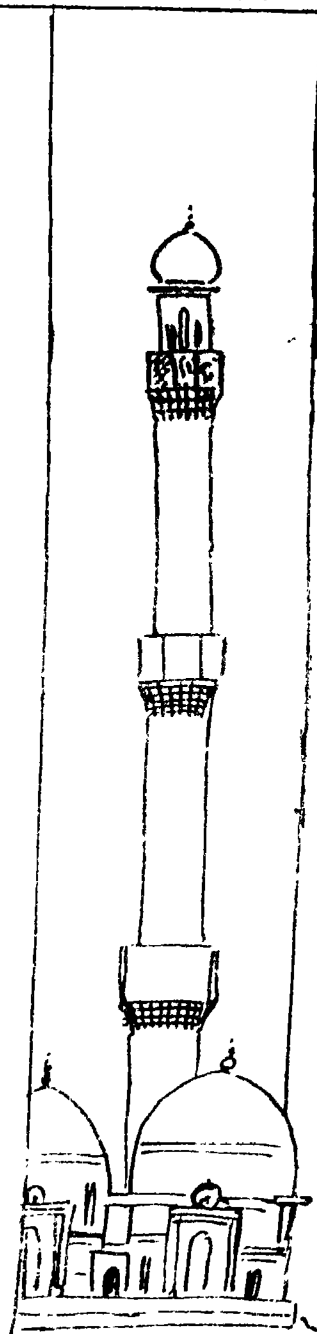
مجاہدانہ شان سے حسینی آن بان سے قدم قدم پہ کھیلتے فضائے قہرمان سے
راہِ خدا میں گامزن بڑھے چلو اے غازیانِ صف شکن بڑھے چلو

زمیں کا دل دھڑک اٹھے کچھ اس طرح علم اٹھے صفوں کو چیرتا ہوا تمہارا ہر قدم اٹھے
کھلاتے لالے کا چمن بڑھے چلو اے غازیانِ صف شکن بڑھے چلو

وہی تو مردِ کار ہے جہانِ اعتبار میں جو سب سے پیش پیش ہو ہجومِ کارزار میں
لگائے موت سے لگن بڑھے چلو اے غازیانِ صف شکن بڑھے چلو

آئیں پہاڑ راہ میں بڑھ کے انھیں اکھاڑ دو اٹھا کے دیو کفر کو زمین پر پچھاڑ دو
ہر ایک حال میں مگن بڑھے چلو اے غازیانِ صف شکن بڑھے چلو





فرعون کی للکار ہے پھر

(از جناب ڈاکٹر نظام)

وادیِ نیل میں فرعون کی للکار ہے پھر　　حق سے باطل کی جفا برسرِ پیکار ہے پھر
زندگی موت کے پنجے میں نظر آتی ہے　　دستِ چنگیز میں تخریب کی تلوار ہے پھر
ظلمتِ شب کے شکنجے میں نظر آتی ہے

کفر کی موت کا بربادی کا ساماں لیکر　　اہلِ حق اٹھے ہیں پھر عزمِ جواں لیکر
کس کی جرأت ہے جو عزمِ جواں روک سکے　　مدد اللہ کی اور ہمتِ مرداں لیکر
کس کی طاقت ہے جو سیلِ رواں روک سکے

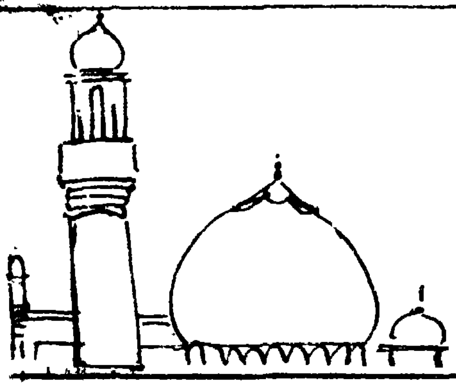
حق و انصاف کے اس دہر میں بانی ہم ہیں　　تم ہو فرعون تو موسیٰ کی نشانی ہم ہیں
اپنے فعلوں کا بھگتنا ہے انجام تمہیں　　اور سچائی کے دھاروں کی روانی ہم ہیں
دے گا یہ زعم ہی خود موت کا پیغام تمہیں

اب ہمارے بھی تمہیں دیکھنے ہونگے جوہر　　مدِ مقابل ہو بڑی شان سے تم لیکر لشکر
جورِ فرعون کا جب حد سے گزر جاتا ہے　　خاک ہو جاؤ گے اس آگ میں خود جلکر
امر لازم ہے کہ موسیٰ بھی کوئی آتا ہے

پرچمِ اسلام کا جب بھی ہے اٹھایا ہم نے　　سرِ کفار کو قدموں پہ جھکایا ہم نے
سامنے آئے ہمارے یہ ہے جرأت کسکی　　فتح کا ڈنکا زمانہ میں بجایا ہم نے
روک لے وار ہمارا یہ ہے طاقت کسکی

ظلمتوں میں شمعِ انوار جلانے کی قسم　　ہم نے کھائی ہے ستمگر کو مٹانے کی قسم
رخ ہمیں وقت کے دھارے کا بدل دینا ہے　　ایشیا کو نئے رستہ پہ لگانے کی قسم
آئے جو راہ میں سر اس کا کچل دینا ہے

گذشتہ سے پیوستہ



تعلیم القرآن

تیرھواں پارہ — وما ابری — سورۂ یوسف

(از ادارۂ دین دنیا)

دین دنیا کی زیر نظر اشاعت میں ہم قرآن پاک کے تیرھویں پارے کی تعلیمات کی تیسری قسط پیش کر رہے ہیں جس میں کہ اللہ جل شانہٗ نے اپنے بندوں کی عبرت اور نصیحت کے لئے حضرت یوسف علیہ السلام اور اُن کے بھائیوں کا واقعہ بیان فرمایا ہے۔

یوسف کے بھائیوں کی الزام تراشی

قَالُوْٓا اِنْ يَّسْرِقْ .... اِنَّآ اِذًا لَّظٰلِمُوْنَ ۝

ترجمہ:۔ (یوسف کے بھائی) کہنے لگے اگر اس نے چوری کی ہے تو (تعجب نہیں کیونکہ) اس کے بھائی نے بھی پہلے چوری کی تھی۔ اس بات کو یوسف نے اپنے دل ہی میں رکھا اور اُن پر (حقیقت) ظاہر نہ کی اور کہا اس اعتبار سے تو تم اور بھی بدتر ہو اور جو کچھ تم بیان کر رہے ہو اُس کا اللہ ہی کو خوب علم ہے۔ وہ بولے اے عزیز (مصر) اِس کا ایک باپ ہے جو عمر میں بہت بوڑھا ہے پس آپ اِس کی بجائے ہم میں سے کسی ایک کو رکھ لیجئے۔ ہم آپ کو احسان کرنے والا دیکھتے ہیں۔ یوسف نے کہا کہ ایسی بات سے خدا بچائے کہ جس کے پاس سے ہم نے اپنی چیز برآمد کی ہے اُس کے سوا کسی دوسرے شخص کو پکڑ کر رکھ لیں۔ اگر ہم ایسا کریں گے تو ہم بے انصاف قرار دئے جائیں گے۔

تشریح:۔ (جب حضرت یوسف نے اپنے حقیقی بھائی بن یامین کو سرکاری پیالہ چُرانے کے الزام میں روک لیا۔ تو اُن کے سوتیلے بھائی غلط بیانی سے کام لیتے ہوئے) کہنے لگے اگر اِس نے چوری کی ہے تو کوئی تعجب کی بات نہیں ہے کیونکہ اِس سے قبل اِس کے ایک بھائی نے بھی اسی طرح چوری کی تھی (حضرت یوسف اگرچہ اس بے بنیاد الزام کی حقیقت سے آگاہ تھے مگر پھر بھی) اُنھوں نے اِس بات کو اپنے دل ہی میں رکھا۔ اور کہا یہ اگر واقعہ ہے تو اِس اعتبار سے تو تم سب ہی بڑے ہی پست کردار کے لوگ ہو۔ لیکن تم جو کچھ کہہ رہے ہو اُس کی اصلیت کا فقط اللہ ہی کو علم ہے۔

(حضرت یوسف کے سوتیلے بھائی) بولے اے عزیز مصر بن یامین کے باپ بہت بوڑھے آدمی ہیں (اُنھیں بن یامین سے بہت زیادہ محبّت ہے۔ ہم آپ سے التجا کرتے ہیں کہ بن یامین کو تو چھوڑ دیجئے) اور آپ اس کی بجائے ہم میں سے کسی کو روک لیجئے ہم کو آپ کی نیک دلی سے یہی توقع ہے۔

یوسف بولے ایسی غلط بات سے خدا مجھے محفوظ رکھے۔ بھلا جس کے پاس سے ہماری چوری کی چیز برآمد ہوئی اُسے چھوڑ کر ہم کسی دوسرے کو کیونکر پکڑ سکتے ہیں اگر ہم یہ غلط طریقہ اختیار کریں گے تو نا انصاف قرار دئے جائیں گے۔

(حضرت یوسف کے بھائیوں نے اُوپر کی گفتگو میں انھیں "عزیز مصر" کہہ کر مخاطب کیا ہے۔ اس کی تفصیل یہ ہے کہ زلیخا کے شوہر کے مرنے کے بعد شاہِ مصر نے "عزیز مصر" یعنی مصر کے وزیر اعظم کے عہدہ پر حضرت یوسف کو سرفراز کر دیا تھا)

حضرت یوسف کے بھائیوں کی مایوسی

فَلَمَّا اسْتَايْـَٔسُوْا .... وَاِنَّا لَصٰدِقُوْنَ ۝

ترجمہ: ۔ پھر جب وہ اُن سے (حضرت یوسف سے) نااُمید ہوگئے تو علیحدگی میں صلاح مشورہ کرنے لگے۔ جو اُن میں سب سے بڑا بھائی تھا کہنے لگا کیا تمہیں معلوم نہیں [illegible] تمہارے باپ نے تم سے خدا کو گواہ کرکے عہد لیا تھا اور اس سے پہلے بھی تم یوسف کے سلسلہ میں قصور کر چکے ہو [illegible] ہرگز نہ جاؤں گا جب تک [illegible] اللہ ہی میرا فیصلہ کردے کیونکہ وہ سب [illegible] فیصلہ کرنے والا ہے۔ اب تم سب باپ کے پاس جاؤ اور ان سے کہو کہ ابا آپ کے بیٹے نے چوری کی [illegible] تمہیں معلوم ہے اور ہم [illegible] سے یہ [illegible] والوں سے پوچھ لو [illegible] ہیں۔

تشریح: ۔ [illegible] کے بھائی جب ان [illegible] سے مایوس ہوگئے تو الگ بیٹھ کر مشورہ کرنے لگے [illegible] کرنا چاہئے۔ اُن میں سب سے بڑا بھائی تھا اس نے کہا تم سب ہی کو معلوم ہے کہ ہمارے والد نے بن یامین کے بارے میں ہم سے خدا کو گواہ کرکے عہد لیا تھا [illegible] اور یہ میرا اور تمہارا [illegible] اس سے پہلے بھی تم یوسف کے معاملہ میں قصور وار ہو۔ (اس) حالت میں جب تک والد محترم مجھے کوئی حکم نہیں دیں گے یا جب تک اللہ تعالیٰ میرے لئے کوئی اور تدبیر نہ نکالے میں تو یہاں سے ہرگز واپس نہ جاؤں گا یاد رکھو اللہ ہی سب سے بہتر تدبیر کرنے والا ہے۔ بہرحال اب تم سب والد محترم کے پاس جاؤ اور انھیں جاکر بتا دو کہ آپ کے فرزند بن یامین نے چوری کی ہے (اور چوری کی پاداش میں اسے گرفتار کر لیا گیا ہے اور انھیں یہ بھی بتا دو کہ (یہ ایک حقیقت ہے جو ہم بیان کر رہے ہیں (ہم نے بن یامین کے واپس لانے کا عہد ضرور کیا تھا) لیکن ہم غیب کی باتوں سے ناواقف تھے ہمیں اس کے دل کا حال معلوم نہ تھا [illegible] میں ٹھہرے ہوئے تھے وہاں کے لوگوں سے اور جس قافلہ میں ہم آئے ہیں اس سے دریافت کر لیجئے ہم جو کچھ کہہ رہے ہیں وہ ایک حقیقت ہے۔

حضرت یعقوب نے صبر سے کام لیا

قَالَ بَلْ سَوَّلَتْ .... لْقَوْمُ الْكٰفِرُوْنَ ٥

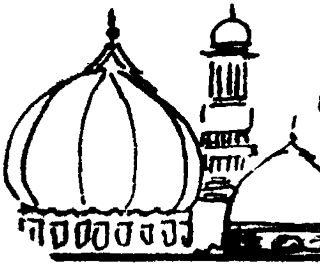
ترجمہ: (بیٹوں کی باتیں سنکر) یعقوب بولے (جو کچھ تم کہہ رہے ہو) یہ بات نہیں ہے بلکہ تم نے اپنے دل سے ایک بات گھڑلی ہے۔ اب میرے لئے صبر ہی بہتر ہے۔ اللہ کی ذات سے مجھے امید ہے کہ وہ اُن سب کو میرے پاس پہنچا دیگا۔ وہی سب باتوں سے آگاہ ہے۔ اور حکمت والا ہے۔ اور یعقوب نے اُن کی طرف سے اپنا منھ موڑ لیا اور کہنے لگے ہائے یوسف افسوس اُن کی آنکھیں اب غم سے سفید پڑ گئی تھیں اور وہ اس غم میں گھٹن سی محسوس کررہے تھے (ان کی یہ حالت دیکھ کر) بیٹے بولے بخدا تم ہمیشہ یوسف ہی کی یاد میں مبتلا رہو گے جب تک تم (اس غم میں) گھل نہیں جاؤ گے یا مر نہیں جاؤ گے یعقوب نے کہا میں تو اپنے رنج و غم کی شکایت صرف اللہ ہی سے کرتا ہوں اور اللہ کی باتیں جو مَیں جانتا ہوں تم نہیں جانتے۔ اے میرے بیٹو جاؤ یوسف اور اس کے بھائی کو تلاش کرو اور اللہ کی رحمت سے نااُمید نہ ہو اللہ کی رحمت سے صرف کافر ہی نااُمید ہوتے ہیں۔

تشریح: ۔ (جب حضرت یعقوب کے بیٹوں نے باپ کی خدمت میں حاضر ہوکر یہ واقعہ بیان کیا تو انھیں یقین نہیں آیا (اور) انھوں نے کہا۔ یہ بات تم نے اپنے دل سے گھڑلی ہے۔ بہرحال اب میرے لئے صبر ہی بہتر ہے (اگر میں مایوس نہیں ہوں) مجھے اللہ کی ذات سے اُمید ہے کہ وہ ان دونوں بھائیوں کو خود ہی میرے پاس پہنچا دیگا۔ بلاشبہ وہ تمام حالات سے باخبر ہے۔ اور بڑا ہی حکمت والا ہے اور یہ کہہ کر یعقوب نے اپنے بیٹوں کی طرف سے منھ پھیر لیا اور (اس واقعہ پر حضرت یوسف کو یاد کرکے) کہنے لگے ہائے یوسف افسوس۔ (میں کیسی پریشانی میں ہوں تم مجھ سے جدا ہوگئے اگر اس وقت ہوتے تو میرے کام آتے انھوں نے اگرچہ بڑے صبر اور ضبط سے کام لیا تھا مگر پھر بھی) غم کی زیادتی اور رونے کی وجہ سے اُن کی آنکھیں سفید پڑ گئی تھیں (اور بینائی جاتی رہی تھی) اور اُن کا دل غم سے بھرا ہوا تھا۔

(باپ کی یہ حالت دیکھ کر) بیٹے کہنے لگے بخدا ایسا معلوم ہوتا ہے کہ آپ ہمیشہ ہی یوسف کی یاد میں مبتلا رہیں گے۔ یہاں تک کہ اسی غم میں گھل گھل کر ختم ہو جائیں گے۔

(حضرت) یعقوب نے کہا (میں تم سے کچھ نہیں کہتا) میں تو اپنے رنج و غم کا اظہار اور شکوہ و شکایت اپنے پروردگار سے کر رہا ہوں (باقی صفحہ [illegible])

تعلیم الحدیث



تمہارے اچھے اور بُرے حاکم

اسلام سرمایہ داری کا مخالف۔ امدادِ باہمی بہت بڑی سعادت

(از شوکت علی فہمی)

ذیل میں رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے وہ قیمتی ارشادات درج کئے جا رہے ہیں جو نہ صرف مسلمانوں کے لئے بلکہ پوری نوعِ انسانی کے لئے بہترین شمعِ ہدایت ہیں۔ امید ہے کہ مسلمان ان جواہر پاروں سے فائدہ حاصل کرنے کی کوشش کریں گے۔

تمہارے اچھے اور بُرے حاکم

زندگی کا کوئی شعبہ ایسا نہیں ہے جس پر روشنی ڈالتے ہوئے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے مسلمانوں کی رہنمائی نہ فرمائی ہو۔ چنانچہ ذیل کی احادیث میں آقائے دو جہاں نے ایک طرف تو حکمرانوں کے طبقہ پر روشنی ڈالی ہے اور دوسری جانب مسلمانوں کو یہ بتایا ہے کہ انھیں ہر حالت میں حکمرانوں اور حکومتوں کے خلاف فتنہ و فساد سے اجتناب کرنا چاہیے۔ اس ضمن میں صحیح حدیث ہے۔

"عوف بن مالک اشجعی رض کہتے ہیں کہ رسول اللہ صلعم نے فرمایا ہے کہ تمہارے حاکموں میں سے بہترین حاکم وہ ہیں جن سے تم محبت کرو اور وہ تم سے محبت کریں اور جن کے لئے تم دعا کرو اور وہ تمہارے لئے دعا کریں اور بدترین حاکم وہ ہیں جن سے تم بغض رکھو اور وہ تم سے بغض رکھیں اور لعنت کرو تم اُن پر اور وہ لعنت کریں تم پر۔ صحابہ نے عرض کیا یا رسول اللہ کیا ہم اُن بدترین حاکموں کو (طاقت سے کام لے کر) معزول نہ کر دیں۔ اور جو عہد اُن سے کیا ہے اسے توڑ نہ دیں۔ آپ نے فرمایا نہیں جو شخص تم پر حاکم بنایا جائے اور تم اُس کے کسی ایسے فعل کو دیکھو جو خدا کی نافرمانی پر مبنی ہے تو تم اس کے اِس فعل کو بُرا سمجھو مگر اُس کی اطاعت سے دستبردار نہ ہو۔ (یعنی اُس کے خلاف بغاوت نہ برپا کرو"۔ (مسلم)

ایک طرف تو اچھے اور بُرے حاکموں کی نشان دہی کر دی گئی ہے۔ اور دوسری جانب یہ بھی ہدایت ہے کہ ہر حالت میں ڈسپلن کو برقرار رکھو لیکن اِس کے ساتھ ہی مسلمانوں کو یہ بھی حکم دیا گیا ہے کہ وہ ہمیشہ حق گوئی اور حق کوشی سے کام لیں چنانچہ اس بارے میں ایک دوسری حدیث ہے۔

"حضرت اُمّ سلمہ کہتی ہیں کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا ہے کہ تم پر ایسے حاکم مقرر کئے جائیں گے جو اچھے کام بھی کرینگے اور بُرے کام بھی کریں گے پس جس شخص نے اُن کے بُرے فعل کی نسبت اُن کے منھ پر کہہ دیا کہ تمہارا یہ فعل شرع کے خلاف ہے تو وہ اپنے فرض سے سبکدوش ہو گیا۔ اور جس شخص میں اتنی جرأت نہ ہوئی کہ وہ زبان سے ٹوکے لیکن دل سے اُن کے فعل کو بُرا سمجھا وہ اُن کے گناہ میں شریک ہونے سے محفوظ رہا۔ لیکن جو شخص اُن کے بُرے فعل پر راضی ہوا اور اُن کی پیروی کی تو وہ اُن کے گناہ میں شریک ہو گیا"۔ (مسلم)

اس دوسری حدیث کے ذریعہ مسلمانوں کو حق گوئی کی سختی سے تاکید کی گئی ہے۔ چنانچہ تاریخ بتاتی ہے کہ اسلام نے ایک دو نہیں بلکہ ہزاروں ایسے حق گو بزرگ اور علما پیدا کئے جو شاہانِ اسلام اور اُمرائے سلطنت کو ان کی غلط کاریوں پر بڑی دیدہ دلیری کے ساتھ ٹوک دیتے تھے۔ اور حق گوئی کے مقابلہ میں جان کی بھی پرواہ نہیں کرتے تھے۔ ان بزرگوں میں حضرت امام ابوحنیفہ رض کا نام سرِ فہرست ہے۔

اسلام سرمایہ داری کا شدید مخالف

اسلام نے اگرچہ اپنے متبعین کو دولت پیدا کرنے سے منع نہیں کیا ہے لیکن اسلام یہ چاہتا ہے کہ مسلمان جو بھی دولت پیدا کریں وہ اُن کے صرف ذاتی فائدہ کے لئے نہ ہو بلکہ اُس سے مخلوقِ خدا اور غربا کو بھی فائدہ پہنچے چنانچہ حضرت ابوسعید خدری حدیث بیان فرماتے ہیں کہ

"ہم رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے ساتھ سفر میں تھے کہ ایک شخص آیا اور دائیں بائیں دیکھنے لگا۔ حضور نے اپنے ہمراہیوں سے فرمایا کہ جس کے پاس زائد سواری ہو وہ اس شخص کو دیدے اور جس کے پاس زائد سواری نہ ہو مگر زائد کھانا ہو وہ اِس شخص کو دیدے، اسی طرح حضور نے چند قسم کی داد و دہش کا ذکر فرمایا۔ یہاں تک کہ ہمیں یہ لگنے لگا کہ ضرورت سے زیادہ کسی چیز کو اپنے پاس رکھنے کا ہمیں کوئی حق نہیں ہے۔" (مسلم)

حقیقت یہ ہے کہ اسلام تقسیمِ دولت اور تقسیمِ سرمایہ کا سب سے بڑا حامی ہے۔ اسلام یہ ہرگز نہیں چاہتا کہ سرمایہ اور دولت مٹھی بھر چند انسانوں کے پاس تو جمع ہو جائے اور باقی مخلوقِ خدا مفلوک الحالی اور تنگدستی میں زندگی گذارے چنانچہ مندرجہ بالا حدیث کے ذریعہ سختی کے ساتھ مسلمانوں کو حکم دیا گیا ہے کہ اُن کے پاس ضروریاتِ زندگی کی جو چیزیں زائد ہیں وہ مستحقین میں تقسیم کر دی جائیں۔

خود رسولِ محترم کا یہ دستور تھا کہ جب مالِ غنیمت آتا تھا تو آپ اُس وقت تک مسجد نبوی سے تشریف نہیں لے جاتے تھے جب تک کہ اُس مال کا ایک ایک حبّہ غریبوں اور مستحقین میں تقسیم نہیں فرما دیتے تھے۔ اور اکثر اوقات تو ایسا ہوتا تھا کہ جب آپ لاکھوں کی دولت تقسیم کر کے گھر میں واپس تشریف لاتے تھے تو آپ کے ہاں گھر میں کھانے کے لئے ایک دانہ بھی نہیں ہوتا تھا۔

امدادِ باہمی بہت بڑی سعادت

رسولِ مقبول صلی اللہ علیہ وسلم نے مسلمانوں کو ہدایت فرمائی ہے کہ وہ سچے دل کے ساتھ اپنے دوسرے بھائیوں کے ممد و معاون بنے رہیں۔ اور حضور کا ارشاد ہے کہ جو لوگ اپنے بھائیوں کے کام آتے ہیں اللہ تعالیٰ بھی اُن کے بگڑے ہوئے کاموں کو درست کر دیتا ہے چنانچہ اس بارے میں صحیح حدیث ہے:-

"حضرت عبداللہ بن عباس رضی سے روایت ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا جو شخص بھی میری اُمت میں سے کسی شخص کی دینی یا دنیاوی حاجت کو پورا کرے گا اور اس سے اُس شخص کا منشا اُسے خوش کرنا ہو گا تو گویا اس نے مجھے خوش کیا۔ اور جس نے مجھے خوش کیا اُس نے اللہ تعالیٰ کو خوش کیا۔" (مشکوٰۃ)

اس حدیث سے بخوبی اندازہ لگایا جا سکتا ہے کہ اسلام نے امدادِ باہمی کو کتنی بڑی سعادت قرار دیا ہے۔ اسی طرح ایک دوسری حدیث ہے:-

"حضرت انس رضی سے روایت ہے کہ رسول اللہ صلعم نے فرمایا جو شخص اپنے مسلمان بھائی کی مدد کرے گا اللہ تعالیٰ اُس کی مدد فرمائیگا دنیا اور آخرت میں۔ اور اگر کوئی شخص مدد کرنے پر قادر تھا اور اُس نے پھر بھی اپنے بھائی کی مدد نہیں کی تو اللہ تعالیٰ اُس سے قیامت کے دن جواب طلب کریگا۔" (مشکوٰۃ)

گویا ہر مسلمان پر اللہ اور اُس کے رسول کی طرف سے یہ فرض عائد کیا گیا ہے کہ وہ دوسرے مسلمانوں کی حتی المقدور ضرور مدد کرے صحابہ کرام اور اللہ کے سب ہی نیک بندوں کا یہی طریقہ کار رہا ہے لیکن آج مسلمان اپنی اس امتیازی خصوصیت کو بھول چکے ہیں۔ اُمید ہے کہ مسلمان مندرجۂ بالا احادیث سے عبرت اور نصیحت حاصل کریں گے۔

تعلیم القرآن

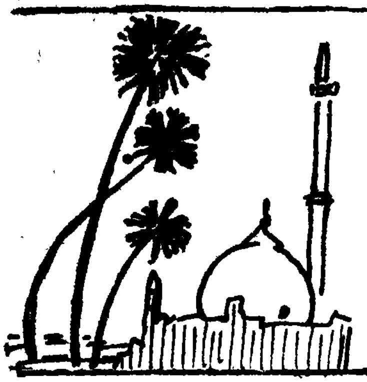
(باقی صفحہ ۱۸)

(مرا اللہ کی باتوں کو جتنا میں جانتا ہوں تم نہیں جانتے (تم کو اگر واقعی مجھ سے ہمدردی ہے تو) اے میرے بیٹو! جاؤ یوسف اور اُس کے بھائی بن یامین کو تلاش کرو۔ اور اللہ کی رحمت سے ناامید نہ ہو۔ اللہ کی رحمت سے کافر ہی ناامید ہوا کرتے ہیں۔

اسلامی افکار

اسلام نے دنیا کو سوشلزم سے آشنا کیا

زمانۂ حاضرہ کا "سوشلزم" ناقص اور ناکارہ ہے



(از جناب داؤد قاضی)

تقریبًا ایک صدی سے دُنیا میں سوشلزم کا بہت زیادہ چرچہ ہے۔ اکثر ممالک اپنے آپ کو سوشلسٹ کہنے میں فخر محسوس کرتے ہیں۔ مگر سوشلزم یعنی مساواتِ انسانی ایک ایسی تحریک ہے جسے اسلام آج سے چودہ سو برس قبل پیش کر چکا ہے مسٹر داؤد قاضی جنوبی افریقہ کے ایک ممتاز اہلِ قلم ہیں۔ انھوں نے ذیل کے مقالہ میں یہ بتایا ہے کہ اسلام آج سے چودہ سو برس قبل سوشلزم سے دُنیا کو روشناس کر چکا ہے اور موجودہ سوشلزم جو اسلامی تعلیمات کا ایک بھدا چربہ ہے قطعی ناقص اور ناکارہ ہے۔

آج دُنیا کے بہت سے ملکوں اور قوموں نے سوشلزم کو اپنا نصب العین بنا لیا ہے۔ اور ہمارے عہد کی تمام تر سیاسی اور سماجی کشمکش سوشلزم کی حمایت اور مخالفت پر محدود ہو کر رہ گئی ہے سوشلزم کا نعرہ بلند کرنے والے اِس بات کے مدعی ہیں کہ اُن کا مقصد انسانوں کے درمیان سماجی مساوات کو فروغ دینا محنت کشوں کو اُن کا حق دلانا سرمایہ کو چند لوگوں کے پاس جمع ہونے سے روکنا۔ اور ہر قسم کی نابرابری کو دُور کرنا ہے۔ اور یہ تمام چیزیں ایسی ہیں کہ ان سے کسی کو بھی اختلاف نہیں ہو سکتا۔

مگر یہ بات ذہن نشین کر لینی چاہیئے کہ سوشلزم کے دعویدار جس تحریک کو زمانۂ حاضرہ کی نئی تحریک کہہ رہے ہیں وہ نئی نہیں ہے بلکہ بہت پُرانی ہے۔ یہ بات دوسری ہے کہ آج دُنیا سوشلزم کی اہمیت کو سمجھنے لگی ہے۔ اور دُنیا کی دو تہائی آبادی سوشلزم کے اصول کے تحت زندگی بسر کرنے کی کوشش کر رہی ہے لیکن اِس بات سے بھی اِنکار نہیں کیا جا سکتا کہ سوشلزم کے ان نئے دعویداروں کو ابھی تک اپنے مقصد میں پوری طرح کامیابی نہیں حاصل ہو سکی ہے۔ اور اُنھیں جس حد تک کامیابی حاصل ہو گئی ہے اُس میں بھی بعض ایسی خامیاں موجود ہیں جنھیں نظر انداز نہیں کیا جا سکتا۔ مثلاً زمانۂ حاضرہ کے سوشلزم میں بعض طبقوں کو قانون کے ذریعہ سے بالکل کمزور کر دیا گیا ہے جو اخلاقی اعتبار سے بے حد قابلِ اعتراض ہے۔

اسلام کی تحریکِ مساوات پر اگر غور کیا جائے تو یہ بات بالکل صاف اور واضح ہو جاتی ہے کہ دُنیا میں سوشلزم کا محرکِ اوّل اسلام ہے۔ اُسی نے دُنیا کو سوشلزم سے آشنا کیا ہے یہ درست ہے کہ اسلام نے کبھی "سوشلزم" کا دعویٰ نہیں کیا لیکن اگر لفظی بحث کو نظر انداز کر کے صرف مقصد اور مفہوم کو سامنے رکھا جائے۔ تو اس بات کا بجا طور پر دعویٰ کیا جا سکتا ہے کہ اسلام آج سے چودہ سو سال پہلے ہی مجلسی اور اقتصادی مساوات کی جانب عوام کو دعوت دے چکا ہے۔

آج سوشلزم کے نام سے دُنیا کے سامنے جن نظریات کو پیش کیا جا رہا ہے۔ اسلام آج سے چودہ سو سال قبل اِن ہی نظریات کو اسلامی تعلیمات کا جزو قرار دے چکا ہے۔ یہ اسلام ہی تھا جس نے سب سے پہلے سماجی نا انصافیوں اور عدم مساوات کے خلاف علَم بلند کیا تھا۔ اور اُسی نے دولت کی تقسیم کا ایک ایسا طریقہ اختیار کیا تھا جس کی بدولت ہر شخص کو اُس کا جائز حق ملنا ممکن ہو گیا تھا اور دولت چند افراد اور چند گروہوں کے پاس جمع ہونے سے محفوظ ہو گئی تھی مگر ان اعلیٰ مقاصد کو حاصل کرنے کے لئے اُس نے ایسے اخلاقی طریقے اختیار کئے تھے جس

کسی گروہ اور طبقہ کو بھی اعتراض نہیں ہوسکتا تھا۔ اور اُس کے یہی طریقے اُس کی کامیابی کے ضامن بھی ثابت ہوئے تھے۔

اسلام کے ظہور کے وقت سرمایہ داری کی وہ واضح صورت دُنیا کے سامنے نہیں آئی تھی جو آج ہمارے سامنے موجود ہے لیکن اس کے باوجود اُس زمانہ میں بھی امیر و غریب۔ اور اعلیٰ اور ادنیٰ کے درمیان سماجی امتیاز ضرور موجود تھا چنانچہ اسلام نے اس امتیاز کو ختم کرنے کے لئے ایک طرف تو یہ اعلان کیا تھا کہ تمام انسان مجازی طور پر اللہ تعالیٰ کے عیال ہیں۔ دوسرے اُس نے یہ بتایا تھا کہ سب ہی انسان خواہ وہ کسی نسل و قوم رنگ اور ملک سے کیوں نہ تعلق رکھتے ہوں اللہ تعالیٰ کی نظر میں ایک جیسے ہیں تیسرے اسلام نے عملی طور پر ایک ایسا سماج قائم کیا تھا جس میں امیر و غریب اور ادنیٰ و اعلیٰ کا فرق باقی نہیں رہا تھا۔ اور اس سماج کا ایک چھوٹے سے چھوٹا شخص بھی بڑے سے بڑے حاکم سے مجمعِ عام میں اُس کی کوتاہی پر جواب طلب کرسکتا تھا۔

اس طرح اسلام دُنیا کا وہ پہلا اور آخری مذہب ہے جس نے کہ سوشلزم کے اُس اُصول کو جو سماجی انصاف اور مساوات پر مبنی تھا آج سے چودہ سو سال پہلے نافذ کر کے اُسے اپنی اخلاقی قوت سے اس حد تک کامیاب بنادیا تھا کہ شاہ و گدا اور حاکم و محکوم میں کوئی فرق باقی نہیں رہا تھا۔

سوشلزم کا دوسرا بنیادی مقصد ہر شخص کو اُس کی محنت کا پورا پورا معاوضہ دینا۔ لوگوں کی بیکاری کو ختم کرنا اور دولت کو ذاتی عیش پر صرف ہونے پر روک کر اُسے پوری قوم کی فلاح اور ترقی کے لئے خرچ کرنا ہے اور اسلام شروع ہی سے ان تمام باتوں پر نہ صرف عمل کرتا رہا ہے بلکہ اُس نے اِن کی خلاف ورزی کرنے والوں کو بدترین گناہگار اور مجرم گردانا ہے۔

اسلام نہ صرف مزدور کو اُس کا پورا پورا معاوضہ دلانا چاہتا ہے بلکہ وہ اِس معاوضہ کی ادائیگی میں ایک لمحہ کی تاخیر بھی گوارہ نہیں کرتا چنانچہ آنحضرت صلعم نے قیامت کے دن جن دو قسم کے لوگوں کے ساتھ اپنی دشمنی کا اظہار فرمایا ہے اُن میں سے ایک قسم کے لوگ وہ ہیں جو مزدور سے کام لے کر پورا معاوضہ ادا نہیں کرتے اور اس بات کی ہدایت فرمائی ہے کہ مزدور کو اُس کا پسینہ خشک ہونے سے پہلے ہی اُس کی اُجرت دیدی جانی چاہیئے یہ اگر سوشلزم نہیں تو اور کیا ہے۔

اسلام نے گداگری کو بہت بری چیز قرار دیا ہے وہ گداگری کو ناپسند کرتے ہوئے لوگوں کو محنت سے روزی کمانے کی ترغیب دیتا ہے۔ اور جہاں تک محنت کے وسائل بہم پہنچانے کا تعلق ہے آنحضرت صلعم کے حالاتِ زندگی کے مطالعہ سے یہ بات واضح ہو جاتی ہے آپ بے روزگار لوگوں کو وسائل معاش سے متعلق نہ صرف مشورے ہی دیا کرتے تھے بلکہ ضرورت کے وقت وہ وسائل بھی فراہم کردیا کرتے تھے جو اُنھیں برسرِ روزگار ہونے میں مدد دیتے تھے چنانچہ آنحضرت کے زمانہ کے بعض ایسے ہی واقعات کی بنا پر علمائے اسلام نے یہ نتیجہ اخذ کیا ہے کہ اسلامی ریاست کے سربراہ عوام کی معاش کے مواقع فراہم کرنے کے ساتھ ساتھ اُس کے وسائل مہیا کرنے کے بھی ذمہ دار ہیں اور اِن سب باتوں ہی کا نام سوشلزم ہے۔

اس موقعہ پر یہ بتادینا بھی ضروری معلوم ہوتا ہے کہ سرمایہ داری کے سلسلہ میں اسلام کا نظریہ کیا ہے؟ اور اگرچہ یہ بات ظاہر ہے کہ جہاں زمانہ حاضرہ کا سوشلزم انفرادی ملکیت کا مخالف ہے وہاں اسلام انفرادی ملکیت کا مخالف نہیں ہے چنانچہ اسلام نے جہاں انفرادی ملکیت کو جائز قرار دیا ہے وہاں اُس کی کوئی حد بھی مقرر نہیں کی ہے لیکن ساتھ ہی اُس پر ایسی پابندیاں لگادی تھیں کہ انفرادی ملکیت بھی قومی ملکیت بن گئی تھی۔ چنانچہ حضرت ابوبکر صدیقؓ و حضرت عثمان غنی کی تمام ذاتی ملکیت قومی کاموں اور قوم کے نادار لوگوں کے لئے وقف ہو کر رہ گئی تھی۔ اور یہی دوسرے مالدار صحابۂ کرام کی حالت تھی کہ وہ غربا اور نادار لوگوں کو اپنی دولت میں شریک تصور کرتے تھے۔ گویا اسلامی تعلیمات اور ہدایات نے ذاتی ملکیت کو قومی ملکیت میں بدل دیا تھا۔ اِن حالات میں ذاتی ملکیت کو ختم کردینے کا کوئی سوال ہی پیدا نہیں ہوتا۔

پھر اسلام نے زکوٰۃ وغیرہ کا جو اقتصادی نظام مُرتب کیا تھا اُس میں سرمایہ داری کے فروغ کا کوئی بعید ترین امکان ہی باقی نہیں رہا تھا اس کے علاوہ اسلام نے اسلامی ریاست کے سربراہ کو یہ اختیار دیا تھا کہ وہ حالات کے مطابق ضرورت کے وقت لوگوں کی ذاتی ملکیت کو قومی ضروریات پر صرف کرسکتا ہے۔

(باقی صفحہ ...)

تاریخ اسلام کا ایک ورق



جب بیت المقدس فتح ہوا

سلطان صلاح الدین کا دشمنوں کے ساتھ ہمدردانہ سلوک

(از: مولوی محمد حفیظ اللہ پھلواروی)

مذاہبِ عالم میں یہ فخر صرف اسلام ہی کو حاصل ہے کہ اُس کے متبعین نے غیروں اور دشمنوں کے ساتھ بھی ایسی رواداری کا سلوک کیا ہے جس کی مثال تاریخ عالم میں مفقود ہے چنانچہ ہم ذیل میں ایک تاریخی مقالہ درج کر رہے ہیں جس میں کہ مشہور فاتحِ اسلام سلطان صلاح الدین ایوبی کی رواداری کے واقعات بیان کئے گئے ہیں۔

سلاطینِ اسلام کی رواداری کا بہترین نمونہ سلطان صلاح الدین ایوبی کا وہ قابلِ تعریف سلوک ہے جو اس مردِ مجاہد نے اُن عیسائیوں کے ساتھ کیا ہے۔ جو مسلمانوں کے خون کے پیاسے اور سلطان صلاح الدین ایوبی کے سب سے بڑے دشمن تھے۔

سنہ ۴۹۱ ہجری میں جبکہ عیسائیوں نے بلادِ اسلامیہ پر حملہ کر کے بہت سے اسلامی علاقوں پر قبضہ کر لیا تھا تو اُس وقت سے سلاطینِ اسلام اور یورپ کے عیسائی بادشاہوں کے درمیان صلیبی لڑائیوں کا ایک لامتناہی سلسلہ شروع ہو گیا تھا۔

اِن صلیبی لڑائیوں سے عیسائیوں کا بڑا مقصد مسلمانوں کے قبلۂ اوّل بیت المقدس پر قبضہ کرنا تھا۔ چنانچہ سنہ ۴۹۲ ہجری میں انھوں نے اِس مقدس سرزمین پر قبضہ بھی کر لیا۔ بیت المقدس جب عیسائیوں کے قبضہ میں آگیا۔ تو انھوں نے چالیس ہزار مسلمانوں کو جن میں عورتیں، بچے اور بوڑھے بھی شامل تھے بڑی بے دردی سے قتل کیا چنانچہ "تاریخ کروسیڈس" کا مصنف سر چارلس ڈیلوکاکس کے بیان کے مطابق "عیسائیوں نے مسلمانوں کے خون کے دریا بہا دئے۔"

پھر اِس کے بعد ایک زمانہ وہ بھی آیا جب سلطان صلاح الدین نے سنہ ۵۸۳ ہجری میں نوّے سال بعد بیت المقدس کو عیسائیوں سے چھین لیا۔ اس موقعہ پر اگر سلطان چاہتا تو عیسائیوں کی گذشتہ ظالمانہ روش کا پورا پورا انتقام لے سکتا تھا۔ لیکن سلطان نے بدلہ لینے کے بجائے عیسائیوں کے ساتھ بڑی مہربانی اور محبت کا سلوک کیا اور بقول سرکاکس یہاں تک کہہ دیا کہ "اگر شہر والے ہتھیار رکھ دیں گے تو میں اُن کے ساتھ صرف اتنا ہی نہیں کروں گا کہ اُن کی جان بخشی کر دوں گا بلکہ اُن کی تمام ضرورتوں کا انتظام کر دوں گا۔ اور ساتھ ہی کے علاقہ میں اُن کے رہنے کے لئے جگہ بھی دے دوں گا۔"

جب بیت المقدس فتح ہو گیا تو سلطان صلاح الدین نے مسلمانوں سے جنگ کرنے والے تمام عیسائیوں کو جو شہر میں تھے آزادی حاصل کرنے کے لئے غیر معمولی سہولت دیدی تھی چنانچہ زرِ خلاصی کی شرح نہایت معمولی رکھی تھی یعنی مرد کے لئے دس دینار، عورت کے واسطے پانچ دینار اور بچہ کے لئے دو دینار مقرر کیے گئے تھے۔

مؤرخ آرچر لکھتا ہے کہ غریب عیسائیوں کو آزادی دلانے

کے لیے اگرچہ شاہِ انگلستان نے اپنا پورا خزانہ وقف کردیا تھا لیکن پھر بھی ایک بڑی تعداد ایسے لوگوں کی رہ گئی تھی کہ جن کا زرِ فدیہ ادا کرنے والا کوئی نہیں تھا۔ عیسائیوں کی اِس بے کسی کو دیکھتے ہوئے سلطان کا فیاض دل بھائی ملک العادل سلطان کے پاس گیا۔ اور شہر کے فتح کرنے میں اپنی خدمات یاد دلا کر عرض کیا کہ اُس کے حصّۂ غنیمت میں ایک ہزار غلام اُسے دیئے جائیں۔ سلطان صلاح الدین نے پوچھا کہ وہ ان ایک ہزار غلاموں کا کیا کرے گا تو ملک عادل نے جواب دیا کہ جو سلوک وہ اِن کے ساتھ چاہے گا کرے گا چنانچہ ایک ہزار عیسائی غلام اُسے دیدیئے گئے اور اُس نے فوراً اُسی وقت اُن سب کو آزاد کردیا۔

اِس کے بعد عیسائیوں کے بڑے پادری یعنی بطریق نے بھی جاکر ایسی ہی درخواست کی تو سلطان نے سات سو غلام اُسے بھی دے دیئے۔ اُس کے بعد بالیان کو بھی پانچسو ملے اور یہ سب ہی آزاد کردیئے گئے۔ پھر صلاح الدین نے کہا "میرا بھائی اپنی خیرات کرچکا اِس کے علاوہ بطریق اور بالیان بھی کرچکے اب میں اپنا حصّہ ادا کروں گا۔" اور فوراً ہی حکم دیا کہ "تمام وہ غریب عیسائی جو زرِ فدیہ ادا نہیں کرسکتے ہیں اور شہر میں موجود ہیں آزاد کردیئے جائیں۔" یہ تھی سلطان صلاح الدین کی دریا دلی۔

سلطان صلاح الدین کی خدمت میں بہت سی عیسائی عورتیں روتی ہوئی آئیں اور عرض کیا کہ "ہمارے بچّے اور شوہر زرِ فدیہ نہ دینے کی وجہ سے آزاد نہیں ہوسکے ہیں ان پر رحم کیا جائے"۔ تو سلطان نے تمام بچوں کو اُن کی ماؤں کے پاس اور شوہروں کو بیویوں کے پاس بھیج دینے کا حکم صادر کردیا۔ کیا دُنیا کی تاریخ میں دشمنوں کے ساتھ ایسی عدیم النظیر رواداری کی مثالیں مل سکتی ہیں۔

سلطان صلاح الدین اور انگلستان کے بادشاہ رچرڈ میں سخت جنگ جاری تھی۔ اسی جنگ کے دوران شاہ رچرڈ بیمار پڑ گیا اور اِس نازک وقت میں رچرڈ کے پاس صرف دو تین سو سپاہی باقی رہ گئے تھے۔ سلطان صلاح الدین اگر چاہتا تو موقع سے فائدہ اٹھاتے ہوئے رچرڈ کو آسانی سے گرفتار کرسکتا تھا۔ لیکن اُس نے ایسا کرنا مردانگی کے خلاف سمجھا بلکہ اِس کے برخلاف اُس کی بیماری میں سلطان صلاح الدین رچرڈ کے واسطے پھل اور برف بھیجتا رہا تھا۔ یہ تھا سلاطینِ اسلام کا بلند کردار۔

مورخ اسٹینلی لین پول لکھتا ہے کہ "جس زمانہ میں کہ صلاح الدین نے کرک کا محاصرہ کررکھا تھا اُسی زمانہ میں شاہ یروشلم کی سوتیلی بہن ازابیلا کی شادی کی تقریب کے سلسلہ میں کرک میں جشن منایا جارہا تھا۔ اِس جشن کے موقع پر سلطان نے جنگ بند کرنے کا حکم دے دیا اور شاہِ یروشلم کے ساتھ شدید دشمنی کے باوجود دولھا دلھن کے لئے شادی کے موقع پر قیمتی تحائف بھیجے۔ اور جب شادی انجام پاچکی تو فوج کو حکم دے دیا کہ جس برج میں دولھا دلھن ہیں اُس پر سنگ باری نہ کی جائے۔

جب بکریا کے قلعہ پر سلطان صلاح الدین کا قبضہ ہوگیا تو والئی طرابلس نوری مونڈ کی بیوی مسلمانوں کے قبضہ میں آگئی۔ سلطان کو علم ہوا تو اُس نے اُس کے احترام کا حکم دے دیا اور بڑی عزت کے ساتھ اُسے نوری مونڈ کے پاس بھیج دیا۔ اور اُس کے سفر کے لئے ہر قسم کی آسانیاں فراہم کیں۔

سلطان صلاح الدین نے مرتے وقت اپنا سارا ساز و سامان وقف کردیا۔ اور وصیت کی کہ بلاقید مذہب و ملت اسے محتاجوں میں تقسیم کردیا جائے اور تقسیم کے وقت مسلمان عیسائی اور یہودی میں کوئی فرق نہ کیا جائے۔

سلطان صلاح الدین کی رواداری ہی کا یہ نتیجہ تھا کہ عیسائی بھی اس کی حکومت کے گرویدہ ہوگئے تھے چنانچہ صلیبی لڑائیوں کے نتیجہ میں ایک روسی مؤرخ کے مطابق "اگر کوئی علاقہ مسلمانوں کے قبضہ سے نکل جاتا تھا تو پادری اور عوام سب ہی کی خواہش یہ ہوتی تھی کہ مسلمانوں کی حکومت پھر واپس آجائے وہ اپنے ہم مذہب عیسائی حکمرانوں پر ہمیشہ مسلمانوں کو ترجیح دیتے تھے۔ چنانچہ صلیبی لڑائیوں پر تبصرہ کرتے ہوئے ڈاکٹر ڈریپر لکھتا ہے کہ

"صلیبی لڑائیوں کے انجام نے پوری مسیحی دنیا کے عقائد میں خلل پیدا کردیا تھا۔ عیسائی اسلام اور مسلمانوں کی تعریفیں کرتے پھرتے تھے

(باقی صفحہ ۲۹ پر)

تاریخ ہند



مسلمانوں نے ہندوستان کو کیا دیا؟

شاہان ہند کے دورِ حکومت پر دیانتدارانہ تبصرہ

(از جناب پنڈت سندر لال)

گاندھی جی کے پرانے ساتھی پنڈت سندر لال الہ آبادی ہندوستان کے ایک بہت بڑے مفکر ہیں اُن کا یہ محققانہ مضمون جو ۱۹۴۹ء کی ایک تقریر سے ماخوذ ہے اس چیز کو بالکل واضح کر دیتا ہے کہ مسلمانان ہند نے اپنے اقتدار کے زمانہ میں اس ملک کی کیسی فراخ دلی کے ساتھ خدمت انجام دی ہے۔ یہ مضمون ہندوستان کے اُن فرقہ پرستوں کے الزامات کا دندان شکن جواب ہے جو ایک سوچے سمجھے پروگرام کے ماتحت مسلم دورِ حکومت میں کیڑے ڈال کر اس ملک کی ہندو اکثریت کو صدیوں سے مسلمانوں کے خلاف بدظن کر رہے ہیں۔ اُمید ہے کہ یہ محققانہ مضمون ہمارے ناظرین کے حلقے میں پسند کیا جائے گا۔

ہمارے ملک کے اُن حلقوں کی جانب سے جو یا تو تاریخ ہند سے بالکل ناواقف ہیں۔ یا پھر بعض سیاسی مصلحتوں کی بنا پر تاریخ ہند کو مسخ کرنا ضروری سمجھتے ہیں۔ اکثر اذقات مسلمانوں کے خلاف یہ پروپیگنڈا کیا جاتا ہے کہ اُنھوں نے اپنے طویل دورِ حکومت میں اس ملک کی فلاح و بہبود کی طرف کوئی توجہ نہیں کی۔ اور اُنھوں نے اپنا سارا وقت عیش پرستی میں گذار دیا اور اُن کو کبھی بھی اس ملک سے کوئی لگاؤ اور تعلق نہیں رہا۔ بس وہ اس ملک میں غیر ملکیوں کی طرح رہے۔

اس اعتراض کی بے مائگی سب سے پہلے تو اس بات سے ثابت ہو جاتی ہے کہ روزِ اول سے لے کر مغلوں تک اس ملک میں جن جن مسلم خاندانوں نے حکومت کی ہے۔ اُن میں سے کوئی ایک خاندان یا اس خاندان کا کوئی ایک حکمران بھی اس ملک سے اپنے آبائی وطن کو واپس نہیں گیا۔ ان سب کے مدفن ہندوستان ہی کی سرزمین میں موجود ہیں۔ اور وہ اس ملک کو اپنا وطن سمجھ کر یہیں کے ہو رہے تھے۔ اور پھر اُنھوں نے اپنے دورِ اقتدار میں جو شاندار عمارتیں بنائی ہیں۔ وہ کابل، قندھار یا کسی اسلامی ملک میں جا کر نہیں بنائیں۔ بلکہ اسی ملک میں تعمیر کیں اگر اُنہیں ہندوستان کے علاوہ کسی اور ملک سے لگاؤ ہوتا تو یہ غیر فانی عمارتیں ہندوستان میں نہیں بلکہ کسی بیرونی اسلامی ملک میں دکھائی دیتیں۔

اِن دو اہم باتوں کو مدِ نظر رکھتے ہوئے عقلی طور پر یہ بات سمجھ ہی میں نہیں آسکتی کہ جن لوگوں نے اس سرزمین کو اپنا وطن تسلیم کر لیا تھا۔ جنہوں نے کہ عظیم الشان اور غیر فانی عمارتیں اس ملک میں بنا کر کھڑی کر دی ہیں۔ اُن پر یہ الزام کیونکر لگایا جا سکتا ہے کہ اُنھوں نے اس ملک کی فلاح اور بہبود کے لئے کچھ نہیں کیا۔ حالانکہ یہ عمارتیں ہی اپنے مُنہ سے بول رہی ہیں کہ اُنھوں نے اس ملک کے لئے کیا کچھ کیا ہے۔ اس کے علاوہ خود تاریخ ہمیں بتاتی ہے کہ مسلمان حکمران سچّے محبِ وطن تھے۔

اور وہ ہندوستان کو خوشحال اور باعظمت بنانے میں ہر ممکن کوشش کرتے رہتے ہیں۔ یہاں تک کہ اُن کے دورِ حکومت میں اس ملک کو صنعت و تجارت نے پوری دنیا میں امتیازی حیثیت حاصل کرلی تھی۔

یہاں اس بات کو ذہن نشین کرلینا چاہیئے کہ کسی ملک کی ترقی اور خوشحالی صرف زراعت پر نہیں بلکہ اُس ملک کی صنعت و تجارت پر منحصر ہوتی ہے۔ اور صنعت و تجارت کو فروغ غیر ممالک سے تعلق پیدا کرنے ہی سے حاصل ہوتا ہے۔ لیکن ہندوستان کے قدیم باشندے سمندر پار جانے کو مذہب کے خلاف تصور کرتے تھے چنانچہ اُس دور میں جبکہ یہاں مسلمانوں کی حکومت قائم ہوئی تھی اپنے اسی پُرانے عقیدے پر سختی سے قائم رہنے کے باعث یہاں کے باشندے سمندر پار کے ملکوں سے بالکل بے تعلق تھے۔ اور اسی لئے وہ سمندر پار کے ملکوں کے ساتھ اپنا تجارتی تعلق قائم نہیں کرسکتے تھے اور چونکہ یہاں کی تجارت نہ ہونے کے برابر تھی اس لئے صنعت بھی مفقود تھی۔ لیکن مسلمان اوّل تو باہر سے اِس ملک میں آئے تھے اور مغربی ایشیا کے بیشتر ملکوں کے ساتھ اُن کے سماجی، مذہبی اور معاشی تعلقات قائم تھے۔ اور دوسرے اُن کے ہاں اپنے ملک کی حدود سے باہر جانا مذہب کے خلاف نہیں تھا بلکہ وہ سفر کو کامیابی اور نفع مندی کا ذریعہ یقین کرتے تھے۔ اس لئے وہ بحری اور بری سفر نیز تجارت کرنے کے عادی تھے۔

ان حالات میں مسلمان جب ہندوستان میں آئے اور انھوں نے اپنی حکومت یہاں قائم کی تو اس سے ملک کی خوشحالی میں بڑی مدد ملی۔ چنانچہ ایک ہندو مؤرخ کا کہنا ہے کہ "مسلمانوں کی آمد سے اس ملک کی تجارت کو بے حد فروغ حاصل ہوا۔ ایشیا کے ملکوں مثلاً ایران۔ عراق۔ شام، فلسطین اور افغانستان کے تجارتی قافلے یہاں تک پہنچنے لگے"۔ اور اس کا قدرتی نتیجہ یہ برآمد ہوا کہ ایک طرف تو ہندوستان کی صنعتیں اور دستکاریاں ترقی کرنے لگیں اور دوسری طرف اس ملک کی صنعتی اور تجارتی ترقی نے یہاں کے باشندوں کو خوشحال بنادیا۔ حتیٰ کہ بعض یوروپین مؤرخ بھی اس بات کے معترف ہیں کہ "مسلمانوں کے دورِ حکومت میں ایک دور ایسا بھی آیا تھا کہ ہندوستانی تجارت کا مقابلہ یوروپ کے بڑے بڑے ممالک نہیں کرسکتے تھے"۔

ہندوستان کی صنعت اور تجارت کو ترقی دے کر ملک کو خوشحال بنانے کے سلسلے میں اگرچہ اس ملک کے سب ہی مسلم مسلم حکمران ایک ہی حکمت عملی پر کاربند رہے تھے چنانچہ اس معاملہ میں شیر شاہ سوری اور سلطان ٹیپو کی سرگرمیوں کو تاریخ میں ایک نمایاں حیثیت حاصل ہے لیکن مغل خاندان چونکہ اس ملک پر ایک طویل مدت تک حکومت کرتا رہا تھا۔ اس لئے اُن کے زمانے میں اِس ملک کی صنعت و تجارت عروج کی آخری منزل تک پہنچ گئی تھی چنانچہ ہندوستان کے نامور انگریز مورخ کیتان ہملٹن کا بیان ہے کہ

"شہنشاہ اورنگزیب کے دورِ حکومت میں ایک سال میں شہر سورت سے تیرہ لاکھ اور احمد آباد سے ایک کروڑ تیس لاکھ روپیہ صرف بحری محصول کی مد میں وصول ہوتا تھا"۔

باہر سے آنے والے مال پر چونکہ چنگی بہت کم تھی اس لئے ہر قسم کا مال باہر سے ہندوستان میں چلا آرہا تھا۔ چنانچہ مؤرخوں اور سیاحوں کے بیانات کے مطابق اُس زمانہ میں بندرگاہ سورت میں باہر سے آنے والے مال پر صرف ۳½ فی صد چنگی وصول کی جاتی تھی۔

مؤرخوں اور سیاحوں کا کہنا ہے کہ دنیا کے کسی حصّہ کی کوئی قیمتی چیز ایسی نہیں تھی جو ہندوستان میں باہر سے درآمد نہ کی جاتی ہو اور اس سے یہ بات ظاہر ہے کہ اگر اُس زمانہ میں ہندوستان کے باشندے دولت مند اور خوش حال نہ ہوتے اور اُن میں قیمتی اشیا کی خریداری کی طاقت موجود نہ ہوتی تو قیمتی اشیا کی ہندوستان میں کھپت تقریباً ناممکن تھی۔ مگر یہ بات خاص طور پر قابلِ غور ہے کہ مسلم دورِ حکومت میں سونا اور چاندی ہندوستان میں لائے تو جاسکتے تھے مگر ملک سے باہر سونا چاندی لے جانے کی ممانعت تھی۔ پھر سونا چاندی کی درآمد پر صرف ۲ فی صد بحری محصول تھا۔ تاکہ زیادہ سے زیادہ سونا چاندی ہندوستان میں آسکے۔ اور ہندوستان کی اقتصادی حالت مضبوط ہوتی چلی جائے شاہانِ ہند کی یہی اسٹیٹ پالیسی تھی جس نے کہ دُنیا بھر میں

[illegible]

اسلام اور غیر مسلم



اِسلام فرانسیس لوئیس کی نظر میں

ایک نامور انگریز مفکر اسلام کی خوبیوں کا معترف

(فرانسس لوئیس کے انگریزی مقالہ سے ماخوذ)

اسلام کی حقانیت کا اِس سے بڑھ کر اور کیا ثبوت ہوسکتا ہے کہ یورپ کی عیسائی قوموں کے دہی مفکر جن کے پیشرو صدیوں سے اسلام کی مخالفت میں ایڑی چوٹی کا زور لگاتے رہے تھے۔ آج وہ بھی اِس بات کا اقرار کر رہے ہیں کہ اسلام نے زندگی کے ہر شعبہ میں صرف مسلمانوں ہی کی نہیں بلکہ پوری دُنیا کی رہنمائی کی ہے۔ چنانچہ ہم ذیل میں نامور انگریز مفکر فرانسس لوئیس کے اسلام کے بارے میں احساسات درج کر رہے ہیں۔ یہ بات یاد رہے کہ "دین دُنیا" میں بڑی تلاش اور جستجو کے بعد غیر مسلم مفکرین کے اسلام کے بارے میں خیالات درج کئے جاتے ہیں۔

اسلام کے دینی عقائد سے خواہ کسی شخص کو کتنا ہی اختلاف کیوں نہ ہو لیکن اِس بات کا اعتراف ہر ہوشمند انسان کو کرنا پڑتا ہے کہ اسلام نے گمراہ انسانوں کو ایک سیدھی سچی راہ پر ڈال کر زندگی کے ہر شعبہ میں نہ صرف انسان کی رہنمائی کی ہے بلکہ زندگی کے مقاصد کو بھی واضح کر دیا ہے اس کے علاوہ اسلام نے نوع انسانی کو اپنے ہم جنسوں کے بہترین معاون بنانے میں بڑی مدد کی ہے اور یہ اسلام کا بنی نوعِ انسان پر اتنا بڑا احسان ہے جسے کسی طرح بھی نظر انداز نہیں کیا جاسکتا۔

یہ بات تسلیم کرنی پڑے گی کہ طلوعِ اسلام سے قبل پوری دنیا میں ملوکیت اور شہنشاہی کا دور دورہ تھا۔ مٹھی بھر لوگوں نے اپنے ہی جیسے باقی تمام انسانوں کو غلام بنا رکھا تھا۔ یہ اسلام ہی ہے جس نے کہ سب سے پہلے ملوکیت اور شہنشاہیت کے خلاف بغاوت کا علم بلند کیا۔ ظہورِ اسلام کے وقت عرب میں اگرچہ کوئی بادشاہ نہیں تھا لیکن طاقتور فرقوں کے لوگوں نے مختلف علاقوں میں اپنی حکومتیں قائم کر رکھی تھیں۔ اسلام کا جب ظہور ہوا تو اُس نے اعلان کیا کہ بادشاہت صرف خدا کے لیے ہے۔

اور دُنیا میں انسان سب برابر ہیں باپ کے بعد بیٹا ہرگز کسی ملک اور علاقہ کا حکمران نہیں بن سکتا۔ دُنیا میں حُریت اور آزادی کا یہ پہلا نعرہ تھا جو اسلام نے بلند کیا۔

پھر اسلام نے صرف یہ نعرہ ہی بلند نہیں کیا بلکہ پہلی مرتبہ جمہوری حکومت کا نمونہ قائم کر کے دکھا دیا جس کے پہلے سربراہ (حضرت) ابوبکر صدیقؓ منتخب ہوئے۔ اُن کے بعد دوسرے سربراہ کی حیثیت سے (حضرت) عمرؓ فاروقؓ کا انتخاب ہوا اور تیسرے سربراہ (حضرت) عثمان غنیؓ مقرر کئے گئے۔ اور پھر (حضرت) علیؓ کا حکومت کے سربراہ کی حیثیت سے انتخاب عمل میں آیا۔ اور ان چاروں منتخب شدہ سربراہوں نے جنھیں کہ خلیفہ رسولؐ کہا جاتا ہے ایسی سادگی اور دیانت داری کے ساتھ حکومت کے فرائض انجام دئے جس کی مثال نہ تو اِس سے قبل دُنیا کی تاریخ میں موجود تھی اور نہ بعد میں ہی کوئی ایسی مثال دیکھنے میں آئی ہے

یہ درست ہے کہ (حضرت) علیؓ کے بعد خلافت

یعنی جمہوری حکومت قائم نہ رہ سکی لیکن پھر بھی اِس مثال سے پوری دُنیا نے سبق لیا۔ چنانچہ آج دنیا میں جو جمہوریت کا دور دورہ ہے۔ اُس میں اسلام کی قائم کردہ مثالی جمہوری حکومت موجودہ زمانہ کے حکمرانوں کی رہنمائی کر رہی ہے۔ یہ امر واقعہ ہے کہ اسلام نے اپنے ابتدائی دور میں جمہوری طرزِ حکومت سے دُنیا کو آشنا نہ کیا ہوتا تو نہ معلوم یہ دنیا کب تک ملوکیت اور شہنشاہیت کے پنجہ میں گرفتار رہتی۔ ہم یورپ کے باشندے اگرچہ اپنے آپ کو جمہوریت کا پیشوا کہتے ہیں لیکن اصل حقیقت یہی ہے کہ ہم کو جمہوریت کا پہلا سبق اسلام کے ابتدائی دور کے چاروں خلفا نے دیا ہے۔ اور ہمیں اس کا اعتراف کرنا چاہیے

پھر اسلام نے بنی نوع انسان پر جو دوسرا بڑا احسان کیا ہے وہ یہ ہے کہ اُس کی تعلیمات کی بدولت انسان میں تہذیب اور شائستگی کا ایک نیا تصور پیدا ہوا ہے اور اس نے دنیا کے سامنے حُسنِ معاشرت کا ایک ایسا بلند معیار قائم کیا ہے جس سے انسان ظہورِ اسلام سے پہلے واقف نہ تھا۔ اسلام سے پہلے دُنیا میں جتنے بھی مذاہب یا جتنی بھی اصلاحی تحریکیں ظہور میں آتی رہی ہیں اُن سب کا مقصد انسانی سماج کی چند مخصوص اور واضح برائیوں کو دور کرنا تھا لیکن اسلام نے پوری نوعِ انسانی کے اخلاق کو بلند کرنے کی کوشش کی ہے اُس کا نقطہ نظر یہ تھا کہ اگر انسان کا اخلاق بلند ہو جائے گا تو سماج کی تمام برائیاں اور کمزوریاں خود بخود دور ہو جائیں گی۔ چنانچہ ظہورِ اسلام کے بعد اسلامی تعلیمات کی بدولت انسانوں کا ایک ایسا گروہ پیدا ہو گیا تھا جس کا معیارِ اخلاق نہایت ہی بلند تھا۔ یہ گروہ اسلام میں صحابہؓ کے نام سے مشہور ہے۔ اور اُن کے اعلیٰ کردار سے مسلمانوں نے ہی نہیں بلکہ ساری دنیا نے سبق لیا ہے

تاریخ اس بات کی گواہ ہے کہ ظہورِ اسلام کے وقت انسان نسلی اور قومی برتری کے غرور میں مبتلا تھا ہر گروہ ہی نہیں تھا بلکہ ہر ممتاز فرد اپنے آپ کو دوسرے سے برتر سمجھتا تھا اور اس نسلی اور قومی غرور کی بنا پر مختلف فرقوں میں خانہ جنگی برپا تھی لیکن اسلام نے جلوہ گر ہو کر نسلی اور قومی غرور کو ختم کر دیا۔ اور نوعِ انسانی کو یہ تعلیم دی کہ دُنیا کے سب انسان ایک ہی خدا کے بندے ہیں۔ اُن میں نہ کوئی چھوٹا ہے اور نہ بڑا ہے۔ اور افضلیت صرف اُن ہی لوگوں کو حاصل ہے جو نیکی، سچائی اور پاکبازی میں افضل ہیں۔ نسلی غرور بالکل بے معنی ہے۔ اسلام کے ظہور سے قبل عورت کو سماج میں کوئی جگہ حاصل نہیں تھی۔ عورتوں کی حیثیت جانوروں سے بدتر تھی۔ لڑکیوں اور عورتوں کا قتل کوئی جرم نہیں تھا لیکن یہ اسلام ہی تھا جس نے کہ عورت کے درجہ کو بلند کر کے اُسے مرد کی برابر لاکھڑا کر دیا۔ خود یورپ میں عورت کی کوئی قدر نہیں تھی اور بعض عیسائی رہنماؤں نے تو اُسے شیطانی رُوح قرار دے دیا تھا۔ مگر اسلام نے یہ تعلیم دی کہ سماج میں عورت اور مرد کا درجہ برابر ہے۔

اِسلام نے نہ صرف اُس بدسلوکی کی مخالفت کی تھی جو سماج میں عورت کے ساتھ روا رکھی جاتی تھی بلکہ اُس نے سماج میں عورت کے مقام کو متعین کر کے اُس کے اُن محاسن کو بھی اجاگر کر دیا تھا جنہیں اُس وقت تک مرد کی نگاہیں دیکھنے سے قاصر رہی تھیں۔ اُس نے ماں بیوی اور بیٹی سے متعلق مرد کی جن ذمہ داریوں کو متعین کیا تھا اُنھوں نے عورت کی عظمت کو معاشرے میں بے حد بڑھا دیا۔ اُسے زندگی کا ایک اہم جزو سمجھا جانے لگا اور یہ کہنا شاید بیجا نہ ہوگا کہ اگرچہ آج عیسائی دنیا میں عورت کو لامحدود آزادیاں حاصل ہیں لیکن اسلام نے اُسے بنیادی طور پر جو درجہ اور مقام دیا ہے وہ کسی مذہب نے بھی آج تک نہیں دیا۔

اِسلام دُنیا کا پہلا مذہب یا پہلی اصلاحی تحریک ہے جس نے کہ انسان کو اُس کے حقوق اور فرائض سمجھائے تھے۔ اِسلام نے یہ بھی بتایا ہے کہ ایک انسان پر اُس کے گھر والوں کے کیا حقوق ہیں اور ان کی ادائیگی کو مذہبی فریضہ قرار دیا ہے۔ یہ بھی بتایا ہے کہ اُس پر پڑوسیوں کے کس قدر حقوق ہیں۔ اور پڑوس میں مُسلم اور غیر مُسلم کے امتیاز سے باز رہنے کی تاکید کی ہے اور اسلامی نقطۂ نظر سے پڑوسی کے وہی حقوق ہیں جو قریب ترین عزیز کے ہو سکتے ہیں۔ پھر اسلام نے شہری حقوق بھی بتلائے ہیں۔ اور ہم وطنوں کے حقوق سے بھی آگاہ کیا ہے۔ یہاں تک کہ وطن کی محبت کو ایمان کا جزو قرار دیا ہے۔ یہ تمام وہ باتیں ہیں جو انسان کو انسان بنانے میں بے حد مدد معاون ثابت ہوتی ہیں۔

اِسلام سے قبل دُنیا کے لوگوں پر مذہبی تعزعام تھا (باقی ص ۲۹ پر)

جب بیت المقدس فتح ہوا

(بقیہ مضمون صفحہ ۲۴)

اِن لڑائیوں کا نتیجہ یہ ہوا کہ وہ ہزار ہا عیسائی سورما جو شکست کھا کر اپنے گھروں کو لوٹے تھے وہ بلا تامل اِس بات کا اعتراف کرنے لگے تھے کہ پادری مسلمانوں کی جو تصویر کھینچتے رہے ہیں ہم نے اُنھیں اُس سے بالکل مختلف پایا۔ یعنی وہ بزدل، وحشی اور ظالم نہیں تھے بلکہ بہادر، خلیق اور عادل تھے"

یہ ایک تاریخی حقیقت ہے کہ صلیبی لڑائیوں کے دوران سلطان صلاح الدین نے خصوصًا اور دوسرے مسلم امراء نے عمومًا عیسائیوں کے ساتھ جیسی رواداری اور فراخدلی کا ثبوت دیا ہے۔ وہ تاریخ میں آپ ہی اپنی مثال ہے اور اس سے بخوبی اندازہ لگایا جاسکتا ہے کہ سلاطینِ اسلام نے اپنے بدترین دشمنوں کے ساتھ بھی کیسی رواداری اور محبت کا سلوک کیا ہے۔

غیر مسلموں کے ساتھ رواداری کا یہ سلوک صرف صلاح الدین ایوبی یا چند وسیع نظر مسلم سلاطین ہی تک محدود نہیں تھا بلکہ تقریبًا سب ہی مسلمان حکمرانوں کی یہی اسٹیٹ پالیسی رہی ہے کیونکہ اسلام نے اُن کو یہی تعلیم دی تھی۔

مسلمانوں نے ہندوستان کو کیا دیا

(بقیہ مضمون صفحہ ۲۶)

ہندوستان کو "جنت ارضی" مشہور کردیا تھا۔ غیر ملکی سیاح جب ہندوستان آتے تھے تو یہاں کے باشندوں کی خوش حالی اور پرسکون زندگی دیکھ کر حیران رہ جاتے تھے۔ اور انھیں اس بات کے اعتراف پر مجبور ہونا پڑتا تھا کہ اِس مُلک کے اوسط درجہ کے تاجروں اور امیروں کا معیارِ زندگی یورپ کے بڑے بڑے نوابوں یہاں تک کہ بعض یوروپین بادشاہوں کے مقابلہ میں بھی بہت زیادہ بلند ہے لہٰذا مسلم دورِ حکومت میں مشرق و مغرب کے جو بھی سیاح ہندوستان آتے ہیں وہ سب ہی ہندوستان کی دولت مندی اور خوشحالی کے معترف تھے۔

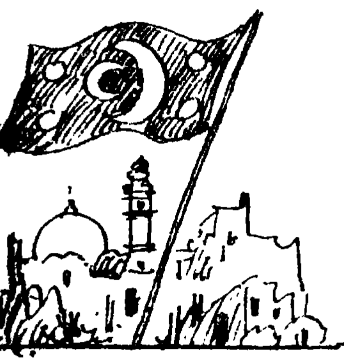
اِن تاریخی حقائق کی روشنی میں سوال یہ پیدا ہوتا ہے کہ اگر شاہانِ ہند نے اِس مُلک کی جانب کوئی توجہ نہیں کی تھی تو یہاں کے باشندے کس طرح خوش حال بن گئے تھے اور مسلمانوں کے مخالف عیسائی مؤرخوں نے اُن کے زمانہ کے ہندوستان کی خوش حالی کا اعتراف کیوں کیا ہے اور اصل حقیقت یہ ہے کہ ہندوستان کے انگریز حکمرانوں نے اپنی حکومت کو مضبوط بنانے کے لئے شاہانِ ہند کو عوام کی نظروں میں گرانے اور انھیں اِس ملک کے باشندوں کا دشمن ثابت کرنے کے لئے جو حکمتِ عملی اختیار کی تھی اُسی کی وجہ سے شاہانِ ہند کے خلاف آج تک اِس ملک میں غلط فہمیاں پھیلی ہوئی ہیں ورنہ حقیقت یہ ہے کہ شاہانِ ہند نے سچے محبانِ وطن کی طرح اِس مُلک کی خدمات انجام دی ہیں اور انھوں نے جس ترقی یافتہ تہذیب سے ہمیں روشناس کیا ہے اُسی کی بدولت ہم ترقی کی منزل کی جانب گامزن ہیں۔

اسلام لوئیس کی نظر میں

بقیہ مضمون صفحہ ۲۸

اسلام نے اپنی تعلیم اور ہدایت کے ذریعہ مذہبی تعصب کو جڑ اور بنیاد سے اکھاڑ کر پھینک دیا ہے۔ اُس نے اپنے متبعین کو ہدایت کی ہے کہ تمام مذاہب اور ان کے بانیوں کا پورا پورا احترام کرو اور کبھی بھول کر بھی کسی دوسرے مذہب کے ساتھ کراہیت کا اظہار نہ کرو۔ اسلام کے نزدیک کوئی شخص اس وقت تک اسلام کا سچا پیرو ہو ہی نہیں سکتا جب تک کہ وہ دیگر مذاہب کا اپنے مذہب کی طرح احترام نہ کرے

اسلام کی اس وسیع نظری کا نتیجہ یہ نکلا کہ وہ تمام خونریزیاں ختم ہوگئیں جو اسلام سے قبل مذہب کے نام پر ہوا کرتی تھیں۔ مختصر یہ کہ اسلام ایک ایسا مذہب ہے جو انسان کو انسان بننا سکھاتا ہے۔ اِسی لئے مذہبی اختلاف کے باوجود میں اسلامی تعلیمات کو بے حد پسند کرتا ہوں۔



اسلامی تلوار ظلم کیلئے کبھی نہیں اٹھی

اسلام امن اور سلامتی کا پیغام لے کر آیا ہے

(از جناب افضل اقبال)

افضل اقبال صاحب - پاکستان کے ایک مشہور مصنف اور اہل قلم ہیں - انہوں نے ذیل کے مضمون میں یہ بتایا ہے کہ اسلامی فتوحات دنیا کی دوسری قوموں کی فتوحات سے بالکل مختلف تھیں - ان کا مقصد و منشا ملک گیری اور کمزور قوموں کو غلام بنانا نہیں تھا - بلکہ دنیا کے گوشہ گوشہ میں پہنچ کر نعرۂ حق بلند کرنا تھا یہ فاضلانہ مضمون درحقیقت اسلامی فتوحات پہ ایک محققانہ تبصرہ ہے -

اسلامی فتوحات بلاشبہ بے حد حیرت انگیز ہیں - لیکن اسلامی فتوحات کا یہ پہلو بڑا عجیب ہے کہ اُن کا منشا اور مقصد یہ کبھی نہیں رہا کہ تلوار کے زور سے نئے نئے ملک فتح کر کے کمزور قوموں کو غلام بنایا جائے بلکہ اسلامی فتوحات کا واحد مقصد یہ رہا ہے کہ دنیا کے مختلف حصّوں میں اقتدار حاصل کرنے کے بعد ایک طرف تو اِن علاقوں میں نعرۂ حق بلند کیا جائے اور دوسری جانب استبداد کی اُن قوموں کو کچلا جائے جنھوں نے کہ ساری دنیا کو غلام بنا رکھا ہے

کون نہیں جانتا کہ اسلام کا ظہور ایک ایسے خطہ میں ہوا تھا جو تہذیب تمدن اور انسانیت سے قطعی نا آشنا تھا - لیکن ظہور اسلام کے بعد یہی غیر متمدن قوم ایسی مہذب بن گئی کہ جس ملک میں بھی فاتح کی حیثیت سے پہنچی اُس ملک کو تہذیب وانسانیت کا گہوارہ بنا دیا - چنانچہ تاریخ شاہد ہے کہ جب فرزندان اسلام پیغام حق لے کر دنیا میں پھیلے تو اُنھوں نے ایسے کارنامے انجام دیئے جنھیں دیکھ کر دنیا نہ صرف حیران رہ گئی بلکہ جن کی بدولت انسانی تہذیب تمدن اور معاشرہ کی بالکل کایا پلٹ ہوگئی - اور انسان کی زندگی میں وہ زبردست اور صحت مند انقلاب رونما ہوا جو آج بھی مفکرین کی نظر میں بے مثال ہے -

یہ امر مسلمہ ہے کہ دنیا کی تاریخ میں کوئی بھی قوم قوت اور طاقت سے محروم ہو کر آگے نہیں بڑھ سکی ہے - اور اپنے مشن کو پورا نہیں کر سکی ہے لیکن دیکھنا یہ ہے کہ طاقت کے ذریعہ جو قومیں آگے بڑھی ہیں اُنھوں نے اپنی طاقت سے دنیا کو فائدہ پہنچایا ہے یا نقصان - اور جب ہم اسلام کی تاریخ پر نظر ڈالتے ہیں تو یہ بات واضح ہو جاتی ہے کہ مسلمان دنیا کے جس خطہ میں بھی گئے ہیں وہاں لوگوں کو بے اندازہ فائدہ پہنچا ہے -

مسلمان ابتدا میں مکہ میں مظلومانہ حیثیت سے زندگی گذار رہے تھے - اور مجبور ہو کر جب وہ مکّہ سے مدینہ ہجرت کر گئے تو جارحانہ طاقتوں نے اُن کا بری طرح تعاقب کیا چنانچہ عالم مجبوری میں انکو متعدد لڑائیاں اپنی ذات اور اپنے دین کو بچانے کے لئے لڑنی پڑیں - اور اِن جارحانہ حملوں ہی نے مسلمانوں کو سبق دیا کہ وہ اور اُن کا دین اسی حالت میں زندہ رہ سکتا ہے جب کہ وہ اپنے اندر جارحانہ حملوں کے مقابلہ کی طاقت پیدا کریں - اور اِن ہی جارحانہ حملوں نے ان کے اندر حوصلہ اور جرأت پیدا کی -

اِس میں شک نہیں کہ مسلمانوں کو اپنی حوصلہ مندی کی بدولت ظہور اسلام کی پہلی ہی صدی میں جو زبردست ملکی فتوحات حاصل ہوئی تھیں اُس سے مسلمانوں کو بے حد فائدہ پہنچا تھا لیکن مسلمانوں اور دوسری قوموں کی فتوحات میں جو نمایاں فرق نظر آتا ہے وہ یہ ہے کہ مسلمانوں نے اسلام کی ہدایت کے مطابق کسی موقعہ پر بھی اپنی قوت وطاقت کو جارحانہ حملوں یا اسلام کو پھیلانے کے لئے استعمال نہیں کیا بلکہ وہ ہمیشہ دفاعی لڑائیاں لڑتے رہے اور اُنھوں نے صرف اسی حالت میں

اپنی قوت و طاقت کا مظاہرہ کیا اب اُنہیں اِس بات کا یقین ہو گیا کہ اِس کے بغیر اُن کی مذہبی اور شہری آزادیاں محفوظ نہیں رہ سکتیں۔

پھر بھی اس سے انکار نہیں کیا جا سکتا کہ مسلمانوں کو جنگ کے میدان میں اترنے رہنا پڑا تھا۔ پہلے تو اُنہیں مجبور ہو کر ملک عرب میں لڑائیاں لڑنی پڑیں۔ پھر جارحانہ حملوں کے بعد اُنہیں شام و عراق اور دوسرے محاذوں پر جنگ کرنی پڑی۔ لیکن دیکھنا یہ ہے کہ اِن جنگو کے بعد جو وسیع اسلامی حکومت یا متعدد اسلامی حکومتیں قائم ہوئی تھیں وہاں مسلمانوں کا طرز عمل کیا رہا ہے۔ اور مسلمانوں کی اِن حیرت انگیز فتوحات نے دنیا کو کیا کیا فائدے پہنچائے ہیں۔

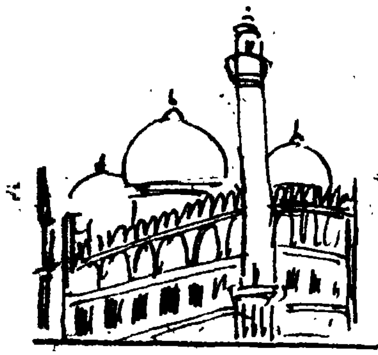
یہ بات فراموش نہیں کرنی چاہئے کہ مسلمان دنیا میں صرف ملکی فتوحات حاصل کر کے اپنی حکومتیں قائم کرنے کے لئے ہی عرب کی سرحدوں سے باہر نہیں نکلے تھے۔ بلکہ اُن کا بڑا مقصد دنیا کو اسلام کی دعوت دینا اور اُس نئے نظام حیات سے واقف کرنا تھا جس نے خود اُنہیں ایک نئی زندگی بخشی تھی۔ اس لئے اُنھوں نے جن ملکوں کو بھی اسلامی مملکت میں شامل کیا تھا۔ وہاں اُنھوں نے وہی اصلاحی اور ترقی پسندانہ طرز عمل اختیار کیا تھا جو اُن کے بنیادی مشن کو پورا کرنے میں مددگار ثابت ہو سکتا تھا۔ چنانچہ مسلمانوں کے وہ بدترین مخالف بھی جو اُنہیں درندہ ثابت کرنے کی کوشش کرتے رہے ہیں اِس بات سے انکار نہیں کر سکتے کہ اسلامی مملکت یا ریاستوں میں ہمیشہ امن قائم رہا تھا۔ اور مسلمانوں نے تمام مفتوح قوموں کی مذہبی اور تہذیبی آزادیوں کو بحال اور برقرار رکھا تھا۔ اور اسی لئے غیر مسلم مفتوحین ہمیشہ اپنے ہم مذہب حکمرانوں کے مقابلہ میں مسلم حکمرانوں کو ترجیح دیتے تھے۔

مسلمانوں کی ملکی فتوحات نے بنی نوع انسان کو جو فائدے پہنچائے ہیں خود مغربی مفکرین اور اہل قلم نے اُن کا اعتراف کیا ہے چنانچہ اٹھارہویں صدی کے ایک فرانسیسی اہل قلم نے لکھا ہے کہ "اِس بات سے قطع نظر کہ مسلمانوں نے اپنی فوجی قوت کو بجا طور پر استعمال کیا تھا یا نہیں ہمیں صرف اِس بات کا جائزہ لینا چاہئے کہ اُن کی فوجی فتوحات کے پلڑے میں بنی نوع انسان کے فائدوں کا پلہ بھاری رہا ہے یا نقصان کا۔ اور اس نقطہ نظر سے تاریخ کا مطالعہ کرنے کے بعد کوئی دیانت دار انسان بھی اِس بات سے انکار نہیں کر سکتا کہ یہ فتوحات دنیا کے لئے سراسر رحمت ثابت ہوئی ہیں" اور یہی فرانسیسی اہل قلم آگے چل کر لکھتا ہے کہ "اسلامی مملکت کے وجود میں آنے سے پہلے حکمران اور محکوم طبقوں کے درمیان ایک مضبوط دیوار حائل تھی جس کی وجہ سے محکوم نہ تو انصاف حاصل کر سکتے تھے اور نہ اُنہیں ریاست اور حکومت میں کوئی دخل ہی حاصل تھا۔ مسلمانوں نے حاکم و محکوم کے فرق کو مٹا کر دونوں کو ایک ہی سطح پر لا کر کھڑا کر دیا اور اِس طرح عملاً جمہوری آزادیاں دے کر غیر شعوری طور پر جمہوری حکومت کی بنیاد رکھی"

تاریخ ہمیں بتاتی ہے کہ مسلمانوں کے برسر حکومت آنے سے پہلے علم کا حصول صرف چند طبقوں کے مخصوص گروہوں تک محدود تھا اور بعض ملکوں کی حالت تو یہ تھی کہ مخصوص گروہ یا طبقہ کے علاوہ کوئی شخص علم حاصل کرنے کی کوشش کرتا تھا تو اُسے وحشیانہ سزائیں دی جاتی تھیں۔ لیکن مسلمانوں نے برسر اقتدار آنے کے بعد نہ صرف سب پر علم کے دروازے کھول دیے بلکہ مسلمانوں کے لئے علم حاصل کرنے کو ایک فریضہ قرار دیا۔ اور پھر اُنھوں نے علوم و فنون کو فروغ دینے کے لئے جو کارنامے انجام دیئے ہیں اُس کی پوری تفصیل تاریخ میں موجود ہے۔ اور یہ بات تو سب ہی یورپین مورخین نے تسلیم کی ہے کہ یورپ میں علوم و فنون کا احیاء صرف اسلام ہی کی بدولت ہوا۔ اور یہ اسلام کا اتنا بڑا کارنامہ ہے جسے فراموش نہیں کیا جا سکتا۔

ظہور اسلام سے قبل پوری دنیا ہی میں نہیں بلکہ خود سرزمین عرب میں بھی تعصبات کی بدولت تفریق کی لعنت پھیلی ہوئی تھی یہ اسلام ہی ہے جس نے کہ ان تمام تعصبات کے خلاف آواز اٹھائی اور رنگ، نسل اور مذہب کی بنا پر جو تفریق پھیلی ہوئی تھی اُسے ختم کرنے میں اسلام نے نہایت ہی اہم رول ادا کیا۔ اور اسلام کے اسی اقدام کی بدولت بین الاقوامی تعلقات میں بہتری پیدا ہوئی

ان حقائق سے یہ بات ثابت ہے کہ اگر مسلمانوں کو خداوند تعالیٰ نے اقتدار اور طاقت عطا کی تھی تو اس طاقت سے اُنھوں نے دوسری قوموں کی طرح تخریب کا کام نہیں لیا بلکہ اِس طاقت کو اُنھوں نے بنی نوع انسان کی فلاح اور بہبودی کے لئے ہمیشہ صرف کیا ہے۔ ہمیں اس بات کا اعتراف ہے کہ مسلمانوں کو عالم مجبوری میں تلوار ضرور اٹھانی پڑی تھی لیکن اُن کی تلوار بربادی کیلئے کبھی نہیں اٹھی بلکہ اِس تلوار نے جارحانہ طاقتوں کو ختم کر کے عوام کے لئے فلاح اور راحت کے اسباب پیدا کر دیئے اور اسلام کی اس انسانی خدمت کے اُس کے دشمن بھی معترف ہیں



خلفائے اسلام کی اسٹیٹ پالیسی

ان بزرگوں کا دورِ حکومت سب ہی کیلئے رحمت تھا

(از مولوی حفیظ اللہ پھلواروی)

خلفائے راشدین کی اسٹیٹ پالیسی یہ تھی کہ اُن کے دورِ حکومت میں کسی امتیاز کے بغیر مسلم اور غیر مسلم سب ہی عافیت کی زندگی بسر کریں۔ اور اسی لئے اُن کے دورِ حکومت کو زمین پر اللہ کی حکومت کا نمونہ قرار دیا جاتا ہے۔

خلفائے اسلام اور سلاطین اسلام کے دورِ حکومت میں غیر مسلموں کے ساتھ نہ صرف برابری کا سلوک کیا جاتا تھا بلکہ ایسے غیر مسلموں کے ساتھ بھی رواداری اور مروت کا برتاؤ کیا جاتا تھا جو اپنے ہم مذہبوں کا آلہ کار بن کر مسلم حکومتوں کے خلاف سازشوں کے مرتکب ہوتے رہے تھے۔

اس قسم کا ایک واقعہ یمن میں پیش آیا تھا۔ یمن کے عیسائی برابر خلافت اسلامیہ کے خلاف سازشوں میں مصروف رہتے تھے جب اُن کی سرگرمیاں خطرناک حد تک پہنچ گئیں تو یمن کے گورنر نے خلیفہ دوم حضرت عمر فاروق کو اُن کی سازشوں سے آگاہ کرتے ہوئے خیال ظاہر کیا کہ۔ "اب ان فتنہ پرداز عیسائیوں سے نجات کی اس کی سوا اور کوئی صورت نہیں ہے کہ انہیں یمن سے نکال دیا جائے"۔

اس کے جواب میں حضرت فاروق اعظم نے یمن کے گورنر کو لکھا کہ "یہ درست ہے کہ یمن کے عیسائیوں کے ایک طبقہ نے خلافتِ اسلامیہ کے خلاف سازشوں کا جال بچھا رکھا ہے لیکن اِن میں سے بعض عیسائی بے گناہ بھی ہیں۔ ایسی حالت میں یہ بڑا ظلم ہوگا کہ گناہگاروں کے ساتھ بے گناہ بھی پس جائیں۔ اس لئے مناسب یہ ہے کہ عیسائیوں کو اِس کے لئے آمادہ کر لیا جائے کہ وہ اپنی خوشی سے یمن کی بجائے شام یا کوئی دوسرا بہتر علاقہ منتخب کر لیں۔ اگر وہ اس کے لئے امادہ ہو جائیں تو انہیں اُن کے پسند کئے ہوئے علاقہ میں منتقل کر دیا جائے مگر شرط یہ ہوگی کہ اِس نئے علاقہ میں ہر عیسائی گھرانے کو اُن کے یمن کے مکانوں سے بہتر مکان دئے جائیں بلکہ زراعت کے لئے زمینیں بھی یمن کی زمینوں سے بہتر دی جائیں۔ اور جو لوگ یمن میں کوئی کاروبار کرتے ہیں۔ انہیں کاروبار کرنے کے لئے سرمایہ بھی دیا جائے۔

حضرت عمر فاروق کی یہ تجویز جب یمن کے عیسائیوں کے سامنے رکھی گئی تو وہ بخوشی شام کے سرسبز علاقہ میں بسنے کے لئے آمادہ ہو گئے۔ چنانچہ اُن کے یمن کے مکانوں میں سے بہتر مکانات کا انتظام کر دیا گیا اور شام میں زراعت اور باغ لگانے کیلئے زمینیں بھی دی گئیں۔ کیا دنیا کی تاریخ سے کوئی ایک مثال بھی ایسی پیش کی جا سکتی ہے کہ حکومت کے خلاف سازش کرنے والوں کے ساتھ ایسی وسیع نظری کا سلوک کیا گیا ہو۔

اسی طرح حمص کی فتح کے بعد عیسائی پادریوں کا ایک وفد حضرت فاروق اعظم کی خدمت میں حاضر ہوا۔ اور عرض کیا کہ "جنگ کے دوران حمص کے کئی گرجوں کو شدید نقصان پہنچا ہے۔ اِس لئے سرکاری خرچ سے اِن گرجوں کی مرمت کرائی جائے"۔ پادریوں نے یہ بھی کہا کہ حمص کی سابق رومی حکومت کے زمانہ میں حمص کے گرجاؤں کو حکومت کی جانب سے وظائف دئے جاتے تھے۔ یہ وظائف بھی بدستور جاری رکھے جائیں کیونکہ ان وظائف ہی سے گرجوں کے اخراجات پورے کئے جاتے ہیں۔

حضرت عمر فاروق نے وفد کو اطمینان دلایا اور سپہ سالار اسلام حضرت عبیدہ کو لکھا کہ "حمص اور دوسرے مفتوحہ علاقوں کے گرجے

اور معابد جو جنگ کے دوران منہدم ہو گئے ہیں۔ یا جن کو شدید نقصان پہنچا ہے اُن کی تعمیر و مرمت کا انتظام کیا جائے اس کے علاوہ گرجاؤں کی امداد کے لئے جو عطیات گذشتہ رومی حکومت دیتی تھی اُن کے بارے میں تحقیقات کی جائے اور جو بھی عطیات رومی حکومت کے زمانہ میں دیے جاتے تھے خلافت کے خزانہ سے بدستورِ ان گرجاؤں کے اخراجات کے لئے جاری کر دیئے جائیں" چنانچہ حضرت فاروق اعظم کے حکم کے مطابق گرجاؤں کی مرمت کرائی گئی۔ اور وظائف بھی جاری کر دیئے گئے یہ تھی خلفائے اسلام کی رواداری۔

حضرت عمر فاروق رضی اللہ عنہ کو ایک آتش پرست غلام نے شہید کیا تھا۔ اور حضرت عمرؓ کے صاحبزادے ابن عمر نے غصہ میں آکر قاتل کو اُسی وقت قتل کر دیا تھا۔ ابن عمر سے یہ حرکت حالانکہ شدت رنج کی وجہ سے سرزد ہوئی تھی۔ لیکن عوام میں عدل و انصاف کی جو اسپرٹ پیدا ہو گئی تھی اُس کی بنا پر ابن عمر کی اِس حرکت پر اعتراض کیا گیا کہ اُنہیں اس طرح قانون کو ہاتھ میں نہیں لینا چاہئے تھا بلکہ عدالت کے فیصلہ تک انتظار کرنا چاہئے تھا۔ خود خلیفہ سوم حضرت عثمان غنی رضؓ نے بھی اس بات کو ناپسند کیا اور بیت المال سے اِس آتش پرست مقتول کے وارثوں کو خون بہا دلا یا گیا۔ عدل و انصاف کی انتہا ہے کہ حضرت عمر فاروقؓ جیسی اہم شخص کے قاتل کو بھی اگر عدالت کے فیصلہ سے قبل سزا دیدی جاتی ہے تو اُسے بھی ناپسند کیا جاتا ہے۔ اور اُس کے وارثوں کو خون بہا دلوا دیا جاتا ہے۔

خلیفہ چہارم حضرت علی کرم اللہ وجہٗ بھی ذمیوں یعنی غیر مسلموں کے حقوق کا بے حد خیال رکھتے تھے۔ اور فرمایا کرتے تھے کہ "جو غیر مسلم بھی ہماری پناہ میں آجائے اُس کا خون ہمارے اپنے خون کی برابر ہے اور اُس کے حقوق ہمارے حقوق کے مساوی ہیں" آپ عمالِ حکومت کو غیر مسلموں کے ساتھ نرمی اور حُسنِ سلوک کی ہدایت فرماتے رہتے تھے۔ ایک مرتبہ کچھ غیر مسلموں نے ایک عامل عمرو بن سلمہ کے بارے میں شکایت کی کہ وہ غیر مسلموں کے ساتھ نہایت سختی کا سلوک کرتا ہے۔ حضرت علی نے اُسے لکھا۔

"مجھے معلوم ہوا ہے کہ تمہارے علاقہ کے ذمیوں کو تمہاری درشت مزاجی کی شکایت ہے۔ میں تمہیں ہدایت کرتا ہوں کہ تمہیں سوچ سمجھ کر حکومت کے فرائض انجام دینے چاہئیں۔ خصوصیت سے ذمیوں کے ساتھ نرمی اختیار کرنی چاہئے۔ حکومت کے کاموں میں بے ضرورت سختی بے حد مضر ہے۔ کیونکہ بعض اوقات یہ سختی ظلم کی حد تک پہنچ جاتی ہے۔ اگر تم نے ضرورت سے زیادہ سختی سے کام لیا تو مجھے بھی تمہارے خلاف سخت قدم اٹھانا پڑے گا"

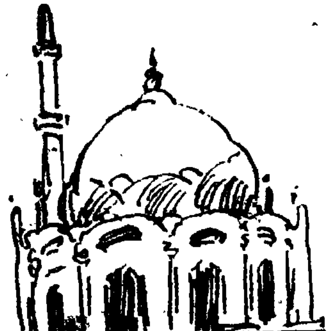
حضرت علی کے دورِ خلافت میں جب ایک مسلمان نے ایک غیر مسلم کو قتل کر دیا تو آپ نے معاملہ کی تحقیقات کے بعد مسلمان قاتل کو مقتول کے غیر مسلم ورثا کے سپرد کر دیا۔ اور کہہ دیا کہ تمہیں اختیار ہے کہ اس کے ساتھ جو چاہے سلوک کرو۔ لیکن ورثا نے خون بہا لے کر اُسے معاف کر دیا۔ حضرت علی کو اطلاع ملی تو آپ نے ورثا کو بلا کر پوچھا "تم لوگوں پر کسی قسم کا دباؤ تو نہیں ڈالا گیا۔ اگر ایسا ہوا ہے تو مجھے بتاؤ میں دباؤ ڈالنے والوں کو بھی سزا دوں گا" ورثا نے عرض کیا کہ "ہم پر کسی قسم کا دباؤ نہیں ڈالا گیا بلکہ ہم نے بخوشی قاتل کو معاف کر دیا ہے"

حضرت علی کرم اللہ وجہ کے عہد خلافت میں ایک یہودی نے آپ کے خلاف ایک جھوٹا مقدمہ دائر کر دیا۔ ایک عام آدمی کی طرح آپ عدالت میں حاضر ہو گئے۔ فریقین کے بیانات سننے کے بعد عدالت نے حضرت علی کو بری کر دیا تو لوگوں نے آپ سے کہا کہ اس جھوٹے کے خلاف ضرور کوئی کارروائی ہونی چاہئے۔ آپ نے فرمایا "ہمارا کام انتقام لینا نہیں ہے بلکہ درگزر کرنا ہے"

فلسطین کی ایک یہودی عورت حضرت علی رضؓ کی خدمت میں حاضر ہوئی اور عرض کیا کہ میری چار لڑکیاں قابل شادی ہیں لیکن میں ایک غریب بیوہ عورت ہوں۔ لڑکیوں کی شادی کرنا میرے امکان میں نہیں ہے مجھے مالی مدد دی جائے۔ آپ نے تحقیقات کے بعد خلافت کے خزانہ سے اُسے ایک معقول رقم دلا دی تاکہ وہ اپنی لڑکیوں کی شادی کر سکے۔

خلفائے راشدین کی وسیع نظری اور انسانی ہمدردی سے یہ بات صاف طور پر واضح ہو جاتی ہے کہ واقعی خلفائے راشدین کی حکومت زمین پر اللہ کی حکومت کا ایک نمونہ تھی اور گذشتہ چودہ سو سال میں دنیا کی کوئی حکومت بھی عوام کے ساتھ خلفائے راشدین جیسی محبت اور ہمدردی کا نمونہ پیش نہیں کر سکی ہے۔ زمانۂ حاضرہ کے حکمرانوں کو چاہئے کہ وہ خلفائے راشدین کے طرزِ حکومت سے سبق حاصل کریں اور اپنی زندگیاں خلفائے راشدین کی طرح مخلوقِ خدا کی خدمت کے لئے وقف کر دیں۔

خلفائے راشدین کی اس رواداری اور انسانی دوستی کا یہ نتیجہ تھا انکی حکومت مختصر سے عرصہ میں آدھی سے بھی زیادہ دنیا پر پھیل گئی تھیں۔ ان کی رواداری پالیسی سب کے لئے بہترین شمع راہ ہے۔



دختران اسلام کا نعرۂ جہاد

اسلام کیلئے جان پر کھیل جانے والی بہادر خواتین

(ہمارے مورخ کے قلم سے)

اسلام کی مجاہدانہ تعلیم نے مردوں ہی میں نہیں بلکہ عورتوں میں بھی خدمت اسلام کا سرفروشانہ جذبہ پیدا کر دیا تھا اور اسی جذبہ کی بدولت دختران اسلام نے میدان کارزار میں کیسے عظیم الشان کارنامے انجام دیئے ہیں اس کا اندازہ ذیل کے مقالہ سے ہو سکتا ہے۔

اسلام سے قبل عورت یا صرف کی لونڈی تھی۔ یا کاشانۂ عشرت کی زینت تھی اور مردوں کی عیش پرستی کا ایک خوبصورت کھلونا تھی۔ لیکن ظہور اسلام کے بعد وہ کچھ سے کچھ بن گئی۔ زندگی کے ہر شعبہ میں مردوں کے دوش بدوش دکھائی دینے لگی یہاں تک کہ عورتوں نے میدان کارزار میں بھی نہایت ہی عظیم الشان کارنامے انجام دیئے ہیں۔ چنانچہ ہم ذیل میں ایسی دختران اسلام کے مختصر حالات درج کر رہے ہیں جنھوں نے کہ میدان جہاد میں اپنی تقریروں اور جرأت مندانہ کارناموں سے تہلکہ برپا کر دیا تھا۔

حضرت اُم سلیم بنت خالدؓ اسلام کی وہ مایہ ناز خاتون ہیں جنھوں نے کہ میدان جنگ میں بڑے ہی شاندار کارنامے انجام دئے ہیں۔ یہ اپنے والد حضرت خالد بن ولید کے ساتھ اسلام میں داخل ہوئی تھیں اور اسلام کے لئے اپنی جان قربان کرنے کے لئے ہر وقت مضطرب اور بے چین رہتی تھیں حضرت خالدؓ نے جس سال اسلام قبول کیا تھا۔ اسی سال روم کے ایک بڑے عیسائی جاگیردار امیر بلقانے چالیس ہزار فوج کے ساتھ اچانک مسلمانوں پر حملہ کر دیا تھا۔ یہ حملہ چونکہ اچانک ہوا تھا اس لئے مسلمان مقابلہ کے لئے کافی فوج جمع نہ کر سکے تھے چنانچہ مسلمان بے حد سراسیمہ اور پریشان تھے کہ اتنے بڑے لشکر سے وہ کیونکر مقابلہ کر سکیں گے مسلمانوں کے پاس اس وقت صرف تین ہزار سپاہی تھے۔

مسلمانوں کے یہ مٹھی بھر سپاہی راتق الفتح کے مقام پر جمع تھے اور ان کا سپہ سالار یہ سوچ رہا تھا کہ کس طرح سے دشمن کے اتنے بڑے لشکر کا مقابلہ کیا جائے حضرت ام سلیم بھی اس وقت مجاہدین کی فوج میں موجود تھیں۔ انھوں نے جب یہ محسوس کیا کہ تعداد کی کمی کی وجہ سے مجاہدین پریشان ہیں۔ تو وہ مجاہدین کا حوصلہ بڑھانے کے لئے تلوار سونت کر پہلی صف میں آن کر کھڑی ہو گئیں اور ایک نہایت ہی جوشیلی تقریر کرتے ہوئے کہا "اے برادران اسلام ایک باطل پرست نے آج ہم پر چڑھائی کی ہے۔ اس کی ناپاک کوشش یہ ہے کہ اس شمع اسلام کو بجھا دے جسے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے روشن کیا تھا۔ اُسے اپنی چالیس ہزار فوج پر ناز ہے اور ہماری تعداد بہت کم ہے مگر پھر بھی ہمیں کامل یقین ہے کہ اللہ تعالیٰ اس نازک مرحلہ پر بھی ہمیشہ کی طرح ہماری مدد کرے گا۔ یہ ناممکن ہے کہ ہم دشمن کے لشکر عظیم کو دیکھ کر دین حق کی خدمت سے پیچھے ہٹ جائیں اگر توحید کی امانت ہمارے سینوں میں موجود ہے تو یاد رکھو باطل کی کثرت تیغوں کی چمک۔ اور خاک و خون کا منظر ہمارے ارادوں کو ہرگز متزلزل نہیں کر سکتا۔ اٹھو کہ رحمت الٰہی تمہیں پکار رہی ہے۔"

اس تقریر کو سن کر مجاہدین اسلام جوش سے وارفتہ ہو کر دشمن پر ٹوٹ پڑے اور اس جنگ میں ام سلیم بھی پیش پیش تھیں۔ ایک نہایت ہی خوفناک جنگ چھڑ گئی۔ ایک طرف تو دشمن کا لشکر عظیم تھا۔ اور دوسری جانب اسلام پر کٹ مرنے کا جذبہ جس سے سرشار ہو کر فرزندان اسلام جدھر بھی بڑھتے تھے صفیں کی صفیں الٹتے چلے جاتے تھے یہاں تک

کہ مجاہدین اسلام نے باطل پرستوں کے قدم اکھاڑ دیئے اور مسلمانوں کو قلتِ تعداد کے باوجود دشمن پر محض حضرت اُمِ سلیم کی بدولت عظیم الشان فتح حاصل ہو گئی۔

حضرت صفیہ بنت عبیدہ رضی بھی اسلام کی ایک سرفروش خاتون ہوئی ہیں۔ اُنھوں نے بھی بہت سے معرکوں میں عظیم الشان کارنامے انجام دیئے ہیں۔ یہ گھوڑے کی سواری۔ شمشیر زنی اور تیر اندازی کے فن میں کسی سے پیچھے نہیں تھیں ۱۳ھ ہجری میں جب حضرت خالد بن ولید رضی اور حضرت ابو عبیدہ رضی نے دمشق پر حملہ کیا تو یہ بھی اس حملہ میں شامل تھیں۔ یہ بھی ایک جادو بیان مقررہ تھیں اور ہمیشہ حملہ سے قبل مجاہدین اسلام میں اپنی پرجوش تقریروں سے غیر معمولی ولولہ پیدا کر دیا کرتی تھیں چنانچہ حملہ سے قبل انھوں نے جو تقریر کی ہے اس کی تفصیلات تاریخوں میں درج ہیں۔ ان کی تقریر کا ایک حصہ ذیل میں درج کیا جا رہا ہے۔

حملہ سے قبل انھوں نے تقریر کرتے ہوئے کہا کہ "اے فرزندان اسلام آج پھر حق و باطل کا معرکہ درپیش ہے۔ آج توحید اور تثلیث کا مقابلہ ہے یہ سچ ہے کہ رومیوں کی تعداد بہت زیادہ ہے اور ہم تعداد میں بہت کم ہیں لیکن تائید الٰہی ہمارے ساتھ ہے اے فدا کارانِ اسلام بدر کے اس معرکہ کو یاد کرو جبکہ صرف تین سو مجاہدین نے کفار کے لشکرِ عظیم کو درہم برہم کر دیا تھا۔ اور جنگ احزاب کا واقعہ بھی تمہارے سامنے ہے کیا اُس وقت مسلمانوں کی تعداد قلیل نہیں تھی؟ اور کیا کافروں کا لشکر بے پناہ نہیں تھا؟ لیکن مسلمان فتحیاب ہوئے یہ تائید الٰہی نہیں تھی تو اور کیا تھا کہ عین وقت پہ ایک ایسا طوفان آیا کہ دشمنوں کے خیمے اکھڑ گئے اور ہر طرف تاریکی پھیل گئی۔ اور اس موقعہ سے فائدہ اٹھاتے ہوئے جب مجاہدین نے دشمنوں پر حملہ کیا تو اُن کے قدم اکھڑ گئے یاد رکھو آج بھی وہی خدائے قدوس تمہارے ساتھ ہے جس نے ہمیشہ ہی اقلیت میں ہونے پر اکثریت پر تمھیں فتح عطا کی ہے"

حضرت صفیہ اپنی اس پرجوش تقریر کے بعد جب تلوار لئے ہوئے آگے بڑھیں تو مجاہدین اسلام بھوکے شیروں کی طرح دشمن پر ٹوٹ پڑے ہزاروں مشرک اس معرکہ میں مارے گئے خود حضرت صفیہ نے اس جنگ میں نمایاں حصہ لیا تھا اور اس فتح میں اُن کی حوصلہ مندی کو بہت زیادہ دخل حاصل تھا۔

حضرت امامہ بنت زبیر بھی جانبازی اور سرفروشی میں اپنا جواب نہیں رکھتی تھیں۔ اُنھوں نے افریقہ کے ایک معرکہ میں بڑے ہی شاندار کارنامے انجام دیئے ہیں۔ افریقہ کے عیسائی بادشاہ جریر نے ایک لاکھ بیس ہزار کے لشکر سے مسلمانوں پر حملہ کر دیا تھا۔ یہ حضرت عثمان غنی رضی کی خلافت کا وہ زمانہ تھا جبکہ عبداللہ بن سعد شمالی افریقہ کے فوجی گورنر کے فرائض انجام دے رہے تھے۔ بادشاہ جریر کی لڑکی بے حد حسین تھی۔ بادشاہ نے یہ اعلان کر دیا تھا کہ جو شخص بھی افریقہ کے مسلم گورنر عبداللہ بن سعد کا سر قلم کر کے لائے گا اُس کے ساتھ میں اپنی لڑکی کی نہ صرف شادی کر دوں گا بلکہ اسے دولت دے کر مالا مال کر دوں گا۔

اس اعلان نے عبداللہ بن سعد کے لئے بڑی مشکلات پیدا کر دی تھیں۔ ہر شخص اُن کے سر کی تلاش میں تھا۔ لیکن اس اعلان کے فوراً ہی بعد جب حضرت عبداللہ بن زبیر عبداللہ بن سعد کی مدد کے لئے ایک تازہ دم لشکر لے کر افریقہ پہنچے اور اُنہیں حالات کا علم ہوا تو اُنھوں نے بھی شاہ جریر کے اعلان کے جواب میں یہ اعلان کر دیا کہ "اسلامی لشکر کا جو مسلمان سپاہی بھی شاہ جریر کا سر کاٹ کر لائے گا اُس کے ساتھ شاہ جریر کی لڑکی کی شادی کر دی جائے گی"

افریقہ کے اس معرکہ میں حضرت امامہ بنت زبیر بھی شامل تھیں۔ انھوں نے اس موقعہ پر جو پرجوش تقریر کی ہے اُسے بھی اسلامی تاریخ میں بہت بڑی اہمیت حاصل ہے آپ کی تقریر کے الفاظ یہ ہیں۔

"میرے بھائیو بھلا وہ قوم مسلمانوں پر کیا خاک فتح حاصل کر سکتی ہے جو اپنی بیٹیاں پیش کر کے ہمارے سرداروں کو قتل کرانے کا ارادہ رکھتی ہو۔ فتح صرف اُسی قوم کی ہوتی ہے جس کے اخلاق بلند ہوتے ہیں۔ دشمن کی اِس پست اخلاقی کو دیکھتے ہوئے یقینی طور پر فتح ہماری ہوگی ہمیں ایک لاکھ بیس ہزار فوج سے مرعوب کرنے کی کوشش کی جا رہی ہے حالانکہ مسلمان اللہ کے سوا آج تک کسی بڑی سے بڑی طاقت سے بھی کبھی مرعوب نہیں ہوئے۔ آگے بڑھو اور دشمن کو بتا دو کہ کلمہ حق بلند کرنے والوں کے ساتھ ہمیشہ اللہ کی مدد شامل رہتی ہے"

اس پرجوش تقریر کے بعد حضرت امامہ بنت زبیر نے دوسرے مجاہدوں کے دوش بدوش جب دشمن پر پوری طاقت سے حملہ کیا تو وہ مقابلہ کی تاب نہ لا سکے۔ شاہ جریر حضرت عبداللہ بن زبیر کے مقابلہ پر لڑتا ہوا مارا گیا اور مسلمانوں کو اس معرکہ میں شاندار فتح حاصل ہوئی۔



ساٹھ نہایت مستند اسلامی کتابوں کی روح

ایک زبردست اور شاندار

اسلامی انسائیکلوپیڈیا

عربی تعلیم اور مذہب سے ناواقف ہونے کی وجہ سے مسلمان دن بدن اسلام سے دور ہوتے جا رہے ہیں اور ناواقفیت کی بنا پر ایسی حرکتیں کر بیٹھتے ہیں جو کھلا ہوا شرک اور کفر ہوتا ہے مسلمانوں کو گمراہی اور بے دینی سے بچانے کے لئے ہم نے حال ہی میں فقہ کی ساٹھ مستند کتابوں کی مدد سے ایک ایسی ہدایت نامہ کتاب شائع کی ہے جس میں دس ہزار سے زیادہ ایسی دینی اور دنیاوی معاملات پر بحث کی گئی ہے جن سے ہر مسلمان کا روزانہ واسطہ پڑتا رہتا ہے یہ مستند اور ضخیم کتاب حال ہی میں

فلاح دین دنیا
جدید اضافہ شدہ اڈیشن

کے نام سے شائع کی گئی ہے اس جدید ایڈیشن میں بہت سے نئے عنوانات کا اضافہ کر دیا گیا ہے۔ اس میں مسلمانوں کیلئے کوئی ایسی دینی اور دنیاوی معلومات نہیں جو موجود نہ ہو اس میں اسلام کے فضائل اور عقائد کی تفصیل ہے۔ اس میں عبادات اور اعمال و وظائف کا لاجواب ذخیرہ ہے اسلامی تہذیب اور اسلامی معاشرت کا درس موجود ہے غرضیکہ اس کتاب میں ایک مسلمان کے لئے پیدائش سے لیکر موت تک کے تمام دینی اور دنیاوی معاملات پر پوری طرح روشنی ڈالی گئی ہے۔ یہاں تک کہ اسلامی نقطۂ نظر سے کھانے پینے رہائش میل جول اور حفظان صحت تک کے اصول درج کر دئے گئے ہیں جس گھر میں یہ کتاب ہوگی اس گھر میں ایک زبردست عالم دین اور تجربہ کار دیہاتی اشیر مشورہ دینے کے لئے ہر وقت موجود رہے گا یہ کتاب نہیں ہے بلکہ ایک زبردست اسلامی انسائیکلوپیڈیا ہے جس میں پوری اسلامی لائبریری کے برابر مواد موجود ہے۔

اس کتاب میں چودہ ابواب ہیں جن میں سے ہر باب اپنی جگہ ایک مستقل کتاب کی حیثیت رکھتا ہے

اوّل: اس میں اسلام کے فضائل اسلام کے دین فطرت ہونے کا ناقابل تردید ثبوت اور اسلام کے بارے میں غیر مسلم مشاہیر کے بلند و بالا خیالات درج ہیں۔

باب دوم: عقائد اہل سنت والجماعت:۔ اس میں اسلامی عقائد کے بنیادی اصول اور یہ مضامین درج ہیں ذات و صفات الٰہی عرش و کرسی۔ لوح و قلم۔ فرشتے حضرت جبرئیل و میکائیل، اسرافیل، عزرائیل، منکرین نکیرین، محبین وتلبین، قبر میں سوال نکیرین علامات قیامت ظہور امام مہدی، دجال اور حضرت عیسیٰ کا نزول یاجوج ماجوج، مغرب سے طلوع آفتاب، قیامت صغریٰ، قیامت کبریٰ، صور پھونکنے کا ذکر میدان حشر، حساب کتاب، پلصراط دوزخ، جنت رسول مقبول صلعم کی فضیلت آپ کی زندگی کے حالات ازواج مطہرات، خلفائے راشدین، اولیاء اللہ، پیران طریقت، موت و جبلت وغیرہ۔

باب سوم: اسلامی عبادات:۔ اس میں عبادات پر پوری طرح روشنی ڈالی گئی ہے۔ مثلاً وضو، غسل، تیمم نماز پنجگانہ، نماز مسافر، نماز جمعہ نماز عیدین، نماز اشراق نماز چاشت، جنازے کی نماز، اعتکاف، فضائل ماہ رمضان المبارک، روزہ، زکوٰۃ، حج و عمرہ کے جملہ مسائل اور ارکان درج ہیں۔

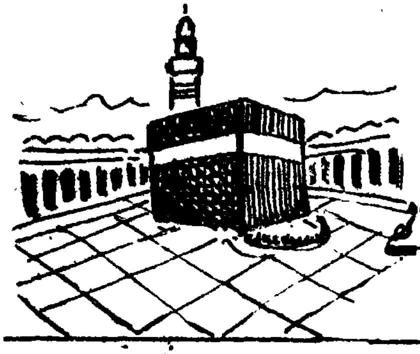
باب چہارم: اعمال و وظائف:۔ اس میں سال کے تین سو ساٹھ دن تاریخ وار پڑھنے کے لئے وہ مستند اعمال و وظائف درج ہیں جو بزرگان دین اولیاء اللہ کا معمول رہے ہیں نیز بزرگان دین کی ولادت اور رحلت کی تاریخیں بھی درج ہیں۔

باب پنجم: حلال و حرام جانور ذبح و شکار:۔ اس میں حلال و حرام جانور اور ذبح و شکار کے مسائل بڑی تفصیل کے ساتھ درج ہیں۔

باب ششم: اللہ اور اللہ کے بندوں کے حقوق اس میں حقوق اللہ حقوق آنحضرت صلعم، حقوق صحابہ، حقوق اہلبیت، حقوق پیران طریقت والدین اور بیوی بچوں کے حقوق، اعزہ و اقرباء حقوق ملازم کے حقوق غرضیکہ ایک مسلمان پر جتنے حقوق عائد ہوتے ہیں وہ سب درج ہیں۔

دیگر ابواب: باقی آٹھ ابواب میں سے ایک باب میں اسلامی معاشرت پر مکمل روشنی ڈالی گئی ہے مثلاً خورد و نوش اور لباس کے مسائل پیدائش، عقیقہ شادی بیاہ نکاح و طلاق، تجہیز و تکفین، عدت، ماتم پرسی وغیرہ کے بارے میں جملہ مسائل درج ہیں ایک علیحدہ باب میں میلاد شریف کا جواز اور حضور کی ولادت کا مفصل بیان ہے جو مکمل میلاد نامے کا کام دیتا ہے۔ اس کے علاوہ ایک علیحدہ باب میں خواجہ معین الدین چشتی اجمیری اور دیگر اولیائے کرام کی سوانحیات درج ہیں اور آخری باب میں ضروری نصائح اور حفظان صحت کے جملہ اصول اور اہم بیماریوں کے علاج درج ہیں غرضیکہ اس کتاب میں وہ سب کچھ موجود ہے جو مسلم لائبریری میں ہو سکتا ہے ضخامت تقریباً نو سو صفحات کاغذ سفید نہایت اعلیٰ لکھائی، چھپائی عمدہ ٹائیٹل، منگانے کے بعد اگر کتاب ناپسند ہو تو واپس کر دیجئے

قیمت مجلد مع خوشنما ڈسٹ کور صرف پندرہ روپے پچاس پیسے



خانہ کعبہ پر ایک ہزار سال قبل حملہ

مسلم نما بے دین سنگ اسود بھی اکھاڑ لے گئے تھے

(از شوکت علی فہمی)

جس طرح حال ہی میں خانہ کعبہ پر بے دینوں کا حملہ ہوا ہے اُسی طرح آج سے ایک ہزار سال قبل ۳۱۷ھ ہجری میں اس سے بھی کہیں زیادہ شدید حملہ خانہ کعبہ پر ہو چکا ہے ۔ اس حملہ میں اُس زمانہ کے بے دین سنگ اسود کو بھی اکھاڑ کر لے گئے تھے ۔ یہ ملحد اور بے دین قرمطی طبقہ سے متعلق رکھتے تھے ۔ اس فرقہ کو باطنیہ فرقہ بھی کہا جاتا ہے ۔ ذیل میں اُن کی اسلام دشمنی کے واقعات پیش کئے جا رہے ہیں ۔

قرامطی فرقہ بے دینوں کا مشہور فرقہ ہے جس کا ظہور ۲۷۸ھ ہجری میں کوفہ میں ہوا تھا ۔ اِس فرقہ کے مشہور رہنما عطاش نے ایک مرتبہ قرامطیوں کے ایک اجتماع میں تقریر کرتے ہوئے جو کچھ کہا تھا اس سے بخوبی اندازہ لگایا جا سکتا ہے کہ یہ فرقہ کس طرح مسلمان بن کر مسلمانوں کے خلاف سازشیں کرتا رہا ہے ۔ عطاش نے اپنی تقریر میں کہا تھا ۔

"ہمیں اسلام کو دنیا سے مٹا دینا ہے اور ایک ایک کرکے سبھی اسلامی حکومتوں کا تختہ الٹ دینا ہے ۔ لیکن یہ کام ہم مسلمانوں کے دشمن بن کر نہیں بلکہ دوست اور دکھاوٹی مسلمان بن کر حسن و خوبی کے ساتھ انجام دے سکتے ہیں ۔ ہمیں چاہئے کہ ہم بظاہر تو پکے مسلمان بن کر اپنے آپ کو مسلمانوں کے سامنے پیش کریں لیکن درپردہ اسلام کی جڑیں کھوکھلی کر دیں ۔"

قرامطی فرقہ کے اس رہنما کی تقریر کے مندرجہ بالا الفاظ سے یہ بات بالکل واضح ہو جاتی ہے کہ اِس فرقہ کے عزائم اسلام اور مسلمانوں کے لئے کس قدر خطرناک تھے ۔ قرامطی فرقہ کا بانی ایک شخص حمدان عرف قرامط ہے جس نے کہ محض سیاسی اغراض کے لئے ۲۷۸ھ ہجری میں کوفہ کی سرزمین پر ایک نئے مذہب کی بنیاد رکھی تھی ۔ محمد بن حنیفہ جو حضرت علی کی اولاد میں سے تھے اُنہیں یہ رسول کہتا تھا ۔ خانہ کعبہ کی بجائے اِس نے بیت المقدس کو قبلہ قرار دے دیا تھا ۔ پانچ وقت کی نمازوں کا یہ منکر تھا ۔ بلکہ اُس کے مذہب میں صرف دو نمازیں تھیں ۔ یعنی طلوع آفتاب سے قبل دو رکعتیں ۔ اور غروب آفتاب کے بعد دو رکعتیں ۔ رمضان کے روزے رکھنا اس کے مذہب میں ضروری نہیں تھا ۔ پورے سال میں صرف دو روزے کافی تھے ۔ جمعہ کی بجائے یہ اتوار کو مقدس دن قرار دیتا تھا ۔ غسل جنابت کو یہ غیر ضروری خیال کرتا تھا شراب اس کے مذہب میں جائز اور حلال تھی اور مسلمانوں کو قتل کرنا اور انہیں دھوکہ دینا اس کے مذہب میں بہت ہی اچھا اور نیک کام تھا ۔

حمدان عرف قرامط بڑی خاموشی کے ساتھ اپنے اِن ملحدانہ عقائد کی اشاعت کرتا رہا ۔ اور اِس کے مذہب میں چونکہ شراب نوشی عیاشی اور ہر قسم کی بے عنوانیاں جائز تھیں اس لئے کمزور عقیدہ اور گناہ پسند لوگوں کا بہت بڑا گروہ اُس کے گرد جمع ہو گیا کوفہ کے عباسی گورنر کو جب یہ معلوم ہوا کہ قرامط اپنے ملحدانہ عقائد سے لوگوں کو گمراہ کر رہا ہے تو اُس نے اِسے گرفتار کرکے جیل خانہ میں ڈال دیا ۔ لیکن جب یہ کسی طرح جیل خانہ سے فرار ہو گیا ۔ تو جماعت قرامطہ کے معتقدین نے اِسے اپنے پیشوا قرامط کی کرامت سمجھا اور اُس کے ساتھ اُن کی عقیدت اور بھی بڑھ گئی غرضیکہ قرامطیوں کا نام نہاد مذہب تھوڑے ہی عرصہ میں دور دور تک پھیل گیا

اِس کے بعد مختصر سے عرصہ میں اس خفیہ جماعت کے لوگ خلافت اسلامیہ کے مختلف حصوں میں پھیل گئے ۔ اور انھوں نے خلافت اسلامیہ کا تختہ الٹنے کے لئے سازشیں شروع کر دیں ۔ یہاں تک کہ قرامطیوں

لے باقاعدہ فوج بھی تیار کرلی۔ تاکہ وقت ضرورت فوج سے بھی کام لیا جاسکے۔ قرامطیوں کا اصل مقصد تو خانہ کعبہ پر قبضہ جمانا تھا۔ کیونکہ یہ سمجھتے تھے کہ اگر خانہ کعبہ پر اُن کو اقتدار حاصل ہوگیا تو اس کے بعد خلافت اسلامیہ پر قبضہ جمانے میں کوئی دشواری نہیں ہوگی لیکن ابھی حالات سازگار نہیں تھے۔ البتہ دمشق میں بدنظمی پھیلی ہوئی تھی۔ لہٰذا انھوں نے ۲۹۰ھ ہجری میں دمشق پر حملہ کردیا مسلمانوں کو چن چن کر قتل کیا۔ دمشق کے اس حملہ میں قرامطیوں کا سپہ سالار یحییٰ قرامطی پیش پیش تھا۔ اُس کا ارادہ یہ تھا کہ دمشق پر قبضہ جمانے کے بعد از سرِ نو دمشق کو دارالخلافہ قرار دیکر ایک نئی خلافت اسلامیہ کی بنیاد رکھ دی جائے لیکن یحییٰ قرامطی کی بدقسمتی کہ اُسے دمشق کے فوجی گورنر طبغ کے ہاتھوں نہ صرف بری طرح شکست ہوئی بلکہ اس معرکہ میں قرامطیوں کے سپہ سالار مارا بھی گیا۔

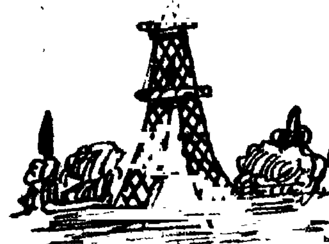
یحییٰ قرامطی کی موت کے بعد اُس کے بھائی حسین قرامطی نے نہ صرف فوج کی سپہ سالاری اپنے ہاتھ میں لے لی بلکہ اپنے "مہدی موعود" ہونے کا بھی اعلان کردیا اور "امیر المؤمنین مہدی" کا لقب اختیار کرلیا۔ اور اپنی فوجی طاقت بڑھانے کے بعد شام کے مضافات میں لوٹ مار شروع کردی۔ اور اس قدر تباہی مچائی کہ عباسی لشکر کو پھر اس ملحدوں کی جماعت کی سرکوبی کے لئے میدان میں آنا پڑا جس کا نتیجہ یہ نکلا کہ یہ نام نہاد امام مہدی شکست کھانے کے بعد گرفتار ہوا اور اُسے قتل کر دیا گیا یہ واقعہ ۲۹۱ہجری میں پیش آیا تھا نام نہاد امام مہدی کے قتل کے بعد اُس کے بھائی علی قرامطی نے قرامطیوں کی سربراہی اختیار کرلی اور اُس نے طبریہ پر حملہ کرکے اُسے لوٹ لیا۔ اُدھر دوسرے قرامطی سرداروں نے یمن اور حجاز میں بری طرح بدامنی پیدا کردی اور اس بدامنی کی بدولت ہزاروں مسلمان شہید ہوگئے۔

اب قرامطیوں کا زور دن بدن بڑھ رہا تھا۔ قرامطی رہنما نے اپنے متبعین کو حکم دیا کہ وہ قرامطی سلطنت کے قیام کے لئے مالی امداد دیں کیونکہ وقت آگیا ہے کہ جلد سے جلد قرامطی حکومت قائم کردی جائے چنانچہ اُس نے سب سے پہلے ہر قرامطی پر ایک دینار ٹیکس لگایا۔ پھر اس کے بعد حکم دیا کہ ہر قرامطی اپنے مال کا پانچواں حصہ قرامطی بیت المال میں جمع کردے۔ قرامطیوں نے ان احکامات کی بخوشی تعمیل کی جس کا نتیجہ یہ ہوا کہ قرامطی رہنما کے پاس مسلمانوں کو کچلنے اور ان کے خلاف سازشیں کرنے کے لئے کافی دولت جمع ہوگئی اور اب خلافت اسلامیہ کو زک دینے اور خانہ کعبہ پر قبضہ جمانے کی تیاریاں شروع ہوگئیں

اسی زمانہ میں ابو سعید نامی ایک قرامطی سردار نے ایک لشکر جرار کے ذریعہ بصرہ پر حملہ کردیا۔ اس معرکہ میں عباسی سپہ سالار عباس بن عمرو سے قرامطیوں کا سخت مقابلہ ہوا تو اس مقابلہ میں عباسی سپہ سالار کو شکست ہوگئی اور قرامطیوں نے آگے بڑھ کر ہجر کے مقام کو فتح کرلیا اور اسی جگہ قرامطی حکومت کی داغ بیل ڈال دی۔ ابو سعید کے بعد جب اس کا بھائی ابو طاہر قرامطیوں کا سربراہ مقرر ہوا تو اُسے ۳۱۱ہجری میں بصرہ پر دوبارہ حملہ کیا کیونکہ بصرہ قرامطیوں کے قبضہ سے نکل گیا تھا۔ اس حملہ میں ابو طاہر نے بصرہ کی عظیم الشان جامع مسجد کو بالکل منہدم کرڈالا۔ اور حکم دیدیا کہ جو بھی مسلمان نظر آئے اُسے قتل کردیا جائے۔ چنانچہ بصرہ زمانہ دراز تک قرامطیوں کی بدولت ویران پڑا رہا ابو طاہر کے حوصلے بے حد بڑھ چکے تھے اب اُس نے حاجیوں کے قافلوں کو بھی لوٹنا شروع کردیا جس کا نتیجہ یہ نکلا کہ لوگوں نے قرامطیوں کے خوف سے حج کرنا چھوڑ دیا۔

۳۱۷ہجری میں قرامطیوں کے رہنما ابو طاہر کا زور اتنا بڑھ گیا تھا کہ خلافت عباسیہ اُس کے مقابلہ سے معذور دکھائی دینے لگی وہ جو چاہتا تھا کر گزرتا تھا چنانچہ اسی سال قرامطیوں کا دیرینہ خواب پورا کرنے کی غرض سے اُس نے مکہ معظمہ پر چڑھائی کردی بے شمار حاجیوں کو قتل کیا۔ مکہ کو خوب لوٹا۔ اور خانہ کعبہ کے دروازوں کو اکھاڑ کر پھینک دیا۔ غلاف کعبہ کی بے حرمتی کی اُس کے ٹکڑے ٹکڑے کرکے اپنے لشکر میں تقسیم کردیا۔ اور خانہ کعبہ سے سنگ اسود اکھاڑ کر قرامطی حکومت کے مرکزی مقام پر یعنی ہجر لے گیا اور چلتے وقت اعلان کردیا کہ آئندہ حج خانہ کعبہ میں نہیں بلکہ ہمارے اس ہجر میں ہوا کرے گا اور بڑی دشواریوں کے بعد مسلمان ۳۳۹ہجری میں سنگ اسود کو ان بے دینوں کے قبضہ سے نکال سکے اور اُسے دوبارہ خانہ کعبہ میں لگایا گیا۔

بحرین کے عرب ممالک کی طرح ایران میں بھی قرامطیوں کا زور بے حد بڑھ گیا تھا۔ چنانچہ ایران کے تقریباً سب ہی علاقوں میں قرامطیوں نے اپنی خفیہ انجمنیں قائم کرلی تھیں یہ بظاہر تو مسلمان بن کر مسلمانوں میں ملے رہتے تھے لیکن درپردہ مسلمانوں کی بیخ کنی میں مصروف رہتے تھے انھوں نے جابجا اپنے داعی یعنی ایجنٹ مقرر کر رکھے تھے۔ ان داعیوں کے پاس خفیہ طور پر ہر قسم کی امداد پہنچتی رہتی تھی۔ اور بعد میں (باقی صفحہ ۴۲ پر)



فرانس میں اسلام کس طرح داخل ہوا

فرانس میں اسلام کی پیش رفت اور مقبولیت

(از جناب ڈاکٹر حمید اللہ)

اسلام یورپ میں سب سے پہلے اسپین میں داخل ہوا اور اسپین کے بعد فرانس، سسلی اور اٹلی میں اسلام کو فروغ حاصل ہوا ذیل کے مقالہ میں یہ بتایا گیا ہے کہ اسلام کس زمانہ میں فرانس میں داخل ہوا اور کیسی سرعت کے ساتھ فرانس میں پھیلا۔

فرانس میں اسلام کے پہنچنے کی کہانی بہت ہی پرانی ہے ۶۴۴ء میں جبکہ حضرت عثمان غنی کی خلافت کا زمانہ تھا۔ ایک مسلم فوج اسپین کے جنوبی علاقہ میں داخل ہوئی تھی اور کچھ خاص علاقوں پر قبضہ کرنے کے بعد وہیں رہ گئی تھی۔ اور اس زمانہ میں کوئی خاص پیش رفت نہیں ہو سکی تھی۔

اس کے بعد ۷۱۱ء میں طارق بن زیاد اس علاقہ میں داخل ہوئے وہ شمالی افریقہ سے ایک اسلامی لشکر کے ساتھ وہاں پہنچے تھے۔ اور جنوبی اسپین کے ساحل کے قریب ایک پہاڑی پر انھوں نے قیام کیا تھا جو آجکل "جبل الطارق" کہلاتی ہے اور جسے انگریزی میں "جبرالٹر" کہا جاتا ہے مذکورہ اسلامی لشکر نے بہت کم عرصہ میں اسپین۔ پرتگال اور فرانس کے جنوبی علاقہ پر قبضہ کر لیا تھا۔ اور وہاں باقاعدہ ایک اسلامی حکومت قائم کر لی تھی۔

۷۲۰ء میں طولوس اور باربڈیکس کو بھی خلیفہ دمشق کے اس یوروپین صوبہ میں شامل کر لیا گیا تھا۔ اور اسی سال اسپین کے گورنر الغافقی نے مغربی فرانس کے شہر تورز پر بھی لشکر کشی کی تھی لیکن جنگ کے دوران گورنر مذکور شہید ہو گئے اور اس کے بعد شمالی افریقہ میں کچھ واقعات ایسے پیش آئے جن کی بنا پر فرانس کی مہم ملتوی کر دی گئی تاہم جنوب و مغربی فرانس تقریباً ایک صدی تک مسلم اقتدار میں رہا۔ یہ علاقہ فرانس کا ایک تہائی حصہ تھا چنانچہ حال ہی میں اس علاقہ میں جو کھدائیاں ہوئی ہیں ان میں کچھ کھنڈر ایسے برآمد ہوئے ہیں جو زمانۂ قدیم کی مسلم عمارتوں کے کھنڈر ہیں۔ ان کے علاوہ کچھ عرب ہتھیار اور چند دوسری اشیا بھی ملی ہیں۔ جو جنوبی فرانس پر مسلمانوں کی نشان دہی کر رہی ہیں مزید برآں فرانس کے کچھ قدیم گرجوں کی میناروں میں ابھی تک ایسے پتھر لگے ہوئے ہیں جن پر عربی عبارتیں کندہ ہیں۔

یہ فرانس میں اسلام کی پہلی پیش رفت تھی پھر دو صدیوں کے بعد ۹۰۲ء میں ٹیونس کے گورنر نے جزیرہ "سسلی" پر قبضہ کر لیا تھا۔ اٹلی لکسمبرگ اور جنوبی فرانس میں داخل ہوئے اور یہ ملک کچھ زمانہ تک مسلمانوں کے زیر اقتدار رہا۔ یہ وہ زمانہ تھا جبکہ جنوبی فرانس کو ٹیونس کی مسلم حکومت کا ایک صوبہ تصور کیا جاتا تھا۔

یہ اسلام کی جنوبی فرانس میں دوسری پیش رفت تھی اور اسی زمانہ میں جنوبی فرانس میں اسلام پھیلنا شروع ہوا اور بہت سے فرانسیسیوں نے اسلام قبول کر لیا۔ عربی زبان پڑھنی شروع کی یہاں تک کہ بعض فرانسیسی اپنی مادری زبان کو عربی رسم الخط میں لکھنے لگے تھے حتیٰ کہ فرانسیسی زبان میں قرآن کریم کے ترجمے عربی رسم الخط میں ملے ہیں۔

انیسویں صدی کے شروع میں فرانس نے ترکی حکومت کی کمزوری سے فائدہ اٹھا کر اس کے شمالی افریقی جزائر پر قبضہ کر لیا تھا اور اس کے بعد ٹیونس اور مراکش پر بھی فرانس کا قبضہ ہو گیا تھا اور اس طرح ان مسلم علاقوں پر قبضہ کے بعد وہاں کے مسلم شہری فرانس میں آنے شروع ہوئے یہ لوگ مزدوروں اور بعد میں تاجروں اور دوسرے لوگوں

کی حیثیت سے فرانس میں داخل ہوئے اور اپنے ساتھ اسلام کو بھی لے کر آئے ان میں سے کچھ فرانس میں آباد بھی ہو گئے اور وہیں شادیاں بھی کر لیں اور اس طرح فرانس میں مسلمانوں کی تعداد میں اضافہ ہونا شروع ہو گیا۔

پہلی جنگ عظیم کے بعد فرانسیسی مردوں کی آبادی کم ہو گئی اور آبادی کے کم ہونے کی بنا پر مزدوروں اور کارخانوں میں کام کرنے والوں کی کمی تھی۔ اس بنا پر تیونس، مراکش اور الجزائر سے مسلم مزدوروں کی بہت بڑی تعداد فرانس میں آئی اور مسلم آبادی بڑھتی چلی گئی۔ چنانچہ اب کیفیت یہ ہے کہ فرانس کے مختلف علاقوں میں کثرت سے مسلمان پائے جاتے ہیں اور پیرس میں تو مسلمانوں کو خاص پوزیشن حاصل ہے۔ صرف ایک شہر پیرس میں مسلمانوں کی آبادی پانچ لاکھ سے بھی زیادہ ہے۔ جس میں کہ ڈاکٹر، انجینئر اور تاجروں کی بہت بڑی تعداد ہے۔

۱۹۲۶ء میں پیرس میں ایک مسجد تعمیر کی گئی تھی جو فن تعمیر کا شاہکار تسلیم کی جاتی ہے۔ اس مسجد کی خوبصورتی کو دیکھنے کے لئے آج بھی غیر ممالک سے سیاح آتے رہتے ہیں۔ اس مسجد سے پانچوں وقت آذان کی آواز بلند ہوتی رہتی ہے۔ مسجد سے متصل ایک شاندار اسلامی لائبریری بھی ہے۔ جس میں دنیا کی تمام زبانوں کی اسلامی کتب کا نایاب ذخیرہ موجود ہے۔

پیرس کے نواح میں ایک مسلم ہسپتال ہے اور ایک چھوٹی سی مسجد بھی ہے جس میں پنجوقتہ نماز ہوتی ہے فرانسیسی فیکٹریوں میں ٹیکنیکل تربیت کی آسانیاں موجود ہیں۔ جن سے کہ فرانس میں آباد مسلمان پورا پورا فائدہ اٹھا رہے ہیں۔ چنانچہ فرانس کے ہوائی جہازوں کے کارخانوں میں آٹوموبائل اور موٹر وغیرہ کی صنعتوں میں اعلیٰ تعلیم یافتہ مسلم میکنیکل انجینئر اور کاریگر موجود ہیں جو بہت بڑی بڑی تنخواہیں حاصل کر رہے ہیں اس کے علاوہ سرکاری ملازمتوں میں بھی مسلمان دکھائی دیتے ہیں۔

اس وقت فرانس میں جو مسلمان آباد ہیں اُن میں سے ہزاروں نے فرانسیسی لڑکیوں سے شادی کر لی ہے اور ان لڑکیوں میں سے بیشتر نے اسلام قبول کر لیا ہے۔ یہ بات خاص طور پر قابل ذکر ہے کہ ایسے فرانسیسیوں کی تعداد میں دن بدن اضافہ ہو رہا ہے جو اسلام قبول کر چکے ہیں۔

فرانس میں اسلامی تعلیم کے سلسلہ میں بھی اچھی خاصی پیش رفت ہوئی ہے الجزائری علماء کی جماعت اس سلسلہ میں بہت کام کر رہی ہے۔ اس جماعت نے جو "جمیعۃ العلماء" کہلاتی ہے۔ متعدد نائٹ اسکول کھول رکھے ہیں۔ جہاں مسلم بچوں اور بالغوں کو عربی زبان اور اسلامیات کی تعلیم دی جاتی ہے۔ فرانس کے نومسلموں میں عربی زبان سیکھنے کا رجحان بہت زیادہ پایا جاتا ہے۔ ان میں سے بہت سے فرانسیسی زبان کے لئے عربی رسم الخط کو استعمال کرتے ہیں اُن کی رائے ہے کہ فرانسیسی زبان کے لئے عربی رسم الخط بہترین ثابت ہوا ہے۔ مختصر یہ کہ یورپین ممالک میں فرانس ایک ایسا ملک ہے جسے اسلام اور اسلامی تعلیمات سے غیر معمولی دلچسپی ہے۔ اس لئے اگر اس ملک میں تبلیغ اسلام کی جائے تو بہت بڑا میدان موجود ہے۔

خانہ کعبہ پر ایک ہزار سال قبل حملہ

(باقی مضمون صفحہ سے)

چونکہ قرامطہ بحرین کا زور ٹوٹ چکا تھا اس لئے ایران اور دوسرے مسلم ممالک میں انھوں نے اپنی سازش کا جال پھیلا دیا تھا یہ بڑی بے دردی سے مسلم مشاہیر کو قتل کرتے تھے۔ ایران کے قلعہ الموت میں ان قرامطیوں نے باقاعدہ اپنی حکومت قائم کر رکھی تھی۔ عیار مذہبی رہنما حسن بن صباح اس حکومت کا روح رواں تھا۔ حسن بن صباح کے مرید پورے ایران اور چند دوسرے اسلامی ممالک میں پھیلے ہوئے تھے اور اس زمانہ کے کسی بھی مقتدر مسلمان کی جان قرامطیوں سے محفوظ نہیں تھی۔

ان مسلم قرامطیوں کے ہاتھوں جو لاتعداد مسلم مشاہیر قتل ہوئے ہیں ان میں سلجوقی حکومت کا وزیر اعظم نظام الملک طوسی۔ علامہ شمس طبریزی۔ خوارزم شاہ کا وزیر مسعود بن علی۔ اور سلطان شہاب الدین غوری کے نام خاص طور پر قابل ذکر ہیں۔

افسانہ



نپولین کا دل

نپولین کی حیات معاشقہ سے متعلق ایک کہانی

(از جناب اختر ملیح آبادی)

جنگ کی جو آندھی فرانس سے اٹھی تھی۔ اُس کے ذرات اب مصر میں دریائے نیل کے گرد پھیل چکے تھے۔ ۵ جولائی ۱۷۹۸ء کو فرانسیسی حملہ آور فوجیں بندرگاہ اسکندریہ پر قابض ہو چکی تھیں۔ اور اُس کے فوراً بعد ہی فرانسیسی فوجوں نے مصر کے دارالسلطنت قاہرہ پر قبضہ کر لیا تھا۔

مصر کی فتح کو کئی ہفتے گزر چکے تھے۔ فاتح اعظم نپولین کو اگرچہ مشرق میں یہ پہلی اور عظیم الشان فتح حاصل ہوئی تھی۔ لیکن پھر بھی وہ افسردہ تھا جہاں نپولین بہت بڑا فاتح تھا وہاں عیش پسند بھی واقع ہوا تھا۔ مسلسل کئی ماہ تک جنگی سرگرمیوں سے وہ تھک سا گیا تھا۔ اور اب اُسے فرانس کی رنگین محفلوں کی یاد ستا رہی تھی۔ کیونکہ وہ حسن اور نغمہ کے بغیر زندہ ہی نہیں رہ سکتا تھا۔

اپنی افسردگی کو دور کرنے کے لئے نپولین نے قلعہ میں بزم طرب اور نشاط منعقد کرنے کا حکم دیا۔ مقصد یہ تھا کہ طرب و نشاط سے بھی لطف اندوز ہوا جائے اور ساتھ ہی اُن رفیقوں اور ساتھیوں کو عہدے اور انعامات دئے جائیں جنھوں نے مصر کی فتح میں کارہائے نمایاں انجام دئے ہیں۔

جشن کے دن بھی نپولین مضمحل سا تھا۔ اُس کے ماتحت سپہ سالار یہ سمجھنے سے قاصر تھے کہ اس خوشی کے موقعہ پر نپولین کیوں افسردہ ہے۔ آخر جب ایک فرانسیسی جرنیل نے نپولین کے۔اے۔ڈی۔سی کپتان مورلیس سے اس کا سبب پوچھا تو کپتان مورلیس نے مسکراتے ہوئے کہا۔

"تعجب ہے کہ تم نپولین کو نہیں پہچانتے؟ —— وقت کا یہ عظیم فاتح بغیر خوبصورت عورت کے بیکار ہو جاتا ہے! —— جب میں اُس کی حسن پرستی کو دیکھتا ہوں تو مجھے تعجب ہوتا ہے کہ خدا نے ایسے اعلیٰ جرنیل اور عظیم فاتح کیوں بنا دیا؟ وہ تو اعلیٰ شاعر اور بہترین عاشق بننے کی صلاحیت رکھتا ہے —— !"

جرنل نے ہنستے ہوئے کپتان مورلیس کا ہاتھ دبایا اور کہا "کیا یہاں مصر میں حسن کی کمی ہے؟"

"نہیں!" کپتان مورلیس نے کہا "یہ قلوپطرہ کا دیس ہے!"

"پھر ہو جائے انتظام —— ہمیں تو اپنے نپولین کو خوش رکھنا ہے"

"نپولین کو فرانسیسی حسینہ کی ضرورت ہے۔ وہ کہاں سے دستیاب ہوگی؟"

جرنل سوچ میں پڑ گیا۔ اور پھر اس نے کہا۔

"تب واقعی مجبوری ہے۔ کاش کوئی فرانسیسی حسینہ آسمان سے اُتر آتی تو نپولین خوش ہو جاتا اور ہمارے اعزازات اور انعامات کی بھی قدر و قیمت بڑھ جاتی!"

کپتان مورلیس ہنس کر چپ ہو گیا —— لیکن ایسا معلوم ہوتا تھا کہ جیسے وہ متفکر ہے —— !؟

قلعہ قاہرہ میں فرانسیسی ساز بج رہے تھے مصری فضائیں فرانسیسی نغموں سے معطر تھیں۔ فرانسیسی جام ٹکرا رہے تھے۔ فرانسیسی شراب کی بو سے فضائیں خمار آلود ہو چکی تھیں۔

نپولین نے جام اٹھایا۔ اُسے خالی کیا اور کہنے لگا: "حسینۂ فرانس کے بغیر یہ محفل بھی سونی سونی ہے ...... !؟"

کپتان مورلیس نے جھجکتے ہوئے چپکے سے کہا۔

"جناب عالی! اگر حسینۂ فرانس اس وقت آ جائے تو میری اس خطا کی سزا کیا ہوگی؟"

نپولین نے گھوم کر اپنے اے، ڈی، سی کو دیکھا اور برجستہ کہا۔

"ہم تمہیں صرف معاف ہی نہیں کریں گے بلکہ مصر کی سلطنت اُس حسینہ کو بخش دینگے ! ؟"

کپتان مورلیس نے آگے بڑھ کر پردہ ہٹا دیا ——— پردہ کا ہٹنا تھا کہ فرانس کا چاند مصر میں نکلتا ہوا معلوم ہوا ——— وہ حسینہ بنی سنوری کھڑی مسکرا رہی تھی اور نپولین اعظم کو دیکھ رہی تھی۔
نپولین ایک لمحہ کے لئے ٹھٹکا پھر مورلیس سے کہا۔
"متعارف کرو۔ یہ کون ہے"
"جناب عالی!" کپتان مورلیس نے کہا "یہ میری بیوی ہے۔ لاکھ منع کیا۔ عتاب سے ڈرایا۔ لیکن وہ بضد تھی کہ جشن میں شریک ہوگی۔ چونکہ جناب کا حکم تھا کہ عورت ساتھ نہیں آسکتی۔ لہٰذا وہ مردانے لباس میں یہاں چلی آئی ——— ……!"

"مارشا" کا چاند بن کر نمودار ہونا تھا کہ نپولین کھل اٹھا ——— نپولین کا کھلنا تھا کہ ساری محفل کھل اُٹھی۔ جام بھرے جانے لگے۔ لبوں تک آنے لگے۔ نگاہیں کیف و مستی میں ڈوب گئیں اور فرانسیسی سازوں کی دھن ہی بدل گئی نپولین بڑے احترام سے مارشا کی طرف بڑھا۔ اور مارشا کی

کمر میں ہاتھ ڈال کر رقص کرنے لگا ——— سارا ایوان فاتح اعظم نپولین کے رقص کو دیکھ رہا تھا اور جھوم رہا تھا۔!
ناچتے ناچتے نپولین نے مارشا سے پوچھا "مانگو کیا مانگتی ہو ——— جو کہو وہ ملے گا ——— ؟"
"عالی قدر فاتح اعظم کی نظر کرم اور کچھ نہیں" مارشا نے مسکراتے ہوئے کہا۔
"اتنی حقیر شے ——— ؟"
"میرے لئے یہ سب کچھ ہے فاتح اعظم ——— !"
"پھر ہم اپنی پسند سے تمہیں نوازیں گے۔ مارشا ——— ہم ضرور ایسا کریں گے"
اور اُسی رات کپتان مورلیس کا عہدہ بڑھا دیا گیا ——— اب وہ جرنیل بنا دیا گیا تھا ——— فرانس کا سب سے اعلیٰ معیاری نشان اُسے عطا ہوا۔ اُس کی وفاداری اور خدمات کے صلہ میں دس ہزار مصری درہم عطا ہوئے۔ مارشا کو بھی نوازا گیا ——— حسینۂ مصر کا خطاب ملا سکریٹری کا عہدہ ملا، سلاطین مملوک کے ذخائر سے زیورات کا سٹ ملا۔ ایوان تالیوں سے گونج گیا۔ مارشا نے سایہ دونوں ہتھیلیوں سے پکڑ کر جھک کر مسکرا مسکرا کر ان اعزازات کا شکریہ ادا کیا ——— نپولین نے مسکرا کر قبول بھی کیا ——— !
پچھلے پہر قلعہ قاہرہ کا یہ فرانسیسی جشن ختم ہوا ——— مارشا جرنل مورلیس کے ہاتھ میں ہاتھ ڈالے مسکراتی ہوئی باہر نکلی جہاں نپولین کی خصوصی بند گاڑی اُس کے استقبال کے لئے تیار کھڑی تھی۔
مورلیس جہاں خوش تھا وہیں کچھ رنجیدہ بھی تھا۔ مارشا نے وجہ پوچھی وہ ٹال گیا لیکن جب اُس نے رقت آمیز آواز میں پوچھا تو مورلیس نے کہا۔
"مارشا! معلوم نہیں کہ میرا دل کیوں دھڑک رہا ہے؟"
"کیا تم مجھے بے وفا سمجھتے ہو؟ مارشا نے شوہر کے گلے میں باہیں ڈالتے ہوئے کہا "نپولین ہمارا آقا ہے لیکن تمہارا رقیب نہیں ہو سکتا؟"
"نپولین کو میں جانتا ہوں"
"اور مارشا کو؟ ——— تم کیسی باتیں کر رہے ہو مورلیس؟ اگر ایسی باتیں کروگے تو میں نیل میں ڈوب مروں گی …… !" یہ کہتے ہوئے مارشا نے رومال آنکھوں سے لگا یا ہی تھا کہ مورلیس نے اسے سینے سے

لگا لیا اور کہنے لگا۔

"مارشا! میں تمہیں جانتا ہوں۔ تمہاری محبت کا بھی مجھے اعتراف ہے تمہارا بھیس بدل کر میرے ساتھ مصر آنا اور خطرات کی پرواہ نہ کرنا تمہاری لافانی محبت کی دلیل ہے۔ میں تم پر اعتبار کرتا ہوں مجھے معاف کر دو مارشا میں اپنے الفاظ واپس لیتا ہوں"

مارشا اپنے شوہر کو اپنی محبت کا یقین دلاتی رہی۔ وہ یہی کہتی رہی کہ "میرے لئے تم نپولین سے عظیم ہو!" —— مورلیس کو اب اعتماد ہو چکا تھا۔ اب وہ اپنے اور مارشا کے اعزازات پر خوش ہو رہا تھا اور اس لئے اور بھی خوش تھا کہ مارشا کو ساتھ لانے کی عبرت ناک سزا سے بھی بچ گیا۔ اور جرنل بھی بن گیا جو اس کی دیرینہ تمنا تھی۔

مارشا سے ملاقات کا نپولین پر جو اثر ہوا وہ اُس کی ذات تک محدود نہیں رہا بلکہ اس کے اثرات فوج نے بھی محسوس کئے۔ وہ زیادہ چاق و چوبند، مستعد اور باعزم نظر آنے لگا تھا۔ یہی نہیں بلکہ نپولین اپنی مہم کو مشرقی حدود میں پھیلانے کا تانا بانا بننے لگا تھا۔ وہ جانتا تھا کہ اُس کے ازلی دشمن انگریز ہاتھ پر ہاتھ دھر کر نہیں بیٹھے رہیں گے ہاتھ پاؤں نکالیں گے۔ لہٰذا وہ چاہتا تھا کہ فرانسیسی فتوحات کا سلسلہ جلد از جلد دراز ہو جائے۔

خیال کے آتے ہی اس نے مارشا کو طلب کیا۔ مارشا نپولین کے کمرے میں گئی تو اُسے رنجیدہ اور فکر مند پایا۔

نپولین نے دیکھتے ہی کہا "مورلیس کو تم کچھ کام بھی کرنے دو گی یا اُسے اپنی زلفوں ہی میں گرفتار رکھو گی؟"

مارشا کچھ کھسیانی سی ہو گئی اور اُس نے کہا "نہیں فاتح اعظم! مورلیس کے لئے میری زلفیں دراز ہی ہوتی جائیں گی"

"میں اُس سے عظیم کام لینا چاہتا ہوں"

"وہ بجالائے گا یقین فرمائیں"

اور جب مارشا نے نپولین سے جو گفتگو ہوئی تھی بتائی تو مورلیس یہ جان کر بہت خوش ہوا کہ اسے خاص مہم ملنے والی ہے۔ اور اسی کا وہ متمنی تھا۔ دوسرے دن نپولین نے اُسے طلب کیا اور کہا۔

"مورلیس! اگر مارشا سے عارضی جدائی برداشت کر سکو تو مہم کا آغاز کرو"

"بسر و چشم فاتح اعظم!"

"غازہ ہو کر فلسطین کی طرف بڑھو۔ ہراول فوج کی کمان سنبھالو"

مورلیس نے سر جھکا دیا —— ایک ہفتہ بعد مورلیس اپنی مہم پر چند ہزار فوج کے ساتھ روانہ ہو گیا —— اُسی رات اچانک مارشا کو نپولین نے طلب کیا۔ وہ شوہر کی جدائی سے بالکل نڈھال تھی۔ اِس طلبی پر پریشان سی ہوئی۔ مگر تعمیل کی جونہی نپولین کے سامنے گئی تو نپولین نے بڑھ کر مارشا کو گلے لگا لیا۔ ہونٹوں کو چوما اور کہا۔

"پیاری مارشا —— نپولین کو تمہارا انتظار تھا.....!"

مارشا نپولین کی اِس حرکت پر دنگ رہ گئی اور اُس نے کہا۔

"سنبھلئے فاتح اعظم۔ سنبھلئے ——!؟"

نپولین نے مسکرا کر کہا "نپولین کو سنبھلنے کی تلقین کرنا کتنی عظیم نادانی ہے مارشا؟"

"میں شادی شدہ ہوں ——"

"میں بندشیں توڑ دیا کرتا ہوں....."

"کیا چاہتے ہیں فاتح اعظم آپ؟"

"مارشا کی محبت —— اِس کے علاوہ مجھے کسی شے کی کمی نہیں؟"

مارشا اب گومگو کی حالت میں تھی۔ اُس کی محبت کا امتحان تھا۔ اُس کی وفا کا امتحان تھا۔ ایک طرف مورلیس تھا دوسری طرف نپولین اعظم تھا۔ اُسے مورلیس کی محبت کا علم تھا دوسری طرف وہ نپولین کی بیقراری دیکھ رہی تھی۔ کل تک وہ خود کو خوش قسمت عورت سمجھ رہی تھی۔ لیکن آج وہ بدقسمت تھی۔ اداس تھی۔ نپولین کی خدمت میں وہ روز حاضر ہوتی تھی۔ اُس نے کسی نہ کسی طرح نپولین کو اس بات پر آمادہ کر لیا تھا کہ "تا فیصلہ نپولین انتظار کرے۔ لیکن نپولین کی حالت یہ تھی کہ وہ روز بروز جنونی ہوتا چلا جا رہا تھا۔ اُس کی محبت انتظار برداشت نہیں کر رہی تھی۔ آخر ایک دن نپولین نے مارشا کی خدمت میں مصر کے حسین ترین جواہرات پیش کرتے ہوئے کہا "یہ سب تمہارے ہیں مارشا!"

"لیکن محبت دنیا کے جواہرات و ذخائر سے کہیں زیادہ قیمتی ہے فاتح اعظم؟"

نپولین چند لمحے خاموش کھڑا رہا۔ مارشا دوسری طرف خلاء میں دیکھ رہی تھی اچانک نپولین دو زانوں ہوا۔ اور مارشا کے روبرو سر خم کرتے ہوئے کہنے لگا۔

"نپولین کا سر آج تک کسی کے سامنے جھکا نہیں تھا اور نہ جھک سکتا ہے لیکن وہ تم ہو مارشا۔ جس نے اِس سر کو جھکا دیا ——!"

مارشا کو اس کی امید نہیں تھی ـــــ لرز اُٹھی ۔ نپولین کے چہرے کو گھورا ـــــ محبت اور گہری محبت کے اثرات دیکھ کر کہنے لگی ۔

"میرے فاتح اعظم ـــــ لیکن مورلیس کو میں کیا منہ دکھا ؤں گی ؟"

"اس کا انتظام میں کر دوں گا مارشا ـــــ !"

اور مارشا نے سر نپولین کے سینے پر رکھ دیا ـــــ رونے لگی ـــــ نپولین آنسو پونچھنے لگا ـــــ وہ فاتح تھا ـــــ تلوار ہی کا دھنی نہیں تھا محبت کا بھی دھنی تھا ـــــ !

نپولین دن بھر کام کرتا تھا ـــــ رات کو مارشا سے محبت کرتا تھا ۔ ـــــ دریائے نیل کے کنارے قلوپطرہ کی سرزمین پر نپولین کا یہ عشق خفیہ طور پر جاری تھا ۔ مارشا دن میں اپنے مکان میں نظر آتی تھی اور رات کو بھیس بدل کر خفیہ راستے سے قلعہ میں پہنچ کر نپولین کے دل پر حکومت کرنے پہنچ جاتی تھی ـــــ !

ادھر مورلیس غازہ کے قریب اپنے کیمپ میں لیٹا مارشا کو یاد کر رہا تھا ۔ اُس کی محبت اُسے یاد آ رہی تھی ۔ وہ کئی دن سے بے چین تھا ـــــ مارشا کی یاد اُسے ستا رہی تھی ۔ آخر اُس نے یہی طے کیا کہ وہ بھیس بدل کر برق رفتار گھوڑے پہ بیٹھ کر قاہرہ جائے ۔ مارشا سے ملے اُسے پیار کرے اور صبح ہونے سے قبل اپنی ڈیوٹی پہ پہنچ جائے ـــــ دوسرے دن شام ہونے سے قبل ہی مورلیس نے دو معتمد اور راز دار ساتھی ساتھ لئے اور قاہرہ کی طرف روانہ ہو گیا ۔ رات کے ابتدائی دور میں قاہرہ پہنچ گیا بے تاب دل کے ساتھ گھر پہنچا تو مارشا کو نہ پاکر اُداس ہو گیا ۔ (مصری) ملازمہ نے بتایا کہ " بیگم تو شام ہوتے ہی کہیں چلی جاتی ہیں اور صبح ہوتے آتی ہیں "

"کب سے ؟"

"آپ کے جانے کے بعد ہی سے "

"کہاں جاتی ہیں یہ معلوم ہے ؟"

"نہیں "

"قلعہ تو نہیں جاتیں ؟"

ملازمہ نے جس انداز سے جواب دیا ۔ اُس سے مورلیس کا شبہہ اور قوی ہو گیا ـــــ اور اچانک اُس کی آنکھوں سے پردہ ہٹ گیا ـــــ جشن کی رات یاد آ گئی ـــــ رقص یاد آیا ـــــ انعام و اکرام کی بارشیں یاد آئیں ـــــ اعزاز و مراتب یاد آئے ـــــ مارشا کے عہد و پیمان یاد آئے ـــــ آنسو کی لڑیاں یاد آئیں ـــــ نئی مہم کا چکر بھی سمجھ میں آ گیا ـــــ اور اُس کی آنکھوں میں آنسو آ گئے ـــــ !

دوسرے دن مارشا خفیہ فوجی رپورٹ پڑھ رہی تھی ۔ اُس کا چہرہ مُتا ہوا تھا ۔ نپولین پاس کھڑا ہنس رہا تھا ۔ فاتح کی طرح رپورٹ یہ تھی۔

"فلسطین کے مہم کے نگراں جنرل مورلیس کو نامعلوم حالات کے تحت قتل کر دیا گیا قاتلوں کا سراغ نہیں ملسکا ہے ۔ جنرل مورلیس کل شب غازہ سے خفیہ طور پر گھر آئے تھے لیکن تھوڑی دیر بعد گھر سے نکلے ابھی کمان کی طرف جا رہے تھے کہ قاہرہ کے نواح میں انہیں نامعلوم ذریعہ سے قتل کر دیا گیا ۔ اُن کے ہمراہ دو فوجی عہدہ دار بھی تھے وہ بھی مقتول ہو گئے ـــــ !"

مارشا نے نم آنکھوں سے نپولین کو دیکھا ۔

نپولین بول اٹھا " مارشا کی محبت کے لئے میں زمین و آسمان ملا سکتا ہوں ......! "

مارشا نے دونوں ہاتھ منہ پر رکھ لئے اور رونے لگی ۔ نپولین نے آگے بڑھ کر گلے میں ہاتھ ڈال دئے اور کان میں چپکے سے کہا " ایک فاتح کی محبت ایسی ہی ہوتی ہے مارشا ـــــ !"



عورتوں کیلئے

شادی سے پہلے محبت کا کھیل

ہمارے ملک کی لڑکیوں کیلئے یہ کھیل گراں ثابت ہو رہا ہے

(از زبیدہ سلطان صاحبہ دہلوی)

یہ چیز ہمارے ملک کی معاشرہ کیلئے کسی طرح بھی سازگار نہیں ہے کہ ہمارے ملک کے ایک خاص طبقہ میں عشق و محبت کی شادیوں کا سلسلہ شروع ہو گیا ہے۔ چنانچہ تعلیم یافتہ لڑکیاں شادی سے پہلے ہی اپنے پسند کے نوجوانوں سے محبت کی پینگیں بڑھالیتی ہیں یا یوں کہہ لیجئے کہ وہ بعض ساتھی نوجوانوں کی لچھے دار باتوں سے متاثر ہو کر محبت کے فریب میں مبتلا ہو جاتی ہیں۔

شادی سے قبل لڑکے اور لڑکیوں میں محبت کی یہ وبا ہمارے ملک میں یورپ سے آئی ہے۔ ورنہ جہانتک ہمارے ملک کا تعلق ہے یہاں تو قدیم زمانہ سے یہ دستور چلا آرہا ہے کہ لڑکے لڑکیوں کی شادیاں والدین ہی خوب سوچ سمجھ کر اونچ نیچ دیکھ کر کرتے ہیں۔ لیکن مغربی تہذیب نے ہمارے ملک کے اکثر لڑکوں اور لڑکیوں کو آزاد کر دیا ہے اور وہ شادی بیاہ کے معاملہ میں اپنے بڑوں کی مداخلت کو پسند نہیں کرتے چنانچہ وہ اپنی مرضی سے شادیاں کر لیتے ہیں۔ نوعمری اور ناتجربہ کاری کی بناپر چونکہ وہ ازدواجی زندگی کی نزاکتوں اور نشیب و فراز سے ناواقف ہوتے ہیں اس لئے ان میں سے بیشتر کی زندگیاں بالکل تباہ اور برباد ہو جاتی ہیں۔

اگرچہ مغرب میں شادی سے قبل محبت کرنے کا رواج عام ہے لیکن پھر بھی وہاں اب یہ محسوس کیا جانے لگا ہے کہ ایسی شادیاں عموماً ناکام ثابت ہوتی ہیں۔ جو معاشرتی زندگی کی مصلحتوں پر غور کئے بغیر محض جذبات کی رو میں بہہ کر کی جاتی ہیں چنانچہ یورپ و امریکہ میں طلاق کی اس قدر کثرت ہو گئی ہے کہ سو میں سے پچھتر جوڑے شادی کے دو سال کے اندر اندر طلاق حاصل کر لیتے ہیں۔ جس کی بڑی وجہ یہی عشق و عاشقی کی جذباتی شادیاں ہیں۔

عشق و محبت کے بعد کی شادیاں بظاہر بڑی ہی دلفریب اور پرکشش دکھائی دیتی ہیں۔ لیکن ان کا انجام عام طور پر نہایت خراب ثابت ہوتا ہے چنانچہ حال ہی کا ایک واقعہ ہے کہ ایک تعلیم یافتہ اور آزاد خیال لڑکی کو ایک نوجوان سے محبت ہو گئی۔ یہ لڑکی چونکہ آزاد اور بے پردہ تھی۔ اس لئے وہ بڑی آزادی سے اس نوجوان کے ساتھ محبت کی پینگیں بڑھاتی رہی ہمارے ملک میں چونکہ لڑکوں اور لڑکیوں کا شادی سے قبل محبت کرنا معیوب خیال کیا جاتا ہے۔ اس لئے ان پر بری طرح سے نکتہ چینی شروع ہو گئی۔ اور یہ لڑکی بری طرح بدنام ہو گئی اور اس لڑکی کی رسوائی اتنی بڑھی کہ لڑکے کے والدین نے یہ طے کر لیا کہ کچھ بھی کیوں نہ ہو جائے مگر وہ ہرگز ایسی آزاد منش لڑکی کو اپنی بہو نہیں بنائیں گے۔ نتیجہ یہ نکلا کہ لڑکے کے والدین اور سرپرستوں نے دباؤ ڈال کر لڑکے کی شادی کسی دوسری جگہ کر دی اور یہ آزاد منش لڑکی دیکھتی کی دیکھتی رہ گئی۔ لڑکی چونکہ اس لڑکے کے ساتھ بدنام ہو چکی تھی اس لئے کسی لڑکے نے بھی اس لڑکی سے شادی کرنے کا نام نہ لیا اور اس لڑکی کی زندگی تباہ ہو گئی۔

اسی طرح ایک دوسرا واقعہ بھی سن لیجئے کالج میں پڑھنے والی ایک لڑکی کو اپنے ہی کالج کے ایک نوجوان سے محبت ہو گئی دونوں آزادانہ ملتے جلتے رہے اور آپس میں شادی بیاہ کے عہد و پیمان بھی ہو گئے۔ لیکن کچھ عرصہ کے بعد نوجوان اس لڑکی سے کھنچا کھنچا رہنے لگا۔ جب لڑکی نے کشیدگی کا سبب معلوم کیا تو اس نے لڑکی سے کہہ دیا کہ "میں تم سے شادی نہیں کر سکتا کیونکہ مجھے اندیشہ ہے کہ جس طرح تم نے مجھ سے عشق کی پینگیں بڑھائی ہیں۔ اسی طرح شادی کے بعد بھی تم کسی دوسرے سے محبت کی پینگیں بڑھا سکتی ہو۔ تم جیسی دل پھینک لڑکی اچھی بیوی کبھی نہیں ثابت ہو سکتی" نا تجربہ کار لڑکی یہ جواب سن کر سکتہ کے عالم میں رہ گئی اور وہ کیونکہ اس نوجوان سے محبت کرنے کے معاملہ میں بدنام ہو چکی تھی۔ اس لئے

اُن کی شادی میں بھی بڑی دشواریاں پیدا ہوئیں۔ ان واقعات سے اندازہ لگایا جا سکتا ہے کہ یہ عشق و عاشقی کا سودا ہمارے ملک کی لڑکیوں کے لئے کس قدر گراں ثابت ہو رہا ہے۔

میرے علم میں چند ایسے واقعات بھی ہیں کہ شادی سے قبل لڑکے اور لڑکیوں کے آزادانہ میل ملاپ نے بہت سے گل کھلائے ہیں اور اُن کے نتائج نہایت ہی خطرناک ثابت ہوئے ہیں۔ اگرچہ اِن کی محبت شروع میں بے لوث اور بے غرض تھی لیکن یہ تو سب ہی جانتے ہیں کہ آگ اور پھونس کو ایک دوسرے سے ازلی بیر ہے۔ چنانچہ زیادہ میل جول اور تنہائی میں اٹھنے بیٹھنے کی وجہ سے ان سے لغزش ہوگئی جس کا خمیازہ لڑکیوں کو بھگتنا پڑا۔ سچ تو یہ ہے کہ شادی سے قبل کی محبت بہت ہی خطرناک کھیل ہے۔ جس سے غیر شادی شدہ لڑکیوں کو ہمیشہ دور رہنا چاہئے۔ کیونکہ ہمارے ملک میں جن لڑکیوں نے بھی یہ کھیل کھیلا ہے انھیں ساری عمر سر پکڑ کر رونا پڑا ہے۔

اِس بات کو اچھی طرح سمجھ لینا چاہئے کہ شادی ایک مذہبی اور اخلاقی فریضہ ہے۔ جس کا عشق و عاشقی اور جذبات کی رو میں بہہ جانے سے دور کا بھی واسطہ نہیں۔ اسی لئے ہمارے ملک میں قدیم زمانہ سے یہ دستور چلا آرہا ہے کہ ہمارے ہاں شادی سے پہلے عشق نہیں کیا جاتا بلکہ شادی پہلے ہوتی ہے اور شادی شدہ جوڑے بعد میں آپس میں محبت کرتے ہیں۔

تجربہ نے یہ بتایا ہے کہ ہمیشہ شادی کے بعد ہی کی محبت دیرپا اور پائیدار ثابت ہوتی ہے۔ کیونکہ اس محبت کی بنیاد نہ تو نفسانی خواہشات پر رکھی ہوئی ہوتی ہے اور نہ پست جذبات پر۔ بلکہ جانبین میں سے مرد تو عورت کی دلداری اور فرائض ادا کر کے اُس کی محبت حاصل کرتا ہے۔ اور عورت اپنی اطاعت سلیقہ مندی۔ اور ایثار سے مرد کے دل میں جگہ پیدا کرتی ہے۔ بس ایسی ہی مخلصانہ محبتیں دیرپا اور کامیاب ثابت ہوتی ہیں۔

مغرب مغرب ہی ہے اور مشرق مشرق ہی ہے ہمارے ملک کی بیٹیوں کو اپنی مشرقی خصوصیات کو برقرار رکھنا چاہئے اور انہیں یہ بات سمجھ لینی چاہئے کہ شادی سے پہلے کی محبت مشرق کی لڑکیاں کے لئے ہمیشہ ہی تباہ کن ثابت ہوئی ہے۔ ہمارے ہاں ایسی لڑکیوں کو اچھی نظر نہیں دیکھا جاتا جو عشق و عاشقی کے بعد کسی مرد کا دامن تھامتی ہے۔ اور جن کا دامن وہ تھامتی ہیں وہ بھی ان کے بارے میں شکوک ہی میں مبتلا رہتے ہیں۔



افسانہ

کالا گلاب

جذبات میں ڈوبی ہوئی ایک معاشرتی کہانی

(از نعیم کوثر - بی - اے - بی - ایڈ)

مونا بے خبر سو رہی تھی۔ مونا کے جسم کی ترتیب اور دلبرانہ انداز اُسے بے حد پیارا معلوم ہوا۔ اُس کے دل میں عجیب سی خواہش نے سر اُبھارا۔ سوئی ہوئی عورت کتنی پیاری اور حسین معلوم ہوتی ہے! عورت جب سوتی ہے تو اُس کا انگ انگ جاگتا ہے۔ لطیف سے اشارے کرتا ہے۔

لیکن یہ مونا جو میری شریکِ حیات ہے اور جادۂ حیات پر میری ہم سفر ہے۔ ابھی اِس کے ہاتھوں سے مہندی کا رنگ بھی نہیں اڑا ہے۔ لیکن میں مونا سے پیار نہیں کرتا۔ اُس کے جسم کی خوشبو میرے جذبات میں کوئی طوفان برپا نہیں کرتی نہ اُس کی جھیل جیسی خوبصورت آنکھوں میں ڈوبنے کو دل نہیں چاہتا اُس کے ہونٹوں کی دلفریب مسکراہٹ کا جادو مجھ پر اثر نہیں کرتا اس کا سانولا رنگ مجھے بالکل نہیں بھاتا۔

انیس آہستہ آہستہ زینہ طے کرتا ہوا باغ میں آگیا۔ کوٹھی میں خاموشی چھائی ہوئی تھی۔ سرونٹ کوارٹر میں بھی کوئی چہل پہل نہ تھی شاید وہ اب تک سو رہے تھے۔ افضل خاں گیٹ کے قریب بیٹھا ہوا اونگھ رہا تھا۔ یہ افضل خاں بھی عجیب ہے۔ جب ساری دنیا سوتی ہے تو یہ بیچارا جاگتا ہے اور جب دنیا بیدار ہوتی ہے تو یہ سوتا ہے۔

وہ باغ کی کیاریوں پر ٹہلتا ہوا گلاب کی جھاڑیوں کے پاس آکر ٹھٹک گیا۔ دُور دُور تک چمپئی گلاب کی جھاڑیوں پر پھول کی چادر بچھی ہوئی تھی۔ سُرخ، سپید، نیلے، پیلے، گلاب رنگوں کے پودے مُسکرا رہے تھے۔ گلاب سے اُسے والہانہ عشق تھا۔ لیکن یکایک اُس کی نگاہ کالے گلاب پر آکر جم سی گئی۔ حیرت اور استعجاب سے اُس کی آنکھیں پھیل گئیں۔ کالا گلاب سوکھ گیا تھا۔ یہ کالا گلاب آخر کیوں سوکھ گیا۔ شاید کسی کی نظر لگ گئی۔ کتنی محنت کتنے جتن اور کٹھن تپسیا کے بعد یہ کالا گلاب اُس نے ڈاکٹر مس پاریہ سے حاصل کیا تھا۔ اور پھر کیا تھا کوٹھی میں جیسے طوفان آگیا۔ اتنا زبردست طوفان کہ کوٹھی کی بنیاد تک ہل گئی۔ سارے نوکر بانہ جیسے تھر تھر کانپ رہے تھے۔ اللہ خیر کرے۔ شامو کاکا کی تو عجیب حالت تھی۔ کاٹو تو بدن میں خون نہیں کوٹھی میں ایک درجن مالی تھے پھر بھی ایک گلاب کے پودے کی حفاظت نہ ہو سکی! یہ عجیب سی بات تھی۔

اچانک ڈاکٹر مس پاریہ نہ جانے کیسے اِدھر آنکلیں۔ شاید وہ کوئی کال اٹینڈ کر کے لوٹ رہی تھیں۔ انہیں دیکھ کر نوکروں کے جان میں جان آئی۔

"مسٹر انیس یہ صبح صبح کیسا ہنگامہ ہے، کیا بات ہے ذرا ہمیں بھی تو بتائیے؟"

"ڈاکٹر! میں آپ سے کیا عرض کروں وہ کالا گلاب کا نایاب پودا جو آپ نے دیا تھا وہ سوکھ گیا" وہ افسردہ ہو کر بولا۔

"آپ نے اُس کی قدر نہیں کی" اُس نے مسکرا کر طنز کیا۔

"یہ بات نہیں مس پاریہ! میں اِن دنوں کچھ بزنس کے اُتار چڑھاؤ میں اتنا مشغول رہا کہ اِس طرف دھیان نہ دے سکا" انیس اُداس ہو کر بولا۔

"لیکن وہ کالا گلاب جو آپ کی بالکونی پر مسکرا رہا ہے اُس کی طرف تو آپ بہت توجہ دیتے ہیں۔ ایک دن وہ بھی کہیں آپ کی بے توجہی کا شکار نہ ہو جائے" اُس نے طنز کا ایک تیر پھینکا۔

انیس اِس چوٹ سے تلملا گیا۔ اُس کا سارا وجود کراہ اٹھا۔ مونا بالکونی پر اُداس، مضمحل کھڑی تھی۔ وہ بغیر پلک جھپکائے اُسے دیکھتا رہا اِس وقت وہ بے حد پیاری معلوم ہو رہی تھی۔ ذہن کے کینوس پر کچھ تصویریں اُبھریں اور پھر ڈوب گئیں ——— جن حالات سے مجبور ہو کر اُس نے مونا کو اپنایا تھا۔ اُس کا علم کسی کو نہ تھا۔ وہ تو پاریہ

کو چاہتا تھا اُسے پیار کرتا تھا لیکن ایک دن اُسکے سارے خواب ٹوٹ کر بکھر گئے۔ وہ اپنی آرزوؤں کی لاش اپنے کاندھے پر رکھ کر بھٹکتا رہا اپنے جنون پر خود فریبی کا جھاڑ کھاتا رہا۔

وہ رات ——— وہ کیسے بھلا سکتا ہے۔ وہ جون کی ایک سُلگتی ہوئی رات تھی۔ اُس نے بڑے ارمان سے پارو کے لئے ہیرے کا ایک ہار خریدا تھا۔ وہ اُس کی سالگرہ پر پیش کرنا چاہتا تھا۔ لیکن یہ کیا، اپنے کمرے میں پارو شکیل کی آغوش میں لیٹی ہوئی ایک نیا تاج محل بنانے کا خواب دیکھ رہی تھی۔ اور ہیرے کا ہار اُس کی حماقت پر مسکرا رہا تھا۔

اِس بات نے اُس کے دل پر اتنا گہرا اثر کیا کہ وہ بیمار ہو گیا۔ کاروبار میں اتنا نقصان ہوا کہ وہ دیوالیہ ہو گیا۔ ایسے میں ایک زبردست ہاتھ اُس کی طرف بڑھا جس نے اپنے مضبوط ہاتھوں سے اِس گرتی ہوئی دیوار کو سنبھال لیا۔ وہ سیٹھ انور علی کی بھاری بھرکم بااثر شخصیت تھی۔ وہ اُن کے احسانوں کے بوجھ سے دب گیا اور جب اُنھوں نے مونا سے اُس کی شادی کی پیش کش کی تو وہ انکار نہ کر سکا اور اُس کی شادی مونا سے ہو گئی۔ مونا کو وہ پیار جس کی وہ مستحق تھی اِس لیے نہ دے سکا کہ وہ سانولی سی لڑکی تھی اور پھر ابھی اُس کا زخم بھرا بھی نہ تھا۔ ایسے میں اُسے ایک ہمدرد کی ضرورت تھی جو اُس کے زخموں پر مرہم رکھے۔ لیکن مونا جو فطرتاً ایک خاموش طبع لڑکی تھی۔ اُس کے غم کا مداوا اِس لئے نہ کر سکی کہ وہ پیار کا اظہار محبت کی توہین سمجھتی تھی۔

اتنی سی بات نے دونوں کے درمیان ایک اونچی دیوار کھڑی کر دی۔ انھیں اپنے خیالوں میں ایسا دبا رہا کہ اُسے اپنے گرد و پیش کی بالکل خبر نہ ہوئی۔

اچانک اُس نے اپنی نظریں اُٹھائیں تو دیکھا مونا، شامو کا کا سے باتیں کر رہی ہے اُس نے سوچا شادی کے بعد میں نے مونا کی طرف دھیان ہی نہ دیا۔ پارو ٹھیک کہتی ہے وہ بھی ایک دن میری بے توجہی کا شکار ہو جائے گی اور یہ مونا بھی تو عجیب لڑکی ہے۔ نہ جانے کس مٹی کی بنی ہوئی ہے۔ نہ آنکھوں میں شکوہ اور نہ ہونٹوں پر فریاد۔ بس دن رات اپنے ہی خیالوں میں کھوئی رہتی ہے۔

اُس نے نوکروں کو ہدایت کر دی کہ کا گلاب سوکھنے نہ پائے۔ پھر کیا تھا۔ کوٹھی کے سارے نوکر اُس گلاب کے گرد گمنڈ لانے لگے کوئی پانی دے رہا ہے تو کوئی کھاد لا رہا ہے۔ اور آج نہ جانے کیوں انھیں اپنے خیالوں میں ڈوبا صرف مونا کے بارے میں سوچ رہا تھا۔ اُس کا ذہن بری طرح الجھا ہوا تھا۔ اور پھر وہ آفس چلا گیا۔ آفس میں بھی اُس کا دھیان مونا کی طرف لگا رہا۔ وہ مونا کے حسین خیالوں میں کھویا ہوا تھا کہ اُس کی سکریٹری مس روزی نے بتایا کہ کوٹھی سے میم صاحب کا فون آیا تھا کہ "صاحب کو بتا دے کہ آج اُن کی شادی کی پہلی سالگرہ ہے"

یہ سوچ کر اُس کا دل کراہ اٹھا کہ وہ مونا سے کتنی دور ہو گیا ہے! — مونا ہر رات اُس کے قریب ہوتی ہے۔ دو بالشت کا بھی تو فاصلہ نہیں ہوتا لیکن ایسا محسوس ہوتا ہے کہ ہمارے درمیان صدیوں کا فاصلہ ہے۔ آج ہماری شادی کی پہلی سالگرہ ہے۔ اور مجھے یاد بھی نہیں۔ اس بات سے مونا کو کتنا دکھ ہوا ہو گا۔ مجھے تو مونا کی ہر بات، ہر خواہش کی خبر رکھنی چاہیے۔ اُس کے دل کی دھڑکنوں اور سانسوں کے سرگم کی بھی۔ ہم ایک منزل کے دو بھٹکے ہوئے راہی ہیں۔ زندگی کا اتنا کٹھن سفر اور راستے کی خاموشی — بھلا منزل ملے بھی تو کیسے۔

"مس روزی آپ بتائیے مونا کی پہلی سالگرہ پر کیا تحفہ دیا جائے؟"

"! میں کیا کہوں یہ تو آپ لوگوں کی آپس کی بات ہے"

"میں آپ کی رائے کا احترام کروں گا"

"ایک خوبصورت سی ساڑی اور ریما کی ایک شیشی۔"

"وہ کیوں؟"

"دسرا عورت ایک خوشبو ہے جو مرد سے ساری زندگی لپٹی ہوئی مہکتی رہتی ہے۔"

"آپ تو کسی فلسفی کی طرح بات کر رہی ہیں۔ مگر آپ کی رائے درست ہے۔ بہت بہت شکریہ۔"

انیس نے اپنی امپالا نکالی۔ "ساڑی پیلیس" سے ایک خوبصورت سی ساڑی خریدی اور خوشیوں سے جھومتا، مسرتوں کے گلال اڑاتا جب وہ کوٹھی پر پہنچا تو انیس ولا، خاموشی کی چادر اوڑھے اونگھ رہا تھا۔ انیس نے دربان سے سالگرہ کی پارٹی کے بارے میں دریافت کیا تو اس نے اپنی لاعلمی کا اظہار کیا۔ وہ سمجھ گیا کہ مونا کی ناراضگی کا یہ بھی ایک خوبصورت انداز ہے۔ وہ مجھ سے ناراض ہے، ہونا بھی چاہئے۔ پارٹی کا اہتمام تو مجھے کرنا چاہئے تھا۔ وہ دھیرے دھیرے ڈرائنگ روم میں آیا یہاں روشنی شرمائی سی تھی، ٹیبل پر مونا کی تصویر مسکرا رہی تھی آج مونا اسے بے حد پیاری معلوم ہوئی ـــــ یہ سانولی سی لڑکی اپنے دل میں کتنے طوفان پال رہی ہے، کون کون سے غم سہہ رہی ہے۔ تنہا اکیلی! سب میری خاطر۔ صرف میرے لئے نا! آج میں اُسے اپنی بانہوں میں لے کر اُس کے سارے شکوے گلے دور کر دوں گا۔ اُس نے جھک کر مونا کی تصویر پر اپنے ہونٹ رکھ دئے۔ تصویر مسکرا اٹھی ـــ مونا اس وقت یقیناً باغ میں ہوگی۔ لیکن وہ وہاں بھی نہ تھی۔ اُس نے کوٹھی کا سارا حصہ تلاش کر لیا۔ لیکن مونا نہ ملی اُس کا دل ایک انجانے خوف سے لرز اُٹھا۔ وہ پاگلوں کی طرح کوٹھی کے چکر لگاتا رہا اور جب تھک ہار کر اپنے بیڈروم میں آیا تو وہاں یہ دیکھ کر اُس کی آنکھیں حیرت سے پھیل گئیں۔ ٹیبل پر ایک ننھا سا کیک رکھا ہوا تھا اور اُس کے قریب ایک شمع پگھل رہی تھی اور قریب ہی سونے کی ایک گھڑی جگمگا رہی تھی اور اُس کے نیچے ایک کاغذ پر لکھا تھا: "ایک محبت کرنے والی کی طرف سے شادی کی پہلی سالگرہ پر ایک حقیر نذرانہ۔"

انیس تڑپ اٹھا۔ مونا کے لئے اُس کے دل میں محبت کے بے شمار سوتے پھوٹ پڑے۔ اُس نے دیکھا پھولوں کی سیج پر پڑی مونا سسک رہی تھی وہ پلک جھپکائے بغیر گم سم مونا کو دیکھتا رہا۔ اُس کی سمجھ میں کچھ نہیں آ رہا

دین دنیا کے ناظرین سے مخلصانہ گذارش

اس شمارہ سے دین دنیا اپنی عمر کے ساٹھویں سال میں داخل ہو رہا ہے۔ یہ مسلسل نصف صدی تک اسلام اور مسلمانوں کی جو خدمات انجام دیتا رہا ہے وہ سب پر روشن ہے یہ بات سب ہی کو معلوم ہے کہ دین دنیا کوئی کاروباری پرچہ نہیں ہے۔ بلکہ اس کا ایک مخصوص مشن ہے، اور وہ مشن یہ ہے کہ موجودہ الحاد اور بے دینی کے دور میں مسلمانوں کو اسلام کے حقائق سے آگاہ کرے۔ اور دین دنیا کا ایک مشن یہ بھی ہے کہ ولولہ انگیز تاریخی حقائق کو پیش کر کے مسلمانوں کو یہ بتا دے کہ تمہارے آبا و اجداد نے اس دنیا میں کیسے عظیم الشان کارنامے انجام دئے ہیں اور ان واقعات کو بیان کر کے مسلمانوں کے اندر وقار اور حوصلہ پیدا کرنا دین دنیا کا بڑا مقصد ہے۔

خدا کا شکر ہے کہ دین دنیا اپنے مقاصد میں بڑی حد تک کامیاب ہے۔ لیکن اس سلسلہ میں دین دنیا کے پڑھنے والوں کے بھی دین دنیا کے سلسلہ میں کچھ فرائض ہیں۔ جن میں سے اہم ترین فرض یہ ہے کہ وہ دین دنیا کی توسیع اشاعت میں سرگرمی کے ساتھ حصہ لیں۔ اپنے دوستوں عزیزوں اور رشتہ داروں کو اس کی خریداری کی ترغیب دیں تاکہ دین دنیا کے مشن کا دائرہ وسیع سے وسیع تر ہوتا چلا جائے۔

کاغذ کے قحط اور طباعت کے ناقابل برداشت اخراجات کی بنا پر اگرچہ اس اشاعت سے دین دنیا کی قیمت میں پچیس پیسے کا اضافہ کر دیا گیا ہے۔ یعنی ایک پرچہ کی قیمت دو روپیہ کر دی گئی ہے لیکن اس کے باوجود بھی دین دنیا پر اس قدر اخراجات کا بار بڑھتا چلا جا رہا ہے کہ اس کے چلانے میں شدید دشواریاں پیدا ہو رہی ہیں۔ ان دشواریوں پر صرف اسی طرح قابو حاصل کیا جا سکتا ہے کہ دین دنیا کے پڑھنے والے اپنے اس جریدہ کو پورا پورا تعاون دیں۔ یہ بات فراموش نہیں کرنی چاہئے کہ دین دنیا جیسے حق گو اور بیباک جریدہ کا تعاون اس ملک میں ملت اسلامیہ کی ایک نہایت مستحسن خدمت ہے

تاکہ وہ کیا کرے؟ پھر وہ مونا کی طرف بڑھا۔ آنکھوں میں خوشی کی چمک لئے بہت دیر تک اپنی پیاسی نظروں سے دیکھتا رہا۔ پھر اُس نے اپنے سلگتے ہوئے ہونٹ اُس کی پلکوں پہ رکھ دیئے۔

”رو رہی ہو میری جان! میری بھولی، میری لیلیٰ، میری سب کچھ“ ۔۔۔۔ مونا کی آنکھیں چھلک پڑیں۔ انہیں کو ایسا محسوس ہوا جیسے وہ کہہ رہی ہوں۔ اب تمہیں میرا خیال آیا ہے۔ اب آئے ہو میرے پاس؟ لیکن وہ اسی طرح سسکتی رہی۔

”مونا ۔۔۔۔ میری طرف سے یہ ساڑی کا تحفہ قبول کرو۔ آج ہم تمہیں اپنے ہاتھوں سے سنوار کر دلہن بناؤں گا۔ تمہاری ساری تمنائیں پوری کر دوں گا ۔۔۔۔ آؤ ہم دونوں مل کر ماضی کے آئینے پر پڑی ہوئی گرد کو صاف کر کے ایک نئی زندگی شروع کریں۔ جس میں ہماری آرزوئیں ہوں، تمنائیں ہوں اور زندگی سے بھرپور ہمارے قہقہے ہوں“ یہ کہکر انہیں نے سینٹ کی پوری کی پوری شیشی مونا کے چہرے پر مل دی۔ کمرے کی فضا خوشبوؤں سے بھر گئی۔

بند کمرے میں شرم و حجاب میں لپٹی ہوئی دبی دبی سی ہنسی کمرے کے خاموش ماحول میں چادر جھنکاتی رہی۔ رات آہستہ آہستہ سرکتی رہی۔

چاند کھجور کے درختوں کے پیچھے اونگھ رہا تھا ۔۔۔۔ اور پھر دبی دبی سرگوشیوں نے خاموشی کی لمبی چادر اوڑھ لی۔

صبح کی ہلکی ہلکی نرم و نازک ہواؤں نے مونا کے جسم کو چھوا تو اُس کی آنکھ کھل گئی۔ انہیں کے سونے کا انداز اُسے بے حد بھلا معلوم ہوا۔ اُس نے جھک کر انہیں کو پیار کر لیا۔ پھر اُس نے شب خوابی کا لباس بدلا۔ اور آہستہ آہستہ قدم اٹھاتے ہوئے بالکونی پہ آئی اور یہ دیکھ کر اُس کی آنکھیں حیرت سے پھیل گئیں ۔۔۔۔ کہ گلاب کا وہ پودا جو سوکھ گیا تھا۔ اب اُس میں شوخ و سبز پتیاں نکل آئی تھیں اور اُس میں گلاب کے دو پھول مسکرا رہے تھے۔ وہ دوڑ کر یہ خبر سنانے کے لئے انہیں کے کمرہ میں پہنچی تو انہیں جاگ چکا تھا۔ مگر اُس کی آنکھوں میں اِس وقت بھی نیند کا خمار باقی تھا اور جیسے ہی اُس نے یہ سنا کہ کالے گلاب کا مرجھایا ہوا پودا سرسبز ہو گیا ہے۔ تو اُس کی بانہیں پھر ایک بار مونا کو آغوش میں لینے کے لئے دراز ہو گئیں۔ ساری فضا میں مستی سی چھا گئی اور فضا مست خوشبوؤں سے پھر ایک بار معطر ہو گئی۔

سچے افسانوں اور ڈراموں کا لاجواب مجموعہ

فرعون کا معاشقہ

(از مفتی شوکت علی فہمی)

یہ خدائی کے دعویدار فرعون مصر کے عشق کی وہ دلگداز داستان ہے جبکہ فرعون کو ایک ٹھوکر لگی اور وہ ایک مظلوم قوم کی غریب لڑکی کے عشق میں اس بری طرح مبتلا ہوا کہ خدائی کے دعویدار فرعون نے اُس لڑکی کے قدموں پر سر رکھ دیا اور اُسکی ساری خدائی خاک میں مل گئی۔ یہ اپنی نوعیت کا نہایت ہی ولولہ انگیز ڈرامہ ہے

ذیل کے تاریخی افسانے اور ڈرامے اس مجموعہ میں شامل ہیں

(۱) فرعون کے معاشقہ کے علاوہ جو دوسرے تاریخی ڈرامے اور افسانے اس میں شامل ہیں وہ یہ ہیں مندر کی رقاصہ (۳) رستم و سہراب (۴) جہارانی کا دل (۵) حور مراکش (۶) اسپین کی شہزادی (۷) دشمنان توحید۔

ان لاجواب تاریخی ڈراموں اور افسانوں کے مطالعہ کے بعد آپ یہ کہنے پر مجبور ہو جائیں گے کہ یہ اپنی نوعیت کی پہلی کتاب ہے۔ انداز تحریر بہت دلکش ٹائٹیل رنگین۔ قیمت مجلد مع خوشنما ڈسٹ کور تین روپے پچاس پیسے

شاہی حرم کی داستان افسانوں کی شکل میں

دارا شکوہ کی رقاصہ

(از جناب مائل ملیح آبادی)

وہ مغل ولیعہد دارا شکوہ کی وفادار رقاصہ تھی جب شہنشاہ اورنگزیب نے دارا شکوہ کو قتل کرادیا اور شہزادہ مراد نے اُسے اپنے آغوش کی زینت بنانا چاہا تو اُس نے صاف الفاظ میں انکار کر دیا۔ وہ وفا اور محبت کی جیتی جاگتی تصویر تھی جس کی داستان بڑی دلگداز ہے

یہ بارہ تاریخی افسانے اس مجموعے میں شامل ہیں

(۱) دارا شکوہ کی رقاصہ (۲) بیاگمتی (۳) شاہجہاں کا دل (۴) لالہ رنگ (۵) چتوڑ کی راجکماری (۶) بادشاہ کی پجارن (۷) محبت کا نذرانہ (۸) سرفروش مجاہد (۹) مصر کا چاند (۱۰) عشق صادق (۱۱) سپاہی کی محبوبہ (۱۲) ابابیل

اس مجموعہ کا ہر افسانہ نہ صرف تاریخی ہے بلکہ حسن و عشق کے جذبات میں ڈوبا ہوا ہے ٹائیٹل رنگین اور باتصویر مجلد مع خوشنما ڈسٹ کور قیمت تین روپے پچاس پیسے

مصر، حجاز اور ہندوستان کے علما کی تعلیم ایجاد

ایک مہینہ میں عربی آجائے گی

دُنیائے اسلام کے مشہور علماء نے عربی زبان کو آسان بنانے کے لئے ایک انوکھی تعلیمی ایجاد پیش کی ہے۔ جس کے ذریعہ ہر شخص بڑی آسانی سے عربی زبان پر حاوی ہو سکتا ہے۔ یہ تعلیمی ایجاد "اتالیق عربی" کے نام سے پیش کی گئی ہے

اتالیق عربی ایک ایسی عجیب و غریب کتاب ہے جس کے ذریعہ اردو داں ایک مہینہ کے اندر ان عربی مدارس کے طلبا کا مقابلہ کرنے لگتے ہیں جو سالہا سال سے کتابیں رٹ رہے ہیں، یہ کتاب عربی زبان کے جدید تعلیمی اصول کے تحت لکھی گئی ہے صرف و نحو کی الجھنوں سے بالکل پاک ہے، اس کتاب کے ذریعہ بڑی آسانی سے عربی پڑھنا، عربی لکھنا اور عربی بولنا آجاتا ہے، عام فہم اس قدر کہ اس سے عورتیں اور بچے بھی فائدہ اٹھا سکتے ہیں۔ قیمت پانچ روپے۔

چند ہفتوں میں جدید اور قدیم فارسی زبان پر عبور

گھر بیٹھے فارسی پڑھ لیجئے

ماہرین تعلیم نے اب فارسی زبان کو اتنا آسان اور سہل بنا دیا ہے کہ اردو داں گھر بیٹھے قدیم اور جدید فارسی زبان پر بڑی آسانی کے ساتھ پورا پورا عبور حاصل کرسکتے ہیں اس غرض کیلئے

اتالیق فارسی ایک لاجواب کتاب ہے جس کے ذریعہ معمولی اردو داں حضرات بھی چند ہفتوں کے اندر فارسی زبان پر پورا عبور حاصل کر سکتے ہیں۔ یہ کتاب جدید اور آسان تعلیمی اصول کے تحت تصنیف کی گئی ہے۔ اس کتاب کے مطالعہ کے بعد ہر شخص آسانی سے فارسی بول سکتا ہے۔ فارسی لکھ سکتا ہے اور فارسی پڑھ سکتا ہے اس کتاب میں فارسی کی ابتدائی تعلیم سے لیکر آخر تک کی تعلیم اس خوبی کے ساتھ دی گئی ہے کہ بلاشبہ چند ہفتوں کے اندر قدیم اور جدید فارسی پر پورا عبور حاصل ہو جاتا ہے یہ کتاب دین دنیا پبلشنگ کمپنی کی تازہ ترین مطبوعات میں سے ہے۔ قیمت فی جلد چھ روپے

دین دنیا پبلشنگ کمپنی — جامع مسجد — دہلی ۶

دنیائے اسلام پر ایک نظر



خانہ کعبہ اسلام کے دشمنوں سے پاک

ایران میں خمینی کے خلاف بغاوت ۔ معزول شاہ افغانستان کی واپسی کا منصوبہ

(ہمارے سیاسی مفکر کے قلم سے)

خانہ کعبہ اسلام کے دشمنوں سے پاک

خدا کا ہزار ہزار شکر ہے کہ دو ہفتہ کے بعد خانہ کعبہ ۷ دسمبر کو اُن اسلام دشمنوں سے پاک ہو گیا۔ جنھوں نے کہ ایک نام نہاد "مہدی" کو آلہ کار اُس مسجد الحرام کو جنگ و پیکار کا مرکز بنا دیا تھا جو اللہ کا گھر ہے۔ جو دار الامن ہے۔ ہزار آٹھ سو ملحدوں کی تو حقیقت ہی کیا ہے اگر وہ بڑی سے بڑی تعداد میں بھی ہوتے تو صرف چند گھنٹوں کے اندر صفایا کر دیا جاتا۔ مگر ان بد باطنوں سے اس ارض مقدس کو پاک کرنے میں دو ہفتے محض اس لئے صرف ہوئے کیوں کہ سعودی حکومت کی شروع ہی سے یہ کوشش رہی کہ اس ارض مقدس پر انسانی خون نہ بہے۔ ملحدوں کے ہاتھوں اس مسجد اقدس کو کسی قسم کا نقصان نہ پہنچنے پائے۔ اور آخر مجبور ہو کر اُس وقت فتنہ پردازوں کے گرد گھیرا ڈالا گیا۔ جب کہ علمائے اسلام نے فتویٰ دیدیا۔ مگر اس فتوے کے بعد بھی انتہائی احتیاط سے کام لیا گیا۔ اور کم سے کم جانی نقصان کے بعد سب ہی فتنہ پردازوں کو یا تو گرفتار کر لیا گیا یا کیفر کردار کو پہنچا دیا گیا۔

ایسا معلوم ہوتا ہے کہ یہ بے دین مسجد الحرام میں داخل ہی اسی لئے ہوئے تھے کہ اس مقدس عمارت کو نقصان پہنچائیں۔ اور نمازیوں کا خون بہائیں۔ چنانچہ انھوں نے بڑی بے دردی سے حاجیوں کا خون بہایا اور بے گناہوں کی جانیں لیں۔ یہ بددین صرف سعودی ہی نہیں تھے بلکہ ان کے ساتھ یمنی، کویتی۔ مصری۔ مراکشی۔ اور پاکستانی ملحد بھی شامل تھے۔ اور انھوں نے مسجد الحرام کی چاروں میناروں کو نقصان پہنچایا ہے۔ اور حرم پاک کے دروازے بھی توڑ دئے ہیں۔ جس سے یہ بات صاف طور پر واضح ہو جاتی ہے کہ یہ صرف اسلام کے دشمن ہی نہیں تھے بلکہ تخریب پسند بھی تھے۔

اللہ کا کرم اور احسان ہے کہ دو ہفتہ کی تخریب پسندی کے بعد مسجد الحرام ان کے ناپاک وجود سے پاک ہو گئی اور ۷ دسمبر کو پورے تزک و احتشام کے ساتھ اس قابل احترام مسجد میں نماز جمعہ ادا کی گئی۔ جس میں کہ شاہ خالد شہزادہ فہد۔ اور سعودی حکومت کے مقتدر حضرات نے شرکت کی اور خانہ کعبہ کا طواف بھی کیا۔ لاکھوں فرزندان توحید نے بھی نماز میں شرکت کی سعادت حاصل کی۔ اور مرتدین کا فتنہ ختم ہونے پر اللہ تعالیٰ کا شکریہ ادا کیا۔ اس فتنہ کے فرد ہونے کے بعد چونکہ یہ پہلی نماز جمعہ تھی اس لئے حاضرین پر ایک خاص کیفیت طاری تھی خطبہ دیتے وقت امام کعبہ کی آواز بھرا رہی تھی۔ اور نمازیوں کی آنکھوں سے آنسو رواں تھے نماز جمعہ کے بعد شاہ خالد۔ ولیعہد شہزادہ فہد اور نیشنل گارڈ کے کمانڈر شہزادہ عبد اللہ نے مسجد الحرام کے مختلف حصوں کا معائنہ کیا۔ اس موقعہ پر حرم شریف کے خطیب نے کہا کہ دنیا بھر کے مسلمانوں کو ارض مقدس کے تحفظ اور اُس کی حرمت کی پاسبانی کے لئے متحد ہو جانا چاہئے یہی خدا کا پہلا گھر ہے اور اسی سے دنیا کے چپہ چپہ پر نور ہدایت پھیلا ہے۔

معلوم ہوا ہے کہ اس سانحہ کے بعد سعودی حکومت خانہ کعبہ کے اطراف میں مسلح فوجیوں کو مستقل طور پر تعینات کرنے کے سلسلہ میں غور و خوض کر رہی ہے۔ اس کے علاوہ حرم شریف میں ایسے کیمرے اور ٹیلی ویژن بھی لگائے جائیں گے جن کے ذریعہ اندر کی تمام کارروائی پر نظر رکھی جا سکے۔

حکومت سعودی عرب، کے اعلان کے مطابق جو لوگ کہ ملحدوں کے حملوں کے دوران شہید ہوئے ہیں اُن کے پس ماندگان کو مالی معاوضہ دیا جائے گا۔ نیز زخمیوں کو بھی معاوضہ دیا جائے گا۔ اس کے علاوہ جو حجاج کرام شہید ہوئے ہیں اُن کے لواحقین کی بھی معقول مالی اعانت کی جائے گی۔ اور جن فوجیوں کو ملحدوں کے مقابلہ میں نقصان پہنچا

اُن سب کو مالی امداد دی جائے گی۔ شہید ہونے والے شادی شدہ فوجیوں کے پس ماندگان کو ۲۰ لاکھ روپے اور غیر شادی شدہ فوجیوں کے وارثوں کو ۱۵ لاکھ روپے دئے جائیں گے۔ اور جن سعودی باشندوں کی عمارتوں کو نقصان پہنچا ہے وہ بھی معاوضہ کے مستحق ہوں گے۔

ریاض کے گورنر شہزادہ سلطان بن عبد العزیز نے اعلان کیا ہے کہ خانہ کعبہ کی بے حرمتی کے واقعات کی ابھی تک تحقیقات جاری ہے۔ اور پوری تفصیلات جلد ہی شائع کر دی جائیں گی۔ تاکہ پوری دنیائے اسلام جو اس سانحہ سے بے چین ہے اُسے جملہ حالات سے باخبر کیا جا سکے۔ نیز یہ بھی اعلان کیا گیا ہے کہ مجرموں کو جلد ہی سخت سے سخت سزا دی جائے گی۔

ایران میں خمینی کے خلاف بغاوت

ایران کے خود ساختہ صدر "آیت اللہ خمینی" کی تشددانہ سرگرمیوں کی وجہ سے خود ایران میں ان کے خلاف شدید ناگواری بڑھتی چلی جا رہی ہے اور اس ناگواری کا اس سے بڑھ کر اور کیا ثبوت ہو سکتا ہے کہ اب آیت اللہ خمینی کے ساتھیوں پر قاتلانہ حملے شروع ہو گئے ہیں۔ چنانچہ تہران کی ۱۷ر دسمبر کی اطلاع ہے کہ آیت اللہ خمینی کے دست راست ڈاکٹر مفاتح کو گولی مار کر ہلاک کر دیا گیا ہے۔ یہ واردات تہران کے عین وسط میں ہوئی جبکہ ڈاکٹر مفاتح مدرسہ میں داخل ہو رہے تھے حملہ آور نے بندوق سے چار گولیاں چلائیں۔ اور وہ جانبر نہ ہو سکے

اسی طرح عرب ٹائمز کی ایک اطلاع کے مطابق آیت اللہ خمینی کے خلاف انقلاب برپا کرنے کی غرض سے چھ فوجی ٹریننگ کیمپ ایران کی سرحد پر قائم کر دئے گئے ہیں اور ان فوجی کیمپوں کے ذریعہ ایران میں ایک نئے فوجی انقلاب کی تیاریاں شروع ہو گئی ہیں۔ اور عام خیال یہ ہے کہ ایرانی فوجیں بھی آیت اللہ خمینی کے خلاف اس تازہ انقلاب میں شامل ہو جائیں گی۔ سابق فوجی جرنل اویسی جو گذشتہ انقلاب میں فرار ہو گئے تھے خمینی کے خلاف نوجوانوں کو فوجی تربیت دے رہے ہیں۔ جس سے کہ ایران کو ایک نئے بحران کا اندیشہ ہے۔

اس کے علاوہ اس وقت آیت اللہ خمینی کو آذر بائیجان کے مذہبی رہنما آیت اللہ شریعت مداری کی بھی شدید مخالفت کا سامنا کرنا پڑ رہا ہے۔ چنانچہ آیت اللہ خمینی کے خلاف برابر مظاہرے ہو رہے ہیں اور ان مظاہروں میں لاکھوں ایرانی حصہ لے رہے ہیں اور پچھلے دنوں تبریز میں بھی آیت اللہ خمینی کے خلاف شدید مظاہرہ ہوا تھا جس میں کہ لاکھوں ایرانیوں نے حصہ لیا تھا اور مندرجہ بالا واقعات کی روشنی میں کوئی تعجب نہیں کہ جلد ہی آیت اللہ خمینی کے خلاف ایران میں کوئی جدید انقلاب رونما ہو جائے کیوں کہ ایرانی عوام اب علامہ خمینی کے عدم تدبر اور جابرانہ روش سے تنگ آ چکے ہیں۔

شاہ افغانستان کی واپسی کا منصوبہ

افغانستان سے جو اطلاعات موصول ہو رہی ہیں اُن سے یہ پتہ چلتا ہے کہ اب افغانی مجاہدین کی سرگرمیاں نقطۂ عروج پر پہنچ گئی ہیں۔ اور روسی حکومت اس قدر سراسیمہ اور پریشان ہے کہ وہ افغانستان کے معزول بادشاہ ظاہر شاہ کو جو یورپ میں جلا وطنی کی زندگی گزار رہے ہیں برسرِ اقتدار لانے کا منصوبہ بنا رہی ہے۔

اس وقت افغانستان میں روس کی کٹھ پتلی حکومت یعنی حفیظ اللہ امین کی حکومت قائم ہے۔ لیکن یہ حکومت اس حد تک متزلزل ہے کہ خود کابل میں حفیظ اللہ امین پر قاتلانہ حملے شروع ہو گئے ہیں چنانچہ اسلام آباد کی اطلاع ہے کہ افغانستان کے موجودہ صدر حفیظ اللہ امین کے کابل میں واقع سرکاری رہائش گاہ پر گزشتہ ہفتہ گولیاں چلی تھیں۔ جس کے نتیجہ میں صدر کے محافظ مارے گئے مگر حفیظ اللہ امین بچ گئے۔

اور اب ایک مغربی خبر رساں ایجنسی کی اطلاع کے مطابق حال ہی میں افغانستان کے وزیر خارجہ اسد اللہ امین پر کابل میں قاتلانہ حملہ کیا گیا۔ اُن کو فوری طور پر اسپتال میں داخل کر دیا گیا۔ جہاں ان کا اپریشن کر کے گولیاں نکال دی گئی ہیں۔ لیکن ابھی تک اُن کی حالت نازک ہے۔ اسد اللہ امین صدر حفیظ اللہ امین کے بھانجے ہیں۔ اور اُن پر قاتلانہ حملہ سے اندازہ لگایا جا سکتا ہے کہ کابل کی موجودہ حفیظ اللہ حکومت کے خلاف افغانی عوام میں کس قدر ناگواری پھیلی ہوئی ہے۔

ادھر مجاہدین کی ایجنسیوں سے جو اطلاعات آئی ہیں اُن سے پتہ چلتا ہے کہ مجاہدین کابل کے قریب تک پیش قدمی میں کامیاب ہو گئے ہیں

اور انھوں نے کابل سے ۶۰ کلومیٹر دور ایک فوجی اڈے باگرم کی جانب بڑھنا شروع کر دیا ہے۔ اور ان نازک حالات سے سراسیمہ ہوکر روسی حکومت سابق شاہ افغانستان کو برسر اقتدار لانا چاہتی ہے لیکن عام خیال یہ ہے کہ معزول شاہ افغانستان ظاہر شاہ کسی طرح بھی روس کے ہاتھوں میں کٹھ پتلی بننا پسند نہیں کریں گے۔

خانہ کعبہ پر حملہ کرنے والے کون تھے

خانہ کعبہ پر حملہ کرنے والے ملحدین کے بارے میں اس وقت تک جو کچھ معلوم ہو سکا ہے وہ یہ ہے کہ وہ بے دینوں کا ایک گروہ تھا جس میں کے سعودی باشندوں کے علاوہ یمنی، مصری، عراقی، کویتی اور پاکستانی باشندے بھی شامل تھے۔ یہ تقریباً ایک ہزار اور آٹھ سو کے قریب تھے جو ایک طرف تو دس بارہ جنازوں کی شکل میں ہتھیار لے کر آئے تھے اور دوسری جانب مسجد الحرام کے باہر کئی ٹرکوں پر لدے ہوئے ہتھیار اور ساز و سامان خوراک ان کے ساتھ موجود تھا۔ اور انھوں نے ۲۱ نومبر کو نماز فجر کے وقت مسجد الحرام میں داخل ہوکر تباہی اور بربادی شروع کر دی تھی۔ اس شیطانی گروہ کا سب سے بڑا سرغنہ جہیمان بن سیف ہے جسے گرفتار کیا جا چکا ہے اس نے ایک شخص کو جس کا نام محمد عبداللہ قحطانی بتایا جاتا ہے۔ نام نہاد امام مہدی بنا کر پیش کیا تھا اور حاجیوں کے سینوں پر پستول رکھ کر مطالبہ کیا تھا کہ وہ اسے امام مہدی تسلیم کریں۔ یہ نام نہاد "امام مہدی" ہلاک ہو چکا ہے اور اس کی لعش تہ خانے سے برآمد ہوئی ہے۔ ان حملہ آوروں میں سے نصف تو ابتدا ہی میں فرار ہو گئے تھے اور جو نصف باقی رہ گئے تھے وہ مسجد الحرام کے تہ خانوں میں روپوش تھے جنھیں بڑی دشواری سے زندہ یا مردہ حالت میں تہ خانوں سے نکالا گیا ہے۔ اور اب ان بددین فتنہ پردازوں کا صفایا ہو چکا ہے بعض ان میں سے ہنگامہ کے دوران کیفر کردار کو پہنچ گئے ہیں اور بعض زندہ گرفتار ہو چکے ہیں۔ جن کو عنقریب سخت سے سخت سزا دی جائے گی۔

سعودی حکومت کے ذرائع سے جو اطلاعات پہنچی ہیں وہ اس ہنگامہ کو غیر سیاسی قرار دے رہے ہیں۔ اور یہ کہا جا رہا ہے کہ یہ بدعقیدہ لوگوں کا ایک ایسا گروہ تھا جو ایک آوارہ اور سزا یافتہ طالب علم عبداللہ قحطانی کو امام مہدی بنا کر مسلمانوں کو گمراہ کرنا چاہتا تھا۔ بہر حال یہ خبر قابل اطمینان ہے کہ ان شر پسند شیاطین کا خاتمہ ہو چکا ہے۔

عرب ممالک میں صنعتی کارخانے

یہ چیز باعث اطمینان ہے کہ اب عرب ممالک صنعتی میدان میں بھی آگے بڑھ رہے ہیں۔ چنانچہ سعودی عرب۔ متحدہ امارات عربیہ۔ کویت اور کئی دوسرے عرب ممالک کے وفود دنیا کے مختلف صنعتی ممالک کا اس لئے دورہ کر رہے ہیں تاکہ اپنے ملکوں میں نئی نئی صنعتوں کو زیادہ سے زیادہ فروغ دیا جا سکے۔

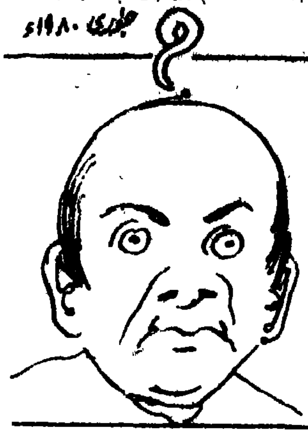
عرب ممالک کے سربراہوں میں یہ احساس دن بدن بڑھ رہا ہے کہ انہیں صرف تیل کی پیداوار پر انحصار نہیں کرنا چاہئے۔ اور اس مقصد کے لئے منظم جد و جہد شروع ہو گئی ہے۔

عرب ممالک میں اس وقت تیل کی جو بے پناہ دولت موجود ہے وہ ہمیشہ قائم رہنے والی نہیں ہے۔ اس لئے دانشمندی کا تقاضہ یہی ہے کہ اس دولت سے پورا پورا فائدہ اٹھا کر سب ہی عرب ممالک صنعتی بن جائیں اور ان کے لئے ایسا کرنا دشوار بھی نہیں ہے۔ چنانچہ معلوم ہوا ہے کہ بعض عرب ممالک میں صنعتی کارخانے قائم ہونے بھی شروع ہو گئے ہیں۔ اور بجا طور پر یہ توقع کی جا سکتی ہے کہ سب ہی عرب ممالک میں صنعتی کارخانوں کا قیام شروع ہو جائے گا۔ اور تیل پیدا کرنے والے عرب ممالک جلد ہی صنعتی ممالک بن جائیں گے۔

اسلام نے دنیا کو سوشلزم سے آشنا کیا

(باقی مضمون صفحہ ۱۲ کا)

اس طرح اسلام نے آج سے چودہ سو برس پہلے سماجی زندگی کا ایک ایسا نظام مرتب کر دیا تھا۔ جس سے استفادہ کرتے ہوئے آج سوشلزم کی عمارت کھڑی کرنے کی کوششیں کی جا رہی ہیں۔ یہ امر واقعہ ہے کہ دنیا کو حقیقی سوشلزم سے صرف اسلام نے آشنا کیا ہے۔ اور زمانہ حاضرہ کا سوشلزم اسلامی سوشلزم کے مقابلہ میں ناقص اور ناکارہ ہے۔



دلچسپ معلومات

حیرت انگیز اور عجیب و غریب انکشافات

(از ادارہ دین دنیا)

ایٹم کی دریافت قیامت کی نشانی

ڈاکٹر جان رسک کا ایٹمی دریافت پر ایک مقالہ اخبارات میں شائع ہوا ہے ۔ ڈاکٹر جان رسک امریکہ کے ایک مشہور سائنس داں ہیں ۔ اُن کا خیال ہے کہ ایٹمی دریافت کے نتائج پر اگر غور کیا جائے تو یہ ایک قیامت کی نشانی ہے اُن کا کہنا ہے کہ خواہ کسی جنگ میں اٹیمک ہتھیار استعمال ہوں یا نہ ہوں یہ دنیا اٹیمک تجربات کی بنا پر ہی فنا ہو جائے گی

ڈاکٹر جان لکھتے ہیں کہ آج دنیا کے مختلف ملکوں میں کہیں تو گرمی کے اضافہ کی شکایت ہے ۔ اور کہیں موسموں کی خلاف توقع تبدیلی کا رونا ہے ۔ اور کہیں نئی نئی بیماریوں کا ظہور ہے ۔ یہ سب کچھ اس کا نتیجہ ہے کہ آجکل دنیا کے سب ہی بڑی ممالک میں اٹیمک تجربات ہو رہے ہیں ۔ اور یہ تجربات فضا کو برابر مسموم کر رہے ہیں ۔

ڈاکٹر جان کی رائے ہے کہ اٹیمک دریافت محض اس لئے خطرناک نہیں ہے کہ اُس کے ذریعہ سے آئندہ جنگوں میں بے حد تباہی برپا ہوگی یہ دریافت جنگ کے بغیر بھی بے حد خطرناک ہے کیونکہ اگر اٹیمک ذرات برابر فضا میں تحلیل ہوتے رہے تو شاید انسان کے لئے آگے چل کر سانس لینا بھی دشوار ہو جائے گا ۔ اور اس کے بعد اس دنیا کا جو حشر ہوگا ظاہر ہے

— • —

شوہروں کو زہر دینے والی حسینہ

ایک ایسی خطرناک حسین عورت کے بارے میں واقعات اخبارات میں شائع ہوئے ہیں ۔ جو پے در پے گیارہ شوہروں کو زہر دے چکی ہے اور انہیں زہر دینے کے بعد کروڑپتی بن گئی تھی ۔

اس قاتلہ کا نام جینٹ ہے ۔ یہ سائنس کی گریجویٹ تھی اور ایک ایسے ڈاکٹر کی سکریٹری تھی جو خطرناک زہر تیار کرنے میں سارے یورپ میں مشہور تھا جینٹ نے ڈاکٹر کے ساتھ رہ کر ایک ایسا زہر معلوم کر لیا تھا کہ جسکو بھی یہ زہر دیدیا جاتا تھا ۔ وہ فالج کا شکار ہو جاتا تھا ۔

یہ بے حد حسین تھی اور ہمیشہ ایسے دولت مند بوڑھے مردوں کی تلاش میں رہتی تھی ۔ جو بے اندازہ دولت کے مالک ہوں چنانچہ اُس نے اپنی پہلی شادی ایک ستر سالہ کروڑپتی سے کی اور اُسے چند ماہ کے بعد ہی شراب میں ملا کر زہر دیدیا اور وہ فالج میں مبتلا ہو گیا ۔ اور جب اُس کی حالت خراب ہونے لگی تو اپنے حق میں ایسی دستاویزات لکھوائیں جن کے ذریعہ وہ اُسکی بیشتر دولت کی مالک بن گئی ۔ پہلے شوہر کے مرنے کے بعد اُس نے دوسرا شکار تلاش کیا اور اسی طرح اُس کی دولت پر بھی قبضہ جما لیا اور وہ یہ ہی کھیل کھیلتی رہی ۔ لیکن گیارہویں شوہر کو زہر دینے کے بعد بھانڈا پھوٹ گیا ۔ اور اِس قاتلہ کو سزائے موت ہوئی

— • —

غذا کی ضرورت نہیں رہیگی

اب سائنس نے یہانتک ترقی کر لی ہے کہ انسان کچھ کھائے پیئے بغیر زندہ رہ سکتا ہے ۔ چنانچہ روس کے ایک سائنس داں نے ایسی گولیاں ایجاد کی ہیں کہ صرف ایک گولی کھانے کے بعد انسان ۲۴ گھنٹہ کے لئے غذا سے بے نیاز ہو جاتا ہے ۔ نہ اُسے بھوک لگتی ہے اور نہ کسی قسم کی کمزوری محسوس ہوتی ہے ۔

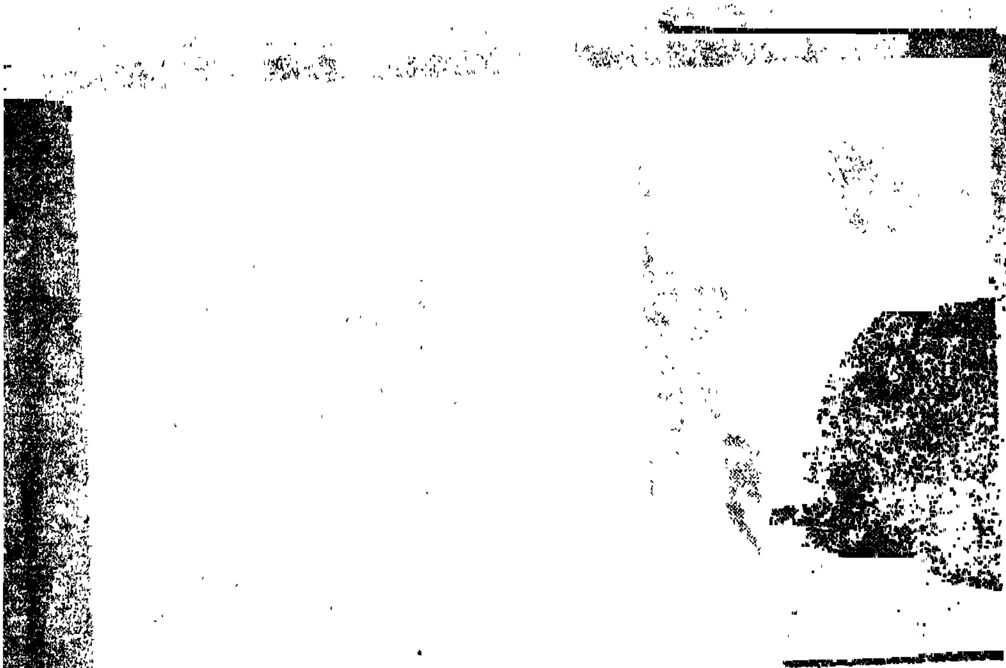
اِس سائنس داں کا کہنا ہے کہ صرف تیس گولیوں کی شیشی انسان کو غذا کی جانب سے بے فکر کر دیتی ہے ۔ ایک ماہ تک ان گولیوں کے ذریعہ انسان غذا کے علاوہ [illegible]



دین دنیا

دہلی





مسز اندرا گاندھی کی شاندار کامیابی پر ڈی ایم کے کے صدر مسٹر کروناندھی مبارکباد پیش کر رہے ہیں



[illegible]



سعودی عرب میں فلسطینی رہنما ”یاسر عرفات کا خیر مقدم“ گورنر ریاض شہزادہ سلمان انہیں خوش آمدید کہہ رہے ہیں۔



عراق کے بعث پارٹی کے لیڈر طہٰ محی الدین ”کردستان کونسل میں تقریر کر رہے ہیں



رجعت پسندوں نے اندرا جی سے پارلیمنٹ کی ممبری بھی چھین لی اور انہیں جیل
میں بھیج دیا مگر ہندوستانی عوام نے پھر ان ہی کو ملک کا اقتدار سپرد کر دیا
صدر جمہوریہ بھی ان کی کامیابی پر حیران ہیں





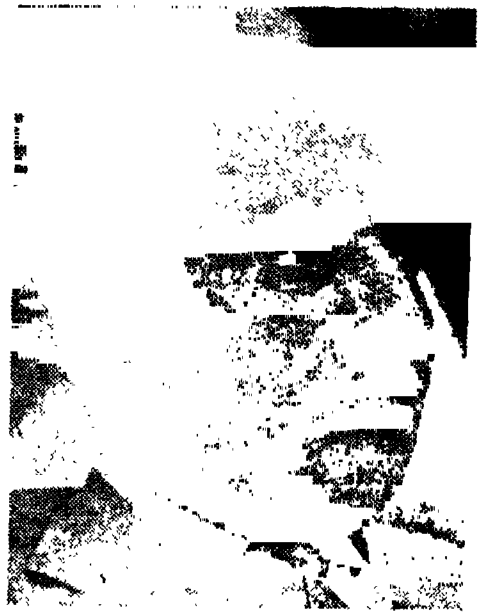
"مسز اندرا گاندھی" کی جوانی اور بچپن کی دو یادگار تصویریں



"مسٹر سنجے گاندھی اور مسز اندرا گاندھی" یوتھ کانگریس کی ایک ریلی میں



کانگریس آئی کے سیکریٹری جنرل "شری ایچ این بہوگنا" اور
"شاہی امام سید عبداللہ بخاری" دہلی کی ایک پریس کانفرنس میں



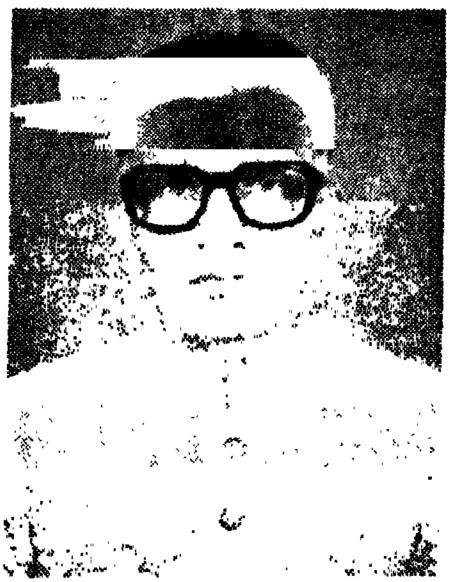
اندرا جی کے وفادار ساتھی "سید میر قاسم" خیال ہے کہ اندرا کانگریس کے صدر بنائے جائینگے



کانگریس آئی کے ممتاز لیڈر "کملاپتی ترپاٹھی" انہیں مرکزی کابینہ میں شامل کر لیا ہے



تین سال میں فرقہ پرستی کا دیو اسقدر خوفناک ہو گیا اب میں اسے دفن کر کے دم لونگی



کانگریس آئی کے اقلیتی شعبہ کے چیرمین "خورشید عالم" نے کہا ہے "اندرا جی کی شاندار کامیابی ان پر اقلیتوں کے اعتماد کا کھلا ثبوت ہے"

ہندوستان کا سب سے قدیم اور کثیر الاشاعت تاریخی اصلاحی ادبی مجلہ

ماہنامہ **دین دنیا** دہلی

(ایڈیٹر شوکت علی فہمی)

جلد [illegible] فروری ۱۹۸۰ نمبر ۲



[illegible]

ترسیلِ زر کا پتہ
دفتر ماہنامہ دین دنیا
دین دنیا ہاؤس متصل جامع مسجد۔ دہلی
[illegible]

سالانہ قیمت
[illegible] روپیہ
فی پرچہ
گیارہ روپے

[illegible]

۷۸۶

رفتارِ زمانہ

(از شوکت علی فہمی)

اندرا گاندھی کی واپسی

عوام کے اعتماد کو پورا کرنا اندرا جی کا فرض

حالیہ انتخابات کے بعد پھر عوام نے اِس ملک کی عنانِ حکومت اندرا جی کے سپرد کر دی ہے۔ اور انتخابات کے نتائج کے بعد جو خوش آیند اور اہم بات ہندوستان کے بارے میں ساری دنیا کے سامنے آئی ہے وہ یہ ہے کہ ہندوستان اگرچہ دوسرے ترقی یافتہ ملکوں کی طرح تعلیم یافتہ نہیں ہے۔ یہاں کا تعلیمی اوسط ابھی تک پچیس تیس فیصد سے آگے نہیں بڑھ سکا ہے۔ لیکن پھر بھی عوام میں اسقدر بیداری اور جمہوریت پسندی پیدا ہو چکی ہے۔ جو کسی بڑے سے بڑے ترقی یافتہ ملک کے باشندوں میں ہو سکتی ہے۔ وہ جس پارٹی کو اپنے لئے اور اپنے ملک کے لئے مفید سمجھتے ہیں اُسے اقتدار سپرد کر دیتے ہیں۔ اور جس پارٹی سے غیر مطمئن ہو جاتے ہیں آن کی آن میں اُس سے اقتدار چھین لیتے ہیں یہ ہی گذشتہ انتخابات میں یعنی سنہ ۱۹۷۷ء میں ہوا تھا۔ اور یہی حالیہ انتخابات کے بعد سنہ ۱۹۸۰ء میں ہوا ہے۔

جنتا پارٹی جس سے کہ حال ہی میں اقتدار چھینا گیا ہے۔ ہمارے ملک کی کوئی ایسی پرانی سیاسی پارٹی نہیں ہے جس نے کہ ملک و وطن کی کوئی معمولی سے معمولی خدمت بھی انجام دی ہو۔ یہ اقتدار کی بھوکی ایسی پارٹیوں کا مجموعہ ہے جسے عوام محض کانگریس سے خفا ہو کر اقتدار میں لائے تھے صرف اس لئے چونکہ بعض کانگریسی زعماء سے ایمرجنسی کے زمانہ میں جو زیادتیاں ہوئی تھیں اُس کی وہ کانگریس کو سزا دینا چاہتے تھے۔ عوام اگرچہ کانگریس سے برافروختہ ہو کر ابن الوقتوں کے ایک ٹولے کو ضرور برسرِ اقتدار لے آئے تھے لیکن اِس کے باوجود بھی ملک کا ہوشمند اور جمہوریت پسند طبقہ یہ سمجھ رہا تھا کہ جنتا پارٹی جو کہ راشٹریہ سنگھیوں اور جن سنگھیوں کا عنصر غالب ہے زیادہ مدت تک نہیں چل سکے گی اور مسز اندرا گاندھی اور اُن کی پارٹی ضرور دوبارہ برسرِ اقتدار آئے گی۔ خود ہماری بھی یہی رائے تھی جس کا کہ ہم بار بار دین دنیا کے گذشتہ شماروں میں اظہار کرتے رہے ہیں۔ لیکن یہ تصور بھی نہیں کیا جا سکتا تھا کہ جنتا لیڈر کرسیوں کی خاطر آپس میں لڑ جھگڑ کر اور قطعی نااہلیت کا ثبوت دے کر اتنی کم مدت میں حکومت کی کرسیاں چھوڑ کر راہ فرار اختیار کر لیں گے۔ جنتا پارٹی کے ہاتھوں میں اقتدار آنے کے بعد مسز اندرا گاندھی اقتدار سے محروم ضرور ہو گئی تھیں۔ لیکن پھر بھی اُن کی سابقہ خدمات کے پیشِ نظر عوام کے دلوں میں اُن کا احترام بدستور باقی تھا۔ اِس لئے جب اُنھوں نے ۱۹۷۷ء میں استعفے کا اعلان کیا تو اُسے ملک کے لئے ایک سانحہ سمجھا گیا۔ غیر جانب دار سیاست والوں اور اخبارات نے اِس سانحہ پر نہ صرف تاسف کا اظہار کیا بلکہ استعفے کے بعد اُن کی قومی اور ملکی خدمات کا کھلے دل کے ساتھ اعتراف کیا چنانچہ خود ہم نے اُن کے استعفے پر اظہارِ افسوس کرتے ہوئے دین دنیا ماہ اپریل ۱۹۷۷ء کے شمارہ میں لکھا تھا۔

"مسز اندرا گاندھی اور اُن کی پارٹی کو انتخابات میں شکست ہو چکی ہے اب وہ اِس ملک کی وزیر اعظم نہیں رہیں۔ اُنھوں نے اپنے استعفے کے بعد نئی حکومت سے ساتھ جس تعاون کا اظہار کیا ہے وہ عین اُن کے وقار کے مطابق ہے۔ مسز اندرا گاندھی خواہ اِس ملک کی وزیر اعظم رہیں یا نہ رہیں۔ لیکن وہ پھر بھی اِس ملک کی مقتدر لیڈر رہیں۔ کون اِس بات سے انکار کرسکتا ہے کہ اندرا جی کے دورِ حکومت میں ساری دنیا میں ہمارے ملک کا وقار بڑھا ہے اور اِس ملک کی عزت میں غیر معمولی اضافہ ہوا ہے۔ ہندوستان جیسے غریب ملک کا ایٹمی برادری میں شامل ہو جانا کوئی معمولی بات نہیں اور اِس کا کریڈٹ بجا طور پر اندرا جی کو دیا جاسکتا ہے۔ چند بڑے ملکوں کو چھوڑ کر آج ہندوستان فوجی اعتبار سے دنیا کا طاقتور ترین ملک ہے۔ ہندوستان کی سرحدیں اتنی مضبوط ہیں کہ کسی دشمن ملک کو ہندوستان کی جانب نظر اٹھانے سے قبل دس مرتبہ سوچنا پڑے گا۔ لڑاکا ہوائی جہاز۔ آرمرڈ کاریں ٹینک میزائل۔ سمندری جہاز۔ اور ہر قسم کے ہلکے اور بھاری اسلحہ ہندوستان میں بن رہے ہیں۔ اسلحہ کے معاملہ میں ہم آج کسی کے محتاج نہیں بلکہ بڑی حد تک کفیل ہو چکے ہیں۔ اور یہ بے پناہ دفاعی طاقت ہمارے ملک کو اندرا جی کے دور میں ہی حاصل ہوئی ہے۔ اقتصادی اور صنعتی اعتبار سے بھی ہمارے ملک نے نمایاں ترقی کی ہے۔ آج کروڑوں روپیہ کا نہیں ملکہ اربوں روپیہ کا ہمارا تجارتی سامان دنیا کی منڈیوں میں فروخت ہو رہا ہے۔ اور عرب منڈیوں پر تو ہم چھا چکے ہیں۔ اور ملک کی اِس اقتصادی ترقی میں بھی اندرا جی کا بہت بڑا ہاتھ ہے۔ مسز اندرا گاندھی نے ملک و وطن کی جو عظیم خدمات انجام دی ہیں۔ اُنہیں کسی طرح بھی نظر انداز نہیں کیا جا سکتا۔ وہ اِس ملک کی بے مثال انتھک اور موصلہ مند لیڈر ہیں۔ جب وہ وزیر اعظم تھیں تب بھی اور آج جبکہ وہ وزیر اعظم نہیں رہی ہیں تو اِس وقت بھی اِس ملک کو اُن کی شدید ضرورت ہے۔"

(دین دنیا اپریل ۱۹۷۷ء)

مسز اندرا گاندھی کے استعفے کے وقت یہ صرف ہمارے احساسات نہیں تھے بلکہ ملک کے سب ہی ہوشمند طبقوں کی جانب سے اسی قسم کے خیالات کا اظہار کیا گیا تھا۔ لیکن جنتا لیڈروں نے اقتدار سنبھالتے ہی اندرا جی کی تمام تر خدمات کو نظر انداز کرتے ہوئے اُن کی کردار کشی شروع کردی۔ اُنہیں طرح طرح سے بدنام کیا جانے لگا۔ یہاں تک کہ اُنہیں جیل بھیجنے کی شد و مد سے تیاریاں شروع ہو گئیں۔ درجنوں الٹے سیدھے مقدمات اُن کے خلاف قائم کردئے گئے۔ اور ایسا معلوم ہوتا تھا کہ اِن جنتا لیڈروں نے حکومت کی کرسیاں ملک کی فلاح و بہبود کے لئے نہیں بلکہ صرف مسز اندرا گاندھی سے سیاسی انتقام لینے کے لئے سنبھالی ہیں۔

ہماری روزِ اول ہی سے یہ رائے ہے کہ شاید عوام کو مسز اندرا گاندھی سے اتنی ہمدردی نہ پیدا ہوتی۔ اگر جنتا لیڈروں نے اُن کے ساتھ اقتدار سنبھالتے ہی انتقامی اور معاندانہ روش اختیار نہ کی ہوتی۔ عوام مسز اندرا گاندھی اور اُن کے ساتھی وزرا کو مسترد کرکے اور وزارتی کرسیوں سے ہٹا کر کافی سزا دے چکے تھے۔ لہٰذا اُنھوں نے اِس بات کو سخت ناپسند کیا کہ جب عوامی عدالت اُنہیں سزا دے چکی ہے تو جنتا پارٹی محض ذاتی انتقام کی خاطر مزید انتقامی قدم کیوں اٹھا رہی ہے۔ اور اپنی وہ توانائی جو عوام کی فلاح و بہبود پر صرف ہونی چاہئے اُسے ذاتی انتقام پر کیوں برباد کررہی ہے۔ نیز صرف مخالفانہ پروپیگنڈے کی خاطر بے نتیجہ کمیشنوں پر جنتا حکومت عوام کا کروڑوں روپیہ آخر کیوں برباد کررہی ہے۔

یہ بات تو سب ہی کو معلوم ہے کہ جنتا لیڈروں نے اپنی بدترین معاندانہ ذہنیت کا اظہار کرتے ہوئے اندرا جی کو ایک سرتا پا جھوٹے مقدمہ میں شروع ہی میں گرفتار کرلیا تھا جس سے کہ وہ دوسرے ہی دن بری کردی گئیں۔ اور بری ہونے کے بعد عوام کی ہمدردیاں اُن کے ساتھ اتنی بڑھ گئیں کہ وہ دوبارہ منتخب ہو کر پارلیمنٹ میں جا پہنچیں۔ لیکن جنتا لیڈروں کی معاندانہ روش ٹھوکر کھانے کے بعد بھی بدستور جاری رہی یہاں تک کہ ایک نام نہاد مراعات شکنی کا معاملہ کھڑا کرکے نہ صرف اُنہیں جیل بھیج دیا گیا بلکہ پارلیمنٹ کی ممبری سے بھی اُنہیں محروم کردیا گیا۔ یعنی انتقام کے جوش میں چک منگلور کے اُن لاکھوں رائے دہندگان کو بھی سزا دیدی گئی جنھوں نے کہ اپنی نمائندگی کے لئے اندرا جی کو پارلیمنٹ میں بھیجا تھا جس سے کہ پورے ملک میں اضطراب پھیل گیا۔ مگر جنتا لیڈر انتقام لینے پر بدستور تلے رہے حالانکہ ملک کی سب ہی اپوزیشن پارٹیاں اندرا گاندھی کو جیل بھیجنے کی شدید مخالف تھیں۔ لیکن جنتا لیڈروں کو تو مسز اندرا گاندھی سے سیاسی انتقام لینا تھا۔ اور اُنھوں نے انتقام لے لیا۔

جنتا لیڈروں کی انتہائی ذلیل اور پست ذہنیت کا اندازہ اِس سے لگایا جاسکتا ہے کہ اُنھوں نے اندرا جی جیسی مقتدر ہستی پر اسمگلنگ تک کا الزام لگانے سے گریز نہیں کیا۔ چنانچہ اسمگل شدہ مال کی تلاش میں

اُن کے فارم کی کھدائی تک کرائی گئی اور یہ کہا گیا کہ اُنھوں نے اسمگل شدہ مال کا پورا خزانہ اپنے فارم میں دفن کر رکھا ہے۔ مگر گھنٹوں کھدائی اور تلاشی کے باوجود انہیں ندامت کا منہ دیکھنا پڑا اور اس منتقمانہ معاندانہ روش کا نتیجہ یہ نکلا کہ عوام میں دن بدن مسز اندرا گاندھی کے ساتھ ہمدردیاں بڑھتی چلی گئیں اور اندرا جی کی پارٹی یعنی کانگریس (آئی) دن بدن مضبوط ہوتی چلی گئی اور نوبت یہاں تک پہنچ گئی کہ اندرا جی کی نظر کرم کے بغیر نہ تو چرن سنگھ ہی اپنی وزارت عظمٰی کو بچا سکے اور نہ بابو جگجیون رام ہی کی وزیر اعظم بننے کی تمنا پوری ہو سکی۔ اور اس کے بعد حالیہ انتخابات ہوئے تو شری چرن سنگھ اور بابو جگ جیون رام دونوں کی پارٹیوں کا ایک سرے ہی سے صفایا ہو گیا۔ اور ہندوستانی عوام نے کلی طور پر ملک کا اقتدار مسز اندرا گاندھی کے سپرد کر دیا۔

اس میں ذرا بھی شبہ نہیں کہ مسز اندرا گاندھی بڑی حوصلہ مندی کے ساتھ سخت ترین حالات کا مقابلہ کرکے اقتدار کی کرسی تک پہنچی ہیں۔ لیکن ان کی اگلی منزل اور بھی زیادہ کٹھن ہے۔ انہیں قانون اور انتظام کی بگڑی ہوئی حالت کو درست کرنا ہے۔ عوام کی اقتصادی حالت کو سنبھالنا ہے۔ گرانی اور بے روزگاری کا مقابلہ کرنا ہے اور ان سب وعدوں کو پورا کرنا ہے جو انھوں نے کانگریس آئی کے انتخابی منشور میں کئے ہیں۔ اور ساتھ ہی عوام کا بھی فرض ہے کہ وہ ملک کے حالات کی اصلاح میں اندرا جی کی حکومت کو پورا پورا تعاون دیں۔ ہمیں امید رکھنی چاہئے کہ عوام نے اندرا جی پر جو اعتماد کیا ہے اندرا جی اُس کی قدر کریں گی اور عوام کے اعتماد کو ضائع نہیں ہونے دیں گی۔

جنتا لیڈروں کو عوام سے شکایت

مسٹر اٹل بہاری باجپائی اور دوسرے جنتا لیڈروں کو اس ملک کے عوام سے شکایت ہے کہ اُنھوں نے حالیہ انتخابات میں جنتا پارٹی کی خدمات کو قطعی بھلا دیا۔ اُن کا کہنا ہے کہ جنتا پارٹی نے کئی اچھے کام بھی کئے ہیں مثلاً جمہوریت کی بحالی۔ پریس کی آزادی اور اقلیتوں کے لئے اقلیتی کمیشن اس لئے اچھا تو یہ تھا کہ جنتا پارٹی کو ایک موقعہ اور دیا جاتا تاکہ وہ اپنے ادھورے کام کو پورا کر سکتی۔

جنتا لیڈروں کا فرمانا بجا اور درست لیکن ہم سمجھتے ہیں کہ جنتا پارٹی نے ملک اور عوام کے لئے کوئی خدمت انجام دی ہو یا نہ دی ہو لیکن وہ وزارتوں کی بندر بانٹ کا کاروبار اپنے دور اقتدار میں ضرور کرتی رہی ہے۔ کبھی مرارجی وزیر اعظم بنائے گئے۔ اور کبھی چرن سنگھ اور بابو جگ جیون رام میں نائب وزیر اعظموں کے عہدے تقسیم ہوتے رہے اور وزارتوں کی اس جھگڑے ہی کی بدولت جنتا پارٹی کے ٹکڑے ہوئے یہاں تک کہ شری چرن سنگھ نے اپنی ڈیڑھ اینٹ کی حکومت بنا کر الگ کھڑی کر دی جو صرف چند روزہ ثابت ہوئی۔

سب ہی کو معلوم ہے کہ جنتا لیڈروں کی عہدوں اور کرسیوں کی یہ جنگ ہی تھی جس نے کہ ملک کے ایڈمنسٹریشن کو اس طرح تباہ کر کے رکھ دیا تھا کہ یہ معلوم ہی نہیں ہوتا تھا کہ اس ملک میں کوئی حکومت ہے بھی یا نہیں۔ ملک کا پورا ایڈمنسٹریشن اُس نوکرشاہی کے ہاتھوں میں چلا گیا تھا جسے عوام کی مشکلات سے کوئی دلچسپی ہی نہیں ہو سکتی۔ عوام کی نہ جانیں محفوظ رہیں اور نہ مال و آبرو۔ ملک تباہ ہوتا رہا۔ اور جنتا لیڈر عہدوں اور کرسیوں کے لئے ایک دوسرے سے لڑتے رہے۔

جنتا لیڈروں کی اس خانہ جنگی سے یوں تو پورے ملک ہی کو شدید نقصان پہنچا ہے۔ لیکن وہ اقلیتیں سب سے زیادہ گھاٹے میں رہی ہیں۔ جنھوں نے کہ بڑے جوش و خروش سے اُسے ووٹ دے کر وزارت کی کرسیوں پر بٹھایا تھا۔ ان جنتا لیڈروں نے اقلیتوں اور پس ماندہ طبقوں سے بڑے بڑے وعدے کئے تھے۔ لیکن سب سے زیادہ مصیبت ان ہی کو جنتا دور میں برداشت کرنی پڑی ہے۔ مثلاً پس ماندہ طبقوں کو زندہ جلا یا گیا۔ فرقہ وارانہ فسادات پہلے بھی ہوتے رہتے لیکن جنتا دور حکومت میں فسادات ملک کے اُن گوشوں میں بھی پھیل گئے جہاں فساد کبھی ہوئے ہی نہیں تھے۔ اور پھر جمشید پور اور علی گڈھ میں جو فسادات ہوئے وہ تو کئی کئی ماہ تک مسلسل جاری رہے۔ اور اردو زبان کے سلسلہ میں جنتا دور میں پہلی مرتبہ یہ انکشاف ہوا کہ یہ زبان ایک سرے ہی سے غیر ملکی ہے۔ جسے مغل اپنے ساتھ لے کر آئے تھے جس اقلیتی کمیشن کے قیام پر آج جنتا لیڈر فخر کر رہے ہیں۔ وہ روز اول ہی سے اختیارات سے محروم رہا۔ جنتا حکومت نے نام کے لئے تو اقلیتی کمیشن قائم کر دیا تھا مگر اُسے وزارت داخلہ کی لونڈی بنا کر رکھ دیا گیا۔ پھر یہ جنتا حکومت ہی تھی جس نے کہ مسلم پرسنل لا پر کاری ضرب لگانے کے لئے

پارلیمنٹ میں متبنیٰ بل لانے کی کوشش کی۔ اور اس پر مزید یہ کہ جنتا پارٹی نے اپنے ایک پارلیمنٹ کے ممبر کے ذریعہ غیر ہندو مذاہب پر ضرب لگانے کے لئے ایک نام نہاد "مذہبی آزادی بل" پاس کرانے کی کوشش کی جس کا ناپاک مقصد یہ تھا کہ اس کا سہارا لے کر اسلام اور عیسائیت پر کاری ضرب لگائی جائے۔ اور پھر مسلم یونیورسٹی کے اقلیتی کردار کو جس بے دردی کے ساتھ جنتا دور میں ذبح کیا گیا ہے وہ سب ہی پر روشن ہے۔

حیرت ہے کہ اپنے اِن کرتوتوں کے باوجود جنتا لیڈر اِس بات کے متمنی ہیں کہ انہیں ایک مرتبہ حکومت کرنے کا موقع اور دیا جاتا۔ ہمارا خیال ہے کہ اگر عوام غلطی سے جنتا پارٹی کو ایک موقعہ اور دے دیتے تو شاید یہ ملک تباہ ہی ہو جاتا اور اِس ملک کی ڈکٹیٹر شپ اُن راشٹریہ سنگھیوں کے ہاتھوں میں پہنچ جاتی جو اس ملک میں جمہوریت اور سکولرزم کے سب سے بڑے دشمن ہیں

افغانستان پر بے دینوں کا یلغار

صرف دنیائے اسلام ہی کے لئے نہیں بلکہ دنیا کے سب ہی جمہوریت پسند ملکوں کے لئے یہ سانحہ بڑا ہی المناک سانحہ ہے کہ چنگیز خاں۔ ہلاکو اور ہٹلر کے نقش قدم پر چلتے ہوئے روس کے کمونسٹوں نے پوری طاقت سے افغانستان کے غدار اور بے دین لیڈروں کا اشارہ پا کر افغانستان پر حملہ کر دیا ہے۔ اور اب اِس حملہ کے بعد ہمارے نزدیک "مسلم افغانستان" کا زندہ اور برقرار رہنا مشکل ہی نظر آتا ہے۔ یہ بات یاد رہے کہ افغانستان کے مسلم نما بے دین کمونسٹ لیڈر کئی سال سے اندر ہی اندر افغانستان کی مسلم حکومت کی بنیادیں کھود رہے تھے اور آخر حال ہی میں افغانستان کے نام نہاد کمونسٹ صدر بابرک کارمل نے روسی فوجوں کو افغانستان آنے کی دعوت دے کر اس پورے ملک کو بے دین کمونسٹوں کے پنجہ میں دیدیا ہے۔ یہ بات بھی فراموش نہیں کرنی چاہئے کہ مسلمانان افغانستان مدت دراز سے ان کمونسٹ بے دینوں کے خلاف جنگ کر رہے ہیں۔ چنانچہ مجاہدین اسلام آج بھی بے دینی کے اس فتنہ کو جڑ اور بنیاد سے اکھاڑنے کے لئے جان کی بازی لگائے ہوئے ہیں۔ ان ہی مجاہدین اسلام کو کچلنے کے لئے بابرک کارمل جیسے بے دین کمونسٹ لیڈروں نے روس کی فوجوں کو افغانستان میں آنے کی دعوت دیدی ہے۔ تاکہ افغانستان سے اسلام کا نام و نشان تک مٹ جائے۔

ہمارے ملک کے وزیر خارجہ شری نرسمہا راؤ نے افغانستان میں روس کی فوجی مداخلت کو ناپسند کرتے ہوئے اِس اطمینان کا اظہار کیا ہے کہ "روسی فوجیں واپس چلی جائیں گی" مگر ہمارا تلخ تجربہ بتاتا ہے کہ جس خطہ میں بھی یہ بے دین گھس جاتے ہیں وہاں سے نکلنے کا نام ہی نہیں لیتے۔ اور خصوصیت کے ساتھ یہ مسلمانوں کے تو ہزاروں اور لاکھوں میل کے علاقوں پر گذشتہ جنگ عظیم کے بعد سے قابض ہیں۔ بخاری شریف کے مولف حضرت ابو عبداللہ بخاری کے وطن بخارا پر کمونسٹوں کا قبضہ ہے۔ تاشقند جو صدیوں تک اسلامی علوم و فنون کا مرکز رہا ہے وہ اِن ہی بے دینوں کے قبضہ میں ہے۔ ازبکستان۔ آذر بائجان۔ تاجکستان جہاں آج بھی اسی فیصد مسلمانوں کی آبادی ہے۔ اُن پر بھی یہی کمونسٹ قابض ہیں۔ اِس کے علاوہ کشغر۔ چواش۔ اور ماذی جیسے بے شمار علاقوں میں۔ جہاں مسلمانوں کی اکثریت ہے۔ کمونسٹ مسلط ہیں۔ اور یہ بات تو سب ہی کو معلوم ہے کہ سوویت روس ایک ایسا ملک ہے جہاں نہ جمہوریت ہے اور نہ رائے کی آزادی۔ وہاں ایک قسم کی ڈکٹیٹر شپ قائم ہے۔ جس کا سب سے زیادہ خمیازہ مسلمان برداشت کر رہے ہیں۔ ایسی حالت میں ہمیں شبہ ہے کہ اب افغانستان ایک مسلم ملک کی حیثیت سے زندہ اور برقرار رہ سکے گا۔

کمونسٹوں کے پٹھو صدر بابرک کارمل کے اشارہ پر افغانستان میں جس انداز سے فوجیں داخل ہوئی ہیں اور ہو رہی ہیں۔ اُس سے ظاہر ہے کہ اُن کے داخلہ کا کیا منشا ہے۔ افغانستان کی مسلم فوجوں کو غیر مسلح کر دیا گیا ہے اور پورے افغانستان میں کمونسٹ فوجیں پھیلا کر اسے روس کی فوجی چھاؤنی بنایا جا رہا ہے۔ ہیلی کوپٹر اور ہم بار ہوائی جہاز فضا پر چھائے ہوئے ہیں۔ دہلی کے انگریزی روزنامہ اسٹیٹسمین کے نامہ نگار غفری کر ایم۔ ایل۔ کوٹھ کی کابل سے آئی ہوئی خبر رپورٹ اخبارات میں شائع ہوئی ہے اُس سے ہماری آنکھیں کھل جانی چاہئیں اُن کا بیان ہے۔

"ہر طرف روسی سپاہی دکھائی دے رہے تھے۔ غروب آفتاب کے بعد روسی فوج شہر کو اپنے چارج میں لے لیتی ہے۔ کابل سے باہر کارگاہ کے علاقہ میں دور دور تک لاتعداد روسی سپاہی ٹینک اور

بکتر بند گاڑیاں پھیلی ہوئی ہیں۔ کارگاہ سے کابل تک جانے والی سڑک کے دونوں جانب دو ڈویژن روسی فوج متعین ہے۔ یہ خاص طور پر اُس افغان فوجی ڈویژن پر نظر رکھے ہوئے ہے۔ جسے تقریباً قید کرلیا گیا ہے۔ افغانی فوجی غیر مسلح اور بے وقار کردئے گئے ہیں۔ یہ کانٹے دار تار کی باڑھ کے پیچھے سے بے بسی کے ساتھ آنے جانے والوں کو دیکھا کرتے ہیں افغانستان کے دوسرے اندرونی علاقوں کی طرح کارگاہ میں بھی روسی فوجی بہت بڑی تعداد میں موجود ہیں۔ ان کے ٹینکو پر نصب سینکڑوں توپیں۔ طیارہ شکن توپیں اور توپ خانہ کی ہزاروں گاڑیاں کارگاہ کا ایک خوفناک اور بھیانک منظر پیش کر رہی ہیں۔ افغان فوج کے ایک سابق افسر نے رازدارانہ انداز میں بتایا کہ اس وقت افغانستان میں افغانیوں سے زیادہ روسی فوجی موجود ہیں۔ بدخشاں سے چھاتہ بردار فوج کے اترنے کی بھی اطلاع ملی ہے۔ افغانی عوام موجودہ صورت حال پر بےحد برہم ہیں۔ یہ ایک عام بات ہے کہ جب بھی کوئی روسی سپاہی یا فوجی گاڑی گزرتی ہے تو افغانی بطور احتجاج اُس کی جانب منہ کرکے تھوکتے ہیں — لوگ چھتوں پر چڑھ چڑھ کر روسیوں کے خلاف صدائے احتجاج بلند کر رہے ہیں"۔

اخبار اسٹیٹسمین کے اِس نامہ نگار کے مندرجہ بالا بیان کے علاوہ ۲۴ر جنوری کی بھارتیہ نیوز ایجنسی کی اطلاع ہے کہ اب افغانستان میں سیول محکمہ سنبھالنے کے لئے بھی روسی پہنچ چکے ہیں۔ اِس کے علاوہ وائس آف امریکہ کی رپورٹ کے مطابق گذشتہ چند دنوں میں ماسکو سے چار ہزار سیول افسران کابل پہنچے ہیں۔ جو صدر ببرک کارمل کو حکومت کے نظم و نسق میں مدد دے رہے ہیں۔ سرکردہ افغانی افسروں کو ہٹا دیا گیا ہے۔ اور ان کی جگہ روسی افسروں نے سنبھال لی ہے۔ اور ایک اطلاع یہ بھی ہے کہ افغانستان کے مدرسوں میں روسی زبان پڑھانے کی بھی تیاریاں ہورہی ہیں۔ اور ان تمام واقعات سے بخوبی اندازہ لگایا جاسکتا ہے کہ افغانستان میں کیا کچھ ہو رہا ہے۔ اور کس لئے ہو رہا ہے۔

افغانستان کے کٹھ پتلی صدر ببرک کارمل کا کہنا یہ ہے کہ افغانستان میں روسی فوجوں کو ملک کے باغیوں سے (یعنی مجاہدین) سے پاک کرنے کے لئے بلایا گیا ہے لیکن اس طرح روسی فوجوں کا پورے افغانستان پر مسلط ہو جانا۔ افغانی فوجوں سے اسلحہ چھین لینا اور سیول عہدے بھی روسیوں کے سپرد کر دینا۔ کچھ اور ہی ظاہر کر رہا ہے۔ ببرک کارمل جیسے غدار کمیونسٹ لیڈر کے اشارے پر افغانستان کے اِس دردناک انجام سے سب ہی ایشیائی ملکوں کی آنکھیں کھل جانی چاہئیں اور خصوصیت کے ساتھ ہندوستان کے لئے تو بہت ہی بڑا خطرہ پیدا ہوگیا ہے۔ کیونکہ ہمارے ملک کے بنگال اور کیرالہ جیسے سرحدی علاقوں میں کمیونسٹ کے بہت زیادہ اثرات ہیں۔ اگر آج افغانستان کے کمیونسٹ لیڈر افغانستان کے ساتھ غداری کر سکتے ہیں۔ تو یہی سب کچھ دوسرے ایشیائی ملکوں میں بھی ہو سکتا ہے۔ افغانستان کے بارے میں خواہ کتنی ہی تسلیاں کیوں نہ دی جائیں لیکن ہمیں ایسا محسوس ہو رہا ہے کہ افغانستان کی آزادی خطرہ میں پڑ چکی ہے۔ اور اب وہاں سے روسی فوجوں کا نکلنا آسان نہیں — اور افغانستان پر روسیوں کے تسلط کے بعد نہ ایران ہی محفوظ ہے۔ نہ خلیج فارس کے ممالک بلکہ عرب ممالک بھی خطرہ میں پڑ گئے ہیں۔ اب دیکھنا ہے کہ مسلم ممالک اور جمہوریت پسندی ممالک اس شدید خطرہ کے مقابلہ کے لئے کونسا قدم اٹھاتے ہیں۔

آسام کے یہ "ہند دشمن غدار"

سب ہی کو معلوم ہے کہ آسام میں کئی ماہ سے فرقہ پرستی کی آگ بھڑکی ہوئی ہے۔ آسام کے مسلمانوں کو خصوصاً اور آسام کے دوسرے باشندوں کو عموماً "غیر ملکی" قرار دے کر آسام سے نکال دینے کا بڑی شدت سے مطالبہ کیا جا رہا ہے۔ جا بجا فسادات ہو رہے ہیں۔ لوگوں کے گھروں کو جلا کر ڈھیر کر دیا گیا ہے اور لاقانونیت کا عالم یہ ہے کہ وہاں صرف چند سیٹوں کے علاوہ لوک سبھا کے انتخابات بھی نہیں ہو سکے ہیں۔ اور ایسا محسوس ہو رہا ہے جیسے کہ آسام میں کوئی حکومت ہی نہیں ہے بلکہ وہاں جنگل کا قانون رائج ہے۔

آسام کی اِس لاقانونیت اور وہاں کے باشندوں کو غیر ملکی بنانے کی خطرناک تحریک کے سلسلہ میں اب ایک بالکل نیا اور تشویشناک انکشاف ہوا ہے اور وہ یہ ہے کہ آسام میں اِس ایجی ٹیشن کے پھیلانے والے وہ علیحدگی پسند غدار ہیں جو آسام کو باقی ملک سے کاٹ کر اُسے علیحدہ کر لینا چاہتے ہیں۔ چنانچہ حال ہی میں وزیر اعظم مسز اندرا گاندھی نے ممبران پارلیمنٹ کو بتایا ہے کہ

"آسام میں ایک قسم کی علیحدگی پسندانہ تحریک کی حوصلہ افزائی کی جا رہی ہے اور آسام میں کچھ ہند دشمن پوسٹر بھی چھاپے گئے

ہیں جن سے پتہ چلتا ہے کہ آسام میں طالب علموں نے "غیر ملکیوں" کے نام پر جو ایجی ٹیشن شروع کیا تھا وہ اب اُن کے ہاتھوں سے نکل گیا ہے۔ اور انتہا پسند گروپوں نے اس پر قبضہ کر لیا ہے۔"

وزیر اعظم کے اِس انکشاف کے علاوہ وزیر داخلہ ذیل سنگھ نے بھی اپنے ایک انٹرویو میں اسی قسم کی باتیں کہی ہیں۔ اُن کی رائے ہے کہ۔ "آسام میں ہونے والی گڑبڑ کی پشت پر کسی غیر ملکی طاقت کا ہاتھ ہے۔ اِس غیر ملکی طاقت نے مقامی حالات کا فائدہ اٹھایا ہے اور اُسی کا نتیجہ آسام کی موجودہ گڑبڑ ہے۔" اور وزیر داخلہ نے جنتا پارٹی اور لوک دل سرکاروں کی مذمت کرتے ہوئے کہا ہے کہ "ان حکومتوں نے حالات کے بگڑنے کی اجازت دی اور کوئی کارروائی نہیں کی جس کا نتیجہ یہ نکلا کہ طلبا اور آسام کے شرپسند لیڈروں نے حالات کو بگاڑ دیا۔ حالانکہ آسام کی اکثریت امن پسند ہے۔ اُسے شرارت پسندوں نے گمراہ کیا ہے۔"

اسی طرح مرکزی وزیر تعمیرات مسٹر پی سی سیٹھی نے آسام کے ہنگاموں کو ملک کی سالمیت کے لئے ایک خطرہ قرار دیتے ہوئے کہا ہے کہ۔ "رائے دہندگان کی فہرست سے لوگوں کو غیر ملکی کہہ کر اُن کے ناموں کا اخراج ایک ایسی حرکت ہے جس سے کہ ملک کی قومی سالمیت کے لئے شدید خطرہ پیدا ہو جائے گا۔ ملک کے وہ افراد جو برسوں سے آسام میں سکونت پذیر ہیں اور باقاعدہ شہری ہیں اُن کو غیر ملکی قرار دے کر نکالنے کی کوشش کرنا ایک نہایت ہی مذموم حرکت ہے۔"

اور ہماری قطعی رائے یہ ہے کہ ملکیوں کو "غیر ملکی" بنانے کے اصل محرک وہ راشٹریہ سنگھی ہیں۔ جو شروع ہی سے ملکی اور غیر ملکی کے نعرے بلند کرتے رہتے ہیں۔ اور جن کے بڑے گرو جی شری گولوالکر اِس ملک کے سب ہی غیر ہندوؤں کو غیر ملکی قرار دے چکے ہیں۔ جنتا دورِ حکومت میں چونکہ ان راشٹریہ سنگھیوں کو شہ ملی ہے۔ اِس لئے انھوں نے آسام میں صرف ملکی اور غیر ملکی کا فتنہ اٹھانے پر ہی اکتفا نہیں کیا ہے۔ بلکہ اس سرحدی علاقہ میں علیحدگی پسندی کی وطن دشمن تحریک بھی شروع کر دی ہے۔ ہمیں توقع رکھنی چاہئے کہ اس سلسلہ میں نئے انکشافات ہوں گے اور وہ غداران وطن بالکل عریاں ہو کر سامنے آجائیں گے۔ جنھوں نے کہ زمانہ دراز سے آسام میں کسی غیر ملکی طاقت کی شہ پر لاقانونیت پھیلا رکھی ہے۔

ہندوستان کی اقلیتیں اور اندراجی

یہ بات سب ہی کو معلوم ہے کہ شروع ہی سے اس ملک کی سیاسی پارٹیوں کے معاملہ میں اقلیتوں کا رول نہایت ہی اہم رہا ہے۔ یہ جس سیاسی پارٹی کی جانب جھک گئی ہیں اُسی کی کامیابی یقینی بن گئی ہے یہی ۱۹۷۱ء کے گزشتہ انتخابات میں ہوا تھا۔ اور یہی ۱۹۸۰ء کے حالیہ انتخابات میں ہوا ہے۔ اِس سے پہلے جنتا پارٹی کو کامیاب بنانے میں بھی اقلیتوں کا بہت بڑا ہاتھ تھا۔ اور اب اندرا کانگریس کو اقتدار سپرد کرنے میں بھی اس ملک کی اقلیتوں نے نہایت ہی اہم رول ادا کیا ہے۔ جسے محسوس کرتے ہوئے خود اندرا کانگریس کے اقلیتی شعبہ کے چیرمین جناب خورشید عالم خاں ایم پی نے اپنے ایک بیان میں کہا ہے کہ

"اندرا کانگریس کی عظیم الشان کامیابی اِس بات کا کھلا ثبوت ہے کہ اقلیتوں اور ملک کے پس ماندہ طبقوں کو مسز اندرا گاندھی کی قیادت پر مکمل اعتماد ہے۔ اور اِس طرح اقلیتوں نے کانگریس آئی پر بہت بڑی ذمہ داری بھی عائد کر دی ہے۔ لیکن ہمیں امید ہے کہ عوام کے اعتماد کو ٹھیس نہیں پہنچے گی حالیہ انتخابات میں اندرا کانگریس کو کامیاب بنا کر ملک کی اقلیتوں نے بڑے اطمینان کا سانس لیا ہے۔ کیونکہ اِس بات کی قوی امید ہے کہ اُنہیں سماج میں جائز مقام حاصل ہوگا۔ اُنہیں تحفظ ملے گا۔ اور دورِ استحصال کا جلد خاتمہ ہو جائے گا۔"

خورشید عالم خاں کا فرمانا بجا اور درست لیکن اندرا کانگریس کے اقلیتی شعبہ کے چیرمین ہونے کی حیثیت سے اِس ضمن میں خود انکی ذمہ داریاں بھی بہت زیادہ بڑھ گئی ہیں۔ اُنہیں اِس ملک کے کروڑوں اقلیتی باشندوں کی پوری جرأت سے نمائندگی بھی کرنی ہے۔ اور انہیں مطمئن بھی کرنا ہے اور کانگریس آئی کے اُس انتخابی منشور کو ہر وقت پیش نظر رکھنا ہے جس میں کہ اس ملک کی اقلیتوں سے متعدد وعدے کئے گئے ہیں۔ اور یہ بات بھی پیش نظر رکھنی ہوگی کہ کانگریس آئی کے منشور کی طرح جنتا پارٹی نے بھی ۱۹۷۷ء کے اپنے انتخابی منشور میں بہت سے بلند بانگ وعدے کئے تھے۔ مگر ان وعدوں کا جو نتیجہ نکلا وہ سب پر روشن ہے اور پھر اس کا خمیازہ حالیہ انتخابات میں جو جنتا پارٹی کو اٹھانا پڑا وہ بھی ظاہر ہے۔ ہمارے ملک کی اقلیتوں کا عام تاثر یہ ہے کہ انتخابی منشو

ہیں جو وعدے کیے جاتے ہیں وہ مشکل ہی سے پورے ہوتے ہیں خورشید عالم صاحب کو اس تصور کو دور کرنا ہے۔

اندرا کانگریس کے اقلیتی شعبہ کے صدر ہونے کی حیثیت سے خورشید عالم خاں کا پہلا کام یہ ہونا چاہیئے کہ وہ اُس اقلیتی کمیشن کو آئینی اختیارات دلائیں اور اُس کی از سر نو تنظیم کرائیں جسے کہ جنتا لیڈروں نے اقلیتوں کے بہلانے کا ایک کھلونا بنا کر رکھ دیا تھا۔ اور جس میں جنتا لیڈروں نے ایسے غیر ذمہ دار لوگوں کو ٹھونس دیا تھا جو اقلیتی کمیشن کے ممبر ہونے کے باوجود اقلیت کشی کے مرتکب ہوتے رہے ہیں۔

اس ملک میں اقلیتوں کی تعداد اسقدر زیادہ ہے کہ وہ اس ملک کے لئے ریڑھ کی ہڈی کی حیثیت رکھتے ہیں۔ لیکن بدقسمتی سے آج تک انکو نظر انداز کیا جاتا رہا ہے۔ مگر ہم کو توقع رکھنی چاہیئے کہ مسز گاندھی حسب وعدہ اس کوتاہی کی تلافی کی پوری کوشش کریں گی۔

ہمارے ملک میں لیڈری بھی تجارت

ہمارے ملک کی یہ انتہائی بدقسمتی ہے کہ ہمارے ملک میں "لیڈری" یا "نیتا گیری" بھی اچھا خاصہ کاروبار بن گیا ہے۔ چنانچہ ہمارے ملک میں نام نہاد لیڈروں کا ایک ایسا طبقہ موجود ہے جو آئے دن عہدوں اور کرسیوں کے لئے سودے بازی کرتا رہتا ہے۔ اگر کسی ایک پارٹی میں رہنے سے اُن کی لیڈری کی دکان چلتی ہے تو یہ اُس پارٹی میں رہتے ہیں اور اگر کسی دوسری پارٹی میں شامل ہو کر اپنی لیڈری کی دکان میں زیادہ نفع دکھائی دیتا ہے تو فوراً دل بدلی کر کے اُس میں شامل ہو جاتے ہیں۔ گویا ان نام نہاد لیڈروں اور بلیک کرنے والے تاجروں میں کوئی فرق ہی باقی نہیں رہا ہے۔

اِس قسم کے درجنوں موقعہ شناس اور ابن الوقت لیڈروں میں سے ہریانہ کے وزیر اعلیٰ شری بھجن لال بھی ہیں۔ یہ ہریانہ میں جنتا پارٹی کے سربراہ رہے ہیں۔ جو اندرا جی اور اُن کی اندرا کانگریس کے بدترین مخالفین میں سے تھے۔ اور ساتھ ہی راشٹریہ سنگھ اور جن سنگھ کے بہت بڑے حامی اور مددگار تھے۔ لیکن جیسے ہی حالیہ انتخابات میں جنتا پارٹی کو شکست فاش ہو گئی اور اُنھوں نے یہ دیکھا کہ اب جنتا پارٹی کی دکان میں کوئی نفع باقی نہیں رہا بلکہ جنتا پارٹی کے ساتھ رہنے میں گھاٹا ہی گھاٹا ہے۔ تو وہ فوراً ہی ہریانہ اسمبلی کے ۳۸ ممبروں کے لاؤ لشکر کو لئے ہوئے اندرا جی کی خدمت میں حاضر ہو کر اندرا کانگریس میں شامل ہو گئے تاکہ ہریانہ میں اُن کی وزارت کی جو دکان لگی ہوئی ہے وہ بدستور چلتی رہے۔

ہندوستان میں دل بدلی کا کاروبار یوں تو مدتوں سے جاری ہے روز ہی ہمارے ملک کے لیڈر قلا بازیاں کھاتے رہتے ہیں یہاں تک کہ جگ جیون رام جیسے پرانے لیڈر بھی اسی مرض میں مبتلا ہیں لیکن یہ امتیاز صرف بھجن لال ہی کو حاصل ہے کہ انھوں نے تھوک پیمانہ پر دل بدلی کے کاروبار کو آگے بڑھایا ہے۔ یعنی اندرا کانگریس کے ساتھ صرف اپنا ہی نہیں بلکہ اپنے ساتھ ۳۸ ممبروں کا بھی سودا کیا ہے غرضکہ اِس طرح انھوں نے پوری ہریانہ وزارت ہی کا سودا کر لیا ہے —

بھجن لال جیسے سودے باز اور ابن الوقت لیڈر تو جو کچھ بھی کر گزریں وہ کم ہے لیکن حیرت ہے اندرا جی پر کہ اُنھوں نے ایسے ابن الوقتوں کو اپنے دامن میں کیسے پناہ دے دی جن کا کہ کوئی اصول ہے اور نہ کردار اور خاص طور پر قابل غور بات یہ ہے کہ بھجن لال جی اپنے ساتھ جن ۳۸ دل بدلو اسمبلی کے ممبروں کو لائے ہیں اُن میں راشٹریہ سنگھی اور جن سنگھی ذہنیت رکھنے والے بھی ہیں۔ اور اس طرح کانگریس آئی میں اُسی عنصر کی دراندازی شروع ہو گئی ہے جس طرح کہ ایمرجنسی کے زمانہ میں کانگریس میں ابن الوقتوں اور جن سنگھیوں نے گھس کر اُسکی بنیادوں کو ہلا دیا تھا۔

مسز اندرا گاندھی اور ہمارے ملک کے سب ہی معقولیت پسند لوگوں کو یہ سوچنا چاہیئے کہ ہمارے ملک کے جن سیاست دانوں کا کوئی اصول نہیں ہے یہ تھالی کے بینگن کی طرح جدھر چاہتے ہیں لڑھک جاتے ہیں اِنہیں ملک کے نفع سے زیادہ اپنا نفع عزیز ہے بھلا ان پر کیونکر بھروسہ کیا جا سکتا ہے۔ یہ لوگ تو ذاتی نفع کی خاطر ملک اور وطن تک کا سودا کر سکتے ہیں۔ اور اس قابل ہیں کہ ملکی سیاست سے ان کا بالکل صفایا کر دیا جائے ہم مدت سے سن رہے ہیں کہ ایسے ابن الوقتوں کیلئے اور دل بدلی کو خلاف قانون قرار دینے کے لئے ایک بل پارلیمنٹ میں لایا جا رہا ہے لیکن ابھی تک اِس ضمن میں کچھ بھی نہیں ہو سکا ہے ضرورت ہے کہ اِس دل بدلی پر جلد سے جلد قانونی پابندی عائد کی جائے۔

تُو ہے دُنیا کا امام

(از جناب ضیغم سندیلوی)

اے جری و پاکباز و صادق القول عدیل — ملتِ احمد کے اے جانباز فرزندِ جلیل
یہ ہے تیرے دعوئے حقانیت کی اک دلیل — آتشِ نمرود بن سکتی ہے گلزارِ خلیل

نار کو چشم زدن میں نور کر دیتا ہے تو
خاک کے ذرّوں کو رشکِ طور کر دیتا ہے تو

تُو ہے اس عالم میں مومن کے لقب سے سرفراز — حق و باطل میں تری ہستی سے قائم امتیاز
رُوح تیری غزنوی ہے جسم تیرا ہے ایاز — تُو ہی بندہ ہے حقیقت میں تو ہی بندہ نواز

رزمگاہِ دہر میں تو شہرۂ آفاق ہے
جو دلوں کو فتح کر لے وہ ترا اخلاق ہے

تُو نے دُنیا کو دیا امن و اخوت کا پیام — تیرے دم سے ہے سلامت بزمِ عالم کا نظام
تو نے ہی اونچا کیا ہے خلق میں خالق کا نام — تو ہے عالم کا خلیفہ تو ہے دُنیا کا امام

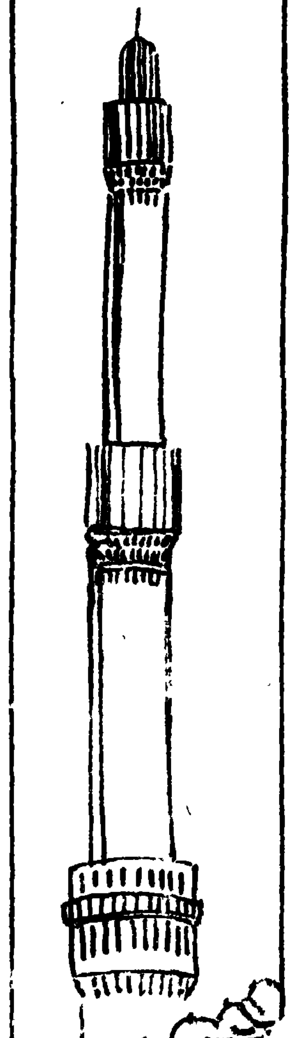
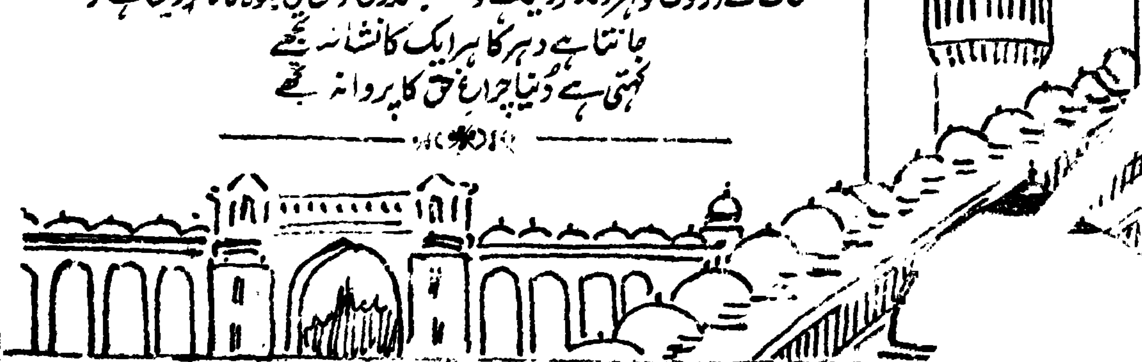
اس جہانِ رنگ و بُو کا جسم ہے تو جان ہے
تیری ہستی پر متاعِ دو جہاں قربان ہے

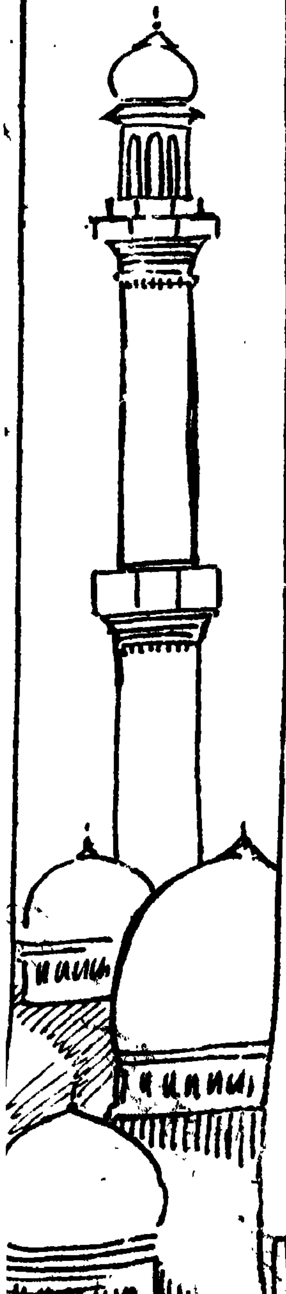
تیری ہمت کارفرما عزمِ اسمٰعیل میں — تو نہاں قربانیٔ شبیر کی تکمیل میں
تیری عظمت جاگزیں ہے قلبِ جبرائیل میں — نام ہے تیرا ہی روشن عرش کی قندیل میں

راہِ حق میں جب کوئی ہوتی ہے قربانی تری
چوم لیتے ہیں فرشتے بڑھ کے پیشانی تری

کوہ کو ٹھوکر سے اپنی کاہ کر دیتا ہے تو — بحر کے سینے میں پیدا راہ کر دیتا ہے تو
خاک کے ذرّوں کو مہر و ماہ کر دیتا ہے تو — بتکدوں کو حق کی جلوہ گاہ کر دیتا ہے تو

جانتا ہے دہر کا ہر ایک کاشانہ تجھے
کہتی ہے دُنیا چراغِ حق کا پروانہ تجھے



پیغمبرِ انسانیت

(از جناب ارشد صدیقی)

بھٹک رہی تھی خلاؤں میں جب حیاتِ بشر — ہر آستاں پہ لوگ جھکاتے تھے اپنی جبیں
مہیب سائے مسلط تھے جب فضاؤں پر — نہ تھا خدائے حقیقی کا جب وجود کہیں

کچھ امتیاز نہ تھا جبکہ حق و باطل میں — برائیوں سے ہم آغوش جب زمانہ تھا
سیاہ طاقتیں جب زندگی پہ غالب تھیں — ہر اک زباں پہ کفر کا فسانہ تھا

عرب میں آیا تھا حقانیت کا اک پیکر — صنم کدوں کو خدائی کے راز سمجھانے
وہ جانِ مہرِ درخشاں وہ رشکِ ماہِ مبیں — وہ جس نے کر دئے روشن دلوں کے کاشانے

وہ جس کے فیض سے بزمِ حیات جاگ اٹھی — وہ جس کے نور سے دنیا نے روشنی پائی
وہ جس کے درس نے بخشیں حرارتیں دل کو — وہ جس کے عزم سے زندہ ہوئی مسیحائی

جہاں میں لیکے خدائی اصول وہ آیا — پیام جس کا محبت تھا دو جہاں کے لئے
وہ صلح و امن کا پیکر صداقتوں کا امیں — وہ ایک نورِ حقیقت تھا دو جہاں کے لئے

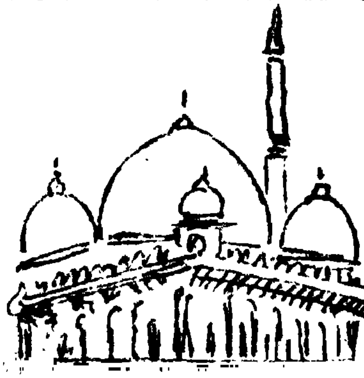
پیامِ حق کی اشاعت عزیز تھی جس کو — وہ چوٹ کھا کے بھی اف تک نہ لب پہ لاتا تھا
وہ دینے آیا تھا درسِ حیاتِ انساں کو — وہ ظلم سہتا تھا اور مسکراتا جاتا تھا

دل ڈگمگاہ تھے جب ماورائے سوزِ یقیں — تو اس نے ایک نئی روشنی جگائی تھی
جہانِ تیرہ کے بے حس سیاہ سینے پر — اسی نے شمعِ حقانیت جلائی تھی

مہیب سائے مسلط ہیں پھر فضاؤں پر — نگاہ و ذہن پہ طاری پھر آج ظلمت ہے
بھٹک رہی ہے خلاؤں میں پھر حیاتِ بشر — اسی کے درس کی دنیا کو پھر ضرورت ہے



گذشتہ سے پیوستہ



تعلیم القرآن

تیرھواں پارہ — وَمَآ اُبَرِّئُ — سورۂ یوسف

(از ادارہ دین دنیا)

دین دنیا کی زیرِ نظر اشاعت میں ہم قرآنِ پاک کے تیرھویں پارے کی تعلیمات کی چوتھی قسط پیش کر رہے ہیں جس میں کہ اللہ جل شانہٗ نے اپنے بندوں کی نصیحت کے لئے حضرت یوسف علیہ السلام کا واقعہ بیان فرمایا ہے۔

حضرت یوسفؑ کے بھائی پھر اُنکی خدمت میں

فَلَمَّا دَخَلُوْا عَلَيْهِ …… وَأْتُوْنِيْ بِأَهْلِكُمْ أَجْمَعِيْنَ۝

ترجمہ:- پھر جب وہ (دوبارہ) یوسف کے پاس آئے تو کہنے لگے اے عزیز ہم پر اور ہمارے گھر والوں پر بڑا سخت وقت آن پڑا ہے۔ اور ہم تھوڑی سی پونجی لائے ہیں۔ اسی میں آپ پورا غلہ دیدیجئے اور ہمیں بطور خیرات دیدیجئے بے شک اللہ خیرات دینے والوں کو جزا دیتا ہے۔ یوسف نے کہا وہ بھی تمہیں یاد ہے کہ تم نے یوسف اور اس کے بھائی کے ساتھ کیا سلوک کیا تھا۔ یہ تمہارا جہالت کا زمانہ تھا۔ کہنے لگے کیا سچ مچ تم ہی یوسف ہو۔ انھوں نے جواب دیا ہاں میں ہی یوسف ہوں اور یہ (بن یامین) میرا بھائی ہے۔ اللہ نے ہم پر بڑا فضل کیا۔ بے شک جو گناہوں سے بچتا ہے اور صبر کرتا ہے تو اللہ ایسے نیک کام کرنے والوں کا اجر ضائع نہیں کرتا۔ بولے خدا کی قسم اللہ نے تمہیں ہم پر برگزیدہ کیا اور بے شک ہم خطا وار تھے (حضرت یوسف نے کہا) نہیں آج تم پر کوئی الزام نہیں۔ خدا تمہیں معاف کرے وہ سب مہربانوں سے بڑھ کر مہربان ہے۔ اب تم میرا یہ کرتہ لے جاؤ اور اسے میرے باپ کے منہ پر ڈال دینا ان کی آنکھیں روشن ہو جائیں گی اور اپنے سب گھر والوں کو میرے پاس لے آؤ۔

تشریح:- (شام میں جب قحط سالی اور بڑھی تو حضرت یعقوب کے بیٹوں میں سے چند بیٹے پھر عزیز مصر کی امداد حاصل کرنے پر مجبور ہو گئے اور) جب وہ دوبارہ یوسف کے پاس (مصر) آئے تو کہنے لگے اے عزیز مصر ہم پر اور ہمارے گھر والوں پر (اس قحط کی وجہ سے) بڑا ہی سخت وقت آن پڑا ہے۔ اور ہم سرمایہ بھی تھوڑا ہی لے کر آئے ہیں آپ ازراہِ مہربانی اس حقیر قیمت کے عوض پورا غلہ عنایت کر دیجئے بس یہ غلہ خیرات سمجھ کر دیدیجئے اللہ تعالیٰ خیرات کرنے والوں کو اس کا اجر عطا کرتا ہے۔

(اب حضرت یوسف سے خاموش نہیں رہا گیا اور) انھوں نے کہا تمہیں وہ وقت بھی یاد ہے جب تم جہالت اور نادانی میں مبتلا تھے اور تم نے یوسف اور اس کے بھائی کے ساتھ کیا سلوک کیا تھا۔ (یہ راز کی بات سُن کر یوسف کے بھائی حیران ہو کر اور حضرت یوسف کی جانب بغور دیکھ کر اور انھیں پہچان کر) کہنے لگے کیا درحقیقت تم ہی تو یوسف نہیں ہو۔ وہ بولے ہاں میں ہی یوسف ہوں۔ (اور بن یامین کی طرف اشارہ کر کے کہا) یہ میرا بھائی ہے۔ اللہ کا ہم پر بڑا فضل اور احسان ہے۔ جو شخص نیک کام انجام دیتا ہے اور مصیبتوں پر صبر کرتا ہے تو اللہ تعالیٰ نیکوکاروں کا اجر کبھی ضائع نہیں ہونے دیتا۔ اس پر وہ بولے خدا کی قسم اس میں ذرا بھی شک نہیں کہ اس نے تمہیں ہم پر فضیلت عطا کی ہے۔ اور بلاشبہ ہم خطا وار تھے۔

(حضرت) یوسف نے کہا (جاؤ میں نے تمہیں معاف کیا) آج تم پر کوئی الزام نہیں۔ اور اللہ بھی تمہیں معاف کرے وہ سب مہربانوں سے بڑھ کر اپنے بندوں پر مہربان ہے پس اب تم میرا یہ کرتہ لے جاؤ

اور اُسے لے جاکر والدِ محترم کے مُنہ پر ڈال دو (انشاء اللہ) اُن کی بینائی واپس آجائے گی۔ اِس کے بعد اپنے سب گھر والوں کو میرے پاس لے آؤ۔

حضرت یعقوب کی بینائی واپس آ گئی

وَلَمَّا فَصَلَتْ .... هُوَ الْغَفُوْرُ الرَّحِيْمُ ۝

ترجمہ:۔ اور جب قافلہ روانہ ہوا تو اُن کے باپ نے (حضرت یعقوب نے) کہنا شروع کیا، اگر تم بڑھاپے میں مجھے بہکی بہکی باتیں کرنے والا نہ سمجھو تو ایک بات کہوں کہ مجھے تو یوسف کی خوشبو آرہی ہے۔ وہ کہنے لگے تم تو اپنی اُسی پُرانی غلط خیالی میں مُبتلا ہو۔ پس جب خوش خبری لانے والا آن پہنچا اور اُس نے کُرتہ مُنہ پر لاکر ڈالا تو فوراً ہی اُن کی آنکھیں روشن ہوگئیں۔ اِس پر اُنھوں نے کہا کیا میں نے تم سے نہیں کہا تھا کہ اللہ کی باتوں کو جتنا میں جانتا ہوں تم نہیں جانتے۔ بیٹے بولے اے ہمارے باپ ہمارے گناہوں کے لئے اللہ سے مغفرت طلب کیجئے بے شک ہم خطا کار تھے اُنھوں نے (حضرت یعقوب نے) کہا عنقریب میں تمہارے لئے اپنے رَب سے مغفرت طلب کروں گا بے شک وہ غفورالرحیم ہے۔

تشریح:۔ جب قافلہ مصر سے روانہ ہوا تو (حضرت) یعقوب بیٹوں سے کہنے لگے کہ اگر تم میرے بارے میں یہ نہ کہو کہ بوڑھا بڑھاپے میں بہک گیا ہے تو میں کہوں گا کہ مجھے یوسف کی خوشبو آرہی ہے (یہ بات سُن کر حضرت یعقوب کے وہ بیٹے جو اِس وقت اُن کے پاس تھے) بولے بخدا آپ تو اپنی اُسی پُرانی خام خیالی میں مبتلا ہیں لیکن جب (حضرت یوسف کے زندہ اور سلامت ہونے کی خوشخبری دینے والا آن پہنچا اور اُس نے (حضرت یوسف کا) کرتہ یعقوب کے منھ پر ڈالا تو اُن کی بینائی واپس آگئی۔ (اب حضرت یعقوب نے بیٹوں سے) کہا کیا میں نے تم سے نہیں کہا تھا کہ اللہ کی باتوں کو جتنا میں جانتا ہوں تم نہیں جانتے۔ بیٹوں نے عرض کیا۔ اے والدِ محترم ہم بڑے گناہگار ہیں ہمارے گناہوں کے لئے اللہ تعالیٰ سے مغفرت طلب فرمایئے بلاشبہ ہم ہی خطا کار تھے۔ اس پر حضرت یعقوب نے) کہا میں عنقریب تمہارے لئے اپنے رَب سے مغفرت طلب کروں گا بے شک وہ بڑا غفورالرحیم ہے۔

حضرت یعقوب کی عزّت افزائی

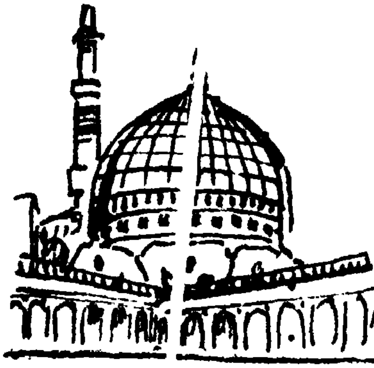
فَلَمَّا دَخَلُوْا .... وَاَلْحِقْنِيْ بِالصّٰلِحِيْنَ ۝

ترجمہ:۔ پھر یہ سب کے سب جب یوسف کے پاس پہنچے تو اُنھوں نے اپنے والدین کو اپنے پاس جگہ دی۔ اور کہا مصر میں ہی چلے آیئے اور خدا کو منظور ہے تو امن اور چین سے رہئے اور اپنے والدین کو تختِ شاہی پر بٹھایا اور سب (بھائی) اُن کے آگے سجدے میں گر پڑے۔ اور یوسف نے کہا اے میرے باپ یہ ہے میرے خواب کی تعبیر جو پچھلے دنوں میں نے دیکھا تھا جسے میرے رب نے سچا کر دکھایا۔ اور اُس نے مجھ پر بڑا احسان کیا کہ ایک تو مجھے قید خانہ سے نکالا اور دوسرے تم سب کو جنگل سے یہاں لے آیا اور یہ سب کچھ بعد اِس کے ہوا کہ شیطان نے مجھ میں اور میرے بھائیوں میں جھگڑا کھڑا کر دیا تھا۔ بلاشبہ میرا رب جو چاہتا ہے اُس کی عمدہ تدبیر کرتا ہے۔ وہ بڑے علم اور حکمت والا ہے، اے میرے پروردگار (میں شکر گذار ہوں کہ) تو نے مجھے سلطنت کا حصّہ دیا۔ اور مجھے خوابوں کی تعبیر دینے کی تعلیم دی۔ اے آسمانوں اور زمینوں کے پیدا کرنے والے تو ہی دُنیا اور آخرت میں میرا کارساز ہے مجھے ایمان کی حالت میں دُنیا سے اُٹھا اور مجھے اپنے خاص بندوں پر شامل کرلے۔

تشریح:۔ یہ سب لوگ جب حضرت یوسف کے پاس پہنچے تو (حضرت یوسف نے شہر کے باہر آکر اُن کا استقبال کیا اور ایک شاندار خیمہ میں شہر سے باہر انھیں ٹھہرایا اور) اُنھوں نے بڑی عزّت کے ساتھ اپنے والدین کو اپنے پاس بٹھایا اور اُن سے کہا کہ آپ سب مصر میں چلئے۔ اور اگر خدا کو منظور ہے تو وہاں امن اور چین کے ساتھ زندگی گذاریئے۔ (پھر یہ سب لوگ جب مصر میں داخل ہوگئے تو حضرت یوسف نے) تختِ شاہی پر اپنے والدین کو بٹھایا۔ (اِس موقعہ پر حضرت یوسف کے بھائی اُن کے بلند مرتبہ کو دیکھ کر اس قدر متاثر ہوئے کہ) وہ سب کے سب اُن کے سامنے سجدہ میں گر پڑے۔ (بھائیوں کی یہ کیفیت دیکھ کر حضرت یوسف نے کہا والدِ محترم یہ میرے اُس خواب کی تعبیر ہے جو میں نے بچپن میں دیکھا تھا خدا کا شکر ہے کہ اُس نے اُسے سچ کرکے دکھا دیا۔ اور اُس نے مجھ پر بڑے احسانات کئے ہیں جن میں سے ایک احسان تو یہ ہے کہ (مجھے

تعلیم الحدیث

حکومت اللہ کی امانت ہے



مخلوق کی خدمت بھی ایک عبادت ہے۔ ریاکار بھیڑیوں سے ہوشیار رہو

(از شوکت علی فہمی)

ذیل میں پابندی کے ساتھ ہر ماہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے وہ قیمتی ارشادات درج کئے جاتے ہیں، جو نہ صرف مسلمانوں کے لئے بلکہ پوری نوعِ انسانی کے لئے بہترین شمعِ ہدایت ہیں مسلمانوں کو چاہئے کہ وہ ان جواہر پاروں سے عبرت اور نصیحت حاصل کریں۔

حکومت اللہ کی امانت ہے

رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے جہاں زندگی کے دوسرے شعبوں میں نوعِ انسانی کی رہنمائی فرمائی ہے وہاں حکمرانی کے سلسلہ میں بھی ایسی مکمل ہدایتیں دی ہیں کہ اگر حکمران طبقہ ان ہدایتوں پر عمل کرے تو یہ دُنیا جنت کا نمونہ بن جائے چنانچہ حضورِ اکرم نے حکومت کو اللہ کی امانت قرار دیا ہے اور اس بارے میں صحیح حدیث ہے:-

"ابوذر رضی اللہ عنہ کہتے ہیں میں نے عرض کیا یا رسول اللہ آپ مجھے کسی جگہ کا حاکم مقرر نہیں فرماتے۔ آپ نے میرے مونڈھے کو تھپک کر فرمایا۔ اے ابوذر رض تو کمزور ہے اور حکومت اللہ کی امانت ہے۔ اور یہ حکومت اور سرمایہ داری قیامت کے دن موجبِ ذلت و رسوائی ہوگی۔ البتہ جس شخص نے اس کام کو حق کے ساتھ کیا۔ اور اُس حق کو جو امارت کے سلسلہ میں اُس پر واجب ہے صحیح طور پر ادا کیا تو اُس کے لئے ذلت و رسوائی نہیں ہے۔" (مسلم)

یعنی رسول محترم کے نزدیک حکومت کے مستحق صرف وہی لوگ ہیں جو حکومت کو اللہ کی امانت سمجھتے ہوئے اپنے فرائض کو انجام دیتے ہیں لیکن اس زمانے میں کون ایسا حکمران ہے جو حکومت کو اللہ کی امانت سمجھتا ہو، اگر ایسا ہو جائے تو یہ دنیا واقعی جنت بن جائے اور ایک دوسری حدیث میں رسول اللہ صلعم نے فرمایا ہے کہ آخری زمانہ میں ایسے حکمراں ہوں گے جو عوام کے لئے مصیبت بن جائیں گے اور اس ضمن میں صحیح حدیث ہے:-

"کعب بن عجرہ رض کہتے ہیں کہ رسول اللہ صلعم نے مجھ سے فرمایا۔ اے کعب رض میں تجھے خدا کی پناہ میں دیتا ہوں بیوقوفوں کی سرداری سے کعب رض نے عرض کیا یہ سرداری کب ہوگی اور وہ کون لوگ ہوں گے۔ رسول اللہ صلعم نے فرمایا یہ امیر اور حاکم میرے بعد ہوں گے جو شخص ان کے جھوٹ کی تصدیق کرے گا اور اُن کے ظلم پر اُن کی معاونت کرے گا وہ مجھ سے نہیں ہے اور میں اُس سے نہیں ہوں اور جو شخص اُن کے ظلم پر اُن کی مدد نہ کرے گا وہ مجھ سے ہے۔" (ترمذی۔ نسائی)۔

یعنی اس حدیث میں پیشین گوئی کی گئی ہے کہ آخری زمانہ میں ایسے حاکم پیدا ہوں گے جو جھوٹ بولیں گے اور اُن کے ہاتھوں عوام پر ظلم و ستم ہوگا اور اس کے ساتھ ہی یہ بھی ہدایت فرمائی ہے کہ ہرگز اُن کے جھوٹ کی تائید نہ کرنا اور اُن کے ظلم و ستم کی حمایت سے باز رہنا۔ جو لوگ کہ ایسے حکمرانوں کی حمایت کریں گے اُن کا اسلام سے کوئی تعلق نہیں ہوگا۔

حضور نے آج سے چودہ سو برس قبل جو کچھ فرمایا تھا۔ وہ ساری دُنیا کے سامنے ہے۔ واقعی حکمرانوں کا کردار گر چکا ہے وہ حکومت کی تمام سب بگڑ گئے ہیں اور اُنکی بداعمالیوں کی وجہ سے عوام بری طرح پریشان ہیں۔ صرف خلفائے راشدین ایسے تھے جنہوں نے حکومت کو اللہ کی امانت سمجھا ہے اور یہی اُن کا دورِ حکومت تاریخ میں مثالی ہے

مخلوق کی خدمت بھی عبادت

اسلام نے مسلمانوں کو ہدایت کی ہے کہ اُن کی زندگی کا بڑا مقصد یہ ہونا چاہئے کہ وہ مخلوق خدا کے کام آئیں اور بلا امتیاز مذہب ملت اللہ کے بندوں کی خدمت کریں چنانچہ اس بارے میں صحیح حدیث ہے:-

”حضرت ابوہریرہ رض راوی ہیں کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا ہے کہ ساری مخلوق اللہ کا کنبہ ہے اور اللہ سب سے زیادہ محبت اُس سے کرتا ہے جو اس کی مخلوق کو سب سے زیادہ چاہتا ہے۔“ (بیہقی کتاب الایمان)۔

اس حدیث نے ذریعہ مسلمانوں کو ہدایت کی گئی ہے کہ وہ بلا امتیاز مذہب و ملت ساری مخلوق کو اللہ کا کنبہ تصور کریں اور اُن کے ساتھ وہی سلوک کریں جو کنبہ والوں کے ساتھ کیا جاتا ہے اور ایک دوسری حدیث میں مظلوم کے ساتھ ہمدردی کرنے کی سختی کے ساتھ ہدایت کی گئی ہے۔

”انس رض کہتے ہیں رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا ہے جو شخص بھی مظلوم کی فریادرسی کرتا ہے اللہ تعالیٰ اُس کے لئے بہتر بخششیں لکھ دیتا ہے جن میں سے ایک بخشش وہ ہے جو اس کے تمام کاموں کی اصلاح کی ضامن ہوتی ہے اور بہتر بخششیں قیامت کے دن اُس کے درجات بلند کرنے کا باعث ثابت ہوں گی۔“ (بیہقی)

ان احادیث سے بخوبی اندازہ لگایا جاسکتا ہے کہ رسول مقبول صلعم نے مخلوق خدا کی خدمت کو کتنی بڑی سعادت قرار دیا ہے اور مسلمانوں کو ہدایت فرمائی ہے کہ وہ بلا امتیاز مذہب و ملت اللہ کے سبھی بندوں کے کام آئیں۔

ریاکار بھیڑیوں سے ہوشیار رہو

رسول مقبول صلی اللہ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا ہے کہ ایک زمانہ ایسا آئے گا جبکہ دنیا میں ایسے ریاکار بھیڑیے پیدا ہو جائیں گے جو دیکھنے میں تو بڑا بھلے مانس حلیم ہوں گے لیکن اپنی بدکرداری کے اعتبار سے بھیڑیئے ثابت ہوں گے چنانچہ اس بارے میں صحیح حدیث ہے

”حضرت ابوہریرہ رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا ہے کہ آخر زمانہ میں ایسے لوگ پیدا ہوں گے جو دنیا کو دین کے ذریعہ حاصل کریں گے۔ اپنے آپ کو منکسر المزاج ظاہر کرنے کے لئے بھیڑوں کی کھال اوڑھ لیں گے مگر اُن کے دل بھیڑیوں کی طرح ہوں گے۔ اللہ تعالیٰ فرماتا ہے کہ یہ لوگ میری ڈھیل کی وجہ سے مغرور بن گئے ہیں مجھے اپنی ذات کی قسم ہے کہ میں ان ہی میں سے ان پر ایسا فتنہ کھڑا کردوں گا جو لوگوں کو حیرانی میں ڈال دے گا۔“ (ترمذی)۔

نام نہاد رہنماؤں اور عیار مذہبی پیشواؤں کی اس زمانہ میں جو حالت ہے ہم سب اس سے کون واقف نہیں۔ یہ ظاہر میں تو فرشتے اور مخلوق کے خادم بنے ہوئے ہیں لیکن اُن کا باطن شیطانوں سے بھی بدتر ہے۔ اور یہ ایسی ایسی حرکتیں کے مرتکب ہوئے ہیں جو کہ انسانیت کے دامن پر بدترین داغ ہے۔ ایسے ہی ریاکاروں اور ابن الوقتوں سے خبردار کرنے کے لئے حضور اکرم نے یہ پیشین گوئی فرمائی تھی مسلمانوں کو چاہئے کہ وہ اس حدیث سے نصیحت حاصل کریں۔

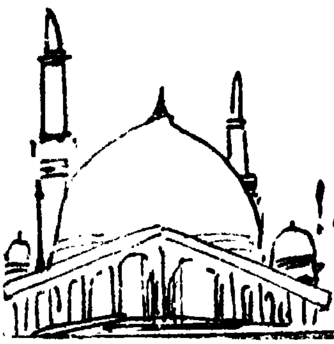
نرم مزاج پر آتش دوزخ حرام

اسلام اپنے متبعین کے کردار کو بلند اور پاکیزہ بنانا چاہتا ہے۔ اسی لئے حضور اکرم نے بار بار مسلمانوں کو ہدایت فرمائی ہے کہ وہ اچھے اخلاق اختیار کریں۔ اور ہمیشہ لوگوں کے ساتھ نرمی اور محبت سے پیش آئیں چنانچہ اس سلسلہ میں حدیث ہے:-

”حضرت عبداللہ بن مسعود رض سے روایت ہے کہ فرمایا رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے۔ کیا میں اُس شخص کو بتادوں جس پر دوزخ کی آگ حرام ہے۔ میں نے عرض کیا۔ ہاں رسول اللہ۔ حضور ص نے فرمایا اُس شخص پر آتش دوزخ حرام ہے جو نرم مزاج ہے، نرم خو ہے، نرم طبیعت ہے۔ پھر حضور ص نے فرمایا۔ جنت میں بدخو اور بدخلق داخل نہیں ہوگا۔“ (مشکوٰۃ)

حقیقت یہ ہے کہ سچا مسلمان وہی ہے جس کے اخلاق پاکیزہ ہوں اور جو لوگوں کے ساتھ نرمی اور محبت سے پیش آئے۔ مگر افسوس ہے کہ آج مسلمان اوصاف حمیدہ سے محروم ہوتے جا رہے ہیں۔

اسلامی افکار



اسلام صرف مسلمانوں کا مذہب نہیں ہے

اس مذہب نے غیر مسلموں کی بھی رہنمائی کی ہے!

(از مولنٰنا محمد علی۔ ایم، اے)

دُنیا کے تمام مذاہب میں یہ امتیازی خصوصیت صرف اسلام ہی کو حاصل ہے کہ اُس کی تعلیمات صرف مسلمانوں ہی کے لئے محدود نہیں ہیں بلکہ اُن سے ہر صاحبِ فہم شخص خواہ وہ مسلم ہو یا غیر مسلم یکساں طور پر فائدہ اُٹھا سکتا ہے۔ واقعہ یہ ہے کہ اسلام ایک ایسا عالمگیر مذہب ہے جس میں کہ سب ہی کے لئے کشش موجود ہے ذیل کے مقالہ میں اسلام کی اسی خصوصیت پر روشنی ڈالی گئی ہے۔

اسلام دُنیا کا واحد مذہب ہے جس میں کہ ایسی تعلیمات اور ہدایتیں موجود ہیں۔ جن سے کہ مسلمانوں کی طرح غیر مسلم بھی پورا پورا فائدہ حاصل کر سکتے ہیں۔ اور اُس کا باعث یہ ہے کہ اسلام دنیا میں صرف مسلمانوں کی رہنمائی کے لئے نہیں آیا ہے بلکہ وہ پوری نوعِ انسانی کی ہدایت کے لئے جلوہ گر ہوا ہے اور اسی لئے اسلام کو دینِ فطرت کہا جاتا ہے

خود مغربی مفکرین کی یہ رائے ہے کہ اسلام مذہب سے کہیں زیادہ ایک اصلاحی تحریک ہے جس سے کہ سب ہی یکساں طور پر فائدہ اُٹھا سکتے ہیں۔ چنانچہ ایڈورڈ گبن کی رائے ہے کہ —

”اسلام کے مخصوص عقائد کو چھوڑ کر اُس کی تعلیمات اس قدر وسیع اور ہمہ گیر ہیں کہ اُن سے غیر مسلم بھی پورا پورا فائدہ اُٹھا سکتے ہیں۔ مثال کے طور پر دُنیا سے غلامی کا رواج اسلام کی بدولت دُور ہوا۔ عورتیں جنھیں حقیر اور ذلیل سمجھا جاتا تھا اسلام نے اُنھیں مردوں کے دوش بدوش لا کر کھڑا کر دیا۔ پھر دُنیا میں انسانی مساوات کی تحریک اسلام ہی کی بدولت عالمِ وجود میں آئی۔“

واقعہ یہ ہے کہ اسلام صرف مسلمانوں کا نہیں بلکہ انسانیت کا مذہب ہے جس سے کہ سب ہی فائدہ حاصل کر سکتے ہیں چنانچہ تاریخ اور واقعات کی روشنی میں اس بات کو تسلیم کرنے کے علاوہ اور کوئی چارہ کار نظر نہیں آتا کہ اسلام روزِ اوّل ہی سے انسان کا فطری مذہب رہا ہے۔ اور آج بھی یہ عین فطرتِ انسانی کے مطابق ہے۔ جہاں تک منطقی دلیل کا تعلق ہے اِس بات سے انکار نہیں کیا جا سکتا کہ خدا تعالیٰ ہی تمام کائنات کا خالق ہے اور وہ وقتاً فوقتاً بنی نوعِ انسان کی اصلاح اور ہدایت کے لئے اپنے پیغمبروں کو دُنیا میں بھیجتا رہا ہے۔ اُن سب نے ایک ہی طرح کی سچائی کی دعوت دی ہے اس لئے اسلام کوئی نیا مذہب نہیں ہے بلکہ وہی پرانا مذہب ہے جس کی تبلیغ حضرت آدم علیہ السلام سے لے کر آنحضرت صلعم تک تمام انبیا کرتے رہے ہیں اور اسلام انسانیت کے اِس مذہب کی آخری اور مکمل شکل ہے جو ابتدا ہی سے بنی نوعِ انسان کا مذہب رہا ہے۔

اسلام کے علاوہ آج دُنیا میں جتنے مذاہب بھی موجود ہیں اُن سب کو اُن کے داعیوں اور بانیوں کے نام سے پکارا جاتا ہے لیکن جہاں تک اسلام کا تعلق ہے وہ اپنے داعی حضرت محمد صلعم کے نام کے ساتھ موسوم نہیں ہے بلکہ قرآن کریم کے ذریعے اُسے ”اسلام“ کا نام دیا گیا ہے جو اُس کی ہمہ گیری پر روشنی ڈالتا ہے اور جس کے نام سے صاف طور پر واضح ہوتا ہے کہ یہ امن اور سلامتی کا مذہب ہے اور یہ امرِ واقعہ ہے کہ اسلام دُنیا والوں کے لئے امن اور سلامتی کا

پیغام لے کر آیا ہے۔

اسلام کی بلند نظری کا اندازہ اس سے لگایا جاسکتا ہے کہ اس نے اپنے ماننے والوں کو سختی کے ساتھ ہدایت کی ہے کہ انھیں اسلام سے پہلے کے تمام مذاہب کی بھی صداقت پر یقین کرنا چاہیے اور اس کی یہ تعلیم جہاں اسلام کی رواداری کو واضح کرتی ہے وہیں اس بات کا بھی ثبوت ہے کہ اسلام تمام سابقہ مذاہب کو بھی ایک ہی مذہب کی مختلف کڑیاں یقین کرتا ہے

اسلام کی اسی مذکورہ بالا خصوصیت نے اُسے ایک ایسا مذہب بنادیا ہے جس کی خوبیوں کی تبلیغ انبیا اور مرسلین کرتے رہے ہیں۔ اور مسلمان فخر کے ساتھ اس بات کا دعویٰ کرسکتے ہیں کہ اُنھوں نے دُنیا کی ابتدا سے لیکر اس وقت تک ظاہر ہوتی رہنے والی کسی صداقت اور حقانیت سے انکار نہیں کیا ہے بلکہ قرآن کریم نے ان تمام صداقتوں کی مزید تصدیق کی ہے جنھیں کہ مختلف مذاہب کے ماننے والے جھپاتے اور جھٹلاتے رہے ہیں۔

اسلام کے پوری نوع انسانی کا مذہب ہونے کی ایک زبردست دلیل یہ بھی ہے کہ اسلام کی تعلیمات کسی ایک قوم، نسل یا ملک کے لئے محدود ہونے کی بجائے سب کے لئے عام ہیں۔ ان تعلیمات کو آسانی سے سمجھا اور اُن پر کسی دشواری کے بغیر عمل کیا جاسکتا ہے

اسلام کا بنیادی عقیدہ توحید پرستی یعنی خدائے واحد پر ایمان لانا ہے اور اس کا یہ عقیدہ بھی اپنی جگہ اُس کے دینِ انسانیت ہونے کا ثبوت ہے۔ اسلام نے خدا تعالیٰ کو صرف مسلمانوں ہی کا خالق نہیں قرار دیا ہے بلکہ اُسے پوری کائنات کا خالق اور مالک مان کر اس بات کا اعتراف کیا ہے کہ اس کا بھیجا ہوا یہ مذہب صرف مسلمانوں ہی کا مذہب نہیں ہے بلکہ ہر انسان اور پوری کائنات کا مذہب ہے۔

ڈاکٹر گستاولی بان کی رائے تو یہ ہے کہ اگر اسلام کا گہری نظر سے مطالعہ کیا جائے تو یہ بات واضح ہوتی چلی جاتی ہے کہ یہ ایک بہترین معاشرتی نظام ہے جس کی کہ مسلمانوں ہی کو نہیں بلکہ ساری دُنیا کو ضرورت ہے یعنی بلا امتیاز مذہب و ملت اسلامی تعلیمات سے سب ہی فائدہ اُٹھا سکتے ہیں۔" گستاولی بان نے جو کچھ کہا ہے وہ ایک حقیقت ہے۔ سب ہی کو معلوم ہے کہ اسلام جس زمانہ اور عہد میں جلوہ گر ہوا تھا ساری دُنیا ملوکیت کی زنجیروں میں جکڑی ہوئی تھی۔ اور اسلام ہی نے سب سے پہلے دُنیا کو جمہوریت سے آشنا کیا۔ اور اسلام ہی کا یہ طفیل اور صدقہ ہے کہ وہی غلام جن کے آبا و اجداد ہزاروں برس سے غلامی کی زندگی گذار رہے تھے اسلام کے نعرہ جمہوریت کی بدولت تخت شاہی پر جا بیٹھے۔ اور اسلام نے جس جمہوریت سے مسلمانوں کو آشنا کیا تھا یہی جمہوریت رفتہ رفتہ پوری دُنیا میں پھیلتی چلی گئی۔

اسلام نے روزہ، نماز، حج اور زکوٰۃ کے بعد اپنے متبعین پر جس چیز کے لئے زور دیا ہے وہ اعلیٰ اخلاق اور کردار کی بلندی ہے۔ حضرت معاذ بن جبل کا بیان ہے کہ جب میں یمن کو جانے لگا اور گھوڑے پر سوار ہوا تو رسول اللہ صلعم نے مجھ سے فرمایا کہ معاذ لوگوں کی تعلیم و تربیت کے لئے اپنے اخلاق کو اچھا رکھنا کیونکہ نیک ترین شخص وہ ہے جس کے اخلاق اچھے ہیں"۔ اسی طرح رسول مقبول صلعم نے بدکلامی اور بُرے کاموں سے دُور رہنے کی ہدایت فرمائی ہے۔ حضرت ابوہریرہ رضہ بیان کرتے ہیں کہ رسول اللہ صلعم نے فرمایا "کیا تمہیں علم ہے کہ وہ کونسی چیز ہے جو لوگوں کو جنت میں لے کر جاتی ہے۔ وہ تقویٰ اور حسنِ خلق ہے۔ حسنِ خلق کا ادنیٰ درجہ یہ ہے کہ کسی کو ایذا نہ دو اور حسنِ خلق کا اعلیٰ نمونہ یہ ہے کہ لوگوں کے ساتھ احسان کرو"۔ گویا اسلام یہ چاہتا ہے کہ لوگوں کا کردار بلند ہو۔ اور یہ خوبی جس طرح مسلمانوں کے لئے ضروری ہے اسی طرح غیر مسلموں کے لئے بھی ضروری ہے۔

اسی طرح اسلام نے مظلوموں سے ہمدردی اور حسنِ معاملت پر بھی زور دیا ہے۔ حضرت عبداللہ ابن عباس رضہ کا بیان ہے کہ رسول اللہ صلعم نے فرمایا "جو شخص میری اُمت میں سے کسی شخص کی دینی یا دُنیاوی ضرورت کو پورا کرتا ہے وہ مجھے اور اللہ تعالیٰ کو خوش کرتا ہے"۔ رسولِ مقبول صلعم نے خدمتِ خلق کو عبادت سے افضل قرار دیا ہے۔ اور ہدایت کی ہے کہ لین دین اور تجارت میں ہمیشہ ایمانداری کو مدِ نظر رکھو۔ اور کاروبار میں جھوٹی قسم نہ کھاؤ۔ مختصر یہ کہ اسلامی تعلیمات جس طرح مسلمانوں کے لئے مفید ہیں اسی طرح غیر مسلموں کے لئے بھی۔ کیونکہ ان تعلیمات کا تعلق صرف مسلمانوں کی اصلاح سے نہیں ہے بلکہ اسلام تو پوری دُنیا کی اصلاح کے لئے آیا ہے۔

تاریخ اسلام کا ایک ورق



خاقان چین کا غرور خاک میں مل گیا

قرون اولیٰ کے مسلمانوں کی حوصلہ مندی کی داستان

(از شوکت علی فہمی)

۹۶ھ ہجری میں مجاہدین اسلام نے اُس خاقان چین کے غرور کو خاک میں ملا دیا تھا جس کا دعویٰ یہ تھا کہ چینی دنیا کی سب سے بڑی قوم ہے اور دنیا کی کوئی قوم چینیوں کو مغلوب نہیں کر سکتی۔ چینی قوم وہ قوم ہے جو روز اول ہی سے نہایت عیار اور مکار واقع ہوئی ہے۔ اس کا نہ کوئی دین ہے اور نہ مذہب چنانچہ ایک ہزار سال قبل جب مسلمانوں کے خلاف عیار چینیوں نے فتنہ کھڑا کیا۔ تو مسلمانوں نے نہ صرف انہیں مار مار کر سیدھا کر دیا تھا بلکہ انہیں خراج ادا کرنے پر بھی مجبور کر دیا تھا۔

یہ اُس زمانہ کی بات ہے جب مسلمان سیلاب کی طرح دنیا کے ہر حصہ میں بڑھ رہے تھے۔ وہ جدھر بھی جاتے تھے فتح اور کامرانی ان کے قدم چومتی تھی اور مسلمانوں کی ان فتوحات کا راز یہ تھا کہ وہ نہ تو حکومت کے متمنی تھے اور نہ دولت کے بھوکے۔ بس وہ تو یہ چاہتے تھے کہ دنیا کے دور و دراز گوشوں تک خدائے واحد کے نام کا غلغلہ بلند کر دیں۔

افریقہ۔ مصر، فلسطین، شام۔ عراق اور ایران کو مسلمان فتح کر چکے تھے اور اب انھیں روسی ترکستان میں بھی پے در پے فتوحات حاصل ہو رہی تھیں چنانچہ اسلامی سپہ سالار قتیبہ بن مسلم ایک ایک کر کے روسی ترکستان کے تقریباً تمام بڑے بڑے شہر فتح کر چکا تھا۔ روسی ترکستان میں مسلمانوں کی فتوحات نے خاقان چین کو چوکنا کر دیا تھا۔ اُس کے لئے بڑی تشویش کی بات یہ تھی کہ مسلمان پورے ایشیا کے شہنشاہ بنتے چلے جا رہے ہیں۔ حالانکہ چین یہ چاہتا تھا کہ اُسے بلا شرکت غیرے ایشیا کی سب سے بڑی طاقت تسلیم کیا جائے۔ اور پورے ایشیا میں کسی میں بھی اتنی ہمت نہ ہو جو چین سے آنکھ ملا سکے۔

چین چونکہ ایک نہایت ہی عیار ملک تھا۔ اس لئے وہ خود تو مسلمانوں کے مقابلہ پر نہیں آیا لیکن اُس نے اہل سمرقند کو مسلمانوں کے مقابلہ پر کھڑا کر دیا۔ اہل سمرقند اور مسلمانوں میں زمانہ دراز سے عہد و پیمان اور دوستانہ تعلقات تھے۔ لیکن خاقان چین نے اُنہیں مشورہ کا نا شروع کر دیا۔ کہ اگر ایشیا میں مسلمانوں کا اقتدار اسی تیزی سے بڑھتا رہا تو وہ سمرقند کو بھی غلام بنائے بغیر نہیں رہیں گے۔ اور اہل سمرقند کو مشورہ دیا کہ ایسی حالت میں جبکہ مسلمان روسی ترکستان کی جنگ میں مصروف ہیں۔ کیوں نہ اُن پر کاری ضرب لگا کر اُن کی طاقت کو پاش پاش کر دیا جائے تاکہ سمرقند کے لئے کوئی خطرہ ہی باقی نہ رہے۔ اہل سمرقند خاقان چین کے فریب میں آ گئے ادھر خاقان چین نے اپنے بیٹے کو ایک عظیم الشان فوج دے کر اہل سمرقند کی امداد کے لئے بھیج دیا۔ اور اہل سمرقند مسلمانوں کے خلاف صف آرا ہو گئے۔ چنانچہ جب سمرقندیوں نے مسلمانوں کے خلاف بغاوت برپا کی تو اس بغاوت کی سربراہی کا فرض خود خاقان چین کا بیٹا انجام دے رہا تھا۔

مسلمان جب تک روسی ترکستان کی جنگ میں الجھے رہے وہ اس بغاوت کا کوئی جواب نہ دے سکے۔ لیکن وہ جوں ہی ترکستان میں فتحیاب ہوئے تو انھوں نے سمرقندیوں کے خلاف یورش شروع کر دی جن کی پشت پناہی خاقان چین کر رہا تھا۔ سمرقندیوں نے چینیوں کے ساتھ مل کر بڑی پامردی کے ساتھ مسلمانوں کا مقابلہ کیا۔ لیکن جب اُن میں لڑنے کی طاقت نہ رہی تو انھوں نے اپنے آپ کو سمرقند کے قلعہ میں

محصور کرلیا۔

سپہ سالار اسلام قتیبہ بن مسلم نے جب دیکھا کہ سمرقندی اور چینی قلعہ میں محصور ہو چکے ہیں۔ تو اُس نے قلعہ سے بالکل متصل سنگ باری کرنے والی مشین لاکر لگادی اور ان مشینوں کے ذریعہ ایسی شدت سے سنگ باری کی کہ قلعہ کی دیوار ٹوٹ گئی۔ قلعہ کی دیوار کا ٹوٹنا تھا کہ قتیبہ بن مسلم نے اپنے ساتھیوں کو للکارا "مجاہدو۔ آگے بڑھو اللہ تعالیٰ نے تمہارے لئے فتح کی راہ پیدا کردی ہے" چنانچہ مسلمان دیوانہ وار ٹوٹی ہوئی دیوار کی جانب دوڑ پڑے۔ سمرقندی اور چینی اُن پر تیروں کی بارش کر رہے تھے۔ مگر دھن کے پکے مجاہدین موت سے کھیلتے ہوئے برابر آگے بڑھ رہے تھے یہاں تک کہ اُنھوں نے قلعہ پر قبضہ کرلیا۔ اور اب سمرقندیوں کے لئے اس کے سوا اور کوئی چارہ کار نہ رہا کہ وہ مسلمانوں کے سامنے ہتھیار ڈالدیں مختصر یہ کہ سمرقندیوں کو شکست فاش ہوئی اور مسلمانوں نے پہلی مرتبہ سمرقند میں نعرہ تکبیر بلند کیا!

سمرقند فتح کے بعد مسلمانوں نے اس ملک کے دوسرے شہر فتح کئے اور چین کی سرحد اسبیجاب تک بڑھتے چلے گئے۔ کیونکہ اب انہیں اُس خاقان چین سے انتقام لینا تھا جس نے کہ سمرقندیوں کو بغاوت کے لئے ابھار کر مسلمانوں کے لئے شدید مشکلات پیدا کردی تھیں۔ لیکن سردی زیادہ پڑنے لگی تھی اس لئے مسلمانوں نے چند ماہ کے لئے چین کے خلاف یورش کے ارادہ کو ملتوی کردیا۔ چند ماہ کے بعد جب سردی کی شدت کم ہوگئی تو قتیبہ بن مسلم نے پوری طاقت کے ساتھ اُس خاقان چین کے خلاف پیش قدمی شروع کردی جو اپنے آپ کو پورے ایشیا کا شہنشاہ تصور کرتا تھا۔ اور جس کا دعویٰ یہ تھا کہ دنیا کی کوئی طاقت اُن چینیوں کو مغلوب نہیں کرسکتی۔ خاقان چین مسلمانوں کی طاقت اور حوصلہ مندی سے خوب واقف تھا۔ اس لئے اُس نے جنگ کو ٹالنے کی غرض سے سپہ سالار اسلام قتیبہ بن مسلم کو لکھا۔

"ہمیں معلوم ہوا ہے کہ تمہاری فوجیں چین کی سرحد کی جانب بڑھ رہی ہیں۔ ہم جنگ سے نہیں ڈرتے لیکن جنگ کے مقابلہ میں صلح کو ترجیح دیتے ہیں کیا یہ مناسب نہ ہوگا کہ جنگ سے قبل ایک وفد چین بھیجدیا جائے۔ شائد کہ ہم اس وفد کو مطمئن کرسکیں"

اس پیغام کے ملنے پر قتیبہ بن مسلم نے ہبیرہ بن مشرح کی سرکردگی میں ایک وفد چین روانہ کردیا۔ اور وفد کو ہدایت کردی کہ وہ خاقان چین کو اس بات کا یقین دلا دے کہ تمہاری گذشتہ فتنہ پردازیوں کی بدولت ہم نے یہ طے کر رکھا ہے کہ یا تو تمہیں ہماری اطاعت قبول کرنی ہوگی یا جنگ کرنی پڑے گی کیونکہ ہم اُس وقت تک چین سے نہیں بیٹھیں گے جب تک کہ تمہاری زمین کو اپنے پیروں سے پامال کرکے تم سے خراج نہیں وصول کرلیں گے۔

اس وفد کی خاقان چین سے کئی ملاقاتیں ہوئیں مگر۔ خاقان چین بدستور اپنی طاقت کے نشہ میں سرشار رہا۔ اور اُس نے امیر وفد ہبیرہ بن مشرح سے کہا "اپنے سردار سے۔ کہہ دو کہ وہ واپس چلا جائے یہی بہتر ہے۔ اگر تم اپنے ارادے سے باز نہیں آئے تو میں ایسی فوج تمہارے مقابلے کے لئے بھیجوں گا جو تمہیں برباد کرڈالے گی"

ہبیرہ کو یہ سن کر غصہ آگیا اور اُنھوں نے کہا کہ "خدا کی قسم ہم مسلمان ہیں۔ ہمیں دھمکیاں نہ دو۔ ہم کسی دنیاوی طاقت سے ڈرنا نہیں جانتے اگر آئین حکومت کے خلاف نہ ہوتا تو ابھی ہماری تلواریں تیری رعونت کا جواب دیدیتیں۔ اب ہم قسم کھاتے ہیں کہ اُس وقت تک ہماری تلواریں میان میں نہیں جائیں گی جب تک کہ تیرے ملک کو پامال نہ کرڈالیں گی"

ہبیرہ کو یقین تھا کہ جنگ اسی وقت اور اسی جگہ چھڑ جائے گی لیکن خاقان چین مسلمانوں کا یہ حوصلہ دیکھ کر سکتہ میں رہ گیا۔ اور مسلم وفد واپس آگیا اس کے بعد مسلمانوں نے چین پر ایک خوفناک حملہ کیا کہ چین کی سرزمین لرز اٹھی اور چند ہی روز کے اندر بے شمار بستیاں ویران ہوگئیں۔ اور مسلمان سیلاب کی طرح چین میں بھی آگے بڑھنے لگے۔

اب خاقان چین کو ہوش آیا۔ ترکستان اور سمرقند کا حشر وہ اپنی آنکھوں سے دیکھ چکا تھا۔ آخر اُس نے صلح کی غرض سے ایک وفد قتیبہ بن مسلم کی خدمت میں روانہ کیا اس وفد نے سپہ سالار اسلام کی خدمت میں حاضر ہوکر عرض کیا کہ "ہمارے بادشاہ کو اس بات کا افسوس ہے کہ اُس نے سمرقندیوں کی امداد کرکے بہت بڑی غلطی کی ہے۔ وہ اِس غلطی کا بڑے سے بڑا تاوان ادا کرنے کے لئے تیار ہے۔ نیز وہ اطاعت کا متمنی ہے اور اِس بات کا خواہش مند ہے کہ خراج کی ایک معقول رقم قبول کرنے کے بعد اُس کی غلطیوں کو نظر انداز کردیا جائے"

(باقی مضمون صفحہ ۲۹ پر)

تاریخ ہند



شاہان ہند کی رواداری

مسلم دورِ حکومت میں تعصب کا نام نشان تک نہ تھا

(از جناب پروفیسر عبدالقیوم صاحب حسرت نعمانی)

نامور مورخ ہنری گردھاری لال اور دوسرے انصاف پسند غیر مسلم مورخوں کی تو یہ رائے ہے کہ شاہان ہند نے اس ملک پر بڑی رواداری کے ساتھ حکومت کی ہے لیکن ہندوستان کے فرقہ پرستوں کی جانب سے شاہان ہند کے خلاف پروپگنڈا آج بھی جاری ہے۔ اور اس پروپگنڈے کے ذریعہ شاہان ہند کو قاتل خونی اور نہ جانے کیا کیا ثابت کرنے کی کوشش ہو رہی ہے۔ پروفیسر عبدالقیوم نے ذیل کے مضمون میں اس معاندانہ پروپگنڈے کا تاریخ کی روشنی میں دندان شکن جواب دیا ہے۔

مسلم حکومت کی بنیاد ہی چونکہ رواداری اور فراخ دلی پر رکھی ہوئی ہے اور مسلمانوں نے روز اول ہی سے اپنی اس منصفانہ پالیسی سے بے اندازہ فوائد حاصل کئے ہیں۔ اس لئے مسلمان فاتحانہ حیثیت سے جس ملک میں بھی داخل ہوئے ہیں انھوں نے وہاں کے باشندوں کے ساتھ ایسا برابری اور رواداری کا سلوک کیا۔ کہ حاکم و محکوم کا بھی کوئی فرق باقی ہی نہیں رہ سکا ہے۔ یہی عراق میں ہوا یہی ایران و افغانستان میں ہوا یہی مصر و شام میں ہوا اور بالکل یہی ہندوستان میں بھی ہوا چنانچہ اس سلسلہ میں ہندوستان کے مورخ گردھاری لال لکھتے ہیں۔

"مسلمانوں کی آمد سے ہندوستان کو بہت فائدہ پہنچا اُن کی فوجی طاقت چونکہ بڑھی ہوئی تھی اس لئے ہندوستان بیرونی حملہ آوروں سے محفوظ ہو گیا مسلمانوں کی آمد سے پہلے یہاں ذات پات کی شدت بہت زیادہ تھی مسلمانوں کو دیکھ کر اس شدت میں کمی ہو گئی اور اس ملک کے تمدن میں بھی نکھار پیدا ہوا۔ شاہان ہند کی بڑی خوبی یہ تھی کہ اُن کے ہاں حاکم اور محکوم قوم میں کوئی امتیاز نہ تھا اور اپنی اس وسیع نظری کی وجہ سے مسلمانوں نے بہت جلد اس ملک قدیم باشندوں کے دلوں میں گھر کر لیا۔" (کتاب الہند)

شاہان ہند کا ہندوستان کی مفتوح قوم کے ساتھ جس زمانہ میں کہ برابری کا سلوک ہو رہا تھا اسی زمانہ میں یورپ کے مہذب ممالک کو دیکھئے کہ وہاں حاکم اور محکوم قوموں کے درمیان وسیع معاشرتی اور سیاسی خلیج حائل تھی محکوموں کو بالجبر حاکم قوم کا مذہب قبول کرنے کے لئے مجبور کیا جاتا تھا۔ اور اُن کے ساتھ جانوروں سے بھی بدتر سلوک ہو رہا تھا۔ اس کے برخلاف مسلمان جو عالمگیر اخوت کے مدعی اور پیغام مساوات کے حامل تھے جب ہندوستان آئے اور فتح مند ہو کر یہیں کے باشندے بن گئے تو انھوں نے کبھی حاکم اور محکوم قوم میں فرق نہیں محسوس کیا۔ کیونکہ اسلام نے انہیں پوری نوع انسانی کے ساتھ مساوات کے برتاؤ کی تعلیم دی تھی۔ اس کے علاوہ مسلمان اس بات کو بھی پوری طرح محسوس کرتے تھے کہ اس ملک کی اتنی بڑی غیر مسلم آبادی کو محض فوجی طاقت سے دبا کر نہیں رکھ سکتے بلکہ وہ اُن کی اطاعت اور محبت محض اُن کی دلجوئی اور رواداری ہی کے ذریعہ حاصل کر سکتے ہیں چنانچہ ہندوستان کے طویل مسلم دور حکومت میں اختلاف مذہب کی بنا پر غیر مسلم کبھی سرکاری ملازمتوں سے محروم نہیں کئے گئے۔ اور اُن کے دھرم میں کبھی بھول کر بھی مداخلت نہیں کی گئی۔

ہمارے ملک کے اکثر اہل قلم اس غلط فہمی کے پھیلانے کی کوشش

میں لگے ہوئے ہیں کہ وہ کسی نہ کسی طرح یہ ثابت کرسکیں کہ ہندوستان میں اسلام تلوار کے زور سے پھیلایا گیا ہے۔ اس الزام کی نامعقولیت اور اس غلط بیانی کی تردید اگرچہ تاریخی شہادتوں کے ذریعہ بار بار کی جاچکی ہے مگر یہ سلسلہ ہنوز جاری ہے۔ کیونکہ اس کے پردہ میں شر انگیزی مقصود ہے۔ تاریخی اصلیت یہ ہے کہ مسلمان اس ملک میں اپنے مذہب کی اشاعت کے لئے نہیں بلکہ ملک گیری کی غرض سے آئے تھے۔ چنانچہ مشرقی اور مغربی ہندوستان میں جہاں مسلم حکومتوں کا کوئی خاص اثر نہیں تھا۔ وہاں مسلمانوں کی آبادی، کا تناسب اُن مقامات سے بہت زیادہ رہا ہے جن علاقوں میں کہ مسلم حکومتیں قائم تھیں۔ اور جہاں سلطنت کا اثر بہت زیادہ تھا۔ ایسی حالت میں یہ کہنا کہاں تک درست ہو سکتا ہے کہ "مسلم حکومتوں کے پردہ میں تبلیغ کا فرض انجام دیا جاتا رہا ہے" حالانکہ حقیقت یہ ہے کہ محمد بن قاسم سے لے کر آخر مغل بادشاہ کے دورِ حکومت تک تبلیغ اور اشاعت اسلام کبھی شاہان ہند کی پالیسی نہیں رہی یہاں تک کہ ہندوستان کی کسی مسلم حکومت نے اپنے ہاں کبھی تبلیغ اسلام کا کوئی شعبہ بھی قائم نہیں کیا

مغربی مورخین ڈاکٹر آرنلڈ اور سر الفریڈ لائل نے بالکل درست کہا ہے کہ "ہندوستان میں مسلمانوں کو جنگی فتوحات اور حکومت کے انتظامات ہی سے فرصت کہاں ملتی تھی کہ وہ تبلیغ اور اشاعت اسلام کی جانب متوجہ ہو سکتے" ان مورخوں کی رائے ہے کہ "تبلیغ اور اشاعت اسلام تو درکنار ان میں ہندوستان آنے کے بعد وہ اسلامی سادگی بھی باقی نہیں رہی تھی جو صحرا نشین عربوں اور سچے مسلمانوں کا طرۂ امتیاز رہی ہے"۔

تاریخی حقائق سے یہ بات ثابت ہے کہ اس ملک میں مسلمان بادشاہوں نے روزِ اول ہی سے ہندوستان کی غیر مسلم اکثریت کے مذہبی احساسات اور جذبات کا بے حد خیال رکھا ہے۔ اور غیر مسلموں کے عبادت خانوں کی اپنے عبادت خانوں کی طرح حفاظت کی ہے۔ چنانچہ آٹھویں صدی عیسوی میں محمد بن قاسم فاتح سندھ نے جنگ میں مسمار ہو جانے والے مندروں کی خزانہ شاہی سے از سرِ نو تعمیر کرادی تھی۔ اور اعلان عام کر دیا تھا کہ "ہندوؤں کو ہر قسم کی مذہبی آزادی حاصل رہے گی وہ جس طرح چاہیں اپنی مذہبی رسومات بلا روک ٹوک انجام دے سکتے ہیں"

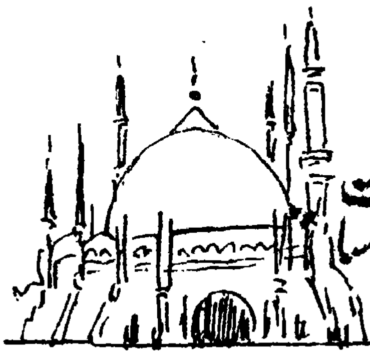
اسٹانلے لین پول لکھتا ہے کہ "ہندوستان کی مسلم حکومت نہایت منظم اور پائیدار تھی۔ شہر اور دیہات کے باشندوں کو خود ٹیکس کی وصولی اور ادائیگی کی اجازت تھی برہمنوں کو ہر قسم کی مراعات حاصل تھیں۔ ان کی علمی صلاحیتوں کے سبب مسلم حکومتوں میں انہیں بڑے بڑے منصب عطا کئے جاتے تھے۔ فاتح سندھ محمد بن قاسم نے وزارت عظمیٰ کو ایک ہندو پنڈت کے سپرد کر رکھا تھا۔ اور اپنے تمام عہدہ داروں کو غیر مسلم باشندوں کے ساتھ منصفانہ پالیسی اختیار کرنے کی ہدایت کر رکھی تھی اُس کا حکم تھا کہ تمام اعلیٰ عہدہ دار ہندو عوام کے ساتھ نرمی اور انصاف کے ساتھ پیش آئیں تاکہ کسی ایک غیر مسلم کو بھی شکایت کا موقع نہ مل سکے"

(میڈیول انڈیا)

محمود غزنوی نے سترہ بار ہندوستان پر فوج کشی کی لیکن اُس کا بھی مقصد محض ملک گیری تھا۔ وہ ہر بار آیا اور مال غنیمت لے کر غزنین واپس چلا گیا۔ البتہ محمد غوری کی فتح مستقل تھی اُس نے اِس ملک میں مستقل حکومت قائم کی تھی۔ اُسی کے دورِ حکومت سے ہندوستان میں پٹھانوں کی حکومت کی بنیاد پڑی جو تین صدی سے بھی زیادہ عرصہ تک قائم رہی یہ درست ہے کہ پٹھانوں میں مغلوں کی طرح غیر معمولی رواداری نہیں تھی لیکن پھر بھی اِس حقیقت سے انکار نہیں کیا جا سکتا کہ دہلی۔ آگرہ۔ متھرا اور دیگر مقامات پر پٹھانوں کے عہد حکومت میں بہت سے نئے مندروں کی تعمیر ہوئی۔ چنانچہ اِن ہی پٹھانوں کے دورِ حکومت میں مہاپرکھو چیتنیاجی کے چیلے روپ سائیں گوسوامی نے جو مشہور مندر پندرھویں صدی عیسوی میں بنوائے تھے وہ آج بھی موجود ہیں اور جن کے حالات پر رائے بہادر لالہ بیدھ ناتھ نے اپنی تصنیف "ہندوستان کا ماضی و حال" میں کافی روشنی ڈالی ہے۔

دکھن کی بہمنی سلطنت جو ایک برہمن کے نام پر ایک مسلم حکمران نے قائم کی تھی۔ اُس میں جس طرح ہندوؤں کو نوازا گیا ہے اُس کی تفصیل تاریخوں میں موجود ہے۔ بہمنی حکومت میں ہندو بڑے بڑے عہدوں پر فائز تھے۔ مالیات کا شعبہ کلیتہً ہندوؤں کے ہاتھوں میں تھا۔ اس سے قبل سلطنت کے حسابات کا ریکارڈ دکھن میں فارسی میں رکھا جاتا تھا لیکن برہمنوں کی سہولت کے لئے یہ ریکارڈ ہندی میں رکھا جانے لگا۔ تاریخ دکھن جلد اول میں مسٹر گربیل لکھتے ہیں کہ "بلاشبہ تین صدی کی مدت تک یعنی جب تک گولکنڈہ اور بیجاپور کی حکومتیں خود مختار رہیں ہندو اور مسلمان انتہائی محبت کے ساتھ رہے" (باقی صـ۲۹ پر)

اسلام اور غیر مسلم



اسلام ایک بے مثال مذہب ہے

اسلام کے بارے میں مسٹر ایم ۔ این رائے کے احساسات

(مسٹر ایم ۔ این رائے کے انگریزی مقالہ سے ماخوذ)

ہندوستان کے نامور مفکر مسٹر ایم ۔ این رائے نے ذیل کے مضمون میں ایک طرف تو اسلام کی حیرت انگیز ترقی پر اظہار خیال کیا ہے اور دوسری جانب اسلام کے محاسن پر بڑی خوبی کے ساتھ روشنی ڈالی ہے ۔ دین دنیا میں بڑی پابندی کے ساتھ اور بڑی تلاش و جستجو کے بعد اسلام کے بارے میں غیر مسلموں کے جو خیالات درج کئے جاتے ہیں ۔ یہ مضمون بھی اسی سلسلہ کی ایک کڑی ہے ۔

انسانی تاریخ تقریباً ہر مذہب سے متاثر ہوئی ہے ۔ کیونکہ ہر مذہب کے داعی نے اپنے زمانہ میں عوام کی تہذیب اور ترقی میں نمایاں حصّہ لیا ہے لیکن اسلام اس معاملہ میں دنیا کے تمام مذاہب سے آگے ہے چنانچہ پروفیسر جوزف ہیل اسلام کے اثرات پر تبصرہ کرتے ہوئے لکھتا ہے کہ "اسلام نے براہ راست جس سرعت کے ساتھ دنیا کی تہذیب کو متاثر کیا ہے ۔ اور اسلام کی بدولت عالم انسانیت کو جو گرانقدر فوائد پہنچے ہیں اُسکی نظیر کسی دوسرے مذہب یا اصلاحی تحریک کی تاریخ میں ناپید ہے "

پھر اسلام کا اِس سرعت کے ساتھ تمام دنیا میں پھیل جانا اس لئے اور بھی حیرت انگیز ہے کیونکہ یہ مذہب جس ماحول میں ظاہر ہوا تھا ۔ وہ بظاہر اس قابل ہی نہیں تھا کہ اُس میں کوئی صحت مند تحریک نشوونما حاصل کر سکے ۔

اگر عرب کے اُس دور کی تاریخ کا مطالعہ کیا جائے ۔ جبکہ اسلام کا ظہور ہوا تھا تو معلوم ہوگا کہ اُس زمانہ میں تہذیب اور تمدن کا نام تک مٹ چکا تھا ۔ جنگ جوئی ۔ سفاکی خود غرضی اور اخلاقی پستی نے تہذیب کی شمع کو گل کرکے رکھ دیا تھا ۔ چنانچہ عربوں کے بیجا افتخار ۔ اور خاندانی برتری کے احساس نے اُن کے اتحاد کو پارہ پارہ کر دیا تھا ۔ اور ان بگڑے ہوئے حالات میں اِس بات کا تصور بھی نہیں کیا جا سکتا تھا کہ عرب قوم کبھی تہذیب و تمدن کے آسمان پر آفتاب بن کر چمک سکے گی ۔ لیکن

جب تاریخ کے اسی دور میں اسلام کی کامیابی اور پیش قدمی پر نظر پڑتی ہے تو اس بات کو تسلیم کرنے کے علاوہ اور کوئی چارہ کار باقی نہیں رہتا کہ اسلام واقعی دین فطرت ہے ۔ اُس کی تعلیمات انسانی نفسیات کے عین مطابق ہیں ۔ جو انسان کی روحانی اور مادّی ضرورتوں کی تکمیل کی ضامن ہیں ۔ اور اسلام ایک ایسا مذہب ہے جو انتہائی ناسازگار حالات میں بھی صرف ترقی ہی نہیں بلکہ پوری دنیا کی تہذیب کو متاثر کر سکتا ہے

اسلام کا اگر گہری نظر سے مطالعہ کیا جائے تو پتہ چلتا ہے کہ یہ ایک ایسا مذہب ہے جس نے انسانی زندگی کے ہر شعبہ کے متعلق ایک مستقل ضابطہ مرتب کیا ہے ۔ اور اس ضابطہ میں ایسی کشش موجود ہے جو انسانوں کو اپنی طرف کھینچتی ہے ۔ اور اِسی لئے آج دنیا کی وہ مذہب قومیں بھی جو مسلمان نہیں ہیں ۔ عملاً اسلام ہی کے نظام حیات پر کاربند ہیں لیکن اسلام کے ابتدائی دور میں اِس کی جن خصوصیات نے اُس زمانہ کے لوگوں کو متاثر کیا تھا ۔ اُن میں سے پہلی خصوصیت اسلام کا معاشی اور سماجی نظام تھا ۔

سماجی اعتبار سے اسلام نے امیر اور غریب ۔ آقا اور غلام نیز رنگ اور نسل کے امتیاز کو ختم کر دیا تھا ۔ اور معاشی لحاظ سے اس نے ایک طرف تو افلاس اور غریبی کو دور کرنے کی ہر ممکن اور جائز کوشش کی تھی ۔ اور دوسری جانب غریبوں اور ضرورت مندوں کی امداد

اور حاجت روائی کو مسلمانوں کا ایک اہم مذہبی فریضہ قرار دیدیا تھا لیکن اسلام چونکہ انسان کے شخصی وقار اور خودداری کا بھی بہت بڑا حامی ہے۔ اس لئے وہ دست سوال دراز کرنے کا بہت بڑا مخالف ہے۔ اسلام کا نظریہ ہے کہ دست سوال دراز کرنے سے انسان کی خودداری اور شرافت نفس کو نہ صرف صدمہ ہی پہنچتا ہے بلکہ اکثر اوقات وہ اخلاقی جوہر سے بھی محروم ہو جاتا ہے۔ لہٰذا اسلام نے گداگری کو ممنوع قرار دیا ہے۔ اسکے بجائے اس نے غریبوں اور حاجت مندوں کی ضرورتوں کو پورا کرنے کے لئے یہ طریقہ نکالا ہے کہ دولتمندوں سے حاصل ہونے والی زکوٰۃ کی رقم بیت المال میں جمع کی جائے اور حکومت کے زیر اہتمام یہ رقم صرف ضرورتمندوں میں تقسیم کی جائے

اسلام کے اس مخصوص طریقہ امداد کے دوسرے بہت سے فائدوں کے علاوہ ایک قابل ذکر فائدہ یہ بھی ہے کہ اس طرح ایک طرف تو دولتمندوں کو اس بات کا علم نہیں ہو سکتا کہ انھوں نے کس ضرورت مند کی امداد کی ہے اور وہ اس کے مقابلہ میں اپنی برتری کا احساس نہیں کر سکتے اور دوسری طرف حاجت مند کسی مخصوص شخص کے احسان کی شرمندگی سے محفوظ رہتے ہیں۔ اور اُن کی خودداری مجروح نہیں ہوتی

ظہور اسلام سے پہلے دنیا میں جتنے مذاہب بھی موجود تھے اُن کی تعلیمات کے مطابق مذہب اور انسانی زندگی میں ہم آہنگی ناپید تھی مثلاً عیسائیت آخرت میں نجات کے لئے ترک دنیا کو لازمی قرار دیتی تھی۔ بودھ مت نے انسان کو بہت سی ناقابل عمل پابندیوں میں جکڑ دیا تھا برہمنیت نے انسانیت کی اعلیٰ قدروں کو صرف اعلیٰ طبقوں کے لئے مخصوص کر دیا تھا۔ اور اس طرح انسانی سماج میں کوئی توازن باقی نہیں رہا تھا۔ لیکن اسلام نے روحانی اور مادی زندگی میں توازن اور ہم آہنگی پیدا کر کے انسان کو پہلی مرتبہ یہ بتایا تھا کہ انسان کے تمام اچھے کام خواہ وہ خود اُس کی اپنی ہی ذات کے لئے کیوں نہ ہوں آخرت میں اس کی نجات کا ذریعہ بن سکتے ہیں۔ اس طرح روحانی اور مادی زندگی میں ہم آہنگی کا یہ تصور اسلام کی وہ دوسری خصوصیت تھی جس نے اس دور کے انسان کو اسلام کی جانب متوجہ کیا تھا۔ یعنی اسلام دنیا کا پہلا مذہب ہے جس نے دین کو دنیا کے ساتھ وابستہ کر دیا تھا۔ اور ترک دنیا کو قطعی ناجائز قرار دیدیا تھا۔

اسلام کی اشاعت اور مقبولیت میں اُس کی جس تیسری خصوصیت کو بہت زیادہ دخل حاصل ہے وہ حکمرانی کے معاملہ میں اُس کا جمہوری تصور ہے۔ یعنی اسلام نے سب سے پہلے جمہوری نظام حکومت سے لوگوں کو آشنا کیا۔ اگرچہ اسلامی اصطلاح میں اس نظام حکومت کو جمہوری نہیں بلکہ خلافت الٰہیہ کے نام سے موسوم کیا گیا ہے۔ لیکن وہ نظام حکومت آجکل کے جمہوری نظام سے کہیں زیادہ مکمل اور عوام کے لئے فائدہ بخش تھا

اسلام کا ظہور ملوکیت کے ایک ایسے دور میں ہوا تھا کہ اُس زمانے میں لوگ جمہوری حکومت کا تصور بھی نہیں کر سکتے تھے۔ لیکن اسلام نے جمہوری نظام حکومت قائم کر کے دکھا دیا۔ چنانچہ اسلام نے زبانی طور پر ہی اس بات کا اعلان نہیں کیا تھا کہ ریاست دراصل عوام کی فلاح و بہبود اور خدمت گزاری کا ایک وسیلہ ہوتی ہے بلکہ اُس نے عملی طور پر ایسی حکومت قائم کر کے دکھا دی تھی جس میں عوام کی آواز کا پورا پورا دخل تھا۔ چنانچہ جو لوگ ہزاروں سال سے شخصی حکومتوں کے جبر اور استبداد سے تنگ آ چکے تھے ظاہر ہے کہ اُن کے لئے اسلام کے اس جمہوری نظریئے میں غیر معمولی کشش موجود تھی اور وہ اسلام سے متاثر ہوئے بغیر نہیں رہ سکتے تھے۔

اسلام دنیا کے تمام مذاہب کے احترام کا بہت بڑا حامی ہے چنانچہ اسلام نے اپنے ظہور کے بعد مذہبی رواداری کی جو مثال پیش کی ہے وہ اُس زمانہ کے لوگوں کے لئے نئی چیز نہیں تھی بلکہ آج کی دنیا میں بھی اُس کی مثال نہیں ملتی۔ اسلام کا جس زمانہ میں ظہور ہوا ہے اُس دور میں مختلف مذہبوں کے درمیان عناد اور دشمنی تو ایک معمولی بات تھی بلکہ نوبت یہاں تک پہنچ گئی تھی کہ ایک ہی مذہب کے ماننے والے معمولی معمولی اختلافات پر ایک دوسرے کو قابل گردن زدنی یقین کرتے تھے لیکن جب اسلام نے مذہبی رواداری کا اعلان کیا اور مسلمانوں نے اپنی غیر مسلم رعایا کو کامل مذہبی، شہری اور سماجی آزادیاں دیں تو لوگ غیر شعوری طور پر اسلام کی طرف متوجہ ہوگئے۔

اسلام ایک عظیم مذہب ہونے کے علاوہ ایک بہترین دستور حیات بھی ہے۔ اسی لئے آج مسلمان ہی نہیں بلکہ غیر مسلم قومیں بھی اسلام کے اُن زریں اصولوں پر کاربند ہیں جو اسلام نے دنیا میں ظاہر ہو کر عام کئے۔ اور جن سے انسانی تہذیب اور تمدن میں گرانقدر اضافہ ہوا۔

اسلام نے جو تمدنی اصول وضع کئے ہیں وہ مسلمانوں ہی کے لئے نہیں ہیں بلکہ پوری دنیا کے لئے ہیں اور اس طرح اسلام کا دنیا پر یہ بہت بڑا احسان ہے۔

خاقان چین کا غرور خاک میں مل گیا

(باقی مضمون صفحہ ۲۴)

چینی وفد کئی روز تک اسلامی کیمپ میں ٹھہرا رہا اور بڑی خوشامد کے بعد وفد نے قتیبہ کو صلح کے لئے آمادہ کر لیا اور اس کے بعد خاقان چین زمانہ دراز تک خلیفہ اسلام کی خدمت میں خراج بھیجتا رہا اور اس کا سارا غرور خاک میں مل گیا۔ یہ واقعہ ۹۷ سنہ ہجری میں پیش آیا۔

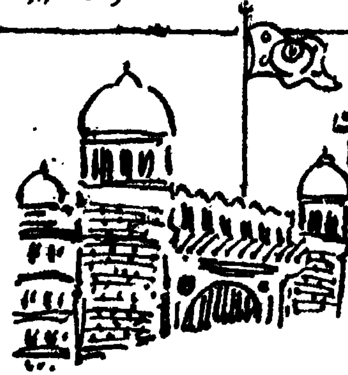
شاہان ہند کی مذہبی رواداری

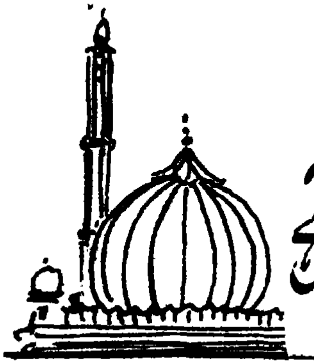
(باقی مضمون صفحہ ۲۶)

جس کی مثال کسی دوسری جگہ ملنی مشکل ہے اور پھر مغلوں کی رواداری کا تو یہ عالم تھا کہ انہوں نے ہندوؤں کی دلداری کے لئے مذہبی احکامات کو بھی پس پشت ڈال دیا تھا۔

اس کے علاوہ ہم یہ بھی دیکھتے ہیں کہ پندرھویں صدی عیسوی میں تمام بڑے بڑے ہندو ریفارمر مثلاً راما نند، راما نج، چیتنیا، بابا سوردا س، گرونانک، تلسی گوسائیں اور دلبھ اچاریہ ہندوستان کے مسلم دور حکومت میں اپنے دھرم اور نئے نئے عقائد کا پورے ملک میں پرچار کرتے رہے۔ بھلا ان حقائق کے ہوتے ہوئے کون شاہان ہند کی رواداری، بے تعصبی اور وسیع نظری سے انکار کر سکتا ہے۔

ہندوستان میں مسلمانوں کے طویل اور پر امن دور حکومت کا راز یہی ہے کہ مسلمان اس ملک کے قدیم باشندوں سے گھل مل گئے تھے اور اس ملک کے باشندے مسلم حکومتوں کو قومی حکومتیں تصور کرتے تھے





اسلامی جمہوریت ہی حقیقی جمہوریت ہے

آجکل کی جمہوریت اسلامی جمہوریت کے مقابلہ میں ناقص ہے

(ہمارے سیاسی مفکر کے قلم سے)

حقیقی جمہوریت یہ ہے کہ ملک کا کوئی کمزور سے کمزور طبقہ بھی مساوی حقوق سے محروم نہ رہے اور یہ خوبی صرف اسلامی جمہوریت ہی میں تھی۔ اگر دنیا واقعی حقیقی جمہوریت چاہتی ہے تو اُسے زمانہ حاضرہ کی ناقص جمہوریتوں کو اسلامی جمہوریت کے رنگ میں رنگنا ہوگا ذیل کے مقالہ میں اسی موضوع پر بحث کی گئی ہے۔

موجودہ زمانہ کو عوامی جمہوریت کا زمانہ کہا جاتا ہے ۔ اور یہ دنیا زمانہ دراز کے بعد بادشاہوں۔ قبائلی سرداروں جاگیرداروں کے دور سے گذر کر اس دور میں داخل ہوئی ہے ۔ مگر حقیقت یہ ہے کہ دنیا ابھی تک حقیقی جمہوریت سے بہت دور ہے ۔ کیونکہ یہ دیکھنے میں آرہا ہے کہ جب کسی ملک میں کوئی سیاسی جماعت جمہوریت کا نام لیکر حکومت قائم کرلیتی ہے ۔ تو اس حکومت کے تمام تر فوائد غالب جماعت کے لئے مخصوص ہو جاتے ہیں ۔ اور کمزور طبقے بدستور جمہوری حقوق سے محروم رہ جاتے ہیں گویا اِس زمانہ میں بھی جمہوریت کے نام پر اقتدار پسند پارٹیوں کی ڈکٹیٹر شپ قائم کی جارہی ہے حالانکہ دنیا کو ایک ایسی جمہوریت کی ضرورت ہے جس کی نعمتوں سے کسی ملک کا کوئی کمزور سے کمزور طبقہ بھی محروم نہ رہ سکے ۔

اگر الفاظ کی بحث میں الجھنے کی بجائے صرف جمہوریت کے اصل مقصد پر نظر رکھی جائے تو یہ تسلیم کرنا پڑے گا کہ اسلام نے سب سے پہلے حقیقی جمہوری نظام دنیا کے سامنے پیش کیا تھا ۔ یہ درست ہے کہ اگرچہ اُس نے اپنے پیش کردہ نظام کا نام "جمہوریت" نہیں رکھا تھا لیکن اُس میں عوام کے لئے وہ تمام برکتیں اور رحمتیں موجود تھیں جو ایک جمہوری نظام ریاست میں ہونی چاہئیں اور جن سے آجکل کا جمہوری نظام بھی بڑی حد تک محروم ہے ۔

جمہوریت کا مقصد کسی ایسے مذہبی یا سیاسی گروہ کے اقتدار سے ہرگز پورا نہیں ہو سکتا جو اکثریت میں ہو بلکہ جمہوریت کا منشا یہ ہے کہ جو گروہ بھی برسر اقتدار ہو اُس کے زیر اثر ہر کمزور سے کمزور فرد اور گروہ کے لئے بھی وہی تمام شہری آزادیاں اقتصادی سہولتیں اور ترقی کے مواقع حاصل ہوں جو اکثریت کو حاصل ہوتے ہیں لیکن دیکھنے میں یہ آرہا ہے کہ دنیا کی بڑی سے بڑی جمہوری حکومتوں میں بھی کسی نہ کسی پہلو سے کمزور طبقوں کو اور افراد کو جائز حقوق تک سے محروم رکھا جاتا ہے ۔ مگر جہاں تک اسلامی جمہوریت کا تعلق ہے ۔ اُس نے مسلمانوں اور غیر مسلموں نیز انسانوں کے کسی گروہ کے درمیان امتیاز رکھنے کی اجازت نہیں دی ہے ۔

اسلام نے جس جمہوریت سے دنیا کو آشنا کیا تھا وہ خلافت کے نام سے موسوم ہے ۔ اس جمہوریت میں خلیفہ کا انتخاب صاحب الرائے حضرات کے مشورہ سے کیا جاتا تھا ۔ اور ایسے شخص کو منتخب کیا جاتا تھا جو علم وفضل ۔ نیکوکاری میں سب سے افضل اور برتر ہو ۔ چنانچہ اسلام میں سب سے پہلے جمہوری حکمران حضرت ابوبکر صدیق تھے ۔ ان کے بعد حضرت عمر فاروق ہوئے ۔ پھر حضرت عثمان غنی کا انتخاب عمل میں آیا اور سب سے آخیر میں رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے قریب ترین عزیز اور داماد حضرت علی کرم اللہ وجہٗ خلیفہ منتخب ہوئے

قرآن پاک کی ہدایتیں اور رسول مقبول صلی اللہ علیہ وسلم کی احادیث اِن سربراہوں کا دستور حکومت تھا ۔ قرآن پاک اور رسول مقبول صلی اللہ علیہ وسلم چونکہ غریبوں اور کمزور طبقوں کے

سب سے بڑے حامی تھے اس نے سب سے پہلے اسلامی جمہوریت یعنی خلافت نے ان ہی کے لئے آسانیاں اور سہولتیں پیدا کیں۔ اور اسلام چونکہ پوری انسانیت کا مذہب ہے۔ اس لئے اُن لوگوں کو بھی خلافت اسلامیہ میں پوری پناہ اور حفاظت دی گئی۔ جنہوں نے کہ اگرچہ اسلام قبول نہیں کیا تھا۔ لیکن اسلامی جمہوریت یعنی خلافت اسلامیہ کی انھوں نے اطاعت قبول کر لی تھی انکو "ذمی" کہا گیا۔ اور ذمیوں کے خون کا احترام اسی طرح کیا گیا جس طرح کہ مسلمانوں کے خون کا احترام کیا جاتا تھا۔ بلکہ ان کو مسلمانوں سے بھی کچھ زیادہ ہی خلافت اسلامیہ میں معقول عطا کیے گئے تھے۔

پھر اسلامی جمہوریت یعنی خلافت اسلامیہ کی خصوصیت یہ تھی کہ اُسکی تمام تر آمدنی غریبوں اور کمزور طبقوں کے لئے مخصوص تھی۔ یعنی حکومت کے کاموں اور ضرورتوں سے جو رقم بچتی تھی وہ وظائف کی صورت میں کمزور طبقوں۔ غریبوں اور معذوروں میں تقسیم کر دی جاتی تھی نیز اسلامی جمہوریت کے سربراہ یعنی خلفائے راشدین۔ اس بات سے گریز کرتے تھے کہ عوام کے ٹیکسوں کی کمائی اُن کی ذات پہ یا شاہانہ نمود و نمائش پر صرف کی جائے بلکہ حضرت ابوبکر صدیق اور حضرت عثمان غنی جیسے دولتمند خلفائے اپنی ذاتی املاک بھی غریب عوام کے لئے وقف کر دی تھی اور خود غریبانہ زندگی بسر کرتے تھے یعنی خلافت اسلامیہ میں تمام تر توجہ غریبوں اور کمزور طبقہ کی جانب کی جاتی تھی۔ یہ تھی اسلامی جمہوریت کی خصوصیت جو آجکل کی ترقی یافتہ جمہوریتوں میں بھی مفقود ہے۔

ان سطور میں اسلام کے جمہوری نظام کے افضل اور برتر ہونے کا دعوی کیا گیا ہے اگرچہ اُس کے ثبوت میں بے شمار تاریخی واقعات پیش کئے جا سکتے ہیں۔ لیکن یہاں اِن واقعات کے درج کئے جانے کی بجائے بعض غیر مسلم مورخین اور علماء کے خیالات کا خلاصہ پیش کرنا زیادہ مناسب معلوم ہوتا ہے۔ اس طرح ایک طرف تو اسلامی نظام حکومت کے جمہوری نظریات سے بھی واقفیت ہو جائے گی اور دوسری طرف اُن کی صحت مندی اور صداقت کی تصدیق بھی ہو جائے گی۔

فرانسیسی مورخ موسیو سید یو اپنی تصنیف "تاریخ عرب" میں لکھتا ہے کہ "اسلام کا دنیا پر یہ بہت بڑا احسان ہے کہ اُس نے نہ صرف جمہوریت کا تصور دنیا کے سامنے پہلی مرتبہ پیش کیا بلکہ ایک ایسی جمہوری حکومت بھی قائم کر کے دکھا دی جو آپ ہی اپنی مثال ہے۔ یوں تو اسلام نے مساوات انسانی کے لئے بھی بہت بڑا کام کیا ہے لیکن اسلام کے مجوزہ جمہوری نظام حکومت نے نوع انسانی کو بہت بڑا فائدہ پہنچایا ہے"

مغربی مفکرین نہ صرف اسلام کے جمہوری تصور سے بے حد متاثر ہیں بلکہ اُن کی یہ رائے ہے کہ تہذیب انسانی کو نکھارنے میں بھی اسلام نے نمایاں حصہ لیا ہے۔ چنانچہ اسلامی تہذیب کی ہمہ گیری کے متعلق "انسائیکلو پیڈیا آف ریلیجس سائنس" مطبوعہ پیرس ۱۸۸۲ء میں لکھا ہے کہ ـ "عہد وسطی کے مسلمانوں نے انسانی تہذیب کو بے حد ترقی دی ہے۔ اور اُس نے رنگ اور نسل کو ختم کر کے رکھ دیا تھا"

عربی زبان کے ممتاز فرانسیسی عالم ایڈورڈ مونٹی نے اپنے ایک مقالہ میں لکھا ہے کہ "اسلام کی تاریخ اس بات کی ناقابلِ انکار کی شہادت ہے کہ یہ دنیا کا پہلا مذہب ہے جس نے کہ ملوکیت کو جڑ اور بنیاد سے اکھاڑنے کی پوری کوشش کی ہے اور وہ اس لئے کامیاب ہو سکا کیونکہ اس مذہب کی وسیع منظری نے لوگوں کو اپنی طرف کھینچ لیا تھا۔ اسلام کی روح میں نہ تو تعصب ہے اور نہ تنگ دلی موجود ہے۔ اس مذہب سے نوع انسانی کو بہت فائدہ پہنچا ہے"

فرانس کا ایک دوسرا مشہور اہل قلم وینری ٹیروس اسلام کے بارے میں اپنے خیالات کا اظہار کرتے ہوئے لکھتا ہے کہ "اسلام پہلا انقلابی مذہب ہے۔ جس نے کہ جمہوری حکومت کے تصور سے دنیا کو آشنا کیا۔ گو یہ درست ہے کہ اسلام کے ابتدائی دور کے بعد مسلم حکومتوں میں بھی جمہوریت برقرار نہیں رہ سکی لیکن پھر بھی جمہوریت کے اثرات اسلامی حکومتوں میں برابر کار فرما رہے"

یہ امر واقعہ ہے۔ اور تاریخی حقیقت ہے کہ اسلام نے خلافت راشدہ کی شکل میں جیسی جمہوریت کا نمونہ پیش کیا ہے وہ دنیا کی پوری تاریخ میں ناپید ہے۔ خلافتِ راشدہ کے حکمرانوں کی امتیازی خصوصیت یہ تھی کہ یہ خود تو غریبانہ زندگی بسر کرتے تھے لیکن انھوں نے مخلوق خدا کو خوشحال اور فارغ البال بنا دیا تھا۔ ہم کو اس بات کا تو یقین ہے کہ اب دنیا میں قیامت تک خلافتِ راشدہ جیسی جمہوری حکومت تو قائم نہیں ہو سکتی لیکن پھر بھی خلفائے راشدین کے طریق حکومت سے بہت کچھ سیکھا جا سکتا ہے۔

کم از کم اتنا تو کیا جا سکتا ہے کہ ایک ایسا جمہوری نظام رائج کیا جائے جس میں کہ کمزور طبقہ۔ اور کمزور افراد بھی برسر اقتدار طبقوں کی طرح جائز مفادات سے محروم نہ رہیں۔



زمین پر فرشتوں کی جماعت

"صحابہ کرام" جن کا بلند کردار دنیا کیلئے مشعلِ ہدایت ہے

(از شوکت علی فہمی)

اگر روئے زمین پر فرشتوں کا نمونہ دیکھنا ہو تو یہ صحابہ کرام کی وہ مقدس جماعت ہے، جس نے خوبی قسمت سے رسول اللہ صلعم کی زیرِ نگرانی تربیت حاصل کی تھی اور ان بزرگوں نے انسانیت اخلاق اور اعلیٰ کردار کا وہ نمونہ پیش کیا تھا جو ہم سب کے لئے باعث تقلید ہے۔ ذیل میں ان ہی قابل احترام بزرگوں کی حیات مقدسہ سے متعلق یہ مقالہ پیش کیا جا رہا ہے۔

اسلام کا اِس سے بڑھ کر اور کیا معجزہ ہو سکتا ہے کہ ایک ایسی سرزمین جو انسانیت سوز حرکات کا مرکز تھی۔ جہاں بداخلاقی نقطۂ عروج پر پہنچی ہوئی تھی اور جہاں کے باشندوں کا کردار نہایت ہی پست تھا۔ اُسی سرزمین سے اسلام نے صحابہ کرام کی ایک ایسی فرشتہ صفت جماعت پیدا کر دی جس نے کہ صرف مسلمان ہی کو نہیں بلکہ ساری دنیا کو انسانی ہمدردی۔ پاکیزہ اخلاق اور نیکوکاری کا سبق دیا ہے سچ تو یہ ہے کہ ان مقدس بزرگوں نے اپنے بلند کردار سے دنیا میں ایک اخلاقی انقلاب پیدا کر دیا تھا چنانچہ ان مقدس ہستیوں کی زندگیوں کو ہم جس پہلو سے بھی دیکھتے ہیں اُس میں فرشتوں جیسی معصومیت اور نبیوں جیسا تقدس دکھائی دیتا ہے

صحابہ کرام سرتاپا شرافت اور انسانیت کے پیکر تھے اِن کی دوستی اور دشمنی سب خدا کے لئے تھی محبت اور خلوص کا یہ عالم تھا کہ دشمنوں تک کو سینہ سے لگا لیتے تھے۔ اور انسانی ہمدردی کی یہ کیفیت تھی کہ بلا امتیاز مذہب و ملت ہر خدا کے بندے کے ہمدرد تھے۔ خود بھوکے رہ کر بھی دوسروں کو کھلاتے تھے۔ اپنے آپ تکلیفیں اٹھاتے تھے لیکن دوسروں کو آرام پہنچانے کی فکر میں لگے رہتے تھے۔

صحابہ کرام نے اپنی زندگیاں اپنے پروردگار اور اُس کے بندوں کی خدمت کے لئے وقف کر دی تھی۔ ہر وقت خوف خدا سے لرزاں اور ترساں رہتے تھے چنانچہ حضرت عمرو بن عاص رضی کی وفات کا جب وقت قریب آیا تو رونے لگے اُن کے بیٹے حضرت عبداللہؓ نے پوچھا کہ "آپ کیوں روتے ہیں۔ کیا موت سے ڈر رہے ہیں" بولے "خدا کی قسم یہ بات نہیں ہے بلکہ اس بات سے ڈرتا ہوں کہ نہ جانے مرنے کے بعد مجھ گنہگار کے ساتھ کیا سلوک ہوگا" اُنھوں نے تسکین دی اور کہا "آپ عمر بھر نیک کام کرتے رہے ہیں اور برابر جہاد فی سبیل اللہ میں شریک رہے ہیں۔ اللہ انجام بخیر کرے گا" فرمایا "نہ معلوم زندگی میں کتنی لغزشیں ہوئی ہونگی باز پرس سے ڈرتا ہوں"

عبادت و ریاضت صحابہ کرام کا محبوب مشغلہ تھا۔ ان بزرگوں کو عبادت سے اسقدر شغف تھا کہ حضرت تمیم رضی جب سجدہ میں جاتے تھے تو صبح تک سر نہ اٹھاتے تھے۔ ایک صحابی مصروف نماز تھے کہ کسی مشرک نے اُن کے تیر مارا جو جسم میں پیوست ہو گیا۔ لیکن اُنھوں نے نماز کو برابر قائم رکھا۔ جب نماز سے فارغ ہوئے تو خون سے تربتر تھے۔

ایک اور صحابی اپنے باغ میں نماز پڑھ رہے تھے۔ فصل کا زمانہ تھا کھجور کے درخت پھلوں سے لدے ہوئے تھے۔ نماز کے دوران اُنکی توجہ بار بار کھجوروں کی طرف جا رہی تھی۔ نماز سے فارغ ہوئے تو خیال آیا کہ یہ دنیاوی نعمتیں عبادت الہیٰ میں مخل ہوتی ہیں اِن سے نجات حاصل کر لینی چاہئے۔ چنانچہ حضرت عثمان غنی کی خدمت میں حاضر ہوئے اور کہا "میرے باغ نے مجھے فتنہ میں مبتلا کر دیا ہے۔ میں اُسے راہِ خدا میں دیتا ہوں"

صحابہ کرام مال و دولت کو ایک فتنہ تصور کرتے تھے۔ جو کچھ

بھی پاس ہوتا تھا راہ خدا میں دے دیتے تھے۔ حضرت سلمان فارسیؓ مدائین کے گورنر تھے اور پانچ ہزار وظیفہ پاتے تھے۔ لیکن جب بیت المال سے وظیفہ کی رقم ملتی تھی تو پوری رقم راہ خدا میں صرف کر دیتے تھے اور خود اپنی محنت سے اپنا پیٹ بھرتے تھے۔

نفس کشی صحابہ کرام میں انتہا کو پہنچی ہوئی تھی محض نفس کشی کی خاطر اکثر صحابہ کرام رمضان کے روزوں کے علاوہ بھی برابر روزے رکھتے تھے۔ حضرت عبد اللہ بن عمرؓ کی حالت تو یہ تھی کہ وہ مسلسل روزے رکھتے تھے۔ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے انہیں منع فرمایا اور کہا کہ ہر مہینہ میں تین دن روزے رکھا کرو لیکن اُن کے شوق کو اس سے کہاں تسکین ہو سکتی تھی بولے مجھ میں اس سے زیادہ کی طاقت موجود ہے۔ ارشاد ہوا کہ پھر ایک دن چھوڑ کر روزہ رکھا کرو۔"

حضرت امامہؓ کو روزہ رکھنے کا اسقدر شوق تھا کہ وہ پے در پے روزے رکھا کرتے تھے۔ اور اُن کی تقلید میں اُن کی بیوی اور خادم بھی روزے رکھتے تھے۔ اگر کسی دن اُن کے گھر سے دھواں اٹھتا تھا تو لوگ سمجھ لیتے تھے کہ آج اُن کے گھر کوئی مہمان آیا ہے۔ ورنہ اس گھر میں دن کے وقت کھانا کیونکر پک سکتا ہے۔

حضرت عبد اللہ بن عمرؓ کسی مسکین کی شرکت کے بغیر کھانا نہیں کھاتے تھے۔ لوگوں نے اُن کی بیوی سے کہا کہ تم اچھی طرح اُن کی خدمت نہیں کرتیں۔ بولیں "کیا کروں اُن کے لئے جب کھانا تیار کیا جاتا ہے تو مسکینوں کو کھلا دیتے ہیں" اُن کی حالت یہ تھی کہ مسکینوں کو اُن کے گھروں سے بلا کر ساتھ کھانا کھلاتے تھے۔ آخر اُن کی بیوی نے مسکینوں کو ہدایت کر دی کہ اگر انہیں بلا یا جائے تو وہ نہ آئیں۔ جب مسکین نہیں آئے تو انھوں نے بھی کھانا نہیں کھایا۔

عیب پوشی انسان کی بہت بڑی خوبی ہے اور یہ خوبی صحابہ کرام میں انتہا کو پہنچی ہوئی تھی۔ اگر کسی کا عیب دیکھتے تھے تو چشم پوشی سے کام لیتے تھے۔ عقبیٰ بن عامرؓ سے اُن کے میر منشی نے کہا کہ میرے پڑوسی شراب پیتے ہیں۔ میں نے انہیں منع کیا مگر وہ باز نہ آئے اب میں پولیس کو اطلاع کردوں گا۔ آپ نے فرمایا "جانے بھی دو میں نے رسول اللہ صلعم سے سنا ہے کہ جس نے دوسرے کے عیب کی پردہ پوشی کی گویا زندہ درگور لڑکی کو موت سے بچا لیا"

صحابہ کرام میں تحمل اور برداشت بھی حد کو پہنچی ہوئی تھی۔ حضرت سلمان فارسیؓ مدائن کے گورنر تھے نہایت سادہ لباس میں رہتے تھے۔ ایک بار کسی شخص نے گھاس خریدی اور انہیں بیگار میں پکڑ کر گٹھا سر پر لاد دیا۔ یہ آگے گئے تو لوگوں نے کہا کہ یہ تو ہمارے امیر ہیں تو نے یہ کیا حرکت کی۔ وہ ڈرا اور معافی مانگتے ہوئے کہا کہ "مجھے معاف کر دیجئے میں نے آپ کو پہچانا نہیں تھا" بولے "نہیں کوئی بات نہیں ہے اب تو میں یہ سامان تمہارے گھر تک پہنچا دوں گا۔ میرا کام ہی لوگوں کی خدمت کرنا ہے"

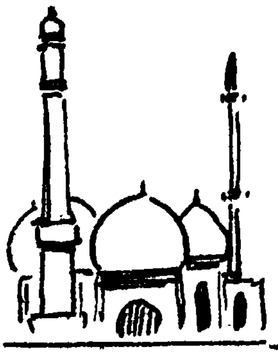
صحابہ کرام چوروں کے ساتھ بھی نرمی کا سلوک کرتے تھے حضرت ابو ہریرہؓ صدقہ فطر کی حفاظت پر مامور تھے۔ ایک مرتبہ رات کے وقت تین بار ایک چور آیا اور غلہ چرا کر لے چلا۔ حضرت ابو ہریرہؓ نے اُسے ہر بار پکڑ لیا۔ لیکن اُس نے منت سماجت کی تو چھوڑ دیا۔

صحابہ کرام حسنِ سلوک میں بھی پیش پیش رہتے تھے خصوصیت کے ساتھ اعزا اور اقربا کی مالی امداد کرتے رہتے تھے۔ حضرت زینبؓ اعزا اور اقربا کے ساتھ برابر سلوک کرتی رہتی تھیں ایک بار حضرت عمرؓ نے اُن کی خدمت میں اُن کا سالانہ وظیفہ بھیجا جس کی مقدار بارہ ہزار درہم تھی تو انھوں نے یہ ساری رقم اپنے عزیزوں میں تقسیم کر دی۔

یہ حسنِ سلوک صرف مسلمان اعزہ ہی تک محدود نہیں تھا بلکہ صحابہ کرامؓ اپنے اُن اعزہ اور اقارب کے ساتھ بھی جو کافر تھے اسی قسم کا فیاضانہ سلوک کرتے تھے۔ اُن کے سینہ میں ایسا درد مند دل تھا کہ دوسروں کی تکلیف اور ضرورت کو دیکھ کر بے چین ہو جاتے تھے۔

صحابہ کرام بلا امتیاز مذہب و ملت اپنے تمام پڑوسیوں کے ساتھ بھی بڑی محبت سے پیش آتے تھے۔ ایک مرتبہ حضرت عبد اللہ بن عمرؓ نے ایک بکری ذبح کی۔ اُن کے پڑوس میں ایک یہودی رہتا تھا۔ گھر والوں سے پوچھا کہ "تم نے ہمارے یہودی ہمسایہ کو گوشت بھیجا یا نہیں۔ اگر نہ بھیجا ہو تو بھیج دو کیونکہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کو ہمسایے بے حد عزیز تھے"

صحابہ کرام غلاموں کے ساتھ بھی بڑی ہمدردی کا سلوک کرتے تھے حضرت عبد اللہ بن عمرؓ اپنی لڑکیوں کی طرح لونڈی اور باندیوں کو بھی سنہری زیور پہناتے تھے۔ حضرت ابوذر غفاریؓ جیسا لباس خود پہنتے تھے ویسا ہی اپنے غلام کو بھی پہناتے تھے۔ ایک مرتبہ حضرت علی کرم اللہ وجہہ نے کاڑھے کی دو قمیض خریدیں۔ آپ کا غلام ساتھ تھا بولے اسمیں سے تمہیں جو پسند ہو لے لو۔ (باقی مضمون صفحہ ۴۶ پر)



جب یورپ پر اسلامی پرچم لہرایا گیا

اسپین۔ اٹلی۔ سسلی اور فرانس میں مسلمانوں کی فتوحات

(از مولوی محمد حفیظ اللہ پھلواری)

آٹھویں صدی عیسوی کے شروع میں مسلمان پورے وسط ایشیا کے حکمراں بن چکے تھے اور ایشیا کے وسیع علاقہ کو زیر کرنے کے بعد اُن کی پیش قدمیاں یورپ کی جانب شروع ہو گئی تھیں مولوی حفیظ اللہ صاحب نے ذیل کے مقالہ میں بتایا ہے کہ قرون اولیٰ کے مسلمانوں نے اپنی حوصلہ مندی کی بدولت کس طرح پورے یورپ کو لرزہ بر اندام کر دیا تھا۔

آفرینش عالم سے لے کر آج تک دنیا کی تاریخ میں کوئی ایک بھی ایسی مثال نہیں ملتی کہ کسی قوم نے مسلمانوں کی طرح مختصر سی مدت میں دنیا کے بیشتر علاقہ کو فتح کر لیا ہو۔ یہ ایک تاریخی حقیقت ہے کہ آٹھویں صدی عیسوی کے شروع میں وہ ایشیا کے بیشتر علاقہ کے حکمراں بن چکے تھے۔ اور اس کے بعد انکی پیش قدمی یورپ کی جانب شروع ہو گئی تھی۔

اسپین یورپ کا پہلا ملک تھا جس پر کہ مسلمانوں نے ۷۱۱ء میں خلیفہ ولید بن عبدالملک کے عہد حکومت میں حملہ کیا تھا یہ حملہ اسلامی تاریخ کا ایک عظیم الشان واقعہ ہے جبکہ طارق بن زیاد نے یورپ کی اِس عظیم الشان سلطنت کے خلاف صرف سات ہزار کے معمولی سے لشکر کے ذریعہ حملہ کر کے جرأت اور دلیری کی ایک غیر فانی مثال قائم کر دی تھی۔ اس حملہ میں اسپین کے آزمودہ کار ہسپانی بادشاہ لرزیق کے ایک لاکھ کے لشکر عظیم کو طارق بن زیاد نے مٹھی بھر سپاہیوں سے ایسی شکست فاش دی کہ پھر مسلمان ہی یورپ کے اس ملک کے مالک و مختار بن گئے طارق کی اِس عظیم الشان فتح کی خبر پانے کے بعد افریقہ کے اسلامی گورنر موسیٰ بن نصیر بھی تازہ دم لشکر لے کر اسپین پہنچ گئے اور پھر ان دونوں سپہ سالاروں نے آٹھ مہینے کے اندر یہ پورا ملک فتح کر لیا تھا جس پر مسلسل آٹھ سو برس تک بڑی شان اور دبدبہ کے ساتھ مسلمان حکومت کرتے رہے تھے۔

یہ بات یاد رہے کہ اُس زمانہ میں یورپ میں مسلمانوں کی فتوحات صرف اسپین ہی تک محدود نہیں رہی تھی بلکہ انھوں نے سسلی۔ اٹلی فرانس۔ سوئٹزرلینڈ۔ اور یورپ کے بہت سے علاقوں پر اسلامی پرچم لہرا دیا تھا۔ پروفیسر کے حتی یورپ میں مسلمانوں کی فتوحات پر تبصرہ کرتے ہوئے لکھتا ہے کہ "جس طرح مسلمانوں نے مغربی یورپ پر یورش کرنے وقت اسپین کو اپنا پہلا مورچہ قرار دیا تھا اُسی طرح جب انھوں نے اطالیہ پر حملے شروع کئے تو ایک شخص ابراہیم ثانی جو جزیرہ سسلی کا حکمراں تھا ۹۰۲ء میں اپنے بحری بیڑے کے ذریعہ آبنائے کے اُس پار اطالیہ کے دامن کلوریہ تک بڑھ آیا تھا۔ لیکن ابراہیم ثانی اطالیہ پر پہلا حملہ آور نہیں تھا بلکہ اِس سے قبل ہی بلرم کی فتح کے بعد مسلمان کئی بار اطالیہ پر یورش کر چکے تھے۔

یہ وہ زمانہ تھا جبکہ مسلمانوں کی برّی اور بحری طاقت پوری دنیا سے زیادہ تھی۔ یہ اکثر یورپین حکومتوں کی بھی مدد کرتے رہتے تھے۔ چنانچہ ۸۳۹ء میں نیپلز والوں نے مسلمانوں کو اپنی مدد کے لئے پکارا تو وہ اُن کی مدد کے لئے پہنچ گئے۔ اور کوہِ سوس کی گھاٹیاں اللہ اکبر کے نعروں سے گونج اٹھیں اور اس کے تقریباً چار سال بعد ایڈریاٹک میں مسلمانوں نے باری کے علاقہ پر بھی قبضہ کر لیا۔ اور قریب قریب اسی زمانہ میں۔ فاتحین اسلام شہر وینس میں بھی داخل ہو گئے تھے۔ اور ۸۴۶ء میں اُن عرب

فوجوں نے حجاوسٹیا کے ساحل پر پڑاؤ ڈالے ہوئے تھیں شہر روما کو بھی دھمکیاں دینی شروع کردی تھیں اور پھر چند روز بعد ہی عرب فوجیں سینٹ پیٹر کے گرجا اور سینٹ پال کے گرجا میں بھی فاتح کی حیثیت سے داخل ہوگئی تھیں مسلم فوجوں کو اگرچہ اطالیہ میں کافی نقصانات اٹھانے پڑے تھے لیکن اس کے باوجود۔ اطالیہ پر مسلمانوں کا قبضہ اسقدر مستحکم ہوچکا تھا کہ اس زمانہ کے پاپائے روم جان ہشتم (۸۷۲ء تا ۸۸۲ء) کو اپنی سلامتی اسی میں نظر آئی کہ وہ مسلمانوں کو خراج ادا کرتا رہا (اسلام اور عرب)

اس میں کوئی شبہ نہیں کہ یورپین ممالک کی فتوحات میں مسلمانوں کو کافی دشواریوں کا سامنا کرنا پڑا تھا لیکن اُن کے حوصلے بڑھے ہوئے تھے اس لئے وہ برابر نئی نئی فتوحات حاصل کرتے رہے۔ چنانچہ ۸۶۵ء میں فاتحین اسلام نے دریائے رون کے دہانہ کے جزیرہ کمارگو پر بھی قبضہ جما لیا تھا۔ یہ جزیرہ فوجی اعتبار سے بہت بڑی اہمیت رکھتا تھا۔ پھر اِس کے بعد مسلمانوں نے شہر آرلس پر حملہ کرکے اسلامی پرچم لہرا دیا تھا۔ اور ۸۹۰ء میں سینٹ پرائیس اور اُس کے گرد و نواح پر بھی مسلمانوں کا قبضہ ہوگیا تھا

فرانس میں مسلمانوں کی فتوحات کا سلسلہ اسپین کی فتح کے فوراً ہی بعد شروع ہوگیا تھا۔ یعنی طارق بن زیاد اور موسیٰ بن نصیر نے جب پورے اسپین کو فتح کرلیا۔ تو اسلامی فوجیں فرانس میں داخل ہوگئیں کیونکہ اسپین کی جنگ کے دوران فرانسیسیوں نے اسپین کے ساتھ مل کر مسلمانوں کے لئے شدید مشکلات پیدا کردی تھیں فرانس پر حملہ کے بعد اسلامی فوجیں برابر فرانس کے اندرونی علاقہ میں بڑھتی رہیں اور فرانس کے بڑے حصہ پر قابض ہوگئیں۔

نویں صدی عیسوی کے آخر میں مسلمانوں نے جنوبی فرانس میں ڈافن کے دروں پر قبضہ کرلیا تھا۔ اِس کے علاوہ۔ صوبہ بیڈ اماونٹ میں داخل ہوکر بہت سے مقامات کو فتح کرلیا تھا۔ اور ۸۸۹ء میں مسلمان جنوبی فرانس کے مشہور مقام مارسلیز میں بھی داخل ہوگئے تھے۔ چنانچہ مارسلیز کا ایک حصہ ابھی تک "عرب بازار" کے نام سے مشہور ہے۔ پھر اس کے بعد ۹۱۸ء میں مسلمانوں نے ایگس مارٹ اور اُس کے گرد و نواح کے علاقے فتح کرکے وہاں اسلامی پرچم لہرا دیا تھا۔ اور ۹۳۰ء میں بندرگاہ ٹریجس اور بندرگاہ لوڈلون پر قبضہ کرنے کے بعد فاتحین اسلام صوبہ ڈافن کے وسط تک پہنچ گئے تھے۔ انھوں نے شہر گرینول پر بھی تسلط حاصل کرلیا تھا۔

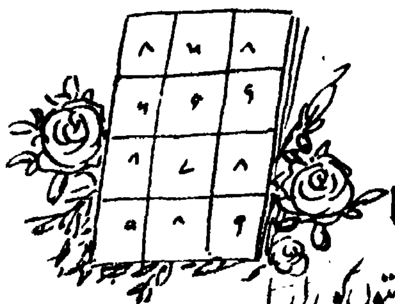
اٹلی اور فرانس کی فتوحات کے علاوہ سوئزرلینڈ میں بھی مسلمانوں نے جو فتوحات حاصل کی ہیں اُنہیں بہت بڑی اہمیت حاصل ہے چنانچہ مسلمانوں نے ۹۲۶ء میں جنوبی سوئزرلینڈ کے صوبہ ویلس کو بھی فتح کرلیا تھا۔ اور اِس کے بعد مرکزی سوئزرلینڈ پر بھی قابض ہوگئے تھے اِس کے علاوہ پچہتر سال تک کوہ الپس کے دروں پر بھی مسلمانوں کا قبضہ رہا ہے۔ اور جھیل جینوا پر بھی مسلم فاتحین قابض ہوگئے تھے۔ فلپ کے حتی لکھتا ہے کہ سوئزرلینڈ پر مسلمانوں کا کامل تسلط ہوگیا تھا

تاریخ ہمیں بتاتی ہے کہ مسلم حکمرانوں کے حملے صرف اطالیہ ہی تک محدود نہیں رہے تھے۔ بلکہ اغلبی حکمرانوں نے نہایت ہی اہم بعض یورپین جزائر پر بھی قبضہ کرلیا تھا۔ چنانچہ مسلمان ۸۶۹ء میں جزیرہ مالٹا پر بھی قابض ہوگئے تھے۔ اسکالٹ لکھتا ہے کہ یہ امر مسلمہ ہے کہ مالٹا روم کی کنجی ہے اور یہ جزیرہ سو اور دو سو برس تک سسلی کے مسلم حکمرانوں کے قبضہ میں رہا ہے۔

مختصر یہ کہ مسلمانوں نوں دس بیس سال تک نہیں بلکہ تقریباً آٹھ سو برس تک یورپ کے مختلف ممالک پر فرمانروائی کی ہے۔ اس مدت میں ایسا بھی ہوا ہے کہ بعض مفتوحہ یورپین علاقے مسلمانوں کے قبضہ سے نکل گئے ہیں لیکن مسلمانوں نے دوبارہ انہیں فتح کرلیا ہے۔ لیکن اسپین کے زوال کے بعد یورپ سے مسلمانوں کے اقتدار کا خاتمہ ہوگیا مورخین کی یہ عام رائے ہے کہ اگر اُس زمانہ کی دوسری مسلم حکومتوں نے اسپین کی زوال پذیر حکومت کی امداد کی ہوتی تو شائد ایشیا کی طرح یورپ کے بیشتر علاقہ پر بھی آج مسلم حکومتیں چھیلی ہوئی ہوتیں۔

یہ تاریخی حقیقت ہے کہ خلافت عباسیہ اسپین کی اموی حکومت کی شدید مخالف تھی۔ اور خلفائے عباسیہ سلطنت اسپین کو مٹانے کے لئے اکثر یورپین طاقتوں سے سازشیں کرتے رہے ہیں۔ خلفائے عباسیہ کے علاوہ دوسرے مسلم حکمراں بھی اسپین کی اسلامی حکومت سے ایک قسم کا عناد رکھتے تھے۔ اور اس عناد کا یہ نتیجہ تھا کہ جب اسپین کی اسلامی حکومت کا زوال ہوا تو کسی مسلم حکومت نے بھی اُسے سہارا نہ دیا حالانکہ اُس زمانہ میں بہت سی باعظمت مسلم سلطنتیں ایشیا میں ایسی موجود تھیں جو ڈوبتے ہوئے اسپین کو آسانی سے بچا سکتی تھیں لیکن ان کی تنگ نظری اور بغض و عناد نے صرف اسپین ہی سے مسلم اقتدار ختم نہیں کردیا بلکہ یورپ کے سب ہی علاقوں سے مسلم حکومتیں ختم ہوگئیں۔

مفلسی مصیبت ۔ بیماری اور پریشانی کا مجرب علاج



اعمال و وظائف کی بے پناہ طاقت

اولیائے کرام کے وہ پانچسو مجرب اعمال و نقوش جنھوں نے ہزاروں مایوسوں کی قسمتوں کو بدل دیا

یہ ایک حقیقت ہے اور اس حقیقت سے کسی طرح بھی انکار نہیں کیا جاسکتا کہ خدا نے اعمال و وظائف اور رسالہ کے کلام میں وہ بے پناہ طاقت پوشیدہ رکھی ہے کہ اعمال کو اگر صحیح طریقہ پر پڑھا جائے اور نقوش کو صحیح اوقات میں لکھا جائے تو اُن سے لوگوں کی قسمتیں بدل جاتی ہیں بیماری اور مفلسی سے حیرت انگیز طریقہ پر نجات مل جاتی ہے بگڑے ہوئے کام آن کی آن میں درست ہو جاتے ہیں ۔ اور اعمال کے پڑھنے والے نہ صرف مالا مال ہو جاتے ہیں بلکہ محبوب خلائق بھی بن جاتے ہیں لیکن اعمال و وظائف کی پوشیدہ طاقت صرف اسی حالت میں اپنے کرشمے دکھاتی ہے جبکہ اعمال و وظائف کو اولیائے کرام کے بتلائے ہوئے صحیح طریقہ پر پڑھا جائے اور نقوش کو صحیح اوقات میں بزرگانِ دین کے مقرر کردہ طریقوں پر لکھا جائے ۔ لہٰذا جو حضرات اعمال و وظائف کا زندہ کرشمہ دیکھنا چاہتے ہیں وہ آج ہی اِس فن پر سب سے مستند کتاب "عملیات" منگائیں جس کو ایک زبردست عامل اور عالم دین نے پچاس سال کی محنت و جستجو کے بعد مرتب کیا ہے

عملیات

(مرتبہ مولانا سید احمد شاہجہاں پوری)

فی الحقیقت اعمال و وظائف اور نقوش نویسی کے فن پر سب سے مستند کتاب ہے جس میں اعمال و وظائف کے بارے میں مکمل معلومات ہے برجوں اور سیاروں کی پوری تفصیل ہے ہر شخص کا طالع جاننے کے طریقے درج ہیں سیاروں کے مسخر کرنے کے اعمال درج ہیں ۔ اعمال حسنہ پر مکمل بحث ہے ۔ بے شمار محبت کے اعمال درج ہیں اور عداوت کے اعمال درج ہیں اور کشائش رزق تسخیر محبوب اور چور کی شناخت کامیابی مقدمات اور مختلف امراض کے علاوہ آلام کے بنائے ہوئے سینکڑوں نقوش درج ہیں ۔

کتاب عملیات کے خاص خاص ابواب یہ ہیں

باب اول : ۔ ابتدائی معلومات : ۔ اس میں حروف تہجی کے اعداد و اقسام، برجوں کے رنگ و زائچے، سیاروں کی رفتار اور مقامات کی تفصیل درج ہے ۔

باب دوم : ۔ اعمال حسنہ : ۔ اس میں اسمائے حسنہ کے موکلوں کے اعداد و شمار اور اسمائے جلالی و جمالی نیز اُن کے نقوش و اعمال درج ہیں ۔

باب سوم : ۔ اعمال محبت : ۔ اس میں محبوب کو قابو میں کرنے کے لئے اسم یا ودود کا عمل، عمل اسم الٰہی، سرمۂ محبت، تصور محبوب کا عمل قرآنی اعمال اور بے شمار محبت کے نقوش موجود ہیں

باب چہارم : ۔ عملیات عداوت : ۔ اس میں دشمن کے شر اور فساد سے بچنے کے لئے اور اس پر جوابی حملہ کرنے کے لئے مستند اعمال و نقوش درج ہیں ۔

باب پنجم : ۔ کشائش رزق : ۔ اس میں مفلسی اور بیکاری کو دور کرنے کے لئے اور شہرت و عظمت حاصل کرنے کے لئے مستند اعمال و نقوش درج ہیں ۔

باب ششم : ۔ تسخیر خلائق : ۔ اس میں مخلوق خدا میں ہر دلعزیز بننے کے لئے اور شہرت و عظمت حاصل کرنے کے لئے مستند اعمال و نقوش درج ہیں ۔

باب ہفتم : ۔ تسخیر حکام : ۔ اس میں حکام کی تسخیر کے لئے اور کامیابی مقدمات کے لئے اعمال و نقوش درج ہیں ۔

باب ہشتم : ۔ چور کی شناخت : ۔ اس میں چور کی شناخت اور مال مسروقہ کی بازیافت کے لئے اعمال و نقوش درج ہیں

باب نہم : ۔ گمشدہ کی واپسی : ۔ اس میں گمشدہ کی واپسی کے لئے ایسے اعمال و نقوش درج ہیں جن سے گمشدہ یقینی طور پر واپس آجاتا ہے ۔

باب دہم : ۔ مختلف امراض کے لئے : ۔ اس میں ایسے مایوس العلاج مریضوں کی صحتیابی کے لئے اعمال و نقوش درج ہیں ۔ جنھیں حکیم ڈاکٹر جواب دے چکے ہوں

باب یازدہم : ۔ اولاد کے لئے : ۔ اس میں بزرگانِ دین کے وہ مجرب اعمال و نقوش درج ہیں جن کے طفیل میں بے اولاد صاحب اولاد بن جاتے ہیں ۔

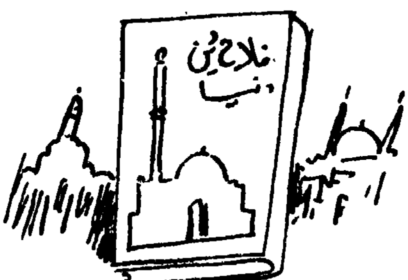
باب دوازدہم : ۔ حل مشکلات : ۔ اس میں پریشانی اور مشکل کے لئے نہایت مجرب اور آزمودہ اعمال و نقوش درج ہیں ۔

باب سیزدہم : ۔ فالنامہ غوث الاعظم : ۔ اس فالنامہ کے ذریعہ بھی فال نکالی جاسکتی ہے ۔

حقیقت یہ ہے کہ اعمال و وظائف اور نقوش نویسی کے فن پر یہ اردو کی پہلی کتاب ہے جس کو بڑی تحقیق کے بعد مرتب کیا گیا ہے اور جس میں اولیائے کرام اور بزرگانِ دین کے سینکڑوں اعمال و نقوش درج ۔

قیمت مجلد مع خوشنما ڈسٹ کور سات روپے پچاس پیسے

دین دنیا پبلشنگ کمپنی ــــــ جامع مسجد ــــــ دہلی



سائٹھ نہایت مستند اسلامی کتابوں کی روح

اسلامی انسائیکلوپیڈیا

عربی تعلیم اور مذہب سے ناواقف ہونے کی وجہ سے مسلمان دن بدن اسلام سے دور ہوتے چلے جارہے ہیں اور ناواقفیت کی بنا پر ایسی حرکتیں کر بیٹھتے ہیں جو کھلا ہوا شرک اور کفر ہوتا ہے مسلمانوں کو گمراہی اور بے دینی سے بچانے کے لیے ہم نے حال ہی میں خفہ کی ساٹھ مستند کتابوں کی مدد سے ایک ایسی جامع کتاب شائع کی ہے جس میں دس ہزار سے زیادہ ایسی دینی اور دنیاوی معاملات پر بحث کی گئی ہے جن سے ہر مسلمان کا روزانہ واسطہ پڑتا رہتا ہے - یہ مستند اور ضخیم کتاب حال ہی میں

فلاح دین دنیا
جدید اضافہ شدہ اڈیشن

کے نام سے شائع کی گئی ہے اس جدید اڈیشن میں بہت سے نئے عنوانات کا اضافہ کر دیا گیا ہے - اس میں مسلمانوں کیلئے کوئی دینی اور دنیاوی معلومات نہیں جو موجود نہ ہو - اس میں اسلام کے فضائل اور عقائد کی تفصیل ہے - اس میں عبادات اور اعمال وظائف کا لاجواب ذخیرہ ہے اسلامی تہذیب اور اسلامی معاشرت کا درس موجود ہے غرضکہ اس کتاب میں ایک مسلمان کے لئے پیدائش سے لیکر موت تک کے تمام دینی اور دنیاوی معاملات پر پوری طرح روشنی ڈالی گئی ہے - یہاں تک کہ اسلامی نقطۂ نظر سے کھانے پینے رہائش، میل جول اور حفظان صحت تک کے اصول درج کر دیئے گئے ہیں جس گھر میں یہ کتاب ہوگی اس گھر میں ایک زبردست عالم دین اور تجربہ کار دنیاوی منیر مشورہ دینے کے لئے ہر وقت موجود رہے گا - یہ کتاب نہیں ہے بلکہ ایک زبردست اسلامی انسائیکلوپیڈیا ہے جس میں پوری اسلامی لائبریری کے برابر مواد موجود ہے -

اس کتاب میں چودہ ابواب ہیں جن میں سے ہر باب اپنی جگہ ایک مستقل کتاب کی حیثیت رکھتا ہے

باب اول :- اس میں اسلام کے فضائل اسلام کے دین فطرت ہونے کا ناقابل تردید ثبوت اور اسلام کے بارے میں غیر مسلم مشاہیر کے بلند و بالا خیالات درج ہیں -

باب دوم :- عقائد اہل سنت والجماعت :- اس میں اسلامی عقائد کے بنیادی اصول اور یہ مضامین درج ہیں ذات وصفات الٰہی عرش وکرسی - لوح وقلم - فرشتے جبرئیل و میکائیل، اسرافیل، عزرائیل، منکر نکیر، سجین وعلیین، قبر میں سوال نکیرین علامات قیامت ظہور امام مہدی، دجال اور حضرت عیسٰی کا نزول یاجوج ماجوج، مغرب سے طلوع آفتاب قیامت صغریٰ، قیامت کبریٰ، صور پھونکنے کا ذکر میدان حشر، حساب کتاب پلصراط دوزخ، جنت، رسول مقبول صلعم کی فضیلت آپ کی زندگی کے حالات ازدواج مطہرات خلفائے راشدین - اولیاء اللہ، پیران طریقت موت وحیات وغیرہ :

باب سوم :- اسلامی عبادات :- اس میں عبادات پر پوری طرح روشنی ڈالی گئی ہے مثلاً وضو غسل تیمم نماز پنجگانہ، نماز مسافر، نماز جمعہ، نماز عیدین - نماز اشراق نماز تہجد، جنازے کی نماز، اعتکاف، فضائل ماہ رمضان المبارک، روزہ، زکوٰۃ، حج وغیرہ کے جملہ مسائل اور ارکان حج ہیں

باب چہارم :- اعمال و وظائف :- اس میں سال کے تین سو ساٹھ دن تاریخوار پڑھنے کے لئے وہ مستند اعمال و وظائف درج ہیں جو بزرگان دین اور اولیاء اللہ کا معمول رہے ہیں نیز بزرگان دین کی ولادت اور رحلت کی تاریخیں بھی درج ہیں

باب پنجم :- حلال وحرام جانور ذبح وشکار :- اس میں حلال وحرام جانور اور ذبح وشکار کے مسائل بڑی تفصیل کے ساتھ درج ہیں -

باب ششم :- اللہ اور اللہ کے بندوں کے حقوق :- اس میں حقوق اللہ حقوق آنحضرت صلعم، حقوق صحابہ، حقوق اہلبیت، حقوق پیران طریقت والدین اور بیوی بچوں کے حقوق اعزہ واقربا کے حقوق ملازم کے حقوق غرضکہ ایک مسلمان پر جتنے حقوق عائد ہوتے ہیں وہ سب درج ہیں -

دیگر ابواب :- باقی آٹھ ابواب میں سے ایک باب میں اسلامی معاشرت پر مکمل روشنی ڈالی گئی ہے مثلاً خورد ونوش اور لباس کے مسائل پیدائش، عقیقہ شادی بیاہ نکاح وطلاق، تجہیز وتکفین، عدت، ماتم پرسی وغیرہ کے بارے میں جملہ مسائل درج ہیں ایک علیٰحدہ باب میں میلاد شریف کا جواز اور حضورؐ کی ولادت کا مفصل بیان ہے جو مکمل میلاد نامے کا کام دیتا ہے - اس کے علاوہ ایک علیحدہ باب میں خواجہ معین الدین چشتی اجمیری رح اور دیگر اولیاء کرام کی سوانحیات درج ہیں - اور آخری باب میں ضروری نسخے اور حفظان صحت کے جملہ اصول اور اہم بیماریوں کے علاج درج ہیں غرضیکہ اس کتاب میں وہ سب کچھ موجود ہے جو مسلم لائبریری میں ہو سکتا ہے - ضخامت تقریباً نو سو صفحات کاغذ سفید نہایت اعلیٰ لکھائی چھپائی عمدہ ٹائیٹل رنگین قیمت مجلد مع خوشنما ڈسٹ کور صرف پندرہ روپے پچاس پیسے

دین دنیا پبلشنگ کمپنی ——— جامع مسجد ——— دہلی ۶



میں مسلمانوں کے خون کا انتقام لونگا

خلیفہ معتصم عباسی کے عہد خلافت کا ایک واقعہ

(از شوکت علی فہمی)

خلفائے بنی عباس اگرچہ خلفائے راشدین کے مسلک سے ہٹ چکے تھے اُن میں شہنشاہیت اور امارت کی خرابیاں پیدا ہو چکی تھیں اور آرام طلبی و عیش پسندی کے جراثیم بھی ان میں پائے جانے لگے تھے لیکن اس کے باوجود بھی خلفاء عباسیہ میں غیرتِ اسلامی کا جذبہ کسقدر قوی تھا۔ اُس کا اندازہ ذیل کے واقعہ سے ہو سکتا ہے۔

رومی حکومت نے یلغار کر کے بطرہ اور ملطیہ کے علاقوں کو تباہ کر دیا تھا اور بے اندازہ بے گناہ مسلمان جان بحق ہو گئے تھے۔ خلیفہ معتصم عباسی کا خصوصی پرچہ نویس ۲۹ ربیع الثانی ۲۲۳ہجری کو رات کے وقت اِن علاقوں کی تباہی کی داستان خلیفہ کو سنا رہا تھا۔ بطرہ اور ملطیہ عباسی سلطنت ہی کے علاقے تھے۔ جنکو قیصر روم نوفل بن میدائیل نے مسلم دشمنی کی بنا پر پامال کر ڈالا تھا۔

پرچہ نویس واقعات بیان کرتے ہوئے کہہ رہا تھا "ان علاقوں کی تباہی میں خلافت عباسیہ کے باغی بابک خرمی کا بھی ہاتھ تھا اُسی نے قیصر روم کو لکھا تھا کہ "اِس وقت تمہارے لئے خلافت عباسیہ پر ضرب لگانے کا بہترین موقعہ ہے کیونکہ خلیفہ نے اپنی تمام فوجیں میرے مقابلہ پر لگا دی ہیں۔ بغداد اور سامرہ اور تقریباً تمام صوبے اِس وقت فوجوں سے خالی ہیں۔ آپ کو اس سے بہتر خلافت عباسیہ کو زیر کرنے کا موقعہ نہیں مل سکتا۔ آپ اس موقعہ کو ہاتھ سے نہ جانے دیں اور اسلامی علاقوں کو فتح کرتے ہوئے بغداد تک پہنچ جائیں"

خلیفہ کا چہرہ غصہ سے سرخ ہو گیا اور اُس نے پرچہ نویس سے پوچھا کہ۔ "آخر بابک غدار کا اِس سے کیا مقصد تھا؟" پرچہ نویس نے عرض کیا کہ "اُس کا مقصد یہ تھا کہ اگر قیصر روم نے حملہ کر دیا تو اسلامی لشکر دو طرف بٹ جائے گا۔ اور اس طرح بابک خرمی کے خلاف ہماری فوجوں کا دباؤ کم ہو جائے گا"

"مگر بابک کو تو شکست ہو چکی ہے۔ ایسی حالت میں اُسے کیا فائدہ پہنچ سکتا تھا" خلیفہ نے پوچھا۔

پرچہ نویس نے کہا "بابک کو حال ہی میں شکست ہوئی ہے مگر وہ شکست سے پہلے ہی قیصر کو ہمارے خلاف آمادہ کار کر چکا تھا۔ اور اُس کے ایک لاکھ کے لشکر نے اسلامی علاقوں میں پیش قدمی شروع کر دی تھی۔ چنانچہ سب سے پہلے بطرہ پر شب خون مارا گیا۔ اور رومی وہاں کے مردوں کو جو مقابلہ پر آئے بڑی بے دردی سے قتل کرتے رہے۔ اور مسلمان عورتوں کو لونڈی اور باندی بنا کر لے گئے" خلیفہ نے گرجدار آواز میں کہا: "ہم بے گناہ مسلمانوں کے خون کا انتقام لیں گے"

پرچہ نویس نے مزید واقعات بیان کرتے ہوئے کہا "اور اس کے بعد ملطیہ میں مسلمانوں پر جو ظلم ہوا وہ ناقابل بیان ہے تمام شہر کو آگ لگا دی گئی۔ بچہ بچہ قتل کر دیا گیا۔ اور مسلمان عورتوں کی سر بازار بے آبروئی کی گئی میں نے خود اپنی آنکھوں سے دیکھا ہے کہ جب رومی درندے ایک نوجوان ہاشمیہ عورت کو کشاں کشاں لے جا رہے تھے۔ تو وہ چلا چلا کر کہہ رہی تھی "معتصم تم کہاں ہو ہماری مدد کو آؤ"

"بس کرو بس کرو۔ اب اِس سے زیادہ سننے کی مجھ میں تاب نہیں"

معتصم کی آنکھوں سے آنسو بہنے لگے اور وہ دیوانوں کی طرح چلا چلا کر کہہ رہا تھا "لبیک لبیک۔ میری عزیز بہن میں نے تیری آواز سن لی ہے میں ابھی اور اسی وقت تیری مدد کے لئے آ رہا ہوں تاکہ رومی درندوں کو بتا دوں کہ اسلام کی بیٹیوں کی بے آبروئی کی کتنی بڑی قیمت ادا کرنی پڑتی ہے"

معتصم عباسی کے پاس [illegible] کی کمی نہیں تھی اُس کے

سپہ سالار بڑے بڑے اور عظیم الشان کارنامے انجام دے چکے تھے وہ اگر چاہتا تو قیصر روم سے انتقام لینے کے لئے اپنے کسی سپہ سالار کو بھیج سکتا تھا۔ لیکن وہ اس واقعہ سے اس قدر متاثر تھا کہ دوسرے دن صبح ہی "یا ہاشمیہ" کی فریاد پر خود روانہ ہو گیا۔ جرار لشکر اور مجاہدین کی ایک بڑی جماعت اُس کے ہم رکاب تھی۔

خلیفہ نے اپنے ایک لائق سپہ سالار عمر فرغانی کو ہدایت کی کہ "تم ہمارے پہنچنے سے پہلے ہی اسی وقت تیز رفتار سواروں کے ایک دستہ کو لے کر بجلی جیسی سرعت کے ساتھ روانہ ہو جاؤ اور جتنی جلد ممکن ہو سکے بطرہ اور ملطیہ جا پہنچو اور وہاں پہنچ کر مظلوموں کو ہمارا پیغام پہنچا دو کہ گھبراؤ نہیں تمہارا خلیفہ نادم ہے کہ وہ بروقت تمہاری مدد نہ کر سکا لیکن اب وہ خود آرہا ہے یا تو تمہارے خون کا انتقام لے گا یا اپنی جان تمہارے لئے قربان کر دے گا"

عمر فرغانی کو یہ توقع تھی کہ اُسے خلیفہ کے اس پیغام کو پہنچانے کے لئے رومیوں سے سخت مقابلہ کرنا ہو گا لیکن رومیوں کو پہلے ہی سے خلیفہ کی آمد کی اطلاع ہو چکی تھی اور ان میں اتنی ہمت نہ تھی کہ وہ خلیفہ کے مقابلہ پر ٹھہر سکتے چنانچہ عمر فرغانی کے فوجی دستے جونہی ملطیہ اور بطرہ کے قریب پہنچے رومی بھاگ کھڑے ہوئے۔

اسی دوران خلیفہ معتصم بھی پہنچ گیا۔ ملطیہ اور بطرہ کے باشندوں کو تسلی دی اور ان علاقوں کا انتظام عمر فرغانی کے سپرد کر کے حکم دیا کہ فوراً ان دونوں شہروں کی از سر نو تعمیر کی جائے۔ جن لوگوں کے مکانات رومیوں نے جلا دئے ہیں انہیں سرکاری خرچ سے از سر نو تعمیر کرایا جائے۔ اور جن لوگوں کو مال و جان کا نقصان ہوا ہے اُس کی پوری پوری تلافی کی جائے اور صرف یہی کافی نہیں ہے بلکہ ہمیں بے گناہ مسلمانوں کے خون کا انتقام بھی رومیوں سے لینا ہے اور ان درندوں کو بتانا ہے کہ مسلمانوں کا خون اتنا ارزاں نہیں ہے جتنا کہ وہ سمجھے ہوئے ہیں"

اور اس کے بعد معتصم عباسی لشکر عظیم لئے ہوئے رومی علاقوں میں گھستا چلا گیا۔ معتصم عباسی بذات خود اگرچہ نہایت ہی نرم دل حکمران تھا۔ وہ جنگ اور خونریزی کو بھی پسند نہیں کرتا تھا لیکن رومیوں کی درندگی کے اس واقعہ نے اُسے غصہ سے دیوانہ بنا دیا تھا۔ اور اب وہ رومی علاقوں کو تاراج کر دینا چاہتا تھا۔

معتصم جس رومی علاقہ میں بھی جاتا تھا ایک قیامت برپا ہو جاتی تھی اُس نے ایک دفعہ ہی ہزاروں رومیوں کو تہ تیغ کر دیا۔ اور یہ معلوم ہوتا تھا کہ وہ اُس وقت تک چین سے نہیں بیٹھے گا۔ جب تک کہ پوری سلطنت روما کو کھنڈر میں تبدیل نہیں کر دے گا۔ آخر معتصم کا غصہ اُس وقت سرد ہوا جب قیصر روم نے گڑگڑا کر اُس سے معافی مانگی اور خلیفہ کو لکھا کہ۔

"مجھے اپنی غلطی کی کافی سزا مل چکی ہے میں نادم ہوں کہ میں نے ایک خونی کے ورغلانے پر بطرہ اور ملطیہ پر حملہ کر کے۔ اپنی تباہی کو کیوں دعوت دی۔ میں اپنی اس غلطی کے لئے معافی کا طلبگار ہوں"

خلیفہ معتصم عباسی اب رومیوں سے پورا پورا انتقام لے چکا تھا اُس نے قیصر روم پر بہت بڑا تاوان جنگ بھی ڈال دیا۔ اور تاوان جنگ کی پوری رقم بطرہ اور ملطیہ کی از سر نو تعمیر کے لئے وقف کر دی۔ مگر وہ پھر بھی کئی ہفتہ تک ملطیہ میں محض اس لئے مقیم رہا کہ اُس ہاشمیہ خاتون کا پتہ چلائے جس نے کہ اُس سے فریاد کی تھی۔ لیکن یہ ایک ہاشمیہ خاتون کا ذکر ہی کیا ہے۔ نہ جانے کتنی مسلم خواتین رومیوں کی درندگی کا شکار ہو چکی تھیں۔

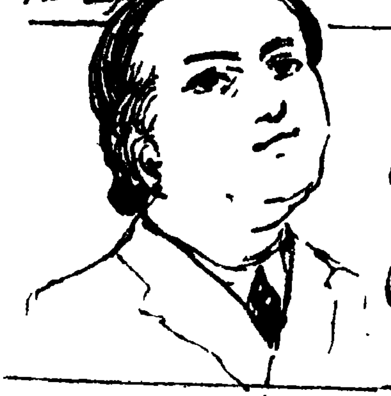
خلیفہ معتصم عباسی کو مدتوں اس بات کا افسوس رہا کہ وہ اپنے بھائیوں اور بہنوں کی مدد کے لئے بروقت بطرہ اور ملطیہ نہ پہنچ سکا اس تاریخی واقعہ سے بخوبی اندازہ لگایا جا سکتا ہے کہ خلفائے عباسیہ کے دلوں میں غریب عوام کے لئے کس قدر درد تھا اور وہ مظلوموں کی تکلیف پر کیسے مضطرب اور بے چین ہو جاتے تھے۔

زمین پر فرشتوں کی جماعت

(باقی مضمون صفحہ ۳ سے)

اُس نے ایک قمیص لی۔ حضرت عثمان رات کو اٹھ کر وضو کے لیے خود پانی لے لیا کرتے تھے کسی نے کہا کہ خادم کو جگا لیا کیجئے۔ فرمایا "وہ بھی انسان ہیں انہیں بھی ہماری طرح آرام کی ضرورت ہے"

صحابہ کرام باوجود استطاعت کے نہایت سادہ لباس پہنتے تھے۔ سادہ غذا کھاتے تھے اور نہایت سادہ زندگی بسر کرتے تھے۔ تمول اور دولت مندی سے صحابہ کرام کو نفرت تھی۔ حضرت سعد بن عامر حمص کے گورنر تھے مگر غریبانہ زندگی گذارتے تھے وظیفہ کی بیشتر رقم راہ خدا میں خرچ کر دیتے تھے۔ ایک انسان میں جتنی خوبیاں موجود ہو سکتی ہیں وہ صحابہ کرام میں موجود تھیں وہ بلاشبہ انسانیت۔ سادگی اور اخلاق کے پیکر تھے انھوں نے زندگی کے جو درخشاں نقوش چھوڑے ہیں۔ وہ ہمیشہ تاریخ عالم میں یادگار رہیں گے



میں نے اسلام کیوں قبول کیا؟

امریکہ کے فوجی افسر کرنل رونالڈ کی آپ بیتی

(کرنل رونالڈ کے انگریزی مقالہ سے ماخوذ)

کرنل رونالڈ راک دیل امریکہ کے ایک فوجی افسر ہیں جو اسلام کے دامن سے متاثر ہو کر اسلام قبول کر چکے ہیں۔ پچھلے دنوں اسلام کے بارے میں ان کا ایک مضمون شائع ہوا تھا جس میں کہ انھوں نے بتایا ہے کہ وہ کیا خاص محرکات تھے جن کی بنا پر انھوں نے اپنا آبائی مذہب عیسائیت چھوڑ کر اسلام قبول کیا۔ ہم اس نومسلم فوجی افسر کے اسلام کے بارے میں تاثرات ذیل میں پیش کر رہے ہیں۔

میں امریکہ کا باشندہ ہوں اور یہ بات سب ہی کو معلوم ہے کہ اس ملک کی اکثریت کا مذہب عیسائیت ہے۔ اور جس بچہ نے کہ عیسائیت کی فضا میں پرورش پائی ہو ظاہر ہے کہ اُس مذہب کی تعلیم اُس کی رگ رگ میں بھری ہوئی ہوگی۔ اور خصوصیت کے ساتھ میرے گھرانے اور خاندان پر عیسائیت کا اثر کچھ زیادہ ہی غالب تھا۔

مجھے عیسائیت کی مکمل تعلیم دلائی گئی تھی۔ اور میں خود کو راسخ العقیدہ عیسائی کہنے میں بالکل حق بجانب تھا اور چونکہ عیسائیت کے ساتھ ساتھ ہمیں مخالفانہ انداز میں اسلام کے متعلق بھی کچھ نہ کچھ بتایا جاتا تھا اس لئے جب میں تعلیم سے فارغ ہو کر فوج میں ملازم ہوا تو میرے دل و دماغ میں عیسائیت اور اسلام کے اس فرق کے نقوش موجود تھے۔ جو مذہبی تعلیم کے دوران میرے دماغ میں بٹھائے گئے تھے۔

ایک فوجی افسر کی حیثیت سے جب مجھے جنوبی مشرقی ایشیا کے ایسے علاقوں میں جانا پڑا جہاں مسلمان آباد تھے۔ تو میں نے محسوس کیا کہ میرے آبائی مذہب اور اسلام کے درمیان فرق اور امتیاز کی تصدیق کا یہ بہترین موقعہ ہے۔ اسلام کے متعلق ہمیں یہ بتایا گیا تھا کہ اسلام غیر مہذب لوگوں کا مذہب ہے۔ اُس کی تعلیمات میں انسانیت کی اعلیٰ قدریں قطعی موجود نہیں ہیں۔ اور اسلام نے اپنے متبعین کو یہ تعلیم دی ہے کہ وہ غیر مذاہب کے لوگوں سے نفرت کریں۔ غرضکہ میرے دماغ میں اسلام کے بارے میں جو تصورات قائم کرائے گئے تھے وہ نہایت ہی تاریک تھے۔

اپنی فوجی خدمات کی وجہ سے چونکہ مجھے مسلمانوں کے درمیان رہنا پڑا اور میں نے اُنہیں قریب سے دیکھا تو مجھے ایسا محسوس ہوا جیسے کہ اسلام اور مسلمانوں کے متعلق مجھے جو کچھ بتایا گیا تھا وہ درست نہیں ہے۔ اس لئے کہ میں جن مسلمانوں سے بھی ملا اُن میں مذہبی منافرت بالکل نہیں تھی۔ بلکہ میں نے تو یہ محسوس کیا کہ مسلمان ہم مغربی لوگوں کے مقابلہ میں کہیں زیادہ وسیع النظر اور مہمان نواز ہیں۔ اور جب میں اسلام سے زیادہ میل جول بڑھا تو مجھے اندازہ ہو گیا کہ اسلام نہ صرف اعلیٰ انسانی قدروں کا حامل ہے بلکہ وہ زندگی کا ایک ایسا مکمل نظام بھی پیش کرتا ہے جو قدم قدم پر انسان کی رہنمائی کرتا ہے۔

اب اسلام کے بارے میں میری غلط فہمی دور ہو چکی تھی۔ اور اس غلط فہمی کے دور ہو جانے کے بعد میں نے مسلمانوں کو زیادہ قریب اور زیادہ توجہ کے ساتھ دیکھنا شروع کیا تو مجھے تو اول اُن کی وہ سماجی زندگی بے حد پسند آئی جس کی بنیاد کامل مساوات پر قائم ہے۔ اور دوسرے میرے دل پر اُن کی عبادت یعنی نماز نے بے حد اثر کیا کہ چھوٹے بڑے امیر اور غریب سب شانہ سے شانہ ملا کر کھڑے ہو جاتے ہیں اُن کی عبادت میں نہ تصنع ہے اور نہ بناوٹ ہے بلکہ بے حد سادگی ہے سچ تو یہ ہے کہ نماز ہی نے مجھے سب سے زیادہ متاثر کیا۔ اور میں نے

فیصلہ کیا کہ مجھے باقاعدہ اسلام اور اسلامی تعلیمات کا مطالعہ کرنا چاہئیے

اب تک میں نے صرف مسلمانوں کی سماجی زندگی اور اُن کے طریقۂ عبادت ہی کو دیکھا تھا۔ مگر میں اسلامی لٹریچر سے قطعی ناواقف تھا۔ اب میں نے ایسی کتابیں پڑھنی شروع کیں جو انگریزی زبان میں اسلام کے بارے میں مجھے مل سکیں اور جوں جوں میں اِن کتابوں کا مطالعہ کرتا گیا میری آنکھیں کھلتی چلی گئیں۔ اور مجھے ایسا معلوم ہونے لگا کہ صرف اسلام ہی دینِ حق ہے۔ سب سے زیادہ جس چیز نے مجھے متاثر کیا وہ یہ تھی کہ حضرت عیسیٰ مسیح جس طرح ہمارے پیغمبر ہیں اُسی طرح مسلمان بھی انہیں اپنا پیغمبر تسلیم کرتے ہیں اور وہ حضرت عیسیٰ ہی کو نہیں بلکہ سب ہی پیغمبروں کا پورا پورا احترام کرتے ہیں۔ چنانچہ اسلام کی وسیع النظری اور حقانیت پر میرا عقیدہ دن بدن پختہ ہوتا چلا گیا اور اسلام کے متعلق زیادہ سے زیادہ واقفیت حاصل کرنے کی سلسلہ قدرتی طور پر میری خواہش اور بھی بڑھتی چلی گئی۔

پھر میں نے جب پیغمبر اسلام کی سوانح حیات کو بغور پڑھا تو میں حیران رہ گیا۔ مکہ معظمہ میں مصائب کا مقابلہ، ہجرت مدینہ منورہ۔ بے سروسامانی کی حالت میں ہجرت اور ہجرت کے بعد بھی آٹھ نو سال تک اہل مکہ کی پے در پے یورشیں بڑی سے بڑی دنیا دی۔ ترغیب کو ٹھکرا دینا۔ اور نازک ترین حالات میں بھی پیغام حق کی اشاعت اور خندہ پیشانی کے ساتھ سخت ترین حالات کا مقابلہ ایسی باتیں ہیں جو کسی عام انسان میں نہیں پائی جاتیں۔

اور مکہ معظمہ میں فاتحانہ داخلہ کے بعد پیغمبر اسلام نے اپنے جانی دشمنوں اور بدترین مخالفوں کے ساتھ جس رحم و مروت کا سلوک کیا ہے وہ تاریخ عالم کا منفرد واقعہ ہے۔ آپ نے سب ہی کو معاف فرما دیا اور عام معافی کا اعلان کر دیا۔ طاقت اور قوت ہونے کے باوجود اپنے بدترین اور جانی دشمنوں کو آغوشِ رحمت میں لے لینا اس بات کا کھلا ثبوت ہے کہ آپ واقعی ساری دنیا کے لئے رحمت بن کر آئے تھے۔ ان سب واقعات نے میرے دل و دماغ کو بدل ڈالا۔

اس کے بعد جب میں نے احادیث نبوی کا مطالعہ کیا۔ تو میری حیرت کی کوئی انتہا نہ رہی جہانبانی سے لیکر روزمرہ زندگی کے تمام معاملات تک کوئی ایسی ہدایت نہیں جو اسمیں موجود نہ ہو۔ احادیث کا مجموعہ دراصل مکمل نظامِ حیات ہے جو انسان کو عاقبت کے رموز سے بھی باخبر کر دیتا ہے اور دنیاوی معاملات میں قدم قدم پر رہنمائی کرتا ہے۔ اب میں سچے دل سے اسلام کا گرویدہ ہو چکا تھا اور میں نے اسلام قبول کر لیا۔

یہ ہیں وہ محرکات جو مجھے حلقہ بگوش اسلام بننے میں مددگار اور معاون ثابت ہوئے میرا پختہ یقین ہے کہ دنیا کا کوئی بھی صاف دل اور ہوشمند انسان ایسا نہیں ہے جو اسلامی تعلیمات سے آگاہ ہونے کے بعد اِس دینِ حق کے سامنے اپنی گردن نہ جھکا دے۔

خدا کا شکر ہے کہ اب میں مسلمان ہو چکا ہوں اور اسلام کا مطالعہ کرنے کے بعد اس نتیجہ پر پہنچا ہوں کہ یہ صرف ایک سیدھا سچا مذہب ہی نہیں ہے بلکہ یہ ایک مکمل ضابطہ حیات بھی ہے جو قدم قدم پر ہمیں راستہ دکھاتا ہے۔ اسلام صرف اسی کو کافی نہیں سمجھا کہ کوئی شخص عبادت و ریاضت میں مصروف رہے بلکہ وہ یہ بھی چاہتا ہے کہ ہم اللہ کے بندوں اور ہم جنسوں کے کام آئیں دکھ اور تکلیف میں بلا امتیاز مذہب و ملت دوسروں کی مدد کریں۔ اسلام اور دیگر مذاہب میں بڑا فرق یہ ہے کہ جہاں دنیا کے دوسرے مذاہب ترک دنیا کی تعلیم دیتے ہیں وہاں اسلام ترک دنیا کا شدید مخالف ہے۔ اسلام چاہتا ہے کہ انسان دنیا میں رہتے ہوئے بھی عاقبت کو فراموش نہ کرے۔

تعلیم القرآن

(باقی مضمون صفحہ ۱۲)

اس نے مجھے قید خانہ سے نجات عطا کی اور دوسرا احسان یہ ہے کہ وہ آپ حضرات کو بیابانی علاقہ سے یہاں لے آیا اور مجھے دوبارہ آپ سے ملا دیا حالانکہ اِس سے قبل شیطان نے مجھ میں اور میرے بھائیوں میں جھگڑا کھڑا کر دیا تھا۔ بلاشبہ میرا پروردگار جو کچھ بھی کرنا چاہتا ہے بڑی تدبیر سے کرتا ہے وہ صاحب علم اور بڑی حکمت والا ہے۔ اے میرے پروردگار (میں تیرا) بڑا شکر گذار ہوں تو نے مجھے سلطنت عظیم کا ایک حصہ عطا فرما دیا اور خوابوں کی تعبیر بتانے کا علم بخشا جسکی بدولت مجھے یہ اعزاز حاصل ہوا۔ اے آسمانوں اور زمینوں کے پیدا کرنے والے بس تو ہی دنیا اور آخرت میں میرا کارساز ہے مجھے ایمان کی حالت میں دنیا سے اٹھا اور عاقبت میں اپنے نیک بندوں میں شامل فرما۔

افسانہ



مہارانی تارہ بائی

راجپوتانہ کی تاریخ سے متعلق ایک دلگداز کہانی

(از جناب مائل ملیح آبادی)

رات کا ایک بج چکا تھا۔

جودھ پور کے قلعے کی ایک کھڑکی ابھی تک کھلی ہوئی تھی دکھن کی طرف کھلنے والی کھڑکی میں روشنی نہیں تھی لیکن تارہ بائی ایک کرسی پر بیٹھی ہوئی بار بار تاحد نظر دیکھنے کی کوشش کر رہی تھی۔ ہر طرف سناٹا تھا۔ نہ کہیں روشنی نظر آتی تھی اور نہ فتح کے نقاروں کی آواز۔

شوہر میدان جنگ میں ہو تو وفا شعار راجپوت عورت کو نیند کیسے آسکتی ہے۔ تارا بائی بھی اپنے شوہر کے انتظار میں کھڑکی میں بیٹھی ہے راجہ جسونت سنگھ شاہجہانی فوجوں کا سپہ سالار اعظم ہے شہنشاہ نے اُسے اپنے باغی ولی عہد شہزادے اورنگ زیب کو روکنے کے لیے بھیجا ہے جو دکن کا گورنر تھا۔ لیکن بادشاہ کی علالت کی خبر سن کر راجدھانی کی طرف بڑھا چلا آرہا تھا۔

راجہ جسونت سنگھ نے اورنگ زیب کو راستے میں روک لیا تھا اور آج جنگ کا فیصلہ ہونے والا تھا — اور جنگ کے دو ہی فیصلے ہو سکتے تھے۔ فتح یا شکست — شکست کا مطلب یہ تھا کہ ایک راجپوت سپہ سالار کی موت۔ فرار کا کوئی سوال ہی نہیں تھا۔

تارہ بائی فتح کے نقاروں کی آواز سننا چاہتی تھی۔ شکست کی خبر کا انجام یہ ہونے والا تھا کہ اپنے سورما شوہر کی لاش کے ساتھ ایک باوفا راجپوت رانی ستی ہو جاتی۔ تارہ بائی کو یہ انجام ناپسند نہ تھا لیکن قسمت اگر اس انجام کی طرف بلاتی تو تارہ بائی مسکراتی ہوئی آگے بڑھ جاتی۔

جب ایک کا گھنٹہ قلعہ کے پھاٹک پر بجا تو تارا بائی نے کھڑے ہو کر انگڑائی لی۔ آنکھیں نیند کے خمار سے بھری ہوئی تھیں۔ انگڑائی کے ختم ہوتے ہی اُسے پہلی مرتبہ گھوڑوں کی ٹاپوں کی آواز سنائی دی۔ کان لگا کر سنا تو سامنے کے میدان سے کسی رسالے کے آنے کی صاف آہٹ سنائی دی پھر آواز قریب آتی گئی اور آخر اُس نے قلعہ کے پھاٹک پر آدمیوں کے بولنے کی آواز سنی۔

بیلے کا ہار کھل چکا تھا۔ پھولوں کی خوشبو کمرے میں پھیلی ہوئی تھی۔ شام کو اُس نے کلیوں کا یہ ہار گوندھا تھا۔ اپنے فاتح شوہر کے لئے اُس کی محبت کا نذرانہ اپنی خوشبو بکھیر رہا تھا۔ جودھپور کی فضا اس خوشبو سے معطر تھی۔

اُس نے ہار کی طرف دیکھا۔ دل بری طرح دھڑک رہا تھا جو لوگ پھاٹک پر آئے تھے وہ فاتح نہیں ہو سکتے تھے۔ فاتح اس طرح نہیں آتے — ایک مرتبہ پھر کھڑکی میں دیکھنے کی کوشش کی لیکن اُدھر کچھ دکھائی نہیں دیا۔ صرف پھاٹک پر لوگوں کے بولنے کی آواز ہی سنائی دیتی رہی

ایک خادمہ تیزی کے ساتھ کمرے میں داخل ہو گئی۔ اُس نے بدحواسی کے ساتھ کہا "مہارانی جی۔ مہاراج آگئے!"

تارا بائی نے بیلے کے ہار کی طرف دیکھا دل مسرت سے کھل اُٹھا۔

لیکن اسی وقت خادمہ نے بتایا "بڑی تباہی آگئی۔ اورنگزیب نے لشکر کو برباد کر ڈالا۔ مہاراجہ کو شکست ہو گئی"

"شکست؟" جیسے تارا بائی چیخ اُٹھی — "پھاٹک بند ہے یا کھول دیا گیا؟"

"بند ہے" خادمہ نے جواب دیا — "آپ کے حکم کا انتظار ہے"

"جلدی جاؤ" رانی نے رکتے ہوئے کہا "پہرے داروں سے کہیو، پھاٹک بند رکھیں"

خادمہ نے حیرت سے رانی کی طرف دیکھا اور پھر باہر نکل گئی۔ رانی بھی

اُس کے پیچھے ہی باہر نکلی لیکن پھر کمرے میں آگئی کھونٹی پر سے پہلے کا ہار اُتارا اُسے توڑ کر پھینکتے ہوئے کہا ”اب تیری ضرورت نہیں بھگوڑے راجپوت کے گلے میں مالا نہیں ڈالی جاتی ۔“

باہر جسونت سنگھ کھڑا تھا۔ شکست کے بوجھ سے نڈھال غمگین اور شرمندہ۔ پھاٹک کے اوپر کی کھڑکی کھلی تارہ بائی نے نیچے دیکھا۔ قندیل کی روشنی میں جسونت سنگھ اور کئی سپاہی نظر آئے۔ اُس نے سخت اور مضبوط لہجے میں پوچھا ”کون ہے؟“

راجہ نے اوپر دیکھا آہستہ سے کہا ”میں ہوں جسونت سنگھ۔“

”کون جسونت سنگھ؟“ تارہ بائی کی آواز اور سخت ہو گئی۔

جسونت سنگھ نے تعجب سے رانی کی طرف دیکھا۔ کہا ”میں ہوں مہارانی کیا میری آواز پہچان نہیں رہیں۔“

رانی ایک لمحہ خاموش رہ کر بولی ”ہاں، یہ آواز میرے پتی کی آواز سے ملتی ہوئی ضرور ہے لیکن تم وہ نہیں ہو جودھپور کا بہادر راجہ جسونت سنگھ راٹھور شکست کی ذلت قبول کر کے زندہ رہنے والا راجپوت نہیں ہے تم کوئی اور ہو۔ واپس جاؤ۔ جب راجہ فتح کے نقارے بجاتا ہوا آئے گا تب اُس کے لیے قلعہ کا پھاٹک کھلے گا۔“

جسونت سنگھ کا چہرہ پیلا پڑ گیا۔ اُس نے آہستہ سے کہا ”لیکن مہارانی ......“

کھڑکی کھٹ سے بند ہو گئی۔ صرف آخری آواز سنائی دی ”بزدلوں کے لیے پھاٹک نہیں کھلے گا۔“

جسونت سنگھ تھوڑی دیر خاموش کھڑا رہا۔ پھر اُس نے گھوڑے کی باگ موڑی اور تاریکی میں اُس راستے پر ہو لیا جو دلی کی طرف جاتا تھا

اس واقعہ کے دو مہینے کے بعد قلعہ کے جاسوسوں نے خبر دی کہ شہزادہ اورنگ زیب طوفان کی طرح جودھپور کی طرف آ رہا ہے۔

جسونت سنگھ کو شکست دینے کے بعد اورنگزیب نے اپنے بڑے بھائی دارا شکوہ کو بھی شکست دے کر راج دھانی آگرہ پر قبضہ کر لیا تھا دارا شکوہ بھی دلی کی طرف فرار ہو گیا تھا ـــ اور اب بوڑھا شہنشاہ شاہجہاں اپنے بیٹے محمد اورنگزیب کی قید میں تھا۔

جب اورنگزیب کو راجہ جسونت سنگھ کے ساتھ رانی کے اس برتاؤ کی خبر ملی تو اُس نے ایک رات اپنے پانسو سواروں کو تیار کیا اور خاموشی کے ساتھ آگرہ سے نکل کر جودھپور کے لئے روانہ ہو گیا۔

رانی کو فوراً اطلاع دی گئی۔ رانی نے جاسوسوں سے پوچھا ”وہ کیوں آ رہا ہے؟“

ایک جاسوس نے جواب دیا ”بادشاہ ہمیشہ قلعوں کو فتح کرنے کے لئے ہی حملہ کیا کرتے ہیں۔“

”اچھا۔“ رانی نے کچھ سوچتے ہوئے کہا ”مگر اورنگزیب کو ابھی دوسرے ضروری کام تھے۔ جودھپور آنے کا کیا سبب ہو سکتا ہے؟“

جاسوس نے جواب دیا ”یہ ہمیں معلوم نہ ہو سکا مہارانی۔“

”اچھا تم لوگ جاؤ۔“ رانی نے آہستہ سے کہا۔ پھر پوچھا ”وہ کب تک یہاں پہنچ جائے گا؟“

”کسی وقت بھی۔“ جاسوس نے جواب دیا ”سب سوار ہیں اور تیزی کے ساتھ آ رہے ہیں۔“

جاسوس چلے گئے تو رانی اُسی کھڑکی میں جا کر کھڑی ہو گئی جس میں کھڑے ہو کر ایک رات وہ اپنے شوہر کا انتظار کر رہی تھی۔ آنکھوں میں آنسو آ گئے۔ اُنھیں پونچھ کر اورنگ زیب کے آنے کا انتظار کرنے لگی۔

ایک راجپوت فوجی نے دروازے پر آواز دی ”مہارانی جی شہزادہ اورنگزیب قلعہ پر حملہ کرنے آ رہے ہیں۔“

”پھاٹک بند کر لو۔“ رانی نے اطمینان کے ساتھ جواب دیا۔ اور پھر میدان کی طرف دیکھنے لگی۔

یکایک ایک پہاڑی کی آڑ سے نکل کر شہزادہ اورنگزیب قلعہ کے سامنے آ گیا۔ پانسو شہسوار اُس کے ساتھ تھے۔ برق رفتار حملہ آوروں نے پھاٹک کے سامنے پرے جما دئے

رانی نے اُس سرخ و سفید چہرے والے نوجوان کو دیکھا جس نے اُس کے شوہر جسونت سنگھ کو شکست دینے کے بعد دارا شکوہ کے شاہجہانی لشکر کو نیچا دکھا کر آگرہ پر قبضہ کر لیا تھا۔ اور اب جودھپور کے قلعہ کا پھاٹک کھولنے کا حکم دینے کے لئے سامنے کھڑا ہے۔

رانی کمرے سے نکلی اور قلعہ کے پھاٹک کی طرف روانہ ہو گئی قلعہ کا محافظ بھیم سنگھ آیا۔ اُس نے پوچھا۔ کیا ہم لوگ قلعہ کے اندر ہی سے مقابلہ کریں گے؟“

”کس کا؟“ رانی نے پوچھا۔

”اورنگ زیب کا۔“ بھیم سنگھ نے جواب دیا۔

رانی نے اُس کی طرف دیکھ کر پوچھا — "تم مقابلہ کروگے ؟" —
"جسونت سنگھ اور داراشکوہ کو شکست دینے والے سورما کو ہرانے کے لئے بھیم سنگھ کی ضرورت نہیں۔" رانی نے گھوڑے پر سوار ہوتے ہوئے کہا "دروازے پھاٹک پر آؤ"۔

دو ہزار راجپوت سورما رانی کی پشت پر جمع ہوگئے۔ وہ پھاٹک پر گئی۔ باہر اورنگ زیب کے سپاہی نعرے لگا رہے تھے۔ رانی نے حکم دیا — "پھاٹک کھول دو"۔

پھاٹک کھل گیا۔

شہزادہ اورنگ زیب اپنے سواروں کے سامنے کھڑا تھا۔ رانی اپنے راجپوتوں کے آگے آگے آہستہ آہستہ قلعہ کے پھاٹک سے باہر نکل رہی تھی — دونوں لشکر آمنے سامنے کھڑے ہوگئے۔

اورنگزیب نے گھوڑا آگے بڑھایا۔ رانی کے سامنے جاکر پوچھا۔

"جودھپور کی رانی تارا بائی تمہیں ہو ؟"

"ہاں" رانی نے جواب دیا۔

"کیا سپاہی لیکر جنگ کے لئے آئی ہو ؟" اورنگ زیب نے پوچھا

رانی نے مطمئن لہجے میں جواب دیا "حملہ آور سے ہمیشہ جنگ ہی کی جاتی ہے۔ ہم ہتھیار نہیں ڈالتے"۔

اورنگ زیب نے پوچھا "اور مہمانوں کے ساتھ کیا برتاؤ کرتی ہو مہارانی ؟"

رانی نے جواب دیا "اُن کے لئے ہمارے پاس خلوص و محبت ہے"

اورنگ زیب نے تلوار کی نوک نیچے کرتے ہوئے کہا "ہم مہمان بن کر آئے ہیں"۔

رانی ایک لمحہ خاموش رہی۔ پھر بولی "لیکن اورنگزیب جیسا عقلمند آدمی آج کل کہیں مہمانی کے لئے نہیں جاسکتا۔ تم کوئی اور مغل تو نہیں ہو ؟"

اورنگ زیب مسکرایا۔ بولا "نہیں میں اورنگزیب ہی ہوں رانی کو مبارکباد دینے آیا ہوں"

"کس بات کی ؟" رانی نے پوچھا۔

اورنگ زیب نے کہا "رانی کی شجاعت اور دلیری کی۔ لیکن ہم نے جسونت سنگھ کو معاف کردیا ہے، اُمید ہے کہ رانی بھی انھیں معاف کردیں گی"۔

رانی نے پلٹ کر اپنے ساتھ کے راجپوتوں سے کچھ کہا —
کئی راجپوت سردار قلعہ کے اندر چلے گئے۔ پھر رانی بولی "معزز مہمان قلعہ میں تشریف لے چلیں"۔

اورنگ زیب نے معذرت کی — "نہیں رانی، ہمیں اسی وقت واپس جانا ہے۔ یہ قلعہ ہمیشہ تمہارا ہی رہے گا۔ ہم اسے کبھی فتح کرنے کی کوشش نہیں کریں گے لیکن جب جسونت سنگھ سے ہماری صلح ہوگئی ہے تو رانی بھی اُن سے صلح کرلیں"۔

رانی نے تھوڑی دیر خاموش رہ کر کہا "تازے زخم اتنی جلدی اچھے نہیں ہوتے شہزادے۔ وقت لگتا ہے"۔

"کتنا وقت لگے گا ؟"

رانی نے کانپتے ہوئے لہجے میں جواب دیا — "گہرا زخم ہے۔ اچھا ہونے میں وقت لگے گا"۔

اورنگ زیب نے اُس کے چہرے کی طرف دیکھا پھر بولا —

"میں یہی خواہش لیکر آیا ہوں"۔

رانی نے آنکھیں پونچھتے ہوئے کہا "شاہی فوجوں کو شکست دینے والے اورنگ زیب کے لئے کچھ مشکل نہیں ہے کہ وہ جودھپور کی رانی تارا بائی کو شکست دیکر قلعہ اپنے دوست جسونت سنگھ راٹھور کے حوالے کردے" اُس کی آواز کانپنے لگی اور آنسو تیزی کے ساتھ بہنے لگے۔

اورنگ زیب تھوڑی دیر خاموش کھڑا رہا۔ پھر بولا "ایک بہادر عورت کو شکست دینا اورنگ زیب کے لئے شرم کی بات ہوگی لیکن وہ رانی سے درخواست ضرور کرے گا"۔

رانی آنکھیں پونچھ رہی۔ قلعہ کے اندر سے راجپوت نکلے اُن کے ہاتھوں میں پان کی تھالیاں تھیں اور ڈولیوں میں شربت کے مٹکے۔

رانی نے اورنگ زیب کی طرف دیکھ کر کہا "مہمان کے لئے پان اور شربت حاضر ہے"۔

"ہم رانی کا شکریہ ادا کرتے ہیں" اورنگ زیب نے مسکرا کر کہا۔ — "لمبے سفر سے آئے ہیں تھک گئے ہیں۔ لیکن جب تک رانی ہماری درخواست قبول نہ کریں اُس وقت تک ہم سمجھیں گے کہ رانی کا دل ہماری طرف سے صاف نہیں ہے"۔

رانی سوچ میں پڑ گئی۔ کچھ دیر کے بعد بولی — (باقی مضمون ص ۴۹ پر)

عورتوں کے لئے



یہ فیشن زدہ لڑکیاں کیا اچھی بیویاں ثابت ہو سکتی ہیں؟

(از زبیدہ سلطان صاحبہ دہلوی)

"یہ فیشن زدہ لڑکیاں کیا ہمارے معاشرہ کے لئے مفید ثابت ہو سکتی ہیں"
آجکل یہ سوال دنیا کا اہم ترین مسئلہ بنا ہوا ہے۔ اور اس پر درجنوں مضامین یورپ و امریکہ کے رسائل اور اخبارات میں آئے دن شائع ہوتے رہتے ہیں چنانچہ لندن سے عورتوں کا ایک ماہنامہ "ماڈرن ومن" شائع ہوتا ہے۔ اس میں یہ مسئلہ بڑی شد مد سے چھڑا ہوا ہے۔ اس جریدہ کے ایک شمارہ میں اسی موضوع پر بحث کرتے ہوئے ایک مقالہ نگار نے لکھا ہے

"ہمیں فلم ایکٹریوں سے بھی زیادہ خوبصورت اور فیشن زدہ بیویاں تو مل سکتی ہیں لیکن اس زمانہ میں ایسی عورتیں ناپید ہوتی چلی جا رہی ہیں۔ جو صحیح معنوں میں بیویاں بن سکیں شوہروں کے آرام و راحت کا خیال رکھ سکیں اُن کے لئے کسی قسم کی بھی قربانی دے سکیں۔ اور ہماری خانگی زندگی کو خوشگوار اور پر سکون بنا سکیں"

اس مقالہ نگار کے نزدیک اس زمانہ میں شادی کے لئے حسین سے حسین ایسی لڑکیاں تو مل سکتی ہیں جو محبوبہ بن کر رہنا چاہتی ہیں لیکن ایسی بیویاں ناپید ہوتی چلی جا رہی ہیں۔ جن کے ذریعہ شوہروں کو روحانی مسرت۔ قلبی سکون اور گھر کا سکھ حاصل ہو سکے۔

یورپ و امریکہ میں تو واقعی صحیح معنوں میں بیویاں بننے کے قابل لڑکیوں کا ملنا دشوار ہو ہی گیا ہے لیکن آج ہم دیکھ رہے ہیں کہ دیسی ہندوستان جہاں کسی زمانہ میں عورتیں گائے کی طرح سیدھی اور فرشتوں کی طرح نیک ہوا کرتی تھیں اب وہاں بھی ایسی لڑکیوں کی کمی ہوتی جا رہی ہے۔ جن سے کہ مردوں کو صحیح معنوں میں ازدواجی زندگی کا کیف حاصل ہو سکے۔ آخر اچھی اور نیک لڑکیوں کا اس زمانہ میں قحط کیوں ہے اُس پر تبصرہ کرتے ہوئے یہی مقالہ نگار اپنے مضمون میں آگے چل کر لکھتا ہے۔

"عورتوں اور لڑکیوں نے جب یہ سمجھ لیا ہو کہ اُن کا خوبصورت اور فیشن پرست ہونا ہی سب سے بڑی چیز ہے تو وہ اپنے اندر باطنی خوبیاں کیوں کر پیدا کر سکتی ہیں۔ ایک ایسی لڑکی جس نے کہ منزلِ شباب میں قدم رکھتے ہی ظاہری حسن ہی کو سب کچھ سمجھ لیا ہو اور وہ اس بات سے قطعی ناواقف ہو کہ اچھے اطوار۔ پاکیزہ سیرت۔ اخلاقی بلندی سلیقہ شعار تحمل اور ایثار ایک عورت کی بہترین خوبیاں ہیں۔ وہ بھلا اچھی بیوی کیوں کر ثابت ہو سکتی ہے چنانچہ شادی کے چند روز بعد جب نفسانی خواہشات سرد پڑ جاتی ہیں۔ اور مرد کو بیوی کی باطنی خوبیوں کی تلاش ہوتی ہے۔ لیکن یہ خوبیاں اُن میں نظر نہیں آتیں تو زن و شوہر میں شکر رنجی شروع ہو جاتی ہے جو دونوں ہی کی زندگیوں کو تلخ بنا دیتی ہے اور اکثر اوقات۔ تو دونوں میں علیحدگی کی نوبت تک آ جاتی ہے"

اس مقالہ نگار نے جو کچھ کہا ہے وہ ایک ایسی پتے کی بات ہے جس پر خصوصیت کے ساتھ ہمارے ملک کی شادی شدہ اور غیر شادی شدہ لڑکیوں کو اور میری سب ہی بہنوں کو سنجیدگی سے غور کرنا چاہئے۔ اور اس مقالہ نگار کے تجربہ سے فائدہ اٹھانا چاہئے۔

سچ تو یہ ہے کہ میاں بیوی کا رشتہ جہاں اٹوٹ رشتہ ہے وہاں یہ بے حد نازک بھی ہے۔ کیوں کہ ذرا سی لغزش سے ازدواجی زندگی میں تلخیاں پیدا ہو جاتی ہیں۔ اور اُن لڑکیوں کی ازدواجی زندگیاں تو ضرور برباد ہو کر رہتی ہیں جنھوں نے کہ حسن و جمال سے مردوں کو لبھانے کے علاوہ اپنے اندر کوئی دوسرا جوہر پیدا کرنے کی کبھی کوئی کوشش ہی نہیں کی ہو۔ میرا ذاتی تجربہ تو یہ ہے کہ صرف اُن ہی میاں بیویوں کی زندگیاں کامیاب ہوتی ہیں۔ جن کے ازدواجی رشتہ کی بنیاد حسن و عشق کے سراب کی بجائے زندگی کے حقائق۔ خلوص اور ایثار پر رکھی ہوتی ہے۔

اس مقالہ کے نگار نے یہ بات بالکل درست کہی ہے۔ کہ وہ لڑکیاں جنھوں نے جوانی کی منزل میں قدم رکھنے کے بعد اچھے اطوار اختیار نہیں کئے ہیں۔ ہنر مندی۔ اور سلیقہ شعاری کے معاملہ میں جو کوری ہیں اور جن میں تحمل اور ایثار کی صفات موجود نہیں ہیں۔ وہ ہرگز اچھی بیویاں ثابت نہیں ہو سکتیں۔ یہ ماننا پڑے گا کہ موجودہ زمانہ کی فیشن زدہ لڑکیوں کی ازدواجی زندگی سے ہزار درجہ بہتر اُن کی دادیوں اور نانیوں کی گھریلو زندگی تھی۔ اور اُس کی وجہ صرف یہ تھی کہ قدیم زمانہ کی ان خواتین نے یہ راز معلوم کر لیا تھا کہ جو عورتیں کہ شوہر کی جتنی زیادہ اطاعت شعار۔ مزاج داں اور اچھے اطوار رکھنے والی ہوں گی وہ اتنی ہی زیادہ شوہر اور سسرال والوں کی نظر میں محبوب ثابت ہونگی۔

اس کے برخلاف موجودہ زمانہ کی لڑکیوں نے سمجھ رکھا ہے کہ وہ صرف خوبصورت بن کر خواہ یہ خوبصورتی مصنوعی ذرائع ہی سے کیوں نہ حاصل کی جائے شوہروں کا اپنا گرویدہ بنالیں گی اور یہی غلط خیال موجودہ زمانہ کی لڑکیوں کی ازدواجی زندگی کی تباہی اور بربادی کا باعث بنا ہوا ہے۔ ذرا غور کیجئے کہ جب کسی لڑکی میں باطنی جوہر نہ ہو تو مرد محض اس کی خوبصورتی سے کب تک دل بہلاتا رہے گا۔ خوبصورتی کا کھیل تو صرف چند روزہ کھیل ہے۔ اسکے ذریعہ بھلا پوری زندگی کیوں کر بسر کی جا سکتی ہے۔

میں اپنی بہنوں اور بیٹیوں کو پہلے بھی بتا چکی ہوں اور اب پھر ان سے کہتی ہوں کہ اگر تمہیں ایک اچھی بیوی بن کر گھریلو سکھ حاصل کرنا ہے تو ظاہری حسن کے ساتھ اپنے اندر باطنی خوبیاں بھی بڑھاؤ۔ سب سے پہلی بات تو یہ ہے کہ تمہارا مزاج نہایت نرم ہونا چاہئے تاکہ اگر شوہر تیز مزاج بھی ہو تو تمہارے تحمل کی وجہ سے آپس میں تصادم نہ ہونے پائے۔ اس کے علاوہ تمہارے اندر برداشت کا مادہ ہونا بھی ضروری ہے۔ تاکہ شوہر کے بعض اطوار اگر تمہاری طبیعت اور مزاج کے خلاف ہوں تو تم انہیں برداشت کر سکو۔ پھر تم دولت مند ہو یا غریب تمہارے اندر ایسی ہنرمندی اور سلیقہ ہونا چاہیئے کہ کم آمدنی میں بھی تم اپنے گھر کو جنت کا نمونہ بنا سکو۔ میں بناؤ سنگھار اور حسن و خوبصورتی کی مخالف نہیں ہوں لیکن سمجھتی ہوں کہ اگر کسی خوش جمال لڑکی میں باطنی خوبیاں نہیں ہیں تو اُس کی حیثیت ایک کاغذی پھول سے زیادہ نہیں ہے۔

مہارانی تارہ بائی

(باقی مضمون صفحہ ۱۵)

—"ہر طرف جنگ کے پرچم کھل رہے ہیں۔ راجہ سے کہئے کہ وہ کوئی کارنامہ انجام دیں۔ اسکے بغیر جودھپور کے قلعہ کا پھاٹک اُن کے لئے نہیں کھلے گا"

اورنگ زیب نے مسکرا کر کہا "ہم رانی کے جذبۂ شجاعت کو پسند کرتے ہیں۔ راجہ کارنامہ انجام دیکر ہی آئیں گے۔ اور وہ دن ہماری خوشی کا دن ہوگا۔ ممکن ہے اس خوشی میں ہم شریک نہ ہو سکیں لیکن اُس کی یادگار کے طور پر رانی کی آج کی دعوت قبول کرتے ہیں۔ سپاہیو، شربت پلاؤ"

راجپوت سپاہیوں نے گلاس بھر کر اورنگ زیب اور اُس کے لشکریوں کو پیش کئے۔

"رانی نے کہا شہزادے، اس میں زہر نہ ہوگا"

اورنگ زیب نے گلاس ہونٹوں کی طرف لے جاتے ہوئے کہا "تم جیسی بلند کردار کی عورتیں اتنا حقیر دھوکہ نہیں دے سکتیں رانی۔ مجھے اس کا یقین ہے"۔

اور اورنگ زیب نے گلاس خالی کر دیا۔ پھر پان کھایا۔ رانی سے رخصت لی۔ اور آگرہ کی طرف واپس چلا گیا۔

رانی اُسے دیکھتی رہی۔ پھر بولی— "اس شخص کو ہندوستان کا سمراٹ ہونے سے کوئی طاقت بھی نہیں روک سکتی"

اس واقعہ کے بعد لگ بھگ پانچ سال تک رانی نے جسونت سنگھ کو قلعہ میں آنے کی اجازت نہیں دی اور کہا جاتا ہے کہ اورنگ زیب کے بہت زور دینے پر اجازت بھی دی تو زن و شوہر کا تعلق نہ رکھا۔ — کیسی عجیب اور بہادر عورت تھی جودھپور کی رانی۔

افسانہ



یاس و امید

جذبات میں ڈوبی ہوئی ایک کہانی

(از جناب محمد اقبال)

پورے دس سال سے میں زندگی کی غم نصیبی کا شکار ہوں۔ تنہائی میرا مقدر بن چکی ہے اور آنسوں میری قسمت ــــ صرف یادیں، میری غمگسار زندگی کی ساتھی ہیں ــــ تنہائی میں ذہن کے افق پر یادوں کے ستارے جگمگانے لگتے ہیں۔ اور ماضی کے سمن زاروں میں کھو جاتی ہوں ساری کائنات میرے لئے اندھی ہے۔ میں نہیں جانتی کہ میرا دنیا میں کوئی ہے بھی یا نہیں؟ تاریک ماضی، تاریک حال، تاریک مستقبل ــــ پورا وجود تیرگی میں لپٹا ہے۔ اجالے کی ذرا سی شعاع بھی نہیں۔ امید و یاس کی جو تنگی سی کرن باقی بچی تھی، وہ کہر کے دھندلکوں میں کھو گئی ہے اور اب میں اس غار کی طرح ہوں جس کے چاروں طرف دیو ہیکل پہاڑ احاطہ کئے ہوئے ہوں۔ میری کل کائنات لٹ چکی ہے سارے خواب بکھر چکے ہیں اور زندگی ایک تپتا ہوا صحرا ہے جہاں ویرانی کے سوا کچھ نہیں۔ وہ آس ختم ہو چکی ہے جس کے سہارے میں زندہ تھی۔ وہ جانفزا لمحے جو کبھی رنگینیٔ حیات اور سرمایۂ زیست تھے میرا ذہن اُن لمحوں کی رعنائیوں میں ڈوبتا جا رہا ہے۔

موسم گل کی طرح دسمبر کی وہ ایک خنک سی شام تھی۔ میں تاجی کے ساتھ فلم دیکھ کر لوٹی تھی۔ تاجی کو اس کے گھر چھوڑ کر جب میں اپنے گھر میں داخل ہوئی تو ڈرائنگ روم میں ایک اجنبی نوجوان کو دیکھ کر ایک لمحہ کے لئے ٹھٹک گئی۔ وہ صوفہ پر نیم دراز، ایک ہاتھ میں جلتا ہوا سگریٹ اور دوسرے ہاتھ میں کوئی انگریزی میگزین لئے ہوئے مسلسل دیکھے جا رہا ہے۔ مجھے اُس کا اس طرح دیکھنا بہت عجیب سا معلوم ہوا اور میں اُس کی سحر طراز شخصیت میں کھو سی گئی۔ فراخ، شفاف پیشانی پر بالوں کی الجھی ہوئی آوارہ سی لٹ، مخمور آنکھوں میں ذہانت کی چمک، کھلتا ہوا گندمی رنگ اور بھرا بھرا شاداب چہرہ، صحت مند جسم سُرمئی رنگ کا سُوٹ، اُس کی شخصیت کو اور نکھار رہا تھا۔ میں مسحور انداز میں جامد و ساکن کھڑی اُسے دیکھتی رہی۔

"ارے انجو تم کب آئیں؟" پیچھے سے آتی ہوئی بھیا کی آواز نے مجھے چونکا دیا۔

اور میں اپنی اُس کیفیت کا خیال ترک کر کے شرما گئی۔ وہ بھی اب سیدھا ہو کر صوفہ پر بیٹھ گیا تھا۔ جلتا ہوا سگریٹ اُسی طرح اُس کی گندمی انگلیوں کی پوروں کو جھلسا رہا تھا۔ اور میگزین اُس کے ہاتھ سے آزاد ہو کر گود میں آ پڑا تھا۔

"آؤ انجو بیٹھو۔" بھیا اُس کے برابر صوفہ پر بیٹھے ہوئے بولے۔ اور میں اُن کے سامنے دوسرے صوفہ پر بیٹھ گئی۔

"یہ میری چھوٹی بہن انجم ہے۔" بھیا نے اُس کی طرف دیکھا اُس کے ہونٹوں پر ہلکا ہلکا تبسم رقصاں تھا۔ پھر میری طرف دیکھتے ہوئے کہا "یہ میرے دوست شہزاد ہیں۔ جن کے بارے میں میں نے تم کو بتایا تھا کہ شام کی گاڑی سے آنے والے ہیں۔ اب یہ یہیں رہیں گے ریفریجریشن انجینیر کی حیثیت سے اِن کا تقرر ہمارے ہی شہر میں ہو گیا ہے۔"

میں نے بار حیا سے جھکی پلکیں اٹھا کر اُس کی طرف دیکھا۔ میری نظریں اُس سے ٹکرا گئیں، اور مجھے ایسا محسوس ہوا میں اُس کی آنکھوں کی گہرائی میں ڈوبتی جا رہی ہوں۔

"انجو! چائے نہ پلاؤ گی؟" بھیا کی آواز ابھری۔

"اوہ! ابھی لائی!" کہتے ہوئے میں تیزی سے نکل گئی۔ کچن روم میں بڑی بی کو چائے کی ہدایت کر کے جب میں اپنے کمرے میں پہنچی تو میرے دل کا عجیب عالم تھا۔ وہ اس طرح دھڑک رہا تھا جیسے میں ہو لی

مسافت طے کر کے پیدل آئی ہوں۔ سردی کے باوجود مجھے اپنے چہرے پر ہلکے ہلکے پسینے کا لمس محسوس ہوا اور میں آئینے کے سامنے جا کر کھڑی ہو گئی۔ میرے چہرے کا انگوری رنگ انگارے کی طرح دہک اٹھا تھا اور سیاہ لانبی پلکوں کے نیچے جھیل جیسی گہری آنکھوں میں خواب کی سی کیفیت چھائی ہوئی تھی۔ گہرے فیروزی رنگ کی ساری کے اوپر سفید فر کے کوٹ میں حسن و رعنائی کا دلآویز مجسمہ تھی۔ میں اپنا خوبصورت پیکر آئینہ میں دیکھ کر غرور سے تن گئی۔

سرور اور شرم کے ملے جلے جذبات سے ہمکنار ہو کر جب میں کچن روم میں داخل ہوئی تو بڑی بی نے چائے تیار کر لی تھی میں نے انڈے کا حلوہ، ٹوسٹ اور نمکین وغیرہ پلیٹ میں سجایا اور خود ہی ٹرے لئے ہوئے پہنچ گئی وہ بھیا سے ہنس ہنس کر باتیں کر رہا تھا۔ اُس کے ہنسنے کا انداز بہت دلکش تھا۔

"آپ کی چائے میں کتنی شکر ڈالوں؟" میں نے پیالی میں شکر گھولتے ہوئے شیریں آواز میں اُس سے پوچھا اور سوالیہ نگاہوں سے اُس کی طرف دیکھنے لگی۔

"دو چمچہ!" اُس نے میری مخروطی انگلیوں کو دیکھتے ہوئے کہا اُس کی آواز میں مردانہ وقار تھا۔ میں اُس کی آواز کی گونج میں کھو گئی۔

"آپ کس کلاس میں پڑھتی ہیں؟"

میں نے اپنی خوبصورت اور سحر انگیز آنکھوں سے اُسے دیکھا۔ وہ میری آنکھوں میں آنکھیں ڈالے مسکرا رہا تھا۔ میری پلکیں جھکتی چلی گئیں

"ایم۔ اے فرسٹ ایئر" میری نقرائی آواز ابھری۔

"سبجکٹ؟"

"اردو!" میں نے چائے کی پیالی اُس کی طرف بڑھاتے ہوئے دھیمے لہجے میں کہا۔

"یار ماجد! یہ تو اپنے ٹیسٹ (Taste) کی ہیں" اُس کی آواز کی بازگشت میں مجھے اپنا وجود ڈوبتا ہوا محسوس ہوا۔

"انجو! شہزاد کو اردو ادب سے گہرا لگاؤ ہے۔ یہ اُردو کے بہت اچھے شاعر بھی ہیں"

"تب تو مجھے آپ سے بہت مدد ملے گی" میں ایکدم بول اٹھی۔

"مجھے خوشی ہوگی" وہ چائے کی چسکی لیتے ہوئے بولا۔

چائے پینے کے بعد بھیّا شہزاد کو لے کر باہر چلے گئے اور میں خوابوں کی دنیا میں کھو گئی۔ وہ شہزاد کے روپ میں میرے تخیل کا شہزادہ بن کر آیا تھا اور میری زندگی میں محبت کے پھول مہک اٹھے تھے۔ فضا نکہت و نور میں ڈوب گئی تھی۔

چند ہی ملاقاتوں میں ہم ایک دوسرے کے احساسات پر چھا گئے اور دل کے ساز پر پیار کے نغمے مچلنے لگے۔ گھر، پارک، کیفے، گارڈن، لائبریری، ہر جگہ ہماری سانسوں کی خوشبو پھیلنے لگی اور ہر طرف رنگ و نور کی سی کیفیت چھا گئی۔

اُس کی دلکش شخصیت کی طرح اُس کی شاعری میں بھی جادو تھا۔ جو میرے کنوارے جذبات میں ہلچل پیدا کرتی۔ جب وہ اپنے دلکش ترنم سے کوئی غزل پڑھتا تو ایک انجانی جذباتی لہر جیسے کانوں کی لَو سے شروع ہو کر گردن اور پھر گالوں کو گلنار بناتی ہوئی پورے جسم میں دوڑ جاتی۔

شام کے رُومان پرور ملگجے اندھیرے میں جب ہم ایک دوسرے سے ملتے اور میری بارِ حیا سے جھکی ہوئی آنکھیں جب گر گر کر اٹھتیں تو اُس کی نبضِ حیات میں ارتعاش پیدا کر دیتیں اور وہ جذبات سے مغلوب ہو کر میرے حسین پیکر کو اپنی باہوں میں سمیٹ لینا چاہتا اور میرے چہرے پر شرم کی سُرخی کی تہہ اور بھی گہری ہو جاتی۔

نکہت و نور سے معمور ایک سال کا عرصہ یوں گزر گیا۔ جیسے آسمان پر قوس قزح لہرا کر غائب ہو گئی ہو۔ بھیّا کو ہماری ملاقاتوں کا علم تھا لیکن وہ انجان سے بنے رہے۔ وہ ہمیں مذہبی و سماجی رشتے میں پرونا چاہتے تھے۔ بھیّا اور گھر کے دوسرے افراد کے چہرے پر شادابی کی لہر دیکھ کر مجھے اپنی محبت کے گلاب کھلتے نظر آئے۔

وہ ایک بہت ہی اُداس صبح تھی۔ میں کالج جانے کی تیاری کر رہی تھی کہ بھیّا کی آواز نے مجھے چونکا دیا۔

"انجو!"

میں نے مڑ کر دیکھا۔ بھیّا نے ایک رُقعہ میری طرف بڑھا دیا۔

"ڈیئر ماجد!

ابھی ابھی ٹیلیگرام کے ذریعہ ابو کی سیریس علالت کی خبر ملی ہے۔ میں گھر جا رہا ہوں تم لوگوں سے مل کر نہ جانے کا افسوس ہے۔ دعاؤں میں یاد رکھنا۔ تمہارا شہزاد"

بھیّا جا چکے تھے۔ میرے ہاتھوں میں پرچہ تھرتھرا رہا تھا۔ شہزاد کی شبیہ میری آنکھوں میں گھوم رہی تھی۔ میرا دل کالج میں نہ لگا۔ تاجی کے ساتھ فلم کا پروگرام بنایا۔ وہاں طبیعت نہ لگی۔ گھر آکر شہزاد کے تصور میں بیٹھ رہی۔ اندھیرا کب پھیلا، رات کب آئی اور کب گزر گئی۔ مجھے خبر نہ ہوئی۔ ایک ہی دن کی جدائی نے میرا یہ حال کر دیا تھا۔ آج مجھے احساس ہوا تھا کہ شہزاد میری روح میں روح بس گیا ہے۔ اُس کے بغیر میں زندہ رہنے کا تصور بھی نہیں کر سکتی۔

دن ہفتے، مہینے ـــ اور پورے چھ ماہ گزر گئے۔ آفس میں پتہ لگانے پر معلوم ہوا کہ اُس نے اپنا تبادلہ دوسری جگہ کرا لیا ہے۔ اِس خبر نے میرے دل میں درد و یاس اور بھر دیا۔ میری کیفیت اُس پھول کی سی تھی جس کی خوشبو چھین لی گئی ہو۔ اُس چراغ کی مانند جس کی لَو کتر دی گئی ہو۔

پھر اداسیوں کے بوجھل دنوں میں شہزاد کا ایک مختصر سا خط ملا۔

"انجم!

حالتِ نزع میں باپ کی خواہش کے احترام میں میں نے اپنی زندگی کا دامن صوفیہ کے آنچل سے باندھ لیا ہے۔ صوفیہ میرے والد کے مرحوم بھائی کی نشانی اور مجھے تم سے دور کرنے والی وہ خلیج ہے، جس کے ایک کنارے پر میں اور دوسرے کنارے پر تم ہو۔

مجھے تمہارے غم کا اندازہ ہے۔ لیکن...... وہ الفاظ مجھے نہیں مل رہے ہیں جو تمہارے دل کو تسکین دے سکیں۔

مجھے بھول جاؤ اور ہو سکے تو معاف کر دینا۔

کم نصیب ـــــ شہزاد"

شہزاد کی تحریر کا ایک ایک لفظ مجھے اپنے دل میں پیوست ہوتا محسوس ہوا۔ میں سکتے کے عالم میں گھنٹوں اپنی جگہ پر بیٹھی رہی اور میری غیر متحرک آنکھیں تحریر کو گھورتی رہیں۔ میرا سارا جسم پتھر کی طرح ساکت تھا۔

دن کا اجالا دھیرے دھیرے سیاہی میں ڈھلتا گیا اور پھر وہی سیاہی میرا مقدر بن گئی۔ بھیّا اور گھر والوں نے بہت چاہا کہ میری شادی کہیں کر دیں۔ لیکن میرا دل شہزاد کے سوا کسی کو قبول کرنے پر رضامند نہ ہوا اور مجھے یہ بھی گوارہ نہ ہو سکا کہ گھر والوں پر بوجھ بنی رہوں۔ اِس لئے ایم۔ اے پاس کرنے کے بعد گورنمنٹ کالج میں ملازمت کر لی۔

زندگی کسی چاہت اور امنگ کے بغیر گزرتی رہی دو سال بعد میرا

تبادلہ دوسرے شہر میں ہو گیا۔ دن بھر کا م کاج کے ساتھ سرکھپاتی اور جب تاریک و ویران رات اپنے ساتھ شہزاد کی یاد لے کر آتی تو میں شمع کی مانند سلگتی رہتی۔

سلگنا اور تڑپنا ہی میرا مقدر تھا۔ اپنی جوانی کی تمام آرزوؤں اور تمناؤں کو دفن کر کے صرف شہزاد کی یاد سینے سے لگائے زندہ تھی شہزاد جو میرا نہ تھا، کسی اور کا تھا۔ یہ کیسی محبت تھی جس میں خود کو جلا کر مجھے تسکین ہوتی تھی۔

درد و کرب سے بھری ہزاروں راتیں گزارنے کے بعد اچانک ایک دن نوید مسرت ملی۔ میرا دل ایک عجیب جذبے سے بھر گیا۔ اور سوئے ہوئے جذبات کے خاموش تاروں میں دلنواز جھنکار پیدا ہو گئی میری زندگی کے بہتے ہوئے دھارے کا رُخ کسی نے موڑ دیا ہو۔ چند لفظوں کی تحریر ــــ جس نے میری حیات کے ریگستان کو سرسبز و شاداب کر دیا تھا۔ میری تشنہ آرزوئیں سیراب ہوتی نظر آنے لگیں۔ میری بجھی بجھی تاریک زندگی جھلملا اٹھی تھی ــــ

"راجو!

صوفیہ کو مرے ہوئے دو سال کا عرصہ ہو رہا ہے اور میں تمہارے سہارے کی ضرورت محسوس کر رہا ہوں۔ میں نئے سال کی پہلی کرن کے ساتھ تمہاری ویران اور اداس زندگی میں پیار کی سوغات لے کر آ رہا ہوں!

تمہارا گنہگار ــــ شہزاد"

زندگی میں چاروں طرف اُجالا بکھر گیا اور ہر شئے پر بہار چھا گئی۔ گھر کے در و دیوار مسکرا اٹھے۔ مرجھائے ہوئے چہرے پر تبسم کی لالی رقص کرنے لگی۔ امنگیں جوان نظر آنے لگیں۔ نئے سال کی پہلی کرن کے درمیان حائل ایک ایک پل مجھے ایک ایک صدی معلوم ہونے لگا۔

میرا شہزاد آ رہا ہے! میرے خوابوں کا دلنشیں شہزاد ــــ!!

دس سال کے بعد اُسے دیکھوں گی۔ کیسا ہو گا؟ کتنا بدل گیا ہو گا؟ انھیں خیالات میں شب و روز محو رہتی اور پھر وہ شب آ گئی۔ جس کا طلوع ہونے والا سورج اپنے ساتھ شہزاد کو لا رہا تھا۔ میں نے ساری رات گھر کی آرائش و زیبائش اور خود کو سنوارنے میں گزار دی۔

اور جب صبح کی پہلی کرن نے کھڑکی سے آ کر میرے ملیح رخساروں کو چوما تو آپ ہی آپ شرما گئی۔ چہرے پہ شفق کی سرخی بکھر گئی۔ ابھی میں شوقِ انتظار کے جذبے سے سرشار اپنے خوابوں کے شہزادے کے تصور میں ڈوبی ہوئی تھی کہ اچانک ریڈیو سے نشر ہوتی ہوئی یہ خبر سُن کر میری آنکھوں کے سامنے اندھیرا چھا گیا۔

"بمبئی سے دہلی آنے والا طیارہ اچانک ٹنکی پھٹ جانے سے شعلوں کی نذر ہو گیا۔ ہلاک ہونے والے مسافروں کے نام یہ ہیں۔ کیلاش بھاٹیہ، سیٹھ بھوپت نرائن، بملا کپور، شہزاد ہاشمی....."

اس کے آگے میں نہ سُن سکی۔ میرا لرزتا ہوا جسم صوفے پہ لڑھک گیا۔ جب مجھے ہوش آیا تو نئے سال کا سورج ڈھل رہا تھا۔ ساری کائنات گہرے اندھیرے میں ڈوبتی جا رہی تھی! صبح مسرت کی پہلی کرن بھی اس اندھیرے میں ڈوب گئی! میں سوچنے لگی ــــ میرے معبود! اندھیرا اجالا کا یہ کیسا کھیل ہے؟؟

ساری دنیا اب میرے لئے تاریک ہے۔ تاریکیوں کے اندھیرے میں دس سال کے بعد امید کی ایک کرن دکھائی دی تھی ــــ مگر وہ بھی معدوم ہو گئی ــــ سب کچھ لُٹ چکا ہے برباد ہو چکا ہے ــــ مگر شہزاد کی محبت کی یاد کی دولت مجھے میسر ہے۔ یہی میرا سرمایۂ حیات ہے اور یہی میری زندگی کا آخری سہارا ہے۔

اسلام کے بنیادی عقائد، نماز، روزہ، حج اور زکوٰۃ اور

اسلام کے جملہ ارکان سے واقف کرنے والی کتاب

آج کل کے مسلمان نام کے مسلمان رہ گئے ہیں اُن کو یہ بھی معلوم نہیں کہ اسلام کیا ہے۔ اسلام اور ایمان میں کیا فرق ہے۔ کلمہ طیبہ اور کلمہ شہادت میں کیا فرق ہے، ایمان مجمل کیا ہے، اور ایمان مفصل کیا ہے۔ ایمان و اسلام میں کن باتوں سے فرق آجاتا ہے۔ زبان سے کون سے کلمے نکالنے سے مسلمان کافر ہو جاتا ہے۔ فرض کیا ہے۔ سنت مؤکدہ کسے کہتے ہیں نفل کیا ہے واجب کیا ہے۔ مباح کسے کہتے ہیں۔ حرام کیا ہے، مکروہ تحریمی کیا ہوتی ہے۔ اسلام کے بنیادی عقائد کیا ہیں۔ اسلامی فرائض میں سے نماز کو کیا اہمیت حاصل ہے۔ نماز پڑھنے کا صحیح اور مکمل طریقہ کیا ہے۔ روزہ اور زکوٰۃ کیا ہیں۔ حج کس طرح ادا کیا جاتا ہے۔ نکاح، طلاق، عقیقہ اور تجہیز و تکفین کے مسائل کیا ہیں۔ ان سب باتوں کا مفصل جواب کتاب «اسلامی ارکان» میں موجود ہے یہ نہایت مستند اور ضخیم فقہ کی کتب کی روح ہے۔

اسلامی ارکان

آجکل کے تعلیم یافتہ مگر اسلام سے ناواقف لوگوں کے لئے خاص طور پر یہ کتاب لکھی گئی ہے۔ تاکہ کم سے کم وقت میں انھیں اسلامی ارکان سے پوری پوری واقفیت ہو جائے۔ اس کتاب کے مطالعہ کے بعد نہ صرف اسلامی عقائد پر عبور حاصل ہو جاتا ہے بلکہ پانچوں وقت کی نماز پڑھنے کا طریقہ اور نماز میں کیا پڑھا جاتا ہے۔ سب کچھ معلوم ہو جاتا ہے۔ اور یہ بھی معلوم ہو جاتا ہے کہ نماز میں کتنے فرائض، سنن اور نوافل ہیں۔ نماز کی پوری ترکیب کے علاوہ روزے زکوٰۃ اور حج کے جملہ مسائل سے واقفیت ہو جاتی ہے۔ یہ ایک ایسی کتاب ہے جس کے مطالعہ کے بعد ہی ایک مسلمان پکا مسلمان بن سکتا ہے اور کفر و شرک سے اپنے آپ کو بچا سکتا ہے۔ دین دنیا پبلشنگ کمپنی نے وقت کی ضرورت کو محسوس کرتے ہوئے یہ کتاب بڑے اہتمام سے شائع کی ہے کوئی اسلامی گھر یا اسلامی لائبریری اس کتاب سے خالی نہیں رہنی چاہیے۔ مخیر حضرات اس کی جلدیں خرید کر مسجدوں میں رکھیں اور ثواب دارین حاصل کریں۔ ضخامت تقریباً دو سو صفحات۔ ٹائیٹل رنگین اور خوشنما۔ قیمت چار روپے پچاس پیسے

دین دنیا پبلشنگ کمپنی جامع مسجد دہلی ۶

خوشحالی کے لئے بچت

اپنی جمہوریہ کی 30 ویں سالگرہ پر ہم پکے ارادے اور ڈگنے جوش و خروش کے ساتھ اپنا اعلان دہراتے ہیں ——
اپنے تمام شہریوں کے لئے بہتر مستقبل —— کی طرف گامزن ہیں۔

ہمارے شریک کار بنئے۔ قومی بچتوں میں روپے لگائیے۔ ملک کی خدمت کرنے کا ایک سنہری موقع ہے جبکہ آپ کے بچائے ہوئے روپے بڑھتے رہتے ہیں۔ زندگی کے ہر شعبے سے پانچ کروڑ سے زائد لوگ اس میں شامل ہو چکے ہیں۔

قومی بچت اسکیمیں پونجی جمع کرنے یا اپنے لئے باقاعدہ طور سے آمدنی پیدا کرنے میں آپ کی امداد کرتی ہیں جن پر ٹیکس میں بھی رعایت ملتی ہے۔



قومی بچت اسکیمیں پیش کرتی ہیں:

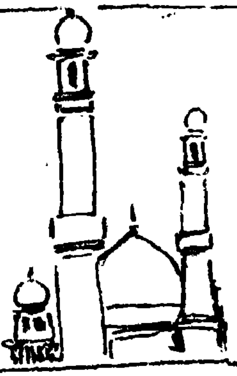
- سب سے زیادہ شرح سود۔
- تحفظ —— آپ کا روپیہ سرکار کے پاس محفوظ رہتا ہے۔
- دلکشی —— کئی پرائز ڈرا —— چھوٹی بچتیں کرنے والوں کے لئے مفت ہیں۔ اور بڑی رقمیں لگانے والوں کو ٹیکس میں رعایتیں۔
- ایجنٹوں اور [illegible] کے وسیع سلسلے کے ذریعہ خدمات کی فراہمی، آپ کے گھر پر۔
- نامزدگی کی سہولت۔
- سیونگز سرٹیفکیٹ، ٹائم ڈپازٹ اکاؤنٹس کو ضمانت کے طور پر بینکوں سے قرضے لینے کے لئے رہن رکھا جا سکتا ہے۔

ایک بار قومی بچت تحریک میں شامل ہو جائیے، آپ کو اس کے مزید بہت سے فائدے معلوم ہوں گے۔

قومی بچت ادارہ
پوسٹ بکس 98، ناگپور۔ 440001
سے رابطہ بنائیے۔

davp 79/[illegible]

دنیائے اسلام پر ایک نظر



افغانستان اور ایران کی تباہی

بڑی طاقتوں کی خود غرضی نے ان ملکوں کو تباہ کر دیا

(ہمارے سیاسی مبصر کے قلم سے)

پوری دنیائے اسلام کے لئے یہ بہت بڑا سانحہ ہے کہ افغانستان اور ایران یعنی ان دونوں مسلم ممالک کو روس و امریکہ نے اپنی خود غرضی اور سیاسی کشاکش کی بنا پر تباہ کر کے رکھ دیا ہے۔ تقریباً ایک سال سے ان ممالک میں اکھاڑ پچھاڑ جاری ہے۔ ہزاروں بے گناہ مسلمان مارے جا چکے ہیں۔ اور نہیں کہا جا سکتا کہ ان دونوں مسلم ملکوں کا کیا حشر ہونے والا ہے۔

بڑی طاقتوں کی جانب سے یہ تاثر دیا جا رہا ہے کہ ان دونوں ملکوں میں جو کچھ ہو رہا ہے وہ ان کا اندرونی معاملہ ہے۔ یعنی افغانستان جہاں آئے دن صدر قتل ہو رہے ہیں۔ اور نئے نئے صدر بنائے جا رہے ہیں — یہ اس ملک کا اندرونی معاملہ ہے۔ اسی طرح ایران کی بابت یہ کہا جا رہا ہے کہ ایرانی عوام چونکہ شاہ سے خفا تھے اس لئے انھوں نے شاہ کی حکومت کا تختہ الٹ دیا ہے۔ لیکن اصلیت یہ ہے کہ یہ سب بڑی طاقتوں کی شاطرانہ چالیں ہیں۔ چنانچہ آج افغانستان میں جو کچھ ہو رہا ہے وہ بیرونی طاقتوں کے ایجنٹوں کے ذریعہ ہو رہا ہے۔ اور ایران میں جو کچھ ہو چکا ہے۔ وہ بھی بیرونی طاقتوں کی شاطرانہ چالوں کا نتیجہ ہے۔ بڑی طاقتوں نے ان دونوں ہی مسلم ملکوں کو تباہ کر کے رکھ دیا ہے۔ غرضیکہ ایران و افغانستان کے واقعات ایک دوسرے سے اس طرح جڑے ہوئے ہیں جن کو کسی طرح بھی ایک دوسرے سے الگ نہیں کیا جا سکتا۔

ہماری ایمانداری کے ساتھ یہ رائے ہے کہ ایران میں جو انقلاب آیا ہے اس میں بھی بڑی طاقتوں کا ہاتھ تھا اور افغانستان میں جو کچھ ہو رہا ہے وہ بھی بڑی طاقتوں کی ابن الوقتی ہے۔ ایران کے بارے میں یہ تو سب ہی کو معلوم ہے۔ کہ یہ نمبر اول کا امریکہ نواز ملک تھا شاہ ایران امریکہ کے کٹھ پتلی بن چکے تھے۔ اور روس کو آنکھیں دکھانے لگے تھے۔ لہٰذا روس مدت سے اس فکر میں تھا کہ ایران سے امریکی اقتدار ختم کر دے۔ چنانچہ جیسے ہی ایران میں شاہ کے خلاف تحریک شروع ہوئی کمیونسٹ شاہ مخالفوں کے ساتھ مل گئے اور شاہ مخالفوں کو ہتھیار سپلائی کئے جانے لگے۔ اور ہر قسم کی امداد پہنچائی جانے لگی۔ جس کی وجہ سے پورے ایران میں شاہ کے خلاف بغاوت بڑھتی چلی گئی اور اس بغاوت میں ایران کے مذہب پسند اور بے دین کمیونسٹ دونوں ہی شامل ہو گئے۔ ذرا غور کیجئے کہ خدا کے منکروں اور دینداروں کا اتحاد بھلا کس طرح ممکن ہے۔ مگر روس کی سیاسی بازی گری نے ایسا کر کے دکھا دیا۔ چنانچہ ایران کے ملاؤں اور بے دینوں نے متحد ہو کر شاہ ایران کی حکومت کا تختہ الٹ دیا۔ اور یہی بات روس چاہتا بھی تھا۔

یہ بات خاص طور پر قابل غور ہے کہ شاہ ایران کی حکومت کے خلاف ایران میں بغاوت کا زور اس وقت بڑھا جبکہ ۲۷ اپریل ۱۹۷۸ء کو افغانستان میں جنرل داؤد خاں کی حکومت کا تختہ الٹ دیا گیا۔ اور روس کے پیارے پٹھو نور محمد ترا کی داؤد خاں اور اُنکے پورے خاندان کو قتل کر کے افغانستان کے صدر بن گئے تھے۔ چنانچہ ان ہی نور محمد ترا کی کے برسر اقتدار آنے کے بعد ایران میں روس کی ریشہ دوانیوں کے بڑھنے کے بعد ایران میں بغاوت نقطۂ عروج پر پہنچ گئی۔ اور شاہ ایران کی حکومت کا تختہ الٹ دیا گیا اور کمیونسٹوں کی مدد سے آیت اللہ خمینی ایران کے مختار مطلق بن گئے۔

شاہ کے ایران سے فرار ہونے کے بعد یوں تو روس کا منشا پورا ہو گیا لیکن روس کے لئے دشواری یہ پیدا ہو گئی کہ ایک طرف تو روس کے پٹھو نور محمد ترا کی نے روس کے احکامات کی تعمیل میں کوتاہی کرنی شروع کی تھی اور دوسری جانب آیت اللہ خمینی جو کمیونسٹوں کی امداد سے

ایران میں برسر اقتدار آئے تھے۔ انھوں نے ایران میں امریکہ کے سفارتی عملہ کو یرغمال بنا کر ایسے حالات پیدا کر دئے کہ اس بات کا پورا اندیشہ ہو گیا کہ یرغمالوں کی رہائی کا سہارا لے کر امریکہ جلد ہی ایران پر حملہ کر کے اُس پر قبضہ جما لیگا۔

چنانچہ اس اندیشہ کے پیش نظر روس نے افغانستان میں اپنے پوری طرح قدم جمانے کے لئے پہلے تو نور محمد ترہ کی کو راستہ سے ہٹانے کے لئے قتل کرایا اور حفیظ اللہ امین کو اقتدار سپرد کیا گیا۔ اور جب حفیظ اللہ امین کی جانب سے بے اعتمادی پیدا ہوئی تو اُن کا بھی صفایا کرا دیا گیا۔ اور روس کے نئے پٹھو ببرک کارمل برسر اقتدار آ گئے۔ اور ان نئے صدر کے برسر اقتدار آتے ہی پچاس ہزار روسی فوج مع سینکڑوں ٹینکوں کے افغانستان میں داخل کر دی گئی۔ تاکہ امریکہ اگر یرغمالوں کی رہائی کا بہانہ بنا کر ایران پر حملہ کرے تو افغانستان کے پورے ملک سے روسی چھاؤنی کا کام لیا جا سکے۔

یہ ہے ان تمام حادثات اور ریشہ دوانیوں کا پس منظر جن کی بنا پر افغانستان اور ایران دونوں ہی مسلم ممالک میں تباہی برپا ہے۔ پستی ہماری ایمانداری کے ساتھ یہ رائے ہے کہ افغانستان اور ایران میں اس وقت جو تباہی برپا ہے وہ ان مسلم ممالک کا اندرونی مسئلہ نہیں ہے بلکہ یہ دونوں مسلم ممالک امریکہ اور روس کی سیاسی بازی گری کا اکھاڑا بن گئے ہیں اور بے گناہ بڑی طاقتوں کی چکی میں پس رہے ہیں۔ اور سب سے بڑا اندیشہ اس بات کا ہے کہ اگر ایران یا افغانستان ان دونوں ملکوں میں سے کوئی ملک بھی بڑی طاقتوں کی کالونی بن گیا تو پھر نہ عراق محفوظ رہیگا نہ خلیجی ممالک اور نہ عرب ممالک ہی بچ سکیں گے۔ اور اس طرح پوری دنیائے اسلام بڑی طاقتوں کی ریشہ دوانیوں کی وجہ سے خطرہ میں پڑ جائے گی۔

ضرورت ہے کہ سب ہی اسلامی ممالک جن میں کہ عرب ممالک اور غیر عرب ممالک دونوں ہی شامل ہیں بڑی طاقتوں کے خلاف صف آرا ہو جائیں۔ اور اپنی متحدہ طاقت سے بڑی طاقتوں کا دماغ درست کر دیں یاد رکھئے کہ اگر اب اور اسی وقت مضبوط قدم نہیں اٹھایا گیا۔ اور بڑی طاقتوں کے پٹھوؤں سے مسلم ممالک کو نجات نہ دلائی گئی تو پھر سب ہی مسلم ممالک کا خدا حافظ ہے۔

سعودی عرب کی امریکہ کو تنبیہ

سعودی عرب کے ولیعہد اور نائب وزیر اعظم شہزادہ فہد بن عبدالعزیز نے بڑے سخت لب لہجہ میں امریکہ کو متنبہ کیا ہے کہ وہ سعودی عرب کے خلاف اہانت آمیز اور شرارت پسندانہ پروپگنڈے سے باز آ جائے۔ اُنھوں نے کہا ہے کہ امریکہ سے ہماری دوستی جذباتی نہیں ہے بلکہ مصالح کی بنیاد پر ہے اور یہ دوستی صرف ہمارے ہی لئے نہیں بلکہ امریکہ کے لئے بھی بہت سودمند ہے۔

انھوں نے امریکی وسائل نشر و اشاعت کے بارے میں کہا کہ ان پر صیہونی اور اسرائیلی تسلط ہے ہم ہرگز یک طرفہ دوستی برداشت نہیں کریں گے۔ ہمارے سامنے دوسرے دروازے بھی کھلے ہوئے ہیں۔ انھوں نے کہا کہ اگر ہم تیل بند کر دیں تو مغرب کی پوری تہذیب و تمدن ایک ٹھنڈا لوہے کا ٹکڑا بن کر رہ جائے گی۔

شہزادہ فہد نے یہ باتیں اس لئے کہی ہیں کیونکہ امریکی وسائل نشر و اشاعت کے ذریعہ سعودی عرب کے خلاف مسلسل پروپگنڈا جاری ہے۔ اور ان وسائل پر چونکہ اسرائیلیوں کا قبضہ ہے۔ اس لئے وہ برابر سعودی عرب کے خلاف زہر پھیلا رہے ہیں۔ اور حکومت سعودی عرب کی جانب سے برداشت کا جو مظاہرہ ہو رہا ہے اُس سے ناجائز فائدہ اٹھا رہے ہیں۔

شہزادہ فہد اس بات سے بخوبی آگاہ ہیں کہ سعودی عرب کے بارے میں صیہونی ارادے نہایت ہی مشکوک ہیں۔ اور ہمارا خیال ہے کہ اگر امریکہ نے شہزادہ کی اس تنبیہ سے کوئی فائدہ نہ اٹھایا تو امریکہ اور

سعودی عرب کے تعلقات آگے چل کر خراب ہو جائیں گے ۔

اگر غور کیا جائے تو یہ بات صاف طور پر واضح ہو جاتی ہے کہ امریکہ کو سعودی عرب یا کسی عرب ممالک سے کوئی تعلق نہیں ہے ۔ ورنہ آج امریکہ کا پروردہ اسرائیل عرب ممالک کے لئے مصیبت نہ بنا ہوا ہوتا جتنا بھی تعلق ہے وہ تیل کا تعلق ہے ۔ یہ تعلق اگر منقطع ہو جائے تو پھر امریکہ اور اسرائیل میں کوئی فرق باقی نہیں رہتا ۔

صدر سادات اور فلسطینی حقوق

قاہرہ میں ایک بیان دیتے ہوئے صدر انور سادات نے کہا ہے کہ "مصر کی کوششوں کی بدولت اب یہ ممکن ہو گیا ہے کہ فلسطینی اپنے حق خود ارادیت کو حاصل کر سکیں اور اپنی سرزمین پر اپنا اقتدار قائم کر سکیں"

صدر انور سادات دنیا دکھاوے کے لئے اسرائیل سے دوستانہ روابط پیدا کرنے کے بعد فلسطینی حقوق کے لئے برابر اسرائیل سے گفتگو کر رہے ہیں ۔ لیکن اس کا نتیجہ صفر ہے ۔ صدر سادات نے امریکہ کی پناہ حاصل کرنے کے بعد اور اسرائیل سے روابط پیدا کر کے درحقیقت فلسطینیوں کے حقوق کو پامال کر کے رکھ دیا ہے ۔

امریکہ اور اسرائیل زمانہ دراز سے اس کوشش میں تھے کہ وہ جمہوریہ مصر کو توڑ کر عربوں پر کاری ضرب لگا دیں اور اُن کی طاقت کو پاش پاش کر دیں ۔ اور عرب دشمن امریکنوں اور اسرائیلیوں کا یہ منشا صدر انور سادات نے دوستانہ روابط پیدا کرنے کے بعد پورا کر دیا ۔ ایسی حالت میں کون یہ امید کر سکتا ہے کہ فلسطین کی خود مختاری کا مسئلہ اب آسانی سے حل ہو سکتا ہے ۔ فلسطین کا تو ذکر ہی کیا ہے ۔ صدر سادات نے تو عرب دشمنوں کے ساتھ اتحاد قائم کر کے پوری دنیائے عرب کو خطرہ میں ڈال دیا ہے ۔

ایرانی چیف جسٹس کے نزدیک امریکی بے قصور

آیت اللہ خمینی کے دور میں ایران عجیب و غریب ملک بن گیا ہے ۔ اوروں کا تو ذکر ہی کیا ہے خود ایران کی انقلابی کونسل کے علما یعنی ارکان میں بھی شدید اختلاف ہے ۔ ایران کے سربراہ اور صدر آیت اللہ خمینی تو یہ فرما رہے ہیں کہ امریکی سفارت خانہ کے جس عملہ کو یرغمال بنایا گیا ہے وہ سب کے سب جاسوس اور قابل گردن زدنی ہیں ۔ لیکن ایران کے چیف جسٹس یعنی مذہبی عدالت کے سربراہ آیت اللہ خلق علی کا یہ فتویٰ ہے کہ یہ سب بے قصور ہیں ۔ چنانچہ انھوں نے لندن ٹائمز کے نمائندے کو انٹرویو دیتے ہوئے کہا ہے ۔

"امریکی یرغمال بے قصور ہیں ۔ انہیں گرفتار کرنا درست نہیں ہے ۔ انہیں بلا تاخیر رہا کر دینا چاہئے ۔ اور وطن جانے کی اجازت دے دینی چاہئے ۔ کیونکہ اسلامی قوانین سفارتی ارکان کو سزا دینے کے حق میں نہیں ہیں "

کیسی عجیب و غریب ہے ایران کی یہ اسلامی حکومت کہ اس "اسلامی حکومت" کا سربراہ آیت اللہ خمینی تو امریکی یرغمالوں کو سزائے موت کا مستحق قرار دے رہا ہے لیکن اسی سربراہ کا دست راست جو اسی نام و نہاد "انقلابی اسلامی حکومت" کا ایک بڑا رکن اور چیف جسٹس ہے ۔ امریکی یرغمالوں کو بے قصور اور بے گناہ قرار دے رہا ہے ۔

حقیقت یہ ہے کہ ایران کے چند ملاؤں نے جن کا نہ کوئی دین ہے اور نہ اصول نہ صرف ایران کو تباہ کر کے رکھ دیا ہے بلکہ انھوں نے اسلام کو بھی مذاق بنا کر ساری دنیا میں مسلمانوں کو بدنام کر دیا ہے ۔



دلچسپ معلومات
حیرت انگیز اور عجیب و غریب انکشافات
(از ادارہ دین دنیا)

مُردوں کو زندہ کرنے والے ہسپتال

اب امریکہ اور روس کے بعض ہسپتالوں میں ایسے وارڈ قائم کردئے گئے ہیں۔ جن میں کہ حادثات میں مرنے والوں کو دوبارہ زندہ کیا جا رہا ہے چنانچہ اب تک ایک دو نہیں بلکہ سینکڑوں حادثات میں مرنے والے زندہ کئے جا چکے ہیں۔

ڈاکٹروں کی رائے یہ ہے کہ ایسے لوگ جو کسی حادثات میں اچانک ہلاک ہو جاتے ہیں۔ وہ دراصل ہلاک نہیں ہوتے بظاہر اُن کے سانس کی حرکت بند ہو جاتی ہے۔ لیکن اُن میں دوبارہ زندہ ہونے کی صلاحیت باقی رہتی ہے مصنوعی تنفس اور دیگر ذرائع سے اور اُن کے قلب کو حرکت میں لاکر انہیں دوبارہ زندہ کیا جاسکتا ہے۔

نیویارک کے ایک ہسپتال میں اب تک متعدد حادثات میں مرنے والوں کو دوبارہ زندہ کیا جا چکا ہے اور اسی طرح ماسکو کے ہسپتالوں میں بھی حادثات میں مرنے والے زندہ کئے جا رہے ہیں بشرطیکہ حادثہ کے فوراً ہی بعد انہیں ہسپتال پہنچا دیا جائے۔ اور اُن کی موت کو چھ گھنٹے سے زیادہ نہ گزرے ہوں۔

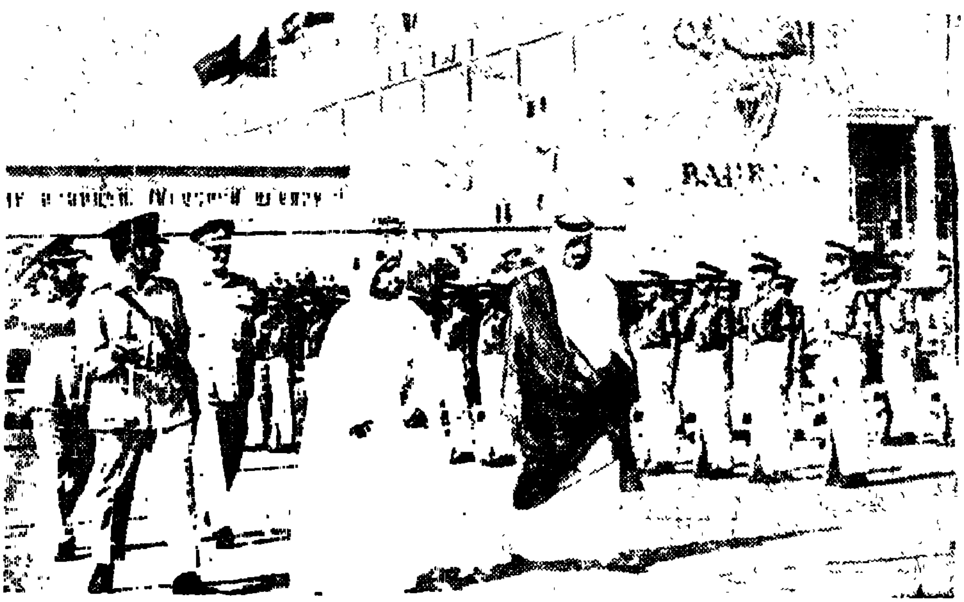
ہر سال خاوند بدل دیتی ہے

اس تہذیب اور ترقی کے دور میں کیا کچھ ہو رہا ہے اُس کا اندازہ لندن کی ایک نوعمر حسینہ ایلیزبیتھ فریزی کے دلچسپ مشغلہ سے ہو سکتا ہے فریزی کو شوق یہ ہے کہ وہ ہر سال اپنا خاوند بدل دیتی ہے۔ اِس وقت فریزی کی عمر ۲۱ سال ہے ۱۶ برس کی عمر میں اُس نے پہلی شادی کی تھی۔ اور اب اکیسویں سال میں اُس نے پانچویں شادی کی ہے اخباری نمائندوں نے جب اُس سے پوچھا کہ وہ کیا خاص مصلحت ہے کہ جس کی بنا پر وہ ہر سال شوہر تبدیل کر دیتی ہے۔ تو اس نے جواب دیا کہ جس طرح انسان ایک ہی قسم کا کپڑا پہنتے پہنتے تھک جاتا ہے اُسی طرح میں ایک ہی شوہر سے گذارہ کرتے کرتے تھک جاتی ہوں۔ بالکل پرانے لباس کی طرح میں شوہر بھی تبدیل کرتی رہتی ہوں۔ ملاحظہ فرمائیے کہ جدید تہذیب مغرب کو کس طرف لئے جا رہی ہے۔

بندروں کی تعلیم و تربیت کا اسکول

آپ کو یہ سن کر حیرت ہوگی کہ اب دنیا میں انسانوں کی طرح بندروں کی بھی تعلیم و تربیت کے لئے بھی اسکول کھل گئے ہیں۔ چنانچہ نیویارک کی اطلاع ہے کہ میری لینڈ میں حال ہی میں بندروں کے لئے ایک ایسا اسکول کھولا گیا ہے جہاں انہیں خدمت گاری کی تعلیم اور تربیت دی جاتی ہے۔ تاکہ وہ انسانوں کی طرح اپنے آقاؤں کی خدمت کرسکیں۔ اس اسکول کے منتظمین کا خیال ہے کہ جو بندر اس تربیت گاہ سے تربیت حاصل کرکے نکلیں گے وہ بہت بڑی قیمت میں فروخت کئے جا سکیں گے۔ کیونکہ یہ ایسے خدمت گار ہوں گے جنکو کہ کھانے کے علاوہ کوئی تنخواہ نہیں دینی پڑے گی یہ بات یاد رہے کہ یورپ و امریکہ میں خدمت گار ناپید ہیں اور اگر ملتے بھی ہیں تو ان کو ہزار بارہ روپیہ ماہانہ معاوضہ دینا پڑتا ہے۔ جو کسی عام آدمی کے بس کی بات نہیں ہے۔ چنانچہ آجکل امریکہ کے بعض ہوٹلوں میں بندر بڑی خوبی کے ساتھ بیروں اور خدمت گاروں کے فرائض انجام دے رہے ہیں۔


Din Dunia
دین دنیا
دہلی
اللہ
فاتح سندھ محمد بن قاسم
اسلام کے اس مایۂ ناز فرزند نے ۹۳ ہجری میں سندھ کی فتح کے
بعد غیر مسلموں کے ساتھ جیسی رواداری اور نیت کا سلوک کیا
PRICE
Rs. 2.00



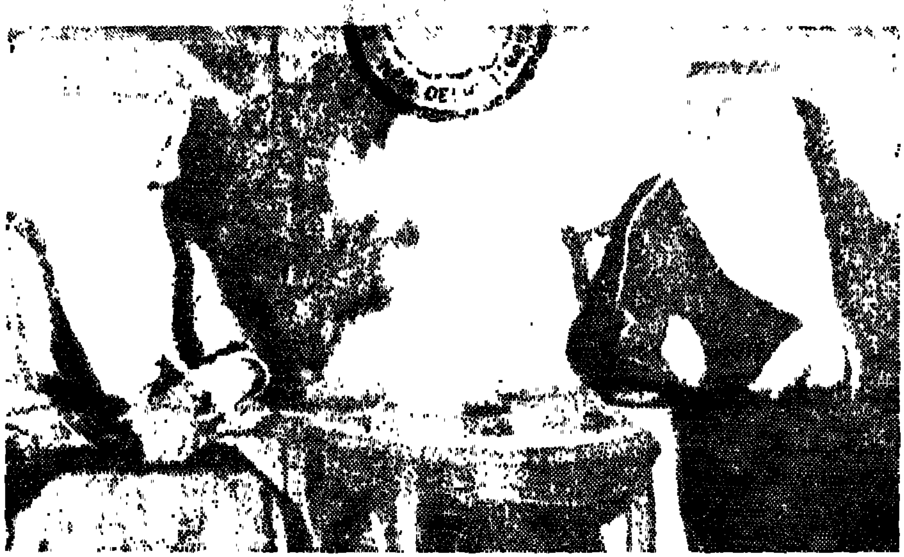
امیر بحرین ''شیخ عیسیٰ بن سلیمان'' اور وزیراعظم قطر ''شیخ حماد''
بحرین کے ہوائی اڈے پر



کویت کے امیر ''شیخ جابرالصباح''



لیبیا کے سربراہ ''معمر قذافی''



سعودی عرب کے ولیعہد "شہزادہ فہد" بحرین کے وزیر اعظم شیخ خلیفہ بن سلیمان سے تبادلہ خیال کر رہے ہیں



یوگوسلاویہ کے صدر "مارشل ٹیٹو اور بیگم ٹیٹو" کی وزیر اعظم اندرا گاندھی کے ساتھ ایک تصویر
مارشل ٹیٹو شدید بیمار ہیں اور ان کے بچنے کی کوئی امید نہیں



بنگلہ دیش کے صدر ''ضیاءالرحمن'' کی حضرت خواجہ غریب نواز
کے مزار مبارک پر حاضری



بیگم انور سادات ، قاہرہ کے ہندوستانی سفارتخانہ کی ایک نمائش کا افتتاح کر رہی ہیں



مسز اندرا گاندھی کو انکی شاندار کامیابی پر پھول اور ہار پیش کئے جا رہے ہیں۔



شام کے صدر ''حافظ الاسد'' ایک اخباری نمائندہ کو انٹرویو دے رہے ہیں



سردار سورن سنگھ اندرا کانگریس میں شامل ہو رہے ہیں



راجو جی نئی نئی قلابازی کھانے والے ہیں



ہند اور بنگلہ دیش کی سرحد پر بنگلہ دیش کے سپاہیوں کی سرگرمیاں بڑھ گئی ہیں

ہندوستان کا سب سے قدیم اور کثیر الاشاعت تاریخی اور اسلامی جریدہ

ماہنامہ

دین دنیا

دہلی

(ایڈیٹر شوکت علی فہمی)

[redacted]

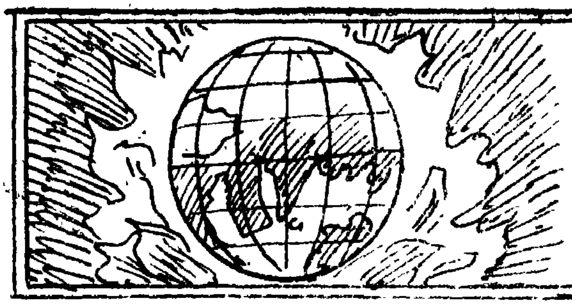
جلد ۶ | مارچ ——— ۱۹۸۰ | نمبر ۳



قیمت سالانہ	ترسیل زر کا پتہ	قیمت فی پرچہ
اکیس روپے ششماہی گیارہ روپے	دفتر ماہنامہ دین دنیا دین دنیا ہاؤس۔ متصل جامع مسجد دہلی وی پی منگانے میں تین روپے زائد کا خرچ ہے اس لئے منی آرڈر بھیجئے	دو روپے پاکستان۔ بنگلہ دیش اور برما سے تیس روپے غیر ممالک سے ڈھائی پونڈ

منجانب شوکت علی فہمی۔ ایڈیٹر۔ پرنٹر۔ پبلشر وجہ دیہا سٹرٹ نے اپنے خواجہ پریس میں چھپوا کر دفتر دین دنیا جامع مسجد دہلی سے شائع کیا

۷۸۶



رفتارِ زمانہ

(از شوکت علی فہمی)

کانگریس آئی کی آزمائش

جنتا پارٹی کے عبرتناک انجام سے سبق لینے کی ضرورت

کانگریس آئی کو حالیہ انتخابات میں جو غیر معمولی کامیابی ہوئی ہے اس پر تبصرہ کرتے ہوئے ہمارے ملک کے سیاسی مبصرین نے جو نتیجہ اخذ کیا ہے وہ اس قابل ہے کہ ہندوستان کی سب ہی سیاسی پارٹیوں کے لیڈر۔ اور خصوصیت کے ساتھ کانگریس آئی کے لیڈر اُس پر سنجیدگی کے ساتھ غور کریں۔

اِن مبصرین اور مدبرین کی رائے ہے کہ " حالیہ انتخابات نے یہ بات ثابت کر دی ہے کہ اب ہندوستانی عوام کی رائے میں بے حد پختگی پیدا ہو چکی ہے۔ وہ اپنے بُرے اور بھلے کو اچھی طرح سمجھنے لگے ہیں۔ اور اِس ملک میں اب وہی سیاسی پارٹیاں برسر اقتدار رہ سکیں گی جن میں کہ عوام کو مطمئن رکھنے کی زیادہ سے زیادہ صلاحیت موجود ہوگی۔ چنانچہ ۱۹۷۷ء میں جب عوام ایمرجنسی اور نس بندی کی بنا پر کانگریس سے بدظن ہو گئے تو انھوں نے کانگریس کو قطعی نظر انداز کر دیا۔ اور ایک ایسی بالکل نئی جماعت یعنی جنتا پارٹی کو اقتدار سپرد کر دیا جسے کوئی جانتا بھی نہ تھا۔ لیکن عوام جب جنتا پارٹی سے دل برداشتہ ہو گئے تو انھوں نے قبل از وقت ہی اُسکی حکومت کو اُکھاڑ کر پھینک دیا۔ اور ملک کا اقتدار کانگریس آئی کے حوالے کر دیا"

" اصل بات یہ ہے کہ ہندوستانی عوام کئی سال سے شدید مشکلات میں مبتلا ہیں اور ان مشکلات نے انہیں انتہا پسند بنا دیا ہے۔ چنانچہ جو پارٹی بھی اُن کے مقاصد کو نظر انداز کرتی ہے وہ اُس سے اقتدار چھین لیتے ہیں اور رائے عامہ کی اس بیداری کے بعد اب وہی پارٹی اِس ملک میں اپنا اقتدار برقرار رکھ سکے گی جو عوام کو پوری طرح مطمئن کرنے میں کامیاب ہو سکے گی ورنہ اُس کا بھی وہی حشر ہوگا جو جنتا پارٹی کا ہو چکا ہے "

حالیہ انتخابات سے ہمارے ملک کے سیاسی مبصرین نے جو نتیجہ اخذ کیا ہے وہ بلاشبہ حقائق پر مبنی ہے۔ یہ ایک حقیقت ہے کہ ہندوستانی عوام گزشتہ چند سال سے شدید مشکلات سے دوچار ہیں ملک میں ضروریات زندگی کی اشیا کی قیمتیں اِس تیزی کے ساتھ بڑھ رہی ہیں کہ عوام کے لئے جینا دشوار ہو گیا ہے۔ بیکاری اور بے روزگاری نقطہ عروج پر پہنچ چکی ہے۔ پورے ملک کا ایڈمنسٹریشن اِس طرح بگڑا ہوا ہے۔ جیسے کہ اِس ملک میں ایک سرے سے کوئی حکومت ہی نہیں ہے اور ان سب باتوں کو ہندوستانی عوام برسر اقتدار پارٹیوں کی لاپرواہی پر محمول کر رہے ہیں۔ اور اُسی کا یہ نتیجہ ہے کہ جب انتخابات کا موقع آتا ہے تو ہندوستانی عوام برسر اقتدار پارٹی کو سزا دینے پر تل جاتے ہیں یہی ۱۹۷۷ء میں ہوا تھا۔ اور یہی ۱۹۸۰ء کے حالیہ انتخابات کے بعد دیکھنے میں آیا ہے۔ اور اس سے کانگریس آئی کے لیڈروں کو سبق لینا چاہیے۔

یہ چیز ہمارے لئے باعث اطمینان ہے کہ رائے عامہ کی اس بیداری اور پختگی کو وزیراعظم مسز اندرا گاندھی بھی محسوس کر رہی ہیں۔ چنانچہ انہوں نے اپنے وزیروں کی کابینہ سے کہا ہے کہ وہ کانگریس آئی کے انتخابی منشور کو عملی جامہ پہنانے کے لئے مناسب اقدامات کریں۔ انھوں نے وزیروں کو ہدایت کی ہے کہ وہ اپنی اپنی وزارتوں سے متعلق انتخابی منشور میں کئے گئے وعدوں کا جائزہ لیں معلوم نہیں کہ ان ہدایات پر اُن کی کابینہ کے وزراء نے کس حد تک عمل کیا ہے۔ اور عوام سے جو وعدے کئے گئے ہیں انہیں پورا کرنے کے لئے کیا اقدامات کئے جا رہے ہیں۔

مسز اندرا گاندھی کے برسرِ اقتدار آنے کے بعد بعض حلقوں میں یہ توقع کی جا رہی تھی کہ ملک کی صورت حال میں ضرور کوئی نہ کوئی تبدیلی ہو کر رہے گی۔ ظاہر ہے کہ اتنی جلد اور کم وقت میں کسی نمایاں تبدیلی کا ہونا تو بے حد دشوار ہے۔ لیکن پھر بھی عوام اس بات کو محسوس کر رہے ہیں کہ حالات میں بہتری ہونا تو درکنار ابھی بہتری کے آثار بھی پیدا نہیں ہو سکے ہیں۔ ملک میں نظم و نسق کی حالت بدستور غیر تسلی بخش ہے۔ ضروری اشیا کی قلت اور اُن کی گرانی میں کوئی فرق نہیں پیدا ہو سکا ہے بلکہ بعض ضروریات زندگی کی اشیا کی قیمتیں کچھ زیادہ ہی بڑھ گئی ہیں۔ جس کا مطلب اس کے سوا اور کیا سمجھا جا سکتا ہے کہ مسز اندرا گاندھی نے اپنی کابینہ کے وزیروں کو جو ہدایتیں بھیجی ہیں اُن پر اُس مستعدی کے ساتھ عمل نہیں کیا جا رہا ہے۔ جس مستعدی کی کہ ایک نئی اور ذمہ دار حکومت کو ضرورت ہے۔ تاکہ وہ ہندوستانی عوام کسی نہ کسی حد تک تو مطمئن ہو سکیں جو بڑے جوش و خروش سے نئی حکومت کو اقتدار میں لائے ہیں۔ اور جن کی بہت سی توقعات نئی حکومت سے وابستہ ہیں۔ یوں تو نئی حکومت نے برسرِ اقتدار آنے کے بعد نفع بازوں اور ذخیرہ اندوزوں کی نظر بندی کے لئے ایک قانون بھی پاس کر دیا ہے۔ لیکن اس قانون پر عملدرآمد میں تساہل سے کام لیا جا رہا ہے۔ اور نفع بازوں کی لوٹ بدستور جاری ہے۔

پھر کانگریس آئی نے اپنے انتخابی منشور میں ہندوستان کی اقلیتوں سے بھی کچھ وعدے کئے ہیں۔ ہندوستان کی دوسری اقلیتیں عموماً اور مسلمان خصوصاً بڑی بے چینی کے ساتھ اِن وعدوں کے ایفا کے منتظر ہیں۔ لیکن اقلیتی مسائل کے حل کے سلسلہ میں ابھی تک کوئی اشارہ نہیں مل سکا ہے۔ مسلمانوں کے خلاف فرقہ وارانہ فسادات کا سلسلہ بدستور جاری ہے۔ اُردو اور مسلم اقلیت کی ملازمتوں کے کوٹہ کے سلسلہ میں جو بیانات آ رہے ہیں وہ بدستور مبہم ہیں۔ جس سے کہ اِس ملک کی مسلم اقلیت میں تشویش ہو رہی ہے۔

مسز اندرا گاندھی جو اس سے قبل بھی گیارہ سال تک برسرِ اقتدار رہی ہیں۔ وہ اِس بات سے بخوبی واقف ہیں کہ گذشتہ ۳۲ سال سے مسلم اقلیت کے اہم ترین مسائل کو نہ صرف ناقابلِ اعتنا سمجھا جاتا رہا ہے۔ بلکہ اُن کے لئے نئے نئے مسائل پیدا کر کے مزید پیچیدگیاں پیدا کر دی گئی ہیں۔ حالانکہ اُن کے مسائل صرف مسلم اقلیت ہی کے مسائل نہیں ہیں بلکہ یہ قومی مسائل بھی ہیں جن کے حل ہوتے کے بعد قوم اور ملک کو تقویت پہنچتی ہے۔ اُن کی جانب فوری توجہ کی ضرورت ہے۔ چنانچہ مسلمانوں کے کئی وفود اس سلسلہ میں مسز اندرا گاندھی سے مل بھی چکے ہیں۔

مسلمانوں میں یہ تشویش اس لئے اور بھی بڑھ رہی ہے کیونکہ اِس ضمن میں کانگریس آئی کے لیڈروں کی جانب سے کوئی بھی پیش رفت اِس وقت تک نہیں ہو سکی ہے۔ جبکہ انتخابات کے دوران مسز اندرا گاندھی اور کانگریس آئی کے سبھی ممتاز لیڈر اپنی تقریروں میں پورے شد و مد کے ساتھ مسلم مسائل کا تذکرہ کرتے رہے تھے ضرورت ہے کہ نئی حکومت مسلم مسائل کے سلسلہ میں اُس مایوس کن پالیسی کا خاتمہ کرے جسے مسلسل ۳۲ سال سے برسرِ اقتدار پارٹیاں اختیار کئے ہوئے ہیں۔

اقلیتی مسائل ہوں یا اس ملک کے دوسرے اجتماعی مسائل کانگریس آئی کو اب اُن کے حل کے لئے خصوصی توجہ کی ضرورت ہے۔ کیونکہ اس ملک کے عوام نے اِن ہی مسائل کے حل کے لئے کانگریس آئی کو اقتدار سپرد کیا ہے۔ اور خصوصیت کے ساتھ کانگریس آئی کے زعما کو اپنے اُس انتخابی منشور کو سامنے رکھنا ہے جس سے کہ متاثر ہو کر عوام نے اُسے اقتدار سپرد کیا ہے۔

سابق وزیراعظم مرارجی ڈیسائی کا تو کہنا یہ تھا کہ انتخابی منشور میں جو وعدے کئے جاتے ہیں وہ صرف وعدے ہوتے ہیں جن کا پورا کرنا ضروری نہیں لیکن موجودہ وزیر اعظم اندرا گاندھی نے کانگریس آئی کے انتخابی منشور میں کئے گئے وعدوں کو کافی اہمیت دے رہی ہیں۔ لیکن دیکھنا یہ ہے کہ یہ وعدے کہاں تک پورے

ہوتے ہیں اور کس حد تک پورے ہوتے ہیں۔ اِس کا جواب تو مستقبل ہی دے سکے گا۔

ہمارے ملک میں کانگریس آئی برسراقتدار ہو یا کوئی دوسری پارٹی۔ اُسے یہ بات فراموش نہیں کرنی چاہئے کہ اب رائے عامہ کی بیداری کے بعد اُس کے لئے عوام کے مطالبات کو نظرانداز کر دینا آسان نہیں رہا۔ اس لئے ہمارے ملک کے زعما کو بہت زیادہ چاق چوبند رہنے کی ضرورت ہے کہ اور یہ سمجھ لینا چاہئے کہ ہمارے ملک میں اب کسی پارٹی کو بھی اپنی اکثریت کے بل پر نہیں بلکہ کارکردگی کے بل پر ہی استحکام حاصل ہو سکتا ہے۔ اس لئے ضروری ہے کہ کانگریس آئی کے زعما سیاسی جوڑ توڑ سے زیادہ عوام کی فلاح اور بہبود کے مسائل کو سامنے رکھیں تا کہ کانگریس آئی کو اِس ملک میں زیادہ سے زیادہ استحکام حاصل ہو سکے

افغانستان میں کفر و اسلام کی جنگ

آج سے دو ماہ قبل "بابرک کارمل" جیسے روسی پٹھوؤں کے اشارے پر جب روسی فوجوں نے افغانستان پر یلغار کیا تھا تو انھیں کامل یقین تھا کہ وہ اپنے فولادی ٹینکوں کی گھڑگھڑاہٹ اور بم بار طیاروں کی چنگھاڑ سے افغانستان کے کلمہ گو مسلمانوں کو خوف زدہ کر دیں گے اور جلد ہی روسی بے دینوں کا اُسی طرح افغانستان پر بھی دائمی قبضہ ہو جائے گا جس طرح کہ اِنھوں نے ترکستان کے اسلامی علاقوں پر قبضہ جما رکھا ہے لیکن جلد ہی انہیں اندازہ ہو گیا کہ افغانستان کی سرزمین روسی بے دینوں کے لئے نہایت ہی سنگلاخ ہے کیونکہ اب افغانستان کے کلمہ گو بھر کر اپنی جانوں کی پرواہ کئے بغیر گھروں سے نکل آئے ہیں۔ اور کابل ہرات اور افغانستان کے سب شہروں میں کلمہ گو مسلمانوں کی روسی بے دینوں سے جنگ جاری ہے۔

کابل کی تازہ اطلاعات سے پتہ چلا ہے کہ پہلے تو افغانستان کے باشندوں نے روسی جارحیت کے خلاف افغانستان کے بڑے بڑے شہروں میں اپنی ناگواری کا اظہار کرنے کی غرض سے مکمل ہڑتال کی جس سے خوفزدہ ہو کر روسیوں نے کابل اور بڑے شہروں میں کرفیو لگا دیا ہے۔ اور ہڑتال کے بعد اب افغانی مجاہدین بے جگری سے روسیوں پر ٹوٹ پڑے ہیں۔ چنانچہ اے۔ ایف۔ پی نیوز ایجنسی کی اطلاع ہے کہ کابل میں افغانی مجاہدین اور روسی فوج کے درمیان شدید تصادم کا سلسلہ جاری ہے۔ شہر کے ہر کونے سے فائرنگ کی آوازیں۔ مشین گنوں اور ٹینکوں کی گھن گرج صاف سنائی دے رہی ہے۔ مغربی ملکوں کے ڈپلومیٹوں کا کہنا ہے کہ جن علاقوں میں پانچ یا دس افغانی بھی دکھائی دیتے ہیں وہاں روسی بم باروں اور راکٹوں کے ذریعہ اُن پر حملے کئے جا رہے ہیں۔ اور اِن حملوں میں سینکڑوں افغانی ہلاک ہو چکے ہیں۔ اور ہزاروں زخمی ہیں۔ ہلاک ہونے والوں کی لاشیں سڑکوں پر پڑی ہوئی ہیں۔ اور اُن کی تجہیز و تکفین تک کا کوئی انتظام نہیں ہے۔ اور ریڈیو کے اعلان کے مطابق جلال آباد اور دوسرے شہروں میں بھی افغانیوں اور روسیوں میں جنگ جاری ہے سرکاری ملازمین بھی مظاہروں میں شریک ہو گئے ہیں اور افغانستان کے ہزاروں فوجی اس مذہبی جنگ میں مجاہدین کے ساتھ شامل ہو گئے ہیں۔ افغانستان کی نیم فوجی تنظیم کے میجر جنرل احمد جان مسعود نے بتایا ہے کہ اب افغانی روسی مداخلت کے خلاف اٹھ کھڑے ہوئے ہیں اور افغانی عوام کسی صورت میں بھی غیر ملکی مداخلت کو برداشت کرنے کے لئے تیار نہیں ہیں کیونکہ انھوں نے طے کر لیا ہے کہ آخر وقت تک افغانستان کی آزادی اور دین کے تحفظ کے لئے روسی حملہ آوروں سے جنگ کریں گے۔

افغانی مجاہدین اور روسی حملہ آوروں کی اس جنگ کے پیش نظر روس کے "پٹھو" بابرک کارمل" سے پوچھا جا سکتا ہے کہ اگر روسی فوجیں افغانیوں کے ایما سے افغانستان میں داخل ہوئی ہیں تو پھر افغانی عوام کا اِس طرح ان کے خلاف سینہ سپر ہو جانا کیا معنی رکھتا ہے۔ اصل حقیقت یہ ہے کہ بابرک کارمل جیسے افغانی غداروں نے اپنے وطن عزیز سے غداری کرتے ہوئے روس کو افغانستان پر مسلط کر دیا ہے۔ اور روسیوں نے بھی افغانستان کو لقمہ تر سمجھتے ہوئے یہ سمجھا تھا کہ وہ آسانی کے ساتھ اس اسلامی ملک پر قابض ہو جائیں گے۔ لیکن اُنھوں نے اگر افغانستان کی تاریخ پڑھی ہوتی تو معلوم ہو جاتا کہ افغانیوں نے تاریخ کے کسی دور میں بھی کسی غیر ملکی طاقت کو افغانستان میں قدم نہیں رکھنے دیا ہے۔ جس زمانہ میں کہ ہندوستان پر برطانیہ کا قبضہ تھا اس زمانہ میں انگریزوں نے بھی افغانستان کو زیر کرنے

کے لئے ایڑی چوٹی کا زور لگا دیا تھا لیکن انگریزوں نے جب بھی افغانستان میں قدم رکھنے کی کوشش کی انہیں بے اندازہ جانی اور مالی نقصان اٹھا کر پسپا ہونا پڑا۔ اور انشا اللہ یہی سب کچھ روسی بے دینوں کے ساتھ بھی ہوگا۔

روس کی جارحیت کا یہ معاملہ اب صرف افغانستان ہی تک محدود نہیں رہنا چاہئے بلکہ اب روس کو نہ صرف افغانستان سے نکالا جائے بلکہ اُس سے تاشقند بخارا اور وہ تمام اسلامی علاقے واپس لینے ہونگے جن پر آج روس کا غاصبانہ قبضہ ہے۔ یعنی قازقستان۔ تاجکستان آذربائیجان۔ ازبکستان۔ سکیانگ۔ ننکر جواش اور دوسرے وہ تمام علاقے آزاد کرانے ہیں۔ جن میں کہ مسلمانوں کی اکثریت ہے یہ یاد رہے کہ اِس وقت روس۔ اور روسی ترکستان میں آٹھ نو کروڑ کی مسلم آبادی ہے۔ جسے روس نے دبا کر اور غلام بنا کر رکھ چھوڑا ہے اب سب ہی مسلم علاقوں کو روس کے حلق سے نکالنا ہے۔ چنانچہ عرب اور مسلم ممالک کے وزرائے خارجہ کی جو کانفرنس پچھلے دنوں اسلام آباد میں ہوئی تھی اُسمیں اِس مقصد کے لئے مسلم ممالک کی ایک متحدہ فوج قائم کرنے کی بھی تجویز تھی تاکہ سب ہی مسلم ممالک متحد ہوکر روسی بے دینوں کا مقابلہ کر سکیں۔

روسی بے دینوں نے افغانستان پر یورش کرکے پوری دنیائے اسلام کو جھنجھوڑ دیا ہے۔ اور اب اُسے جلد ہی محسوس ہو جائے گا کہ جن کلمۂ حق بلند کرنے والوں کو اُس نے چیلنج کیا ہے۔ وہ دین کے مقابلہ میں اپنا سب کچھ قربان کر دینے کے عادی ہیں یہی قرون اولیٰ میں ہوا ہے۔ اور انشا اللہ یہی آج بھی ہوگا۔

سابق وزرائے اعظم کے گھر والوں کے کرتوت

ہمارے ملک کی بدقسمتی اِس سے بڑھ کر اور کیا ہو سکتی ہے کہ ہمارے ملک کی عنان حکومت ایسے ناقابل اعتماد لیڈروں کے ہاتھوں میں رہی ہے جو ملک اور اِس ملک کے عوام کی اصلاح تو کیا کرتے خود اپنی اولاد اور اپنے گھر والوں کی بھی اصلاح نہیں کر سکے جب تک یہ برسر اقتدار رہے ملک سے کرپشن دور کرنے کے دعوے تو کرتے رہے لیکن اِن دعووں کے برخلاف خود اپنی اولاد کو بھی کرپشن سے نہ بچا سکے بلکہ اُن کے جرائم اور کرپشن کی پردہ پوشی کرتے رہے۔

ہماری مراد "ویدیا ولنگم کمیشن" کی اُس رپورٹ سے ہے جس کے بعض حصے حال ہی میں اخبارات میں شائع ہوئے ہیں۔ اور جس سے کہ یہ واضح ہوتا ہے کہ جس زمانہ میں کہ مرارجی ڈیسائی اور چودھری چرن سنگھ برسر اقتدار تھے۔ اُن کے اہل خاندان اُن کے اقتدار سے کس طرح ناجائز فائدہ حاصل کرتے رہے ہیں۔

معلوم ہوا ہے کہ ویدیا لنگم کمیشن نے اپنی رپورٹ ہوم منسٹر کے سپرد کر دی ہے۔ جسکی رو سے قرار دیا گیا ہے۔ کہ جنتا راج میں۔ سابق وزیر اعظم مرارجی ڈیسائی کے صاحبزادے کانتی ڈیسائی۔ غیر آئینی اتھارٹی کے طور پر کام کرکے سرکاری مشینری کے عمل میں ناجائز مداخلت کرتے رہے ہیں۔ اور اِس طریقہ سے ذاتی فوائد اُنھوں نے حاصل کیے نیز کانتی ڈیسائی نے سرکار پر اپنے اثر اور رسوخ کا استعمال کیا۔ اور اگست ۱۹۷۷ء میں پولیسٹر دھاگے کی برآمدی پالیسی کو نرم کرواکر کپاڈیہ گروپ کو اُس کی سپلائی میں سہولیت دلوائی اور ذاتی فائدہ کے پیش نظر اُسے درآمد کی لائیسنس دلوایا۔

صرف یہی نہیں ہوا ہے بلکہ شری کانتی ڈیسائی کی بیوی پدما نے شری مرارجی ڈیسائی کی بہو ہونے کی بنا پر ناجائز فوائد حاصل کیے چنانچہ ۱۹۷۷ء میں انکم ٹیکس کے اسسٹنٹ کمشنر پر اپنا اثر ڈال کر اپنے انکم ٹیکس کے اپیل کا فیصلہ اپنے حق میں کرا لیا۔ اس کے ساتھ ہی انکم ٹیکس کمشنر پر دباؤ ڈالا گیا کہ وہ اُن کے خلاف کوئی مزید اپیل دائر نہ ہونے دیں اور کمیشن کی رپورٹ کے مطابق مئی ۱۹۷۷ء میں غیر آئینی طور پر مسز کانتی ڈیسائی کی بیوی کے نام کا پاسپورٹ جاری کرا لیا گیا۔ جبکہ اُن کے ذمہ انکم ٹیکس کے چھ کروڑ روپیہ کے بقایا جات واجب تھے حالانکہ ایسی حالت میں کسی کو بھی پاسپورٹ نہیں دیا جا سکتا

اسی طرح وزیر اعظم ثانی چودھری چرن سنگھ کی بیوی شری گائتری دیوی کے متعلق کمیشن نے قرار دیا ہے کہ وہ اکثر فوجداری مقدمات میں ذاتی اغراض کے تحت مداخلت کرتی رہی ہیں۔ اور اُنھوں نے اپنے شوہر کے اثر و رسوخ سے ناجائز فوائد حاصل کیے ہیں۔ اور ان پر یہ بھی الزام ہے کہ وہ روزگار کے متلاشی تعلیم یافتہ نوجوانوں

سے انہیں ملازمتیں دلانے کے سلسلہ میں بھاری رقوم بطور رشوت حاصل کرتی رہی ہیں۔ یکمنٹ ... حکومت سے سفارش کی ہے کہ ان تمام الزامات کی باقاعدہ تحقیقات کرائی جانی چاہئے۔ اور ہمارے نزدیک صرف تحقیقات ہی کرانا کافی نہیں ہے بلکہ دونوں وزرائے اعظم کے خاندانوں کے اِن افراد کے خلاف باقاعدہ کھلی عدالت میں مقدمات چلائے جائیں تاکہ اس ملک کے عوام کو ان کی اصل حقیقت معلوم ہو سکے

وزرا کی اولاد اور گھر والوں کی یہ بے عنوانیاں کوئی پہلی مثال نہیں ہے بلکہ اس سے قبل ہریانہ کے سابق وزیر اعلیٰ چودھری دیوی دیال کے فرزند ارجمند اوم پرکاش کے گھڑیوں کے اسمگلنگ کا واقعہ منظر عام پر آچکا ہے۔ اور اسی طرح بابو جگ جیون رام کے صاحبزادہ کی بے عنوانیوں کی تفصیل ہی نہیں بلکہ ان کی محبوبہ کی ننگی تصاویر بھی بعض اخبارات میں شائع ہو چکی ہیں۔

اگر یہ تمام الزمات درست ہیں تو اِن سے بخوبی اندازہ لگایا جا سکتا ہے کہ ہمارے ملک کا اخلاقی کردار کس قدر گر چکا ہے۔ عام لوگوں کا تو ذکر ہی کیا ہے۔ ہمارے ملک کے وہ زعماء جن کے ہاتھوں میں مختلف عہدوں کے دوران ہمارے ملک کا اقتدار رہا ہے اُن کی اخلاقی حالت بھی کس قدر پست ہے۔ کیا یہ لوگ اس قابل ہیں کہ انہیں آئندہ ملک کے کسی شعبہ میں دخل دینے کا موقعہ دیا جائے

"جنرل ضیاء" امریکہ کی پناہ میں

افغانستان میں روسی فوجوں کے یلغار سے جہاں پوری دنیائے اسلام میں اضطراب اور بے چینی پیدا ہوگئی ہے وہاں پاکستان کے فوجی ڈکٹیٹر جنرل ضیا بے حد خوش ہیں کیونکہ اب انہیں امریکہ کی مدد سے پاکستان میں غیر معینہ مدت تک کے لئے ڈکٹیٹر بنے رہنے کا اچھا موقعہ مل گیا ہے۔ جنرل ضیا پہلے ہی سے اس فکر میں تھے کہ پاکستان کی سرحدوں پر کوئی ایسا ہنگامہ کھڑا کر دیں جس سے کہ پاکستانی عوام کی توجہ جنرل ضیا کی قابل نفرت ڈکٹیٹرشپ سے ہٹ کر دوسری طرف مبذول ہو جائے۔ چنانچہ اُن کی خوش قسمتی سے روس نے افغانستان پر حملہ کر کے اور پاکستان کو دھمکیاں دیکر ایک ایسا ہنگامہ کھڑا کر دیا ہے۔ جو عین جنرل ضیا کی مرضی اور منشا کے مطابق ہے۔ اور جس سے ناجائز فائدہ اٹھاتے ہوئے جنرل ضیا کو پاکستان میں مزید ہاتھ پاؤں پھیلانے کا سنہری موقعہ ہاتھ آگیا ہے

سوویٹ روس کے افغانستان میں بڑھتے ہوئے جارحانہ قدم پر روک لگانے کیلئے امریکہ کیلئے پاکستان سے روابط بڑھانا ضروری ہوگیا ہے لہٰذا امریکہ نے پاکستان کو اربوں روپے کے جدید ترین طیارے میزائل۔ ٹینک۔ ارمرڈ کاریں۔ اور غیر معمولی مالی امداد دینے کا اعلان کر دیا ہے۔ لیکن جنرل ضیا اِس وقتی فوجی اور مالی امداد سے مطمئن نہیں ہیں۔ بلکہ اِس کوشش میں لگے ہوئے ہیں کہ پاکستان اور امریکہ کے مابین طویل مدتی ایک ایسا دوستانہ دفاعی معاہدہ ہو جائے جس کے بعد پاکستان کی کلی حفاظت کی ذمہ داری امریکہ کے سر پڑ جائے۔ اور سب سے بڑھ کر یہ کہ خود جنرل ضیا کو افغانستان کے اس تازہ قبضہ کے طفیل میں امریکہ کی پناہ حاصل ہو جائے۔

پاکستان میں جنرل ضیا کے خلاف کئی ماہ سے جو جذبات بھڑکے ہوئے تھے اُن کی وجہ سے جنرل ضیا کو بڑی تشویش تھی۔ انھوں نے ذوالفقار علی بھٹو کو ایک جھوٹے مقدمے میں پھنسا کر تختہ دار پر تو چڑھا دیا تھا لیکن اس کے بعد جنرل ضیا کے خلاف پاکستان میں غم و غصہ کی جو لہر سی چلی جا رہی تھی۔ اُس سے جنرل ضیا بے حد فکر مند تھے۔ ایک طرف تو عوام اُن سے برگشتہ تھے اور دوسری جانب فوجوں میں بھی اُن کے خلاف نفرت بڑھ رہی تھی۔ چنانچہ اپنے خلاف بھڑکے ہوئے جذبات ہی سے خوفزدہ ہو کر جنرل ضیا نے پاکستان کے جنرل انتخابات کو یہ کہہ کر غیر معینہ عرصہ کے لئے ملتوی کر دیا ہے کہ "مغربی طرز جمہوریت چونکہ اسلام کے مطابق نہیں ہے اِس لئے اب انتخابات نہیں کرائیں جائیں گے بلکہ کوئی اور مناسب راستہ تلاش کیا جائے گا"

اور یہ مناسب راستہ اب اُنہیں مل گیا ہے چنانچہ وہ امریکہ سے اپنی پینگیں بڑھا رہے ہیں۔ پاکستان میں امریکہ کے فوجی اڈے قائم کرنے کی گفتگو چل رہی ہے۔ اور عام خیال یہ ہے کہ اگر امریکہ اُن کو کامل پناہ دے دیتا ہے۔ اور اُن کی ڈکٹیٹری کو برقرار رکھنے کے لئے انکا امریکہ سے کوئی معاہدہ ہو جاتا ہے تو وہ بخوشی امریکہ کے ہر مطالبہ کو تسلیم کر لیں گے۔ خواہ پاکستان امریکہ کا دم چھلا ہی کیوں نہ بن جائے یا پاکستان کی آزادی ہی کیوں نہ ختم ہو جائے

کیونکہ جنرل ضیا کو پاکستان سے زیادہ خود اپنی اور اپنی ڈکٹیٹری کی فکر ہے جسکو برقرار رکھنے کی خاطر انھوں نے ہمیشہ ہمیشہ کے لئے پاکستان سے جمہوریت کے ختم کرنے کا اعلان پہلے ہی کر دیا ہے۔

جنرل ضیا کی اس ابن الوقتی کو خود پاکستان میں بھی ناپسند کیا جارہا ہے۔ چنانچہ حال ہی میں "تحریک استقلال" کے لیڈر سابق ایئر مارشل اصغر خاں کا بیان اخبارات میں شائع ہوا جس میں کہ انھوں نے امریکہ کے ساتھ جنرل ضیا کے گٹھ جوڑ پر شدید نکتہ چینی کی ہے۔ اور اسے پاکستان کی آزادی اور سالمیت کے لئے ایک زبردست خطرہ قرار دیا ہے۔ لیکن پاکستان کی آزادی اور سالمیت خواہ قائم رہے نہ رہے جنرل ضیا کو تو اپنی ڈکٹیٹری اور اپنی ذات کی فکر ہے اور وہ اپنے اقتدار کی خاطر پاکستان کا سودا امریکہ سے ضرور کرکے رہیں گے۔

سیاسی گرگٹ "راشٹریہ سنگھ"

راشٹریہ سنگھ دنیا کو فریب دینے کے لئے یوں تو اپنے آپ کو "ایک کلچرل جماعت" ظاہر کرتا ہے۔ لیکن درحقیقت یہ ایک ایسی تنگ نظر سیاسی جماعت ہے جو کسی ایک غیر ہندو کو بھی ہندوستان کی سرزمین پر اس وقت تک گوارہ کرنے کے لئے تیار نہیں ہے جب تک کہ اس کا "راشٹریہ کرن" نہ کر لیا جائے۔ لیکن اس کے ساتھ ہی اس جماعت کا پرانا طریقہ کار یہ ہے کہ یہ وقت کے ساتھ گرگٹ کی طرح رنگ بدلتی رہتی ہے۔

سب ہی کو معلوم ہے کہ گاندھی جی کے قتل کے بعد یہ راتوں رات کلچرل جماعت بن گئی تھی اور اس نے سیاست میں حصہ لینے سے توبہ کرلی تھی اور اب جنتا پارٹی کے اقتدار سے محروم ہونے اور کانگریس (آئی) کی حکومت کے قیام کے بعد عوام کو دھوکہ دینے کے لئے اس نے کانگریس آئی کی جانب ہاتھ بڑھاتے ہوئے تعاون کی پیشکش کی ہے۔ چنانچہ راشٹریہ سنگھ کے سربراہ شری بالا صاحب دیورس نے اپنے ایک بیان میں کہا ہے کہ "آر۔ایس۔ایس مرکزی حکومت کے ساتھ ہر قسم کے تعاون کے لئے تیار ہے"

بالا صاحب دیورس کی اس عیارانہ پیشکش کو ٹھکراتے ہوئے کانگریس آئی کے اقلیتی شعبہ کے چیرمین خورشید عالم خاں۔ایم۔پی نے جو کچھ کہا ہے شاید بالا صاحب دیورس اس کا جواب دینے کی بھی جرأت نہ کرسکیں۔ خورشید عالم خاں نے کہا ہے کہ "جب تک آر۔ایس۔ایس اور اس کے سربراہ دیورس یہ یقین نہ دلائیں اور ثابت کرکے نہ دکھائیں کہ انھوں نے گورو گولوالکر کی تھیوری کو عملی اور لفظی دونوں ہی طور پر ترک کر دیا ہے۔ اور بھارت کے آئین میں سیکولرزم۔ جمہوریت اور سماج واد پر اپنا پختہ عقیدہ قائم کر لیا ہے۔ تب تک ان کی باتوں کا عوام پر کوئی اثر نہیں پڑے گا۔ کیونکہ آر۔ایس۔ایس عناصر جو کچھ پچھلے دنوں کرتے رہے ہیں اسے عوام بھولے نہیں ہیں۔ شاید دیورس اور ان کے پٹھوؤں کو اپنا چولا بدلنے کے بارے میں عوام کو یقین دلانے میں بہت دیر لگے گی"

خورشید عالم خاں نے راشٹریہ سنگھ کے بڑے گرو جی شری گولوالکر کی جس تھیوری کا ذکر کیا ہے وہ یہ ہے کہ وہ اس ملک میں ہر ایک غیر ہندو کو اور خصوصیت کے ساتھ مسلمان کو قابل گردن زدنی تصور کرتے ہیں۔ انکی تھیوری یہ ہے کہ "ہندوستان صرف ہندوؤں کا ملک ہے کسی غیر ہندو کو اس وقت اس ملک میں رہنے کا حق نہیں جب تک کہ وہ علیحدہ مذہب اور سنسکرتی اپنائے ہوئے ہے" اور شری گولوالکر کو ہندوستان کے آئین پر بھی اعتراض ہے۔ چنانچہ وہ اپنی کتاب "ہندو راشٹر" میں لکھتے ہیں۔

"ہندوستان کا آئین بنانے والوں نے اس ملک کے حملہ آوروں (یعنی مسلمانوں) اور دھرتی کے بیٹوں کو یکساں آئینی حقوق دے دئے ہیں جیسے کہ کوئی شخص اپنی اولاد اور گھر میں گھس آنے والے چوروں اور ڈاکوؤں کو مساوی حقوق دے کر اپنی ساری املاک وجائداد ان میں برابر برابر تقسیم کر دے"

یہ ہیں راشٹریہ سنگھ کے بڑے گرو جی کے نظریات۔

ان نظریات سے یہ بات صاف طور پر واضح ہے کہ یہ راشٹریہ سنگھی اس ملک کے ہر غیر ہندو کو چور اور ڈاکو تصور کرتے ہیں مگر ان وطن دشمن تصورات کے باوجود وہ وقت کے لحاظ سے گرگٹ کی طرح رنگ بھی بدلتے رہتے ہیں۔ چنانچہ ایک مرتبہ گاندھی جی کے قتل کے بعد انھوں نے جو لا بدلا تھا۔ اور

اب کانگریس آئی کے برسر اقتدار آنے کے بعد پھر چولا بدلنے کی فکر میں ہیں۔ ہمیں دیکھنا ہے کہ خورشید عالم خاں کے اس دندان شکن جواب کے بعد اس جماعت کے سربراہ بالا صاحب دیورس کونسی قلابازی کھاتے ہیں۔

ایران کا عجیب و غریب اسلام

ایران کے گذشتہ انقلاب کے بعد ایران کے ملّاؤں نے اقتدار حاصل کرنے کے بعد ایران میں جیسی درندگی اور بربریت کا ثبوت دیا ہے۔ اُسے چنگیز خاں اور ہلاکو کی سنت تو کہا جاسکتا ہے۔ لیکن اسلام کا اُس سے دور کا بھی تعلق نہیں۔ اسلام کے بارے میں جہاں تک ہمیں معلوم ہے یہ امن پسندوں کا ایک ایسا مذہب ہے جو دشمنوں سے بھی انتقام لینے کا مخالف ہے۔ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم۔ خلفائے راشدین اور صحابہ کرام نے دنیا کے سامنے جو اسلام پیش کیا ہے۔ وہ سراپا امن اور سلامتی کا پیغام ہے لیکن ایران میں اسلام کو جس طرح مسخ کرکے اور انتقام پسندوں کا مذہب بنا کر پیش کیا جارہا ہے اُس سے ساری دنیا میں اسلام کی رسوائی ہورہی ہے۔

دنیا کے سب ہی اسلام پسند حلقوں میں ایرانی ملاؤں کی اس بربریت کی مذمت کی جارہی ہے۔ لیکن حیرت ہے کہ جماعت اسلامی کے لیڈر جو اپنے آپ کو اقامت دین کا داعی اور نقیب کہتے ہیں یہ ایران کی اس درندہ صفت ملّاؤں کی حکومت کے گن گارہے ہیں۔ مثال کے طور پر جماعت اسلامی ہند کے سیکریٹری مولانا سید حامد علی نے اپنی تقریر میں فرمایا ہے کہ "ایران تیزی سے اسلامی رنگ اختیار کررہا ہے" یہ یاد رہے کہ مولانا صاحب ایرانی حکومت کے خرچہ اور دعوت پر جماعت اسلامی کے ایک وفد کے ساتھ حال ہی میں ایرانی انقلاب کی تقریبات میں شریک ہوکر تہران سے ہندوستان واپس آئے ہیں۔ اور واپسی کے بعد ایک جلسہ میں تقریر کرتے ہوئے انھوں نے فرمایا ہے۔

"گذشتہ سال ایران میں ہونے والے انقلاب کے بعد وہاں کے مسلمانوں تمام شعبہ ہائے زندگی میں اسلام کو اپنا رہنما بنائے ہوئے ہیں۔ اور وہ قدم قدم پر اسلامی رنگ اختیار کرتے جارہے ہیں۔ چنانچہ اب ایرانی عوام نے روس و امریکہ سے رخ پھیر کر اپنے آپ کو اسلام کے لئے وقف کردیا ہے۔

مولانا حامد علی اور جماعت اسلامی کے لیڈروں سے یہ پوچھا جاسکتا ہے کہ آخر یہ ایران کا کونسا عجیب و غریب اسلام ہے جس کی ہدایت پر پچاس ہزار سے زیادہ ایرانی باشندوں کو محض شاہ کے حامی ہونے کے شبہ میں کسی عدالتی کاروائی کے بغیر صرف ملاؤں کے اشارہ پر قتل کیا جاچکا ہے۔ شاہ ایران کی خفیہ جماعت ساواک پر تو یہ الزام ہے کہ اُس نے دس ہزار ایرانیوں کو قتل کرایا ہے لیکن ایرانی ملاؤں کی جماعت تو ظلم و زیادتی میں شاہ کی خفیہ جماعت سے بھی آگے ہے۔ اور پھر بھی جماعت اسلامی کے لیڈر ان قاتلوں اور خونیوں کے گن گارہے ہیں۔

پھر ان ہی مولانا سے یہ پوچھا جاسکتا ہے کہ بیمار شاہ ایران کو نیویارک کے ہسپتال میں زبردستی بستر علالت سے گھسیٹ کر قتل کردینے کے لئے امریکہ میں آباد ایرانی باشندوں کو علامہ آیت اللہ خمینی کا ابھارنا آخر کونسا اسلام ہے۔ اور اس سے بھی بڑھ کر یہ کہ ایران کی سابق ملکہ فرحہ دیبا کو اس بات کی ترغیب دینا کہ وہ اپنے شوہر کو قتل کردیں کونسے شرع اسلامی کے مطابق ہے یہ یاد رہے کہ پچھلے دنوں آیت اللہ خمینی کے دست راست اور ایران کے چیف جسٹس آیت اللہ خلق علی نے ایران کی سابق ملکہ فرحہ دیبا کو متنبہ کیا تھا کہ اگر وہ سزائے موت سے بچنا چاہتی ہیں تو وہ فوراً اپنے شوہر کو قتل کردیں۔ گویا شوہروں کو بیویوں سے قتل کرانا بھی خدمت اسلام ہے۔

اسلام قانون اور انصاف کا سب سے بڑا حامی ہے لیکن ایران میں جس طرح قانون اور انصاف کی مٹی پلید کی جارہی ہے اُس کی مثال شائد ہی دنیا کے کسی حصہ میں مل سکے۔ کسی بڑی سے بڑی شخصیت کی جان و آبرو ایران میں محفوظ نہیں ہے ملا اور سرپھرے طلبا جسے چاہتے ہیں پکڑ کر دار پر چڑھا دیتے ہیں۔ لیکن جماعت اسلامی کے لیڈر ہیں کہ محض اس لئے کہ انہیں سرکاری خرچہ پر تہران بلایا گیا تھا۔ اور ان کی خاطر مدارات ہوئی تھی اِس لئے اسلام کو رسوا کرنے والوں کے گن گارہے ہیں۔

سلامِ عقیدت

رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی بارگاہ میں

(از جناب توصیف علوی عاصی کیرانوی)



سلام اُس پر کہ جو پیغامِ وحدت لیکے آیا ہے
سلام اُس پر کہ جس نے قلبِ انساں جگمگایا ہے

سلام اُس پر کہ جو پیغمبرِ حق و صداقت ہے
سلام اُس پر کہ جو دنیا میں بانیِ عدالت ہے

سلام اُس پر کہ جو عالم میں ختم المرسلیں ٹھیرا
سلام اُس پر کہ جو محبوبِ ربّ العالمیں ٹھیرا

سلام اُس پر کہ تھا جو واقفِ اسرارِ ربانی
سلام اُس پر کہ جو عالم میں تھا تصویرِ حقانی

سلام اُس پر کہ جس کے دم سے روشن شمعِ ایماں ہے
سلام اُس پر کہ دو عالم میں جس سے شانِ انساں ہے

سلام اُس پر غلامی بھی ہے جس کی رشکِ سلطانی
سلام اُس پر گدائی جس کے در کی فخرِ انسانی

سلام اُس پر کہ آدابِ محبت جس نے سکھلائے
سلام اُس پر رموزِ آدمیت جس نے بتلائے

سلام اُس پر کہ جس نے عدل کے دریا بہائے ہیں
سلام اُس پر ستارے جس نے حق کے جگمگائے ہیں

سلام اُس پر گلے سے جس نے انساں کو لگایا ہے
سلام اُس پر کہ جس نے حق سے بندوں کو ملایا ہے

سلام اُس پر برابر کر دئے شاہ و گدا جس نے
سلام اُس پر کہ سکھلایا ہے آئینِ وفا جس نے

سلام اُس پر عَلَم انسانیت کا جس نے لہرایا
سلام اُس پر قرینہ زندگی کا جس نے سکھلایا

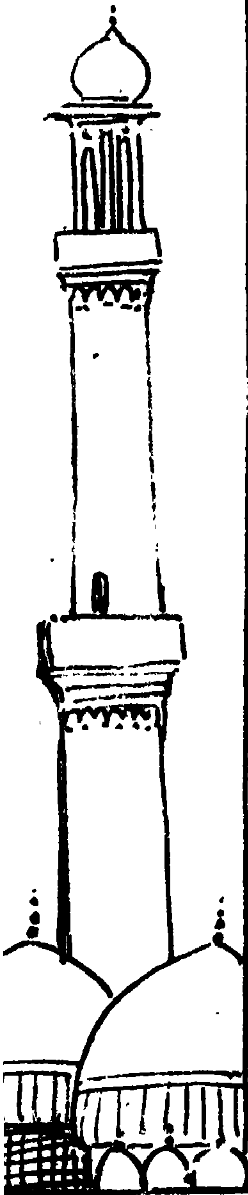
سلام اُس پر ستوں جس نے گرائے قصرِ باطل کے
سلام اُس پر نشاں چمکائے جس نے حق کی منزل کے

سلام اُس پر کہ آزادی دلائی جس نے انساں کو
سلام اُس پر کہ جس نے روح بخشی قلبِ ویراں کو

سلام اُس پر کہ جس نے فلک کے ہیں زاویے بدلے
سلام اُس پر کہ جس نے زندگی کے قافیے بدلے

سلام اُس پر کہ جو عاصیِ خستہ کا سہارا ہے
سلام اُس پر کہ جو بھٹکے سفینوں کا کنارا ہے





انسان کی تقدیر جگا دو

از جناب جمیل احمد منظر

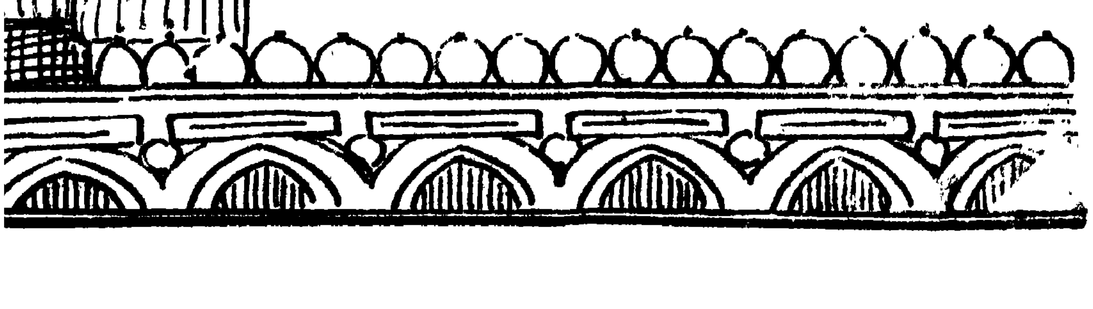
ہر ظلم کی ہر جبر کی بنیاد ہلا دو　　　بجھتے ہوئے امید کے شعلوں کو ہوا دو
آلام کی چھائی ہوئی ظلمت کو مٹا دو　　　منزل ہے کٹھن پھر بھی قدم آگے بڑھا دو
سوئے ہوئے انسان کی تقدیر جگا دو

آغاز ہی آغاز ہے انجام نہیں ہے　　　نادانو! ابھی صبر کا ہنگام نہیں ہے
پُر خار ہیں راہیں تو ابھی دور ہے منزل　　　ہمت سے بڑھو اور تکبر کو مٹا دو
سوئے ہوئے انسان کی تقدیر جگا دو

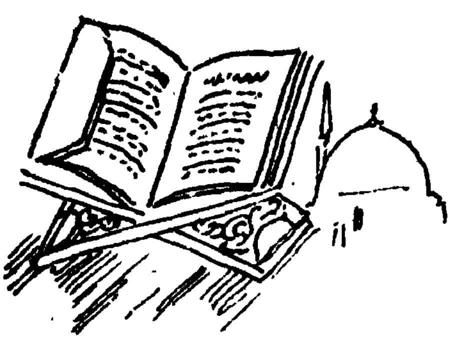
یہ درد و غم و رنج کے ڈیرے نہ رہیں گے　　　تم چاہو تو دنیا میں اندھیرے نہ رہیں گے
ہر چند زمانہ کی ہوائیں ہوں مخالف　　　ہر گام پہ اک دیپ محبت کا جلا دو
سوئے ہوئے انسان کی تقدیر جگا دو

محفوظ ہے قلب کدورت کی ہوا سے　　　دنیا کی خرافات سے نفرت کی وبا سے
چاہتے ہو اگر دولتِ ایمان و یقیں تم　　　انسان کو انسان کی پہچان کرا دو
سوئے ہوئے انسان کی تقدیر جگا دو

منجدھار کی موجوں میں تلاطم ہے تو کیا ہے　　　ہر موجِ بلا آج جو برہم ہے تو کیا ہے
تم حوصلہ مندی سے ذرا کام لو منظر　　　طوفان میں بھی ساحلِ امید بنا دو
سوئے ہوئے انسان کی تقدیر جگا دو



گذشتہ سے پیوستہ



تعلیم القرآن

تیرھواں پارہ ـ وَمَآ اُبَرِّئُ ـــ سورۂ رعد

(از ادارہ دین دنیا)

دین دنیا کی زیر نظر اشاعت میں ہم قرآن پاک کے تیرھویں پارے کی تعلیمات کی پانچویں قسط پیش کر رہے ہیں جس میں کہ اللہ جل شانہٗ نے اپنے بندوں کو ہدایت فرمائی ہے کہ وہ اِس کائنات کی جملہ اشیا پر غور کریں جن میں قدرت الٰہی کی کھلی نشانیاں موجود ہیں۔

تمہارا پروردگار قادر مطلق ہے

اَللّٰہُ الَّذِیْ .... لِقَوْمٍ یَّعْقِلُوْنَ ۵

ترجمہ:۔ اللہ وہ ہے جس نے بغیر ستون کے آسمانوں کو اونچا کھڑا کر دیا اور تم اُنہیں دیکھ رہے ہو۔ پھر عرش پر جا کر قیام فرما ہو گیا۔ اُس نے سورج و چاند کو مسخر کیا۔ اور اُن میں سے ہر ایک۔ ایک وقت معینہ تک چلتا ہے۔ وہی ہر کام کی تدبیر کرتا ہے اور وہ دلائل کو صاف صاف بیان کرتا ہے۔ تاکہ تم اپنے رب کے پاس جانے کا یقین کر لو۔ اور وہی ہے جس نے کہ زمین کو پھیلایا۔ اور اُس میں پہاڑ اور نہریں پیدا کیں۔ اور پھر ہر قسم کے پھلوں کی دو دو قسمیں بنائیں۔ وہی دن پر رات کا پردہ ڈال دیتا ہے۔ اِن سب چیزوں میں غور کرنے والوں کے لئے قدرت کی نشانیاں موجود ہیں۔ اور زمین میں پاس پاس مختلف قطعے ہیں۔ اور انگور کے باغ ہیں اور کھیتیاں ہیں اور کھجور کے درخت ہیں۔ جن میں بعض دو شاخ والے ہیں اور بعض دو شاخے نہیں ہیں۔ یہ ایک ہی پانی سے سیراب ہوتے ہیں مگر بعض پھلوں کو بعض پر لذت میں فضیلت حاصل ہے۔ بلاشبہ ان سب چیزوں میں عقلمندوں کے لئے نشانیاں موجود ہیں۔

تشریح:۔ (اے رسول) تمہارا پروردگار وہ قادر مطلق ہے جس نے کہ آسمانوں کو بغیر ستونوں کے اُونچا کھڑا کر دیا ہے۔ اور یہ آسمان تمہاری نظروں کے سامنے ہے۔ پھر وہ عرش پر جا کر قیام فرما ہو گیا۔ اُسی نے سورج اور چاند کو مسخر کر کے کام میں لگا دیا۔ اِن میں سے ہر ایک وقت معینہ تک گردش کرتا رہتا ہے۔ اور تمہارا وہی پروردگار نظام عالم کے قیام کی تدبیر بھی کرتا ہے۔ اور دلائل و حقائق کو صاف صاف بیان کرتا ہے۔ اور وہی قادر مطلق ہے جس نے زمین کو پھیلایا اور پھر اُس میں پہاڑ اور دریا پیدا کئے اور ہر طرح کے پھلوں کی دو قسمیں بنائیں یعنی کھٹے اور میٹھے اور وہی دن پر رات کا پردہ ڈال دیتا ہے۔ اِس میں ذرا بھی شک نہیں کہ ان سب چیزوں میں اہل نظر کے لئے اللہ کی قدرت کی نشانیاں موجود ہیں۔ اسی طرح زمین میں ایک دوسرے سے ملے ہوئے مختلف قطعات ہیں جن میں سے کسی قطعہ میں انگور کے باغ ہیں اور دوسرے قطعوں میں کھیتیاں ہیں۔ اور کھجور کے درخت ہیں جن میں سے بعض میں تو متعدد شاخیں ہوتی ہیں اور بعض میں شاخیں نہیں ہوتیں اور ان سب چیزوں کے مزے الگ الگ ہیں حالانکہ یہ سب ایک ہی قسم کے پانی سے سیراب ہوتے ہیں لیکن پھر بھی بعض پھلوں کو دوسرے پھلوں پر لذت کے معاملے میں فوقیت حاصل ہے۔ بلاشبہ ان سب چیزوں میں بصیرت رکھنے والوں کے لئے قدرت کی نشانیاں موجود ہیں۔

منکروں کی باتوں پر تعجب نہ کرو

وَاِنْ تَعْجَبْ .... قَوْمٍ ھَادٍ ۵

ترجمہ :- بہت ممکن ہے کہ تم تعجب کرو کہ ان کا یہ قول عجیب ہے کہ کیا جب ہم خاک ہو جائیں گے تو پھر نئے سرے سے پیدا ہوں گے ۔ یہی لوگ اپنے رب کے منکر ہیں ۔ ان کی گردنوں میں طوق پڑیں گے اور یہی وہ دوزخی ہیں جو دوزخ میں ہمیشہ رہیں گے ۔ اور یہ لوگ بھلائی سے پہلے تم سے برائی کے طالب ہوتے ہیں ۔ حالانکہ اس سے قبل بہت سے عذاب نازل ہو چکے ہیں ۔ اور تمہارا رب لوگوں کی خطاؤں کو ان کی حرکتوں کے باوجود معاف کر دیتا ہے ۔ لیکن تمہارا رب سخت عذاب دینے والا بھی ہے ۔ اور کافر کہتے ہیں کہ خدا کی جانب سے محمد پر کوئی معجزہ کیوں نہیں اترا ۔ مگر تم تو صرف ڈرانے والے ہو اور تقریباً ہر قوم کے لئے ہادی بھیجے گئے ہیں ۔

تشریح :- اور اے رسول بہت ممکن ہے کہ تم مشرکوں کی اس بات پر تعجب کرو کہ وہ کہتے ہیں کہ جب ہم مر کر خاک ہو جائیں گے تو دوبارہ نئے سرے سے کیونکر پیدا ہو سکیں گے ۔ یہ وہ بدبخت ہیں جو اللہ کی قدرت کے منکر ہیں ۔ ان کے ایمان کمزور ہیں ان کی گردنوں میں قیامت کے روز طوق پڑے ہوئے ہوں گے اور یہی وہ دوزخی ہیں جو ہمیشہ دوزخ ہی میں رہیں گے اور اے رسول یہی تو وہ بدبخت ہیں جو بھلائی سے پہلے تم سے برائی کے طالب ہوتے ہیں ۔ یعنی کہتے ہیں کہ اگر تم سچے نبی ہو تو ہم پر عذاب نازل کرا دو حالانکہ اس سے قبل اس قسم کے بہت سے لوگوں پر طرح طرح کے عذاب نازل ہو چکے ہیں لیکن انھوں نے کوئی عبرت حاصل نہیں کی ۔ اے رسول اس میں ذرا بھی شک نہیں کہ تمہارا پروردگار بہت سے لوگوں کی خطاؤں کو ان کی بداعمالیوں کے باوجود معاف کر دیتا ہے ۔ لیکن وہ سخت عذاب دینے والا بھی ہے ۔ اور منکر یہ بھی کہتے ہیں کہ خدا کی جانب سے محمد کو کوئی معجزہ کیوں نہیں دیا گیا ۔ اے رسول کریم تم تو صرف بری باتوں سے آگاہ اور متنبہ کرنے والے ہو ۔ ہر ایک قوم میں کوئی نہ کوئی ہدایت کرنے والا نبی آیا ہے ۔ اسی طرح تم بھی ہدایت کرنے والے ہو ۔ تعجب ہے کہ پھر بھی یہ مشرک اور کافر اس قسم کی فضول باتیں کرتے ہیں ۔

اللہ سے کوئی چیز پوشیدہ نہیں

اَللّٰہُ یَعْلَمُ .... مِنْ اَمْرِ اللّٰہِ ۵

ترجمہ :- اللہ کو ہر عورت کے حمل اور اس کے پیٹ کے سکڑنے اور بڑھنے کا علم ہے اور اس کے ہاں ہر شے ایک اندازہ سے ہے اور وہ تمام پوشیدہ اور ظاہر چیزوں سے خبردار ہے ۔ وہی سب سے بڑا اور عالی مرتبہ ہے ۔ تم میں سے جو شخص کوئی بات چپکے سے کہے یا پکار کر کہے اور جو شخص رات میں کہیں پوشیدہ ہو جائے یا دن میں کھلم کھلا چلا پھرے اس کے لئے سب برابر ہیں ۔ ہر شخص کے لئے اس کے آگے پیچھے فرشتے مقرر ہیں جو خدا کے حکم سے اس کی حفاظت کرتے ہیں

تشریح :- ہر عورت کے پیٹ میں جو بچہ ہے اللہ کو اس کا علم ہے اور بچہ کی وجہ سے پیٹ میں جو کمی و بیشی ہوتی ہے اللہ اس سے بھی واقف ہے ۔ اس کے ہاں ہر چیز کا ایک اندازہ مقرر ہے ۔ وہ تمام ظاہر اور پوشیدہ چیزوں کا جاننے والا ہے اور وہی سب سے بزرگ اور عالی مرتبہ ہے ۔ تم میں سے اگر کوئی شخص چپکے سے بات کہتا ہے یا باآواز بلند کہتا ہے ۔ یا تم میں سے کوئی شخص رات کی تاریکی میں چھپ جائے یا دن کی روشنی میں کھلم کھلا چلے پھرے اللہ کے نزدیک یہ سب باتیں برابر ہیں یعنی وہ اپنے بندوں کی ادنیٰ اور پوشیدہ سے پوشیدہ حرکتوں سے بھی بخوبی واقف ہے ۔ اللہ نے ہر شخص کی نگرانی کے لئے فرشتے مقرر کر رکھے ہیں جو اس کے آگے اور پیچھے رہتے ہیں اور خدا کے حکم سے اس کی حفاظت کرتے ہیں پھر اس سے کسی شخص کی کوئی بات کیونکر پوشیدہ رہ سکتی ہے ۔

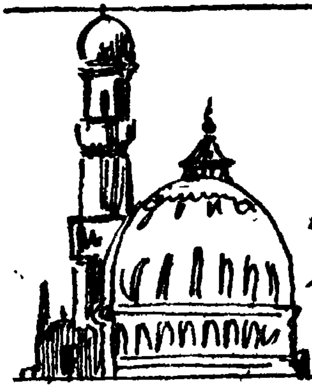
قومیں خود اپنی حالت میں تبدیلی لا سکتی ہیں

اِنَّ اللّٰہَ .... مِنْ دُوْنِہٖ مِنْ وَّالٍ ۵

ترجمہ :- اللہ کسی قوم کی حالت اس وقت تک تبدیل نہیں کرتا جب تک کہ وہ خود اپنی حالت کو نہیں بدل دیتی ۔ اور جب کسی قوم کو خدا مصیبت میں ڈالنا چاہتا ہے تو پھر اس کی مصیبت کے دور ہونے کی کوئی صورت نہیں اور خدا کے سوا اور کوئی ان کا مددگار بھی نہیں رہتا ۔

تشریح :- اے لوگو اس بات کو یاد رکھو کہ اللہ کسی قوم کی حالت کو اس وقت تک تبدیل نہیں کرتا جب تک کہ وہ قوم بھی اپنی حالت میں تبدیلی لانے کی کوشش نہیں کرتی اور جب سرکشی اور نافرمانی کے باعث اللہ کسی قوم پر مصیبت نازل (باقی صفحہ ۲۲ پر)

تعلیم الحدیث مسلسل



دولت اور اقتدار ایک فتنہ ہے

بد خلق کے لئے جنت کا دروازہ بند۔ حلال کمائی جہاد ہے

(از شوکت علی فہمی)

ذیل میں پابندی کے ساتھ ہر ماہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے وہ قیمتی ارشادات درج کئے جاتے ہیں۔ جو نہ صرف مسلمانوں کے لئے بلکہ پوری نوع انسانی کے لئے بہترین شمع ہدایت ہیں۔ امید ہے کہ مسلمان اِن جواہر پاروں سے استفادہ کریں گے۔

دولت اور اقتدار ایک فتنہ

رسول مقبول صلعم دولت مندی کو ناپسند فرماتے تھے اور آپ کے نزدیک اقتدار کی ہوس بھی بہت بڑا فتنہ ہے۔ چنانچہ اس سلسلہ میں صحیح حدیث ہے

"نبی صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا ہے کہ دو بھوکے بھیڑیے اگر بکریوں میں چھوڑ دیئے جائیں تو وہ اِس قدر فساد برپا نہیں کرتے جس قدر کہ دولت اور مرتبہ کی حرص انسان کے ذہن میں فساد ڈالتی ہے" (ترمذی)

رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے جو کچھ فرمایا ہے اُس کی صداقت سے کون انکار کرسکتا ہے۔ آج بھی دنیا میں جتنے فتنے برپا ہیں اُن کی تہہ میں دولت اور اقتدار کی ہوس ہی کارفرما ہے۔ انسان کے دل سے اگر دولت کی طمع نکل جائے اور اقتدار کی ہوس جاتی رہے تو یہ دنیا جنت کا نمونہ بن جائے۔ دولت مندی کا تو ذکر ہی کیا ہے رسول اللہ صلعم تو تھوڑا بہت دنیاوی سرمایہ جمع کرنے کو بھی پسند نہیں فرماتے تھے چنانچہ حضرت ابوہریرہ رضی اللہ عنہ کہتے ہیں۔

"نبی صلعم بلال رضی اللہ عنہ کے پاس آئے اور اُن کے پاس کھجوروں کا ڈھیر لگا ہوا دیکھا تو پوچھا۔ بلال یہ کیا ہے۔ بلال رضی اللہ عنہ نے عرض کیا یہ ایک چیز ہے جسے میں نے کل کے لئے جمع کیا ہے

آپ نے فرمایا بلال کیا تو اس سے نہیں ڈرتا کہ اس کے ذریعہ دوزخ کی آگ میں قیامت کے دن جلے۔ اِسے خرچ کردے اور عظیم عرش کے مالک سے افلاس اور فاقے کا خوف نہ کر" (بیہقی)

گویا رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کو یہ بات بھی ناپسند تھی کہ لوگ کھجور جیسی معمولی چیزوں کا بھی ذخیرہ کریں خود رسول مقبول صلعم کی کیفیت یہ تھی کہ وہ اپنے پاس تھوڑا سا زر و مال رکھنا بھی ناپسند فرماتے تھے۔ حضرت عائشہ صدیقہ رضی اللہ عنہا فرماتی ہیں۔

"رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی بیماری کے زمانہ میں میرے پاس آپ کے چھ یا سات دینار (اشرفیاں) تھیں رسول اللہ صلعم نے مجھے حکم دیا کہ میں انہیں تقسیم کردوں۔ لیکن آپ کی بیماری نے مجھے ایسا مشغول رکھا کہ میں تقسیم نہ کرسکی۔ آپ نے اِن اشرفیوں کو طلب فرمایا۔ اور اپنے ہاتھ پر انہیں رکھ کر کہا کہ کیا خدا کے نبی کا یہ ارادہ ہے کہ وہ خدائے عزوجل سے ملاقات کرے اِس حال میں کہ یہ اشرفیاں اُس کے پاس ہوں" (احمد)

مندرجہ بالا احادیث سے بخوبی اندازہ لگایا جاسکتا ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم دولت کو کس قدر ناپسند فرماتے تھے۔ حقیقت یہ ہے کہ دولت کی طمع اور اقتدار کی ہوس دو ایسے بڑے فتنے ہیں جن سے بڑی بڑی خرابیاں پیدا ہوتی ہیں۔

بد خلق کے لئے جنت کا دروازہ بند

اسلام دنیا میں آیا ہی اس لئے ہے کہ وہ پاکیزہ اخلاق رکھنے والے انسانوں کا ایک ایسا گروہ پیدا کرے جن کا بلند کردار ساری دنیا کے لئے ایک نمونہ ثابت ہو۔

مالکؒ کہتے ہیں کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا ہے کہ "میں حسن خلق کی تکمیل کے لئے دنیا میں بھیجا گیا ہوں" یعنی رسول مقبول صلعم کی آمد کا ایک مقصد یہ بھی ہے کہ حضور لوگوں کو اچھے اخلاق کی تربیت دیں۔ چنانچہ رسول محترم بد خلق انسانوں کو ناپسند کرتے تھے اور فرمایا کرتے تھے کہ بد خلق جنت میں داخل نہیں ہوں گے اس ضمن میں صحیح حدیث ہے۔

"حارثہ بن وہبؓ کہتے ہیں کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا ہے کہ جنت میں بد خلق۔ بد خو۔ تلخ گو آدمی داخل نہیں ہوگا" (ابوداؤد)

ایک دوسری حدیث میں رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا ہے کہ قیامت کے دن خوش خلق انسان کی بڑی عزت افزائی ہوگی چنانچہ ترمذی کی صحیح حدیث ہے۔

"ابی درداءؓ کہتے ہیں کہ نبی صلعم نے فرمایا ہے کہ جو چیزیں قیامت کے دن اعمال کے ترازو میں رکھی جائیں گی۔ ان میں سب سے زیادہ وزنی چیز حسن اخلاق ہے۔ اور خداوند تعالیٰ فحش بکنے والے اور بیہودہ گو کو دشمن سمجھتا ہے" (ترمذی)

اور رسول اللہ صلعم کے ارشاد کے مطابق صرف وہی مسلمان مومن کامل شمار کیا جا سکتا ہے جس کا اخلاق پاکیزہ ہو۔ اور جو حسن اخلاق سے مالا مال ہو۔ چنانچہ خود رسول محترم پاکیزہ اخلاق کا بے مثال نمونہ تھے۔ آپ دوست دشمن سب ہی کے ساتھ بڑی نرمی اور محبت سے پیش آتے تھے۔ اور یہی حالت صحابہ کرام کی تھی۔

لیکن یہ دیکھ کر افسوس ہوتا ہے کہ مسلمان دن بدن اس نعمت سے محروم ہوتے چلے جا رہے ہیں۔ اور ان اعلیٰ اخلاقی صفات سے خالی نظر آتے ہیں جو ہمیشہ ہی مسلمانوں کے لئے طرۂ امتیاز رہی ہیں۔

حلال کمائی جہاد ہے

اسلام چاہتا ہے کہ متبعین اسلام دین کے ساتھ دنیا کو بھی بھولیں اور روزہ نماز کے ساتھ کسب معاش اور دنیاوی جدوجہد میں بھی پوری سرگرمی کے ساتھ حصہ لیں۔ یہاں تک کہ اسلام نے محنت سے روزی پیدا کرنے کو جہاد کے برابر درجہ دیا ہے۔ اور رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے مسلمانوں کو ہدایت فرمائی ہے کہ وہ حلال روزی کے لئے سرتوڑ کوشش کریں۔

"رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا ہے حلال روزی کا حاصل کرنا ایسا ہے جیسے خدا کی راہ میں مجاہدوں کی طرح لڑنا۔ اور جو شخص بھی روزی حاصل کرنے کی کوشش کرکے رات کو تھک کر سو جائے تو خدا اس سے راضی ہے"

(المدینہ والاسلام)

گویا ایک ایسا شخص جو حلال روزی حاصل کرنے کی جدوجہد میں مصروف رہنے کے باعث رات کو تھک کر سو جاتا ہے تو اس کا یہ سونا بھی عبادت اور اللہ کی رضامندی کا باعث ہوتا ہے ایک دوسری حدیث میں رسول مقبول صلعم نے ارشاد فرمایا ہے کہ مسلمانوں کو چاہئے کہ وہ لگی ہوئی روزی کو کبھی نہ چھوڑیں چنانچہ اس بارے میں صحیح حدیث ہے

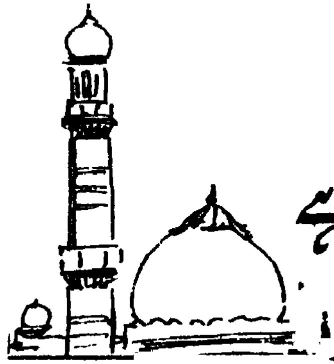
"انس بن مالکؓ سے روایت ہے کہ آنحضرت صلعم نے فرمایا ہے کہ جس شخص کو کوئی ذریعہ معاش حاصل ہو جائے تو وہ اسے ہاتھ سے نہ جانے دے" (ابن ماجہ)

ایک طرف تو مسلمانوں سے کہا گیا ہے کہ حلال کمائی جہاد کی برابر ہے۔ اور دوسری طرف ان کو ہدایت کی گئی ہے۔ کہ جب کوئی جائز ذریعہ معاش انہیں حاصل ہو جائے تو اسے ہرگز نہ چھوڑیں۔

ماں کی خدمت گناہ کا کفارہ

رسول مقبول صلی اللہ علیہ وسلم نے والدین کی خدمت کو ایک عبادت قرار دیا ہے اور ساتھ ہی یہ بھی فرمایا ہے کہ ماں کی خدمت گناہوں کا کفارہ ہے۔ چنانچہ اس سلسلہ میں حدیث ہے۔

"حضرت عبداللہ بن عمرؓ سے روایت ہے (باقی صفحہ ۴۶ پر)



اسلامی افکار

غیر مسلموں کیلئے بھی اسلام میں کشش

اسلام نے پوری انسانی سوسائٹی کو متاثر کیا ہے

(ہمارے مفکر کے قلم سے)

اسلام دنیا کا واحد مذہب ہے جس نے کہ اپنی تعلیمات سے مسلموں اور غیر مسلموں سب ہی کو یکساں طور پر متاثر کیا ہے۔ چنانچہ ذیل کا مقالہ پروفیسر ٹی ڈبلو آرنلڈ کی مشہور کتاب "پریچنگ آف اسلام" کے اقتباسات سے مرتب کیا گیا ہے۔

دنیا کے تمام مذاہب میں یہ خصوصیت صرف اسلام ہی کو حاصل ہے کہ وہ صرف پچیس تیس سال کی مختصر سی مدت میں دنیا کے بیشتر حصہ پر پھیل گیا تھا۔ بظاہر اس کی یہ مقبولیت بے حد حیرت انگیز معلوم ہوتی ہے۔ لیکن واقعہ یہ ہے کہ اسلام میں بطور خود اس قدر کشش موجود ہے کہ اس نے غیر مسلموں کو بھی اپنا گرویدہ بنا لیا تھا۔ اور اس کی یہ کشش اور مقبولیت ہی اس کے فروغ کا باعث بنی ہے۔

پروفیسر آرنلڈ نے اپنی مشہور کتاب "پریچنگ آف اسلام" میں اسلام کی ہمہ گیر مقبولیت کے اسباب کو جتنی تفصیل کے ساتھ بیان کیا ہے ایسی تفصیل بہت ہی کم غیر مسلموں کی کتابوں میں ملتی ہے — پروفیسر موصوف نے تاریخی واقعات کی روشنی میں یہ بات ثابت کرنے کی کوشش کی ہے کہ اسلام کی کامیابی اور ہمہ گیر مقبولیت درحقیقت اس کے اصول اور اس کی تعلیمات کا نتیجہ ہے۔

پروفیسر موصوف کی رائے ہے کہ "جس زمانہ میں کہ اسلام جلوہ گر ہوا ہے۔ یہ عدم مساوات کا زمانہ تھا۔ مٹھی بھر با قوت اور رعاب اقتدار لوگوں نے ہزاروں اور لاکھوں انسانوں کو غلام اور حقیر سمجھ رکھا تھا۔ لیکن اسلام نے جب یہ بتایا کہ سب ہی انسان خدا کے بندے ہیں ان میں نہ کوئی آقا ہے نہ غلام نہ کوئی بڑا ہے نہ چھوٹا تو یہ بات اس زمانہ کے لاکھوں غیر مسلموں کے دلوں میں اتر گئی۔ اور وہ اسلام کی جانب جھک گئے۔ چنانچہ اسلام کی رواداری۔ اور انسانی مساوات کی تعلیم نے ان پسے ہوئے انسانوں کو بے حد متاثر کیا جو یا تو غلام تھے۔ یا غلام نہ ہونے کے باوجود نہایت حقیر اور ذلیل سمجھے جاتے تھے لہٰذا انھوں نے اسلام قبول کرنا شروع کر دیا"

پروفیسر آرنلڈ نے لکھا ہے کہ "اسلام دوسرے مذہبوں جیسا مذہب نہیں ہے۔ کیونکہ اس کی بنیاد۔ وطن۔ نسل اور ذات پات پر قائم نہیں ہے بلکہ یہ مذہب نہایت ہی بلند تصورات اور اصول پر مبنی ہے۔ دوسرے الفاظ میں اسلام ایک ایسی تحریک ہے جو انسانی مساوات اور برابری کے اصول پر مبنی ہے۔ اس مذہب میں کوئی شخص بھی گھٹن محسوس نہیں کرتا۔ بلکہ اپنائیت محسوس کرتا ہے اس لئے اس کا مقبول ہونا کوئی تعجب انگیز بات نہیں"

آرنلڈ کا خیال ہے کہ "اسلام نے ایک ہی خدا کو ساری دنیا کا خالق اور پالن ہار مان کر انسان کے ذہن کو نہایت ہی عمدگی کے ساتھ اس حقیقت کی جانب متوجہ کیا ہے کہ تمام انسان ایک ہی خدا کے پیدا کئے ہوئے ہیں۔ تو ان انسانوں کا ایک دوسرے سے اپنے آپ کو بڑا سمجھنا یا نفرت کرنا۔ یا کسی انسان کے خلاف صرف اس کے وطن مذہب اور نسل کے اختلاف کی بنیاد پر اپنے دل میں دشمنی کا جذبہ پیدا کرنا کسی طرح بھی درست نہیں یعنی۔ اسلام سب انسانوں کو برابر سمجھتا ہے اور کسی کے مذہب میں بھی مداخلت کی اجازت نہیں دیتا"

پروفیسر آرنلڈ نے اسلام کے فلسفہ انسانیت پر اظہار خیال

کرتے ہوئے لکھا ہے کہ "اسلام نے دنیا کے سامنے انسانیت کا ایک ایسا بلند فلسفہ پیش کیا ہے جس کی مثال قدیم اور جدید فلسفوں میں دستیاب نہیں ہو سکتی دنیا کے دو قدیم مذہبوں یعنی عیسائیت اور بودھ مت میں انسان کو ازلی اور ابدی گنہگار تسلیم کیا گیا ہے لیکن اسلام نے انسان کو مکرم اور محترم قرار دیا ہے۔ عیسائیت اور بودھ مذہب کے مذکورہ بالا فلسفہ نے یہ بھی تاثر دیا تھا کہ آج دنیا میں جو لوگ زیادہ خوشحال ہیں وہ بدحال اور مصیبت کے مارے لوگوں کے مقابلہ میں کم گنہگار ہیں اور خدا کو زیادہ محبوب ہیں۔ اور مصیبت زدہ لوگوں کو اپنی سابقہ بد اعمالیوں کی سزا دی جارہی ہے مگر اسلام نے اُن کے احترام کا علم بلند کر کے ازلی گنہگار ہونے کے رجحان کی جڑیں کاٹ دی تھیں آگے چل کر پروفیسر موصوف لکھتے ہیں "اسلام کے ظہور کے وقت دنیا فتنہ و فساد کا میدان بنی ہوئی تھی۔ لیکن اسلام نے انسانیت کا نیا فلسفہ سمجھا کر ایک طرف تو اس فتنہ کے بنیادی اسباب ہی کو جڑ اور بنیاد سے اکھاڑ کر پھینک دیا تھا اور دوسری طرف اسلام نے امن اور سلامتی کو برقرار رکھنے کو انسانیت کا سب سے بڑا فریضہ قرار دیا تھا"

پروفیسر ارنلڈ نے جو کچھ کہا ہے وہ بالکل درست ہے۔ اسلام نے فتنہ و فساد کو ہی مذموم فعل قرار نہیں دیا ہے بلکہ سختی کے ساتھ نوع انسانی کو فسادات اور قتل و خون سے باز رکھنے کی ہدایت کی ہے۔ چنانچہ رسول صلعم کا ارشاد ہے "تم ایک انسان کو قتل کر دیتے ہو لیکن تمہیں یہ بات معلوم نہیں ہے کہ یہ ایک انسان ہی کا قتل نہیں ہے۔ بلکہ پوری انسانیت کا قتل ہے اور تمام انسانوں کی ہلاکت ہے" غرضکہ فتنہ و فساد کے خلاف اسلام کا یہ ایک ایسا نظریہ اور حکم تھا کہ جس نے نہ صرف اُسی زمانہ کے حالات پر خوشگوار اثر کیا تھا بلکہ آج بھی اسلام کے اس نظریہ پر عمل درآمد کی ضرورت کو بڑی شدت کے ساتھ محسوس کیا جارہا ہے۔ اور دنیا میں پائیدار امن کے قیام کی جتنی بھی کوشش کی جارہی ہیں وہ اسلام کے اس نظریہ کی صحت کی تصدیق کرتی ہیں۔

اس سے آگے بڑھ کر اسلام نے انسانیت کے تحفظ اور انسانی برادری کے استحکام کے زاویہ نظر سے جنگ کے سوال کو بھی بالکل صاف کر دیا تھا۔ اُس نے حکم دیا تھا کہ اسلام امن قائم کرنے کے لئے ہے جنگ کے لئے نہیں اس لئے مسلمانوں کو حالات کی مجبوری کے علاوہ جنگ نہیں کرنی چاہئے۔ لیکن اگر انہیں جنگ کرنے پر مجبور ہونا پڑے تو اُن کی طرف سے زیادتی نہیں ہونی چاہئے۔ پھر مسلمانوں کو یہ حکم بھی دیا گیا ہے کہ اگر دشمن صلح کے لئے جھک جائے تو تم بھی صلح کے لئے جھک جاؤ۔ اسلام کی امن پسندی کی اس تعلیم نے بھی غیر مسلموں کو بے حد متاثر کیا ہے۔

پروفیسر ارنلڈ نے اسلام کی رواداری کی بھی بے حد تعریف کی ہے وہ لکھتا ہے کہ "اسلام میں جو رواداری موجود ہے اس کا اثر بھی غیر مسلموں پر بے حد پڑا ہے۔ اگرچہ مسلمانوں کا عقیدہ یہ ہے کہ دین اسلام ہی آخری اور سچا دین ہے۔ لیکن انہیں غیر مسلموں کے ساتھ محبت اور اچھا سلوک کرنے کا حکم دیا گیا ہے۔ چنانچہ قرآن کا حکم بالکل صاف ہے کہ "جو لوگ تم سے مذہبی جنگ نہیں کرتے اللہ تم کو ان کے ساتھ انصاف سے پیش آنے اور ان پر احسان کرنے سے نہیں روکتا" پھر اسلام کے علاوہ دنیا کے کسی مذہب نے بھی عقائد اور ضمیر کی آزادی کا اعلان نہیں کیا۔ لیکن اسلام سب ہی لوگوں کے عقائد اور ضمیر کی آزادی کا بہت بڑا حامی ہے"

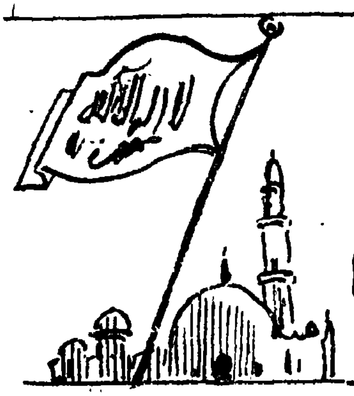
پروفیسر ارنلڈ نے آخر میں لکھا ہے کہ "اسلام پر اس سے بڑھکر اور کوئی الزام نہیں ہو سکتا کہ وہ تلوار کے ذریعہ پھیلا ہے۔ اسلام تلوار سے نہیں بلکہ اپنے اُن محاسن کی بدولت پھیلا ہے جنھوں نے کہ ہمیشہ غیر مسلموں کو متاثر کیا ہے۔ تلوار انسان کے جسم سے اُس کی گردن تو ضرور جدا کر سکتی ہے۔ لیکن اُس کے دل میں کسی خاص مذہب یا مسلک سے وابستگی کبھی نہیں پیدا کر سکتی ہے۔ اصل بات یہ ہے کہ اسلام میں ایسے محاسن موجود ہیں جن کا غیر مسلموں کے دلوں پر بے حد اثر ہوتا ہے۔ اور اپنی ان ہی خوبیوں کی بنا پر وہ آج بھی مقبولیت حاصل کر رہا ہے۔ اور اُسے نہ صرف مسلمانوں میں بلکہ غیر مسلموں میں بھی بڑے احترام کی نظر سے دیکھا جاتا ہے"

تعلیم القرآن

(باقی صفحوں ۵۵

کرنا چاہتا ہے تو پھر اس قوم کو کسی طرح بھی مصیبت سے نجات نہیں مل سکتی اور دنیا میں انکے لئے کوئی مددگار باقی نہیں رہتا لہٰذا مصیبت کے وقت اسی سے مدد مانگنی چاہئے

تاریخ اسلام کا ایک ورق



فاتح سندھ محمد بن قاسمؒ

اِس مردِ مومن نے غیر مسلموں کے دلوں کو فتح کر لیا تھا

(از شوکت علی فہمی)

اسلام کے نوجوان سپہ سالار محمد بن قاسم نے ۹۳ ہجری میں سندھ کی فتح کے بعد جیسی مذہبی رواداری اور وسیع النظری کا ثبوت دیا ہے۔ اُس کی مثال آج بھی دنیا کی تاریخ میں ناپید ہے۔ اٹھارہ انیس سال کے اسلام کے اس فرزند نے علاقہ سندھ میں اسلامی حکومت قائم کرنے کے بعد غیر مسلموں کے ساتھ کیسی محبت اور رواداری کا سلوک کیا ہے۔ اُس کا اندازہ ذیل کے مقالہ سے ہو سکتا ہے۔

”میں آپ لوگوں پر حکومت کرنے نہیں بلکہ دوستی اور محبت کا پیغام لے کر آیا ہوں۔ ہماری جنگ آپ سے نہیں ہے بلکہ آپ کے ملک کے اُن حکمرانوں سے ہے جو ہمارے دشمنوں سے مل کر خلافت اسلامیہ کے خلاف برابر شورشیں کرتے رہے ہیں۔ اور ہماری دوستی اور محبت کے پیغامات کو ٹھکراتے رہے ہیں۔ ہم انھیں ان کی رعونت کا جواب دینے کے لئے آئے ہیں۔ مگر جہاں تک اس ملک کے عوام کا تعلق اُن سے ہماری کوئی لڑائی نہیں۔ ہم ان سب کو امان دینگے یہ ہماری پناہ میں رہیں گے“ یہ ہیں وہ الفاظ جو محمد بن قاسم نے علاقہ سندھ میں اپنی پہلی فتح کے بعد کہے تھے۔

اِس حملے سے تھوڑے ہی عرصہ قبل سندھ کے مغرور حکمراں راجہ داہر کے آدمیوں نے سرندیپ کے نومسلم راجہ کے بھیجے ہوئے جہازوں کو لوٹ لیا تھا۔ اِس نومسلم راجہ نے خلافت اسلامیہ سے اپنے تعلقات کو خوشگوار بنانے کی غرض سے قیمتی تحائف سے بھرا ہوا آٹھ جہازوں کا ایک بیڑا روانہ کیا تھا۔ اِن جہازوں میں قیمتی تحائف کے علاوہ جنوبی ہند سے جانے والے عرب سوداگروں کی بیوہ عورتیں اور یتیم بچے بھی سوار تھے۔

جہازوں کا یہ بیڑا اچانک طوفان میں پھنس گیا تھا۔ اور بادِ مخالف کے تھپیڑوں سے سندھ کی بندرگاہ دیبل (کراچی) سے جا لگا تھا۔ اُس زمانہ میں راجہ داہر کا ایک گورنر دیبل میں رہتا تھا جب اُسے یہ معلوم ہوا کہ ان جہازوں میں مسلمان ہیں اور خلافت اسلامیہ کے لئے نومسلم راجہ کے بھیجے ہوئے قیمتی تحائف بھی ہیں تو اُس نے اِن جہازوں کو بڑی بے دردی سے لوٹا اور مسلمان مردوں۔ عورتوں اور بچوں کو گرفتار کر کے جیل خانہ میں ڈال دیا اور جب خلافت اسلامیہ کی جانب سے مطالبہ کیا گیا کہ قیدیوں کو رہا کیا جائے اور لوٹا ہوا سامان واپس بھیجا جائے تو راجہ داہر کی طرف سے جواب دیا گیا کہ ”جہازوں کو لوٹنے والے ہمارے قبضہ کے نہیں ہیں تم خود آ کر اُن سے اپنا مال و اسباب لے لو اور قیدیوں کو چھڑا لو“ اور اِس جواب سے برافروختہ ہو کر خلافت اسلامیہ نے راجہ داہر کی تادیب کے لئے محمد بن قاسم کو سندھ بھیجا تھا چنانچہ محمد بن قاسم نے مختصر سے عرصہ میں پورا سندھ کا علاقہ فتح کر لیا تھا

جس زمانہ میں کہ محمد بن قاسمؒ نے سندھ کو فتح کیا تھا یہ شہنشاہیت اور ملوکیت کا وہ زمانہ تھا کہ جب کوئی حکمراں کسی ملک کو فتح کرتا تھا تو اُسے برباد کر کے رکھ دیتا تھا۔ اُس کے باشندوں کو غلام بنا لیتا تھا اور اُن کے تمدن۔ اُن کی زبان اور اُن کے مذہب کو مٹا کر رکھ دیتا تھا۔ یہی مشرق میں ہو رہا تھا۔ اور یہی مغرب میں لیکن محمد بن قاسم نے سندھ کی فتح کے بعد وہاں کے باشندوں کے ساتھ جیسی رواداری اور محبت کا سلوک کیا وہ ہمیشہ تاریخ میں یادگار رہیگا

محمد بن قاسم نے سندھ کے معرکہ میں جو سب سے پہلا شہر فتح کیا وہ دیبل یعنی کراچی تھا۔ دیبل کی فتح کے بعد دیبل کے باشندے خوفزدہ

تھے کہ نہ جانے اُن کے ساتھ کیا سلوک کیا جائے گا لیکن وہ یہ دیکھ کر حیران رہ گئے کہ مسلم سپہ سالار نے عام معافی کا اعلان کردیا۔ اور وہاں کے باشندوں کو کھلی مذہبی آزادی دے دی کہ وہ جس طرح بھی چاہیں اپنے طریقہ پر عبادت کریں۔ اِس کے علاوہ شہر کا انتظام خود ہندوؤں کے ہاتھوں میں دے دیا گیا۔ چنانچہ دیبل کا حاکم اعلیٰ اُس پنڈت کو بنادیا گیا جو اس سے قبل جیل خانوں کا محافظ تھا اور جس نے کہ اپنے زمانہ اقتدار میں مسلمان قیدیوں کے ساتھ نہایت ہی شریفانہ سلوک کیا تھا اس ہندو حاکم اعلیٰ کے ماتحت حمید بن ذرائع کو دیبل کا انسپکٹر جنرل پولیس مقرر کیا گیا۔ اور اُسے ہدایت کی گئی کہ ہندو شہریوں کی جان و مال اور جائیداد کی پوری حفاظت کی جائے۔

محمد بن قاسم کے شریفانہ طرز عمل نے سندھ کے غیر مسلموں کے دلوں پر کس قدر اثر کیا اُس کا اندازہ اِس سے لگایا جاسکتا ہے کہ جب محمد بن قاسم دیبل کی فتح کے بعد سیوستان کی جانب بڑھا تو وہاں کے ہندو باشندوں نے سیوستان کے حاکم بجے رائے سے متفقہ طور پر مطالبہ کیا کہ چونکہ مسلمان کھلے دل کے ساتھ امان دے رہے ہیں۔ اِس لیے اُن سے ہرگز جنگ نہ کی جائے لیکن بجے رائے نہ مانا اور صف آرا ہوگیا۔ مگر چونکہ اُسے عوام کی حمایت حاصل نہیں تھی۔ اِس لیے پہلے ہی معرکہ میں اس کے قدم اکھڑ گئے۔ اور غیر مسلموں نے بخوشی سیوستان کا قبضہ محمد بن قاسم کو دیدیا۔ محمد بن قاسم نے بھی سیوستان پر قابض ہونے کے بعد وہاں کے ہندوؤں کو خوب نوازا اور اُنہیں سابق عہدوں پر بدستور برقرار رکھا۔

سیوستان کی فتح کے بعد محمد بن قاسم کی فوجیں مدھیہ کی جانب بڑھیں۔ مدھیہ کا حاکم کاکا جو بہت بڑا سیاست دان تھا اُس نے لڑے بغیر اپنے آپ کو اسلامی سپہ سالار کے روبرو پیش کردیا اور اطاعت قبول کرلی۔ محمد بن قاسم نے اُسے خلعت فاخرہ سے نوازا۔ شاہ سندھ کا خطاب دیا اور اسلامی لشکر کے ایک حصہ کا اُسے سپہ سالار بنادیا۔ کاکا نے مسلمانوں کے اِس حسن سلوک سے متاثر ہوکر نہ صرف خود اسلام قبول کرلیا۔ بلکہ اُس کی تحریک پر اُس کی فوج کے بے شمار جاٹ بھی حلقہ بگوش اسلام ہوگئے۔

اِس کے بعد محمد بن قاسم کی راجہ داہر سے ایک فیصلہ کن جنگ ہوئی جس میں کہ راجہ داہر ہار گیا۔ راجہ داہر کی موت کے بعد محمد بن قاسم نے اعلان کردیا کہ ”جو سردار اطاعت قبول کرلیں گے اور پرامن رہیں گے انکو معافی دیدی جائے گی“ راجہ داہر کے وزیر سی ساگر نے اِس اعلان سے فائدہ اٹھانے کے لئے اپنا معتمد محمد بن قاسم کے پاس بھیجا اور اطاعت کا وعدہ کیا۔ جس پر محمد بن قاسم نے سی ساگر کے نام کا امان نامہ لکھ کر معتمد کو دیدیا۔ اِس کے بعد جب برہمن آباد فتح ہوگیا اور وزیر سی ساگر محمد بن قاسم کی خدمت میں حاضر ہوا تو محمد بن قاسم نے دل کھول کر نہ صرف اُس کی عزت افزائی کی بلکہ اُسے وزارت عظمیٰ کا سب سے بڑا عہدہ عطا کردیا اور پھر سندھ میں مزید فتوحات کا سلسلہ سی ساگر ہی کی نگرانی میں شروع ہوا۔

سندھ کے باشندوں کو جب معلوم ہوا کہ محمد بن قاسم نے سندھ کی عنان حکومت اُن ہی کے پرانے ہندو وزیر اعظم سی ساگر کے سپرد کردی ہے تو اُس کا بہت اچھا اثر پڑا چنانچہ بہت سے بڑے بڑے ہندو سرداروں نے لڑے بغیر ہی اطاعت قبول کرلی اور اِس طرح محمد بن قاسم نے پورے سندھ کا علاقہ جو موجودہ پاکستان سے بھی کہیں زیادہ بڑا تھا۔ آسانی کے ساتھ فتح کرلیا اور اس نو عمر فاتح نے اس عظیم ملک پر صرف ڈیڑھ سال کی مختصر مدت میں اسلامی پرچم لہرادیا۔ محمد بن قاسم نے جس وقت سندھ کا معرکہ شروع کیا تھا اُس وقت اُس کی فوج میں مشکل سے دس بارہ ہزار شامی اور عراقی مسلمان تھے لیکن جب یہ معرکہ ختم ہوا ہے تو اس کی فوج میں پچاس ہزار سے زیادہ سپاہی موجود تھے۔ جو تقریباً سب کے سب سندھی تھے۔ اور محض محمد بن قاسم کی رواداری اور بے تعصبی سے متاثر ہوکر اُس کے پشت پناہ بن گئے تھے۔ اور ان میں سے بیشتر نے اسلام قبول کرلیا تھا۔

سندھ کی فتح کے بعد جب محمد بن قاسم وہاں نہایت مستحکم حکومت قائم کرچکا تو پنڈتوں کی ایک جماعت اُس کی خدمت میں حاضر ہوئی اور عرض کیا کہ ”اے نوجوان سپہ سالار ہند۔ ہندوؤں نے مسلمان سپاہیوں کے ڈر کی وجہ سے بتوں کی پوجا کے لئے مندروں میں آنا کم کردیا ہے۔ جس سے ہماری آمدنی میں فرق آگیا ہے۔ پھر سب سے بڑی بات یہ ہے کہ اس جنگ میں جن مندروں کو نقصان پہنچ گیا ہے اُن کی مرمت بھی نہیں ہوئی ہے اکثر مندر لڑائی کے زمانہ میں سنگباری کی وجہ سے شکستہ ہوگئے ہیں۔ اسلامی حکومت کا فرض ہے (باقی صفحہ ۲۹)

تاریخ ہند



شاہان ہند کی حب الوطنی

انھوں نے بڑی دلسوزی کے ساتھ مادرِ وطن کی خدمت کی ہے

(از جناب بشیر احمد بار ایٹ لا)

ہندوستان کی اکثریت کو مسلمانوں سے بدظن کرنے کی غرض سے شاہان ہند پر فرقہ پرستوں کی جانب سے زمانہ دراز سے الزامات لگائے جا رہے ہیں کہ شاہان ہند نے اِس ملک میں اِس کے سوا اور کچھ نہیں کیا کہ وہ غیر مسلموں کو بالجبر مسلمان بناتے رہے ہیں اور وہ اِس ملک کی دولت کو لوٹ کر اپنے گھر بھرتے رہے ہیں جناب بشیر احمد بار ایٹ لا کا ذیل کا محققانہ مقالہ فرقہ پرستوں کے الزامات کا ایک ایسا دندان شکن جواب ہے جس سے شاہان ہند کو بدنام کرنے والوں کی آنکھیں کھل جانی چاہئیں۔

تاریخ کا گہری نظر سے مطالعہ کرنے کے بعد یہ بات بالکل واضح ہوجاتی ہے کہ ہندوستان کے تقریباً تمام مسلم بادشاہ اِس ملک سے دلی تعلق رکھتے تھے انھوں نے انگریزوں کی طرح اپنی سیول لائن علیحدہ قائم نہیں کی بلکہ وہ اسی ملک کے باشندوں کے ساتھ گھل مل کر اپنی زندگیاں گزارتے رہے۔ نہ انھوں نے انگریزوں کی طرح اِس ملک کی دولت لوٹ کر اپنے آبائی وطن کو خوشحال بنایا بلکہ انھوں نے اِس ملک کی ایک ایک پائی اِسی ملک پر اور اسی ملک کے باشندوں پر صرف کی اس کے علاوہ مسلمان بادشاہوں نے ایسی پابندیاں لگا رکھی تھیں کہ کوئی شخص اِس ملک سے باہر ایک تولہ چاندی یا سونا بھی نہیں لے جا سکتا تھا۔

ہندوستان میں مسلمانوں کی پہلی اور خود مختار حکومت ۱۲۰۶ء میں قطب الدین ایبک نے قائم کی تھی چنانچہ ۱۲۰۶ء سے لیکر مغلیہ حکومت کے خاتمہ تک یعنی ۱۸۵۷ء تک ساڑھے چھ سو سال کی طویل مدت میں جتنے بھی بادشاہ ہوئے ہیں انھوں نے سچے محبان وطن کی طرح اِس ملک کی خوشحالی اور فارغ البالی کے لئے قابل قدر خدمات انجام دی ہیں۔ اور انھوں نے اِس ملک کے تمام فرزندوں کو خواہ کسی مذہب اور ملت سے کیوں نہ تعلق رکھتے ہوں ہمیشہ ہی اپنی اولاد سمجھا ہے۔

مغلیہ حکومت کا بانی بابر ایک ایسے ملک افغانستان سے آیا تھا جو ہندوستان کے دوسرے صوبوں کی طرح بالکل ہندوستان ہی سے ملا ہوا تھا۔ وہ اگر چاہتا تو کابل میں بیٹھ کر بھی ہندوستان پر حکومت کرسکتا تھا۔ لیکن اُس نے ایسا نہیں کیا بلکہ وہ ہندوستان آنے کے بعد خالص ہندوستانی بن گیا۔ یہاں تک کہ اُس نے اپنے آبائی وطن افغانستان کو بھی ہندوستان کا ایک ماتحت صوبہ قرار دے دیا۔ جب بابر مرنے لگا تو اُس نے اپنے بیٹے ہمایوں کو وصیت کی کہ "اِس ملک کے غیر مسلم باشندوں کے مذہبی احساسات اور جذبات کا پورا پورا خیال رکھنا" بابر کا یہ وصیت نامہ آج بھی بھوپال کے کتب خانہ میں موجود ہے۔ پھر شاہان ہند نے جتنی بھی عظیم الشان تاریخی عمارتیں تعمیر کیں وہ اپنے آبائی وطن میں نہیں بلکہ ہندوستان ہی کی سرزمین پر تعمیر کیں اگر شاہان ہند کو اِس ملک سے لگاؤ نہ ہوتا تو یہ عمارتیں ہندوستان کی بجائے بیرونی اسلامی ممالک میں تعمیر کی جاتیں۔

مغل ہوں یا لودھی۔ تغلق ہوں یا خلجی۔ اِن میں سے کسی خاندان کے بادشاہوں کی بھی یہ اسٹیٹ پالیسی نہیں رہی کہ وہ تبلیغ اسلام یا اشاعتِ اسلام کا کام انجام دیتے۔ بلکہ ان سب ہی نے اپنی حکومت کی ایک ایسی سیکولر پالیسی اختیار کی تھی جس میں کہ تمام مذاہب کے افراد کے لئے یکساں آزادی حاصل تھی۔ مسلمان جب شروع شروع ہندوستان آئے تو انھوں نے عہدوں کی تقسیم میں ضرور احتیاطات کام لیا لیکن جب وہ اس ملک کے باشندوں میں گھل مل گئے تو عہدوں کی تقسیم میں ہندو مسلم کا امتیاز بالکل ختم ہوگیا۔ چنانچہ سکندر لودھی نے ہندوؤں پر زور دیا کہ وہ اس زمانہ کی سرکاری زبان فارسی ضرور پڑھیں تاکہ انہیں بڑے بڑے اور ذمہ دارانہ سرکاری عہدے دئے جاسکیں۔ پھر اس بادشاہ اور اس کے جانشینوں نے بڑے بڑے عہدوں پر ہندوؤں کو سرفراز کیا۔ اور مغلوں کے زمانہ میں تو حالت یہ تھی کہ تقریباً تمام بڑے اور کلیدی عہدوں پر ہندوؤں کا قبضہ تھا۔

ایک محب وطن حکومت کی نشانی یہ ہے کہ وہ ایک طرف تو اندرونی طور پر ملک کو خوشحال بنانے کی کوشش کرے اور دوسری جانب ڈیفنس یعنی بیرونی حملوں سے ملک کے تحفظ کے لئے اپنی تمام تر کوشش صرف کرے۔ چنانچہ دیگر مسلمان بادشاہوں نے عموماً اور مغلوں نے خصوصاً ملک کو بیرونی حملوں سے بچانے کا پورا پورا اور خاطر خواہ بندوبست کیا۔ اندرونِ ملک جرائم کا انسداد کیا۔ اخلاق عامہ کو جلا دی۔ جان و مال کی حفاظت کے انتظامات کیے۔ عدل و انصاف کا سکہ جاری کیا۔ تجارت کو ترقی دی۔ صنعت و حرفت کو خوب بڑھایا۔ آمد و رفت کے ذرائع کو وسعت دی۔ نئی نئی سڑکیں بنائیں۔ سڑکوں کے کنارے سرائیں قائم کیں جن میں مسافروں کو مفت کھانا دیا جاتا تھا۔ شفاخانوں اور مدارس کی تعمیر کی اور نظم و نسق کو بہتر سے بہتر بنایا۔ چنانچہ مغلوں ہی کے زمانہ کے قائم کردہ نظم و نسق پر انگریزوں نے اس ملک میں آکر اپنی حکومت کی بنیاد رکھی۔

ایک محب وطن حکومت کا فرض یہ بھی ہے کہ وہ ملک کے باشندوں کے دماغ کو علم سے آراستہ کرے اور اس معاملہ میں مسلمان بادشاہ کسی سے پیچھے نہیں تھے۔ چنانچہ مغلیہ دور میں ابتدائی اور اعلیٰ تعلیم کے لئے بے شمار مساجد کے ساتھ مدارس ملحق تھے۔ خانقاہیں پاٹ شالے اور بڑے بڑے مدارس تھے۔ ہندو اور مسلمان ایک ساتھ ان مدارس میں تعلیم پاتے تھے۔ کسی کے لئے کسی قسم کی رکاوٹ نہیں تھی۔ اورنگزیب کے زمانہ میں بقول ہملٹن ٹھٹھہ (سندھ) میں چار سو مدارس تھے۔ جہاں دینیات۔ لسانیات اور سیاسیات کی تعلیم دی جاتی تھی۔ میجر باسو نے میکس مولر کے حوالے سے لکھا ہے کہ "بنگال میں انگریزوں کی آمد سے قبل اسی ہزار مدارس تھے۔ اِن مدارس میں تاریخ جغرافیہ۔ سیاسیات اور مقامی زبانوں کی تعلیم دی جاتی تھی۔"

مغلوں کی آمد سے قبل ہندوستان صرف ایک زرعی ملک تھا۔ لیکن مغلوں نے جہاں اس ملک کی زراعت کو ترقی دینے کے لئے نئی نئی نہریں کھدوائیں وہاں صنعتوں کو بھی خوب فروغ دیا۔ چنانچہ یہاں کا سوتی اور ریشمی کپڑا ساری دنیا میں اپنا جواب نہیں رکھتا تھا۔ اس کے علاوہ ہندوستان کی بندوقیں۔ چاقو۔ برتن۔ مسالے۔ تمباکو۔ چمڑا۔ کشمیر کی شالیں۔ آگرہ کے قالین و ڈھاکہ کی ململ ساری دنیا میں مشہور تھی۔ ہندوستان میں جہاز سازی بھی ہوتی تھی یہاں تک کہ انگریز اور ڈچ اسی ملک میں اپنے جہاز تیار کراتے تھے۔ انڈسٹریل کمیشن کی رپورٹ ہے کہ مغلوں کے عہد میں ہندوستان کی صنعتی ترقی یورپین ممالک سے کہیں زیادہ تھی۔

مغلوں کے عہد کی ایک بڑی خوبی یہ بھی ہے کہ اُسی زمانہ میں ملک میں مشترک ہندو مسلم تمدن کی بنیاد پڑی۔ چنانچہ آجکل کے زمانہ میں بھی ہندوستانی کھانوں۔ لباس۔ طرز بود و باش اور آداب مجلس میں جو مشرقی رنگ جھلک رہا ہے یہ مغلوں ہی کے زمانہ کی یادگار ہے۔ پھر فنون لطیفہ یعنی نقاشی۔ فن تعمیر۔ شاعری اور موسیقی کے مذاق کو بھی بہتر بنانے میں مغلوں نے نمایاں حصہ لیا ہے۔

سرسید لکھتے ہیں کہ۔ ہندوستانیوں کو جوتا پہننا مغلوں نے سکھایا اور جسم کا پورا سلا ہوا لباس اس ملک میں رائج ہوا۔ انواع و اقسام کے کھانے پکانا۔ قالینوں پر بیٹھنا۔ باغات اور مکانات کی آراستگی اور تہذیب و شائستگی کی بے شمار چیزیں مغلوں ہی کے زمانہ میں پھیلیں۔

مختصر یہ کہ مغل بادشاہوں نے خصوصاً اور ہندوستان کے دوسرے مسلمان بادشاہوں نے عموماً سچے محبان وطن کی طرح اس ملک کو ہر اعتبار سے آگے بڑھانے کی کوشش کی انھوں نے اس ملک کی دولت کو باہر جانے پر شدید پابندیاں عائد کر رکھی تھیں تاکہ یہاں کے باشندے زیادہ سے زیادہ خوشحال دکھائی دیں۔ مسلمان بادشاہوں نے اس ملک میں بسنے کے بعد اپنے آبائی وطن کو قطعی بھلا دیا۔ (باقی صفحہ ۲۸ پر)

اسلام اور غیر مسلم



اسلام ایک جرمن مفکر کی نظر میں

ڈاکٹر۔ ایچ۔ مارکسؒ کے اسلام کے بارے میں احساسات

(ڈاکٹر۔ ایچ۔ مارکس کے ایک مقالہ سے ماخوذ)

ڈاکٹر ایچ مارکس جرمنی کے ایک نامور مفکر ہیں جو زمانہ دراز تک مختلف مذاہب کا مطالعہ کرتے رہے ہیں۔ اور اسلام کی خوبیوں سے اسقدر متاثر ہوئے ہیں کہ انھوں نے اسلام قبول کر لیا ہے ذیل میں اُن کے ایک طویل مقالہ کا اقتباس پیش کیا جا رہا ہے دین دنیا میں بڑی پابندی کے ساتھ اسلام کے بارے میں غیر مسلموں کے خیالات درج کئے جاتے ہیں یہ مضمون بھی اِسی سلسلہ کی ایک کڑی ہے۔

اسلام کی سب سے بڑی خوبی یہ ہے کہ اُس نے اِنسان کے اخلاق اور کردار کو بلند بنانے میں نمایاں حصہ لیا ہے اور اسلام کی اسی خوبی نے مجھے سب سے زیادہ متاثر کیا ہے۔ یہ ایک امر مسلمہ ہے کہ دنیا کی تمام ترقیوں اور انسانی معاشرہ کی پاکیزگی اور صحت مندی کا دار و مدار افراد کے اعلیٰ کردار پر موقوف ہے۔ اسی لئے اسلام نے افراد کے کردار کی اصلاح اور بلندی پر سب سے زیادہ زور دیا ہے۔

یوں تو دنیا کے کسی سماج یا معاشرہ کو بھی بلند کردار افراد کے وجود سے خالی نہیں قرار دیا جا سکتا اور دنیا کے کسی مذہب یا اصلاحی تحریک کے بارے میں یہ نہیں کہا جا سکتا کہ اُس کے ماننے والوں میں اعلیٰ کردار کے افراد موجود نہیں ہیں۔ لیکن ان تمام مذاہب اور اصلاحی تحریکوں سے جو بات اسلام کو ممتاز بنا تی ہے وہ یہ ہے کہ اُس نے افراد کے اعلیٰ کردار کو ابھارنے پر سب سے زیادہ زور دیا ہے اور اسلام کی اِس تعلیم کی بدولت مسلمانوں میں اعلیٰ کردار رکھنے والے بے شمار لوگ پیدا ہوئے ہیں۔ جن میں سے دور اول کے مسلمان خاص طور پر قابل ذکر ہیں جو صحابہ کہلاتے ہیں اور جن کے حالات نے مجھے بے حد متاثر کیا ہے۔

اسلام سے پہلے جتنے بھی عظیم مذاہب ہوئے ہیں جن میں کہ عیسائیت بھی شامل ہے یہ سب ہی اپنے زمانہ میں انسان کے کردار کی اصلاح کے لئے ظاہر ہوئے تھے۔ لیکن اول تو اِنھوں نے عمومیت کے ساتھ زندگی کے روحانی پہلو کی اصلاح پر زور دیا ہے مگر مادی گوشوں کو نظر انداز کر دیا ہے۔ چنانچہ ان سب کا زور مذہبی عقائد کی اصلاح پر مرکوز ہو کر رہ گیا تھا۔ لیکن اسلام ایک ایسا مذہب ہے جس نے کہ جہاں انسان کے روحانی پہلو اور عقائد کی اصلاح کی کوشش کی ہے وہاں اُس نے مادی زندگی کے گوشوں کی اصلاح میں بھی بنی نوع انسان کی صحیح رہنمائی کی ہے۔ اور اُسی کا یہ نتیجہ تھا کہ مسلمانوں کو مختصر سی مدت میں جہاں روحانی عظمت حاصل ہو گئی تھی وہاں اُنہیں ہر قسم کا دنیاوی اقتدار بھی حاصل ہو گیا تھا۔ اگر اسلام نے روحانی تربیت کے ساتھ ساتھ اپنے مقلدوں کو مادی تربیت نہ کی ہوتی تو وہ چند سال کے اندر اندر حکمراں نہیں بن سکتے تھے۔

اسلام اور اُس کے مقلدوں کے ارتقا کی تاریخ بے مثال ہے کہ اِس مذہب کے ظہور کے چند ہی سال بعد وہ افراد برسرِ حکومت آ گئے تھے جنھیں عرب سے باہر کی دنیا میں پس ماندہ سمجھا جاتا تھا۔ پھر ان افراد کی حکومت اور ان کے اقتدار کا دائرہ بھی محدود نہیں رہا تھا بلکہ اُنہیں اُس دور کی تمام زبردست سلطنتوں پر فاتحانہ غلبہ بھی حاصل

ہوگیا تھا۔ اور اقتدار حاصل ہونے کے بعد ان لوگوں نے اپنے اخلاق اور کردار کی بلندی کے جو ثبوت بہم پہنچائے ہیں وہ حیرت انگیز ہونے کے ساتھ ساتھ اس حقیقت پر گواہی دیتے ہیں کہ اُن کی یہ قلب ماہیت اسلام کی اخلاقی تعلیم ہی کی بدولت ہوئی تھی۔

دنیا کی تاریخ ہمیں بتاتی ہے کہ جو لوگ کہ مدتوں حکومت اور اقتدار سے محروم رہنے کے بعد برسراقتدار آتے ہیں وہ عوام کے لئے ایک مصیبت ثابت ہوتے ہیں یہاں تک کہ وہ دوسروں کو زندہ رہنے کے حق سے بھی محروم کردینا چاہتے ہیں لیکن مسلمانوں کا عمل اس عام روش سے بالکل الگ رہا ہے۔ چنانچہ اسلام کے اولین حکمراں یعنی خلفائے راشدین جب برسراقتدار آئے تو وہ عوام کے لئے فرشتہ ثابت ہوئے ہیں۔ یہ ایک عظیم سلطنت کے حکمراں ہونے کے باوجود ایک طرف تو غریبانہ زندگی بسر کرتے تھے۔ اور دوسری طرف وہ اپنے اختیارات اور دولت کو مذہب و ملت کے اصول و قانون سے بالاتر ہوکر یعنی محض اپنے فائدے اور مفاد کے لئے استعمال کرتے تھے۔ اور یہ سب کچھ اُس اعلیٰ اخلاق اور کردار کا نتیجہ تھا جو اسلامی تعلیمات کی بدولت ان میں پیدا ہوا تھا۔

حکومت کی کرسی کے بارے میں یہ بات مشہور ہے کہ اگر اُس پر کسی فرشتہ کو بھی بٹھا دیا جائے تو وہ شیطان بن جاتا ہے۔ لیکن خلفائے راشدین اگرچہ بااختیار حکمراں تھے مگر اُنھوں نے اللہ کے بندوں کی خدمت کو اپنا مشن بنا لیا تھا۔ وہ شہنشاہ ہونے کے باوجود عام شہریوں جیسی غریبانہ زندگی بسر کرتے تھے۔ اپنی روزی کمانے کے لئے خود محنت اور تجارت کرتے تھے۔ بھرے بھرے مجمعوں میں اُن کے اعمال پر تنقید کی جاتی تھی تو وہ اُسے خندہ پیشانی سے برداشت کرتے تھے۔ اُن پر جب کوئی دعویٰ کیا جاتا تھا تو خود عدالت میں جاکر پیروی اور جواب دہی کرتے تھے۔ کیسا بلند کردار تھا ان بزرگوں کا۔

خلفائے راشدین اور دوسرے اکابر صحابہ کی زندگی اتنی سادہ تھی کہ جب دوسرے ملکوں کے سفیر دربار خلافت میں آتے تھے تو اُن کے اور خلیفہ اور عام مسلمانوں یا پھر سپہ سالار اور معمولی سپاہیوں کے درمیان امتیاز کرنا بھی ممکن نہیں ہوتا تھا۔ اور اس سے بخوبی اندازہ لگایا جاسکتا ہے کہ اسلام نے اِن بزرگوں کو کردار کو کس قدر بلند بنا دیا تھا۔

عدل و انصاف کے زاویہ نظر سے اُن کے اعلیٰ کردار کا اندازہ اس بات سے ہوسکتا ہے کہ خلیفہ دوم حضرت عمر فاروق نے اپنے فرزند کی ایک لغزش پر اُنہیں سخت ترین سزا دی تھی۔ اور اُنھوں نے مصر کے گورنر سعد بن ابی وقاص کے فرزند کو اِس لئے برسر دربار سزا دی تھی کہ اُس نے مصر کے ایک غیر مسلم کو بلاوجہ تھپڑ مارا تھا۔ چنانچہ عدل و انصاف کے معاملہ میں خلفائے راشدین کا زاویہ نظریہ تھا کہ جب تک وہ ظالموں سے مظلوموں کا انتقام نہ لے لیں۔ اور طاقتوروں سے کمزوروں کے حقوق واپس نہ دلا دیں اُنھیں چین سے نہیں بیٹھنا چاہئے۔

اسلام کی ان ہی اخلاقی تعلیمات نے عربوں کو حیرت انگیز طریقہ پر تہذیب اور شائستگی کی اُن منزلوں کو طے کرنے کے قابل بنا دیا تھا۔ جنھیں دنیا کی بہت سی قومیں اب تک بھی طے نہیں کرسکی ہیں۔ اسی لئے دور اول کے مسلمانوں کے اخلاق اور کردار کو انسانی اخلاق اور کردار کا بلند ترین معیار سمجھا جاتا ہے۔ اور ان کے اسی اعلیٰ کردار نے ایک ایسے سماج کی تخلیق کی تھی جو اپنی رواداری وسعت نظر اور انسانی قدروں کی بلندی کی وجہ سے دنیا کے تمام معاشروں پر فوقیت رکھتا ہے۔

میں سمجھتا ہوں کہ اسلام دنیا کا واحد مذہب ہے جس نے کہ انسانی کردار کو بلند بنانے پر سب سے زیادہ زور دیا ہے۔ اور یہ اسلام کی ایک ایسی خصوصیت ہے جو دیگر مذاہب میں مفقود ہے۔ چنانچہ آج بھی ہم دیکھتے ہیں کہ اسلامی تعلیمات کو پیش نظر رکھنے والے مسلمانوں کا کردار دوسرے لوگوں کے مقابلہ میں نہ صرف بلند ہے بلکہ دوسروں کے لئے مشعلِ ہدایت بھی ہے۔

شاہانِ ہند کی حب الوطنی

(باقی ص ۲۶ سے)

وہ اسی ملک میں بس گئے یہیں شادی اور بیاہ کیا اور اسی ملک کی خاک میں مل گئے ایسی حالت میں کون اُن کی حب الوطنی کو شک اور شبہ کی نظر سے دیکھ سکتا ہے۔ شاہانِ ہند صرف اس ملک کے محب وطن فرزند ہی نہیں تھے بلکہ انھوں نے ہی اس ملک کو اُس زمانہ میں سیکولرزم سے آشنا کیا جبکہ کوئی یہ جانتا بھی نہ تھا کہ سیکولرزم کیا ہے؟۔ ایسی حالت میں انہیں بدنام کرنا اس ملک کی قابلِ قدر تاریخ کو مسخ کرنا ہے۔

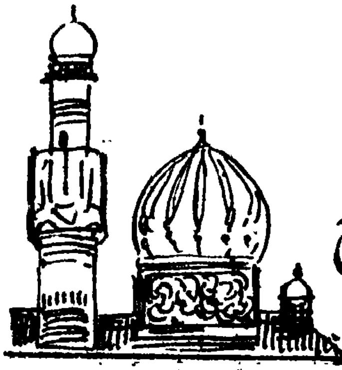
فاتح سندھ محمد بن قاسم

(باقی مضمون صفحہ ۲۸)

کہ سرکاری خرچ سے مندروں کی مرمت کرائے اور جو مندر مسمار ہو گئے ہیں انھیں نئے سرے سے تعمیر کیا جائے۔ نیز ایسے حالات پیدا کئے جائیں کہ ہندو بے خوف و خطر پوجا کے لئے مندروں میں آ سکیں تم نے کاشتکاروں۔ تاجروں اور کاریگروں کے حال پر تو بڑی مہربانیاں کی ہیں وہ سب اپنے کاموں میں لگ گئے ہیں لیکن ہم لوگ جو مندروں اور دھرم کے محافظ ہیں تمہاری مہربانیوں سے کیوں محروم رہیں گے

محمد بن قاسم اگرچہ خود بھی بے حد وسیع نظر تھا مگر پھر بھی وہ اس مذہبی معاملہ میں اپنی رائے سے کوئی فیصلہ نہ کر سکا اور اس نے حجاج بن یوسف کے پاس ایلچی روانہ کیا اور برہمنوں کے مطالبات کی تفصیل لکھ کر مشورہ طلب کیا تو حجاج نے محمد بن قاسم کو لکھا: "سندھ کے ہندو چونکہ اطاعت قبول کرنے کے بعد ہماری پناہ میں آ گئے ہیں اس لئے تمہیں چاہئے کہ اُن کے مندروں اور عبادت خانوں کی مرمت کراؤ اور ان کے لئے عبادت کی پوری سہولت اور آزادی دو یہی اسلام کا حکم ہے"

خلافت اسلامیہ سے اجازت ہونے کے بعد محمد بن قاسم نے سندھ کے تمام غیر مسلم اکابر اور امرا کو بلایا۔ ان سے برہمنوں کے حقوق اور مراسم کی تحقیق کی۔ تمام شکستہ مندروں کی از سر نو تعمیر کا حکم دیا۔ ہندو حکومت کے زمانہ میں محاصل ملکی میں سے تین فیصد روپیہ الگ مندروں کے لئے دیا جاتا تھا۔ محمد بن قاسم نے یہ رعایت بحال کر دی اور اعلان کر دیا کہ برہمن جس وقت چاہیں اپنے مندروں کی مرمت اور ضروری اخراجات کے لئے خزانہ شاہی سے حسب ضرورت روپیہ برآمد کرا سکتے ہیں۔ اس کے علاوہ محمد قاسم نے برہمنوں میں سے سب سے بڑے برہمن کو "رانا" کا خطاب دے کر ہندوؤں کے مذہبی امور کا مہتمم اور نگراں مقرر کر دیا۔ اور یہ بھی اعلان کر دیا کہ ہندوؤں کے مذہبی امور کے مقدمات کا فیصلہ ان ہی کی دھارمک عدالتوں کے ذریعہ ہوگا



صحابہ کرام کا بلند کردار

وہ بزرگ جنکی ذات سے انسانیت کی تکمیل ہوئی

(از شوکت علی فہمی)

صحابہ کرام وہ قابل احترام بزرگ ہیں جنہوں نے کہ رسول مقبول صلعم سے فیض حاصل کیا تھا۔ اور ان نہالوں نے اپنے بلند اور پاکیزہ کردار کا بے مثال نمونہ پیش کر کے ساری دنیا کو حق شناسی اور انسانیت کا سبق پڑھایا تھا۔ چنانچہ ہم ذیل میں ان مقدس ہستیوں سے متعلق چند واقعات پیش کر رہے ہیں۔

حضرت عبداللہ بن عمرؓ بہت بڑے صحابی تھے۔ انہیں جب معلوم ہوا کہ امیر معاویہ اپنے بیٹے یزید کو ولیعہد بنانا چاہتے ہیں تو آپ نے کھلم کھلا امیر معاویہ کی مخالفت شروع کر دی۔ لوگوں نے حضرت عبداللہ بن عمرؓ کو مشورہ دیا کہ وہ کھل کر مخالفت نہ کریں کیونکہ ممکن ہے کہ امیر معاویہ کے ہاتھوں انھیں نقصان پہنچ جائے۔ اس پر آپ نے کہا "کیا تم لوگ حق کی آواز کو دبانا چاہتے ہو۔ میں جان دے سکتا ہوں لیکن حق گوئی سے کبھی باز نہیں رہ سکتا"

یزید کے خلاف جب حضرت عبداللہ بن عمرؓ کی مخالفت زیادہ بڑھی تو امیر معاویہ نے حضرت عمر بن عاص کو بے اندازہ مال و دولت دیکر حضرت عبداللہ بن عمرؓ کے پاس بھیجا تاکہ وہ مال و زر کے لالچ کے ذریعہ حضرت عبداللہ بن عمرؓ کو خاموش کر سکیں لیکن حضرت عمرو بن عاص نے جب حضرت عبداللہ بن عمرؓ کی خدمت میں حاضر ہو کر اپنا مقصد بیان کیا تو حضرت عبداللہؓ کا چہرہ غصہ سے سرخ ہو گیا۔ اور آپ نے کہا کہ "میرے پاس سے فوراً چلے جاؤ اور آئندہ کبھی اس مقصد کے لئے ادھر رخ نہ کرنا۔ یاد رکھو کہ میرا ایمان دینار و درہم کے بدلے میں کبھی نہیں بک سکتا میری خواہش صرف یہ ہے کہ جب میں دنیا سے جاؤں تو میرا دامن پاک و صاف ہو"

صحابہ کرام راگ و رنگ سے ہمیشہ پرہیز کرتے تھے۔ اگر اتفاق سے گانے یا باجے کی آواز اُن کے کانوں میں آجاتی تھی تو کان بند کر لیتے تھے۔ حضرت عبداللہ بن عمرؓ ایک مرتبہ اونٹ پر جا رہے تھے کہ بانسری کی آواز کان میں آئی تو فوراً کانوں میں انگلیاں دے لیں اور اُس راستہ کو چھوڑ کر دوسرا راستہ اختیار کر لیا۔ اور بار بار اپنے غلام سے پوچھتے جاتے تھے کہ آواز آنی بند ہوئی یا نہیں۔ جب اُس نے یہ کہہ دیا کہ آواز آنی بند ہو گئی ہے تب کانوں سے انگلیاں نکالیں۔

صحابہ کرام کی حق گوئی کا یہ عالم تھا کہ وہ بڑے سے بڑے حکمرانوں کو بھی بے دھڑک ٹوک دیتے تھے۔ ایک مرتبہ مصر کے گورنر عقبہ بن عامر نے مغرب کی نماز میں ذرا دیر کر دی تو نامور صحابی حضرت ابو ایوب انصاریؓ نے مسجد ہی میں اُن سے سوال کر لیا کہ "عقبہ یہ کیسی نماز ہے" عقبہ نے کہا کہ "ایک کام کی وجہ سے دیر ہو گئی" تو آپ نے فرمایا "جب تم ہی نماز کی پابندی نہیں کرو گے تو عوام کیوں نہ غفلت سے کام لیں گے"

غزوہ روم کے زمانہ میں جہاز میں بہت سے جنگی قیدی سوار تھے۔ حضرت ابو ایوبؓ ادھر سے گزرے تو دیکھا کہ قیدیوں میں ایک عورت بھی ہے جو زار و قطار رو رہی ہے۔ آپ نے سبب پوچھا تو لوگوں نے کہا کہ اس کا لڑکا اس سے چھین کر الگ کر دیا گیا ہے۔ حضرت ابو ایوب یہ سنکر بے چین ہو گئے۔ قیدیوں میں سے لڑکے کو تلاش کیا۔ اور لڑکے کا ہاتھ پکڑ کر عورت کے ہاتھ میں دے دیا۔

قیدیوں کے افسر نے امیر سے ابو ایوبؓ کی شکایت کی اور امیر نے اُن سے باز پرس کی تو کہا ”رسول اللہ صلعم نے اِس قسم کے ستم اور زیادتی کی مخالفت کی ہے ایسا کرنا شریعت اسلامیہ کے خلاف ہے“ امیر خاموش ہو گیا۔

عبدالملک بن مروان کے زمانۂ خلافت میں حجاج بن یوسف مشرقی ممالک کا گورنر تھا۔ یہ ظلم و ستم میں اپنا ثانی نہیں رکھتا تھا۔ نامور صحابی حضرت انسؓ اُس کے ظلم و جور کو سخت ناپسند کرتے تھے جب حجاج بصرہ آیا تو اُس نے حضرت انسؓ کو بلا کر کہا ”میں نے سنا ہے کہ تم کو میرے ظلم کی شکایت ہے اور تم عوام کو میرے خلاف بھڑکاتے رہتے ہو“ آپ نے جواب دیا کہ ”ہمارا کام ہی یہ ہے کہ جو شخص غلط راستہ پر چلے اُسے متنبہ کریں“ اِس پر حجاج نے برافروختہ ہو کر انہیں ذلیل کرنے کی غرض سے اُن کی گردن پر مہر لگوا دی لیکن جب اس واقعہ کا علم خلیفہ عبدالملک کو ہوا تو اُس نے فوراً حجاج کو ایک تنبیہ آمیز خط لکھا اور حکم دیا کہ حضرت انسؓ سے فوراً اُن کے مکان پر جا کر معافی مانگو ورنہ تمہارے ساتھ بہت برا سلوک کیا جائے گا۔ حجاج مع درباریوں کے خدمت انسؓ میں حاضر ہوا اور معافی مانگی۔

حضرت انسؓ بے حد دولت مند تھے۔ بصرہ سے دو فرسخ کے فاصلہ پر طف میں اُنھوں نے ایک شاندار مکان بنوایا تھا اور وہیں رہنے لگے تھے۔ لیکن اُن کا مکان مسافروں اور غریبوں کی آماجگاہ بنا رہتا تھا۔ یہ مسافروں اور غریبوں پر دل کھول کر دولت صرف کرتے تھے اور فرمایا کرتے تھے کہ ”خدا نے مجھے جو کچھ دیا ہے وہ صرف میرا نہیں ہے اس میں غریبوں کا بھی بہت بڑا حصہ ہے اور غریبوں کے حصہ کی ادائیگی مجھ پر فرض ہے“ اچھا کپڑا پہنتے تھے اور اچھا کھاتے تھے۔ اور کہا کرتے تھے ”انسان کا خوشحال ہونے کے باوجود خوشحالی کو چھپانا اللہ کی ناشکری اور بخل ہے“ آپ میں تحمل اور بردباری انتہا کو پہنچی ہوئی تھی۔ لوگوں کی سخت سے سخت بات بھی برداشت کر لیتے تھے۔

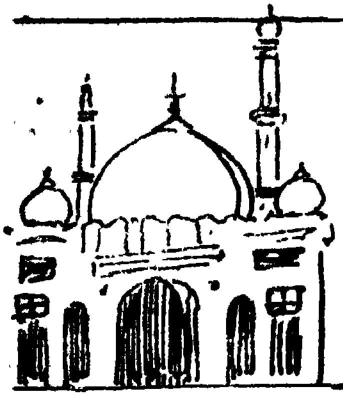
مشہور سخت گیر حاکم حجاج بن یوسف نے اپنے بیٹے کو بصرہ کا قاضی مقرر کرنا چاہا حضرت انسؓ کو خبر ہوئی تو خلیفہ عبدالملک بن مروان کو لکھا کہ۔ قاضی کا عہدہ اُن لوگوں کو ہرگز نہیں دیا جانا چاہئے جو ظالم اور جابر ہیں۔ اگر ایسا کیا گیا تو مخلوق خدا کے لئے بڑی پریشانی پیدا ہو جائے گی۔ اور عدل و انصاف کا دروازہ اللہ کی مخلوق پر بند ہو جائے گا۔ اور قیامت کے دن اِس کے لئے حجاج کو ہی جواب دینا ہوگا۔ خلیفہ نے فوراً احکامات جاری کر دئے کہ حجاج کے بیٹے کو قاضی کا عہدہ نہ دیا جائے۔

حضرت ابو سعید خدریؓ بہت بڑے صحابی تھے۔ حق گوئی اُن کا شعار تھا۔ امیر معاویہ کے عہد حکومت میں بہت سی نئی باتیں پیدا ہو گئی تھیں۔ حضرت ابو سعیدؓ طویل سفر کر کے اُن کے پاس گئے اور اُن سے کہا کہ ”تم نے جو مسند سنبھالی ہے وہ بادشاہوں کی مسند نہیں ہے بلکہ خلفائے راشدین کی مسند ہے لہٰذا تمہیں چاہئے کہ اُس کا پورا پورا احترام کرو۔ یہ بات تمہارے لئے کسی طرح بھی موزوں نہیں کہ تم رسول اللہ صلعم کی سنت کو چھوڑ کر قیصر و کسریٰ کی سنت پر عمل کرو“ امیر معاویہؓ نے بڑے تحمل کے ساتھ حضرت ابو سعیدؓ کی نصیحتیں سنیں۔ جب جانے لگے تو ایک بہت بڑی رقم نذرانے کے طور پر پیش کی تو آپ نے کہا ”میرے پاس خدا کا دیا ہوا سب کچھ ہے۔ مناسب ہے کہ اِس رقم کو غریبوں میں تقسیم کر دو“۔

صحابہ کرام ہمیشہ ہی دوسروں کی غلطیوں سے درگزر کرتے تھے ایک مرتبہ حضرت عقبہ بن عامرؓ کے کاتب نے اُن سے کہا کہ ”میرے پڑوسی بے حد شراب پیتے ہیں۔ اور شور غل کرتے رہتے ہیں۔ میں نے انہیں بار بار منع کیا مگر نہیں مانتے اب میں اِس بات کے لئے مجبور ہوں کہ انہیں پولیس کے حوالے کر دوں“ یہ سن کر آپ نے فرمایا ”جانے بھی دو اِن کی اصلاح ہی کرنی ہے تو نصیحت سے کرو اگر خدا بھی ہماری غلطیوں کی سزا دینے لگے۔ تو سوچو کہ ہمارا انجام کیا ہوگا۔ وہ رحیم و کریم ہے اُس کے بندوں کو بھی رحم و مروت سے کام لینا چاہئے“

صحابہ کرام۔ پڑوسیوں غریبوں اور یتیموں کی خدمت کو اپنے لئے فرض خیال کرتے تھے۔ حضرت عبداللہ بن عمرؓ ہمیشہ کسی نہ کسی یتیم یا غریب کو اپنے ساتھ کھانے میں شامل کر لیتے تھے۔ اور فرمایا کرتے تھے کہ ”جب تک میرے ساتھ دسترخوان پر کوئی یتیم اور غریب نہ ہو تو میرے حلق سے نوالہ نہیں اترتا“ صحابہ کرام کو یتیموں سے اس قدر محبت تھی کہ وہ بلا تکلف اپنی لڑکیوں کی شادیاں یتیم لڑکوں سے کر دیا کرتے تھے۔ چنانچہ حضرت صالحؓ نے

(باقی صفحہ ۴۶ پر)



جب موت کا فرشتہ سامنے آتا ہے

نامور سلاطین اور بادشاہوں کا آخری وقت

(ہمارے مورخ کے قلم سے)

دنیا کے وہ باعظمت سلاطین اور امرا جن کے نام سے لوگ کانپتے تھے۔ زندگی کے آخری لمحوں میں اُن کی حالت کس قدر عبرت انگیز تھی اُس کا اندازہ ذیل کے مقالہ سے بخوبی ہو سکتا ہے۔ اس مقالہ کے پڑھنے سے یہ محسوس ہوتا ہے۔ کہ بڑے سے بڑے انسان کی دنیاوی زندگی بھی ایک خواب اور فریب سے زیادہ اہمیت نہیں رکھتی۔

امیر معاویہؓ اپنے زمانے کے بہت بڑے اور باعظمت حکمراں ہوئے ہیں۔ یہ ابتدا میں شام کے گورنر تھے۔ لیکن حضرت علی کرم اللہ وجہہ کی شہادت اور حضرت امام حسن کی خلافت سے دست برداری کے بعد پوری دنیائے اسلام کے خلیفہ بن گئے تھے۔ تدبر اور ہوشمندی میں یہ اپنا جواب نہیں رکھتے تھے انھوں نے بڑی شان اور دبدبہ کے ساتھ حکومت کی ہے۔

لیکن یہ سنہ ۶۰ ہجری میں جب مرض الموت میں مبتلا ہوئے تو انہیں یہ ساری دنیاوی عظمت بے حقیقت معلوم ہونے لگی۔ حکومت کے لئے انھوں نے جو جوڑ توڑ کئے تھے اِس پر آخری وقت میں بے حد متاسف تھے۔ اور کہا کرتے تھے کہ "کاش میں ایک حکمراں ہونے کے بجائے ایک معمولی انسان ہوتا کہ اپنے پروردگار کے سامنے سرخرو ہو کر جاتا۔"

جب وقت آخر آیا تو انھوں نے کہا "مجھے بٹھا دو" چنانچہ انہیں بٹھا دیا گیا۔ بہت دیر تک ذکر الٰہی میں مصروف رہے پھر رونے لگے اور کہا "اے معاویہ اب اپنے رب کو یاد کر رہا ہے جبکہ بڑھاپے نے کسی کام کا نہ رکھا۔ اور جسم کی چولیں ڈھیلی ہو چکی ہیں۔ تمام عمر تو دنیا کی الجھنوں میں پھنسا رہا اور یہ نہ سوچا کہ یہ ساری دنیاوی نعمتیں بے حقیقت ہیں"

پھر امیر معاویہ چلّا چلّا کر رونے لگے اور دعا کی کہ "اے پروردگار معاویہ بہت بڑا گناہگار ہے۔ اسے معاف کر دے اور اس بوڑھے پر رحم فرما۔ اِس کی لغزشوں کو نظر انداز کر دے۔ میں دنیا میں پھنس کر تجھے بھول گیا تھا۔ اور آج شرمسار تیری خدمت میں حاضر ہو رہا ہوں۔"

اُن کی دونوں لڑکیاں تیمار داری کر رہی تھیں۔ جب اُنھوں نے کروٹ بدلوائی تو اُنہیں بغور دیکھا اور کہا "کیسی عبرت کا مقام ہے۔ کہ جو شخص ملکوں کی قسمتیں بدلا کرتا تھا آج وہ کروٹ بھی نہیں بدل سکتا اور جس شخص نے دنیا بھر کے خزانے اپنی اولاد کے لئے جمع کر دئے وہ عاقبت کے لئے کچھ بھی جمع نہ کر سکا۔ میں گناہوں کا بوجھ لئے خالی ہاتھ جا رہا ہوں۔" یہ کہہ کر اس قدر روئے کہ بے ہوش ہو گئے۔

عبدالملک بن مروان امیر معاویہ کے بعد خاندان بنی امیہ کا دوسرا قابل ذکر حکمراں ہوا ہے۔ عبدالملک نے بنی اُمیہ کے اُس قصر حکومت کو جس کی بنیادیں یزید کی بے عقلی سے ہل گئی تھیں از سر نو تعمیر کیا تھا۔ لیکن جب سنہ ۸۶ ہجری میں یہ مرض الموت میں مبتلا ہوا تو اُس کی حالت بھی بڑی عبرت انگیز تھی۔

عبدالملک ڈیڑھ سال سے استسقا کے مہلک مرض میں مبتلا تھا۔ اُس کی کیفیت یہ تھی کہ وہ رات دن پانی پیتا تھا مگر اُس کے پیٹ کی آگ کسی طرح بھی نہیں بجھتی تھی۔ عبدالملک کی حالت جب زیادہ خراب ہو گئی تو اطبا نے پانی پینے پر سختی کے ساتھ پابندی لگا دی تو بچوں کی طرح زار و قطار رونے لگا اور کہا "دنیا سمجھتی ہے کہ میں ایک وسیع سلطنت کا شہنشاہ ہوں مگر میری محتاجی کا یہ عالم ہے کہ پانی کو بھی ترستا ہوا جا رہا ہوں۔"

مرتے وقت اپنے بیٹے ولید سے کہا "میں وہ بدنصیب ہوں جس نے اپنی سلطنت کو وسیع کرنے کے لئے جائز و ناجائز ہر کام کیا یہاں تک کہ خانہ کعبہ پر سنگ باری سے بھی گریز نہیں کیا۔ اور دنیا کے لئے عاقبت کو بھلا دیا۔ نہ جانے میرا کیا حشر ہوگا" یہ کہہ کر عبدالملک بُری طرح رونے لگا۔

حضرت عمر بن عبدالعزیز اپنے دور کے نہایت ہی نیک دل اور عبادت گزار حکمراں ہوئے ہیں۔ اُن کی حکومت خلافت راشدہ کا سچا نمونہ تھی۔ ڈھائی سال کی حکومت کے بعد اُنہیں زہر دیدیا گیا تھا۔ اور اسی زہر سے ۱۰۱ھ ہجری میں ان کی موت واقع ہوگئی۔

حضرت عمر بن عبدالعزیز کا عہد حکومت اگرچہ حکومت اِلٰہیہ کا نمونہ تھا لیکن پھر بھی موت کے وقت آپ عاقبت کے خوف سے زار و قطار رو رہے تھے۔ آپ کو روتے ہوئے دیکھ کر آپ کی اہلیہ نے پوچھا۔ "امیرالمومنین آپ کی زندگی تو بڑی پاک و صاف ہے پھر آپ کو کس بات کا خوف ہے؟"

بولے "آج میں اِس بات پر متاسف ہوں کہ میں نے حکومت کا طوق اپنے گردن میں کیوں ڈالا۔ اور لاکھوں انسانوں کی ذمہ داری اپنے سر کیوں لی۔ معلوم نہیں کہ میرے دورِ حکومت میں کتنے انسان بھوکے سوئے ہونگے۔ اور کتنوں پر زیادتیاں ہوئی ہونگی۔ اب روزِ قیامت ان سب کی جوابدہی مجھے کرنی پڑے گی۔"

عباسی حکومت کا بانی ابو عباس سفاح ہے۔ اِسی نے بنی امیہ کی حکومت کا تختہ الٹ کر اپنی حکومت قائم کی تھی یہ ایک ظالم حکمراں ہوا ہے تخت نشین ہونے کے بعد اس نے جس بے دردی کے ساتھ بنی امیہ کے امرا اور دوسرے لوگوں کا قتل کرایا تھا اُس سے یہ معلوم ہوتا تھا کہ شائد اِس ظالم حکمراں کی زندگی کا واحد مقصد یہی ہے کہ وہ بس انسانی خون بہاتا رہے۔ اس کے ظلم و ستم کا اندازہ اس سے لگایا جاسکتا ہے کہ اُس نے خاندان امیہ کے لوگوں کی قبریں تک کھدوا کر مردوں کو نکلوایا اور اُنہیں جلا ڈالا۔ اُس کی اِن ہی ظالمانہ حرکتوں کی بنا پر اس کا نام "سفاح" یعنی خونریز پڑ گیا تھا۔

ابھی سفاح کو حکومت کرتے ہوئے صرف چار سال ہی ہوئے تھے کہ وہ ۶۶ سال کی عمر میں بری طرح چیچک میں مبتلا ہوگیا۔ اور اُس کے جسم میں اِس بلا کی سوزش تھی جیسے کہ وہ آگ میں جل رہا ہو اور جب ۱۳۶ھ ہجری میں اُس کا آخری وقت آیا تو بستر پر اس طرح تڑپ رہا تھا جیسے کہ انگاروں پر لوٹ رہا ہو۔ اور آخری وقت میں رو رو کر کہہ رہا تھا۔

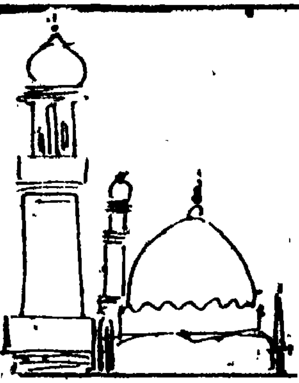
"مجھے میری بداعمالیوں کی سزا مل رہی ہے جہنم کی آگ میرے سارے جسم میں روشن ہے۔ میں جلا جا رہا ہوں پھنکا جا رہا ہوں۔ لوگ کہتے ہیں کہ انسان کو اپنی بداعمالیوں کی سزا عاقبت میں برداشت کرنی ہوگی۔ مگر میں تو اسی دنیا میں سزا بھگت رہا ہوں" اور اسی طرح تڑپتے ہوئے سفاح نے جان دیدی۔

خلیفہ ہارون الرشید خلفائے بنی عباس میں بڑا ہی باعظمت حکمراں ہوا ہے۔ ۱۹۲ھ ہجری میں جب وہ ایک بغاوت کو دبانے کے لئے خراسان گیا تو ایک شدید مرض میں مبتلا تھا۔ اُس کے پیٹ میں ایک خطرناک قسم کا پھوڑا پیدا ہوگیا تھا۔

اسی زمانہ میں جب وہ طوس میں مقیم تھا تو اُس نے خواب میں دیکھا کہ اُسے طوس کا حاکم مقرر کر دیا گیا ہے۔ حالانکہ طوس اُس کا ماتحت علاقہ تھا۔ صبح اٹھ کر وہ بہت رویا اور اُس نے کہا کہ "معلوم ہوتا ہے کہ طوس کی زمین میرے خاکی جسم کا آخری ٹھکانا مقرر کی گئی ہے۔"

لہٰذا اِس خواب کے بعد اُس نے طوس کے علاقہ میں اپنی قبر کھودنے کا حکم دے دیا۔ جب قبر کھد چکی تو قبر دیکھنے کے لئے گیا اور کہا "اے ابن آدم تو سمجھتا تھا کہ ایک وسیع سلطنت کا مالک ہے مگر تیری قسمت میں اس دو گز زمین سے زیادہ کچھ بھی نہیں ہے" چند حافظوں کو قبر میں اتار کر قرآن مجید کا ختم کرایا۔ اور اس کے بعد بڑی دیر تک قبر کے کنارے بیٹھا ہوا اپنی آخری اور دائمی آرامگاہ کو دیکھتا رہا اور روتا رہا۔

دو تین دن کے بعد ہی ہارون الرشید کی حالت بہت زیادہ خراب ہوگئی اور ۱۹۳ھ ہجری میں طوس ہی میں اُس کا انتقال ہوگیا۔ رحلت کے بعد اسے اُسی قبر میں دفن کیا گیا جو اُس نے خود اپنی آنکھوں کے سامنے اپنے لئے کھدوائی تھی۔ یہ ہیں دنیا کے باعظمت حکمرانوں کے آخری وقت کے واقعات جن سے ہمیں سبق لینا چاہئے۔



یورپ پر اسلامی تہذیب کے اثرات

مغرب میں علم کی روشنی مسلمانوں کی بدولت پھیلی

(ریورینڈ چارلس کے انگریزی مقالہ سے ماخوذ)

مسٹر ریورینڈ چارلس فورمین؟ امریکہ کے ایک غیر متعصب پادری ہیں انھوں نے اپنے ذیل کے مقالہ میں بتایا ہے کہ جس زمانہ میں کہ یورپ جہالت کی تاریکی کی دلدل میں پھنسا ہوا تھا مسلمانوں نے کس طرح اُن کی رہنمائی کی ہے اور اہل یورپ کو کس طرح مسلمانوں نے علوم و فنون سے آشنا کیا ہے۔

کوئی بھی انصاف پسند یورپین اِس بات سے انکار نہیں کر سکتا کہ یورپ میں تہذیب کی روشنی مسلمانوں کی بدولت پھیلی ہے۔ اور اہل یورپ کو مسلمانوں سے بے حد فائدہ پہنچا ہے۔

اسلامی تہذیب کی تفصیلات تاریخ عالم کے نہایت ہی دلچسپ باب کی حیثیت رکھتا ہے۔ اور ان تفصیلات کا حیرت انگیز مقدمہ ہے جس سے اس بات کا اندازہ ہو جاتا ہے کہ یورپ اسلامی تہذیب سے کس قدر متاثر ہوا ہے۔ اور یورپین قوموں کو اسلامی تہذیب کی بدولت کتنے فائدے پہنچے ہیں۔

اس سلسلہ میں پروفیسر ٹی۔ ڈبلو۔ آرنلڈ نے اسپین کے واقعات پر روشنی ڈالتے ہوئے لکھا ہے کہ "فاتح عربوں نے ۷۱۱ء میں اسلام کو اسپین میں پہنچایا تھا۔ اور اس کے بعد مسلمان آٹھ سو سال تک اسپین میں حکمراں رہے ہیں۔ اور اِس بات سے انکار نہیں کیا جا سکتا کہ اس طویل مسلم دو حکومت میں اسپین نے عہد وسطیٰ کی تاریخ میں ایک ایسے روشن ترین باب کا اضافہ کیا تھا جسے کسی دور میں بھی نظر انداز نہیں کیا جا سکتا؟

یہاں مسلم دور کے اسپین اور اُس کی ترقیوں کی تاریخ بیان کرنی مقصود نہیں ہے۔ لیکن پھر بھی یہ بتا دینا ضروری ہے کہ خلفائے راشدین کے زمانہ میں اسلامی مملکت میں جو توسیع ہوئی تھی وہ خلفائے بنی امیہ کے دور میں نہ صرف جاری ہی رہی تھی بلکہ ایک خاص ترقی کی حد تک پہنچ گئی تھی۔ چنانچہ مغرب میں اسلامی مملکت مراکش یعنی مغرب الاقصیٰ تک پھیل گئی تھی لیکن جب بنو اُمیہ اور بنو عباس کے درمیان کشمکش شروع ہوئی اور بنو عباس برسر اقتدار آگئے۔ تو نہ صرف افریقہ کے بہت سے حصے بغداد کی عباسی خلافت سے علیحدہ ہو گئے تھے۔ بلکہ بنو امیہ کے حامیوں نے اموی شہزادہ عبدالرحمٰن کو ۷۵۵ء میں شمالی افریقہ سے اسپین بلا کر اسے اسپین کا بادشاہ بنا دیا تھا۔

عبدالرحمٰن بن معاویہ اپنے دور کا ایک نہایت ہی حوصلہ مند حکمراں ہوا ہے جس نے کہ محض اپنی حوصلہ مندی کی بدولت نازک ترین حالات میں اسپین میں ایک ایسی مضبوط اسلامی حکومت قائم کر دی تھی جس پر اُس کے جانشین صدیوں تک حکومت کرتے رہے اُس نے جا بجا اسپین میں مسجدیں تعمیر کرائیں اور علوم و فنون کو خوب ترقی دی۔ اور پھر علوم و فنون کی یہ روشنی اسپین سے پورے یورپ میں پھیلنی شروع ہو گئی۔

اسپین کی اسلامی حکومت اپنے قیام کے بعد سے تقریباً دو سو سال تک نشیب و فراز کی مختلف منزلوں سے گزرتی رہی تھی لیکن اِس اسلامی حکومت کے سب ہی حکمراں علوم و فنون کو ترقی دینے سے کبھی غافل نہیں رہے مگر سلطان عبدالرحمٰن ثالث نے ۹۱۲ء میں تخت نشین ہو کر اسپین کی اسلامی حکومت کو چار چاند لگا دئے۔ اِس کے زمانہ میں

اسپین علمی اعتبار سے اوج کمال کو پہنچ گیا تھا۔ عبدالرحمٰن نے دنیا کے کونے کونے سے علما، فقہا اور ماہرین کو ڈھونڈ ڈھونڈ کر قرطبہ میں جمع کر لیا تھا۔ اور اس کے زمانہ میں بے شمار یورپینوں نے قرطبہ میں تعلیم حاصل کر کے علم کی روشنی یورپ کے مختلف ممالک میں پھیلائی تھی۔

سلطان عبدالرحمٰن ثالث نے اپنی حکومت کی بنیاد وسیع نظری اور رواداری پر قائم کی تھی۔ وہ عیسائیوں اور یہودیوں کے ساتھ بڑی رواداری کا سلوک کرتا تھا۔ اس نے اسپین میں تجارت کو فروغ دینے کی غرض سے ٹیکسوں کو بہت ہی کم کر دیا تھا۔ اسی طرح اس نے بڑے بڑے زمینداروں کے اختیارات کو کم کر کے کسانوں اور کاشتکاروں کے حقوق میں اضافہ کر دیا تھا۔ اور اس نے اسپین کے باشندوں کے لئے سماجی اور تہذیبی ترقی کی وہ راہیں پیدا کر دی تھیں جن کی بدولت نہ صرف اسپین کی اسلامی سلطنت ایک مثالی اور ترقی یافتہ حکومت بن گئی تھی بلکہ اس نے یورپ کی رہنمائی بھی کی تھی۔

مسلم اسپین میں تعلیم پر خصوصی توجہ مبذول کی جاتی تھی۔ اسپین میں تعلیم مسلمانوں ہی کے لئے مخصوص نہیں تھی بلکہ اس سے عیسائی اور یہودی بھی برابر کا فائدہ اٹھاتے تھے۔ اس دور کے مورخین اس بات پر متفق الرائے ہیں کہ "دسویں صدی عیسوی میں جبکہ یورپ جہالت کی تاریکی میں چھپا ہوا تھا۔ اسپین میں مشکل ہی سے کسی غیر تعلیم یافتہ شخص کو تلاش کیا جا سکتا تھا۔ اور ایسے زمانہ میں جبکہ یورپ اپنے آبا و اجداد کی علمی وراثت کو بالکل ہی فراموش کر چکا تھا مسلمانوں نے یونانی زبان کے وسیلہ سے اس وراثت پر قبضہ کر لیا تھا۔"

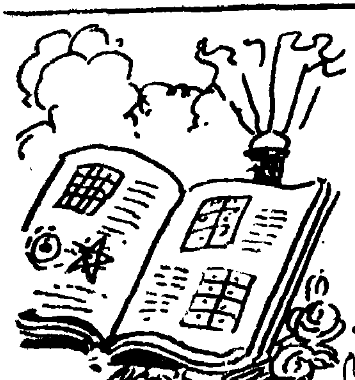
اس دور کے ایک عرب مورخ المقاری نے جس کی تاریخ کے حوالے یورپی مورخوں نے بھی اپنی کتابوں میں دئے ہیں لکھا ہے کہ "اسپین کی مسلم حکومت کا دارالخلافہ "قرطبہ" لمبائی میں دس میل تھا اور رات کے وقت یہ دس میل روشنی سے جگمگاتے رہتے تھے۔ یہ شہر علم و حکمت اور اسلامی تعلیمات کا گہوارہ بنا ہوا تھا۔ اور ہر قوم و ملک اور مذہب کے لوگ قرطبہ آکر تعلیم حاصل کرتے تھے چنانچہ مسیحی راہب گربرٹ نے بھی جو بعد میں پاپائے اعظم سلوسٹر ثانی کے نام سے مشہور ہوا قرطبہ ہی میں آکر تعلیم حاصل کی تھی۔ اس نے قرطبہ میں علم نجوم، فلسفہ اور ادب کی تعلیم و تربیت پائی تھی۔ اور اسی نے یورپ میں عربی ہندسوں کو رائج کیا تھا۔ اور وقت معلوم کرنے کے لئے پہلی بار ایسے گھنٹے بنائے تھے جن میں کہ پنڈولم لگے ہوئے تھے۔"

یورپ کی قوموں میں مطالعہ کا ذوق اسپینی مسلمانوں ہی کی بدولت پیدا ہوا تھا۔ اسپین کے حکمراں الحکم ثانی کے کتب خانے میں چھ لاکھ کتابیں موجود تھیں اور یورپ کے تمام ملکوں کے اہل علم قرطبہ آکر نہ صرف ان کتابوں کا مطالعہ ہی کیا کرتے تھے بلکہ اپنی پسند کی کتابوں کی نقلیں بھی کر لیا کرتے تھے۔ اور انہیں حکومت کی طرف سے تمام سہولتیں مہیا کی جاتی تھیں۔ لہٰذا آج یورپین تہذیب اور تمدن کی بنیاد جن قدیم یونانی علوم و فنون پر قائم ہے وہ مسلمانوں ہی کی بدولت یورپ میں پہنچے ہیں۔

یورپ کی قوموں نے طب اور جراحی کا علم بھی مسلمانوں ہی سے حاصل کیا ہے۔ اور اس دور کے بعض ممتاز ترین عیسائی طبیب اسپین ہی کے طبی مدارس کے تعلیم یافتہ تھے۔ تعمیر کے فن کو بھی اسپین ہی کی بدولت یورپ میں فروغ حاصل ہوا۔ تمدن اور معاشرت کے شائستہ آداب کے لئے بھی یورپ کی قومیں اسپینی مسلمانوں ہی کی ممنون منت ہیں چنانچہ عیسائی مورخوں کو اس بات کا اعتراف ہے کہ جو یورپین سیاح اور طلبا اسپین جاتے تھے وہ اسپین سے یورپ واپس جا کر یورپ میں اسلامی تہذیب پھیلانے کی پوری کوشش کرتے تھے۔

آج مغربی ممالک دنیا کے ترقی یافتہ ملک سمجھے جاتے ہیں اور وہ تہذیب و تمدن کی موجودہ سطح پر صدیوں کی مسلسل جد و جہد کے بعد پہنچے ہیں۔ لیکن کیا یہ بات حیرت انگیز نہیں ہے کہ مسلمانوں نے ظہور اسلام کی پہلی ہی صدی میں نہ صرف ترقی کی تمام تر ابتدائی منزلیں طے کر لی تھیں بلکہ انھوں نے آنے والی نسلوں کی ترقی کے لئے نئی نئی راہیں بھی تعمیر کر دی تھیں۔ اور آج مغرب کی تمام ترقیاں مسلمانوں ہی کی شرمندہ احسان ہیں۔

یہ درست ہے کہ اہل یورپ نے عربوں سے جو علوم حاصل کئے تھے انہیں فروغ دینے میں نمایاں حصہ لیا ہے لیکن پھر بھی اہل یورپ کا فرض ہے کہ وہ ان احسانات کو فراموش نہ کریں جو عربوں نے ان پر کئے ہیں۔



مفلسی مصیبت بیماری اور پریشانی کا مجرب علاج

اعمال و وظائف کی بے پناہ طاقت

اولیائے کرام کے وہ پانچسو مجرب اعمال و نقوش جنھوں نے ہزاروں مایوسوں کی قسمتوں کو بدل دیا

یہ ایک حقیقت ہے اور اس حقیقت سے کسی طرح بھی انکار نہیں کیا جا سکتا کہ خدا نے اعمال و وظائف اور اللہ کے کلام میں وہ بے پناہ طاقت پوشیدہ رکھی ہے کہ اگر اعمال صحیح طریقہ پر پڑھے اور نقوش کو صحیح اوقات میں لکھا جائے تو ان سے لوگوں کی قسمتیں بدل جاتی ہیں بیماری اور مفلسی سے حیرت انگیز طریقہ پر نجات مل جاتی ہے بگڑے ہوئے کام آن کی آن میں درست ہو جاتے ہیں اور اعمال کے پڑھنے والے نہ صرف مالا مال ہو جاتے ہیں بلکہ محبوب خلائق بھی بن جاتے ہیں لیکن اعمال و وظائف کی پوشیدہ طاقت صرف اسی حالت میں اپنے کرشمے دکھاتی ہے جبکہ اعمال و وظائف کو اولیائے کرام کے بتائے ہوئے صحیح طریقہ پر پڑھا جائے اور نقوش کو صحیح اوقات میں بزرگان دین کے مقرر کردہ طریقوں پر لکھا جائے۔ لہٰذا جو حضرات اعمال و وظائف کا زندہ کرشمہ دیکھنا چاہتے ہیں وہ آج ہی اس فن پر سب سے مستند کتاب "عملیات" منگائیں جس کو ایک زبردست عامل اور عالم دین نے پچاس سال کی محنت و جستجو کے بعد مرتب کیا ہے۔

عملیات

(مرتبہ مولانا سید احمد شاہجہاں پوری)

فی الحقیقت اعمال و وظائف اور نقوش نویسی کے فن پر سب سے مستند کتاب ہے جس میں اعمال و وظائف کے بارے میں مکمل معلومات ہے برجوں اور سیاروں کی پوری تفصیل ہے ہر شخص کا طالع جاننے کے طریقے درج ہیں سیاروں کے مسخر کرنے کے اعمال درج ہیں اعمال حسنہ پر مکمل بحث ہے۔ بے شمار محبت کے اعمال درج ہیں اور عداوت کے اعمال درج ہیں اور کشائش رزق تسخیر محبوب اور چور کی شناخت کامیابی مقدمات اور مختلف امراض کے لئے اولیائے کرام کے بتائے ہوئے سینکڑوں نقوش درج ہیں۔

کتاب عملیات کے خاص خاص ابواب یہ ہیں

باب اول:- ابتدائی معلومات:- اس میں حرف تہجی کے اعداد و اقسام، برجوں کے زائچے، سیاروں کی رفتار اور مقامات کی تفصیل درج ہے

باب دوم:- اعمال حسنہ:- اس میں اسمائے حسنہ کے موکلوں کے اعداد و شمار اور اسمائے جلالی و جمالی نیز ان کے نقوش و اعمال درج ہیں۔

باب سوم:- اعمال محبت:- اس میں محبوب کو قابو میں کرنے کیلئے آلم یا ودود کا عمل عمل اسم الٰہی بمرۂ محبت، تصور محبوب کا عمل قرآنی اعمال اور بے شمار محبت کے نقوش موجود

باب چہارم:- عملیات عداوت:- اس میں دشمن کے شر اور فساد سے بچنے کے لئے اور اس پر جوابی حملہ کرنے کے لئے مستند اعمال و نقوش درج ہیں۔

باب پنجم:- کشائش رزق:- اس میں مفلسی اور بیکاری کو دور کرنے کے لئے اور شہرت و عظمت حاصل کرنے کے لئے مستند اعمال و نقوش درج ہیں۔

باب ششم:- تسخیر خلائق:- اس میں مخلوق خدا میں ہر دلعزیز بننے کے لئے اور شہرت و عظمت حاصل کرنے کے لئے مستند اعمال و نقوش درج ہیں۔

باب ہفتم:- تسخیر حکام:- اس میں حکام کی تسخیر کے لئے اور کامیابی مقدمات کے لئے اعمال و نقوش درج ہیں۔

باب ہشتم:- چور کی شناخت:- اس میں چور کی شناخت اور مال مسروقہ کی بازیافت کے لئے اعمال و نقوش درج ہیں۔

باب نہم:- گمشدہ کی واپسی:- اس میں گمشدہ کی واپسی کے لئے ایسے اعمال و نقوش درج ہیں جن سے گمشدہ یقینی طور پر واپس آجاتا ہے۔

باب دہم:- مختلف امراض کے لئے:- اس میں ایسے مایوس العلاج مریضوں کی صحتیابی کے لئے اعمال و نقوش درج ہیں جنھیں حکیم و ڈاکٹر جواب دے چکے ہوں

باب یازدہم:- اولاد کے لئے:- اس میں بزرگان دین کے وہ مجرب اعمال و نقوش درج ہیں جن کے طفیل میں بے اولاد صاحب اولاد بن جاتے ہیں۔

باب دوازدہم:- حل مشکلات:- اس میں پریشانی اور مشکلات کیلئے نہایت مجرب اور آزمودہ اعمال و نقوش درج ہیں۔

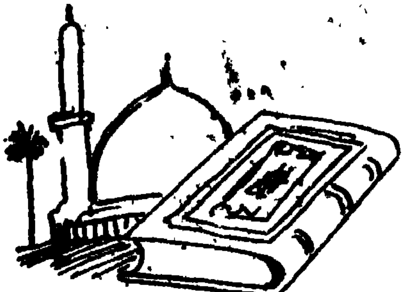
باب سیزدہم:- فالنامہ غوث الاعظم:- اس فالنامے کے ذریعہ بھی فال نکالی جا سکتی ہے۔

حقیقت یہ ہے کہ اعمال و وظائف اور نقوش نویسی کے فن پر یہ اردو کی پہلی کتاب ہے جس کو بڑی تحقیق کے بعد مرتب کیا گیا ہے اور جس میں اولیائے کرام اور بزرگان دین کے سینکڑوں اعمال و نقوش درج ہیں۔

قیمت مجلد مع خوشنما ڈسٹ کور صرف آٹھ روپے

دین دنیا پبلشنگ کمپنی ——— جامع مسجد ——— دہلی ۶

ساٹھ نہایت مستند اسلامی کتابوں کی روح



اسلامی انسائیکلوپیڈیا

عربی تعلیم اور مذہب سے ناواقف ہونے کی وجہ سے مسلمان دن بدن اسلام سے دور ہوتے چلے جا رہے ہیں
اور ناواقفیت کی بنا پر ایسی حرکتیں کر بیٹھتے ہیں جو کھلا ہوا شرک اور کفر ہے مسلمانوں کو گمراہی اور بے دینی سے بچانے کے لئے ہم نے حال ہی میں فقہ کی ساٹھ مستند کتابوں
کی مدد سے ایک ایسی جامع کتاب شائع کی ہے جس میں دس ہزار سے زیادہ ایسے دینی اور دنیاوی معاملات پر بحث کی گئی ہے جن سے ہر مسلمان کا روزانہ واسطہ
پڑتا رہتا ہے۔ یہ مستند اور ضخیم کتاب حال ہی میں

فلاح دین دنیا
جدید اضافہ شدہ ایڈیشن

کمپنی سے شائع کی گئی ہے اس جدید ایڈیشن میں بہت سے نئے عنوانات کا اضافہ کر دیا گیا ہے۔ اس میں مسلمانوں کے لئے کوئی دینی اور
دنیاوی معلومات ایسی نہیں جو موجود نہ ہو۔ اس میں اسلام کے فضائل اور عقائد کی تفصیل ہے اس میں عبادات اور اعمال و وظائف کا
لاجواب ذخیرہ ہے۔ اسلامی تہذیب اور اسلامی معاشرت کا درس موجود ہے غرضیکہ اس کتاب میں ایک مسلمان کے لئے پیدائش سے
لیکر موت تک کے تمام دینی اور دنیاوی معاملات پر پوری طرح روشنی ڈالی گئی ہے۔ یہاں تک کہ اسلامی نقطۂ نظر سے کھانے پینے رہائش، میل جول اور
حفظان صحت تک کے اصول درج کر دیئے گئے ہیں جس گھر میں یہ کتاب ہوگی اس گھر میں ایک زبردست عالم دین اور تجربہ کار دنیاوی مشیر مشورہ دینے
کے لئے ہر وقت موجود رہے گا۔ یہ کتاب نہیں ہے بلکہ ایک زبردست اسلامی انسائیکلوپیڈیا ہے۔ جس میں پوری اسلامی لائبریری کے برابر مواد موجود ہے۔

اس کتاب میں چودہ ابواب ہیں جن میں سے ہر باب اپنی جگہ ایک مستقل کتاب کی حیثیت رکھتا ہے

باب اول:۔ فضائل اسلام: اس میں اسلام کے فضائل اسلام کے دین فطرت ہونے کا ناقابل تردید ثبوت اور اسلام کے بارے میں غیر مسلم مشاہیر کے بلند و بالا خیالات درج ہیں۔
باب دوم:۔ عقائد اہل سنت والجماعت: اس میں اسلامی عقائد کے بنیادی اصول اور یہ مضامین درج ہیں ذات و صفات الٰہی عرش و کرسی۔ لوح و قلم۔ فرشتے جبرئیل و میکائیل، اسرافیل و عزرائیل، کیرین، سجین و علیین، قبر میں سوال نکیرین علامات قیامت ظہور امام مہدی، دجال اور حضرت عیسیٰ کا نزول یاجوج ماجوج، مغرب سے طلوع آفتاب قیامت صغریٰ قیامت کبریٰ، صور پھونکنے کا ذکر میدان حشر، حساب کتاب، پلصراط دوزخ، جنت، رسول مقبول صلعم کی فضیلت آپ کی زندگی کے حالات آزواج مطہرات خلفائے راشدین۔ اولیاء اللہ، پیران طریقت موت و حیات وغیرہ
باب سوم:۔ اسلامی عبادات:۔ اس میں عبادات پر پوری طرح روشنی ڈالی گئی ہے مثلاً وضو غسل تیمم نماز پنجگانہ، نماز مسافر، نماز جمعہ، نماز عیدین، نماز اشراق نماز چاشت، جنازے کی نماز، اعتکاف، فضائل ماہ رمضان المبارک، روزہ، زکوٰۃ، حج وغیرہ کے جملہ مسائل اور ارکان درج ہیں
باب چہارم:۔ اعمال و وظائف:۔ اس میں سال کے تین سو ساٹھ دن تاریخوار پڑھنے کے لئے وہ مستند اعمال و وظائف درج ہیں جو بزرگان دین اور اولیاء اللہ کا معمول رہے ہیں۔ نیز بزرگان دین کی ولادت اور رحلت کی تاریخیں بھی درج ہیں۔
باب پنجم:۔ حلال و حرام جانور ذبح و شکار:۔ اس میں حلال و حرام جانور اور ذبح و شکار کے مسائل بڑی تفصیل کے ساتھ درج ہیں۔
باب ششم:۔ اللہ اور اللہ کے بندوں کے حقوق:۔ اس میں حقوق اللہ حقوق آنحضرت صلعم، حقوق صحابہ، حقوق اہلبیت، حقوق پیران طریقت والدین اور بیوی بچوں کے حقوق اعزہ و اقربا کے حقوق ملازم کے حقوق غرضیکہ ایک مسلمان پر جتنے حقوق عائد ہوتے ہیں وہ سب درج ہیں۔
دیگر ابواب:۔ باقی آٹھ ابواب میں سے ایک باب میں اسلامی معاشرت پر مکمل روشنی ڈالی گئی ہے۔ مثلاً خورد و نوش اور لباس کے مسائل پیدائش، عقیقہ، ختنہ، شادی بیاہ نکاح و طلاق، تجہیز و تکفین، عدت، ماتم پرسی وغیرہ کے بارے میں جملہ مسائل درج ہیں ایک علیحدہ باب میں میلاد شریف کا جواز اور حضور کی ولادت کا مفصل بیان ہے جو مکمل میلاد نامے کا کام دیتا ہے۔ اس کے علاوہ ایک علیحدہ باب میں خواجہ معین الدین چشتی اجمیری اور دیگر اولیاء کرام کی سوانح حیات درج ہیں اور آخری باب میں ضروری نسخے اور حفظان صحت کے جملہ اصول اور اہم بیماریوں کے علاج درج ہیں غرضیکہ اس کتاب میں وہ سب کچھ موجود ہے جو مسلم لائبریری میں ہو سکتا ہے ضخامت تقریباً نو سو صفحات کاغذ سفید نہایت اعلیٰ لکھائی چھپائی عمدہ ٹائٹل رنگین قیمت مجلد مع خوشنما ڈسٹ کور صرف پندرہ روپے پچاس پیسے

**دین دنیا پبلشنگ کمپنی		جامع مسجد		دہلی ۶**

تاریخی شذرات



محمود غزنوی ہندو عورتوں کا محافظ
بابر کو شیر شاہ سے خوف — شہنشاہ جہانگیر کو نصیحت

(ہمارے مورخ کے قلم سے)

حقیقت افسانہ سے کہیں زیادہ دلکش ہوتی ہے۔ چنانچہ ذیل میں تاریخ ہند سے چند دلچسپ مگر مختصر واقعات پیش کئے جا رہے ہیں۔ ہمیں توقع ہے کہ ان تاریخی شذرات کو ہمارے ناظرین کے حلقہ میں پسند کیا جائے گا

محمود غزنوی ہندو عورتوں کا محافظ

محمود غزنوی جیسے اس ملک کے فرقہ پرستوں نے "ہندو کش" کا خطاب دیا ہے۔ اس کی سوانح حیات پڑھنے کے بعد پتہ چلتا ہے کہ وہ ایک ایسا نیک دل حکمراں تھا جس نے ہمیشہ اپنے آپ کو ہندو مسلم سوال سے بلند رکھا ہے۔ اور جس نے ہندو رعایا کی بھی اسی طرح حفاظت کی ہے۔ جس طرح کی مسلم رعایا کی۔

سلطان محمود کی رواداری کے سلسلہ میں ایک دو نہیں بلکہ متعدد واقعات پیش کئے جا سکتے ہیں۔ جن میں سے قنوج کا واقعہ زیادہ مشہور ہے جبکہ جس زمانہ میں کہ سلطان کی فوجیں قنوج کی جانب پیش قدمی کرنے والی تھیں تو سلطان نے دیکھا کہ ایک ہندو نوجوان کسی ہندو لڑکی کو بالجبر اغوا کرنے کی کوشش میں لگا ہوا ہے۔ اور اس کی عصمت دری پر آمادہ ہے۔ نوجوان کا خیال تھا کہ اس افرا تفری کے زمانہ میں وہ اس مقصد میں آسانی کے ساتھ کامیاب ہو جائے گا۔ لیکن اچانک محمود غزنوی اس ہندو لڑکی کو بچانے کے لئے تلوار کھینچ کر نوجوان کے سامنے آ گیا اور یہ نوجوان مقابلہ کی تاب نہ لاتے ہوئے فرار ہو گیا۔ اور فرار ہوتے وقت محمود کو کوئی معمولی سپاہی سمجھتے ہوئے دھمکی دی کہ "میں تجھے اس کا مزہ چکھاؤں گا"

نوجوان کے فرار ہونے کے بعد محمود غزنوی نے اس خوبصورت لڑکی کو جس کا نام پاروتی تھا۔ اور جو ایک بوڑھے سیٹھ کی لڑکی تھی اپنی پناہ میں لے لیا اور لڑکی سے حالات و واقعات معلوم کر کے وعدہ کیا کہ وہ اس ہوس پرست نوجوان کو پوری پوری سزا دے گا۔

دوسرے دن قنوج کی فتح کے بعد جب قنوج کا راجہ "کوبیا" جان بخشی کے لئے سلطان کی خدمت میں حاضر ہوا تو اس کے ساتھ اس کا ولیعہد "شیودھر" بھی تھا۔ شیودھر کی نظر جب سلطان پر پڑی تو اس کا چہرہ فق ہو گیا۔ کیوں کہ اس نے پہچان لیا تھا کہ یہ وہی پٹھان ہے جس نے کہ پاروتی کو اس کے پنجہ سے نکالا تھا۔ شیودھر خوف سے کانپنے لگا۔

سلطان بڑی دیر تک تو شیودھر کی بدحواسی کو دیکھتا رہا آخر اس نے شیودھر سے کہا کہ "تم اس سلطنت کے ولیعہد ہو تمہارا کام یہ نہیں ہونا چاہئے کہ تم معصوم لڑکیوں کی آبرو ریزی کرو بلکہ تم اس سلطنت کی تمام لڑکیوں کی آبرو کے محافظ ہو۔ تم کو یاد ہو گا کہ کل رات ایک معصوم لڑکی کو بچانے کے جرم میں تم نے مجھے دھمکی دی تھی۔ لو میں تمہارے سامنے موجود ہوں اپنی دھمکی کو عملی جامہ پہناؤ"

شیودھر ندامت اور خوف کی وجہ سے زمین میں گڑا جا رہا تھا۔ اس نے فوراً آگے بڑھ کر محمود غزنوی کے پیر پکڑ لئے اور معافی کا طالب ہوا۔ محمود نے کہا کہ "میں تمہیں معاف کرتا ہوں مگر ساتھ ہی تمہیں حکم بھی دیتا ہوں کہ جس معصوم لڑکی کی آبرو پر تم نے حملہ کیا تھا اس سے اسی وقت شادی کر لو اور عہد کرو کہ آئندہ کسی لڑکی کی آبرو ریزی کا ارادہ نہیں کرو گے" محمود نے اسی وقت لڑکی کے باپ کو بلوایا راجکمار نے فوراً حکم تعمیل کی اور پاروتی کے باپ کی رضامندی سے

بعد پارستی کی تیمور دھر کے ساتھ شادی کردی گئی - اور محمود غزنوی نے پارسی کو بے اندازہ دولت دیکر اس طرح رخصت کیا گویا وہی لڑکی کا باپ ہے -

---

بابر کو شیر شاہ سے خوف

شیر شاہ کے متعلق بیان کیا جاتا ہے کہ جس زمانہ میں کہ وہ مغلوں کی فوج میں سردار تھا - اُسے بابر بادشاہ کی ایک دعوت میں شامل ہونے کا اتفاق ہوا - اِس دعوت میں جب اُس نے بُھنے ہوئے مرغ کو بڑی بے تکلفی سے اپنے خنجر سے کاٹ کاٹ کر کھانا شروع کیا اور بابر کی نظر اُس پر پڑی تو اُسی وقت بابر نے اپنے وزیر خلیفہ کے کان میں کہا کہ "تمہیں اس پٹھان سے بے خبر نہیں رہنا چاہیے ہر وقت اس پر نگاہ رکھو۔ اس کے بشرہ پر بادشاہی اور حکمرانی کے آثار مجھے دکھائی دے رہے ہیں - میں نے بہت بڑے بڑے پٹھان رئیس اور امیر دیکھے ہیں مگر جو بات شیر خاں کے تیوری سے عیاں ہے وہ میں نے آج تک کسی سردار میں نہیں دیکھی - میری نظر جب سے اُس کے چہرے پر پڑی ہے میرا دل چاہتا ہے کہ میں اُسے گرفتار کر لوں - یہ شخص مغلیہ حکومت کے لیے خطرہ ثابت ہو سکتا ہے "

مگر خلیفہ جو شیر خاں کا ہمدرد تھا اُس نے یہ کہہ کر معاملہ ٹال دیا کہ اس کے پاس نہ فوج ہے نہ زر اور ہمارا ملازم بھی ہے پھر اِس سے کس بات کا اندیشہ ہو سکتا ہے - اِس جیسے معمولی شخص کو بلاوجہ گرفتار کر کے پٹھانوں میں بد ظنی پیدا کرنا کوئی دانشمندی نہیں "

بابر یہ سن کر خاموش ہو گیا شیر شاہ اِس قدر ذہین تھا کہ اُس نے بابر کی نظروں سے سب کچھ سمجھ لیا - اور وہ کھانے کے دوران ہی موقعہ پاکر باہر نکل گیا - اور گھوڑے پر بیٹھ کر چلتا بنا - تھوڑی دیر کے بعد بادشاہ نے دیکھا تو وہ وہاں سے غائب تھا - بادشاہ نے اُسے تلاش کرایا تو معلوم ہوا کہ وہ جا چکا ہے - بادشاہ نے خلیفہ سے کہا کہ " اگر تم منع نہ کرتے تو میں اُسے ضرور گرفتار کر لیتا وہ ایک نہ ایک دن ضرور مغلیہ حکومت کے لئے خطرہ ثابت ہو گا " چنانچہ وہی ہوا شیر شاہ نے مغلوں کی نوکری چھوڑ دی - اور ہمایوں کو شکست دے کر مغلیہ حکومت پر قبضہ جما لیا -

بابر ہندوستان کی فتح سے خوش نہیں تھا

شہنشاہ ظہیر الدین بابر ۱۵۲۶ء میں پانی پت کے میدان میں - سلطان ابراہیم لودھی کو شکست دینے کے بعد اگرچہ ہندوستان جیسے عظیم ملک کا شہنشاہ بن گیا تھا - مگر وہ ہندوستان کی فتح سے خوش نہیں تھا چنانچہ وہ جب تک زندہ رہا اپنی پرانی محبتوں دوستوں اور عزیزوں کو فراموش نہ کر سکا - وہ اپنے لڑکپن کے ساتھیوں کی یاد میں پہروں رویا کرتا تھا - خصوصیت کے ساتھ خواجہ کلاں کو جو کابل میں اُس کا نائب اور دوست تھا اُسے بہت یاد کرتا تھا -

بابر نے اپنے ایک خط میں خواجہ کلاں کو لکھا تھا " پرانی صحبتیں مجھے بہت یاد آتی ہیں - ہندوستان آکر میری زندگی کچھ بے مزہ سی ہو گئی یہاں آکر میں نے شراب سے بھی توبہ کر لی ہے اور اب تم بھی بادہ نوشی سے توبہ کر لو شراب پینے کا جب ہی لطف تھا کہ ہم سب پرانے یار ایک جگہ بیٹھ کر پیتے تھے -

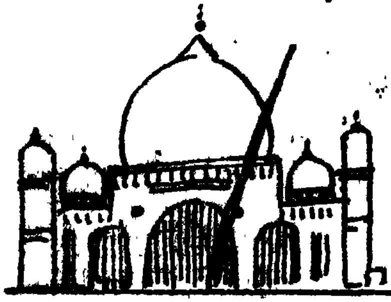
بابر کے مندرجہ بالا احساسات سے اندازہ لگایا جا سکتا ہے کہ وہ کس قدر حساس دل دنیا میں لے کر آیا تھا - وہ ہندوستان آنے کے بعد اگرچہ ایک باعظمت شہنشاہ بن گیا تھا لیکن پرانے دوستوں کی یاد اُسے ہر وقت بے چین رکھتی تھی -

---

شہنشاہ جہانگیر کو نصیحت

جس زمانہ میں کہ شہنشاہ جہانگیر ہندوستان پر حکمرانی کر رہا تھا اُسی زمانہ میں بجنور کے ایک شریف خاندان کی خاتون کی بعض مغل سپاہیوں نے بے عزتی کی - ان دنوں بجنور میں ایک عالم شاہ نیاز احمد ٹھہرے ہوئے تھے - اُن کی امرا اور حکام میں بڑی عزت تھی - جب اُنہیں اِس واقعہ کا علم ہوا تو بے حد افسوس کیا - اور بجنور سے آگرہ شہنشاہ جہانگیر کے دربار میں جا پہنچے اور وہاں جا کر کہا -

" اے بادشاہ جب تو اپنی فوج کو قابو میں نہیں رکھ سکتا تو تجھے حکومت کرنے کا کیا حق حاصل ہے - یا تو فوج پر قابو رکھ یا حکومت سے دست بردار ہو جا - اِس بات کو نہ بھول کہ قیامت کے دن تجھ سے صرف تیرے اعمال ہی کی نہیں بلکہ تیرے عاملوں (باقی صفحہ ۷ دیکھیے)



اسلام صرف مذہب نہیں ہے

یہ مکمل دین ہونے کے ساتھ بہترین نظام حیات بھی ہے

(از ڈاکٹر عثمان امینی)

اسلام نے دوسرے مذاہب کی طرح اپنے ماننے والوں کو صرف عبادت اور ریاضت ہی کی تعلیم نہیں دی ہے بلکہ اسلام ایک بہترین نظام حیات بھی ہے جس نے کہ قدم قدم پر زندگی کے اہم مسائل میں صحیح رہنمائی کی ہے ذیل کے مقالہ میں ڈاکٹر عثمان امینی نے جو مصر کے ایک مفکر ہیں اسلام کے اسی پہلو پر روشنی ڈالی ہے۔

اسلام صرف ایک مذہب ہی نہیں ہے بلکہ ایک نہایت مکمل نظام حیات بھی ہے جو قدم قدم پر دنیاوی زندگی میں مسلمانوں ہی کہ نہیں بلکہ پوری نوع انسانی کی رہنمائی کرتا ہے۔ سچ تو یہ ہے کہ اسلام نے دنیا کے سامنے مذہب کا جو تصور پیش کیا تھا وہ اس اعتبار سے بالکل نیا تھا کہ اس میں دنیا کو نظر انداز کر دینے یا دنیاوی زندگی کی اہمیت کو کم کر دینے کی بجائے اسے بہت زیادہ اہمیت دی گئی تھی اور انسان کے ذہن پر یہ بات نقش کرنے کی کوشش کی گئی تھی کہ یہ دنیا ایک ایسے کھیت یا باغ کے مانند ہے جس کا پھل آخرت میں حاصل ہوگا۔ اس لئے انسان کو اپنے دنیاوی معاملات اور تعلقات کو صاف اور ستھرا رکھنے کی ہر ممکن کوشش کرنی چاہئے چنانچہ اسلام نے زندگی کے ہر گوشہ میں انسان کی جو رہنمائی کی ہے وہ اسکے اسی نظریہ پر مبنی ہے۔

اسلامی نقطہ نظر سے دین اور دنیا دو جداگانہ چیزیں نہیں ہیں بلکہ دونوں لازم و ملزوم ہیں۔ چنانچہ اسلام سے پہلے حسن معاشرت اور حسن معاملت کا کوئی ضابطہ موجود نہیں تھا۔ لیکن اسلام چونکہ انسانی سماج کی صحت مند تعمیر کے لئے افراد کی صحت مند تربیت کو ضروری سمجھتا ہے۔ اس لئے اس نے سب سے پہلے مسلمانوں کو حسن معاشرت کی راہ اختیار کرنے کی دعوت دی تھی اور اس نے انسان کی صحت مند ذہنی تربیت کا کام اس کے گھر سے شروع کیا تھا۔

انسان کا سب سے پہلا واسطہ اس کے والدین کے ساتھ قائم ہوتا ہے والدین انسان کے محسن ہونے کے علاوہ اس کے سب سے بڑے سرپرست اور رفیق بھی ہوتے ہیں۔ اس لئے اگر کسی معاشرہ میں ان کے حقوق کو متعین نہ کیا جائے تو وہ معاشرہ مکمل نہیں ہو سکتا۔ اسی لئے اسلام نے انسان کو اس کے والدین کے ساتھ نہایت ہی اچھا سلوک کرنے کی ہدایت کی ہے چنانچہ حضرت ابو ہریرہؓ اور دیگر اکابر صحابہ کرام نے متفقہ طور پر اس بات کی تصدیق کی ہے کہ جب بھی آنحضرت صلعم سے یہ سوال کیا جاتا تھا کہ ہمیں کس کے ساتھ سب سے زیادہ اچھا سلوک کرنا چاہئے تو آپ کا جواب یہ ہوتا تھا کہ سب سے زیادہ اچھے سلوک کے مستحق ماں باپ ہیں حتیٰ کہ اگر والدین ظلم و زیادتی بھی کریں تو اولاد کو ان کے ساتھ اچھا ہی سلوک کرنا چاہئے۔

والدین کے بعد بھائی بہن اور دوسرے رشتہ دار انسان سے قریب تر ہوتے ہیں اس لئے اسلام نے اپنے حسن معاشرت کے نظام میں انہیں والدین کے بعد سب سے پہلا مقام دیا ہے اور مسلمانوں کو حکم دیا ہے کہ انہیں اپنے قریبی رشتہ داروں کا پورا پورا خیال رکھنا چاہئے اور ان کے حقوق کو ادا کرنا چاہئے۔ اور اگر کوئی شخص ان کے حقوق ادا کرنے کی طاقت نہ رکھتا ہو تو اسے ان کے ساتھ بات چیت میں اخلاق اور مروت سے کام لینا چاہئے اور چونکہ اسلام نے غلاموں اور ملازمین کو بھی افراد خاندان میں شامل کیا ہے اس لئے ان کے ساتھ بھی رشتہ داروں جیسا سلوک کرنے کی سختی کے ساتھ ہدایت کی گئی ہے

انسان کی زندگی میں بیوی کا ایک مخصوص مقام اور حق ہے۔ طلوع اسلام سے پہلے خاندان میں بیوی کو کوئی اہمیت حاصل نہیں تھی۔ اور بعض مذہبوں کے ماننے والے تو بیوی کو بھی جائیداد اور غلاموں کے زمرہ میں شامل سمجھتے تھے چنانچہ کسی شخص کی موت کے بعد بیویوں کو بھی جائیداد اور غلاموں کی طرح آپس میں تقسیم کر لیتے تھے۔ لیکن اسلام نے اس ذلت آمیز طریق کار کو مسترد کر کے معاشرہ میں عورت کی اہمیت کو تسلیم کیا ہے۔ اور اُسے مرد کے برابر کا درجہ دے کر اُس کے حقوق کو متعین کر دیا ہے۔

اسلام نے صرف عورتوں کے حقوق کو متعین ہی نہیں کیا ہے بلکہ حقوق کی ادائیگی پر زور بھی دیا ہے چنانچہ اسلام نے شوہروں کو ہدایت کی ہے کہ وہ پوری ذمہ داری کے ساتھ بیویوں کے حقوق کا خیال رکھیں یہاں تک کہ جو شوہر اپنے دینی شغف کی بنا پر بھی اگر بیوی کے حقوق کو نظر انداز کرتے ہیں تو ایسے بھی اسلامی شعار کے خلاف قرار دیا گیا ہے۔ اس سلسلہ میں اکابر صحابہ کا بیان ہے کہ ایک مرتبہ ایک صحابی کی بیوی نے انحضرت صلعم کی خدمت میں حاضر ہو کر یہ شکایت کی کہ اُن کے شوہر رات بھر عبادت میں مصروف رہتے ہیں اور اُن کی جانب کوئی توجہ نہیں کرتے۔ یہ شکایت سن کر رسول صلعم نے اِن صحابی کو نہ صرف بیوی کے حقوق ادا کرنے کی سختی سے ہدایت کی تھی بلکہ یہ بھی فرمایا تھا کہ "جو شخص استطاعت کے باوجود اپنی بیوی کے حقوق ادا نہیں کرتا وہ مومن نہیں ہے"

گھر کی چار دیواری اور خاندان کے دائرہ سے نکل کر ایک انسان کا پہلا تعلق اُس کے ہمسایوں کے ساتھ قائم ہوتا ہے۔ اس لئے اسلام نے اسلامی نظام معاشرت کی تکمیل کے لئے ہمسایوں کے حقوق کا تعین کرنا نہایت ضروری سمجھا ہے چنانچہ اسلام نے ہمسایوں کے ساتھ خواہ وہ غیر مسلم ہی کیوں نہ ہوں حسن سلوک کی تاکید کی ہے۔ اور اسقدر سختی کے ساتھ تاکید کی گئی ہے کہ دنیا کے کسی سماجی نظام میں بھی ہمسایوں کے سلسلہ میں ایسی ہدایتیں موجود نہیں ہیں۔ اور اسلام کی ہمسایوں کے ساتھ حسن سلوک کی ہدایت کی اہمیت کا اندازہ اس سے ہو سکتا ہے کہ حضرت عائشہ صدیقہ رضؓ کی روایت کے مطابق انحضرت صلعم فرمایا کرتے تھے کہ جبریل مجھے ہمسایہ کے متعلق اس طرح مسلسل ہدایتیں کرتے رہے ہیں کہ مجھے یہ گمان ہونے لگا تھا کہ شائد آگے چل کر وہ ہمسایہ کو وراثت میں حصہ دار قرار دیدیں گے۔ اور انحضرت صلعم کا ایک ارشاد یہ بھی ہے کہ "جو شخص اللہ تعالیٰ اور قیامت پر یقین رکھتا ہے اُسے اپنے ہمسایہ پر احسان کرنا چاہئے"

مہمانداری انسانی معاشرہ کا ایک ایسا جزو ہے جسے کسی حالت میں بھی نظر انداز نہیں کیا جاسکتا اس لئے اسلام نے خندہ پیشانی اور کشادہ دلی کے ساتھ مہمان نوازی کی ہدایت کی ہے۔ عام تعلقات کے سلسلہ میں اسلام نے مسلمانوں کو تاکید کی ہے کہ انہیں آپس میں دعوتیں دینی چاہئیں اور ایک دوسرے کو ہدیے اور تحفے بھی دینے چاہئیں اور اپنے ساتھ تعلق رکھنے والے لوگوں کی غلطیوں اور کوتاہیوں کو نظر انداز کر دینا چاہئے اور انکی کمزوریوں اور خامیوں پر نظر نہیں رکھنی چاہئے۔

معاملات میں اسلام نے مسلمانوں اور غیر مسلموں کے درمیان کوئی فرق روا نہیں رکھا ہے۔ اور انہیں ہدایت کی گئی ہے کہ وہ لین دین اور معاملات میں دیانت داری اور وعدہ کا پورا پورا خیال رکھیں۔ اور متنبہ کیا ہے کہ بد معاملگی اور قرض ایک ایسا گناہ ہے جسے کہ خدا بھی معاف نہیں کرسکتا۔ اس طرح اسلام نے انسانی معاشرہ میں خوش معاملگی کو فروغ دینے کی پوری کوشش کی ہے۔

اسلام نے ہر انسان کو اچھا شہری بننے پر زور دیا ہے۔ اور ہر اس بات سے روکا ہے جس سے کہ دوسروں کو تکلیف ہو۔ لوگوں کی دلداری کو ایک عبادت قرار دیا ہے اور خدمت خلق کو جہاد کا درجہ دیا ہے۔ مظلوموں اور غریبوں کی امداد کو انسانی فریضہ قرار دیا ہے۔ راہ گیروں کو راستہ بتانے کو ثواب کا موجب قرار دیا ہے۔ لہو لعب اور فضول کھیلوں سے روکا ہے۔ اور ہر اُس حرکت سے باز رہنے کی ہدایت کی ہے جس سے کہ کسی شخص کو نقصان پہنچے اور خوش خلقی کو بمنزلہ عبادت قرار دیا ہے۔

مختصر یہ کہ اسلام کا سماجی اور معاشرتی نظام اسقدر مکمل اور ہمہ گیر ہے کہ اُسے اختیار کرنے کے بعد مسلمان ہی نہیں بلکہ ہر انسان نہایت مہذب اور شائستہ بن جاتا ہے۔ اور اُس منزل پر پہنچ جاتا ہے جس تک پہنچنے کے لئے دنیا کی حکومتیں بے شمار ضابطے اور قوانین بنا رہی ہیں۔ لیکن یہ قوانین چونکہ روحانیت کی قوت سے خالی ہیں اسلئے بے نتیجہ ثابت ہو رہے ہیں۔



شیر دل مجاہد
جنگ صلیبی کا ایک واقعہ ڈرامہ کی شکل میں

(از جناب نظیر رضوی)

ذیل کا ڈرامہ ۱۱۹۰ء کی اُس صلیبی جنگ سے تعلق رکھتا ہے جبکہ یورپ کے تمام عیسائی بادشاہوں نے شاہ انگلستان کنگ رچرڈ کی سرکردگی میں متحد ہو کر بیت المقدس کی واپسی کے لئے مجاہد اسلام سلطان صلاح الدین پر ایک ساتھ یورش کر دی تھی۔ اور فلسطین کی سرزمین پر انسانی خون پانی کی طرح بہہ رہا تھا۔ اس ڈرامہ میں ایک واقعہ کے ذریعہ لائق ڈرامہ نگار نے مجاہدین اسلام کے بلند کیرکٹر کو اجاگر کر کے دکھایا ہے ہم کو امید ہے کہ یہ مختصر ڈرامہ ہمارے ناظرین کے حلقہ میں بیحد پسند کیا جائے گا۔

اَفرَادِ ڈُرَامَہ

سلطان صلاح الدین ایوبی .... مصر شام اور فلسطین کا سلطان
کنگ رچرڈ .... انگلستان کا بادشاہ
کاونٹ ڈیواک .... کنگ رچرڈ کا مصاحب
پاپائے کنٹربری .... پاپائے اعظم کا قائم مقام
حکیم عبدالاحد .... سلطان صلاح الدین کا طبیب خاص

(پہلا منظر)

(میدان جنگ میں شاہ انگلستان کا خیمہ جس میں کنگ رچرڈ بخار کی حالت میں نیم بے ہوش پڑا ہے کاونٹ ڈیواک تیمارداری کے لئے قریب بیٹھا ہے)

رچرڈ (کراہتے ہوئے) معلوم ہوتا ہے کہ یہ نامراد بخار اب جان لئے بغیر نہیں جائے گا۔ کیا میری فوجیں لاوارث رہ جائیں گی اور فتح یروشلم کا سہرا کسی دوسرے بادشاہ کے سر ہوگا۔

کاونٹ ڈیواک۔ خدارا ایسی باتیں نہ کیجئے۔ اس لڑائی کا انجام آپ ہی کی ذات سے وابستہ ہے۔ ارض مقدس کی آزادی کا نشان انگلستان کا پھریرا ہی ہوگا اور وہ بہادر رچرڈ کی ماتحتی میں گاڑا جائے گا۔

رچرڈ۔ کیا فلپ (فرانس کا بادشاہ) خوشی کے شادیانے بجاتا ہوا مجھ سے پہلے مقدس صلیب تک نہ پہنچ جائے گا اور میں یوں ہی بیمار پڑا رہوں گا۔

کاونٹ۔ پیارے آقا۔ شاہ برطانیہ کے بغیر کسی کی ہمت.......

(باہر سے "اللہ اکبر" کی آواز آتی ہے)

رچرڈ۔ یہ آواز کیسی کیا ہمارے کیمپ میں مسلمان گھس آئے؟

کاونٹ۔ اٹھئے نہیں، اِس کمزوری کی حالت میں حرکت نقصان دہ ہے۔ میں ابھی باہر سے خبر لے کر آتا ہوں۔

(کاونٹ جانے کے بعد واپس آجاتا ہے)

کاونٹ۔ عجیب قصہ ہے!

رچرڈ۔ کیا معاملہ ہے؟

کاونٹ۔ سلطان کی فوج کا ایک دستہ ہمارے خیموں کے قریب کھڑا ہے۔ اُس کے ہمراہ صلاح الدین نے اپنا شاہی طبیب آپ کے علاج کیلئے بھیجا ہے۔ ایک صلیبی نائٹ بھی اُس کے ہمراہ ہے۔

رچرڈ۔ کیا خوب یہ بھی کہیں میری جان لینے کے لئے کوئی سازش تو نہیں ہے۔

کاونٹ۔ ہو سکتا ہے مسلمان پر فوراً اعتبار کر لینا بیوقوفی سے خالی نہیں۔

رچرڈ۔ اور وہ مسیحی نائٹ۔

کاؤنٹ ۔ ولیم کا سرِ راتھم جو اپنی جرأت کے سبب مشہور ہے۔ اُس کی تلواروں کی حفاظت میں کئی بے دشمنوں کو مٹا چکی ہے ۔

رچرڈ ۔ وہ سلطان تک کیونکر پہنچا ؟ -

کاؤنٹ ۔ اُسے مجلس عالیہ کے اکنڈسی کے سینٹ کے پاس بھیجا تھا وہاں سلطان کے آدمیوں نے اُس سے حکیم کی رہبری کی درخواست کی وہ اُنہیں یہاں لے آیا۔

رچرڈ ۔ حکیم کو میرے پاس لے آؤ۔ میں اُس سے مفصل حالات دریافت کروں گا ۔

کاؤنٹ ۔ عالی جاہا! آپ کیسی باتیں کرتے ہیں۔ اُن کا خیمہ میں داخل ہونا بھی خطرے سے خالی نہیں۔ یہ محمد (صلی اللہ علیہ وسلم) کے پیرو بڑے چالاک ہوتے ہیں۔ ایسی ایسی چالیں چلتے ہیں کہ اُن کے قریب جانا بھی موت کو پاس بلانا ہے۔ میں اُسے اچھی طرح آزمانے سے پہلے یہاں آنے کی اجازت ہرگز نہیں دوں گا ۔

(دوسرا منظر)

(ایک خیمہ جس میں ایک مسلمان بوڑھا ایک طرف بیٹھا طبی کتابوں کے مطالعہ میں مصروف ہے۔ دروازے پر ہلال احمر کا نشان لہرا رہا ہے ۔ کاؤنٹ پاپلے کنٹربری سمیت داخل ہوتا ہے)

کاؤنٹ (داخل ہوتے ہوئے) کیا آپ ہی سلطان کے بھیجے ہوئے طبیب ہیں ۔

عبدالاحد ۔ جی ہاں میں ہی امیر المومنین کے ارشاد کے بموجب شاہ برطانیہ کے علاج کے لئے حاضر ہوا ہوں

پوپ ۔ آپ کے پاس اس بات کا کوئی ثبوت ہے ؟

عبدالاحد ۔ جہاں پناہ کے دستِ مبارک کا لکھا ہوا ایک خط بادشاہ کے نام لایا ہوں۔

(کاؤنٹ اُس سے وہ خط لے لیتا ہے)۔

پوپ ۔ اچھا ہم شاہی شفاخانہ سے اپنے حکیموں کو بلاتے ہیں۔ آپ اپنے علاج کے طریقے سے اُنہیں آگاہ کر دیں۔ پھر اُن کی رائے کے مطابق آپ کو بادشاہ کے علاج کے لئے مقرر کیا جائے گا ۔

عبدالاحد ۔ اِس سے آپ کا مطلب؟ میں یہاں بحث مباحثوں کے لئے نہیں آیا ۔

کاؤنٹ ۔ تو پھر حکمت کے کمال کی کوئی مثال پیش کیجئے

عبدالاحد ۔ نہایت شوق سے ۔ میں مریض میں آپ کے بادشاہ بیمار ہیں اُس قسم کے بیماروں سے تمام نصرانی مجھے بھرے بیٹھے ہیں۔ آپ کسی بیمار کو میرے پاس بھیج دیں اور اس علم کو جو اللہ پاک نے اِس ناچیز بندہ کو بخشا ہے اپنی آنکھوں سے ملاحظہ کریں ۔

کاؤنٹ اور پوپ (ایک زبان ہوکر) بہت اچھا ۔

(تیسرا منظر)

(شاہ رچرڈ کا خیمہ ۔ کاؤنٹ کی واپسی)

رچرڈ ۔ سناؤ ۔ کیا کر کے آئے ؟

کاؤنٹ ۔ ایک بخار کے مریض کو حکیم کے سپرد کر آیا ہوں۔ اِس نامراد وبا کے باعث مرنے کے قریب تھا۔ اب دیکھیں اِس حکیم کی حکمت ۔

رچرڈ ۔ سلطان نے کچھ پیغام بھی بھیجا ہے ؟

کاؤنٹ ۔ ہاں ہاں! یہ ہے اُس کا رقعہ میں ترجمہ کروا کرلے آیا ہوں

رچرڈ ۔ سناؤ تو کیا لکھا ہے ؟

کاؤنٹ ۔ (رقعہ پڑھتے ہوئے) خلیفۃ المسلمین، امیر المومنین سلطان صلاح الدین اعظم کی طرف سے سلطان رچرڈ شاہ برطانیہ کو اگر وہ ہدایت کی پیروی کرے اور دینِ حق کی طرف توجہ کرے سلام پہنچے۔ دربارِ عالی میں جب تمہاری بیماری کی خبر پہنچی تو ہماری طبیعت نے یہ گوارا نہ کیا کہ ایسا بہادر انسان بخار کی نذر ہو جائے۔ لہٰذا طبیب خاص علاج کے لئے بھیجا جاتا ہے۔ خدا کی رحمت اور اُس کے رسول کی برکت سے عبدالاحد کا دستِ شفا تم کو تندرست کر دے گا ۔

رچرڈ ۔ کون رسول؟ محمد (صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم) مجھے اُس کی برکت درکار نہیں، موت بہتر ہے ۔ پھاڑ دو اس کاغذ کو ۔

(ایک نائٹ داخل ہوتا ہے)

کاؤنٹ ۔ مسیح کی برکت شاملِ حال ہو ۔ سر ہنری کیا خبر لائے ؟

سر ہنری ۔ سلطانی دستہ کا کمان افسر دو سپاہیوں کے ساتھ آیا ہے اور خیمہ میں داخلہ کی اجازت چاہتا ہے ۔

کاؤنٹ ۔ (ذرا تامل سے) کتنے آدمی ہیں ؟

سر ہنری ۔ بہادر کاؤنٹ کل تین بے ہتھیار شخص ہیں ۔ دو بڑے بڑے طشت اٹھائے ہوئے ہیں جن میں کچھ پھل معلوم ہوتے ہیں ۔

کاؤنٹ ۔ (اچھا سوچ کر) ہتھیار بند نائٹوں کی حفاظت میں اُنہیں اندر لے آؤ ۔

(تین بلند قامت، خوبصورت، مسلم نوجوان برہنہ تلواروں کے سائے میں خیمہ میں داخل ہوتے ہیں)

مسلمان کمان افسر ۔ شاہ برطانیہ کو امیر المومنین کا سلام پہنچے کیا نہتے سفیروں پر ننگی تلواروں کا پہرہ فرنگی قانون جنگ میں جائز ہے ؟

کاؤنٹ ۔ (تختی سے) تم بات کرو ۔ کیا پیغام لائے ہو ؟

مسلمان ۔ خلیفۃ المسلمین نے بیمار شاہ فرنگ کے لئے تازہ میوے ارسال کئے ہیں ۔ تاکہ کمزور جسم کو طاقت بخشیں اور خشک حلق کو تر کرنے میں کام آئیں

کاونٹ ۔ وہاں میز پر رکھ دو —— اور کچھ ؟

مسلمان ۔ بس

(مسلمان چلے جاتے ہیں)

رچرڈ ۔ کیسے خوشنما رومال ہیں ، ذرا اٹھاؤ تو دیکھیں کہ اس میں کیا ہے ۔

(کاؤنٹ رومال اٹھا دیتا ہے)

رچرڈ ۔ یہ پھل ہیں یا جنت کے میوے ۔ اس سے پہلے میں نے ایسے خوشنما پھل کہیں نہیں دیکھے ۔ یہ طلائی طشت —— ان میں ہیرے ، جواہرات —— آہ سلطان کے پاس کس قدر دولت ہے —— کس قیمت کے ہونگے —— انگور کا ایک دانہ تو چکھاؤ ۔

کاؤنٹ ۔ ان جواہرات کی قیمت چالیس ہزار اشرفی سے کسی صورت میں کم نہ ہوگی

(انگور کسی طاقت ور عرق سے تر تھے ۔ حلق سے اترتے ہی بادشاہ کے جسم میں ایک نئی روح پھونک دیتے ہیں)

رچرڈ ۔ چند دانے اور لاؤ ۔

—— (چوتھا منظر) ——

(دو روز بعد رچرڈ کا وہی خیمہ)

رچرڈ ۔ یہ پھل کھانے سے میرے بخار کی شدت جاتی رہی ہے کیسے لطیف ہیں ۔

کاؤنٹ ۔ ایشیائی لوگ علاج کے فن میں اپنا جواب نہیں رکھتے ۔ سلطان کے حکیم کے علاج سے وہ قریب المرگ سپاہی اچھا ہوگیا ۔ کاش ایسی مہذب اور لائق قوم کو ہم عیسائی بنا سکتے

رچرڈ ۔ خدا کے لئے اس حکیم کو جلد بلاؤ ۔ میرا دل میدان میں جانے کے لئے بے قرار ہو رہا ہے ۔

کاؤنٹ ۔ لیجئے ۔ ابھی حاضر کرتا ہوں ۔

(ایک خادم کو بھیج کر حکیم کو بلواتا ہے)

عبد الاحد ۔ نصرانیوں کے عالی وقار بادشاہ خدا آپ کی روح اور جسم دونوں پر فضل کرے ۔

رچرڈ ۔ آؤ معزز حکیم ۔ صلیب کی برکت سے تمہارا آنا ہمارے لئے مبارک ہو ۔

عبد الاحد ۔ خدا بادشاہ کو صحت دے (نبض دیکھ کر) انشا اللہ جلد صحت ہو جائے گی ۔

(دوائیں گھول کر بادشاہ کو پلاتا ہے)

(کاؤنٹ سے) دیکھئے اب آئندہ چوبیس گھڑی کے لئے خاموشی ضروری ہے ۔ بادشاہ اب نیند میں رہیں گے ۔

کاؤنٹ ۔ بہت بہتر معزز حکیم ایسا ہی ہوگا ۔

عبد الاحد ۔ لیکن خیمہ کے باہر جو شور مچ رہا ہے

کاؤنٹ ۔ میں سپاہی مقرر کئے دیتا ہوں ۔ چڑیا تک بھی پھٹکنے نہیں پائے گی ۔

(تمام کیمپ خاموش ہو جاتا ہے)

—— (پانچواں منظر) ——

(چار روز کے علاج کے بعد وہی خیمہ اور شام کا وقت)

(رچرڈ سو رہا ہے)

عبد الاحد ۔ آج بادشاہ خدا کے فضل سے بالکل تندرست ہیں ذرا جسم کو ہاتھ لگائیے ۔ حرارت بالکل جاتی رہی ۔

کاؤنٹ ۔ واقعی ! آپ کا علاج ہے یا طلسم

عبد الاحد ۔ یہ سب کچھ اس دو جہان کے رب کا بخشا ہوا ہے ۔

کاؤنٹ ۔ (خود سے) اللہ رے مسلمانوں کا ایمان ۔ ہر بات کو خدا سے ملا دیتے ہیں اور اپنی محنت اور ہمت کو کوئی وقعت نہیں دیتے ۔

عبد الاحد ۔ ذرا اس مرکب اکسیر حیات کا اثر دیکھئے ۔ میں بادشاہ کے ماتھے پر اس کا لیپ کرتا ہوں ۔

(کاؤنٹ خاموش ہو کر دیکھتا ہے ۔ دوا کا لیپ ہوتے ہی بادشاہ آنکھیں کھول دیتا ہے)

عبد الاحد ۔ بادشاہ یورپ مزاج کیسا ہے ۔

رچرڈ ۔ جسم بالکل درست ہے ۔ صرف معمولی سی تکان ہے جیسی کہ لڑائی میں ہو جاتی ہے ۔

عبدالاحد ۔ بس اب تین دن اور لیٹے رہئے ۔ پھر آہستہ آہستہ چلنا پھرنا شروع کر دیجئے (کاؤنٹ سے) اس ہفتہ ان کی غذا کا خاص خیال رہے ۔ کوئی ثقیل خوراک ان کے حلق سے اترنے نہ پائے ۔ میوے جس قدر استعمال کریں بہتر ہے ۔ یہ عرق سے بھرا شیشہ میں آپ کو دئے جاتا ہوں ۔ ہر دو گھڑی کے بعد ایک ایک گھونٹ پلواتے جائیے ۔ اس سے گئی ہوئی قوت پھر لوٹ آئے گی ۔

عبدالاحد ۔ (کچھ دیر بعد رچرڈ سے) عالی جاہا ! آپ اب بفضل حکیم مطلق (خدا) بالکل تندرست ہیں ۔ میرا علاج ختم ہو چکا ۔ اب میں اجازت چاہتا ہوں

رچرڈ ۔ معزز حکیم ۔ میں آپ کا بہت شکرگزار ہوں ۔ کیا چیز آپ کو نذر کی جا سکتی ہے ؟

(کاؤنٹ سے) خزانہ سے بیس ہزار اشرفیاں اس عالم کو بخشش دی جائیں ۔

عبدالاحد ۔ اے بادشاہ ذی جاہ ! مسلمان احسان کو بیچا نہیں کرتے ۔ میں اپنے سلطان (خدا اُن کا حامی ہو) کا احسان فروخت نہیں کروں گا ۔

رچرڈ ۔ (گلے سے سنہری صلیب اتار کر) اچھا تو یہ صلیب میں تمہیں بخشتا ہوں ۔ اس کے مالک کے لئے رچرڈ جان اور مال فدا کرنے سے کبھی عذر نہیں کرے گا ۔

عبدالاحد ۔ اے بادشاہ آپ بھول گئے کہ میں مسلمان ہوں میں یہ صلیب نہیں لے سکتا ۔

کاؤنٹ ۔ صلیب کی ہتک منہ بند کر ۔ ورنہ ابھی سر قلم کئے دیتا ہوں ۔

رچرڈ ۔ تلوار کو نیام میں کرو ۔ وہ صلیب کا گنہگار ہے لیکن میرا محسن ہے ۔ باہر سے "اللہ اکبر ، اللہ اکبر ۔ ... اشہد ان محمد الرسول اللہ ...... کی آواز آتی ہے ۔

عبدالاحد ۔ (آذان کی آواز سنکر) اب میں جاتا ہوں ۔ میرے لشکر میں شام کی آذان ہو گئی ہے ۔ نماز کے بعد ہمارا قافلہ دارالعدل (سلطان کے رہنے کی جگہ) کی طرف واپس ہو جائے گا ۔ خدا حافظ

(طبیب چلا جاتا ہے ۔ شاہ رچرڈ اپنے مصاحب سے مخاطب ہے)

رچرڈ ۔ کاؤنٹ ۔ سوچو اور غور کرو جس قوم کے رہنما (صلاح الدین ایوبی) میں اسقدر انسانی ہمدردی ہو کہ وہ اپنے بدترین دشمنوں سے بھی رواداری کا سلوک کرے اُس قوم کو زیر کرنا آسان نہیں ۔

کاؤنٹ ۔ مگر میں اس رواداری کا راز نہیں سمجھ سکا

رچرڈ ۔ کوئی راز نہیں اِن کے مذہب نے انہیں دشمنوں کے ساتھ رواداری کی ہدایت کی ہے ۔ اور اُن کی رواداری نے لاکھوں عیسائیوں کے دلوں کو موہ لیا ہے ۔ یہی مسلمانوں کی سب سے بڑی طاقت ہے ۔ اس رواداری کا مظاہرہ اس سے پہلے بھی ہو چکا ہے ۔ اور برابر ہوتا رہا ہے ۔ کتنی عجیب ہے یہ مسلمان قوم کاش ہم ان سے لڑنے کی بجائے اُن کو اپنا دوست بنا سکتے ۔

صحابہ کرام کا بلند کردار

(باقی صـ۲۲ سے)

چنانچہ حضرت صالح رضؓ نے اپنی حسین و جمیل لڑکی کی شادی ایک ایسے یتیم لڑکے کے ساتھ کر دی تھی جو اُن کے پاس رہتا تھا ۔ اور جس کا کوئی یار و مددگار نہیں تھا ۔

صحابہ کرام معاملات میں بھی بڑی دیانت داری سے کام لیتے تھے ۔ اپنے وعدہ کو ہمیشہ پورا کرتے تھے ۔ غرضکہ اُن کی زندگی کا ہر گوشہ اُن کے بلند کردار کا آئینہ دار ہے ۔ واقعہ یہ ہے کہ دنیا نے اِن ہی بزرگوں سے حق پسندی ۔ سچائی ، پاکیزگی ۔ مروت ۔ اور حسن سلوک کا سبق سیکھا ہے

تعلیم الحدیث

(باقی مضمون ص۲۰ سے)

کہ ایک شخص نے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی خدمت میں حاضر ہوکر عرض کیا یا رسول اللہ میں ایک بہت بڑے گناہ کا مرتکب ہو گیا ہوں کیا میری توبہ قبول ہو سکتی ہے ۔ حضور نے پوچھا کیا تیری ماں زندہ ہے عرض کیا نہیں ۔ پھر آپ نے پوچھا کیا تیری خالہ زندہ ہے عرض کیا ہاں ۔ حضور نے فرمایا اس کے ساتھ سلوک کرو (ترمذی)

یعنی ماں یا خالہ کی خدمت اور سلوک اس قدر اہم چیز ہے کہ اُس سے گناہ بھی معاف ہو جاتے ہیں ۔



عورتوں کے لئے

شوہر کی سرد مہری کی شکایت

بعض لڑکیوں کی اپنے شوہروں سے بدظنی

(از زبیدہ سلطان صاحبہ دہلوی)

زبیدہ بہن کے یوں تو سب ہی مضامین بہت کام کی باتیں ہوتی ہیں۔ لیکن اُن کا ذیل کا مضمون خصوصیت کے ساتھ اس قابل ہے کہ نئی شادی شدہ لڑکیاں اسے بغور پڑھیں۔ کیونکہ اس مضمون میں ازدواجی زندگی کے ایک نازک پہلو پر بڑے ہی لطیف انداز میں روشنی ڈالی گئی ہے۔

پچھلے دنوں مجھے ایک نئی شادی شدہ لڑکی کا خط ملا جس میں کہ اُس نے اپنے شوہر کی بے توجہی کی شکایت کرتے ہوئے لکھا تھا۔

"یہ بات میرے تصور میں بھی نہیں تھی کہ اُن کی محبت میں اتنی جلدی سرد مہری پیدا ہو جائے گی مجھے ایسا معلوم ہوتا ہے کہ صرف آٹھ دس مہینے ہی میں اُن کا دل مجھ سے بھر گیا ہے میں اُنکی اِس بدلی ہوئی روش سے بے حد افسردہ ہوں"

یہ اِس لڑکی کے طویل خط کا ایک اہم حصہ ہے۔ ویسے اِس لڑکی نے اس خط میں اور بھی بہت سی باتیں لکھی ہیں جس سے کہ اندازہ ہوتا ہے کہ یہ لڑکی بہت ہی حساس ہے۔ اور کسی غلط فہمی میں مبتلا ہو گئی ہے۔

ایک اسی لڑکی پر کیا موقوف ہے بعض دوسری نئی شادی شدہ لڑکیوں کو بھی اس بات کی عام شکایت ہے کہ شادی کے بعد اُن کے شوہروں کی محبت میں وہ گرما گرمی باقی نہیں رہتی جو شروع میں ہوتی ہے۔ اور جوں جوں زمانہ گزرتا جاتا ہے شوہروں کی محبت سرد پڑتی جاتی ہے۔ یہاں تک کہ شادی کے دو تین سال بعد ہی میاں بیوی کا تعلق اس سے زیادہ باقی نہیں رہتا کہ شوہر تو گھر کے چلانے کے لئے روپیہ کماتا رہتا ہے اور بیوی گھر چلاتی رہتی ہے۔ اور بچے پالتی رہتی ہے۔

میرے پاس نئی شادی شدہ لڑکیوں کے ایسے خطوط اکثر آتے رہتے ہیں۔ جن میں کہ اسی طرح شوہروں کی بے التفاتی کی شکایتیں ہوتی ہیں لیکن میں سمجھتی ہوں کہ اس قسم کی خطوط لکھنے والی لڑکیاں یہ جانتی ہی نہیں کہ میاں بیوی کا تعلق کس بنیاد پر قائم ہے اور اس بنیاد کو مضبوط بنانے کے لئے کیا طریقے اختیار کئے جائیں۔

آجکل کے زمانہ میں تو اس شکایت کی ایک بڑی وجہ یہ بھی ہے کہ فلمی الفت نے اور عاشقانہ ناولوں نے موجودہ زمانہ کی لڑکیوں کے ذہنوں کو خراب کر دیا ہے اور وہ یہ چاہتی ہیں کہ جس طرح سنیما کی فلموں میں ہیرو ہیروئن سے والہانہ محبت کرتا ہے یا جس طرح عاشقانہ ناولوں میں ہیرو اپنی محبوبہ سے الفت کا اظہار کرتا ہے اسی طرح اُن کے شوہر بھی اُن کے ساتھ محبت کا اظہار کریں۔ اِن لڑکیوں کو معلوم ہونا چاہیئے کہ ہمارے ملک میں شادی بیاہ کا رشتہ عشق و محبت کے کچے دھاگے میں بندھا ہوا نہیں ہوتا۔ بلکہ اُس کی بنیاد میاں بیوی کے ایثار۔ خلوص۔ اور خدمت کی مستحکم بنیادوں پر رکھی ہوئی ہوتی ہے۔

یورپ اور مغربی ممالک میں تو یہ بات عام ہے کہ وہاں عام طور پر شادیاں عشق و عاشقی کے بعد کی جاتی ہیں اور اُن کی بنیاد خلوص یا ایثار پر رکھی ہوئی نہیں ہوتی بلکہ مغربی شادیوں میں عام طور پر جذباتی یا نفسانی خواہشات کارفرما ہوتی ہیں۔ لیکن ہمارے ملک میں ایسا نہیں ہے۔ ہمارے ملک کا دستور یہ ہے کہ ابتدا میں شادی سے پہلے میاں بیوی میں کوئی محبت نہیں ہوتی۔ لیکن شادی کے بعد

رفتہ رفتہ آپس کے خلوص ایثار اور قربانیوں سے دونوں کے دلوں میں جگہ پیدا ہو جاتی ہے۔ جو آگے چل کر حقیقی اور اٹوٹ محبت کی شکل اختیار کر لیتی ہے۔

نئی شادی شدہ لڑکیوں کا یہ احساس اپنی جگہ بالکل درست ہے کہ شادی کے نئے دنوں میں اُن کے شوہر جس گرماگرمی کا اظہار کرتے ہیں وہ بعد میں کم ہوتی چلی جاتی ہے۔ مگر یہ کوئی نئی بات نہیں ہے۔ ہمیشہ سے یہی ہوتا چلا آیا ہے۔ چنانچہ جب جوانی کا خمار کم ہو جاتا ہے اور نفسانی خواہشات سکون پا جاتی ہیں تو ابتدائی زمانہ کی سی گرماگرمی کیسے باقی رہ سکتی ہے۔ مگر دشواری یہ ہے کہ غلطی سے اِن لڑکیوں نے ابتدائی زمانہ کی گرماگرمی کو محبت سمجھ لیا ہے۔ حالانکہ یہ محبت نہیں ہوتی بلکہ جذبات کا ایک ہیجان ہوتا ہے۔ جس کا کم ہونا اور گھٹنا ایک قدرتی امر ہے مگر آج کل کی لڑکیاں جو سینما کی فلموں اور ناولوں سے بے حد متاثر ہیں۔ انھوں نے اِس کھوکھلی محبت کو حقیقت سمجھ لیا ہے۔ کیونکہ وہ جانتی ہی نہیں کہ حقیقی محبت کیا ہے۔ اور نفسانیت اور محبت میں کیا فرق ہے۔

خواہ مخواہ دلوں میں شکوک پیدا کرنے والی ان نئی شادی شدہ لڑکیوں کو معلوم ہونا چاہیئے کہ صحیح معنوں میں ازدواجی زندگی اسی وقت شروع ہوتی ہے جب نفسانی خواہشات کا طوفان گھٹ جاتا ہے۔ اور زندگی کے حقیقی مسائل اُبھر کر سامنے آتے ہیں۔ اور میاں بیوی کی باطنی خوبیوں کے جوہر کھلتے ہیں۔ نفسانی خواہشات کے کم ہونے کے بعد اگر میاں بیوی میں باطنی خوبیاں ہوتی ہیں تو اُن کے تعلقات دن بدن خوشگوار ہوتے چلے جاتے ہیں۔ لیکن ان دونوں میں سے ایک بھی اگر باطنی خوبیوں سے محروم ہوتا ہے اور شادی کو محض نفسانی خواہشات کی تکمیل کا وسیلہ سمجھتا ہے تو آگے چل کر ان کی زندگی بے مزہ ہو جاتی ہے۔

ازدواجی زندگی میں حقیقی کیف اور لطف کا پیدا ہونا کوئی آسان کام نہیں ہے۔ اس اہم مقصد کے حصول کے لئے دونوں ہی کے کچھ فرائض ہیں۔ اور دونوں ہی کو ایثار و قربانی کا ثبوت دینا پڑتا ہے۔ اِس موقعہ پر میں اپنی بہنوں اور بیٹیوں سے کہوں گی کہ اگر واقعی وہ اپنے شوہروں کی محبت کی متلاشی ہیں تو انہیں مندرجہ ذیل باتوں کا خصوصیت سے خیال رکھنا ہوگا۔

(۱) اُس دکھاوٹی محبت کے فریب میں نہ آؤ جو فلموں اور ناولوں میں نظر آتی ہے۔ یہ سراسر فریب ہے اور اس فریب میں مبتلا ہونے والی لڑکیوں میں شوہروں کی جانب سے بدظنی پیدا ہو جاتی ہے جسکے نتائج نہایت ہی خراب نکلتے ہیں۔

(۲) اپنے شوہر کی فطرت اور مزاج کا بڑے غور اور سنجیدگی کے ساتھ مطالعہ کرو اور کوئی قدم بھی اُس کے مزاج کے خلاف نہ اٹھاؤ بلکہ اُسی کے رنگ میں رنگ جاؤ

(۳) ہر لمحہ اپنے شوہر کے لیے ہر قسم کے ایثار اور قربانی کے لئے آمادہ رہو۔ اپنی رائے اُس پر نہ ٹھونسو۔ اور یہ بات ثابت کر دو کہ تمہارے اور اُس کے خیالات اور نظریات میں زیادہ سے زیادہ یکسانیت ہے

(۴) شوہر کی اطاعت اور دلداری میں کوئی کمی نہ اٹھا رکھو زحمت اٹھا کر بھی اُسے راحت پہنچاؤ۔ اور اُسے آزردہ خاطر نہ ہونے دو۔

یہ چند بنیادی باتیں ایسی ہیں کہ عورتیں اُن پر سختی سے عمل کریں تو وہ اپنے شوہروں کی آنکھوں کا تارہ بن سکتی ہیں میں نے تو یہانتک دیکھا ہے کہ ایثار پیشہ اور فطرت شناس لڑکیوں نے اپنے آوارہ۔ بدچلن اور گمراہ شوہروں تک کو اپنا گرویدہ بنا لیا ہے

جس لڑکی نے اپنے خط میں شوہر کی جانب سے بدظنی کا اظہار کیا ہے۔ اُس کے لیے بھی میرا مشورہ یہی ہے کہ وہ اوپر کی ہدایتوں پر عمل کرے اور عارضی محبت کی بجائے حقیقی محبت کی راہیں تلاش کرے تو اُس کی شوہر کی جانب سے بدظنی خود بخود دور ہو جائے گی۔

محمود غزنوی ہندو عورتوں کا محافظ

(باقی صفحہ ۱۰۰)

بے عنوانیوں کی بھی باز پرس کی جائے گی "

شہنشاہ جہانگیر کیوں کہ خود بھی ایک نہایت ہی انصاف پسند حکمراں تھا اُس نے اُس پر اِن بزرگ کی حق بیانی کا بے حد اثر ہوا۔ فوراً خفیہ آدمی حالات کی تحقیقات پر مقرر کئے گئے۔ اور ان مغل سپاہیوں کی عبرت انگیز سزائیں دی گئیں جنھوں نے کہ بجنور کی خاتون کی بے عزتی کی تھی۔



افسانہ

آرزوؤں کا مدفن

ایک واقعہ ایک دلگداز کہانی

(از جناب سلیم انجم)

کال بیل زور سے بجی تو راشدہ ناول پٹک کر ڈرائنگ روم کے دروازہ پر گئی۔

"کون صاحب ہیں" راشدہ کے سامنے سیاہ سوٹ میں ملبوس خوش رو نوجوان کھڑا تھا۔

"خاکسار ۔ خاکسار کو اختر پرویز کہتے ہیں افتخار صاحب کی خدمت میں حاضر ہوا ہوں"

"تشریف لائیے" راشدہ نے بے دلی کے ساتھ کہا۔

"کون ہے بیٹی" لمحی نے پوچھا

"کوئی خاکسار صاحب ہیں۔ ڈیڈی سے ملنا چاہتے ہیں"

"ارے یہ خاکسار کون ہے" ڈیڈی جو اخبار پڑھ رہے تھے اخبار ہاتھ میں لئے ڈرائنگ روم میں داخل ہو گئے۔

"تسلیم انکل"

"ارے پرویز تم کب آئے" "لیکن تم نے اپنا نام کیوں نہیں بتایا"

"جی میں نے اُن سے کہا تھا کہ خاکسار کو اختر پرویز کہتے ہیں۔ مگر انھوں نے میرا نام خاکسار ہی رکھ دیا"

اچھا اچھا بہت شریر ہے راشدہ! آؤ۔ اندر آؤ!" پرویز انکل کے ساتھ اندر داخل ہوا

"یہ تمھاری آنٹی ہیں۔ اور بیگم! یہ پرویز ہیں۔ میرے بچپن کے دوست انصاری کے لڑکے جن کا کل میں نے تم سے تذکرہ کیا تھا یہاں کے جنرل پوسٹ آفس میں ان کی پوسٹنگ ہوئی ہے"

"تسلیم چچی جان!"

"جیتے رہو بیٹا!" چچی نے مسکرا کر کہا اور اپنے قریب بٹھا لیا

پھر راشدہ سے مخاطب ہو کر بولیں "راشدہ بیٹی چائے لے آؤ"

کچھ دیر بعد راشدہ چائے کی ٹرے لئے داخل ہوئی۔ چائے سے فارغ ہونے کے بعد افتخار صاحب نے اپنا مخصوص سگار جلایا اور پرویز سے کافی رات گئے تک باتیں کرتے رہے۔

پرویز کو یہاں آئے ایک مہینہ سے زیادہ ہو گیا تھا۔ چچی کا بے پناہ پیار انکل کی بے پایاں محبت اور شفقت نے اُس کا حوصلہ بڑھایا اور وہ بہت جلد راشدہ اور ساجدہ سے بے تکلف ہو گیا

———— • ————

ایک شام

پرویز جب باہر سے لوٹا تو ڈرائنگ روم میں راشدہ اور ساجدہ بیٹھی کیرم کھیل رہی تھیں۔ اُن دونوں سے کچھ فاصلہ پر اُن کا چھوٹا بھائی پپّو بیٹھا اپنی پکچر بک کی ایک تصویر میں رنگ بھر رہا تھا۔ پرویز پپّو کے پاس جا کر بیٹھ گیا۔

"پرویز بھائی! یہ تصویر دیکھنا میں نے ٹھیک سے اس میں رنگ بھرا ہے نا!" پپّو نے کہا۔

"مگر یہ کس کی تصویر ہے بھا" پرویز نے انجان بن کر پوچھا۔

"ارے آپ اتنا بھی نہیں جانتے؟ یہ مینڈک کی تصویر ہے" پپّو نے کہا۔

"نہیں یہ مینڈک نہیں یہ تو ناک دکھائی دیتی ہے"

"ناک! کس کی ناک!؟" پپّو نے حیرت سے پوچھا

"تمھاری راشدہ باجی کی ناک! جو ہمیشہ مینڈک کی طرح پھولی رہتی ہے"

ساتھ ہی ڈرائنگ روم میں ساجدہ پپّو اور پرویز کا قہقہہ

گرہجا۔ راشدہ اپنی بے عزتی برداشت نہ کر سکی۔ وہ غصّہ میں بھری ہوئی اپنے کمرے میں چلی گئی اور بہت دیر تک اپنے بستر پہ چپ چاپ پڑی رہی۔ کچھ دیر بعد کوئی دبے پاؤں چلتا ہوا اُس کے کمرے میں آیا اور پیار بھرے انداز کے ساتھ اپنی انگلیوں کو اُس کے سر پہ پھیرا اور سرگوشیانہ لہجہ میں پکارا۔ "راشدہ"

راشدہ نے پلٹ کر دیکھا پرویز کھڑا تھا۔

"برا مان گئیں میری بات کا؟"

راشدہ تڑپ اٹھی "آپ چلے جایئے یہاں سے! مجھے ایسی چھیڑ چھاڑ اور ایسا مذاق ہرگز پسند نہیں جس سے کسی کی دل آزاری ہوتی ہو۔ اگر آپ کو مجھ سے نفرت ہے تو بیشک آپ مجھ سے نفرت کیجئے لیکن خدا کے لئے مجھے چھوٹوں کے سامنے ذلیل مت کیجئے میرا مذاق مت اڑایئے" اتنا کہہ کر راشدہ سسک پڑی

"لیکن راشدہ! شرارت اور چھیڑ چھاڑ تو اپنوں ہی سے کی جاتی ہے نا؟ غیروں سے نہیں" پرویز نے کہا

راشدہ نے اپنا آنسو بھرا چہرہ اٹھایا اور اُس کی طرف دیکھنے لگی

دل ہی دل میں اس بات کی سچائی کو پرکھنے لگی۔ پرویز اُس کی آنکھوں میں آنسو دیکھ کر تڑپ اٹھا اور کہا۔

"جی چاہتا ہے آپ کی پلکوں پر کانپتے ان آنسوؤں کو اپنے ہونٹوں میں جذب کر لوں لیکن ڈرتا ہوں کہیں آپ کی خوبصورت آنکھوں پر داغ نہ لگ جائے!"

اچانک راہ داری میں کسی کے قدموں کی چاپ سنائی دی وہ چپ چاپ وہاں سے نکل آیا۔ راشدہ کے دل میں پیار کی کہکشاں جگمگا اٹھی۔ اُس کا رُواں رُواں انجانی مسرت سے جھوم اٹھا۔

ایک دوپہر

راشدہ اپنے کمرے میں بیٹھی البم دیکھ رہی تھی۔ پرویز آ گیا۔

"اچھا تو البم دیکھا جا رہا ہے؟ ذرا ہم بھی دیکھیں آپ کی تصویریں کیسی ہیں۔ یقیناً آپ سے خوبصورت ہوں گی!"

وہ دھم سے راشدہ کے بالکل قریب صوفہ میں دھنس کر بیٹھ گیا اُس کے اِس طرح قریب بیٹھتے ہی راشدہ گھبرا گئی۔ اور بولی "ذرا

پہلے سیکھ کر تمیز اور ادب سے بیٹھئے!"

"ادب سے کیوں؟" وہ کہنے لگا "یہ آپ کی تصویروں کا البم ہے کوئی آسمانی صحیفہ تو نہیں بھئی ہم تو ایسے ہی بیٹھ کر دیکھیں گے!" یہ کہہ کر وہ راشدہ کے ہاتھ سے البم چھین کر دیکھنے لگا۔ چند تصویریں دیکھنے کے بعد کہا۔

"ایک بات پوچھوں؟"

"پوچھیے"

"آپ خفا تو نہ ہوں گی؟ اُس دن کی طرح"

"نہیں" راشدہ نے کہا۔ وہ سمجھ گئی کہ یہ پھر کوئی شرارت کرنا چاہتا ہے۔

پرویز نے مسکرا کر اُس کی طرف دیکھا اور کہا "یہ آپ کی جو "ناک" ہے نا یہ بچپن ہی سے موٹی ہے یا ــــــ!" اتنا کہہ کر وہ اپنی بات کا ردِ عمل دیکھنے کے لئے رک گیا اور اپنا منھ دوسری طرف پھیر لیا۔

"جی ہاں بچپن ہی سے صرف موٹی نہیں چپٹی بھی ہے"

یہ کہہ کر راشدہ نے اُس کے چہرے کو اپنی طرف گھمایا اور مسکرانے لگی۔ پرویز کو راشدہ کے اِس جواب پر مسکرانے کے اِس انداز پر حیرانی ہوئی۔ اُس نے پوچھا۔

"اُس دن تو آپ میری اِس بات پر خفا ہو گئی تھیں۔ لیکن آج آپ نے برا نہیں مانا۔ ایسا کیوں؟"

"اپنوں کی بات کا برا نہیں مانا جاتا" راشدہ نے نظریں جھکا کر آہستہ سے کہا۔

پرویز سنجیدہ ہو گیا۔ راشدہ کے اِس جملے نے اُس کے دل کی گہرائیوں میں ایک ہلچل سی پیدا کر دی۔ وہ چند لمحوں تک چپ چاپ راشدہ کی طرف دیکھتا رہا۔ پھر کہا "آپ اپنوں اور بیگانوں کے فرق کو جانتی ہیں؟"

"ہاں! جن سے پیار ہوتا ہے انہیں اپنا سمجھا جاتا ہے"

یہ کہہ کر وہ جانے کے لیے اٹھی۔ پرویز نے اُس کا دامن تھام لیا اور پوچھا۔

"کیا آپ مجھے چاہنے لگی ہیں؟"

جواب میں راشدہ نے پیار بھری نظروں سے اُس کی طرف دیکھا اور سر جھکا لیا۔ پرویز چند لمحوں تک خلا میں نہ جانے کیا دیکھتا رہا۔ پھر بولا۔

"راشدہ! پیار زندگی کا سب سے قیمتی اثاثہ ہوتا ہے۔ یوں ایک انجانے اور بیگانے پر نہیں لٹایا جاتا"

"جب آپ مجھے اپنی سمجھ کر چھیڑ سکتے ہیں تو کیا میں آپ کو اپنا سمجھ کر پیار نہیں کر سکتی؟"

چند لمحوں کے لئے پرویز رک گیا۔ پھر کہنے لگا "لیکن کبھی کبھی ایسا بھی ہوتا ہے کہ ہم کسی کو اپنا سمجھ کر چاہتے ہیں۔ پیار کرتے ہیں۔ لیکن اُسے اپنا نہیں کہہ سکتے۔ تب یہ چار دن کی محبت ساری زندگی کے لئے ایک درد ایک آزار بن جاتی ہے۔ بغیر سوچے سمجھے ایسا قدم اٹھانا نادانی ہے"

"محبت اندھی ہوتی ہے۔ انجام سے بے پرواہ!" راشدہ نے جواب دیا۔

"مگر راشدہ! ــــــ"

پرویز کچھ کہنا ہی چاہتا تھا کہ ماجدہ آگئی۔ وہ چپ چاپ وہاں سے نکل کر اپنے کمرے میں چلا آیا۔ پرویز کو آئے ابھی پانچ دس منٹ بھی نہ ہوئے تھے کہ اچانک افتخار صاحب اُس کے کمرے میں داخل ہوئے۔ آرام کرسی پر دراز ہو کر انھوں نے اپنا مخصوص سگار جلایا اور کچھ دیر تک پرویز سے باتیں کرکے چلے گئے۔ مگر اُن کے تیور کچھ بدلے بدلے سے تھے۔

دوسرے دن صبح۔ وہ ناشتہ سے فارغ ہو کر باہر جانے کے لئے نکل ہی رہا تھا کہ بیٹھک میں افتخار صاحب نے اسے روکا اور کہا "پرویز بیٹھو تم سے کچھ باتیں کرنی ہیں"

پرویز بیٹھ گیا۔ افتخار صاحب اپنا چشمہ اتار کر کچھ دیر تک اپنے کرتے کے دامن سے صاف کرتے رہے پھر کہنے لگے۔

"راشدہ کے لئے ڈاکٹر جاوید کا رشتہ آیا ہے۔ جانا پہچانا اچھا اور متمول گھرانا ہے۔ میں اِس بارے میں تم سے مشورہ لینا چاہتا ہوں"

پرویز گھبرایا "جی میں کیا مشورہ دے سکتا ہوں انکل!"

وہ یہ کہہ کر چپ ہو گیا۔ اور ایک گہری فکر میں پڑ گیا۔

"لیکن میرا اور بیگم کا ایک خیال یہ بھی ہے کیونکہ تم سے راشدہ کا

رشتہ کر دیا جائے۔

پرویز کچھ دیر تک عجیب کشمکش و پیچ میں پڑ گیا۔ پھر اُداس لہجہ میں بولا "لیکن انکل میں راشدہ کے قابل نہیں ہوں!"

اختار صاحب مسکرائے اور کہنے لگے "یہ تمہاری کسرِ نفسی انکساری اور حسنِ اخلاق ہے؟"

"انکل یہ حسنِ اخلاق اور انکساری نہیں۔ حقیقت ہے۔ راشدہ کے لئے مجھ سے بہتر اور موزوں شخص ڈاکٹر جاوید ہی ہیں نہیں۔" پرویز کو معلوم ہو چکا تھا کہ انکل راشدہ کے بارے میں فیصلہ کر چکے ہیں اور اس قسم کی ظاہری باتیں محض اسلئے کر رہے ہیں تاکہ میں کوئی رخنہ نہ پیدا کر سکوں وہ جانتے تھے کہ راشدہ میری جانب جھکی ہوئی ہے۔

راشدہ پاس والے کمرے میں بیٹھی تھی۔ جب اُس نے پرویز کی یہ باتیں سنیں تو اُسے یوں محسوس ہوا جیسے ہزاروں تیر اُس کے دل کے آر پار ہو گئے ہوں وہ تڑپ اٹھی اور اپنے کمرے میں جاکر پھوٹ پھوٹ کر رونے لگی۔

راشدہ کی شادی ڈاکٹر جاوید سے قرار پا چکی تھی۔

سارے گھر میں چہل پہل تھی۔ خوشیوں کا ہنگامہ تھا۔ راشدہ سرخ جوڑے میں ملبوس دلہن بنی بیٹھی تھی۔ اُس کی پلکوں پر آنسو ٹوٹ ٹوٹ کر مہندی رچے ہاتھوں پر گر رہے تھے۔ اُس کے دل میں کوئی ارمان نہ تھا۔ کوئی تمنا نہ تھی وہ اپنے آپ کو ان خوشیوں اِن ہنگاموں سے بالکل الگ تھلگ محسوس کر رہی تھی جیسے اِن سب باتوں سے اُس کا کوئی تعلق اور کوئی واسطہ ہی نہیں بلکہ ایک بے جان مورتی اُس کمرے میں بٹھا دی گئی ہو۔

اچانک پپّو دوڑتا ہوا آیا اور بولا "باجی۔ پرویز بھائی آج جا رہے ہیں!"

"آہ۔ پرویز جا رہا ہے!" وہ سوچنے لگی "وہ جسے اُس نے بڑے ہی ارمانوں اور آرزوؤں کے ساتھ چاہا۔ اپنے دل میں بسایا۔ اس کی پرستش کی۔ وہ اُسے ٹھکرا کر اسے اپنانے سے انکار کر کے جا رہا ہے۔ بے وفا۔ ناسپاس۔ وفا ناآشنا۔ آہ پرویز!" وہ سسک پڑی۔ پھر اچانک ایک جانی پہچانی آواز اُس کے کانوں سے ٹکرائی۔

"راشدہ!"

ایک لمحہ کے لئے وہ سر سے پیر تک کانپ گئی۔ اُس نے گھونگھٹ ہٹا کر دیکھا۔ اُس کے پلنگ کے قریب پرویز اپنے ہاتھوں میں ایک پیکٹ لئے کھڑا تھا جس کے اندر سے سرخ گلاب کے پھول جھانک رہے تھے چند لمحوں کے لئے دونوں کی نگاہیں ایک دوسرے سے ملیں راشدہ کی آنکھوں میں آنسو تھے۔ شکوے تھے۔ درد تھا اور پرویز کی آنکھوں میں ویرانی تھی۔ اداسی تھی۔

"راشدہ! میں جا رہا ہوں۔" پرویز کہنے لگا "جانے سے پہلے سوچا ایک بار تمہارا یہ روپ دیکھ لوں اور تمہیں وہ مجبوری بتا دوں جس کے پیشِ نظر میں نے تمہیں اپنانے سے انکار کر دیا تھا راشدہ! میں تمہیں اپنے دل اور اپنی روح کی تمام گہرائیوں سے چاہتا ہوں مجھے تم سے بے انتہا پیار ہے۔ محبت ہے۔ لیکن راشدہ! انکل کو ہمارا ملاپ ہماری شادی منظور نہیں۔ اُس روز ڈاکٹر جاوید کے رشتہ کا ذکر کر کے انکل کا مجھے تمہارے لئے پسند کرنا صرف ایک ناٹک تھا سچائی یہ ہے کہ میں تمہارے قابل نہیں ہوں۔ میرے پاس دولت نہیں ہے۔ اونچی سوسائٹی میں میرا کوئی مقام نہیں ہے۔ تمہارے ڈیڈی نے سوچا تھا کہ میں تمہارے سامنے تمہیں اپنانے سے انکار کر کے تمہارا دل توڑ دوں۔" اتنا کہہ کر وہ سسک پڑا، پھر دوسرے ہی لمحہ اپنے ہاتھوں میں تھمے ہوئے پیکٹ کو کھولا اور اُس میں سے سرخ سرخ گلاب کے پھولوں کا ہار نکال کر راشدہ کے گلے میں ڈال دیا اور آنسو بہاتا چپ چاپ اُس کے کمرے سے نکل گیا۔ راشدہ کو یوں محسوس ہوا جیسے اس کے گلے میں گلاب کے پھولوں کا ہار نہیں مایوس تمناؤں اور ناکام آرزوؤں کی ایک بھاری صلیب ڈال دی گئی ہو! اسے اپنا دل ڈوبتا اور اپنی سانس گھٹتی محسوس ہونے لگی۔ پھر وہ شدتِ غم سے بے ہوش ہو کر بستر میں گر پڑی۔

ناظرین سے مخلصانہ گذارش

دین دنیا اپنی عمر کے ساٹھویں سال میں داخل ہو چکا ہے۔ یہ مسلسل نصف صدی سے اسلام اور مسلمانوں کی جو خدمات انجام دے رہا ہے وہ سب پر روشن ہیں۔ یہ بات سب ہی کو معلوم ہے کہ دین دنیا کوئی کاروباری پرچہ نہیں ہے۔ بلکہ اس کا ایک مخصوص مشن ہے اور وہ مشن یہ ہے کہ موجودہ الحاد اور بے دینی کے دور میں مسلمانوں کو اسلام کے حقائق سے آگاہ کرے۔ اور دین دنیا کا ایک مشن یہ بھی ہے کہ ولولہ انگیز تاریخی مضامین کو پیش کر کے مسلمانوں کو یہ بتائے کہ تمہارے آباؤ اجداد نے اس دنیا میں کیسے عظیم الشان کارنامے انجام دئے ہیں اور ان واقعات کو بیان کر کے مسلمانوں کے اندر وقار اور حوصلہ پیدا کرنا دین دنیا کا بڑا مقصد ہے۔

خدا کا شکر ہے کہ دین دنیا اپنے مقاصد میں بڑی حد تک کامیاب ہے۔ لیکن اس سلسلہ میں دین دنیا کے پڑھنے والوں کے بھی دین دنیا کے سلسلہ میں کچھ فرائض ہیں۔ ان میں سے اہم ترین فرض یہ ہے کہ وہ دین دنیا کی توسیع اشاعت میں سرگرمی کے ساتھ حصہ لیں۔ اپنے دوستوں عزیزوں اور رشتہ داروں کو اس کی خریداری کی ترغیب دیں تاکہ دین دنیا کے مشن کا دائرہ وسیع سے وسیع تر ہوتا چلا جائے۔

کاغذ کے قحط اور طباعت کے ناقابل برداشت اخراجات کی بنا پر اگرچہ دین دنیا کی قیمت میں پچیس پیسے کا اضافہ کر دیا گیا ہے۔ یعنی ایک پرچہ کی قیمت دو روپیہ کر دی گئی ہے۔ لیکن اس کے باوجود بھی دین دنیا پر اس قدر اخراجات کا بار بڑھتا چلا جا رہا ہے کہ اس کے چلانے میں شدید دشواریاں پیدا ہو رہی ہیں۔ ان دشواریوں پر صرف اسی طرح قابو حاصل کیا جا سکتا ہے کہ دین دنیا کے پڑھنے والے اپنے اس جریدہ کو پورا پورا تعاون دیں



دنیائے اسلام پر ایک نظر

افغانستان کا روس کے خلاف جہاد

حرم کعبہ کی حفاظت کیلئے انتظامات۔ مصر پر پھیلانے والا اسرائیلی پھندا

(ہمارے سیاسی مبصر کے قلم سے)

افغانستان کا روس کے خلاف جہاد

مجاہدین افغانستان جن کے پاس نہ تو ہتھیار ہیں اور نہ کسی بڑی جنگ کے لئے ضروری سامان۔ انھوں نے بے دین روس کے خلاف جس بے جگری کے ساتھ جہاد برپا کر رکھا ہے اُس نے پھر ایک بار قرونِ اولیٰ کے مسلمانوں کی کفار کے خلاف سرفروشی کی بھولی ہوئی یاد تازہ کر دی ہے۔ اور اُن کے موجودہ بے پناہ دینی جوش کو دیکھتے ہوئے بجا طور پر یہ توقع قائم کی جاسکتی ہے ان حق پسندوں کو جلد ہی اپنے مقصد میں کامیابی حاصل ہو کر رہے گی۔

اسلامی ممالک افغانستان کے لئے بلاشبہ یہ بہت بڑا سانحہ ہے کہ چند افغانی غداروں یعنی نور محمد تراکی۔ حفیظ اللہ امین اور ببرک کارمل نے جو روس کے پرانے پٹھو ہیں اسلام اور افغانستان کے ساتھ غداری کرتے ہوئے افغانستان پر بے دین روسیوں کو مسلط کر دیا ہے۔ چنانچہ آج پورے افغانستان پر یہ بے دین چھائے ہوئے ہیں۔ اور اس فکر میں ہیں کہ افغانستان کو دوسرا تاشقند اور بخارا بنا کر افغانستان سے اسلام کی جڑیں کھود کر پھینک دیں۔

روس دنیا کی بہت بڑی طاقت ہے۔ اتنی بڑی طاقت کہ جس سے جنگ کا ارادہ کرتے ہوئے امریکہ جیسے طاقتور ملک کو بھی دس بار سوچنا پڑتا ہے۔ لیکن مجاہدین افغانستان ہیں کہ وہ بے سامانی کے باوجود روس کے دیو ہیکل ٹینکوں اور ارمرڈ کاروں سے مخفاد ین کی طرح ٹکرا رہے ہیں۔ اور روسیوں کی بے پناہ بمباری کا مردانہ وار مقابلہ کر رہے ہیں۔

کابل کی ایک اطلاع ہے کہ سرفروش افغانی مجاہدین نے۔

افغانستان کے اکثر و بیشتر صوبائی مرکزوں سے روسی بے دینوں کا غلبہ ختم کر دیا ہے اور ایسا معلوم ہوتا ہے کہ افغانستان کے غیور مسلمانوں نے یہ طے کر رکھا ہے کہ وہ اُس وقت تک اِس اسلامی ملک پر بے دینوں کو قابض نہیں ہونے دیں گے جب تک کہ افغانستان کی سرزمین پر ایک بھی کلمہ گو باقی رہے گا۔

روس اپنی غیر معمولی طاقت کے بل پر اور افغانی غداروں سے سازباز کر کے اِس وقت افغانستان کے بیشتر علاقہ پر مسلط ضرور ہے لیکن اُسے جلد ہی اندازہ ہو جائے گا جس افغانستان کو وہ للچائی ہوئی نظروں سے دیکھ رہا ہے وہ اُس کے لئے قبرستان ثابت ہوگا اور اُس کا بھی وہی حشر ہو کر رہے گا جو امریکہ کا ویتنام میں ہو چکا ہے

حرم کعبہ کی حفاظت کیلئے انتظامات

حرم کعبہ پر پچھلے دنوں بے دینوں نے جو حملہ کیا تھا۔ اُس کے پیشِ نظر حرم کعبہ کی حفاظت کے لئے جدید انتظامات کئے جا رہے ہیں۔ چنانچہ معلوم ہوا ہے کہ اِس سانحہ کے بعد سعودی حکومت نے خانہ کعبہ کے اطراف میں مسلح فوجیوں کو مستقل طور پر تعینات کر دیا ہے۔ اور حرم شریف میں ایسے کیمرے اور ٹیلی ویژن سیٹ لگائے جا رہے ہیں جن کے ذریعہ اندر کی تمام کارروائی پر نظر رکھی جاسکے۔

یہ بھی معلوم ہوا ہے کہ جن بے دینوں نے حرم کعبہ پر حملہ کیا تھا ان کے سر قلم کر کے اُنہیں کیفرِ کردار کو پہنچایا جا چکا ہے لیکن اس کے باوجود بھی دنیائے اسلام یہ جاننے کے لئے مضطرب اور بے چین ہے کہ یہ محض بے دینوں کا حملہ تھا یا کسی بیرونی طاقت نے ان بے دینوں کو

آلہ کار بنا کر اپنا کوئی سیاسی مقصد حاصل کرنا چاہتا تھا۔

حکومت سعودی عرب کے سربراہوں کے مختلف بیانات سے تو یہی اندازہ ہوتا ہے کہ یہ کوئی سیاسی سازش نہیں تھی بلکہ ایسے بے دینوں کا حملہ تھا جو حرم کعبہ پہ اقتدار حاصل کرنے کے بعد پورے سعودی عرب پہ اقتدار کا خواب دیکھ رہے تھے۔ لیکن مسلمانان عالم سعودی سربراہوں کے ان بیانات سے مطمئن نہیں ہیں۔ وہ چاہتے ہیں کہ اس سارے معاملہ کی تحقیقات کے لئے ایک کمیشن قائم کیا جائے جو اس بات کا پتہ چلائے کہ ان بے دینوں کے کن عناصر سے تعلقات تھے۔ اور کہیں ان کا حرم کعبہ پر حملہ کسی آئندہ شرارت کا پیش خیمہ تو نہیں ہے۔

شہید شاہ فیصل کے قتل کے بعد بھی دنیائے اسلام میں ایسی قسم کے شبہات پیدا ہوئے تھے۔ اور اب حرم کعبہ پر حملہ کے بعد بھی دنیائے اسلام میں ایک تشویش سی پیدا ہوگئی ہے جسے دور کرنا سعودی حکومت کا فرض ہے۔ اور اس تشویش کو اسی طرح دور کیا جا سکتا ہے کہ ایک تحقیقاتی کمیشن اس ضمن میں پوری طرح چھان بین کے بعد اپنی رپورٹ پیش کرے اور اس رپورٹ سے پوری دنیائے اسلام کو آگاہ کیا جائے۔

مصر میں لہرانے والا اسرائیلی جھنڈا

۱۸ فروری کا دن پوری دنیائے اسلام کے لئے بے حد منحوس تھا کہ اس تاریخ کو اسلام کے سب سے بڑے دشمن ملک اسرائیل کا جھنڈا پہلی مرتبہ مصر جیسے اسلامی ملک پر لہرا دیا گیا ہے۔ چنانچہ قاہرہ کی اطلاع ہے کہ اس تاریخ سے مصر میں اسرائیلی سفارت خانہ نے اپنا کام شروع کر دیا ہے۔ اور پہلی بار کسی عرب دارالحکومت پر اسرائیلی پرچم لہرانے لگا ہے۔

مصر کے صدر انور سادات جو امریکہ اور اسرائیل کے ہاتھوں بک چکے ہیں۔ کسی زمانہ میں اُن کا شمار اُن عرب سربراہوں میں کیا جاتا تھا جو یہ طے کئے ہوئے تھے کہ خواہ نتیجہ کچھ بھی ہو وہ اسرائیل سے اُس وقت تک رابطہ نہیں پیدا کریں جب تک کہ اسرائیل عربوں کی زمین کا ایک ایک انچ علاقہ عربوں کو واپس نہیں کر دے گا۔

لیکن خود غرضی اور لالچ کی انتہا ہے کہ یہی انور سادات پوری عرب دنیا سے قطع تعلق کر کے اور فلسطینیوں کی پیٹھ میں خنجر بھونک کر محض اس لئے امریکہ اور اسرائیل کے دام فریب میں مبتلا ہو گئے ہیں کیونکہ اسرائیل نے سینائی کا ذرا سا علاقہ اور تیل کے چند کنویں مصر کو واپس کر دئے ہیں۔ گویا صدر سادات نے اپنے ذاتی فائدہ کی خاطر پوری دنیائے عرب کو امریکہ اور اسرائیل کے ہاتھ فروخت کر دیا ہے ابن الوقتی اور غداری کی انتہا ہے۔

مصر عرب ممالک میں بہت بڑی فوجی طاقت کا مالک تھا یہ اسرائیل سے کئی لڑائیاں بھی لڑ چکا ہے۔ امریکہ اور اسرائیل دونوں ہی اس بات کو سمجھے ہوئے تھے کہ جب تک مصر کو عرب ممالک سے توڑا نہیں جائے گا۔ اسرائیل کے لئے خطرہ دور نہیں ہوگا۔ لہٰذا امریکہ اور اسرائیل دونوں ہی نے مصر پر ڈورے ڈالنے شروع کر دئے اور صدر انور سادات کو سبز باغ دکھا کر یہ دنیائے عرب سے اُسے علیحدہ کر کے اپنے ساتھ ملانے میں کامیاب ہو گئے۔ اور اسی کا یہ افسوسناک نتیجہ ہے۔ کہ آج قاہرہ میں دشمن اسلام اسرائیل کا پرچم لہرا رہا ہے۔

مختصر یہ کہ صدر انور سادات نے اسرائیلی کیمپ میں داخل ہو کر نہ صرف عرب ممالک سے بلکہ پوری دنیائے اسلام سے غداری کی ہے۔ لیکن صدر انور سادات کو یہ نہ بھولنا چاہیے کہ اُن کی یہ غداری عرب ممالک ہی کے لئے نہیں بلکہ خود مصر کے لئے بھی نہایت گراں ثابت ہوگی۔

ایران کی جانب روس کی پیش قدمی

ایسا معلوم ہوتا ہے کہ افغانستان کے بعض علاقوں پر روس کے قبضہ جمانے کے بعد اُس کے حوصلے بڑھ گئے ہیں۔ اور اب افغانستان کے بعد روس ایران میں بھی قدم جمانے کی فکر میں ہے۔ کیونکہ اُسے اندیشہ پیدا ہو گیا ہے کہ کہیں امریکی یرغمالوں کی رہائی کے بعد امریکہ اور ایران کے تعلقات میں بہتری نہ پیدا ہو جائے۔

یہ بات یاد رہے کہ ایران میں پچھلے دنوں جو انقلاب رونما

ہوا تھا اس میں سب سے بڑا ہاتھ روس ہی کا تھا - ایران چونکہ زمانہ دراز سے شاہ کے دور میں امریکہ کے زیر اثر تھا - اس لئے روس یہ چاہتا تھا کہ شاہ کو جو امریکہ کا جگری دوست ہے تخت و تاج سے محروم کردے - چنانچہ روس نے شاہ مخالفوں کو ہتھیار سپلائی کرکے اور شاہ کے خلاف تحریک کو آگے بڑھا کر شاہ کی حکومت کا تختہ الٹ دیا - اور اس طرح آیت اللہ خمینی روس کی مدد سے برسر اقتدار آگئے -

لیکن جب امریکی یرغمالوں کے جھگڑے کی وجہ سے یہ اندیشہ پیدا ہوا کہ کہیں یرغمالوں کا سہارا لے کر امریکہ ایران پر قبضہ نہ جمالے تو پیش بندی کے لئے روس نے ایران کے پڑوسی ملک افغانستان پر اپنے کمونسٹ پٹھوؤں کے ذریعہ قبضہ جمالیا تاکہ اگر امریکہ ایران میں دخل انداز ہوتا ہے تو روس افغانستان سے روسی چھاؤنی کا کام لے سکے -

اب معلوم یہ ہوا ہے کہ روس نے ایک قدم اور آگے بڑھ کر ایرانی سرحد پر بھی فوجی سرگرمیاں شروع کردی ہیں - چنانچہ تہران سے صرف چار سو کلو میٹر کے فاصلہ پر آذربائیجان کے علاقہ میں روسی فوجوں کی غیر معمولی نقل و حرکت شروع ہوگئی ہے - ایران کے اس سرحدی علاقہ میں روسی فوجوں کی سرگرمیاں کس مقصد کے لئے ہیں یہ کچھ نہیں معلوم ہوسکا ہے -

یہ بھی ممکن ہے کہ اس وقت ایران میں جو اندرونی بے چینی اور عدم استحکام پایا جاتا ہے - اس سے روس کوئی ناجائز فائدہ اٹھانا چاہتا ہو - اور عام خیال یہ ہے کہ اگر روس نے افغانستان کی طرح ایران میں بھی فوجیں داخل کرنے کی کوشش کی تو امریکہ بھی خاموش نہیں رہ سکے گا - اور اس کے بعد اس علاقہ میں جو تباہی برپا ہوگی وہ ظاہر ہے - بہرحال روس پورے مشرق کے لئے زبردست خطرہ بنتا چلا جارہا ہے -

---

صدر بنگلہ دیش کی ڈکٹیٹری سے عوام پریشان

جس طرح جنرل ضیاء نے فوجی طاقت کے بل پر پاکستان میں اپنی ڈکٹیٹری قائم کر رکھی ہے - بالکل اسی طرح بنگلہ دیش کے نام نہاد صدر ضیاء الرحمٰن ڈکٹیٹر بنے ہوئے ہیں - اور اُن کی ڈکٹیٹرشپ کو عوام میں پسند نہیں کیا جارہا ہے - اور اب تو نوبت یہاں تک پہنچ گئی ہے کہ بنگلہ دیش پارلیمنٹ کا بھی بائیکاٹ شروع ہوگیا ہے -

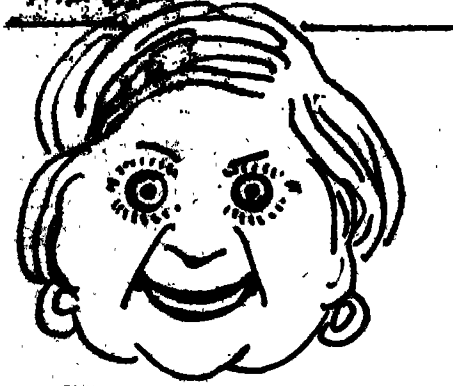
ڈھاکہ کی تازہ اطلاع ہے کہ بنگلہ دیش کی پارلیمنٹ میں حزب اختلاف کے ۷۳ ممبران اور پانچ آزاد ممبران نے پارلیمنٹ کے جاری اجلاس کا بائیکاٹ شروع کردیا ہے - ان کا کہنا ہے کہ صدر ضیاء الرحمٰن نے پارلیمنٹ کی آزادی سلب کرلی ہے - اور حزب اختلاف کے لیڈر مسٹر اسعد خان نے ایک اخباری کانفرنس میں بیان دیتے ہوئے کہا ہے کہ -

"صدر ضیاء الرحمٰن ہر قیمت پر اقتدار سے چپٹے رہنا چاہتے ہیں - عوام اُن کی ڈکٹیٹری سے تنگ آچکے ہیں - اس لئے حزب اختلاف نے یہ طے کیا ہے وہ متحد ہوکر اس وقت تک ضیاء الرحمٰن کی ڈکٹیٹری کے خلاف تحریک چلاتے رہیں گے جب تک کہ اس ملک کو صدر ضیاء الرحمٰن سے نجات نہیں مل جاتی "

اصل بات یہ ہے کہ اس ملک کی آزادی اور حریت کا تو اسی دن خاتمہ ہوگیا تھا جس روز کہ اس ملک کے جنم داتا اور بانی مجیب الرحمٰن کو انتہائی بے دردی کے ساتھ قتل کردیا گیا تھا - اور اس سانحہ کے بعد اس ملک کا جو حشر بھی ہو وہ کم ہی ہے -

بنگلہ دیش ایک ایسا ملک ہے جس کی آزادی اور حریت کی بنیادوں میں ہندوستانی جوانوں کا خون ہے - ہندوستان ہی کے صدقہ اور قربانیوں کی بدولت اس ملک کے باشندوں کو پاکستانی ڈکٹیٹروں کے پنجہ سے نجات حاصل ہوئی تھی - لیکن آج ہندوستان کے سلسلہ میں اس ملک کا جو افسوس ناک رویہ ہے - وہ کسی تشریح کا محتاج نہیں - ہماری دعا ہے کہ یہ نوزائیدہ مسلم ملک پھولے پھلے اور ترقی کرے اور اسے جمہوریت حاصل ہو -

---



دلچسپ معلومات
حیرت انگیز اور عجیب و غریب انکشافات

(از ادارہ دین دنیا)

ستارہ مریخ میں انسانی آبادی

دوسرے ماہرین فلکیات کی طرح اب آسٹریا کے ایک مفکر نارمن پیراسو نے انکشاف کیا ہے کہ جسطرح ہماری دنیا میں انسان آباد ہیں اسی طرح آسمان پر چمکنے والے اکثر ستاروں میں بھی انسانی آبادی موجود ہے۔ اس مفکر کا کہنا ہے کہ دوسرے ستاروں کے بارے میں تو یقین کے ساتھ کچھ نہیں کہا جا سکتا لیکن ستارہ مریخ کے بارے میں کامل یقین ہے کہ وہاں ہماری دنیا کی طرح انسانی آبادی موجود ہے جو ہماری دنیا کی آبادی سے بھی کہیں زیادہ ترقی یافتہ ہے۔

ستارہ مریخ کے بارے میں یہ پہلا انکشاف نہیں ہے بلکہ اس سے قبل بھی بہت سے سائنس داں اور ماہرین فلکیات اس بات کا اظہار کر چکے ہیں۔ کہ ستارۂ مریخ میں انسانی آبادی موجود ہے۔ بعض سائینس دانوں کا تو یہاں تک خیال ہے کہ اب تک آسمان پر جو اڑن طشتریاں دیکھی جاتی رہی ہیں۔ وہ ستارہ مریخ ہی سے ہماری دنیا میں آتی ہیں۔

چار شوہروں کی قاتل حسینہ

حال ہی میں ایک ایسی "شادی باز" انگریز حسینہ کا انکشاف ہوا ہے۔ جو شادی کے ذریعہ متعدد مردوں کا شکار کھیل کر انہیں موت کے گھاٹ اتار چکی ہے۔ اس حسینہ کا نام جار جیانہ ہے یہ ایسے مردوں سے محبت کی پینگیں بڑھا کر شادی کر لیتی تھی جن کی زندگی کا بیمہ لاکھوں روپیہ کا ہوتا تھا۔ اور پھر انہیں زہر دیکر ہلاک کر دیتی تھی اور بیمہ کی رقم حاصل کر لیتی تھی۔

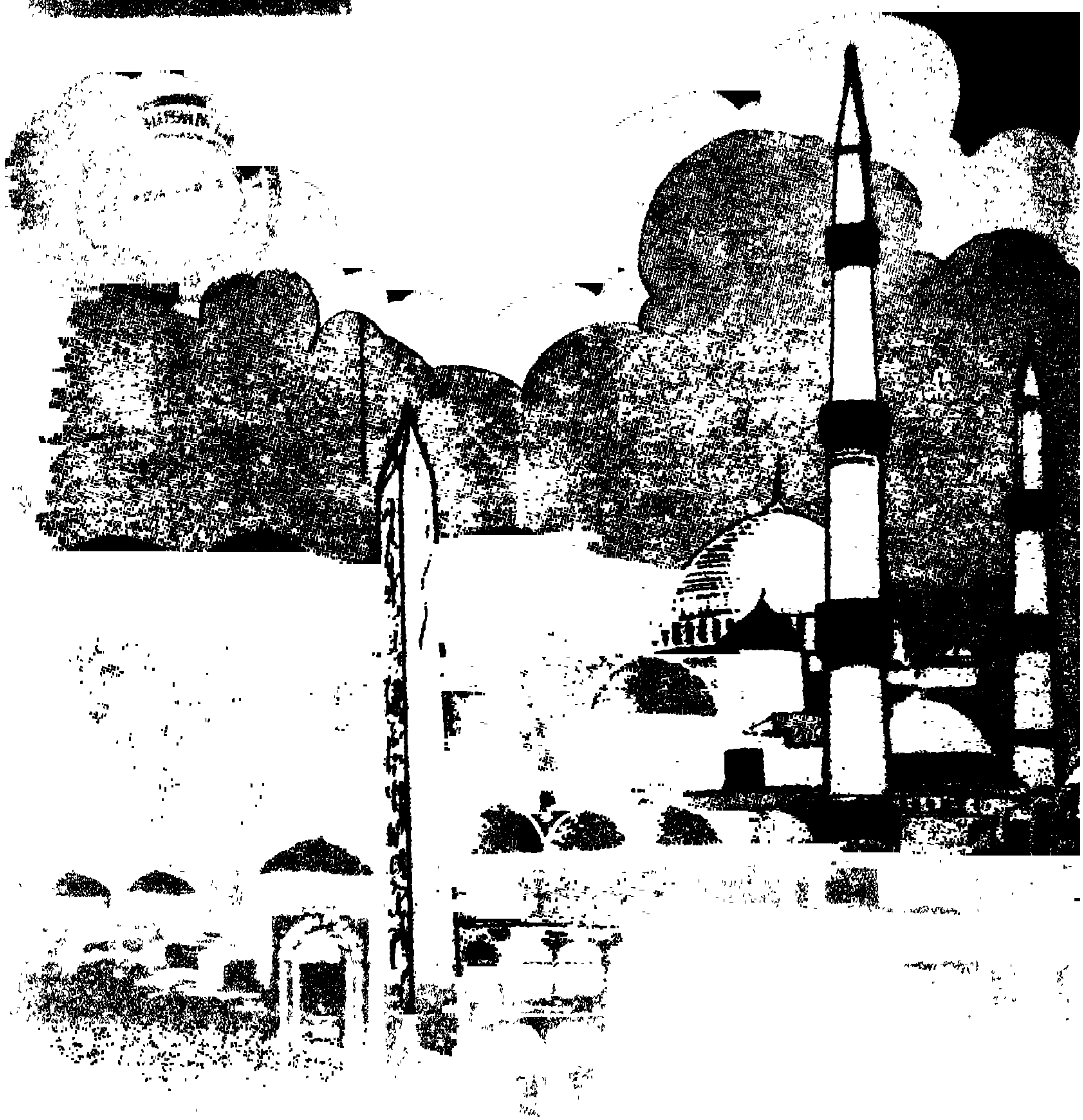
یہ کئی مردوں کو نام بدل کر اسی طرح ہلاک کر چکی تھی کہ اتفاق سے اس کا پانچواں شوہر جسے اس نے زہر دیا تھا کسی طرح زندہ بچ گیا اور یہ معاملہ پولیس اور عدالت تک جا پہنچا۔

عدالت میں جار جیانے یہ اعتراف کر لیا ہے کہ وہ اپنے چار سابقہ شوہروں کو اسی طرح ہلاک کر چکی ہے۔ اس واقعہ سے اندازہ لگایا جا سکتا ہے کہ اس تہذیب و ترقی کے دور میں کیا کچھ ہو رہا ہے

انسان سیکڑوں برس تک زندہ رہ سکتا ہے

یوگوسلاویہ کے ڈاکٹر۔ یونووک نے برسوں کی تحقیق کے بعد اس امر کا انکشاف کیا ہے کہ انسان اگر زیادہ دیر تک سوتا ہے اور اعضائے رئیسہ کو قوت پہنچانے والی ادویہ اور غذائیں استعمال کرتا رہے تو اس کی عمر میں کافی اضافہ ہو سکتا ہے۔

ڈاکٹر موصوف نے بتایا ہے کہ برفانی علاقہ میں رہنے والے ریچھ سمندر کی تہہ میں رہنے والے کچھوے اور اژدہے بڑی لمبی عمر پاتے ہیں۔ اس کی وجہ یہ ہے کہ وہ زیادہ عرصہ تک سوتے رہتے ہیں چنانچہ ایسے کچھوے بھی دیکھے گئے ہیں جن کی عمر دو سو سال سے بھی زیادہ ہے۔ انسان چونکہ زیادہ وقت تک نہیں سو سکتا اور وہ زندگی کے بکھیڑوں میں مبتلا رہتا ہے اس لئے اس کی عمر کم ہوتی ہے ورنہ اس کے اعضا ایسے ہیں کہ وہ سیکڑوں برس تک زندہ رہ سکتا ہے۔





کویت کے امیر شیخ جابر احمد الصباح



عمان کے سلطان قابوس بن سعید



یاسر عرفات ایک مغربی مفکر سے تبادلہ خیال کر رہے ہیں



سعودی عرب کے بادشاہ "شاہ خالد" (دائیں جانب) متحدہ عرب امارات کے صدر "شیخ زاہد بن سلطان" کا ریاض میں خیر مقدم کر رہے ہیں۔



...ر سادات" دشمن اسلام وزیر اعظم اسرائیل ...سٹر بیگن سے ساز باز پر خوش ہیں۔



مگر اسلام دشمن دوستی کا فریب دینے کے لئے صدر سادات کبھی کبھی پکے نمازی بن جاتے ہیں



عراق کے صدر کے خصوصی نمائندے ''مسٹر حمیدالدین'' نئی دہلی میں اندرا جی سے تیل کے سلسلہ میں گفتگو کر رہے ہیں۔



''تاجکستان (روس) کا ایک مسلم خاندان'' تاجکستان میں چالیس لاکھ مسلمان آباد ہیں اگرچہ مسلمان ۹۸ فی صد آباد ہیں مگر روس نے انہیں غلام بنا رکھا ہے

صاحبزادہ محمد مستحسن فاروقی سجادہ نشین درگاہ شیخ کلیم اللہ کی ایک یادگار تصویر



صاحبزادہ صاحب کے دائیں جانب خواجہ حسن ثانی بیٹھے ہیں اور بائیں جانب
جناب شمیم قریشی اور مفتی عتیق الرحمن صاحب تشریف فرما ہیں۔



جموں اور کشمیر کے وزیر اعلی ''شیخ محمد عبداللہ'' اور آپ کی بیگم اور صاحبزادی



یوپی کے سابق وزیر اعلیٰ ''چندر بھان گپتا'' رحلت فرما گئے۔
تارکیشوری سنہا کے ساتھ انکی ایک تصویر

ہندوستان کا سب سے قدیم اور کثیر الاشاعت تاریخی اور اصلاحی جریدہ

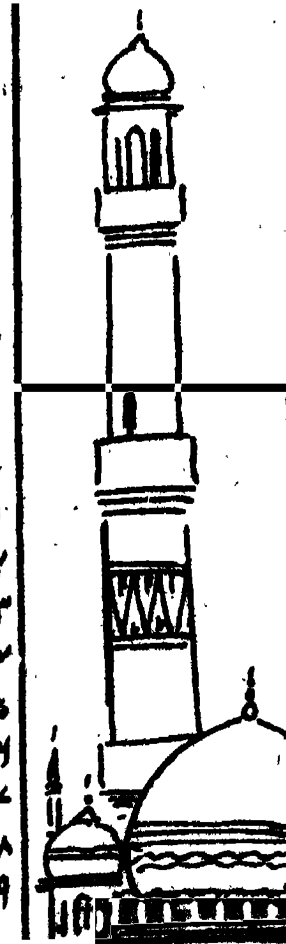
ماہنامہ

دین دنیا

دہلی

(ایڈیٹر شوکت علی فہمی)

جلد ۶۱ | اپریل - ۱۹۸۰ء | نمبر ۴



قیمت سالانہ
اکیس روپے
ششماہی
گیارہ روپے

ترسیل زر کا پتہ
دفتر ماہنامہ دین دنیا
دین دنیا ہاؤس متصل جامع مسجد دہلی

قیمت فی پرچہ
دو روپے
پاکستان، بنگلہ دیش اور برما سے - تین روپے

شوکت علی فہمی ایڈیٹر، پرنٹر، پبلشر و پروپرائٹر نے اپنے خواجہ پریس میں چھپوا کر دفتر دین دنیا جامع مسجد دہلی سے شائع کیا)

رفتارِ زمانہ

(از شوکت علی فہمی)

بے دین غاصبوں کی حمایت
خان عبدالغفار خاں کی ناقابلِ فہم روش

خان عبدالغفار خان کا ہمارے دل میں بڑا احترام ہے۔ انھوں نے ہندوستان کی جنگِ آزادی میں نمایاں حصہ لیا ہے۔ اس کے علاوہ اپنی حق گوئی و بے باکی کی بدولت وہ سالہا سال تک پاکستان کی جیلوں میں بھی بند رہے ہیں لیکن ایسا معلوم ہوتا ہے کہ بڑھاپے کی کمزوری اور حالات کی مجبوری نے انھیں بالکل بدل کر رکھ دیا ہے چنانچہ وہی خان عبدالغفار خاں جو زمانہ دراز تک بے مثال ہمت اور جرأت کا اظہار کرتے رہے ہیں، حیرت ہے کہ آج افغانستان کی اس کارمل حکومت کے گن گا رہے ہیں جس نے کہ افغانستان کی آزادی کو روسی کمیونسٹوں کے ہاتھ بیچ دیا ہے اور جس نے کہ ایک اسلامی ملک پر بے دینوں کا قبضہ کرا دیا ہے محض اس لئے کہ افغانستان کی حکومت نے انھیں بڑھاپے میں پناہ دے رکھی ہے۔ اور وہ افغانستان کی حکومت کے زیرِ سایہ اپنی زندگی کے آخری دن پورے کر رہے ہیں لیکن پھر بھی ان سے یہ توقع نہیں کی جا سکتی تھی کہ وہ حالات سے مجبور ہو کر اس قدر پستی میں اتر آئیں گے کہ غاصبوں اور جارحانہ حملہ کرنے والوں تک کی کھلے بندوں حمایت کرنے لگیں گے۔

خان عبدالغفار خاں کی حقائق سے یہ چشم پوشی ہم کئی سال سے دیکھ رہے تھے چنانچہ پچھلے دنوں جب وہ ہندوستان آئے ہوئے تھے اور خود ہم نے ایک ملاقات کے دوران بعض سیاسی معاملات پر اُن سے تبادلۂ خیال کیا تھا تو ہم یہ دیکھ کر حیران رہ گئے کہ وہ پاکستان کے ڈکٹیٹروں تک کے مدح خواں بن چکے ہیں چنانچہ جب ہم پاکستان کے بارے میں اُن سے گفتگو ہوئی تو اُن کا کہنا یہ تھا کہ چونکہ پاکستان کے حکمرانوں نے اُن کے پختونستان کے مطالبہ کو کسی نہ کسی صورت میں تسلیم کر لیا ہے اس لئے وہ پاکستان کے حکمرانوں سے خواہ وہ ڈکٹیٹر ہی کیوں نہ ہوں خوش ہیں لیکن اس خوش فہمی کے باوجود پاکستانی ڈکٹیٹروں نے اُنھیں جیل ہی میں رکھنا مناسب سمجھا اور اب جبکہ وہ کسی نہ کسی طرح پاکستان سے نکل کر افغانستان میں پناہ گزیں ہو گئے ہیں تو کمیونسٹوں کے اشاروں پر چلنے والے افغان حکمرانوں کی انھوں نے جا بجا مدح سرائی شروع کر رکھی ہے چنانچہ جب داؤد خان کا دور تھا تو داؤد کی تعریفیں کیا کرتے تھے۔ داؤد خان کے قتل کے بعد جب نور محمد تراکی کا کمیونسٹ دور شروع ہوا تو یہ اُن کے گن گانے لگے پھر جب تراکی نے حفیظ اللہ امین کو اقتدار سپرد کیا تو وہ اُن کے ہمنوا ہو گئے۔ اس کے بعد جب حفیظ اللہ امین اور اُن کے پیشروؤں کے قتل کے بعد افغانستان کے موجودہ کٹھ پتلی حکمران ببرک کارمل برسرِ اقتدار

آئے تو خان عبدالغفار خان نے آن کی بھی مدح سرائی شروع کر دی۔ اور آس روس کے بھی ثنا خواں بن گئے ہیں جس نے کہ افغانستان جیسے اسلامی ملک پر غاصبانہ قبضہ جمانے کے بعد پوری دنیائے اسلام میں ہیجان پیدا کر دیا ہے۔ چنانچہ پچھلے دنوں انھوں نے پریس ٹرسٹ آف انڈیا کے نمائندہ کو کابل میں انٹرویو دیتے ہوئے کہا ہے:۔

"میں نہیں سمجھتا کہ سوویٹ روس نے افغانستان پر قبضہ کیا ہے سچائی تو یہ ہے کہ روس نے ہمیں ایک ظالم آدمی (یعنی سابق حکمران حفیظ اللہ امین) سے نجات دلا کر افغانی قوم پر بڑا احسان کیا ہے۔"

خان عبدالغفار کے نزدیک افغانستان میں جو کچھ ہوا ہے وہ ایک خوشگوار انقلاب ہے اور اس انقلاب سے وہ خوش ہیں۔ انھوں نے اپنے بیان کو جاری رکھتے ہوئے کہا ہے:۔

"جب یہ انقلاب کامیاب ہوا (یعنی حفیظ اللہ امین کے قتل کے بعد بابرک کارمل برسر اقتدار آئے) تو میں جلال آباد میں تھا۔ بہت سے لوگ جلال آباد میں میرے پاس آئے اور انھوں نے کہا آج ہمارے لئے عید کا دن ہے۔ امین سرکار کے خاتمہ کا لوگوں نے خیر مقدم کیا۔ اُس دن لوگ بہت خوش تھے۔ روس افغانستان میں امین سے نجات دلانے کے لئے آیا ہے اُس نے ایسے ظالم انسان کو ہٹانے میں مدد دیکر افغانی باشندوں پر احسان کیا ہے۔"

مگر خان عبدالغفار خان اِس بات کو بھول رہے ہیں کہ سابق حکمران حفیظ اللہ امین اور موجودہ حکمران۔ بابرک کارمل دونوں ایک ہی تھیلی کے چٹے بٹے ہیں۔ یہ دونوں ہی افغانستان کے کمیونسٹ لیڈر ہیں چنانچہ جس طرح آج بابرک کارمل روس کے سہارے افغانستان میں برسر اقتدار آئے ہیں بالکل اُسی طرح اِس سے قبل روس ہی کے سہارے حفیظ اللہ امین کو برسر اقتدار لایا گیا تھا۔ عوام کی نظر میں دونوں میں کوئی فرق نہیں۔ فرق اگر ہے تو صرف اِتنا ہے کہ حفیظ اللہ امین نے کم از کم روسی فوج کو افغانستان میں نہیں بلایا۔ مگر بابرک کارمل نے روسی فوج کو افغانستان میں بلا کر اس اسلامی ملک پر بے دینوں کا قبضہ کرا دیا ہے۔

کیسی عجیب بات ہے کہ جب تک حفیظ اللہ امین برسر اقتدار رہے خان عبدالغفار خان آن کے گن گاتے رہے اور آب جبکہ ان کا صفایا کر دیا گیا ہے۔ تو انھوں نے حفیظ اللہ امین کو جابر اور ظالم قرار دیتے ہوئے نئے کمیونسٹ حکمران بابرک کارمل کی مدح سرائی شروع کر دی ہے چنانچہ خان عبدالغفار خان نے اپنے اسی انٹرویو کو بیان دیتے ہوئے کہا ہے:۔

"بابرک کارمل ایک ایماندار اور وطن دوست انسان ہیں وہ افغانستان کی بھلائی چاہتے ہیں۔" اور اِس سے بڑھ کر افغانستان کی بھلائی اور کیا ہو سکتی ہے کہ بابرک کارمل نے افغانستان جیسے قدیم اسلامی ملک پر بے دین کمیونسٹوں کا قبضہ کرا دیا ہے ہزاروں افغانیوں کو جیلوں میں ٹھونس دیا ہے سینکڑوں علماء کو تختۂ دار پر چڑھا دیا ہے۔ اور پانچ لاکھ افغانی باشندوں کو گھر بار چھوڑ کر پاکستان میں پناہ گزینوں کی زندگی گزارنے کے لئے مجبور کر دیا ہے۔ یہ ہے بابرک کارمل کی وہ محب الوطنی جس کے گن خان عبدالغفار خان گا رہے ہیں۔

خان عبدالغفار خان غالباً اِس چیز سے ناواقف نہیں ہوں گے کہ بابرک کارمل کی حکومت نے اپنے حق میں آواز بلند کرنے کے لئے جس نمائندہ کو اقوام متحدہ میں بھیجا تھا اُس نے منحرف ہونے کے بعد بابرک کارمل کی روس نواز حکومت کی ساری پول کھول دی ہے۔ اِس نمائندہ کا نام ہے "عبدالرحیم غفور زئی" یہ دیندار مسلمان اقوام متحدہ میں اپنے جذبات کو قابو میں نہ رکھ سکا اور اس نے کارمل حکومت کے بارے میں اقوام متحدہ کے اجلاس میں جو کچھ کہا ہے اُس سے ساری حقیقت آشکارا ہو گئی ہے۔ انھوں نے کہا ہے:

"افغانستان پر روس کا قبضہ افغانی عوام کی مرضی کے خلاف ہے اور میں اپنے ملک پر روس کے جارحانہ قبضہ پر شدید احتجاج کرتا ہوں۔"

ملاحظہ فرمائیے کہ خان عبدالغفار تو افغانستان میں روسی فوجوں کا داخلہ "مصلحت" قرار دے رہے ہیں لیکن خود کارمل حکومت کا نمائندہ اقوام متحدہ کے بھرے اجلاس میں اِسے روس کی جارحیت قرار دے رہا ہے بحران ہی "غفور زئی" نے اخباری نمائندوں کو انٹرویو دیتے ہوئے جو کچھ کہا ہے اُس نے بالکل ہی خان عبدالغفار خان کے [illegible]

کی تجاویز کو یکسر مسترد کر دیا ہے۔ انھوں نے کہا ہے کہ روسیوں کا یہ دعویٰ
بالکل بے بنیاد ہے کہ وہ افغانیوں کی درخواست پر افغانستان میں گئے
ہیں۔ افغانی باشندے کبھی اس کا تصور بھی نہیں کر سکتے تھے اور اس کا
کھلا ثبوت یہ ہے کہ افغانی باشندے اس صورت حال پر اپنی بیزاری
اور غم و غصہ کا اظہار کر رہے ہیں۔ اصلیت یہ ہے کہ روسیوں نے ایک
کمیونسٹ ٹولہ کو مسلمانوں کے ملک پر مسلط کر کے اس پر غاصبانہ قبضہ کر لیا ہے"
یہ بیان ہے افغانستان کی موجودہ کمیونسٹ حکومت کے ایک ایسے
نمائندہ کا جسے کابل حکومت کی ترجمانی کی غرض سے اقوامِ متحدہ میں بھیجا
گیا تھا۔ اور جس نے ساری پول کھول دی ہے۔

افغانستان کے بارے میں سب ہی کو معلوم ہے کہ اس وقت افغان
مجاہدین اور افغانستان پر قابض روسی فوجوں میں جا بجا ٹکراؤ ہو رہا
ہے۔ مجاہدین افغانستان کی آزادی کے لئے سر دھڑ کی بازی لگائے
ہوئے ہیں۔ کابل۔ قندھار اور افغانستان کے مختلف شہروں میں ہڑتالیں
جاری ہیں۔ اور افغانستان کی کمیونسٹ حکومت کو بار بار کرفیو نافذ
کرنا پڑ رہا ہے۔ آسمان پر ہیلی کوپٹر چھائے ہوئے ہیں اور زمین پر
سیکڑوں ٹینک اور بکتر بند کاریں افغانی عوام کو خوفزدہ کرنے کی
کوشش کر رہی ہیں لیکن خان عبدالغفار خاں یہ فرما رہے ہیں کہ
"افغانستان میں حفیظ اللہ امین کی حکومت کے خاتمہ کے بعد جب روسی
فوجیں داخل ہوئیں تو افغانستان کے لوگوں نے عید جیسی خوشیاں منائیں"
یہ عجیب و غریب عید کی خوشی ہے کہ افغانی عوام روسی فوجوں کے
مقابلہ میں سینہ سپر ہو گئے ہیں۔ پورے افغانستان میں بغاوت رونما
ہے۔ کابل اور افغانستان کے تمام بڑے ہسپتال زخمیوں سے بھرے
ہوئے ہیں۔ انسانی خون بڑی بے دردی کے ساتھ بہہ رہا ہے۔ ایسی عید
تو شاید ہی دنیا کے کسی حصہ میں منائی گئی ہو جس میں کہ بے اندازہ جانی
نقصان ہوا ہو اور جس کے بعد ہزاروں افغانی باشندوں کو جیلوں
میں ٹھونس دیا گیا ہو۔ اگر اسی کا نام عید ہے تو عبدالغفار خاں سے
پوچھا جا سکتا ہے کہ پھر تباہی اور بربادی کس چیز کا نام ہے۔

خان عبدالغفار خاں کے اس گمراہ کن اور روس نواز بیان سے
قطع نظر اس بات سے انکار نہیں کیا جا سکتا کہ افغانستان اس وقت
نازک ترین دور سے گزر رہا ہے۔ نور محمد تراکی۔ حفیظ اللہ امین۔ اور
افغانستان کے موجودہ سربراہ ببرک کارمل یہ تینوں ہی کمیونسٹ لیڈر
یکے بعد دیگرے اس ملک کی مشکلات میں اضافہ کرتے رہے ہیں۔ اور
افغانی مجاہدین شروع ہی سے یعنی نور محمد تراکی کے دورِ حکومت سے خونریز
سرگرمیوں کے خلاف صف آرا ہیں۔ اور اب جبکہ روسی فوجیں ببرک
کارمل کی حمایت سے افغانستان پر مسلط ہو چکی ہیں تو یہ معاملہ نقطۂ عروج
پر پہنچ چکا ہے۔ اب صرف یہ افغانستان کا مسئلہ نہیں رہا بلکہ پوری
دنیائے اسلام اور عالمِ حریت کا معاملہ بن گیا ہے۔ اور کچھ نہیں کہا
جا سکتا کہ اس کا انجام کیا ہو کر رہے گا۔

روس بلاشبہ دنیا کی بہت بڑی طاقت ہے لیکن اس کے
زعماء کو جلد ہی اندازہ ہو جائے گا کہ جس افغانستان کو اس نے نوالہ تر
سمجھ کر ہضم کرنے کی کوشش کی ہے وہ ترکستانی مسلمانوں کا علاقہ نہیں
ہے جسے کبھی طاقت سے اور کبھی ڈپلومیسی سے دبایا جاتا رہا ہے۔ بلکہ
افغانستان کی سرزمین وہ سنگلاخ سرزمین ہے جو بارہا برطانوی
طاقت کو نیچا دکھاتی رہی ہے۔ کاش روسی زعماء اب بھی ہوشمندی
سے کام لیں۔ ورنہ کوئی تعجب نہیں کہ جس طرح ویتنام کا علاقہ
امریکہ کے لئے مصیبت بن گیا تھا اسی طرح افغانستان بھی روس
کے لئے کہیں دوسرا ویتنام نہ ثابت ہو۔

جنرل ضیاء کے خلاف فوجی بغاوت

اب یہ اطلاع درست ثابت ہو چکی ہے کہ گزشتہ ماہ جنرل ضیاء کی
حکومت کا تختہ الٹنے کے لئے ایک بڑی فوجی بغاوت رونما ہو چکی
ہے جسے ناکام بنا دیا گیا ہے۔ جنرل ضیاء کسی نہ کسی طرح اس فوجی بغاوت
سے بچ نکلے ہیں اور یہ بغاوت اس بات کی نشاندہی کر رہی ہے کہ تاریخ
نے ہمیشہ فوجی ڈکٹیٹروں کے ساتھ جو سلوک کیا ہے وہی جلد یا بدیر جنرل
ضیاء کے ساتھ بھی ہونے والا ہے اور اسی خطرہ کے پیش نظر ایک طرف
تو فوجی اعتبار سے جنرل ضیاء نے اپنی پوزیشن مضبوط کرنی شروع کر دی
ہے اور دوسری جانب پھر اسلام کے نعرے بھی بلند کرنے لگے ہیں تاکہ وہ مذہب
کا نقاب اوڑھ کر زیادہ سے زیادہ مدت تک پاکستان کے عوام کو احمق
بنا سکیں چنانچہ انھوں نے اس فوجی بغاوت کے فوراً ہی بعد اسلام آباد
میں میونسپل اداروں کے نمائندوں کو خطاب کرتے ہوئے کہا ہے۔
"پاکستان کو اسلامی جمہوری نظام کی شدید ضرورت ہے اور

"میں پاکستان میں ایک ایسا اسلامی جمہوری نظام قائم کرنا چاہتا ہوں جو تمام اسلامی ممالک کے لئے مثال ثابت ہو سکے میں اسلام کی خاطر ہی برسر اقتدار آیا ہوں۔ اور اپنے مقصد میں کامیاب ہو جانے کے بعد اسلام کی خاطر ہی اقتدار سے دست بردار ہو جاؤں گا۔"

معلوم نہیں کہ جنرل ضیاء کب تک اسلام کے نام پر دنیا کو احمق بناتے رہیں گے جہاں تک اسلام کا تعلق ہے اسلام تو ایک سرے ہی سے اس ڈکٹیٹر شپ کا مخالف ہے جو جنرل ضیاء نے اختیار کر رکھی ہے اسلام کا اولین تقاضہ یہ ہے کہ جنرل ضیاء ہٹلر اور مسولینی کی سنت پر عمل کرنے کی بجائے ان صحابہ کرام کی سنت پر عمل کریں جنہوں نے کہ ڈکٹیٹر شپ کا تو ذکر ہی کیا ہے شخصی حکومت کی لعنت کو بھی نیست و نابود کر دیا تھا۔

اس سے بڑھ کر جنرل ضیا کی غلط بیانی اور کیا ہو سکتی ہے کہ وہ یہ فرماتے ہیں کہ "میں اسلام کی خاطر برسر اقتدار آیا ہوں" حالانکہ ساری دنیا جانتی ہے کہ انھوں نے انتہائی فریب سے کام لے کر اپنی ڈکٹیٹر شپ کو مضبوط کیا ہے۔ جو سراسر اسلام کے منافی ہے۔ ہمارا خیال ہے کہ پوری دنیائے اسلام میں پاکستان اور ایران دو ایسے ملک ہیں جن کے سربراہوں نے اسلام کی آڑ لے کر سب سے زیادہ قتل و خون اور رفتار گرفتاری کو فروغ دیا ہے چنانچہ پچھلے دنوں انسانی حقوق کی عالمی تنظیم "ایمنسٹی انٹرنیشنل" نے ایک رپورٹ شائع کی تھی جس کی رو سے پاکستان کی جیلوں میں مقید سیاسی قیدیوں کی تعداد نو ہزار بتائی گئی ہے۔ ان میں بیشتر لوگ سابق وزیر اعظم ذوالفقار علی بھٹو مرحوم کی پیپلز پارٹی سے تعلق رکھتے ہیں پھر اسی تنظیم نے یہ انکشاف کیا ہے کہ جنرل ضیا نے ہر برس آٹھ سو افراد کو پھانسی پر چڑھایا ہے۔ اور اس ظلم و زیادتی کے ہوتے ہوئے دعویٰ یہ ہے کہ انھوں نے اسلام کے لئے اقتدار حاصل کیا ہے۔ اور اسلام ہی کی خدمات انجام دینے کے لئے ڈکٹیٹر شپ کا عہدہ سنبھالے ہوئے ہیں۔

جنرل ضیا کی یہ خوش قسمتی ہے کہ عین اس وقت جبکہ پاکستان میں ایک نیا انقلاب رونما ہونے والا تھا۔ افغانستان کا قضیہ کھڑا ہو گیا۔ اور جنرل ضیا کی ڈکٹیٹری اس قضیہ کی بدولت قائم رہ گئی لیکن پھر بھی وہ وقت دور نہیں ہے جب جنرل ضیا کو اپنا اگلا پچھلا حساب چکانا ہو گا۔ اور اب جبکہ جنرل ضیا کی حکومت کے خلاف فوجی بغاوتوں کا سلسلہ بھی شروع ہو گیا ہے۔ تو شاید پاکستان میں جلد ہی کوئی نیا انقلاب رونما ہو کر رہے گا۔ اور جنرل ضیا کی اسلام پسندی کے یہ نعرے دھرے کے دھرے رہ جائیں گے۔

صحابۂ کرام پردۂ فلم پر

نہ صرف مسلمانانِ ہند کے لئے بلکہ پوری دنیائے اسلام کے لئے یہ چیز انتہائی تکلیف دہ ہے کہ محض روپیہ کمانے کی خاطر اب صحابۂ کرام کو بھی پردۂ فلم پر پیش کیا جانے لگا ہے۔ اور مقتدر صحابہ کا کردار ان پیشہ ور اور اوباش ایکٹروں سے ادا کرایا جا رہا ہے جو دنیا بھر کی خرافات میں مبتلا ہیں۔

دنیا کے سب ہی مسلمان اس بات سے آگاہ ہیں کہ رسول مقبول صلعم کے بعد جن بزرگانِ اسلام کو غیر معمولی دینی عظمت حاصل ہے وہ مقتدر صحابۂ کرام ہیں یہ وہ دینی رہنما ہیں جنہوں نے کہ براہ راست رسولِ محترم سے تربیت حاصل کی ہے اور اپنے مثالی اخلاق اور کردار سے شریعت اسلامیہ کی تشکیل کی ہے اسی لئے مسلمانوں کے سب ہی طبقوں میں حضورِ اکرم کے بعد صحابۂ کرام کا درجہ شمار کیا جاتا ہے چنانچہ احادیث کی مستند کتب سے یہ ثابت ہے کہ خود رسول محترم بھی صحابہ کرام کا بے حد احترام فرماتے تھے اور مسلمانانِ عالم کے لئے حضورؐ کی ہدایت ہے کہ وہ سچے دل سے صحابہ کرام کا احترام کریں لیکن ہو یہ رہا ہے کہ صحابہ کرام کا احترام کرنے کی بجائے آج صحابہ کرام سے متعلق فلمیں بنا کر نہ صرف ان کو غلط رنگ میں پیش کیا جا رہا ہے۔ بلکہ ان کے نام کو اس لہو و لعب کے لئے استعمال کیا جا رہا ہے جیسے خود صحابہ کرام اور اسلام نے حرام قرار دیا ہے۔

اس سے پہلے "پیغام" نامی فلم کے ذریعہ یہی ہو چکا ہے۔ اور اب معلوم ہوا ہے کہ عراق میں "القادسیہ" کے نام سے ایک ایسی فلم بن رہی ہے جس میں کہ رسول اللہ صلعم کے صحابی اور نامور حضرت سعد بن ابی وقاص رضی اللہ عنہ اور دیگر صحابۂ کرام کو پیش کرنے کی جرات کی جا رہی ہے جنگِ قادسیہ ایران کی وہ مشہور تاریخی جنگ ہے جس میں کہ حضرت سعد بن ابی وقاص سپہ سالار تھے۔ اور اسی جنگ میں مختلف فوجی دستوں کی قیادت حضرت مثنیٰ رضؓ، حضرت طلحہ رضؓ، حضرت زبیر رضؓ، حضرت عبدالرحمن بن عوف رضؓ جیسے مقتدر حضرات کے سپرد تھی۔ جبکہ جنگ کا نقشہ تیار کرنے اور سپہ سالاروں کی رہنمائی کرنے کا کام خود حضرت عمر فاروق رضی اللہ عنہ

نے اپنے ذمہ لے رکھا تھا۔ ظاہر ہے کہ جب قادسیہ کی جنگ کی فلم بنے گی تو یہ سب ہی مقتدر حضرات جن میں کہ حضرت عمر فاروق رضؓ بھی شامل ہیں پردۂ فلم پر پیش کئے جائیں گے۔ اور فلم کو جاذبِ نظر بنانے کے لئے کوئی نہ کوئی عشق و عاشقی کی فرضی کہانی بھی فلم میں ضرور ٹھونسی جائیگی اور وہ تمام الائشیں اس فلم میں بھی ہوں گی جو کہ تقریبًا ہر سینما کے فلم میں ہوتی ہیں۔ تو پھر اس فلم کو صحابۂ کرام کا احترام کرنے والے مسلمان کیونکر برداشت کر سکیں گے۔

اس فلم کی تیاری کا سب سے زیادہ افسوسناک پہلو یہ ہے کہ صحابہ کو تماشہ بنا کر پیش کی جانے والی یہ فلم ایک عرب ملک عراق میں تیار ہو رہی ہے۔ اور اس کی تیاری پر لاکھوں ڈالروں کا جو سرمایہ لگایا جا رہا ہے وہ عربوں اور مسلمانوں کا سرمایہ ہے گویا جس خطۂ عرب سے اسلام جلوہ گر ہوا تھا۔ اسی خطہ میں آج اسلام کے ساتھ یہ بدترین مذاق کیا جا رہا ہے۔ ہم حکومتِ عراق کو خصوصًا اور دوسرے سب ہی عرب ممالک کو عمومًا اس مسلم آزار بدعت کی جانب توجہ دلاتے ہیں۔ اور ہندوستان کے کروڑوں مسلمانوں کی جانب سے مطالبہ کرتے ہیں کہ وہ اپنے اثر اور رسوخ سے کام لے کر صحابۂ کرام کو بدنام کرنے والی اس فلم کی تیاری کو رکوانے کی پوری کوشش کریں۔ کیونکہ اگر یہ بدعت جاری ہو گئی تو پھر نہ جانے یہاں دولت امریکہ اور دنیا کے مختلف غیر مسلم مشرک ممالک سے مشاہیرِ اسلام کے بارے میں نہ جانے روپیہ کمانے کے لئے اور اسلام کو بدنام کرنے کے لئے کتنی فلمیں بننی شروع ہو جائیں گی۔

آہ صاحبزادہ محمد مستحسن فاروقی

ہندوستان اور پاکستان کے علمی۔ ادبی۔ اور صحافتی حلقوں کے لئے یہ بہت ہی بڑا سانحہ ہے کہ درگاہ حضرت شیخ کلیم اللہ ولی شاہجہاں آبادی کے سجادہ نشین اور آستانہ و پیامِ مشرق کے ایڈیٹر "صاحبزادہ محمد مستحسن فاروقی" ۱۵ مارچ کو دہلی میں رحلت فرما گئے۔ فاروقی صاحب کی زندگی ایک مثالی زندگی تھی جہاں وہ انسانیت اخلاق اور اعلیٰ کردار کا ایک پیکر تھے وہاں اللہ نے انھیں غیر معمولی حوصلہ اور عزم بھی عطا فرمایا تھا۔ چنانچہ انھوں نے جس کٹھن راہ پر بھی قدم بڑھایا بس بڑھتے ہی چلے گئے۔ ان کے سامنے ناکامی اور ناگزیر کا بے معنی الفاظ تھے کہ انھیں اپنے مولا پر غیر معمولی توکل تھا۔

ان کا سب سے بڑا اور ناقابلِ فراموش کارنامہ۔ درگاہ حضرت شیخ کلیم اللہ ولی اور اس سے ملحقہ مسجد کی از سرِ نو تعمیر اور توسیع ہے۔ انھوں نے اس درگاہ کو جو کہ آج سے چالیس پچاس سال قبل شکستہ حالت میں تھی ایک عالیشان اور بے مثال درگاہ کی شکل میں تبدیل کر دیا ہے۔ وہ نام کے سجادہ نشین نہیں تھے۔ بلکہ ایک پرجوش اور باعمل ایسے سجادہ نشین تھے جن کو کہ حضرت شیخ صاحب سے والہانہ عشق تھا۔ انھوں نے اپنی زندگی اس درگاہ کی تعمیر اور تزئین کے لئے وقف کر دی تھی۔ ان کو اس مقدس درگاہ سے خود ہی عقیدت نہیں تھی بلکہ وہ چاہتے تھے کہ پوری دنیا کے سر اس درگاہ کے سامنے لاکر جھکا دیں۔ چنانچہ مشاہیرِ ہند میں سے شاید ہی کوئی ایسی شخصیت باقی رہی ہو جس نے کہ صاحبزادہ صاحب کی تحریک پر اس درگاہ میں حاضر ہو کر نذرِ عقیدت پیش نہ کی ہو۔ ایسی ممتاز شخصیتوں کی تعداد لا محدود ہے۔ جن میں سے صدرِ جمہوریہ ہند وی وی گری، ڈاکٹر ذاکر حسین، عالی جناب فخر الدین علی احمد موجودہ صدرِ جمہوریہ ہند شری سنجیوا ریڈی اور آنجہانی شری کشن چند لفٹننٹ گورنر دہلی کے نام نامی خاص طور پر قابلِ ذکر ہیں۔

ہمارے ملک کو قومی یکجہتی اور اتحاد کی جو ضرورت ہے آج سے ملک کے سب ہی حلقوں میں محسوس کیا جا رہا ہے لیکن فاروقی صاحب نے اس ضمن میں بھی بہت ہی اہم اور بے مثال کارنامہ انجام دیا ہے۔ انھوں نے اپنی انتھک کوششوں سے درگاہ شیخ کلیم اللہ کو قومی یکجہتی اور اتحاد کا بہت بڑا مرکز بنا دیا ہے جہاں اس ملک کے سب ہی طبقوں کے لوگ بلا امتیاز مذہب و ملت اس درگاہ کی تقریبات میں شریک ہو کر قومی یکجہتی کو فروغ دینے میں نمایاں حصہ لیتے ہیں۔ اور یہی حضرت شیخ کلیم اللہ ولی کا مشن بھی تھا جسے فاروقی صاحب نے بڑے حسن اور خوبی کے ساتھ انجام دیا ہے۔

صحافتی۔ علمی اور ادبی میدان میں بھی فاروقی صاحب ہمیشہ پیش پیش رہے ہیں۔ ۱۹۴۶ء میں انھوں نے "ماہنامہ آستانہ" جاری کیا۔ جو مذہبی اور اصلاحی جرائد میں نہ صرف سب سے زیادہ کثیر الاشاعت تھا بلکہ اپنے رنگ کا ایک منفرد جریدہ تھا۔ اسی طرح ان کے اخبار "پیامِ مشرق" کو بھی ہفتہ وار جرائد میں ایک امتیازی حیثیت حاصل

رہی ہے۔ یہ جو لوگ بھی ان کے حق گوئی اور بے باکی میں امتیازی حیثیت یافتہ تھے چنانچہ اسی حق گوئی اور بیباکی کی وجہ سے فاروقی صاحب کو مستند مقدمات اور قید و بند کی مشکلات کا سامنا کرنا پڑا ہے مگر ان کی حق گوئی اور بیباکی میں پھر بھی کبھی ذرہ برابر فرق نہیں آیا۔

فاروقی صاحب دنیا سے چلے گئے لیکن وہ اپنے پیچھے ایک ایسا مشن اور ایک ایسی یادگار چھوڑ گئے ہیں جس سے کہ ان کا نام صدیوں تک زندہ اور برقرار رہے گا۔ اور ان کی یہ یادگار "آستانہ" طرسوس ہے جس کے قیام کا منشا یہ ہے کہ ایک طرف تو درگاہ حضرت شیخ کلیم اللہ دہلوی کی خدمات انجام دی جائیں اور دوسری جانب اس درگاہ سے متعلق "ماہنامہ آستانہ" کے ذریعہ قوم وملت کی اصلاح اور بیداری کے مشن کو آگے بڑھایا جائے۔ اور ہمیں کامل یقین ہے کہ فاروقی صاحب کی رحلت کے بعد بھی یہ کام حسن و خوبی کے ساتھ جاری رہے گا۔ کیونکہ ایک طرف تو بیگم فاروقی میں اس مشن کو آگے بڑھانے کی غیر معمولی صلاحیت موجود ہے۔ اور دوسری جانب فاروقی صاحب کے لائق جانشین۔ اور درگاہ حضرت شیخ کلیم اللہ جہاں آبادی کے موجودہ نوجوان سجادہ نشین صاحبزادہ وسیم فاروقی میں اس کام کو آگے بڑھانے کی غیر معمولی لگن موجود ہے۔ چنانچہ ماہنامہ آستانہ کے دوبارہ اجرا کی تیاریاں مکمل ہو چکی ہیں۔ امید ہے کہ عنقریب درگاہ سے متعلق یہ قدیم جریدہ نئی شان سے جلوہ گر ہو جائے گا۔ ادھر درگاہ کلیمی سے متعلق سرگرمیاں حسب معمول جاری ہیں۔

ہمیں یہ دیکھ کر اطمینان ہوتا ہے کہ فاروقی صاحب کے سب ہی پسماندگان لائق و فائق اور صاحب بصیرت ہیں جو ان کے مشن کو فروغ دینے میں ہمیشہ ہی نمایاں حصہ لیتے رہیں گے۔ آخر میں ہم بیگم فاروقی، نئے سجادہ نشین صاحبزادہ وسیم فاروقی، صاحبزادہ شاد سلیم فاروقی، صاحبزادہ فہیم فاروقی، اور فاروقی صاحب کی سب ہی صاحبزادیوں سے اس حادثہ عظیم میں دلی ہمدردی کا اظہار کرتے ہوئے دعا کرتے ہیں کہ خدا فاروقی صاحب کو آخرت میں بھی اسی طرح بلند درجے عنایت فرمائے جس طرح کہ اس نے دنیا میں انہیں خوب نوازا ہے۔

دارالعلوم دیوبند ایک دینی قلعہ

دارالعلوم دیوبند جس کا صد سالہ جشن حال ہی میں بڑی شان سے منایا گیا ہے۔ در اصل اس ملک کا ایک نہایت ہی مضبوط دینی قلعہ ہے۔ جہاں سے ۱۸۵۷ء کے بعد سے ایک طرف تو بے دینی اور الحاد کے خلاف علمائے دیوبند نے ایک لامتناہی جنگ لڑی ہے۔ اور دوسری جانب اسی دینی ادارہ کے علما اور مشاہیر تقریباً پون صدی تک برطانوی غلامی کے خلاف جہاد کرتے رہے ہیں۔ چنانچہ آج اس ملک میں دین اسلام کا جو غلغلہ بلند ہے وہ اسی ادارہ کے طفیل میں ہے۔ اور یہی اس ملک کا وہ مایۂ ناز ادارہ ہے جس کے حریت پسند اور سرفروش علما نے بے اندازہ قربانیاں دے کر اس پورے ملک کو آزادی کی راہ دکھائی ہے۔ اس میں ذرا بھی شبہ نہیں کہ دارالعلوم دیوبند کے مشاہیر جہاں دین حق کے علمبردار ہیں وہاں وہ اس ملک کی جنگ آزادی کے بھی امام ہیں۔

۱۸۶۶ء میں اس دارالعلوم کی بنیاد حضرت مولانا محمد قاسم صاحب نانوتوی نے ان باکمال اور مخلص علما کے تعاون اور معیت میں ڈالی تھی جو اپنے وقت میں علم و فضل اور زہد و تقویٰ کے آفتاب و ماہتاب تھے جن میں حاجی امداد اللہ مہاجر مکی۔ مولانا رشید احمد گنگوہی۔ مولانا فضل الرحمٰن عثمانی۔ حاجی عابد حسین۔ مولانا محمد یعقوب نانوتوی۔ اور مولانا ذوالفقار علی جیسے حضرات سرفہرست ہیں۔ اب تک دارالعلوم کے بلا واسطہ فضلا کی تعداد سولہ ہزار تک پہنچ چکی ہے۔ اور بالواسطہ تعداد لاکھوں سے بھی متجاوز ہے۔ برصغیر ہند میں دینی علوم کی حامل جتنی ممتاز ہستیاں گذشتہ ایک سو سال میں سامنے آئی ہیں ان کی بیشتر تعداد اسی دارالعلوم کی فیض یافتہ ہے۔ اس دارالعلوم سے فیض یافتہ علما صرف ہند اور پاکستان ہی میں نہیں ہیں۔ بلکہ غیر ممالک کے ہزاروں طلبا نے بھی اسی دینی ادارہ سے فیض حاصل کیا ہے۔ چنانچہ اس ادارہ کے فارغ التحصیل علما نیپال۔ بنگلہ دیش۔ افغانستان۔ روس۔ سمرقند۔ بخارا۔ چین۔ برما۔ ملیشیا۔ انڈونیشیا۔ عراق۔ کویت۔ ایران۔ لنکا۔ جنوبی افریقہ اور کمبوڈیا یا ہمکہ میں موجود ہے۔ اس میں ذرا بھی شبہ نہیں کہ جامعہ ازہر مصر کے بعد یہ واحد ادارہ ہے جس نے کہ دینی علوم کی روشنی سے ہند کو

پاکستان ہی کو نہیں بلکہ پورے ایشیا کو منور کر دیا ہے۔

دارالعلوم ہمارے ملک کا وہ قابلِ فخر دینی ادارہ ہے جس کا روزِ اول ہی سے یہ اصول رہا ہے کہ سرکاری امداد سے گریز کیا جائے تاکہ حکومت کو اس دینی ادارہ میں مداخلت کا حق ہی حاصل نہ ہو سکے اور گذشتہ ایک صدی سے یہ اپنے اس اصول پر پختگی کے ساتھ قائم ہے۔ اس وقت دارالعلوم سے تقریباً دو ہزار طلباء فیض یاب ہو رہے ہیں جن کے قیام اور طعام تک اخراجات یہ ادارہ برداشت کرتا ہے اس کا سالانہ بجٹ تقریباً بیس لاکھ ہے۔ یہ اللہ کا فضل اور کرم نہیں ہے تو اور کیا ہے کہ یہ گرانقدر اخراجات غریب مسلمان قوم کے عطیات سے بڑی حسن و خوبی کے ساتھ پورے ہو رہے ہیں۔

ہمارے ملک میں بڑی بڑی یونیورسٹیاں ہیں اور بہت بڑے بڑے تعلیمی ادارے ہیں لیکن جو عظمت اور وقار اس ادارہ کو عوام کی نظروں میں حاصل ہے وہ شاید کسی ادارہ کو بھی میسر نہیں مسلم عوام کو اس ادارہ سے محبت ہی نہیں ہے بلکہ عقیدت بھی ہے۔ اور اس کا کھلا ثبوت یہ ہے کہ جوں ہی جشن صد سالہ کا اعلان ہوا اس ادارہ پر روپیہ برسنے لگا اور جب جشن منعقد ہوا تو نہ صرف پورے ہندوستان نے مسلمان اس جشن میں شرکت کے لئے دوڑ پڑے بلکہ غیر ممالک کے بھی ہزاروں مسلمان شریک ہوئے اور وہی منظر دیوبند کے ایک چھوٹے سے قصبہ میں دکھائی دینے لگا جو حج کے موقع پر میدانِ عرفات میں دکھائی دیتا ہے۔ آن کی آن میں یہ چھوٹا سا قصبہ ایک عظیم الشان شہر میں تبدیل ہو گیا جس میں کہ ہر چہار طرف خیموں سے آراستہ شہر نظر آ رہا تھا۔ اور حدِ نظر تک دینِ محمدی کے پرستار پھیلے ہوئے تھے حقیقت یہ ہے کہ ہندوستان کی تاریخ میں اتنا بڑا مسلمانوں کا اجتماع کبھی دیکھنے میں نہیں آیا اور اس اجلاس کی امتیازی خصوصیت یہ ہے کہ لاکھوں عام مسلمانوں کے علاوہ ہند اور بیرونِ ہند کے ہزارہا علما اور دانشور بھی شریک ہوئے۔

مولانا محمد طیب صاحب مہتمم دارالعلوم دیوبند بلاشبہ ایک بلند مرتبہ عالم دین ہونے کے ساتھ لائق ترین منتظم بھی ہیں آن کے دور سالہ دور میں اس دارالعلوم نے نمایاں ترقی کی ہے لیکن ہم اس بات کا تصور بھی نہیں کر سکتے تھے کہ وہ صد سالہ جشن کے موقع پر اتنے بڑے اجتماع کا انتظام اس طرح برقرار رکھنے میں کامیاب ہو جائیں گے جو شائد ایک بڑی حکومت ہی برقرار رکھ سکتی ہے۔ وہ بجا طور پر مستحق مبارکباد ہیں کہ اس جشن کو کامیابی کے ساتھ انجام دے کر انھوں نے اور آن کے رفقائے کار نے نہ صرف ہندوستان میں بلکہ پوری دنیائے اسلام میں مسلمانانِ ہند کو سر بلند کر دیا ہے۔

مولانا محمد طیب صاحب سے ہماری مخلصانہ گذارش ہے کہ اس صد سالہ اجلاس کے ذریعہ پوری دنیائے اسلام اور علمائے اسلام سے دارالعلوم دیوبند اور مسلمانانِ ہند کا جو نئے سرے سے رابطہ قائم ہوا ہے۔ اُسے برقرار رکھنے اور فروغ دینے کے لئے ہر سال دارالعلوم کا اجلاس منعقد کیا جائے اور اسی طرح اس اجلاس میں پوری دنیائے اسلام کے علما اور مشاہیر کو دعوت دی جائے تاکہ مسلمانانِ ہند اور مسلمانانِ عالم کے زیادہ سے زیادہ روابط بڑھیں۔ اور انھیں یہ معلوم ہو کہ ہندوستان اسلامی ملک نہ ہونے کے باوجود بھی کروڑوں مسلمانوں کو اپنے آغوش میں لئے ہوئے ہے۔ اور اس کی مسلم آبادی کسی طرح بھی دنیا کے کسی بڑے سے بڑے مسلم ملک سے کم اہمیت نہیں رکھتی نیز وہ دینی معاملات اور سیاسی بیداری میں بھی دنیا کے کسی اسلامی ملک سے پیچھے نہیں ہیں۔

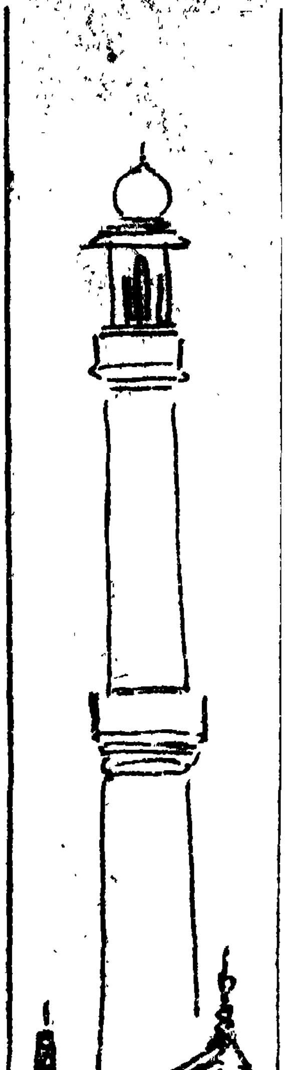
علی گڈھ یونیورسٹی بل پر فساد کا اندیشہ

کانگریس آئی کے اقلیتی بورڈ کے چیرمین مسٹر عزیز امام نے اپنے ایک بیان میں کہا ہے کہ "کانگریس آئی یہ طے کر چکی ہے کہ علی گڈھ مسلم یونیورسٹی کے اقلیتی کردار کو بحال کرنے کے لئے علی گڈھ یونیورسٹی ترمیمی بل موجودہ سیشن ہی میں پیش کرے گی۔ اور یہ بل آئین کے آرٹیکل۔ ۳۰ کے تحت پیش کیا جائے گا۔ مگر اس بات کا اندیشہ ہے کہ فرقہ پرست طاقتیں اس بل کے پیش ہونے پر فسادات کھڑا کرنے کی ضرور کوشش کریں گی لیکن انھیں کچل دیا جائے گا۔"

اور یہ اندیشہ درست ثابت ہو رہا ہے اس بل کے خلاف فرقہ پرستوں نے ابھی سے مظاہرے شروع کر دئے ہیں چنانچہ آگرہ یونیورسٹی سے تعلق رکھنے والے طلبا نے علی گڈھ میں ایک جلوس نکالا۔ ٹرینوں اور بسوں پر پتھراؤ کیا۔ ایک بس کو جلا کر خاک کر دیا۔ ادھر ہندی کے بعض فرقہ پرست اخبارات نے زہر افشانی شروع کر دی ہے۔ یہ تنگ نظری کی انتہا ہے۔

ناپاک ارادوں کو بدلنا ہوگا

(از ضیا بہ عنوان چشتی منگلوری)



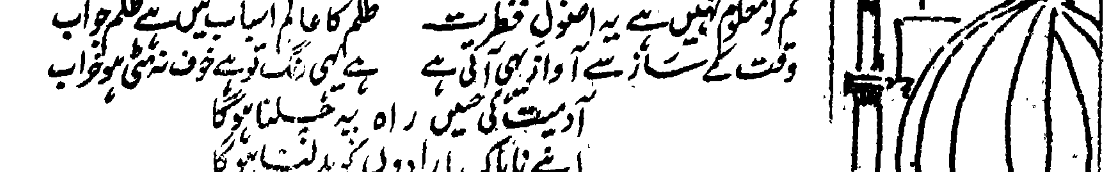
کچھ سمجھ میں نہیں آتا یہ شقاوت کیوں ہے آج انسان کو انسان سے نفرت کیوں ہے
محوِ حیرت ہوں کہ آزاد فضا میں اب بھی آدمیت کی حسیں شکل یہ وحشت کیوں ہے
آدمیت کی حسیں راہ پہ چلنا ہوگا
اپنے ناپاک ارادوں کو بدلنا ہوگا

ایک مجبور ہے گر دوسرا قارونِ زماں امتیاز آج بھی تو مفلس و زردار میں ہے
ابھی اٹھنے نہیں پایا ہے دوئی کا پردہ خار و گل کی ابھی تفریق چمن زار میں ہے
آدمیت کی حسیں راہ پہ چلنا ہوگا
اپنے ناپاک ارادوں کو بدلنا ہوگا

قافلے اور لٹیں راہبروں کے ہاتھوں آہ یہ ظلم و ستم اپنے وطن والوں سے
پھول کھلتے بھی نہیں ہیں کہ کچل دیتے ہیں پوچھئے حالتِ گلزار چمن والوں سے
آدمیت کی حسیں راہ پہ چلنا ہوگا
اپنے ناپاک ارادوں کو بدلنا ہوگا

عصمتیں روز بکا کرتی ہیں روٹی کے لئے حسن لٹتا ہے سرِ راہ ہوس کی خاطر
روندا جاتا ہے شباب اور جوانی ہر روز اس تباہی کی حدیں ہیں تو کہاں ہیں آخر
آدمیت کی حسیں راہ پہ چلنا ہوگا
اپنے ناپاک ارادوں کو بدلنا ہوگا

تم کو معلوم نہیں ہے یہ اصولِ فطرت ظلم کا عالم اسباب میں ہے ظلم جواب
وقت کے ساز سے آواز یہی آتی ہے ہے یہی رنگ تو ہے خوف نہ مٹی ہو خراب
آدمیت کی حسیں راہ پہ چلنا ہوگا
اپنے ناپاک ارادوں کو بدلنا ہوگا



فکر و نظر پیدا کرو

(از جناب وارث ریاضی)

دانش و علم و ہنر، فکر و نظر پیدا کرو
خاک کے ہر ذرے سے تم شمس و قمر پیدا کرو

نوجوانو! تم کو عزمِ نوجوانی کی قسم!
سرفروشی کے لئے قلب و جگر پیدا کرو

انقلاب ایسا بدل جائیں زمین و آسماں
اس طرح اک انقلابِ تازہ تر پیدا کرو

دیدۂ پُرنم سے بھی کچھ کام لینا چاہیئے
لالہ و گل اور یاقوت و گہر پیدا کرو

راہ چلتی ہے تو بن جاؤ غزالانِ ختن!
قافلے والوں میں تم عزمِ سفر پیدا کرو

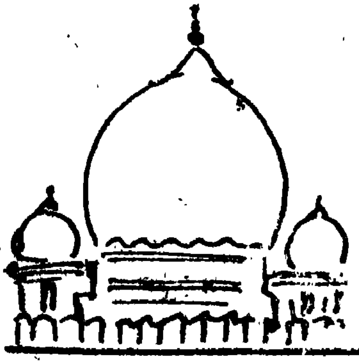
خاک کے ذروں میں دیکھو جلوۂ حُسنِ ازل
دل کے آئینوں میں چشمِ حق نگر پیدا کرو

دیکھنی ہے گر تمہیں رعنائیٔ صبحِ بہار
اپنے نغمانے سے فردوسِ نظر پیدا کرو

"آتشِ نمرود" بن سکتی ہے "گلزارِ جناں"
دل میں ابراہیمؑ کا ایماں اگر پیدا کرو

وادیٔ ظلمت میں اے وارث جلا کر شمعِ دل
رونقِ فردوس و انوارِ سحر پیدا کرو!

گذشتہ سے پیوستہ



تعلیم القرآن

تیرھواں پارہ — وَمَآ اُبَرِّئُ — سورۂ رعد

(از ادارۂ دین دنیا)

زیرِ نظر اشاعت میں ہم قرآنِ پاک کے تیرھویں پارے کی تعلیمات کی چھٹی قسط پیش کر رہے ہیں جس میں کہ اللہ تعالیٰ نے اپنے بندوں کو گمراہی سے بچانے کے لئے ہدایتیں فرمائی ہیں۔

اللہ ہی کے سامنے سب کی گردنیں خم ہیں

لَهٗ دَعْوَةُ الْحَقِّ ؕ .... بِالْغُدُوِّ وَالْاٰصَالِ ۝

ترجمہ:۔ بس اُسی کا (یعنی خدا کا) پکارنا حق ہے اور وہ اُس کے سوا جن کو پکارتے ہیں وہ اُن کی درخواست کو اِس سے زیادہ منظور نہیں کر سکتے جتنا کہ پانی اُس شخص کی درخواست کو منظور کرتا ہے جو اپنے دونوں ہاتھ پانی کی طرف پھیلائے ہوتا ہے کہ وہ اُس کے منھ میں آ جائے مگر وہ اُس کے منھ تک آنے والا نہیں۔ اور کافروں کی جتنی بھی پکار ہے وہ سب گمراہی ہے اور جو بھی آسمانوں میں ہیں اور جتنے زمین میں ہیں اللہ ہی کے سامنے سب گردنوں کو خم کیئے ہوئے ہیں خواہ برضا مندی سے یا مجبوری سے۔ یہاں تک کہ اُن کے سائے بھی صبح و شام اللہ ہی کو سجدہ کرتے ہیں

تشریح:۔ سچ تو یہ ہے کہ بس اللہ ہی کو پکارنا درست اور برحق ہے۔ چنانچہ یہ کفار اللہ کے سوا جن جھوٹے معبودوں کو پکارتے ہیں وہ بے حقیقت ہونے کی بنا پر اُن کی درخواست کو اِس سے زیادہ منظور نہیں کر سکتے جتنا کہ پانی اُس شخص کی درخواست کو منظور کر سکتا ہے جو اپنے دونوں ہاتھ پیاس کی حالت میں پانی کی طرف پھیلا دے۔ تاکہ وہ اُس کے منھ تک خود بخود آ جائے حالانکہ ایسا کبھی نہیں ہو سکتا۔ غرضکہ کافروں کا اِن باطل معبودوں سے التجائیں کرنا اور اُن کو پکارنا محض بیکار اور بے اثر ہے۔ یاد رکھو جتنی بھی مخلوق آسمانوں اور زمین میں ہے وہ سب خوشی سے یا مجبوری سے اللہ ہی کے سامنے گردن جھکائے ہوئے ہیں۔ اور اہلِ نظر اگر غور کریں تو اُن کے سائے بھی صبح اور شام بارگاہِ الٰہی میں سربسجود نظر آئیں گے۔

آسمان و زمین کا پروردگار کون ہے

قُلْ مَنْ رَّبُّ السَّمٰوٰتِ .... هُوَ الْوَاحِدُ الْقَهَّارُ ۝

ترجمہ:۔ (اے رسول) تم کہو کہ آسمانوں اور زمین کا پروردگار کون ہے (پھر اِن سے کہو) اللہ ہی ہے (اور) کہو کہ کیا پھر بھی تم نے اللہ کے سوا دوسرے ایسے مددگار بنا رکھے ہیں جو اپنے نفع و نقصان پر بھی قدرت نہیں رکھتے تم کہو کیا اندھا اور آنکھوں والا برابر ہو سکتا ہے یا تاریکی اور روشنی ہم پلہ ہو سکتی ہے یا انھوں نے اللہ کے ایسے شریک قرار دے رکھے ہیں کہ انھوں نے بھی اُسی طرح کسی کو پیدا کیا ہو جس طرح کہ خدا پیدا کرتا ہے اور جن کے بارے میں شبہ پیدا ہو گیا ہو کہ (وہ اِن کے پیدا کردہ ہیں یا خدا کے) تم کہو اللہ ہی ہر شئے کا خالق ہے اور وہی واحد اور غالب ہے۔

تشریح:۔ (اے رسول) اِن لوگوں سے یہ تو پوچھو کہ آسمانوں

اور زمین کا پیدا کرنے والا کون ہے۔ (یہ تو اس کا جواب نہیں دے سکیں گے) پھر تم ہی انھیں بتاؤ کہ آسمانوں اور زمین کا پروردگار خدا تعالیٰ ہے۔ اس کے بعد ان سے پوچھو کہ آخر تم نے خدائے قادر کو چھوڑ کر ایسے جھوٹے معبودوں کو کیوں اپنا مددگار سمجھ رکھا ہے۔ جو تمہاری مدد تو کیا کریں گے خود اپنے نفع اور نقصان کی بھی قدرت نہیں رکھتے۔ ان سے یہ بھی سوال کرو کہ کیا اندھا اور آنکھوں والا برابر ہو سکتا ہے۔ یا اندھیرا اور اجالا ہم پلہ ہو سکتا ہے اور ان مشرکوں سے یہ بھی پوچھو کہ انھوں نے جن کو معبود بنا رکھا ہے کیا ان جھوٹے معبودوں نے بھی اللہ کی طرح کوئی ایسی مخلوق پیدا کی ہو جو اللہ کی پیدا کردہ مخلوق سے ملتی جلتی ہو اور جس کے بارے میں لوگوں کو یہ شبہ پیدا ہو گیا ہو کہ وہ اللہ کی پیدا کی ہوئی ہے یا ان جھوٹے معبودوں کی۔ اے رسول ان سے کہہ دو کہ اللہ ہی ہر چیز کا پیدا کرنے والا ہے۔ وہ ذات واحد اور سب سے بڑا صاحب طاقت ہے۔

اللہ سے کیا ہوا عہد پورا کرنے والے

اَفَمَنْ یَّعْلَمُ .... فِی الْاٰخِرَةِ اِلَّا مَتَاعٌ ۝

ترجمہ:- وہ شخص جو یقین رکھتا ہو کہ جو کچھ تمہارے رب کی جانب سے تم پر نازل ہوا ہے حق ہے۔ کیا اس شخص کے مانند ہو سکتا ہے جو اندھا ہو۔ اور یہ بات وہی سمجھتے ہیں جن میں عقل ہے اور یہ لوگ ایسے ہیں جو اللہ کا عہد پورا کرتے ہیں اور عہد شکنی نہیں کرتے۔ اور اللہ نے جن تعلقات کو جوڑنے کا حکم دیا ہے انھیں جوڑتے ہیں اور یہ اپنے رب سے ڈرتے ہیں اور سخت عذاب کا اندیشہ رکھتے ہیں۔ یہ لوگ ایسے ہیں کہ اپنے رب کی رضامندی کے متلاشی رہ کر صبر سے کام لیتے ہیں۔ اور نماز پڑھتے ہیں۔ اور ہم نے جو انھیں دیا ہے اس میں سے پوشیدہ اور ظاہرہ طور پر (راہ خدا میں) خرچ کرتے ہیں اور بدسلوکی کو حسن سلوک سے ٹال دیتے ہیں آخرت کا گھر ان ہی کے لئے ہے اور ان کے رہنے کے لئے جنتیں ہیں جن میں کہ وہ داخل ہوں گے اور ان کے والدین۔ بیویوں۔ اور اولادیں سے جو نیکوکار رہوں گے وہ بھی داخل ہوں گے۔ اور فرشتے ان کے پاس ہر دروازے سے آئیں گے

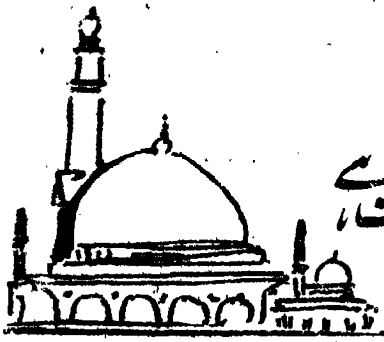
(اور کہیں گے) تم پر سلامتی ہو اور (زیادتیوں پر) تمہارے صبر کی وجہ سے تمہیں آخرت کا اچھا گھر ملا ہے۔ مگر جو لوگ کہ خدا کے ساتھ عہد کو پختہ کرنے کے بعد توڑتے ہیں اور جن رشتوں کو اللہ نے جوڑنے کے لئے کہا ہے انھیں توڑتے ہیں۔ اور زمین پر فساد کرتے پھرتے ہیں ایسوں کے لئے لعنت ہے اور ان کے لئے بڑی خرابی ہے۔ اللہ جس کو روزی میں چاہے فراخی پیدا کرتا ہے اور وہی روزی میں تنگی بھی پیدا کرتا ہے: اور وہ دنیاوی زندگی سے خوش ہیں حالانکہ دنیاوی زندگی آخرت کے مقابلہ میں کچھ بھی نہیں ہے ہاں تھوڑا فائدہ اس میں ضرور ہے۔

تشریح:- اے رسول عربی بھلا جو شخص سچے دل سے یہ یقین رکھتا ہو کہ تمہارے پروردگار کی جانب سے تم پر جو قرآن نازل ہوا ہے وہ برحق ہے کہیں اس گمراہ شخص کے مانند ہو سکتا ہے جس کی آنکھوں پر تاریکی کے پردے پڑے ہوئے ہیں۔ اور جو کلام الٰہی کا منکر ہے قرآن کی حقانیت کو بس وہی لوگ سمجھ سکتے ہیں جو سمجھ دار اور دانشور ہیں یہ وہ لوگ ہیں جو ازل میں اپنے پروردگار سے کئے ہوئے عہد کو پورا کرتے ہیں اور کسی حالت میں بھی اپنے عہد کو نہیں توڑتے پھر اللہ نے جن باہمی تعلقات کو جوڑے رکھنے کا حکم دیا ہے انھیں جوڑے رکھتے ہیں۔ یہ اپنے پروردگار سے ڈرتے رہتے ہیں اور آخرت کے عذاب سے خائف ہیں اور یہ وہی لوگ ہیں جو اپنے پروردگار کی خوشنودی حاصل کرنے کے لئے راہ حق میں مصائب پر صبر کرتے ہیں۔ نماز پابندی سے پڑھتے ہیں اور جو مال ہم نے انھیں دیا ہے اس میں سے پوشیدہ طور پر بھی، اور ظاہرہ طور پر بھی راہ خدا میں خرچ کرتے ہیں اور برائی کے بدلہ میں لوگوں کے ساتھ بھلائی سے پیش آتے ہیں۔

یہی وہ خوش نصیب ہیں جن کے لئے عاقبت کا گھر ہے یعنی ہمیشہ ہمیشہ رہنے کے لئے جنت اور جنت کے باغ ہیں جن میں وہ خود بھی داخل ہونگے اور ان کے ساتھ ان کے والدین۔ بیویاں۔ اور اولادیں بھی جو نیکوکار ہوں گے بہشت میں داخل ہوں گے۔ اور جنت کے ہر دروازہ سے فرشتے ان کا خیر مقدم کریں گے اور کہیں گے کہ تم پر سلامتی ہو یہ راہ حق میں تمہاری ثابت قدمی کا اجر ہے تمہیں عاقبت کا بہت ہی اچھا گھر اور ٹھکانہ ملا ہے۔

لیکن جو لوگ کہ اللہ سے پختہ عہد کرنے کے بعد اسے توڑ دیتے ہیں اور جن باہمی تعلقات کو اللہ نے قائم رکھنے کا حکم دیا ہے (باقی صفحہ پر)

تعلیم الحدیث



مخلوقِ خدا کے کام آؤ

مومن کیلئے حکومت مصیبت۔ اسلام سرمایہ داری کا مخالف ہے

(از شوکت علی فہمی)

ہر ماہ بڑی پابندی کے ساتھ ذیل میں رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے وہ قیمتی ارشادات درج کئے جاتے ہیں جو نہ صرف مسلمانوں کے لئے بلکہ پوری نوعِ انسانی کے لئے بہترین مشعلِ ہدایت ہیں۔ اُمید ہے کہ مسلمان اِن جواہر پاروں سے استفادہ کریں گے۔

مخلوق خدا کے کام آؤ

رسولِ مقبول صلی اللہ علیہ وسلم نے مسلمانوں کو ہدایت فرمائی ہے کہ وہ ہمیشہ مخلوقِ خدا کے کام آنے کی کوشش کریں کیونکہ اِس سے بڑھ کر کوئی نیکی نہیں ہے چنانچہ اس ضمن میں صحیح حدیث ہے:

"حضرت انس رضؓ کہتے ہیں کہ رسول اللہ صلعم نے فرمایا ہے کہ جو شخص میری محبت میں کسی کو دینی یا دُنیاوی حاجت پوری کرے اور اُس سے اُس کا منشا اُسے خوش کرنا ہو تو اُس نے مجھے خوش کیا۔ اور جس نے مجھے خوش کیا اُس نے اللہ کو خوش کیا۔ اور جس نے اللہ تعالیٰ کو خوش کیا تو اللہ تعالیٰ اُسے جنت میں داخل کرے گا۔ (بیہقی)

اس حدیث سے اندازہ لگایا جاسکتا ہے کہ اسلام نے مخلوقِ خدا کی خدمت کو کس قدر اہمیت دی ہے۔ اسی طرح ایک دوسری حدیث ہے:-

حضرت ابوہریرہ رضؓ کہتے ہیں کہ فرمایا رسول اللہ صلعم نے کہ جو شخص کسی مسلمان کو دنیا کی سختیوں اور مشکلات سے بچائے گا تو اللہ اُسے قیامت کی سختیوں سے بچائے گا۔ اور جس نے کسی تنگدست کی مشکل کو آسان کیا اللہ تعالیٰ دُنیا اور آخرت میں اُس کے لئے آسانی پیدا کر دے گا۔ اور جس نے کسی مسلمان کے عیب کو چھپایا اور پردہ پوشی کی تو اللہ دنیا اور آخرت میں اُس کی پردہ پوشی کرے گا۔ اور اُس وقت تک اللہ اپنے بندہ کی مدد کرتا ہے جب تک کہ وہ مسلمان بھائیوں کی مدد کرتا رہتا ہے۔ (مسلم)

یعنی جو مسلمان اپنے دوسرے بھائیوں کی مشکلات میں حصہ لیتے ہیں اور اُن کی مدد کرتے ہیں اللہ تعالیٰ بھی اُن کی مدد کرتا ہے۔ نیز خدا نے اُن کیلئے دینی اور دنیاوی فلاح کا وعدہ فرمایا ہے۔ چنانچہ صحابۂ کرام نے اِن احادیث پر پوری طرح عمل کیا ہے۔ اُن کی زندگیاں مخلوق خدا کی خدمت کے لئے وقف رہی ہیں۔ وہ جب بھی کسی مسلمان کو تکلیف میں دیکھتے تھے تو مضطرب ہو جاتے تھے اور انھیں اُس وقت تک چین ہی نہیں آتا تھا جب تک کہ مسلمان بھائی کی تکلیف دُور نہیں ہو جاتی تھی۔

مومن کیلئے حکومت ایک مصیبت

رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے مومن کے لئے حکومت کو ایک مصیبت قرار دیا ہے اور مسلمانوں کو ہدایت فرمائی ہے کہ وہ حتی المقدور حکومت کی ذمہ داری قبول کرنے سے گریز کریں کیوں کہ یہ بہت ہی مشکل اور کٹھن کام ہے۔ چنانچہ حکومت کے بارے میں صحیح حدیث ہے

"حضرت ابو ہریرہؓ کہتے ہیں کہ رسول اللہ صلعم نے فرمایا ہے افسوس ہے اُمرا اور حکام پر اور افسوس ہے سرداروں اور حکومت کے سربراہوں پر کیونکہ اُن میں سے بہت سے قیامت کے دن اِس بات کی آرزو کریں گے کہ یہ اچھا تھا کہ اُن کی چوٹیاں ثریا سے باندھ دی جاتیں اور وہ آسمان او وزمین کے درمیان جھولتے رہتے مگر انھیں حکومت اور امارت نہ ملتی۔" (احمد)

یعنی قیامت کے روز اُن کی کوتاہیوں کی جو باز پُرس ہوگی وہ اتنی شدید ہوگی کہ وہ اِس باز پرس اور سختی سے گھبرا جائیں گے اسی طرح ایک دوسری حدیث ہے:۔

"ابنِ موہب رضؓ کہتے ہیں کہ عثمان بن عفان رضؓ نے ابنِ عمر رضؓ سے فرمایا کہ حاکم کی ذمّہ داری تمہیں سُپرد کی جاتی ہے۔ اِس پر ابنِ عمر رضؓ نے کہا۔ امیر المومنین مجھے تو اِس کام سے معاف ہی رکھیے۔ عثمان رضؓ نے کہا کہ تم اِسے کیوں بُرا سمجھتے ہو جبکہ تمہارے باپ حکومت کر تے تھے۔ ابنِ عمر رضؓ نے کہا اِس لئے کہ میں نے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کو یہ فرماتے ہوئے سُنا ہے کہ جو شخص حاکم یا قاضی مقرر ہو اور وہ انصاف سے بھی کام کرے تو اُس کے لئے مناسب یہ ہے وہ اِس منصب سے دست بردار ہو جائے۔"
(ترمذی)

یعنی منصف مزاج لوگوں کو بھی حکومت کی ذمّہ داری سنبھالنے سے بچنا چاہیئے کیونکہ ممکن ہے کہ آگے چل کر اُن سے بھی لغزش ہو جائے اور اس لغزش کی پاداش میں وہ قیامت کے دن پکڑے جائیں۔

اسلام سرمایہ داری کا مخالف ہے

اسلام نے انسانی معاشرہ کے جہاں دوسرے پہلوؤں کی اصلاح کی ہے وہاں اسلام نے سرمایہ داری پر بھی کاری ضرب لگائی ہے کیونکہ سرمایہ داری ایک ایسی لعنت ہے جس کی بدولت آج بھی دنیا کی تین چوتھائی آبادی، افلاس اور تنگدستی کا شکار ہے چنانچہ حضرت ابوذر غفاری رضؓ بیان کرتے ہیں :۔

"میں رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی خدمت میں حاضر ہوا تو آپ اُس وقت خانہ کعبہ کے سائے میں بیٹھے ہوئے تھے جب مجھے دیکھا تو فرمایا کہ قسم ہے کعبہ کے رب کی وہ لوگ بڑے نقصان میں ہیں میں نے عرض کیا یا رسول اللہ میرے ماں باپ آپ پر قربان ہوں ایسے لوگ کون ہیں۔ آپ نے فرمایا جو کثرت سے مال جمع کرتے ہیں بجز اُن لوگوں کے جو مالدار ہونے ہوئے بھی آگے پیچھے دائیں بائیں اپنے مال کو کارِ خیر میں صرف کرتے ہیں۔" (بخاری۔ مسلم۔ ترمذی)

خود رسول اللہ صلعم کا یہ معمول تھا کہ جب مالِ غنیمت آتا تھا تو آپ مسجد نبوی میں اُس مال کا ڈھیر لگا دیتے تھے۔ اور اُس وقت تک مسجد سے تشریف نہیں لے جاتے تھے جب تک کہ یہ سارا مال غریبوں اور مستحقین میں تقسیم نہیں فرما دیتے تھے اور اُس میں سے ایک حبّہ بھی باقی نہیں رکھتے تھے۔ یہاں تک کہ اکثر اوقات ایسا ہوتا تھا کہ جب مال تقسیم فرما کر آپ گھر میں واپس آتے تھے تو گھر میں کھانے کے لئے کچھ بھی نہیں ہوتا تھا اور آپ کو فاقہ کرنا پڑتا تھا۔ اس سے بخوبی اندازہ لگایا جا سکتا ہے کہ حضور دولت جمع کرنے کے کتنے بڑے مخالف تھے۔

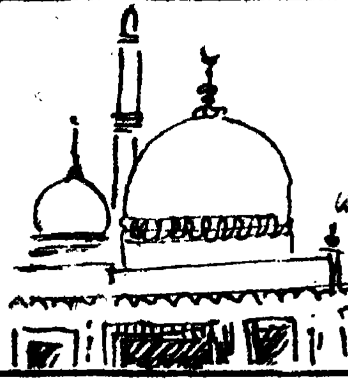
قُربِ قیامت کی علامت

رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے پیشین گوئی فرمائی ہے کہ جب قیامت قریب آ جائے گی تو یہ دنیا تکلیفوں اور مصیبتوں کا گہوارہ بن جائے گی اور لوگوں کی مصیبتوں میں اس قدر اضافہ ہو جائے گا کہ انسان زندگی پر موت کو ترجیح دینے لگے گا۔ چنانچہ حضرت ابوہریرہ رضؓ سے روایت ہے کہ :۔

"فرمایا رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے کہ قسم ہے اُس ذات کی جس کے قبضہ میں میری جان ہے کہ نہیں قائم ہوگی قیامت جب تک کہ ایسا زمانہ نہیں آ جائے گا کہ ایک انسان قبر کے پاس سے گزرے گا اور کہے گا کہ اے کاش میں قبر والے کی جگہ ہوتا۔" (مسلم)

حضرت ابو ہریرہ رضؓ اِس حدیث کی تشریح کرتے ہوئے فرماتے ہیں کہ جب قیامت قریب ہوگی تو دنیا میں اِس قدر (باقی صفحہ ۲۴ پر)

اسلامی افکار



اسلام کی ہر دلعزیزی پر مفکّرین حیران

"کیا مستقبل میں پوری دنیا کا مذہب اسلام بن جائے گا"

(از علامہ ابو ریحان)

اسلام کی غیر معمولی ہر دلعزیزی نے دُنیا کے محققین اور مفکّرین کو اِس بات کے لئے مجبور کر دیا ہے کہ وہ اِس مذہب کا گہری نظر سے مطالعہ کریں۔ چنانچہ اسلام اور دوسرے ممتاز مذاہب کا مطالعہ کرنے کے بعد محققین اس نتیجہ پر پہنچے ہیں کہ اسلام میں کچھ ایسی خوبیاں ضرور ہیں جن کی بنا پر یہ مذہب ترقی یافتہ دنیا کا ساتھ دے سکتا ہے چنانچہ علامہ ابو ریحان نے ذیل کے مقالہ میں اسلام کے اسی پہلو پر روشنی ڈالی ہے۔

علوم و فنون کے مختلف میدانوں میں آج جو تحقیقاتی کام ہو رہا ہے اُس میں مذاہب کی تحقیقات بھی شامل ہے۔ اور مذاہب کے سلسلہ میں تحقیقات کا موضوع یہ ہے کہ "مختلف مذاہب نے ماضی میں انسانی تاریخ۔ نیز بنی نوع انسان کی ترقی پر کیا اثر ڈالا ہے۔ اور دُنیا میں کونسا ایسا مذہب ہے جو انسان کے موجودہ تصورات اور اُس کے ارادوں کی تکمیل میں انسان کی مدد کر سکتا ہے اور وہ کیا خاص اسباب ہیں جن کی بنا پر اِس مذہب سے بیزاری کے دَور میں بھی اسلام کے ساتھ لوگوں کی دلچسپی بڑھتی چلی جا رہی ہے"

دُنیا کے مفکّرین اور علمائے مذاہب نے تمام مذہبوں کو دو اقسام میں یعنی تبلیغی اور غیر تبلیغی مذاہب میں تقسیم کیا ہے اور اِس تقسیم کی رُو سے اسلام۔ عیسائیت اور بودھ دھرم کو تبلیغی مذاہب قرار دیا ہے۔ اِسی لئے اسلام کا اِن دونوں تبلیغی مذاہب کو مقابلہ پر رکھ کر جائزہ لیا جا رہا ہے اور یہ غور کیا جا رہا ہے کہ اسلام کے گذشتہ دور میں کیا اثرات مرتب ہوئے ہیں۔

علمائے مذاہب نے مذکورۂ بالا زاویۂ نظر سے اسلام کا جو مطالعہ کیا ہے اُس سے وہ اِس نتیجہ پر پہنچے ہیں کہ "اسلام نے تقریبًا ہر زمانہ میں انسانی دل و دماغ پر گہرا اثر ڈالا ہے" اور اُن کا کہنا ہے کہ "اگر چھٹی صدی عیسوی میں اسلام کا ظہور نہ ہوتا تو نہ صرف دُنیا کی ترقی ہی رُک جاتی بلکہ ماضی اور مستقبل کا کوئی رشتہ بھی برقرار نہیں رہتا۔ اور انسان نے اپنے ارتقاء کے دورِ اوّل میں علمی اور فنی اعتبار سے جو ترقیاں کی تھیں وہ بالکل ہی نابود ہو جاتیں کیونکہ مسلمانوں ہی نے اِن مُردہ علوم کو زندہ کیا ہے"

اِن علمائے مذاہب نے اسلام کے مطالعہ کے بعد اسلام کے بارے میں جو نتیجہ اخذ کیا ہے اُس کی اہمیت کا اندازہ اِس بات سے لگایا جا سکتا ہے کہ اسلام کے ظہور سے پہلے مشرق میں بودھ مت رائج تھا اور مغرب میں مسیحیت کا دور دورہ تھا لیکن یہ دونوں ہی مذہب انسان کی صحیح رہنمائی نہیں کر سکے تھے۔ بدھ مت نے تو اپنی تمام تر تعلیمات کو صرف "نروان" یعنی نجات حاصل کرنے کے مقصد تک محدود رکھا۔ دُنیاوی معاملات سے اِس مذہب کا کوئی واسطہ نہیں رہا۔ اور عیسائی علماء نے عیسائیوں کے لئے تمام سابقہ علوم یعنی یونانی علوم کے مطالعہ کو ایک ناقابلِ معافی جُرم قرار دیدیا تھا جس سے ذہنی بیداری پر روک لگ گئی تھی۔

اب رہا اسلام اُس نے نہ صرف انسان کو نجات ہی کے راستہ پر آنے کی دعوت دی تھی بلکہ اُس نے انسان کی دنیاوی زندگی کی ضروریات کو پیشِ نظر رکھتے ہوئے مسلمانوں کے لئے علم کے حصول کو بھی فرض قرار دیدیا تھا اور اِس طرح انھیں علمی تحقیق اور تفتیش

کی جو ترغیب دی تھی اُس کی بدولت اُنھوں نے نہ صرف مغرب کے مدفون علمی خزانوں ہی کو تلاش کے بعد دُنیا کے روبرو رکھ دیا تھا بلکہ وہ مشرق کے علوم کو مغرب تک پہنچانے کا ذریعہ بھی بن گئے تھے پھر اسی قدر نہیں بلکہ مسلمانوں نے خود بھی جو ایجادیں اور انکشافات کیے تھے اُن کی بدولت ایک طرف تو سابقہ علوم و فنون میں قابلِ قدر اضافے ہوئے تھے اور دوسری طرف ترقی کی وہ بُنیادیں قائم ہو گئی تھیں جن پر بعد کے زمانہ میں وہ زبردست عمارتیں تعمیر کی گئیں جو دُنیاوی ترقی میں ممد و معاون ثابت ہوئیں۔

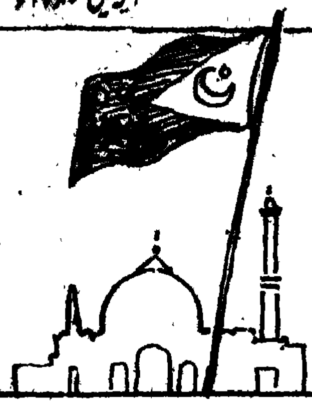
ماضی کے ان حالات کی روشنی میں علما اور محققینِ مذاہب اس نتیجہ پر پہنچے ہیں کہ "اسلام نے روحانی تربیت کے ساتھ انسان کی دنیاوی ترقی میں بھی ایک زبردست محرک اور رہنما کی حیثیت سے کام کیا ہے جس سے کہ دُنیا کو بے حد فائدہ پہنچا ہے اور چونکہ اسلام کی بنیادی تعلیم اور انسانی ترقی کی رہنمائی میں آج تک کوئی تبدیلی نہیں ہوئی ہے۔ اِس لئے مفکرین اور محققین کی رائے یہ ہے کہ "اسلام مستقبل میں بھی اپنا یہی ترقی پسندانہ کردار ادا کرتا رہے گا۔"

مغرب کی عیسائی قوموں نے بھی اب مسلمانوں کی تقلید کرتے ہوئے مذہب کے ساتھ سیاست کو شامل کر لیا ہے۔ جہاں تک اسلام کا تعلق ہے اسلام چونکہ ایک مکمل ضابطۂ حیات ہے اس لئے سیاست پر بھی حاوی ہے لیکن عیسائیت میں مذہب و سیاست کے درمیان کوئی تعلق نہ ہونے کے باوجود اُنھیں یکجا کر دیا گیا ہے اور اب عیسائیت کی تبلیغ کرنے والے مغرب کے عیسائی مسیحی قوموں کو سیاسی اقتدار کے قیام کے لئے بھی تیار کرنے لگے ہیں۔ چنانچہ آج افریقہ میں اسلام اور عیسائیت کے درمیان جو کشمکش برپا ہے وہ کسی سے مخفی نہیں مگر اُنھیں اِس لئے کوئی کامیابی حاصل نہیں ہو رہی ہے چونکہ بنیادی طور پر عیسائیت میں سیاست اور دنیاوی معاملات شامل نہیں ہیں بلکہ عیسائیت ترکِ دُنیا کی حامی ہے۔ چنانچہ افریقہ میں عیسائیت کو اسلام کے مقابلہ میں پسپائی اختیار کرنی پڑ رہی ہے۔

افریقہ کے متعلق یورپ کے مذہبی رسالوں اور خصوصاً رومن کیتھولک مرکز وٹاکن کے جرائد میں جو رپورٹیں اور خبریں شائع ہوتی رہتی ہیں اُن سے پتہ ملتا ہے کہ اگرچہ افریقہ میں عیسائیت کی تبلیغ بیسویں صدی کے آغاز ہی سے شروع ہو گئی تھی اور ابتدا میں کچھ کامیابی بھی حاصل ہوئی تھی لیکن پچھلے بیس سال کی مدت میں وہاں جس سُرعت سے اسلام پھیلا ہے اُس نے نہ صرف عیسائیوں کی گذشتہ ساٹھ سالہ کوششوں پر پانی پھیر دیا ہے بلکہ مستقبل میں اُن کی کامیابی کو مشتبہ بھی بنا دیا ہے چنانچہ افریقہ کے لاتعداد قبائل میں اسلام نہایت سُرعت کے ساتھ پھیلتا چلا جا رہا ہے یہاں تک کہ افریقہ کی عیسائی ریاستوں میں بھی اسلام کو غیر معمولی مقبولیت حاصل ہو رہی ہے۔ اور اس کا بڑا باعث یہی ہے کہ اسلام صرف رُوحانیت کا علمبردار ہی نہیں ہے بلکہ دُنیاوی زندگی میں بھی قدم قدم پر نوعِ انسانی کی رہنمائی کرتا ہے۔

افریقہ میں اسلام کی اس مقبولیت پر تبصرہ کرتے ہوئے اٹلی کے ایک مذہبی رسالہ میں افریقہ میں عیسائیت کی تبلیغ کرنے والے ایک پادری جان بز نگٹن نے لکھا ہے کہ "افریقہ میں اسلام کی تیز رفتاری کو دیکھ کر ایسا معلوم ہوتا ہے کہ کچھ مدت کے بعد پوری دنیا کا عام مذہب اسلام ہی ہو جائے گا۔ لہٰذا اگر ہم نے مسیحیت کی خامیوں کو دور کر کے اُسے اسلام کی سطح پر لانے کی کوشش نہیں کی تو پھر ہمیں اسلام کے مقابلہ میں اپنی شکست قبول کرنے کے لئے تیار رہنا چاہیئے۔"

عیسائیت کے اسی مبلغ نے یہ سوال کیا ہے کہ "آخر اسلام میں وہ کونسی خوبی ہے جو افریقہ کے لوگوں کے لئے کشش کا باعث بنی ہوئی ہے۔" اور اِس کا جواب یہی ہے کہ اسلام صرف رُوحانی ارتقا کا نام نہیں ہے بلکہ دین کے ساتھ دُنیاوی معاملات میں بھی یہ نوعِ انسانی کو راہ دکھاتا ہے۔ اور قدم قدم پر اُن کی رہنمائی کرتا ہے۔ اور اسلام کی اس افادیت پر اگر غور کیا جائے تو اُسے مقبول ہی ہونا چاہیئے۔ اور اسی لئے آج اسلام کے بارے میں مفکرین اور محققین خود بھی اس نتیجہ پر پہنچے ہیں کہ یہی مذہب ایک ایسا مذہب ہے جو ترقی یافتہ دُنیا کا ساتھ دے سکتا ہے اور عین فطرتِ انسانی کے مطابق ہے۔



تاریخ اسلام کا ایک ورق

فرانس بھی مسلمانوں نے فتح کر لیا تھا

مگر خلیفہ سلیمان کے عدم تدبر سے فتح یورپ کا خواب پورا نہ ہو سکا

(از شوکت علی فہمی)

پہلی صدی ہجری کے آخر میں اگر خلیفہ سلیمان بن عبدالملک نے عدم تدبر سے کام لیتے ہوئے اسپین اور فرانس کو فتح کرنے والے مسلم جرنیلوں کے ساتھ مخالفانہ سلوک نہ کیا ہوتا تو شاید آج پورے یورپ پر اسلامی پرچم لہرا رہا ہوتا۔ سلیمان بن عبدالملک کے بڑے بھائی ولید بن عبدالملک کا دورِ حکومت (۸۶ھ تا ۹۶ھ ہجری) اسلامی تاریخ کا وہ سنہری دور ہے جس میں کہ مسلمانوں نے ایسی عظیم الشان فتوحات حاصل کی تھیں جو شاید صدیوں میں بھی نا ممکن تھیں۔ مسلمانوں نے پورے ترکستان کو فتح کر لیا تھا۔ چین کو اطاعت کے لئے مجبور کر دیا تھا۔ سندھ میں مسلمانوں نے اپنی سلطنت قائم کر لی تھی اور نہ صرف اسپین اور پرتگال پر اسلامی پرچم لہرا دیا تھا بلکہ وہ فرانس کے بھی ایک بڑے حصے پر قابض ہو گئے تھے۔ ذیل کے مقالہ میں مسلمانوں کے ان ہی حوصلہ مندانہ کارناموں پر ہلکی سی روشنی ڈالی گئی ہے۔

افریقہ کے گورنر موسیٰ بن نصیر اور طنجہ کے حاکم طارق بن زیاد ۹۲ھ ہجری میں اسپین اور پرتگال پر اسلامی پرچم لہرا چکے تھے۔ ان ممالک کی فتح کے بعد یہ دونوں اسلامی سپہ سالار اگرچہ تھکے ہوئے تھے مگر پھر بھی انہیں اس فرانس سے انتقام لینا ضروری تھا جس نے کہ اسپین اور پرتگال کے معرکوں کے دوران قدم قدم پر فاتحین اسلام کی راہ میں رکاوٹیں اور مشکلات پیدا کی تھیں۔

موسیٰ بن نصیر اور طارق بن زیاد دونوں ہی کی یہ متفقہ رائے تھی کہ اگر فوراً ہی فرانس کو زیر نہیں کیا گیا تو یہ پڑوسی ملک ہونے کی بنا پر ہمیشہ ہی نو مفتوحہ ملک اسپین کے لئے ایک مستقل خطرہ بنا رہے گا اور اس طرح اسپین اور پرتگال کی فتح میں مسلمانوں کا جو خون بہا ہے وہ بیکار رہ جائے گا۔ لہٰذا یہ ضروری ہے کہ اسپین اور پرتگال کی طرح فرانس کو بھی فتح کر لیا جائے۔ چنانچہ ان دونوں نے فوراً ہی فرانس کے خلاف حملہ کی تیاریاں شروع کر دیں۔

موسیٰ اور طارق کے پاس اگرچہ فوج زیادہ نہیں تھی اور جو موجود تھی وہ بھی تھکی ہوئی تھی۔ اور سامان جنگ بھی کافی نہیں تھا لیکن پھر بھی یہ دونوں حوصلہ مند سپہ سالار ۱۰۰ھ ہجری میں اللہ کا نام لے کر اپنے لشکر کو لئے ہوئے فرانس کی حدود میں داخل ہو گئے۔

فرانس کی سرزمین پر مجاہدین اسلام کو صرف فرانس کے بے پناہ لشکر ہی سے مقابلہ نہیں کرنا پڑا بلکہ اسپین سے فرار ہونے والے بے شمار عیسائی اور سپاہی بھی جو اس وقت فرانس میں پناہ گزین تھے مسلمانوں کے مقابلہ پر آ گئے۔ اس کے علاوہ عیسائیوں میں غیر معمولی مذہبی جوش بھی پیدا ہو چکا تھا۔ یعنی اس جنگ نے ایک خالص مذہبی جنگ کی شکل اختیار کر لی تھی۔ چنانچہ اس جنگ کو کامیاب بنانے کی غرض سے فوجی سپہ سالاروں سے کہیں زیادہ وہ عیسائی پادری حصہ لے رہے تھے جو مذہب کے نام پر اپنے مقلدوں کو خوب جوش دلا رہے تھے۔

اُدھر مسلمان جنہوں نے کہ حال ہی میں اسپین اور پرتگال کو فتح کیا تھا اُن کے حوصلے بھی بے حد بڑھے ہوئے تھے۔ مسلمانوں کی

تعداد اگرچہ عیسائیوں کے مقابلہ میں نصف سے بھی کم تھی لیکن اس کے باوجود بھی وہ سیلاب اور طوفان کی طرح برابر آگے بڑھ رہے تھے۔ یہاں تک کہ انھوں نے فرانس کی سب سے بڑی فوجی چھاؤنی "طولوز" ان پر قبضہ کر لیا۔ اس جنگ میں چونکہ مسلمانوں کے بے شمار سپاہی کام آ چکے تھے اور ان کی تعداد اور قوت بھی گھٹ گئی تھی لہٰذا مسلمانوں کو مجبوراً اربونیہ کی جانب لوٹ کر خیمہ زن ہو جانا پڑا اور فرانسیسیوں نے مسلمانوں کی کمزوری سے فائدہ اٹھا کر ان کا چاروں طرف سے محاصرہ کر لیا۔ مگر یہ محاصرہ زیادہ مدت تک قائم نہیں رہ سکا۔ فرانسیسیوں کو چونکہ مسلمانوں کی تازہ دم کمک کے پہنچنے کا اندیشہ تھا اس لئے انھوں نے جلد ہی محاصرہ اٹھا لیا۔ اور اس کے بعد جب اسپین سے مسلمانوں کی تازہ کمک آگئی تو انھوں نے نئے سرے سے فرانس میں جدید فتوحات کا سلسلہ شروع کر دیا۔

فرانس نے بھی بڑی جرأت اور پامردی کے ساتھ مسلمانوں کا مقابلہ کیا لیکن اس کے باوجود فرانسیسیوں کو تقریباً ہر مورچہ پر بری طرح شکست کا منہ دیکھنا پڑا۔ اور نوبت یہاں تک پہنچ گئی کہ مسلمانوں نے جنوبی فرانس کا پورا علاقہ ایک سال سے بھی کم مدت میں فتح کر لیا۔ اور وہاں اسلامی حکومت قائم کر دی۔ اب صرف اسلام کو شمالی فرانس فتح کرنا باقی تھا۔ لیکن شمالی فرانس میں چونکہ سردی بہت زیادہ پڑ رہی تھی اس لئے طارق اور موسیٰ نے یہ طے کیا کہ وہ سردی کا موسم گزر جانے کے بعد پہلے شمالی فرانس کو فتح کریں گے اور اس کے بعد اٹلی اور بلقان کو فتح کرتے ہوئے قسطنطنیہ جا پہنچیں گے اور اس طرح پورے یورپ پر اسلام کا جھنڈا لہرا دیں گے۔

موسیٰ بن نصیر اور طارق بن زیاد کے سامنے چونکہ پورے یورپ کی فتح کا بہت بڑا پروگرام تھا۔ اس لئے اسی پروگرام کی تیاریوں کی غرض سے یہ دونوں سپہ سالار فرانس کا مفتوحہ علاقہ اپنے نائبوں کے سپرد کر کے اسپین واپس آگئے اور انھوں نے شمالی فرانس اور یورپ کے خلاف اپنے نئے معرکہ کی تیاریاں نہایت وسیع پیمانے پر شروع کر دیں۔ لیکن اسی زمانہ میں دمشق میں کچھ ایسے حالات رونما ہوئے جن کی وجہ سے ان دونوں لائق سپہ سالاروں کو فتح یورپ کا پروگرام ملتوی کر دینا پڑا۔

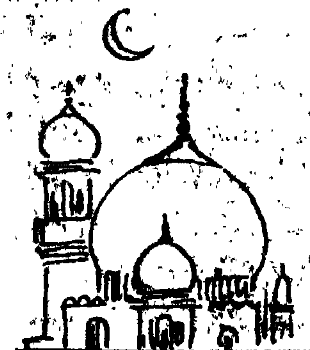
موسیٰ بن نصیر یورپ کے خلاف جنگ عظیم کی تیاریاں ہی کر رہے تھے کہ انھیں اسپین میں خلیفہ ولید بن عبدالملک کا حکم ملا کہ تم طارق بن زیاد کو ہمراہ لے کر فوراً دارالخلافہ دمشق چلے آؤ۔

اس کے جواب میں موسیٰ بن نصیر نے خلیفہ ولید کو لکھا کہ "ہم دونوں آپ کے حکم کے تابع ہیں۔ لیکن مناسب یہ تھا کہ ہمیں تھوڑی سی مہلت دیدی جاتی تاکہ ہم شمالی فرانس۔ اور شمالی فرانس کے بعد یورپ کے چند دوسرے ملک فتح کر کے آپ کی خدمت میں حاضر ہوتے" لیکن ولید نے لکھا کہ "یورپ کی جدید فتوحات سے قبل یہ ضروری ہے کہ تم یہاں آجاؤ۔ اور مجھ سے بھی مشورہ کر لو لہٰذا تم اسپین اور فرانس میں کسی کو حاکم مقرر کر کے مع طارق کے میرے پاس جلد پہنچ جاؤ"

حقیقت یہ ہے کہ اگر اس وقت موسیٰ بن نصیر اور طارق بن زیاد کو یورپ میں تمام اور فتوحات کا موقعہ مل جاتا تو یہ بات بالکل یقینی تھی کہ اگر پورا یورپ نہیں تو یورپ کا بیشتر علاقہ یہ دونوں سپہ سالار ضرور فتح کر لیتے۔ لیکن وہاں تو صورت یہ تھی کہ خلیفہ ولید عبدالملک اچانک شدید بیمار ہو گیا تھا۔ اور وہ ان دونوں لائق سپہ سالاروں کو بیماری کی حالت میں چند ضروری ہدایتیں دینا چاہتا تھا۔ بہرحال خلیفہ کے حکم کی تعمیل میں موسیٰ نے اسپین میں اپنے بیٹے عبدالعزیز کو گورنر مقرر کیا۔ اور فرانس کو اپنے دوسرے بیٹے عبدالملک کے سپرد کیا۔ اور قیروان میں اپنے تیسرے بیٹے عبداللہ کو جانشین بنایا اور اس انتظام سے فارغ ہونے کے بعد اسپین کا بے اندازہ خزانہ لے کر دمشق کی جانب مع طارق بن زیاد کے روانہ ہو گیا لیکن جب یہ دونوں سپہ سالار دمشق پہنچے تو خلیفہ ولید بن عبدالملک کا انتقال ہو چکا تھا اور ولید کا چھوٹا بھائی سلیمان بن عبدالملک مسند خلافت پر بیٹھ چکا تھا۔

نیا خلیفہ سلیمان بن عبدالملک، موسیٰ بن نصیر، طارق بن زیاد، قتیبہ بن مسلم، اور محمد بن قاسم یعنی مرحوم خلیفہ ولید کے تقریباً سبھی سپہ سالاروں کا دشمن تھا۔ اور اس کی وجہ یہ تھی کہ ولید بن عبدالملک نے اپنی زندگی ہی میں سلیمان کو ولیعہدی سے ہٹانے اور اپنے بیٹے کو ولیعہد بنانے کی جو کوشش کی تھی اس میں ان تمام سپہ سالاروں کا بہت بڑا ہاتھ تھا۔ لہٰذا سلیمان نے برسر اقتدار آتے ہی (باقی صفحہ ۲۹ پر)

تاریخ ہند



خلفائے اسلام کی ہندوستان سے دلچسپی

مسلمانوں کا شروع ہی سے ہندوستان سے گہرا تعلق رہا ہے

(از ڈاکٹر سید محمود)

ڈاکٹر سید محمود کا یہ فاضلانہ مضمون اُن فرقہ پرستوں کی آنکھیں کھول دینے کے لئے کافی ہے جو یہ کہتے رہے ہیں کہ مسلم خلفا اور مسلم سلاطین نے ہمیشہ ہندوستان کو نفرت کی نظر سے دیکھا ہے۔ حالانکہ حقیقت یہ ہے کہ طلوع اسلام کے فوراً ہی بعد سے مسلمانوں کے ہندوستان سے گہرے روابط ہو گئے تھے

مسلمانوں کا شروع ہی سے ہندوستان سے گہرا تعلق ہونے کا بڑا باعث یہ ہے کہ مستند اسلامی کتب میں یہ چیز موجود ہے کہ مسلمانوں کے پیغمبر اول حضرت آدم علیہ السلام کا نزول ہندوستان میں ہوا تھا۔ اس اعتبار سے ہندوستان کی سرزمین اُن کے لئے نہایت مقدس اور متبرک ہے اور تاریخ سے یہ بات بھی ثابت ہے کہ مسلمان رسول اللہ صلعم کی زمانہ حیات ہی میں یہاں آ چکے تھے اور محمد بن قاسم کی فتح سندھ سے بہت پہلے اس ملک میں اسلام پھیل چکا تھا۔ اور یہاں کے بہت سے ہندو راجہ بھی حلقہ بگوش اسلام ہو چکے تھے۔ غرضکہ ہندوستان کے ساتھ مسلمانوں کا رابطہ بہت قدیم ہے۔ تاریخ سے یہ بات ثابت ہے کہ خلفائے اسلام اور علمائے اسلام نے ہمیشہ ہی ہندوستان کو بڑی عزت اور قدر کی نگاہ سے دیکھا ہے۔

خلیفہ چہارم حضرت علیؓ کا یہ قول بہت مشہور ہے کہ "جس سرزمین پر سب سے زیادہ کتابیں لکھی گئیں اور علم و دانش نے عروج پایا وہ ہندوستان کی سرزمین ہے۔" خلیفۂ دوم حضرت عمرؓ نے فرمایا تھا کہ "ہندوستان کے دریا موتیوں جیسے اور پہاڑ یاقوت کے مانند ہیں، اور اس ملک کے درخت خوشبودار ہیں۔" چنانچہ انھوں نے ہندوستان پر حملہ کرنے کی مخالفت فرمائی تھی۔ اس کے علاوہ جب تسخیر مصر کے بعد وہاں کے گورنر عمرو بن عاص نے ساکنانِ سویز کو کھود کر ایک نہر بنانے کی اجازت طلب کی تو حضرت عمرؓ نے عمرو بن عاص کی درخواست کو اس بنا پر مسترد کر دیا کہ اُس سے یورپی قوموں کو ایشیائی ممالک پر اپنی گرفت قائم کرنے کا موقع مل جائے گا۔

ایک ممتاز مصنف نے لکھا ہے کہ "عربوں نے فتوحات حاصل کرنے کے بعد ہی مفتوحین کی ثقافت اور اُن کی ترقیات کے مطالعہ کا کام بھی شروع کر دیا تھا" چنانچہ مسلمانوں نے دوسری صدی ہجری ہی سے ہندوستان اور ہندوستان کی سائنس، اس کے مذہب علم ہیئت، علم نجوم، علم ادویہ، علم حساب وغیرہ میں جو دلچسپی لینی شروع کر دی تھی وہ تاریخ کا ایک اہم واقعہ تصور ہوتی ہے۔

خلافت بنو امیہ ہی کے زمانہ میں ہندوؤں اور مسلمانوں کے مابین ثقافتی تعلقات قائم ہونے شروع ہو گئے تھے۔ اس کے علاوہ عبد الملک بن مروان کے دورِ حکومت میں بصرے کے شعبہ مالیات میں چند ایسے ہندوستانی ملازم تھے جنھوں نے سکوں کی اصلاح میں مدد دی تھی۔ حضرت معاویہ نے شام کے ایک علاقہ میں ہندوؤں کی ایک نوآبادی بھی قائم کی تھی اور حجاج نے انھیں کاشغر میں آباد کیا تھا۔ اسی سلسلہ میں نکلسن نے "لٹریری ہسٹری آف دی عربز" میں لکھا ہے کہ "خلفا کے محروسہ شہروں میں سیاہ چشم اور گندم گوں ہندو بھی مسلمانوں کے دوش بدوش چلتے ہوئے نظر آتے تھے۔"

خلافت عباسیہ کے ابتدائی زمانہ میں خلیفہ منصور نے "بیت الحکمت" کے نام سے ایک دار الترجمہ قائم کیا تھا۔ اس

خلیفہ ہارون الرشید نیز اُن کے فرزند مامون الرشید نے اپنے اپنے عہدِ حکومت میں قدیم یونانی یادداشتوں اور ہندوستانی مسودات کے لئے شام اور ایشیائے کوچک کی مسیحی خانقاہوں، نیز بلخ اور بخارا کی خانقاہوں کو چھان مارا تھا اور انکا نہایت محنت اور جانفشانی کے ساتھ عربی زبان میں ترجمہ کرایا گیا تھا۔

اِس عہد میں یہودی اور مسیحی علماء کے علاوہ دربار خلافت میں متعدد ہندو فاضل بھی موجود تھے۔ اور سب سے پہلے خلیفہ منصور کے زمانہ میں بغداد میں فارس اور ہندوستان کے علوم کے ساتھ دلچسپی کا آغاز شروع ہوا تھا۔ اور مسلمانوں ۔ ہندوستانی علوم نیز ہندوستان کے متعلق مذہبی، تہذیبی اور سماجی معاملات کا مطالعہ شروع کر دیا تھا

خلیفہ ہارون الرشید کے عہد حکومت میں خاندان برمک کے افراد بھی ہندوستان کے ساتھ مسلمانوں کے ثقافتی تعلقات کے قیام کی خوب ہمت افزائی کی تھی اور برامکہ بھی خلیفہ ہی کی طرح علماء اور فضلا کے ساتھ فیاضانہ سلوک روا رکھتے تھے۔

خلفائے بنی عباس کے ابتدائی دورِ حکومت میں اُن کے دربار میں متعدد ہندو وید بھی ملازم تھے اور تاریخ کے مطالعہ سے معلوم ہوتا ہے کہ مانک اور صالح اس زمانہ کے ممتاز ترین وید یا طبیب تھے اور مانک کے معالجہ کی بدولت خلیفہ ہارون الرشید نے ایک خطرناک عارضہ سے نجات پائی تھی۔ ایک ہندو وید جس کا نام دھان تھا بغداد میں برامکہ کے شفاخانہ کا ڈائرکٹر جنرل تھا۔ ان کے علاوہ بہت سے ہندو بغداد کے دوسرے شفاخانوں میں کام کرتے تھے۔ اور بہت سے ہندو عربی زبان میں سنسکرت کی طبی کتابوں کا ترجمہ کرنے میں مدد دیا کرتے تھے۔ مانک نے سشرت کی کتاب "برہا سدھانت" کا عربی میں ترجمہ کیا تھا اور عربی میں یہ کتاب "سند ھند" کے نام سے موسوم ہے بغداد کے دربارِ خلافت میں مانکے پنڈت کو بہترین منجم تصور کیا جاتا تھا۔ اور اِس موضوع پر اُس کی تمام کتابوں کا ترجمہ عربی زبان میں کیا گیا تھا۔

سنسکرت زبان کی بہترین اخلاقی کتابوں "پنچ تنتر" کا ترجمہ بھی عربی زبان میں کیا گیا تھا اور یہ "کلیلہ و دمنہ" کے نام سے اس وقت تک موجود ہے۔ اور اِس مشہور عالم کتاب کے ترجمہ ہی سے یونانی، لاطینی، عبرانی، شامی، ہسپانوی، فرانسیسی، ترکی، انگریزی اور فارسی زبانوں میں اِس کا ترجمہ کیا گیا ہے۔

ابن ندیم نے ایسی ہندوستانی ادویہ کی ایک فہرست مرتب کی ہے جو مسلمانوں کو معلوم تھیں۔ اور انھوں نے اِن کے تجربات کے ساتھ ساتھ ان کی تحقیقات بھی کی تھی۔ اور مسلمانوں نے جڑی بوٹیاں فراہم کرنے کے لئے اپنے نمائندے ہندوستان بھیجے تھے۔

سنہ ۱۵۶ھ میں احمد کنکا دارلانی علم ہیئت اور علم حساب کے مطالعہ کے لئے ہندوستان آیا تھا اور اُس کے بعد اسمٰعیل نے علم نجوم کے مطالعہ کے لئے دارلانی کی تقلید میں ہندوستان کا سفر کیا تھا۔ یہ شخص ایک زبردست عالم تھا۔ پھر ہارون الرشید کے دربار میں بالا بازی گر اور قلباں فال تین دو ہندو نجومی بھی موجود تھے۔

سدھانت کے علاوہ برہما گپت کی دوسری کتابوں کا بھی عربی میں ترجمہ کیا گیا تھا۔ اور وہ "الارکند" کے نام سے موسوم ہیں۔ اور البیرونی نے آریہ بھٹ کی سنسکرت کتاب کا ترجمہ کر کے اس کا نام "ارجبہند" رکھا تھا۔

اِن کے علاوہ اِس عہد کے مسلمان بہت سے ہندو ماہرین فلکیات اور اُن کی کتابوں سے بخوبی واقف تھے۔ ان میں سے جودار ہندی اور اُس کی کتاب اسرار المسائل نیز سنگھل ہندی اور اس کی تصنیف "کتاب المولد" بہت زیادہ مشہور ہیں۔

ہندوستان اور ہندوستانی علوم کے ساتھ مسلمان علما کی دلچسپی دربار خلافت کی سرپرستی ہی تک محدود نہیں تھی۔ بلکہ ہندوستانی علوم نے مسلمانوں کے قلوب میں تحقیق و تفتیش کا ایسا شوق پیدا کر دیا تھا کہ بعد کی کئی صدیوں تک عرب مورخین، محققین جغرافیہ داں اور سیاح تازہ ترین معلومات حاصل کرنے کے لئے ہندوستان آتے رہے ہیں۔

ڈاکٹر سچو بیان کے بیان کے مطابق البیرونی کے زمانہ میں عرب میں ایسے علمی حلقے بھی موجود تھے جو سائنس سے متعلق ہندوستانی کتابوں کو عربی میں منتقل کرنے سے دلچسپی رکھتے تھے اور ان میں ایسے لوگ بھی موجود تھے جو سائنس کے مختلف دعووں پر بحث اور غور کرنے کے بعد کسی ایک دعوے کی تصدیق کی اہلیت رکھتے تھے چنانچہ عبداللہ بن احمد سرقاسلی نے ایک رسالہ میں "سدھانت" پر تبصرہ کرتے ہوئے برہم گپت کی لغزشوں کو ظاہر کیا تھا۔ (باقی صفحہ ۲۹ پر)

اسلام اور غیر مسلم



اسلام ایک پادری کی نظر میں

فادر ایچ کارڈینل کے اسلام کے بارے میں احساسات

(فادر ایچ کارڈینل کے انگریزی مقالہ سے ماخوذ)

فادر کیتھ ۔ ایچ کارڈینل امریکہ کے ایک نامور پادری اور میتھوڈسٹ چرچ کے ایک ممتاز رکن ہیں اپنے ذیل کے مقالہ میں انھوں نے اسلام کے اُن احسانات کا تذکرہ کیا ہے ۔ جو اس مذہب نے دنیا والوں پر کئے ہیں دین دنیا میں اسلام کے بارے میں غیر مسلم مشاہیر کے خیالات کا جو سلسلہ جاری ہے یہ مضمون بھی اسی سلسلہ کی ایک کڑی ہے ۔

ہم جب تعصب سے بلند ہو کر اسلامی تعلیمات اور اسلامی تاریخ کا مطالعہ کرتے ہیں تو یہ بات تسلیم کرنی پڑتی ہے کہ اس مذہب نے روحانی، اخلاقی، اور مادی اعتبار سے نوع انسانی کی بہترین خدمات انجام دی ہیں ۔ اسلام کا گہری نظر سے مطالعہ کرنے کے بعد میں اس نتیجہ پر پہنچا ہوں کہ یہ ایک ایسا مذہب ہے جس نے کہ روحانی اصلاح کے ساتھ نوع انسانی کی مادی رہنمائی میں بھی نمایاں حصہ لیا ہے ۔

اسلام کا نظریہ یہ ہے کہ اس دنیا میں جو انسان رہتے ہیں وہ انسان ہیں فرشتے نہیں ہیں ۔ اور انسان ہونے کی حیثیت سے انہیں دوسرے انسانوں سے بھی میل جول رکھنا ہے ۔ کھانا بھی ہے ۔ بدن کو بھی لباس سے ڈھکنا ہے ۔ اور نفسانی خواہشات کو بھی پورا کرنا ہے ۔ اس لئے اس بات کی شدید ضرورت ہے کہ معاشرہ کی اصلاح کی جائے ۔ اور ایک ایسا معاشرہ عالم وجود میں لایا جائے جس میں انسان خود بھی اطمینان اور سکون کی زندگی بسر کر سکے اور دوسرے انسان بھی اسی معاشرہ میں سکون سے رہ سکیں ۔ اور یہ بات اسی وقت ممکن ہے جب انسانی کردار کو بلند کیا جائے اور اس ضمن میں واقعی اسلام نے بہت بڑا کارنامہ انجام دیا ہے ۔

اسلامی کتب سے پتہ چلتا ہے کہ پیغمبر اسلام (صلعم) نے صحابہ کی ایک پوری جماعت تیار کر دی تھی ۔ جو انسانیت اور حسن اخلاق کے پیکر تھے ۔ اور صحابہ کی اس جماعت نے اپنے مثالی کردار اور تربیت سے مسلمانوں کا ایک بہت بڑا ایسا گروہ پیدا کر دیا تھا جو مساوات انسانی کا اعلیٰ نمونہ تھا ۔ سچائی اور حق پسندی جن کا مسلک تھا ۔ اور نوع انسانی کی خدمت جن کے ہاں بمنزلہ عبادت تھی ۔ یہ لوگ بڑی شفقت اور مہربانی سے دوسروں کے کام آتے تھے ۔ مظلوموں کی حمایت میں سینہ سپر ہو جاتے تھے ۔ اور مصیبت کے ماروں کو اپنے دامن میں پناہ دیتے تھے ۔ چنانچہ اُن کے اس اخلاق، بلند کردار اور انسان دوستی نے اس مذہب کے فروغ میں بہت بڑا حصہ لیا ہے

یہ بات تو سب ہی کو معلوم ہے کہ طلوع اسلام کے بعد مسلمان مختصر سی مدت میں نہ صرف پورے مشرق وسطیٰ میں پھیل گئے تھے بلکہ انہوں نے ایک وسیع سلطنت بھی قائم کر لی تھی ۔ جس کی حدیں چین سے شروع ہو کر بحر اوقیانوس کے مشرقی ساحل تک پہنچ گئی تھیں ۔ اور ان کی فتوحات کی تہہ میں بھی یہ راز پوشیدہ ہے کہ انھوں نے تلوار سے زیادہ حسن اخلاق سے قوموں کو زیر کیا ہے ۔ یہ جس ملک میں بھی فاتح کی حیثیت سے داخل ہوتے تھے ۔ اپنے حسن سلوک اور رواداری سے اس ملک کے باشندوں کو اپنا ایسا گرویدہ بنا لیتے تھے کہ وہ ان ہی کے بن کر رہ جاتے تھے ۔ یہی عراق میں ہوا ۔ یہی ایران میں ہوا ۔ اور یہی مصر میں بھی ہوا ۔ اور مصر میں تو انھوں نے بربر

جیسی جنگ جو قوم کو اپنے اعلیٰ کردار اور بلند اخلاق سے اسقدر گرویدہ بنا لیا کہ افریقہ کے اکثر ملکوں کی فتوحات میں اِن بربریوں سے مسلمانوں کو بے حد مدد ملی - غرضکہ اسلام نے مساوات انسانی مذہبی وسیع النظری اور پاکیزہ اخلاق کی مسلمانوں کو جو تعلیم دی ہے وہ قدم قدم پر اُن کے لئے معاون ثابت ہوئی ہے -

اسلام نے مسلمانوں کو بے حد فراخ دل بنا دیا تھا - اور اُن میں غیر معمولی وسیع النظری پیدا کر دی تھی جس سے کہ خود اُن کو اور نوع انسانی کو بے حد فائدہ پہنچا تھا چنانچہ اسی وسیع نظری کا یہ نتیجہ تھا کہ اُنھوں نے شامی اور ایرانی علما کے توسط سے یونانی خلسفہ کا گہرا مطالعہ کیا جس سے کہ مسلمانوں کو بے حد فائدہ پہنچا تھا - چنانچہ نویں، دسویں اور گیارہویں صدیوں میں اُنھوں نے جس تہذیب کی بنیاد رکھی تھی - اُس میں خود عربوں کی تہذیب کے علاوہ یونانیوں، رومیوں، چینیوں، ہندوستانیوں اور افریقیوں کی تہذیب کے صحت مند اجزا بھی شامل تھے - انہیں جہاں سے اور جس ملک سے جو اچھی چیز ملتی تھی یہ اُسے اپنی تہذیب میں شامل کر لیتے تھے - اور پھر اپنی اس نئی تہذیب سے سب کو فائدہ پہنچاتے تھے چنانچہ اسلام اور مسلمانوں ہی نے مغرب کی قوموں کو اِس مشترکہ تہذیب اور تمدن سے روشناس کرایا تھا - اور اِس سے اہل مغرب کو بھی بے حد فائدہ پہنچا تھا - اور خود ہمیں اِس بات کا اعتراف ہے کہ پندرھویں اور سولھویں صدی میں یورپ کی قوموں نے اپنی نئی زندگی کی جو تعمیر شروع کی تھی اُس کی بنیاد مسلمانوں کی بخشی ہوئی اِس تہذیب اور تمدن پر رکھی ہوئی تھی -

مسلمانوں کی چند خصوصیات ایسی ہیں جن کو کسی طرح بھی نظر انداز نہیں کیا جا سکتا - پہلی خصوصیت تو یہ ہے کہ اُنھوں نے اپنے کردار کو مثالی کردار بنا کر نوع انسانی کے کردار کی اصلاح کی بڑی کوشش کی ہے - دوسری بات یہ ہے کہ ان میں شروع ہی سے مذہبی وسیع نظری موجود تھی - اور انھوں نے دوسرے فرقوں کے پیغمبروں اور مذہبی رہنماؤں کا پورا پورا احترام کیا ہے - اور اُس مذہبی تنگ نظری کو مٹانے میں بہت بڑا حصہ لیا ہے - جو صدیوں سے نہیں بلکہ ہزاروں برس سے دنیا کی تباہی کا موجب بنی ہوئی تھی - تیسری خصوصیت یہ ہے کہ اُنھوں نے اقتدار اور حکومت حاصل ہونے کے بعد اِس اقتدار کے ذریعہ علمی اور عملی میدانوں میں پیدا کرنے میں جو نمایاں حصہ لیا ہے اُس سے ساری دنیا کو بے حد فائدہ پہنچا ہے -

خود تاریخ اِس بات کی شاہد ہے کہ مسلمانوں کے عروج کے زمانہ میں جسے نوع انسانی کے لئے سنہری دور کہنا چاہئے مشرق وسطیٰ، ہسپانیہ اور پرتگال میں زبردست اور بہت سی اعلیٰ درسگاہیں قائم کی گئی تھیں - درسگاہوں کے علاوہ عظیم الشان کتب خانے بھی پوری مملکت اسلامیہ میں موجود تھے - اِن کتب خانوں میں عرب دانشوروں کے علاوہ یونانی فلاسفروں، شاعروں اور سائنس دانوں کی بے شمار کتابیں موجود تھیں - اور اِن مدارس اور کتب خانوں کے دروازے مسلمان طلبا کی طرح عیسائی اور یہودی طلبا کے لئے بھی کھلے ہوتے تھے - چنانچہ جی ٹرینڈ نے لکھا ہے کہ ٹالیڈو میں مسلمانوں نے جو درسگاہ قائم کی تھی اُس میں مائیکل اسکاٹ ڈینیل مورلے - ایڈیلارڈ - جیسے عیسائی علما نے تعلیم حاصل کی تھی -

دنیا پر مسلمانوں کے اِن علمی احسانات کے علاوہ اُنھوں نے ہمیشہ رفاہ عامہ کے کاموں میں نمایاں حصہ لیا ہے - انھوں نے اپنی پوری مملکت میں سڑکوں، سراؤں اور شفاخانوں کا ایک جال بچھا دیا تھا - چنانچہ بغداد اور قاہرہ کے علاوہ ہسپانیہ اور پرتگال میں بھی بہت بڑے بڑے شفاخانے قائم تھے - ان میں مریضوں کے علاج کے علاوہ طب کی تعلیم بھی دی جاتی تھی - اور جراحت کے عملی تجربات بھی کئے جاتے تھے - ان شفاخانوں میں مختلف قسم کے امراض کے علاج کے شعبے الگ الگ قائم تھے

اس بات سے بھی انکار نہیں کیا جا سکتا کہ فن طب کو عروج دینے میں اور اُسے نوع انسانی کے لئے زیادہ سے زیادہ مفید بنانے میں مسلمانوں نے بڑی کاوش سے کام لیا ہے - مرض دق کا موثر علاج سب سے پہلے مسلمان طبیب ابن سینا ہی نے دریافت کیا الرازی جو عہد وسطیٰ کا ایک نامور طبیب تھا اُس نے مختلف امراض پر جو کتابیں لکھی تھیں وہ مدتوں یورپ کی درسگاہوں میں پڑھائی جاتی رہیں -

مختصر یہ کہ اسلام ایک ایسا مذہب ہے جس نے کہ دین سے زیادہ دنیاوی معاملات پر زور دیا ہے و اس کے نزدیک دنیا عاقبت کی کھیتی ہے۔ اسی لئے اسلام نے دین کے ساتھ دنیا کے سنوارنے پر بہت زیادہ زور دیا ہے اور سب سے بڑھ کر یہ کہ اسلام سے بلا امتیاز مذہب و ملت پوری دنیا نے فائدہ حاصل کیا ہے۔

فرانس بھی مسلمانوں نے فتح کر لیا تھا

(باقی صفحہ ۲۴ سے)

آنے کے بعد صرف ذاتی دشمنی کی بنا پر نتائج کی پرواہ کئے بغیر ان سب سپہ سالاروں سے انتقام لینا شروع کر دیا اور یہ نہ سوچا کر اس سے مملکت اسلامیہ کو کتنا بڑا نقصان پہنچ جائے گا۔

نئے خلیفہ سلیمان نے اقتدار حاصل ہوتے ہی فاتح ترکستان قتیبہ بن مسلم کو قتل کرا دیا۔ محمد بن قاسم فاتح سندھ کو بھی موت کے گھاٹ اتار دیا۔ اور اسپین اور فرانس کے فاتح موسیٰ بن نصیر اور طارق بن زیاد کے ساتھ بھی نہایت ہی ذلت آمیز اور جابرانہ سلوک کیا۔ طارق بن زیاد کو تو اسی وقت قید خانہ میں ڈال دیا۔ موسیٰ بن نصیر کی بر سر عام تحقیر اور تذلیل کی گئی۔ اسے گھنٹوں دھوپ میں کھڑا رکھا گیا۔ عوام کے سامنے زد و کوب کیا گیا۔ پھر اسے قید میں ڈال کر اس قدر بھاری تاوان اس پر ڈالا گیا جس کی ادائیگی موسیٰ بن نصیر کی استطاعت سے باہر تھی۔ اور صرف یہی نہیں کیا بلکہ سلیمان نے موسیٰ بن نصیر کے بیٹے عبدالعزیز کو جو اسپین کا گورنر تھا قتل کرا دیا۔ اور موسیٰ کے سارے خاندان کو برباد کر کے رکھ دیا۔

تاریخ اسلام کا یہ بہت بڑا سانحہ ہے کہ خلیفہ سلیمان بن عبدالملک نے محض ذاتی دشمنی کی بنا پر خلافت اسلامیہ کو اپنے زمانہ کے ان لائق ترین سپہ سالاروں سے محروم کر دیا جن میں سے ہر سپہ سالار اپنے زمانہ کا ایک مایہ ناز فرد تھا۔ مورخوں کی متفقہ رائے ہے کہ اگر سلیمان نے اپنے بھائی ولید کے زمانہ کے ان لائق سپہ سالاروں کی قدر کی ہوتی تو شاید دنیا کا کوئی ایسا حصہ باقی نہ رہتا جس پر آج اسلام کا پرچم نہ لہرا رہا ہوتا۔ چنانچہ اس سانحہ کے بعد اسلامی فتوحات بالکل رک گئیں اور خلافت اسلامیہ کمزور پڑ گئی۔

خلفائے اسلام کی ہندوستان سے دلچسپی

(باقی صفحہ ۲۷ سے)

ویمن سپائیزر کے باشندے ابن سعید نے اس رسالہ کے جواب میں ایک رسالہ لکھ کر برہم گپت کی رائے کی اصابت ثابت کی تھی

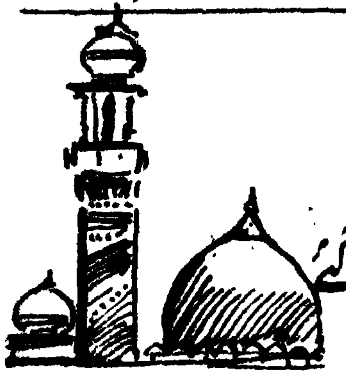
جو عرب علما ہندوستان آئے تھے اور جو ہندو فضلا بغداد گئے تھے ان کی بدولت ہندوستانی علوم اور حکمت بغداد میں منتقل ہوا اور اسلامی علوم کے ساتھ مل کر ان کی شکل ایسی بنا دی کہ ان میں یونانی علوم کی نسبت ہندوستانی علوم کے خد و خال زیادہ نمایاں نظر آتے ہیں۔ اور ایک فاضل نے لکھا ہے کہ عربوں کو ہندوستان سے جو کچھ حاصل ہوا ہے انھوں نے ایک نئے سانچہ میں ڈھال کر پیش کیا اور پھر انہی کی معرفت یہ علوم یورپ میں منتقل ہوئے

دوسری صدی ہجری میں خلیفہ مامون الرشید نے ایک مذہبی اکاڈمی قائم کی تھی جہاں مذہب پر آزادانہ تبادلہ خیالات ہوا کرتے تھے۔ اور ان مباحث میں تمام مذاہب کے مقلدین حصہ لیا کرتے تھے عرب اصحاب قلم نے ہندو دھرم کے موضوع کی طرف سے بھی تغافل روا نہیں رکھا۔ بلکہ ابوالعباس، زرقان، المقدسی اور شہرستانی جیسے مصنفین نے ہندو دھرم اور ہندو معاشرت پر بھی بہت کچھ لکھا ہے۔ غرضکہ روز اول ہی سے ہندوستان کے ساتھ خلفائے اسلام اور مسلمان علما کا بہت گہرا تعلق رہا ہے۔

تعلیم القرآن

(باقی صفحہ ۱۸ سے)

انہیں قطع کر دیتے ہیں۔ اور ملک میں فساد برپا کرتے پھرتے ہیں۔ ان لوگوں کے لئے لعنت ہے۔ اور ان کے لئے گھر بھی برا ہے۔ اور اللہ جس کی روزی چاہتا ہے فراخ کر دیتا ہے اور جس کی روزی تنگ کرنا چاہتا ہے اس میں تنگی پیدا کر دیتا ہے۔ یہ کفار اور مشرک دنیاوی زندگی پر خوش ہیں۔ حالانکہ دنیاوی زندگی آخرت کی زندگی کے مقابلہ میں بالکل ہیچ ہے۔ ہاں یہ ضرور ہے کہ بہت تھوڑا سا عارضی فائدہ نظر آتا ہے مگر یہ اس عارضی فائدہ پر ہی مطمئن ہیں آخرت کی انہیں مطلق فکر نہیں۔



تاتاری درندے اسلام کے حلقہ بگوش

اسلام کے دشمن بھی اسلام کے روبرو سرنگوں ہوگئے

(از شوکت علی فہمی)

تاتاری اسلام کے سب سے بڑے دشمن تھے۔ چھٹی صدی کے آغاز میں یہ پوری دنیائے اسلام کے لئے بہت بڑا قہر ثابت ہوئے تھے۔ کیونکہ ان کا سیلاب ترکستان سے لیکر پورے وسط ایشیا میں پھیل گیا تھا۔ چنانچہ چند سال کے اندر ہی تاتاری درندوں نے ایشیا کی سب ہی اسلامی سلطنتوں کو زیر وزبر کرڈالا تھا۔ ان کے ہاتھوں لاکھوں مسلمان بھیڑ بکریوں کی طرح ذبح ہوئے سینکڑوں مسلم شہر مٹی کا ڈھیر بن گئے اور وسط ایشیا کا وہ پورا علاقہ جو اسلامی تہذیب کا گہوارہ تھا ان کے ہاتھوں ویران ہوگیا۔ پھر ایک زمانہ ایسا بھی آیا کہ یہی دشمن اسلام تاتاری اسلام کے ایسے حلقہ بگوش بنے کہ یہ اسلام پر اپنا سب کچھ قربان کرنے کے لئے تیار ہو گئے چنانچہ بعض تاتاری سرداروں نے اسلام کی خاطر اپنی جانیں تک قربان کردیں ذیل کے مقالہ میں تاریخ کے اسی اہم واقعہ پر روشنی ڈالی گئی ہے۔

تاتاری دنیا کی وہ مشہور وحشی قوم ہے جو درندگی۔ خونریزی اور غارتگری کو اپنا مذہب سمجھتی تھی۔ اس کی نظر میں انسانی خون کی کوئی قدر وقیمت نہیں تھی تاتاریوں کا آبائی وطن منگولیا یا مغلستان تھا۔ یہ اسی بے آب وگیاہ ملک کے صحرا میں وحشیانہ زندگی بسر کرتے تھے جانوروں کی کھالیں اوڑھتے تھے۔ کتوں اور گیدڑوں تک کا گوشت کھا جاتے تھے۔ آفتاب پرستی اور مظاہر قدرت کی پرستش ان کا مذہب تھا۔ جنسی بے اعتدالی اور حرام کاری ان کے مذہب میں کوئی گناہ نہیں تھا۔

خونریزی اور درندگی ان کی فطرت میں شامل تھی۔ یہ آپس میں بھی ایک دوسرے کا خون بہاتے رہتے تھے۔ ان ہی میں سے جب چنگیز خاں برسر اقتدار آیا تو اس نے نہ صرف دوسرے تمام تاتاری قبائل کو زیر کرلیا بلکہ جنگ بازوں اور لٹیروں کی ایک ایسی جماعت تیار کرلی جو اسلامی سلطنتوں کے لئے خصوصاً اور دوسروں کے لئے عموماً ایک قہر ثابت ہوئی

چنگیز خاں نے سب سے پہلے جس عظیم الشان اسلامی سلطنت کو بیخ وبن سے اکھاڑ کر کھنڈر بنا دیا تھا وہ خوارزم شاہی سلطنت تھی جو کہ ایران، خراسان، ماوراء النہر، کابل وترکستان میں پھیلی ہوئی تھی اس پوری سلطنت کی اس نے اینٹ سے اینٹ بجا دی۔ چنگیز خاں نے اپنی وحشت اور بربریت سے۔ بخارا، سمرقند، اشناس۔ خجند، بلخ تاشقند اور خوارزم شاہی سلطنت کے تمام بڑے بڑے شہروں کو کھنڈر بنا دیا تھا۔ اس کے علاوہ چنگیز خاں کے جانشینوں نے خلافت عباسیہ کا تختہ الٹ کر اسے صفحۂ ہستی سے مٹا دیا تھا۔ یہاں تک کہ ان درندوں نے آخری عباسی خلیفہ کو زندہ جلا دیا۔ حقیقت یہ ہے کہ جو بے پناہ مظالم تاتاریوں کے ہاتھوں مسلمانوں پر توڑے گئے ہیں اس کی مثال تاریخ عالم میں مفقود ہے۔ اس زمانہ میں تاتاریوں کا خوف مسلمانوں پر اسقدر طاری تھا کہ اگر صرف ایک تاتاری عورت کسی مسلمان کے گھر میں گھس جاتی تھی تو وہ پورے گھر کو لوٹ کرلے جاتی تھی۔ اور کوئی بھی اس کے مقابلہ پر آنے کی

جرات نہیں کر سکتا تھا۔

تاتاریوں نے سوائے عرب اور ہند کے تقریباً پورے ایشیا اور یورپ کے بھی بعض حصوں پر غاصبانہ قبضہ کر لیا تھا۔ سب ہی اسلامی سلطنتیں انھوں نے تباہ کر کے رکھ دی تھیں۔ سارے ایشیا کو انھوں نے مسلمانوں کے خون سے رنگین بنا دیا تھا۔ اور ایسا معلوم ہوتا تھا کہ شائد تاتاریوں کے ہاتھوں دنیا سے اسلام اور مسلمانوں کا نام و نشان تک مٹ جائے گا۔ لیکن اسلام کا محافظ خداوند تعالیٰ ہے۔ اسلام کا معجزہ ہے کہ اسے اس کے دشمنوں ہی کے ہاتھوں عروج حاصل ہوا ہے طلوع اسلام کے وقت بھی اسلام کو اُس کے دشمنوں کے ہاتھوں ہی فروغ حاصل ہوا تھا۔ چنانچہ حضرت عمر فاروق، حضرت خالد بن ولید، حضرت ابو عبیدہ، حضرت ابو موسیٰ اشعریؓ اسلام قبول کرنے سے قبل اسلام اور مسلمانوں کے سب سے بڑے دشمن تھے۔ یہ اسلام کو بیخ و بن سے اکھاڑ کر پھینک دینا چاہتے تھے لیکن جب انھوں نے اسلام قبول کر لیا تو یہی اسلام کے سب سے بڑے معاون اور پشت پناہ بن گئے۔ اور یہی فتنہ تار تار کے سلسلہ میں بھی ہوا ہے۔ سے

ہے عیاں یورشِ تاتار کے افسانے سے
پاسباں مل گئے کعبہ کو صنم خانے سے

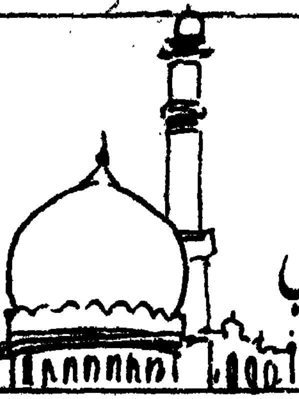
یعنی وہی تاتاری جو اسلام کے سب سے بڑے دشمن تھے۔ اور جن کی کوشش یہ تھی کہ اسلام کو صفحۂ ہستی سے مٹا دیں۔ اسلام کے سب سے بڑے معاون اور محافظ بن گئے

تاتاری سردار قوبلا خان کے بارے میں مورخوں کا بیان ہے کہ یہ اسلام کا بہت بڑا دشمن تھا۔ اِس نے اپنے سپاہیوں کو حکم دے رکھا تھا کہ جہاں بھی مسلمانوں کو پاؤ قتل کر دو۔ چنانچہ اُس کے حکم سے ہزاروں مسلمان قتل کر دئے گئے۔ مسلمانوں کا یہ قتل عام جب انتہا کو پہنچا تو اُس زمانہ کے بزرگ مولانا حمید الدین سمرقندی اور مولانا بدر الدین ہمعتی سر ہتھیلی پر رکھ کر قوبلا خان کے دربار میں پہنچے اور اُسے اسلام کی خوبیاں بتائیں اور ظلم سے روکنے کی کوشش کی۔ قوبلا خاں بڑی دلچسپی کے ساتھ اسلام کی خوبیوں پر غور کرتا رہا اور اُس پر ان علمائے اسلام کی باتوں کا اتنا اثر ہوا کہ اُس نے فوراً مسلمانوں کے قتل عام کا حکم واپس لے لیا۔ اور اُسے اسلام سے عقیدت پیدا ہو گئی۔

ایک دوسرے تاتاری سردار برکہ خاں کی بابت کہا جاتا ہے کہ اُسے ایک مسلمان درویش سے بڑی عقیدت تھی۔ اور وہ برابر ان مسلمان بزرگ سے اسلام کے بارے میں معلومات حاصل کرتا رہتا تھا۔ اور اُسے اسلام سے غیر معمولی لگاؤ پیدا ہو گیا تھا چنانچہ جب ایک دوسرے تاتاری سردار ہلاکو خاں نے بغداد کو لوٹا لاکھوں مسلمانوں کو قتل کیا۔ اور خلیفہ کو ہلاک کر کے اُس کی لاش کو جلوا دیا تو برکہ خاں نے مسلمانوں پر اِس ظلم و ستم کو سخت ناپسند کیا۔ اُسی زمانہ میں ہلاکو خاں نے جب برکہ خاں کے کسی قریبی رشتہ دار کو قتل کرا دیا۔ تو برکہ خاں ہلاکو کا دشمن ہو گیا۔ اور اُس نے اعلان کر دیا کہ "ہلاکو نے چونکہ خلیفہ بغداد اور اُس کے ایک عزیز کو قتل کیا ہے اور بلا وجہ لاکھوں مسلمانوں کا خون بہایا ہے اس لئے میں اُس سے بے گناہوں کے خون کا انتقام لوں گا"۔ اور اِس کے بعد ہلاکو خاں کے خلاف فوج روانہ کر دی۔ غرضکہ مسلسل دو سال تک ہلاکو اور برکہ خاں کے درمیان جنگ ہوتی رہی۔ کبھی ہلاکو غالب آجاتا تھا اور کبھی برکہ خاں۔ آخر برکہ خاں کو فتح حاصل ہوئی اور ہلاکو کی ساری طاقت ٹوٹ گئی جس کا اُسے اتنا رنج ہوا کہ وہ حرکت قلب بند ہونے سے ۶۶۳ھ ہجری میں فوت ہو گیا۔ گویا ایک تاتاری سردار نے ہی ہلاکو سے اُن تمام مظالم کا انتقام لے لیا جو اُس نے خلیفۂ بغداد اور مسلمانوں پر کئے تھے۔ بعض مورخوں کا کہنا ہے کہ برکہ خاں مسلمان ہو گیا تھا۔ لیکن بعض کہتے ہیں کہ اُس نے اسلام تو قبول نہیں کیا تھا مگر برکہ خاں کو اسلام سے غیر معمولی عقیدت پیدا ہو گئی تھی۔

دشمنِ اسلام ہلاکو خاں کے مرنے کے بعد جب اُس کا بیٹا آباقا خاں تخت نشین ہوا تو اُس کے قلب میں بھی اسلام کے لئے ایک بزم گوشہ موجود تھا۔ یہ وہ زمانہ تھا جب مسلمانوں کو قریب سے دیکھنے کی وجہ سے تاتاریوں پر اسلام کے محاسن اپنا اثر کرنے لگے تھے۔ چنانچہ اباقا خاں نے تخت نشین ہونے کے بعد اپنا پہلا وزیر اعظم ایک مسلمان ہی کو بنایا تھا۔ اِن کا نام خواجہ شمس الدین تھا۔ اباقا خاں کو شیخ سعدی شیرازی اور مولانا جلال الدین رومی سے بھی بڑی عقیدت تھی۔ اِن دونوں بزرگوں کی خدمت میں وہ برابر حاضر ہوتا رہتا تھا۔ مسلم علمائے سے وہ قرآن مجید بھی پڑھوا کر سنتا تھا۔ اور قرآن مجید کی تشریح اور تفسیر بھی سنا کرتا تھا۔ عام خیال یہ ہے کہ

(باقی صفحہ ۴۳ پر)



یہودیوں کی اسلام دشمنی

یہ رسول اللہ صلعم اور مسلمانوں کے پرانے دشمن ہیں

(از سید صباح الدین عبدالرحمٰن)

اسرائیلی یہودی اگر آج پوری دنیائے عرب اور مسلمانوں کے دشمن ہیں تو یہ کوئی نئی بات نہیں ہے۔ ذیل میں نامور مورخ سید صباح الدین عبدالرحمٰن کے ایک طویل تاریخی مقالہ کا ایک حصہ پیش کیا جا رہا ہے۔ جس سے بخوبی اندازہ لگایا جا سکتا کہ یہودی روز اول ہی سے کس طرح اسلام اور پیغمبرِ اسلام کے خلاف سازشیں کرتے رہے ہیں

طلوعِ اسلام کے بعد ہی سے یہودیوں نے اسلام کی بیخ کنی کو اپنا شعار بنا لیا تھا چنانچہ جب قریش نے مدینہ پر حملہ کیا تو وہ خوش تھے لیکن مکہ کے مشرکین کو جب بدر کے میدان میں شکست ہو گئی تو اُن کو بڑا دکھ ہوا۔ یہودیوں کے ایک بااثر سردار کعب بن اشرف نے جنگ بدر میں مشرکین مکہ کی شکست پر مکہ جا کر نہ صرف اظہار افسوس کیا بلکہ ایک پر زور مرثیہ لکھ کر مسلمانوں کے خلاف اُن کو ابھارا رسول اللہ صلعم کی ہجو لکھی اور ابوسفیان کو خانہ کعبہ میں لیجا کر اُن سے انتقام کا حلف اٹھوایا۔

اسی طرح یہودیوں کے قبیلہ بنونضیر نے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے قتل کی سازش کی یہودیوں پر دو آدمیوں کے قتل کا خون بہا واجب الادا تھا۔ آنحضرت صلعم اس مطالبہ کے لئے خود اُن کے پاس تشریف لے گئے۔ تو ایک یہودی نے ایک اونچے مقام سے پتھر لڑھا کر حضور کو شہید کرنے کی کوشش کی مگر آپ کو اس سازش کا علم ہو گیا اور آپ راستہ سے لوٹ آئے۔

بنونضیر بار بار رسول اللہ صلعم کی جان لینے کی کوشش کرتے رہے ہیں چنانچہ ایک معاہدہ کی تجدید کے بہانے اس قبیلہ کے یہودیوں نے رسول اللہ صلعم کو بلایا۔ آپ نے منظور فرما لیا لیکن جلد ہی معلوم ہو گیا کہ انھوں نے اس بہانے سے آپ کو شہید کرنے کے لئے بلایا ہے

آخر یہودیوں کی سرکشی سے مجبور ہو کر مسلمانوں نے اُن کا محاصرہ کر لیا۔ محاصرہ سے تنگ آکر انھوں نے صلح کر لی اور اپنے مال و متاع کے ساتھ خیبر منتقل ہو جانے کی خواہش کی رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے اس کی اجازت دیدی۔ پھر جس شان سے مال و متاع کے ساتھ مدینہ سے یہ رخصت کئے گئے ہیں اُس کی تصویر مولانا شبلی نے اس طرح کھینچی ہے

"بنونضیر اگرچہ وطن چھوڑ کر نکلے تھے لیکن اس شان سے نکلے کہ جشن کا دھوکہ ہوتا تھا۔ اونٹوں پر سوار تھے۔ ساتھ ساتھ باجا بجتا جاتا تھا۔ مطربہ عورتیں دف بجا رہی تھیں اور گا رہی تھیں۔ اہل مدینہ کا بیان ہے کہ اس سر و سامان کا جشن کبھی اُن کی نظر سے نہیں گذرا۔"

بدترین دشمنوں سے یہ رواداری کی مثال کسی اور قوم کی تاریخ میں ڈھونڈنے سے بھی نہیں ملے گی اس کے برخلاف یہودیوں کی کتاب توریت میں لڑنے والے دشمنوں کے بارے میں یہ حکم ہے کہ وہ سب کے سب قتل کر دیئے جائیں اُن کی عورتیں اور بچے گرفتار کر لئے جائیں اور اُن کا سارا اثاثہ مال غنیمت سمجھا جائے۔

اس حسنِ سلوک کے باوجود یہودیوں کی شرانگیزی بدستور جاری رہی انھوں نے مسلمانوں سے کئے ہوئے تمام معاہدے توڑ دیئے جس کے بعد یہودی قبائل یعنی بنونضیر اور بنی قریظہ نے قریش اور مسلمانوں کے دشمن دوسرے قبیلوں سے مل کر ۲۴ ہزار کی فوج تیار کی اور مدینہ

پرچڑھائی کردی چنانچہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کو مدینہ کے گرد خندق کھود کر ان کا مقابلہ کرنا پڑا تھا۔ اسی لئے یہ جنگ۔ غزوۂ خندق کے نام سے مشہور ہے۔

مدینہ سے نکلنے کے بعد یہودیوں کی اسلام دشمنی کا مرکز خیبر منتقل ہوگیا تھا جو مدینہ سے دو سو میل پر واقع تھا۔ یہاں انھوں نے اپنی حفاظت کے لئے متعدد قلعے بنائے تھے جن میں سے چھ بڑے بڑے قلعے۔ سالم، قموص، قصارہ، نطاۃ، شق اور مربطہ تھے ان پر یہودیوں کو بڑا اعزہ رہتا۔ چنانچہ خیبر کو اپنی جنگی سرگرمیوں کا مرکز بنا کر انھوں نے اسلام کی بیخ کنی کا بیڑا اٹھایا تھا۔ بنی نضیر یہاں جلا وطن ہوکر آئے تو انھوں نے یہاں کے یہودیوں کے ساتھ مل کر پورے ملک عرب میں اسلام کے خلاف بغاوت برپا کرنے کی ہر ممکن کوشش کی۔

انھوں نے مکہ جاکر قریش کو مسلمانوں کے خلاف ابھارا جنگ احزاب میں مسلمانوں کے خلاف دشمنوں کو مدد پہنچائی۔ احزاب میں اسلام کے دشمنوں کو شکست ہوئی تو مدینہ پر حملہ کی سازش کی آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کو نقصان پہنچانے کی غرض سے آپ کی چراگاہ سے اونٹنیاں چرا کرلے گئے، ان کو روکا جب مسلمانوں سے جھڑپ ہوئی تو اس جھڑپ میں حضرت ابوذر رضہ کے صاحبزادے قتل کر دیئے گئے اور یہودی ان کی بیوی کو گرفتار کرکے لے گئے۔

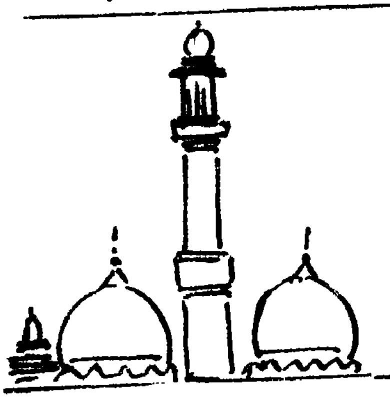
یہودیوں کی اس سرکشی اور زیادتیوں کے باوجود رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم برابر عفو اور درگذر سے کام لیتے رہے لیکن جب ان کی سازشیں اور سرکشی خطرناک حد تک بڑھ گئیں تو آپ نے ان کے بڑھتے ہوئے فتنہ کو دبانے کی غرض سے جہاد کا اعلان فرمادیا تھا اور اسی خیبر کی جنگ میں حضرت علی رضہ نے جو بہادری، جرأت اور پامردی دکھائی وہ اسلام کی تاریخ کا ایک روشن باب ہے۔

حضرت علیؓ کی جانبازی سے جب خیبر فتح ہوگیا تو مسلمانوں نے وہاں کی زمینوں پر قبضہ کرلیا۔ یہودیوں نے درخواست کی کہ زمینیں ان ہی کے قبضہ میں رہنے دی جائیں وہ پیداوار کا نصف حصہ ادا ادا کر دیا کریں گے۔ یہودی اگرچہ کسی نرمی اور مروت کے مستحق نہیں تھے۔ لیکن آنحضرت صلعم نے ان کی التجا کو منظور کرلیا۔ فصل کے بعد جب بٹائی کا وقت آیا تو غلہ کو دو حصوں میں تقسیم کردیا گیا۔ اور یہودیوں سے کہا گیا کہ ان میں سے جو حصہ وہ چاہیں لے لیں یہودی اس عدل اور رواداری سے بے حد متاثر ہوئے۔

رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم اگرچہ برابر یہودیوں کے ساتھ بڑی نرمی کا سلوک کرتے رہے اور حضور نے انہیں جان و مال کی امان دیدی تھی۔ مگر پھر بھی وہ اپنی شرانگیزیوں سے باز نہیں آئے چنانچہ ایک مرتبہ ایک یہودی عورت زینب نے چند صحابہ کے ساتھ حضور کی بھی دعوت کی۔ زینب یہودیوں کے سردار مرحب کی بھاوج تھی۔ جو حضرت علی رضہ کی تلوار سے خیبر کی جنگ میں ہلاک ہوا تھا۔ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے اس کی دعوت قبول فرمالی زینب دعوت کے بہانے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم سے انتقام لینا چاہتی تھی لہٰذا اس نے کھانے میں زہر ملادیا تھا۔ حضور نے چونکہ بہت کم کھانا کھایا تھا اس لئے آپ پر تو کوئی خاص اثر نہیں ہوا مگر ایک صحابی بشر بن براء یہ زہر ملا کھانا کھاکر وفات پاگئے۔ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے زینب کو بلا کر پوچھا تو اس نے جرم کا اقبال کرلیا۔ اور دوسرے یہودیوں نے بھی اقرار کرلیا اور کہا کہ ہم نے اس لئے زہر ملایا تھا کہ اگر آپ واقعی پیغمبر ہیں تو آپ پر زہر اثر نہیں کرے گا اور پیغمبر نہیں ہیں تو ہمیں آپ سے نجات مل جائے گی۔ رسول اللہ صلعم نے کبھی اپنی ذات کے لئے کسی سے انتقام نہیں لیا لیکن بشر بن براء کی وفات پر زینب قصاص میں قتل کردی گئی۔

یہودیوں کی بد طینتی اور بدکرداری اگرچہ بدستور جاری رہی لیکن حضور کا دل یہودیوں کے برے برتاؤ کے باوجود سخت ہونے کی بجائے ہمیشہ نرم ہی رہا۔ آپ نے ہمسایہ کا حق ادا کرنے کی جو تلقین کی اس میں یہودی اور غیر مسلم کی کوئی تفریق نہیں رکھی۔ اور آپ کی اس تعلیم پر صحابہ کرام برابر عمل کرتے رہے۔ حضور یہودیوں سے لین دین کرنے میں بھی تامل نہیں فرماتے تھے۔ اگرچہ وہ آپ کے ساتھ سختی اور گستاخی سے پیش آتے تھے۔

حضور صلعم کی طرح خلفائے راشدین۔ اور سب ہی مسلم سلاطین نے فرقہ پرستی سے بلند ہوکر یہودیوں کے ساتھ بڑی نرمی اور محبت کا سلوک کیا ہے۔ عیسائی سلطنتوں میں جہاں یہودیوں کا جینا دشوار تھا وہاں مسلم سلطنتوں میں یہودی امن اور چین کی زندگی بسر کرتے رہے ہیں لیکن آج بھی ان کی مسلم دشمنی بدستور قائم ہے



یہ انسان تھے یا فرشتے

قرونِ اولیٰ کے مسلمانوں کا بے مثال کردار

(از جناب منظور خاطر۔ بی۔ اے)

تاریخ اسلام سے ذیل میں چند منتخب واقعات درج کئے جا رہے ہیں جن سے بخوبی اندازہ لگایا جا سکتا ہے کہ قرونِ اولیٰ کے مسلمانوں کا اخلاق اور کردار کس قدر بلند تھا۔

حضرت عمر فاروق خطبہ کے لئے کھڑے ہوئے اور فرمایا کہ۔ "میری باتوں کو غور سے سنو اور اُن پر عمل کرو" یہ سنکر ایک شکستہ حال اعرابی نے کھڑے ہوکر کہا "ہم نہ تمھاری بات سنیں گے اور نہ اطاعت ہی کریں گے جب تک کہ تم یہ نہ بتاؤگے کہ تم نے جو کرتا پہن رکھا ہے وہ ہرگز اُتنے کپڑے میں تیار نہیں ہو سکتا جتنا کپڑا کہ مالِ غنیمت میں سے سب مسلمانوں میں تقسیم ہوا ہے۔ یہ زائد کپڑا تمھارے پاس کہاں سے آیا اور تم نے عام مسلمانوں سے زیادہ کپڑا کیوں لیا؟" فوراً ہی مجمع سے حضرت عمر فاروق کے صاحبزادے کھڑے ہوئے اور اُنھوں نے بتایا کہ "میں نے اپنے کپڑے کا حصہ والد محترم کو دیدیا ہے۔ اور ہم دونوں کے کپڑے سے یہ کرتہ تیار ہوا ہے" مجمع عام میں خلیفہ وقت پر اس نکتہ چینی پر حضرت عمرؓ نے بجائے خفا ہونے کے خدا کا شکر ادا کیا کہ قوم میں ایسے حق گو پیدا ہو گئے ہیں جو کہ خلیفہ وقت پر بھی اعتراض کرنے سے نہیں چوکتے

حضرت سلمان فارسیؓ مداین کے گورنر تھے۔ رعایا کی دیکھ بھال کے لئے شہر میں گشت کر رہے تھے۔ لیکن جسم پر ایسی پوشاک تھی جس سے مزدور پیشہ آدمی ہونے کا شبہ ہوتا تھا۔ مداین میں اُس وقت چونکہ ایک بڑا میلہ لگنے والا تھا۔ اِس لئے تاجروں کے قافلے تجارتی سامان کثرت سے مداین میں لا رہے تھے۔

تاجروں کا ایک قافلہ اترا تو اُسے سامان اٹھانے کے لئے مزدوروں کی تلاش ہوئی۔ سامنے ہی حضرت سلمان فارسی نظر آئے تو تاجروں نے اُنہیں مزدور سمجھتے ہوئے آواز دی اور سامان اٹھانے کے لئے کہا اُنھوں نے مزدوری طے کئے بغیر سامان اٹھا لیا راستہ میں جب لوگوں کی نظر حضرت سلمان فارسیؓ پر پڑی اور دیکھا کہ وہ سامان سر پر اٹھائے جا رہے ہیں۔ تو اُنھوں نے تاجروں سے کہا کہ تم نے یہ کیا غضب کیا یہ تو مداین کے گورنر سلمان فارسی ہیں۔ یہ سنتے ہی تاجر گھبرا گئے اور حضرت سلمان فارسی سے معافی کے طلبگار ہوئے۔ حضرت سلمان فارسی نے کہا گھبرانے کی کوئی ضرورت نہیں۔ میرا کام ہی یہ ہے کہ میں عوام کی خدمت کروں آخر یہاں کا گورنر ہوں یہ اور سامان منزل تک پہنچا دیا یہ تھا ان بزرگوں کی انکساری کا عالم۔

امام اعظم ابو حنیفہ کے پڑوس میں ایک شخص رہتا تھا اُس کی عادت تھی کہ روزانہ رات کے وقت شراب پیتا تھا بربط بجایا کرتا تھا۔ اور گاتا تھا۔ اُدھر امام اعظم رات بھر عبادت میں مصروف رہتے تھے۔ اور اس شخص کے گانے بجانے سے اُن کی عبادت میں خلل پڑتا تھا۔

ایک رات جب اُس ہمسایہ کے گھر سے گانے بجانے کی آواز نہیں آئی تو آپ نے ایک شخص سے پوچھا کہ کیا ہمارا گانے بجانے والو

والا ہمسایہ کہیں چلا گیا ہے رات کو اس کی آواز نہیں سنائی دی۔

اس شخص نے بتایا کہ رات کو ناوقت شور و غل کرنے اور شراب پی کر ادھم مچانے کے جرم میں اُسے گرفتار کر لیا گیا ہے۔ اور اب وہ قید خانہ میں ہے۔

حضرت امام اعظم نے یہ سنکر فرمایا وہ کیسا بھی ہو مگر ہمارا ہمسایہ ہے اور ہمسایہ کا حق بہت بڑی چیز ہے۔ اُس کی مدد کرنی چاہئے۔ اور یہ کہہ کر آپ اٹھ کھڑے ہوئے اور کوتوال کے پاس جا پہنچے اور ہمسایہ کی سفارش کی۔ حضرت امام اعظم کا خود کوتوال کے پاس جانا بہت بڑی بات تھی۔ کوتوال نے اُسے فوراً رہا کر دیا یہ سلوک دیکھ کر اُس شخص نے امام صاحب کے پاؤں پکڑ لئے اور کہا کہ جو آپ نے مجھ گنہگار کے ساتھ جو سلوک کیا ہے وہ آپ ہی جیسے بزرگ کر سکتے ہیں۔ اور اُس دن کے بعد سے اُس نے گانا بجانا اور شراب نوشی ترک کر دی۔

جس زمانہ میں کہ مسلمانوں نے اسپین فتح کیا تھا ایک اسپینی نوجوان نے دشمنی کی بنا پر ایک عرب نوجوان کو قتل کر دیا اور اپنی جان بچانے کے لئے ایک باغ کی طرف بھاگا۔ باغ میں اُس نے ایک بزرگ شخص کو دیکھا جن کی عمر سو سال کے قریب تھی۔ اسپینی نوجوان نے اِن بزرگ سے درخواست کی کہ وہ اُسے اپنے دامن میں پناہ دیدیں اور اُس کی جان بچالیں۔ یہ بزرگ بڑے رحم دل تھے۔ انہیں اُس پر ترس آگیا اُسے پناہ دیدی اور اپنے گھر لاکر پوشیدہ مقام پر چھپا دیا۔

اِس واقعہ کے تھوڑے ہی دیر بعد باغ کے ایک گوشہ سے شور کی آواز سنائی دی۔ شور سن کر یہ بزرگ باہر نکلے تو دیکھا کہ کچھ لوگ ایک نوجوان کی لاش اٹھائے ہوئے اُن ہی کی طرف آ رہے ہیں۔ جب قریب پہنچے تو آپ نے دیکھا کہ وہ لاش اُن کے نوجوان بیٹے کی ہے۔ آپ سب کچھ سمجھ گئے کہ اُس کا قاتل وہی اسپینی نوجوان ہے جسے کہ انھوں نے پناہ دی ہے۔

نوجوان بیٹے کی لاش کو دیکھ کر انہیں رنج بھی ہوا اور غصہ بھی آیا۔ مگر غصہ پہ قابو کر کے اپنے گھر میں جاکر بیٹھ گئے اور جب وہ لوگ قاتل کی تلاش سے مایوس ہو گئے تو واپس لوٹ گئے۔

رات زیادہ ہو چکی تھی اور چاروں طرف سناٹا چھا گیا تھا۔ یہ بزرگ اپنے بیٹے کے قاتل اسپینی نوجوان کے پاس آئے اور اُسے بتایا کہ جس عرب نوجوان کو تم نے قتل کیا ہے وہ میرا بیٹا ہے

بزرگ کی یہ بات سن کر اسپینی نوجوان بہت گھبرایا اور اُسے اپنی موت سامنے نظر آنے لگی۔ بزرگ نے اُس کی پریشانی اور گھبراہٹ کو دیکھ کر اُسے تسلی دی۔ اور کہا کہ گھبراؤ نہیں ہم مسلمان ہیں جب کسی سے وعدہ کر لیتے ہیں تو کبھی منحرف نہیں ہوتے میں نے اگرچہ انجانے پن میں تمہیں پناہ دی ہے مگر میں تم سے بدعہدی نہیں کروں گا لیکن مجھے اپنی قوم سے خطرہ ہے کہ وہ کہیں تم تک نہ پہنچ جائیں اُس وقت میں تمہاری کوئی مدد نہیں کر سکوں گا۔ لہذا بہتر یہی ہے کہ تم خاموشی سے رات کی تاریکی میں کسی طرف نکل جاؤ اب رہا میرا معاملہ تو مجھے بیٹے کی موت کا بے حد صدمہ ہے مگر میں نے چونکہ تمہیں پناہ دی ہے اِس لئے میں تم سے کسی قسم کا انتقام نہیں لینا چاہتا اور اس معاملہ کو خدا کے سپرد کرتا ہوں جو ہمارا پیدا کرنے والا ہے

یہ تھا کسی زمانہ میں مسلمانوں کا بلند کردار اور اسی بلند کردار کی وجہ سے انھوں نے دنیا میں تہلکہ بپا کر دیا تھا۔ وہ بات کے پکے اور ارادہ کے دھنی تھے جو کچھ کہہ دیتے تھے اس پر ہر حالت میں عمل کرتے تھے۔

تعلیم الحدیث

(باقی صفحہ ۲ سے)

فتنہ و فساد پھیل جائے گا اور زندگی اس قدر عذاب بن جائے گی کہ لوگ قبروں کے پاس سے گزرتے ہوئے اس بات کی تمنا کریں گے کہ کاش ہم بھی قبر میں پڑے ہوئے ہوتے

موجودہ زمانہ پر جب ہم نظر ڈالتے ہیں تو ہمیں ایسا محسوس ہوتا ہے کہ جس زمانہ کے بارے میں رسول اللہ صلعم نے پیشین گوئی فرمائی تھی شاید وہ یہی زمانہ ہے۔ چنانچہ اس زمانہ میں لوگوں کے لئے زندگیاں وبال بن گئی ہیں۔ ہر طرف فتنہ و فساد اور قتل و خون کا بازار گرم ہے اور لوگوں پر بے اطمینانی سی مسلط ہے امیر سے لے کر غریب تک کوئی بھی مطمئن نہیں۔

تاتاری درندے اسلام کے حلقہ بگوش

(باقی صفحہ ۲۲ سے)

اباقاخاں سلطان ہوگیا تھا۔

اباقاخان کے مرنے کے بعد جب اُس کا بیٹا نکودار تخت نشین ہوا تو اُس سے اسلام کو بہت فائدہ پہنچا۔ نکودار نے شہزادگی کے زمانہ ہی میں اسلام قبول کر لیا تھا۔ چنانچہ اُس نے تخت نشین ہونے کے بعد اپنا شاہی لقب احمد خاں رکھا اور شیخ عبدالرحمٰن کو دانشمندی کا عہدہ عطا کیا۔ سلطان احمد خاں نے اپنے دورِ حکومت میں مسلمانوں کو ہر قسم کی سہولتیں بہم پہنچائیں۔ انہیں بڑے بڑے عہدے عطا کئے۔ تاتاریوں کی مشرکانہ رسموں کو مٹایا اور آئین اسلام کو نافذ کرنے کی کوشش کی۔ سلطان احمد خاں پہلا تاتاری حکمراں ہے جس نے کھلم کھلا قبول اسلام کا اعلان کیا۔ اور اُسکی تقلید میں ہزاروں تاتاری حلقہ بگوش اسلام ہوئے۔ لیکن اُس کا بھائی ارغون خاں جو بدستور کافر تھا اُس کا مخالف ہو گیا اُس نے مذہب کے نام پر تاتاریوں کو سلطان احمد خاں کے خلاف بھڑکایا اور فوج کے تمام سرداروں کو بھی سازش میں شریک کر لیا۔ آخر تمام فوج ارغون خاں سے جا ملی۔ جس کا نتیجہ یہ ہوا کہ ایک شدید خانہ جنگی اور بغاوت میں سلطان احمد خاں شکست کھانے کے بعد گرفتار ہو گیا اور سنہ ۶۸۳ ہجری میں محض اسلام قبول کرنے کے جرم میں اُسے شہید کر دیا گیا۔

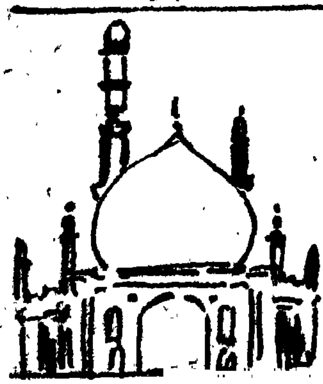
سلطان احمد خاں کے بعد ارغون خاں زیادہ مدت تک حکومت نہ کر سکا یہ سنہ ۶۹۰ھ میں فوت ہو گیا۔ اُس کے مرنے کے بعد اُس کا چھوٹا بھائی خاتو خاں تخت پر بیٹھا۔ یہ بھی اپنے مرحوم بھائی سلطان احمد خاں کی طرح زمانہ شہزادگی میں اسلام قبول کر چکا تھا مگر یہ طبیعت کا کمزور تھا اس لئے اسلام مخالف تاتاری سرداروں کے خوف سے کھلم کھلا مسلمان ہونے کا اعلان نہ کر سکا۔ مگر پابندی سے نماز پڑھتا تھا۔ اور رمضان کے روزے رکھتا تھا۔ اس لئے اُس کا اسلام پوشیدہ نہ رہ سکا اور ایسے تاتاری سرداروں نے محض اسلام قبول کرنے کے جرم میں سنہ ۶۹۴ھ میں شہید کر دیا۔

خاتو خاں کے بعد اُس کا چچازاد بھائی بیدو خاں تخت نشین ہوا اُس کا تعلق دشمن اسلام تاتاری سرداروں کے طبقہ سے تھا اس لئے اُس نے تخت نشین ہوتے ہی سابق تاتاری بادشاہ ارغون خاں کے بیٹے غازان خاں پر حملہ کر دیا۔ غازان خاں ان دنوں خراساں کا گورنر تھا بیدو خاں محض اس لئے غازان خاں کا دشمن ہو گیا چونکہ غازان خاں نے اسلام قبول کر لیا تھا اور اپنا اسلامی نام محمود خاں رکھ لیا تھا۔ اور اس کی تقلید کرتے ہوئے ہزاروں تاتاری مسلمان ہو گئے تھے اور اسی بنا پر بیدو خاں نے غازان خاں گورنر خراسان پر فوج کشی کر دی۔ دونوں میں طویل جنگ ہوئی اور اس جنگ میں بیدو خاں شکست پانے کے بعد قتل ہوا اور نومسلم غازان خاں کا تخت پر قبضہ ہو گیا۔

غازان خاں جو پہلے ہی اسلامی نام محمود خاں رکھ چکا تھا جب سنہ ۶۹۴ھ میں تخت نشین ہوا تو اُس نے امیر نوروز بیگ کو اپنا وزیر اور سپہ سالار بنایا۔ اور سکوں پر کلمہ طیبہ نقش کرنے کا حکم دیا یہ ایک سچا مسلمان تھا جو اسلام کو دور دراز علاقوں تک پھیلانا چاہتا تھا۔ سلطان محمود خاں کے مرنے کے بعد اُس کی وصیت کے مطابق اُس کے بھائی محمد خدابندہ کی تخت نشینی کا جب اعلان ہوا تو اسلام دشمن تاتاری سرداروں نے بغاوت برپا کر دی مگر محمد خدابندہ نے طویل جنگ کے بعد اسلام دشمنوں کو شکست دیدی اور تخت پر قبضہ جما لیا۔ سلطان محمد خدابندہ نے عنانِ حکومت ہاتھ میں لینے کے بعد حکم دیا کہ اسلامی دستور کو نافذ کیا جائے شریعت اسلامیہ کی پوری پابندی کی جائے اور خلاف شرع تمام مراسم کو مٹا دیا جائے۔

سلطان محمد خدابندہ کی اسلامی سلطنت کو خوب فروغ حاصل ہوا۔ چنانچہ علاقہ روس۔ خوارزم، ترکستان، عراق، اور شام سے لیکر قراقرم اور سندھ تک تمام ممالک میں اُسکی شہنشاہی تسلیم کی گئی اور آخر چودہ سال تک بڑی شان دبدبہ کے ساتھ حکومت کرنے کے بعد یہ فوت ہو گیا۔ اور اس کے دورِ حکومت میں اسلام کو خوب فروغ حاصل ہوا۔

اسلام کی اس سے بڑھ کر معجزہ نمائی اور کیا ہو سکتی ہے کہ وہی تاتاری جو اسلام کے سب سے بڑے دشمن تھے نہ صرف اسلام کے حلقہ بگوش ہو گئے بلکہ اسلام کے بہت بڑے پشت پناہ بھی بن گئے۔



حیات بعد الموت کا اسلامی عقیدہ

اس عقیدہ نے دنیاوی زندگی کی اصلاح میں مدد دی ہے

(از جناب چودھری ظفر اللہ خاں)

اسلام نہ تو عیسائیت کی طرح اس بات کا قائل ہے کہ حضرت عیسٰی نے سولی پر چڑھ کر اپنی پوری امت کے گناہوں کا کفارہ ادا کر دیا ہے۔ اور نہ اسلام "آواگون" یعنی بار بار زندہ ہونے اور نئے نئے چولے بدلنے کا قائل ہے بلکہ اس نے "حیات بعد الموت" کے بارے میں ایک ایسا صاف ستھرا عقیدہ پیش کیا ہے جس سے سوسائٹی کی اصلاح میں بہت بڑی مدد ملی ہے۔ چنانچہ ذیل کے مضمون میں اسی عقیدہ کی افادیت پر روشنی ڈالی گئی ہے۔

دنیا کے تمام عظیم مذاہب جن میں کہ اسلام بھی شامل ہے۔ اس بات پر متفق الرائے ہیں کہ یہ دنیاوی زندگی عارضی زندگی ہے اور ہر انسان کو موت کے بعد ایک نئی اور دائمی زندگی بسر کرنی ہوگی۔ اور اس آخرت کی زندگی میں اسے اس کی دنیاوی زندگی کی اچھائیوں اور برائیوں کی جزا اور سزا دی جائے گی۔

ہندو دھرم اور بدھ مت کے پیرو اس معاملہ میں اس حد تک آگے چلے گئے ہیں کہ وہ انسان کو زندگی اور موت کے چکر سے نجات پانے کے اس وقت تک قائل نہیں ہیں جب تک کہ وہ نئی زندگیاں اختیار کر کے دنیا ہی میں اپنے گناہوں کی سزا نہ پالے اور عیسائیت کے ماننے والوں کا عقیدہ یہ ہے کہ انسان کسی حالت میں بھی گناہوں سے نجات حاصل نہیں کر سکتا لیکن چونکہ حضرت عیسٰی علیہ السلام نے سولی پر چڑھ کر انسانی گناہوں کا اپنی طرف سے کفارہ ادا کر دیا ہے اس لئے جو لوگ کہ حضرت عیسٰی پر ایمان لے آئے ہیں وہ گنہگار ہونے کے باوجود حضرت مسیح کے طفیل میں موت کے بعد نجات کے مستحق قرار دیئے جائیں گے۔ لیکن اسلام نے آخرت کی زندگی کو جزو ایمان قرار دینے کے باوجود ان دونوں عقیدوں کو تسلیم نہیں کیا ہے۔ بلکہ یہ اعلان کیا ہے کہ موت صرف ایک ہی بار آتی ہے۔ جس کے بعد وہ آخرت کی زندگی شروع ہو جاتی ہے۔ جس میں انسان کو اس کی دنیاوی زندگی کی اچھائیوں اور برائیوں کی جزا اور سزا ملتی ہے۔ اور کسی کی طرف سے کفارہ کی ادائیگی دوسروں کو ان کے گناہوں کی سزا سے نہیں بچا سکتی ہر شخص کو خود اپنے ہی اعمال کی آخرت میں جزا اور سزا ملے گی۔

اسلام کی دوسری تعلیمات کی طرح "حیات بعد الموت" کے بارے میں اسلام کی یہ تعلیم بھی قابل فہم اور انسانی دماغ کے لئے قابل قبول ہے۔ اور اس کی اس تعلیم نے جہاں انسان کو گناہ سے بچنے کی ترغیب دی ہے وہاں انسانی سماج اور انسان کے کردار پر بھی صحت مند اثر ڈالا ہے۔ مثال کے طور پر اگر ہم ہندو دھرم اور بدھ مت کے اس عقیدہ کو درست تسلیم کر لیں کہ انسان کو ہر چھوٹے سے چھوٹے گناہ کی سزا بھگتنے کے لئے کوئی نہ کوئی نئی زندگی اختیار کرنی پڑے گی تو اس کی اخروی نجات کی توقع مایوسی میں تبدیل ہو جاتی ہے اور یہ مایوسی اگر اسے گناہ کی طرف نہیں لے جاتی تو کم از کم اسے گناہ کے ارتکاب سے باز بھی نہیں رکھتی۔ اور اس طرح لوگ بے احتیاط زندگی بسر کرنے لگتے ہیں۔ اور افراد کی فکر کا ڈھنگ کا اثر سماج پر بھی پڑتا ہے اور سماج بہت سی برائیوں کا شکار

جاتا ہے۔

پھر جہاں تک عیسائیوں کے "کفارہ" کے عقیدہ کا تعلق ہے عقیدہ برائیوں اور گناہوں کو روکنے کی بجائے لوگوں کو گناہ کے لئے آزاد چھوڑ دیتا ہے اور انسان کی اکثریت جو کہ گناہ پسند ہے مطمئن ہو جاتی ہے۔ کیونکہ جب پہلے ہی سے ان کے گناہوں کا کفارہ حضرت عیسٰی ادا کر چکے ہیں تو انہیں نجات کے لئے زیادہ نیکیوں کی ضرورت باقی نہیں رہتی۔ چنانچہ کفارہ کے عقیدہ کی بنا پر دنیا میں ہر قسم کی برائیوں کے فروغ کے امکانات بڑھ سکتے ہیں۔

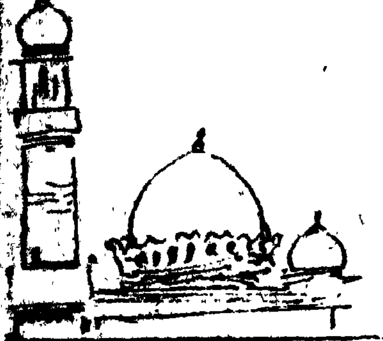
اس کے مقابلہ میں اسلام نے دنیاوی زندگی کے ایک بار ختم ہو جانے کا عقیدہ پیدا کر کے اور دنیاوی زندگی کو آخرت کی کھیتی قرار دے کر انسان کو گناہوں سے بچنے اور محتاط زندگی گذارنے کی جو ہدایت کی ہے اس سے لوگوں کے دلوں میں عاقبت کے مواخذہ کا ڈر اور برائیوں سے بچنے کی ترغیب پیدا ہوتی ہے۔ اور اس عقیدہ کو ماننے والا ہر شخص اپنی عاقبت کو بہتر بنانے کی غرض سے اپنی زندگی کو پاکیزہ بنانے کی حتی الامکان کوشش کرتا ہے۔ ... زندگی کو بہتر بنا کر اپنے ہی لئے نہیں بلکہ پورے سماج کی ... تعمیر میں حصہ لیتا ہے۔

مثال کے طور پر اسلام نے یہ حکم دیا ہے کہ قتل و خون، چوری ... نشہ بازی اور فضولیات سے اپنے آپ کو بچاؤ۔ اور ... برائیوں سے بچنے کی وجہ سے ہمارے سماج کی اصلاح ہوتی ... پھر اسلام نے مسلمانوں کو یہ بھی ہدایت کی ہے کہ انہیں اپنی زندگی میں حاصل ہونے والے تمام تر فوائد اور منافع کو خدا کی امانت سمجھ کر انہیں اس طرح استعمال کرنا چاہئے کہ ان سے دوسروں کو زیادہ سے زیادہ فائدہ پہنچ سکے۔ ان سب باتوں کا ... پر بہت اچھا اثر پڑتا ہے۔ چنانچہ ایک بہت بڑے یورپین مفکر نے اسلام کے اس عقیدہ پر تبصرہ کرتے ہوئے کہا ہے "اس میں ... بھی شبہ نہیں کہ اسلام نے دنیاوی زندگی کو ... سدھارنے ... پاکیزہ بنانے نیز دوسروں کے معاون بننے کی جو ہدایت ... ہے اس سے خلق کو بہت فائدہ پہنچا ہے۔ اور اسلام نے ... دنیا میں انسان کے بار بار پیدا ہونے کے نظریہ کو تسلیم نہیں کیا ہے اس لئے ہر مسلمان قدرتی طور پر یہ بات سمجھتا ہے کہ اسے اپنی اسی زندگی میں آخرت کے لئے نیک اعمال کا معتدبہ سرمایہ جمع کر لینا چاہئے جو اس کی نجات کا ذریعہ بن سکے اور اس تخیل کی بنا پر دنیا میں نیکی کو فروغ ہوتا ہے۔"

مسلمانوں اور عیسائیوں میں اقتدار کے لئے چونکہ صدیوں تک جنگ رہی ہے۔ اور عیسائی چونکہ اسلام کو اپنے لئے زبردست خطرہ سمجھتے تھے۔ اس لئے عیسائی پادریوں اور مورخوں اور اہل قلم نے محض عناد کی بنا پر اسلام کے حسین خدوخال کو نہایت ہی مکروہ شکل میں پیش کرنے کی ہر ممکن کوشش کی تھی۔ لیکن آج ان ہی عیسائی مفکرین میں سے بہت سے لوگ اسلام کے حقیقی کردار کو سمجھنے کی کوشش میں مصروف ہیں۔ مثال کے طور پر پچھلی صدی ایک جرمن مفکر نے اسلام کے اسی "عقیدہ حیات بعد الموت" کا تجزیہ کرتے ہوئے لکھا ہے۔

"اگر اسلام بھی اپنے ماننے والوں کو موت کے بعد کی زندگی کے متعلق عیسائیوں یا یہودیوں جیسے کسی عقیدہ پر ایمان لانے کی ترغیب دیتا تو ایک طرف تو انسان کو گناہ کی آلودگی سے بچانے میں بڑی دشواری ہوتی اور دوسری طرف دنیا ترقی کے میدان میں آگے بڑھنے سے قطعاً محروم ہو جاتی۔ انسان کی یہ فطرت ہے کہ اگر اس کے پاس وقت کم ہو تو وہ اس بات کی کوشش کرتا ہے کہ پہلے اہم کاموں کو ختم کر لے اور اگر اسے یہ اندازہ ہو جائے کہ اس کے پاس وقت کی کمی نہیں ہے تو وہ اپنے اہم ترین کاموں کی انجام دہی میں بھی سست ہو جاتا ہے۔ چنانچہ اسلام نے انسان کو یہ بتا کر کہ وہ دنیا میں صرف ایک ہی مرتبہ کے لئے آیا ہے اور اسے اپنی مختصر سی زندگی میں آخرت کا سرمایہ جمع کرنا ہے تو وہ قدرتی طور پر اچھائیوں اور نیک کاموں کی جانب راغب ہو جاتا ہے۔ اس اعتبار سے حیات بعد الموت کا اسلامی عقیدہ انسان کی دنیاوی زندگی کی اصلاح اور ترقی کے لئے بھی نہایت مفید ہے۔"

اور اسلام کی تاریخ اس جرمن مفکر کے ان خیالات کی تائید کرتی ہے۔ چنانچہ تمام تر اکابر صحابہ اور اسلامی مشاہیر کے حالات زندگی کے مطالعہ سے یہ بات واضح ہو جاتی ہے کہ ان تمام حضرات نے زندگی کو مختصر اور ایک ہی بار خدا کی دی ہوئی زندگی کو یقین کر کے دنیا میں بڑے بڑے کارنامے انجام دیئے ہیں۔



ہم اسلام کے باغی بن گئے ہیں

ہماری افسوسناک گمراہی اور بے راہ روی

(از مولا جعفر حسنین باقوی)

ہم اسلام کے خلاف بغاوت پر آمادہ ہیں۔ ہمارے لئے قرآن پاک کی نصیحتیں صدا بصحرا ہو کر رہ گئی ہیں۔ اور حدیث نبوی کی للکار نقارخانہ میں طوطی کی آواز بن چکی ہے۔ ہمارے قلوب دولت اور لالچ کے دیو کے شکنجے میں جکڑے ہوئے ہیں اور کان ریڈیو کی رس گھولتی ہوئی سُریلی آوازوں سے بھرے ہوئے ہیں۔ آنکھیں سینما کے پردے یا ٹی وی۔ پر ٹکٹکی باندھے ہوئے ہیں۔ اب اگر انہیں حقیقت سے روشناس کرانا چاہیں تو کس طرح؟

رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی ایک حدیث ہے کہ جب قیامت قریب ہوگی تو گھر گھر گانا ہوگا اور اب ہر گھر میں ریڈیو اور ٹی وی نغمہ سرا ہے اور ہم انکے نغموں میں مست ہیں۔ اور پھر بھی دعویٰ ہے کہ ہم سچے مسلمان ہیں۔

کچھ لوگ دینداری کے جذبے کا اظہار تو بڑے زور شور سے کرتے ہیں۔ وعظ و تذکیر کے جلسے بھی منعقد کرتے ہیں۔ سیرت نبوی کی مجلس بھی آراستہ کرتے ہیں۔ اور بظاہر چہرے بشرے سے دینداری کا مجسمہ نظر آتے ہیں۔ مگر ذرا اندر جھانک کر دیکھئے سارا جوش و خروش ڈھول کا پول ثابت ہوگا۔ جب ان حضرات سے سابقہ پڑتا ہے تو پتہ چلتا ہے کہ سارا طمطراق دکھاوا تھا اور دین ان کے حلق سے نیچے نہیں اترا ہے کیونکہ یہ معاملات کے معاملہ میں اسلام کو بھولے ہوئے ہیں۔ پوچھئے تو جواب ملیگا۔ اشاعت دین اور چیز ہے کاروباری معاملات اور بات ہے۔

مثلاً کسی کا ایک مکان ہے جس کا کرایہ ڈیڑھ سو روپیہ ہے۔ اگر آپ ہزار روپیہ اڈوانس دیں گے تو کرایہ ۱۴۹ روپیہ۔ دو ہزار دیں گے تو ۱۰۰ روپیہ اور پانچ ہزار دیں گے تو کرایہ سو روپیہ ہو جائے گا۔ اگر آپ کہیں گے یہ تو سود ہوا۔ تو فرمائیں گے نہیں یہ تو اڈوانس کے مدِ نظر رعایت ہے اسی طرح اگر دس ہزار یکمشت اڈوانس دیدیجیے تو کرایہ برائے نام ہوگا۔ آپ کہئیے یہ تو سودی کاروبار ہوا۔ تو جواب ملیگا وہ کیا ہم ان کے دیئے ہوئے مبلغ سے تجارت کرتے ہیں اور منافع میں کم وضع کر لیتے ہیں۔ بھلا تبلائیے اب ان سے کون پوچھے کہ آیا۔ یہ طریق اللہ تعالیٰ اور اس کے رسولؐ کی نظر میں بھی صحیح ہے یا نہیں؟

شادی بیاہ میں غور فرمائیے کہ اسلام نے شوہر کو یہ اجازت دی ہے کہ وہ صرف مہر دے کر اپنی بیوی کو لے آئے۔ مگر آج کا لڑکا جوڑے کے کئی ہزار مثلاً دس ہزار طلب کرتا ہے۔ ہزار علاوہ زیورات کا تقاضہ کرتا ہے مزید برآں کپڑے اور جہیز کی شرائط پیش کرتا ہے۔ ان تمام کی منظوری اور سب مال اینٹھ لینے کے بعد ہزار دو ہزار یا پانچ ہزار مہر میں قبول کرتا ہے وہ بھی معجل نہیں۔ مؤجل یا مہر معجل۔ کیا نکاح کا یہ طریقہ شریعت وضع کردہ ہے؟ اگر بظاہر جوڑے کا پیسہ نہیں لیتے ہیں، تو یہ باطن دوسرے کے ذریعہ کافی پیسہ بٹور لیتے ہیں۔ کیا یہ طرز معیشت قرآن حکیم کی رو سے اسلامی ہے؟

خرید و فروخت کو لیجئے۔ جب وہ مال خرید تے ہیں تو تول ٹھیک ٹھاک اور ٹھوک بجا کر لیتے ہیں اور جب دوسرا کو بیچتے ہیں تو ڈنڈی مارتے ہیں۔ مزید اور چند پیالی یا چند منٹ گھاٹے میں ہوگا۔ انہیں کے حق میں قرآن میں ذیل کا منایا گیا ہے۔ سورہ ویل المطففین میں پوری تشریح ہے۔ فرمائیے اس میں اللہ تعالیٰ فرماتا ہے کہ آدمی اگر آخرت سے بے پرواہ

ہوگیا ہے۔ قیامت کی باتوں کو جھٹلاتا ہے اور آیات قرآنی کو اگلے وقتوں کی کہانیاں کہتا ہے، تو کوئی تعجب کی بات نہیں دراصل اُن لوگوں کے دلوں پر اُن کے بُرے اعمال کا زنگ چڑھ گیا ہے۔"
(سورہ مطففین)

دورِ جاہلیت کے مانند آج مسلمان بھی حرام و حلال کی پرواہ کئے بغیر مال حاصل کرتا ہے، اور جوڑ جوڑ کر رکھتا رہتا ہے۔ آخر کس دن کے لئے؟ وہ سابقہ قوموں کی طرح گمراہ ہوگیا ہے۔ چنانچہ اللہ تعالیٰ اونچے اونچے ستونوں والے عاد، وادیوں میں چٹانیں تراشنے والے ثمود، اور میخاں بندیوں والے فرعون کے بارے میں فرماتا ہے کہ "جب انھوں نے دنیا کے ملکوں میں سرکشی کی کثرت سے فساد کو پھیلا دیا تو اللہ تعالیٰ نے اُن پر عذاب کا کوڑا برسایا"

اب ذرا موازنہ فرمائیے کہ موجودہ دَور کا مسلمان قوم عاد کی مانند کیا اونچی اونچی عمارتیں نہیں بنواتا؟ قوم ثمود کی مانند پتھر اور کنکریٹ کے ذریعہ عمارتوں کو مضبوط نہیں کرتا؟ اور فرعون کی طرح اپنی پارٹیوں اور فرقوں کی میخابندیوں کے ذریعہ دوسروں کے حق پر چھاپے نہیں مارتا اور آج کا مسلمان کیا شادی بیاہ کے موقعوں پر یا کسی رسم و رسومات اور تقریبوں میں بے تحاشا پیسہ صرف کر کے نمائش نہیں کرتا۔ غرضیکہ حق و ناحق کو بالائے طاق رکھ کر خدا کے خوف اور اس کی دسترس سے اندھا ہو کر اپنی من مانیاں پوری شدومد سے کرتا ہے اور تاریخ سے مطلق بے پرواہ ہے۔

اور آج کا مسلمان اپنے احباب میں گھل مل کر اپنی رنگ رنگیلیوں میں ایسا مگن ہے کہ اُسے بھولے سے بھی نہ خدا یاد آتا ہے نہ اُس کا رسول اور نہ ہی مذہب کا کوئی پاس ہے۔ دھڑلے سے نماز چھوڑ کے ہوٹلوں میں مزے اڑاتا ہے۔ ریڈیو کی سریلی آوازوں کی دھن میں مصروف رہتا ہے۔ اپنے دھندوں میں کچھ اس طرح مدہوش رہتا ہے کہ جمعہ کے دن بھی جبکہ خطبہ سے پیشتر والی آذان ہونے کے بعد مسلمان پر دنیاوی کاروبار حرام ہو جاتا ہے، اپنی دکانیں کھول رکھتا ہے۔ اور اس کی دوسری مصروفیات میں بھی کوئی فرق نہیں پڑتا۔ دھوکہ دہی، ناجائز منافع خوری، سٹے بازی کونسی ایسی چیز ہے جس میں وہ شریک نہیں ہے۔ رمضان کے مہینے میں بھی مسلمانوں کے ہوٹل کھلے اور آباد رہتے ہیں۔

یقیناً وہ روزِ جزا کو جھٹلاتا ہے۔ جس دن سب لوگ رب العالمین کے سامنے کھڑے ہوں گے اور سوال و جواب ہوگا، ہر ایک کو اپنے اپنے اعمال کی جواب دہی کرنا ہوگی۔ یہ وہ دن ہے جب کسی شخص کے لئے کچھ کرنا کسی کے بس میں نہ ہوگا۔ نہ ماں باپ ساتھ دیں گے نہ بال بچے، نہ کوئی حامی، دستگیری کرے گا، نہ ان کی دولت و ثروت کام آئے گی۔

اصل بات یہ ہے کہ ہمارا اسلام نمائشی اسلام بن گیا ہے۔ ہم نام سے تو مسلمان معلوم ہوتے ہیں۔ لیکن اعمال کے اعتبار سے مشرکوں اور بے دینوں کے مقلد بن چکے ہیں۔ جس زمانہ میں کہ اسلام کا ظہور ہوا تھا۔ اس زمانہ حضرت ابراہیم علیہ السلام ہی کے نام لیوا مکہ معظمہ میں موجود تھے۔ لیکن ان سب نے خانہ کعبہ میں الگ الگ اپنے بت بنائے تھے۔ اور کہتے تھے کہ ان بتوں کے ذریعہ ہی سے ہماری اللہ تک رسائی ہو سکتی ہے۔ مگر اسلام کا جب ظہور ہوا تو یہ سارے بت ڈھا دئے گئے۔

اور آج ہم بھی اپنے آپ کو رسول اللہ صلعم کا نام لیوا کہتے ہیں مگر ہم نے بھی نئے نئے بت بنا لئے ہیں۔ وجاہت پسندی کا بت۔ سرمایہ داری کا بت۔ بے دینوں کی تقلید کا بت۔ رسم و رواج کا بت۔ نام و نمود اور نمائش کا بت۔ دراصل ہم سب اسلام سے باغی ہوگئے ہیں پھر ایک بار ان سب بتوں کو اسی طرح ڈھانا ہے جس طرح کہ ظہور اسلام کے بعد ڈھائے گئے تھے۔

افسانہ



واجد علی شاہ

تاریخ اودھ سے متعلق ایک سچی کہانی

(از جناب اختر ملیح آبادی۔ بی اے بی ٹی)

۱۸۴۷ء اختتام پر تھا۔ واجد علی شاہ کو تخت اودھ پر آئے ہوئے مشکل سے چند ماہ ہوئے تھے کہ نوعمر بادشاہ کی ہوشمندی، مستعدی عاقبت اندیشی۔ جانفشانی اور امورِ سلطنت سے غیر معمولی دلچسپی نے اُن لوگوں کو گہری فکر میں مبتلا کر دیا تھا جو بادشاہ کو رنگ و رنگ میں غرق کر دینے کے خواب دیکھ رہے تھے۔

تاجدارِ اودھ صبح سویرے ہی سے امورِ سلطنت میں مصروف تھے نواب علی نقی خاں وزیرِ خاص اور جنرل مرزا سپہ سالار افواج حاضرِ دربار تھے۔

واجد علی شاہ نے اپنے برادرِ حقیقی جنرل مرزا سے مخاطب ہوتے ہوئے کہا "صبح اوّل وقت طلبی کا خاص مقصد یہ ہے کہ ہم امورِ سلطنت کے بہتر انتظام کے ساتھ افواجِ شاہی پر بھی نظر رکھنا چاہتے ہیں۔ ہم روزانہ صبح پانچ بجے خود اپنے روبرو فوج کی پریڈ کرائیں گے تاخیر کی سزا ناقابلِ معافی ہوگی۔"

جنرل مرزا نے احکامِ شاہی کا اعلان کر دیا کہ چار پلٹنیں شاہی میدان میں صبح پانچ بجے سے قبل حاضر ہو جائیں۔ اعلیٰ حضرت ظلِ سبحانی بنفسِ نفیس کمان فرمائیں گے۔ اُدھر نواب علی نقی خاں اپنے محل پہنچے تو فکرمند سے تھے ——— کیونکہ تاجدارِ اودھ کی سرگرمیاں انھیں پسند نہیں تھیں۔

حقیقت یہ تھی کہ محل سے لیکر ریذیڈنسی تک نئے شاہ کی ہشیاری اور اولوالعزمی سے نالاں تھے۔ انگریزوں کو یہ چستی و چالاکی اس لئے ناپسند تھی کیونکہ وہ جانتے تھے کہ اس قسم کے مستعد حکمراں آخر میں درد سر بن جاتے ہیں ——— میر قاسم انھیں اب تک یاد تھا۔ محل کی کنیزیں، باندیاں، خواصیں، مہریاں، خادمائیں اور یہاں تک کہ در و دیوار تک اس بات کے خواہشمند تھے کہ محل میں وہی رونق، وہی ہنگامہ، وہی قہقہے اور وہی طرب و نشاط ——— واپس آ جائے جس کے بغیر محل سونا سونا سا تھا، لیکن نیا تاجدار کسی اور ہی دُھن میں تھا۔ اس کے تیور ہی کچھ اور تھے ——— یہ اُداسی اسی لئے تھی۔!

تاجدارِ اودھ نے جونہی افواج کی پریڈ پر محنت و مشقت شروع کی تو ہر طرف واہ واہ ہونے لگی۔ شاہ اودھ جو نیلی لباس میں اسلحہ سے لیس ہو کر شاہی میدان میں پانچ بجے پہنچنے لگے اور پانچ گھنٹے فوج کی پریڈ میں مصروف رہتے۔ ابھی ان مشغلوں کا آغاز ہی ہوا تھا کہ جنرل اوٹرم ریذیڈنٹ نے مخصوص طور پر وزیرِ خاص کو طلب کیا اور اپنی ناخوشنودی کا اظہار کرتے ہوئے کہا۔

"اعلیٰ حضرت نوعمر ہیں اور نہیں جانتے کہ شاہی جاہ و جلال ——— کیا شے ہے؟ لہٰذا آپ کا فرض ہے کہ اعلیٰ حضرت کو سمجھائیں کیونکہ اس طرح صبح پانچ بجے میدان میں پریڈ کے لئے پہنچنا اعلیٰ حضرت کے بلند مرتبے کے لئے موزوں نہیں۔"

اُسی رات نواب علی نقی خاں نے شاہی مصاحبوں کو طلب کیا اور انھیں سمجھایا کہ وہ ظلِ سبحانی کو مشورہ دیں کہ اتنی تندہی کی مطلق ضرورت نہیں جاں نثارانِ سلطنت ہر وقت جان قربان کرنے کو آمادہ ہیں۔ یہ سب وزیرِ خاص کی خوشنودی حاصل کرنے کے لئے بڑھ چڑھ کر وعدہ کیا اُن کے جاتے ہی نواب علی نقی خاں نے اپنی کنیزِ خاص کی منہ چڑھی اور لاڈلی چھمّی کو بھی تنہائی میں طلب کیا اور کہا۔

"مُعزّز ان شاہی محل چاہے کتنے ہی کوشاں رہیں لیکن آج مجھے معلوم ہوا کہ تم میں اس کی کوشش میں ہوں کہ نوعمر بادشاہ کو عیش پرستی کا عادی بنا دوں۔"

شام ہوتے ہی زعفران محل پر آ پہنچی اور گلبدن کو وزیرِ خاص کا پیغام دیا۔ گلبدن نے گھبرا کر پوچھا "خیر تو ہے؟"

زعفران نے ہنس کر کہا "جاؤ تمہاری کھال کھینچ لی جائیگی ——"

"بھلا یہ بھی کوئی بات ہوئی کہ ایک نو عمر مرد کو تم حسن کے جال میں نہ پھانس سکیں پھر تمہارا پھول جیسا رنگ و روغن کس کام کا اور تمہارے ذمہ جو خدمت سپرد ہوئی تھی وہ کس کام کی تھی؟"

گلبدن نے انگڑائی لیتے ہوئے کہا "میں نے اعلیٰ حضرت جیسا مرد آج تک نہیں دیکھا —— لیکن زعفران اپنے عشق کی قسم کھا کر کہتی ہوں کہ اعلیٰ حضرت کو زلفوں میں نہ باندھ لوں تو حبیب کہنا ——؟"

دونوں ہنسنے لگیں —— تھوڑی دیر بعد گلبدن وزیرِ خاص کے محل میں داخل ہوئی۔ یہ سوچتی ہوئی کہ نواب علی نقی خان نے اسے جس خدمت پر مامور کیا تھا اس میں وہ ابتک ناکام رہی ہے۔

نواب علی نقی خان نے بھی اس سے یہی شکوہ کیا اور کہا۔ "اگر حور جیسی ملاحت رکھنے والا لاابالی بادشاہ تمہاری جیسی حسینہ کے حسن کے جال میں نہ پھنس سکا تو پھر یہ حسن کی ناکامی اور رسوائی نہیں تو اور کیا ہے؟"

گلبدن نے کہا "اللہ نے چاہا تو یہ بھی کر دکھائے گی"

—— نواب علی خان نے کسی قدر پریشان ہو کر اور ٹہلتے ہوئے کہا۔ "یاد رکھو، گلبدن! بادشاہ اگر مٹھی میں نہ آیا تو غضب ہو جائیگا۔ تمہارے ارمان بھی پورے نہیں ہو سکتے اور ہمارے خواب بھی ادھورے رہ جائیں گے۔ اور اگر انگریز بدظن ہو گئے تو نہ سلطنت رہے گی اور نہ ہماری دال گلے گی۔ پوری کوشش کرو تم عورت ہو۔ یہ کیوں بھول جاتی ہو کہ عورت چاہے تو دنیا میں انقلاب آ سکتا ہے ——؟!"

گلبدن محل سے نکلی تو نئے عزم لیکر —— تاجدار کو شیشے میں اتارنے کا فیصلہ کر کے۔

دوسرے دن خود ریذیڈنٹ بارگاہِ شاہی میں حاضر ہوئے اور انتہائی لجاجت سے بادشاہ کی امورِ سلطنت کی طرف توجہ مبذول کی اور یہ عرض کیا کہ نواب گورنر جنرل بہادر کو تاجدار کی جانب سے تشویش ہے۔

"امورِ سلطنت سے بے رخی کیا کمپنی بہادر کے لئے تشویش کا باعث ہو سکتی ہے؟" شاہِ اودھ نے پوچھا۔

جنرل اوٹرم نے عرض کیا کہ "شاہ کی تندرستی کی جانب سے تشویش کا ہونا بجا ہے و فاداری ہے" —— شاہ سخت حیران تھا کہ یہ کیا ہو گیا ہے۔ اور یہ مصاحب یہی مشورہ دے رہے تھے کہ شاہِ اودھ کو اتنی محنت سے پرہیز کرنا لازمی ہے۔ اور نواب علی نقی خان بھی وہی الاپ رہے تھے۔ اور یہی مشورہ دے رہے تھے۔

"وقارِ سلطنت کے لئے ریذیڈنٹ بہادر انگریزی فوجوں کی پیشکش کا یقین دلاتے ہیں۔ ایسی صورت میں شاہ کو اس اقدام سے پرہیز لازم ہے جن سے انگریزوں کے کان کھڑے ہوں"

"تم ٹھیک کہتے ہو نواب علی نقی! لیکن یہ تو بتاؤ کہ امورِ سلطنت سے غافل بادشاہ کی اوقات گذاری کیسے ممکن ہے؟"

نواب علی نقی نے عرض کیا "سیر شکار، تفریح بادشاہوں کے بہت مشاغل ہیں اعلیٰ حضرت!"

"سیر و شکار اور تفریح!" واجد علی شاہ نے اداس ہو کر کہا۔ "کاش کہ ہم بادشاہ نہ ہوتے ——!؟"

اور اس رات نو عمر تاجدار واقعی غمگین تھا —— تمام کی تمام تفریح ختم کر دی تھی [illegible] سرا میں باغ کی سیر میں مصروف تھا۔ نہر کے کنارے کنارے خاموشی سے ٹہل رہا تھا۔ گلبدن مزاجِ شاہی سے واقف تھی۔ سمجھ گئی کہ غم و اندوہ کا اثر ہے۔ محل کی دیگر کنیزوں اور خواصوں کو بھی تاجدار کی پریشانی سے فکر تھی لیکن گلبدن دیکھ رہی تھی کہ اب اس کی منزل بہت قریب ہے ——!

گلبدن نو عمر بادشاہ کی آنکھوں میں جگہ حاصل کرنے کے لئے سبب ہے عشق کر رہی تھی لیکن بادشاہ عالم عشق کا مسافر نہ تھا کہ حسن کی چھاؤں میں بیٹھنے سے گریز کر رہا تھا۔ لیکن اسے یقین تھا کہ مسافر کو چھاؤں میں آنا ہی پڑے گا —— وہ انہی خیالات میں گرفتار تھی جبکہ نو عمر بادشاہ غور کر رہا تھا —— اگر وہ امورِ سلطنت سے لاپروائی کرے گا تو انجام کیا ہو گا؟ آخر اسے [illegible] سے کیوں روکا جا رہا ہے؟ اچانک تاجدار اودھ کی نظریں دور تک گھومتی گئیں —— گلبدن تک —— وہ اداس اور غمگین نظر آئی —— آج اس کا چہرہ پھیکا پھیکا سا تھا۔ حالانکہ وہ بہت خوش و خرم رہنے والی تھی —— اچانک گلبدن چونک پڑی اور پھر گھبرا گئی کہ سامنے بادشاہ کھڑا اسے غور سے دیکھ رہا ہے۔ عالمِ گھبراہٹ میں وہ چند لمحے تاجدار کو دیکھتی رہی پھر اس نے آنکھیں جھکا لیں۔ اس کا دل دھڑکنے لگا۔ تاجدار نے اس کے دونوں شانے پکڑ لئے اور آہستہ سے

پوچھا ــــ "کیا بات ہے گلبدن، اداس کیوں ہو؟"
"میرے آقا کی اداسی میرے غم کا سبب ہے!"
"میری خاطر؟" ــــ "واقعی؟"

یہ کہہ کر تاجدارِ اودھ زیرِ لب مسکرایا اور گلبدن کی ٹھوڑی انگلی سے پکڑ کر اوپر اٹھائی تو اس کی آنکھوں میں آنسو چھلک آئے تھے یہ دیکھ کر بادشاہ سے ضبط نہیں ہوا کہنے لگا "بادشاہ غم اٹھانے کے لئے پیدا ہوتے ہیں، تم میرا غم نہ کیا کرو۔"

"ناممکن ہے ظلِ سبحانی۔"

چند لمحے سکوت رہا ــــ گلبدن تاجدارِ اودھ کی آنکھوں میں آنکھیں ڈالے دیکھتی رہی لمبی لمبی سانسیں لیتی رہی یہاں تک کہ اچانک شاہِ اودھ جھکے اور گلبدن کو سینے سے لگا لیا۔ گلبدن شوخی کے ساتھ گرفت سے نکل گئی۔ شاہِ اودھ نے حیران ہو کر گلبدن کو دیکھا تو وہ ایک خاص ادا سے دور کھڑی ہوئی مسکرا رہی تھی اور کہہ رہی تھی کہ "میں حضور کے ہاتھ نہیں آ سکتی۔"

یہ کہہ کر وہ بھاگ گئی۔ بادشاہ کو اس کی یہ ادا بھا گئی ــــ ذرا سی دیر میں کیا سے کیا ہو گیا ــــ شاہِ اودھ خود حیران و ششدر رہ گئے ــــ انہیں ایسا محسوس ہوا کہ جیسے موسم ہی ایک دم سے بدل گیا ہو۔ گلبدن کی لبھا جانے والی اداؤں نے زمانہ ہی بدل دیا تھا۔ اس وقت کسی نے شاہِ اودھ کے دل میں پکار کر کہا۔

"گلبدن بہت حسین ہے ــــ بہت شوخ ہے ــــ بہت چنچل ہے ــــ!"

رات گئے تک گلبدن ایک حسین خیال بن کر شاہِ اودھ کو بے چین کرتی رہی ــــ چند گھنٹوں میں تاجدارِ اودھ کی کایا پلٹ ہو گئی تھی ــــ!

گلبدن کے ذمہ شاہِ اودھ کو بیدار کرنے کی خدمت سپرد تھی۔ کل تک اگر اس کی منزل دور تھی تو آج وہ خود کو منزل سے بہت قریب پاتی تھی ــــ اسے یقین تھا کہ اب وہ عمر بادشاہ کو شیشے میں ضرور اتار سکے گی۔ آخر اس نے آج کی رات یہ طے کر لیا تھا کہ وہ بادشاہ کے دل میں اتر جائے گی ــــ یہ رات اس کی زندگی کی اہم رات تھی یہی وجہ تھی کہ وہ رات بھر نہیں سوئی بے چینی سے ان لمحوں کا انتظار کرتی رہی جب اسے بادشاہ کی خوابگاہ میں جانا تھا۔

وہ لمحے آ گئے ــــ گلبدن آہستہ آہستہ کمرے میں داخل ہوئی۔ بادشاہ کو گہری خواب پا کر چیکارہ لیکر بجانا شروع کیا۔ بادشاہ نے آنکھیں کھول دیں۔ اور پوچھا "کون ہے؟"

"کنیز ہے ظلِ سبحانی!"

"گلبدن؟"

"اعلیٰ حضرت!"

"ابھی تو کافی رات باقی ہے!"

"اعلیٰ حضرت! کنیز تمام رات جاگ کر کاٹتی رہی ہے...!"

"تم سوئی نہیں گلبدن؟"

شاہِ اودھ نے گھبرا کر گلبدن کو دیکھا ــــ وہ سر جھکا کر مسکرانے لگی ــــ شاہِ اودھ نے بڑھ کر گلبدن کی کلائی پکڑ لی تو یوں محسوس ہوا کہ جیسے آگ کی لکیر سارے بدن میں دوڑتی چلی گئی ہے ــــ اور پھر گلبدن شاہِ اودھ پر چھا گئی۔ واجد علی شاہ گلبدن کے عشق میں ایسے کھو گئے کہ وہ سب کچھ بھول گئے ــــ ساری ملکتیں شاہی میدان میں اپنے نقاہ کا انتظار کرتی رہیں۔ یہاں تک کہ سورج نکل آیا ــــ!

سارے محل میں مشہور ہو گیا کہ گلبدن نے شاہ کو اپنی مٹھی میں جکڑ لیا ــــ ساری کی ساری کنیزیں جل اٹھیں ــــ جلن یہ تھی کہ نظرِ انتخاب گلبدن پر کیوں پڑی ــــ اور یہ کیوں ٹھہری ــــ

اور گلبدن نے بادشاہ کو شیشے میں اتار لیا ــــ زلفوں میں باندھ لیا ــــ اس کی کامیابی معمولی فتح نہیں تھی۔ یہ خبر ریذیڈنسی تک پہنچی اطمینان کی سانس لی گئی۔ نواب علی نقی خاں مسرور تھے مصاحب خوش تھے اہلکار شاہی مطمئن تھے۔ چند دن تک کسی کو شاہِ اودھ کا علم نہیں ہو سکا کہ وہ ہے تو کہاں ہے۔ ان کی پوری دنیا گلبدن میں سمٹ کر رہ گئی تھی ــــ!

آخر نواب علی خاں کی طلبی ہوئی ــــ شاہِ اودھ نے کہا "نواب میں پوری سلطنت کا انتظام تمہیں سپرد کرتا ہوں مجھے تم پر کامل اعتماد ہے۔"

نواب صاحب کے آقا انگریزوں کا منشا پورا ہو چکا تھا۔ تو انہوں نے ادب سے گردن جھکاتے ہوئے کہا "اعلیٰ حضرت کا اقبال بلند ہے۔"

اور گلبدن نے شاہ کو عیش پرستی کی ایک ایسی ڈگر پر ڈال دیا کہ اب وہ وقت اور ہر لمحہ ایک گلبدن کیا نہ جانے کتنی گلبدنوں میں گھرے رہنے لگے سلطنت انہوں نے چھوڑ دی۔ دیتے دیتے تھک گئے ــــ لیکن وہ آگ تھی کہ حسن کی چھاؤں میں ایسے گرے کہ پھر اٹھ نہ سکے۔



عورتوں کے لئے

لڑکیوں کی بدلی ہوئی روش

آزادروی اور بے حیائی کی بڑھتی ہوئی وبا

(از زبیدہ سلطان صاحبہ دہلوی)

زبیدہ بہن نے ذیل کے مضمون میں موجودہ زمانہ کی لڑکیوں کی روش کے بارے میں کچھ ایسی باتیں کہی ہیں جن پر غور کرنا سب ہی کے لئے ضروری ہے۔ کیونکہ اس روش کے بعض پہلو آگے چل کر ملک اور قوم کے لئے تشویشناک ثابت ہو سکتے ہیں ——

زمانۂ حاضرہ کی لڑکیوں کی بدلی ہوئی روش اور بدلتے ہوئے طور طریقے ملک و قوم کو بہت بڑے آنے والے خطرہ کا پتہ دے رہے ہیں چنانچہ ایک بہن نے مجھے ایک طویل خط لکھا ہے جس میں اس خطرہ کی جانب توجہ دلاتے ہوئے وہ لکھتی ہیں۔

"یہی ملک تھا اور اسی ملک کی لڑکیاں تھیں لیکن ہم نے وہ باتیں کبھی نہیں دیکھیں جو آج دیکھنے میں آ رہی ہیں۔ شرم و حیا لڑکیوں میں سے گھٹتی چلی جا رہی ہے جس کا یہ نتیجہ ہے کہ اخبارات میں آئے دن لڑکیوں کی آزاد روی اور عشق و عاشقی کے واقعات شائع ہوتے رہتے ہیں۔ اس کا سبب خواہ کچھ ہی کیوں نہ ہو لیکن یہ سوچنا ہے کہ ہمارے ملک کا آخر کیا حشر ہونے والا ہے۔ کیا ہمارے ملک کی لڑکیاں بھی وہی سب کچھ کریں گی جو مغربی ممالک میں ہو رہا ہے۔ لڑکیوں میں بے راہ روی کی یہ وبا زیادہ تر ملک کے آزاد ہونے کے بعد پھیلی ہے۔ اگر آزادی اسی کا نام ہے کہ عورتیں اور لڑکیاں بے حیا ہو کر اپنے ملک کو بدنام کرنے لگیں تو ایسی آزادی کو دور ہی سے سلام ہے۔"

لڑکیوں کا ایک مخصوص طبقہ ضرور ان بہن کی باتوں پر ناک بھوں چڑھائے گا لیکن پھر بھی ان بہن نے جو کچھ کہا ہے وہ ہم سب کے لئے قابل غور ہے۔ واقعی نوجوان عورتوں اور لڑکیوں کے ایک خاص طبقہ کی جانب سے جیسی بے حیائی کا اظہار ہو رہا ہے وہ اس سے پہلے کبھی نہیں دیکھا گیا۔ عورتیں اور لڑکیاں سر بازار بن سنور کر حسن کا مظاہرہ کر رہی ہیں۔ ایسا لباس پہنتی ہیں کہ جسم کے پوشیدہ حصے بھی ابھر کر اور نمایاں ہو کر سامنے آ جاتے ہیں۔ اس کے علاوہ لڑکیوں اور عورتوں کا مردوں سے بھی میل جول بڑھتا چلا جا رہا ہے اور اس کے جو خطرناک نتائج نکل سکتے ہیں وہ رفتہ رفتہ ہمارے سامنے آتے چلے جا رہے ہیں۔

بے پردہ عورتوں اور لڑکیوں کا تو ذکر ہی کیا ہے پردہ دار خواتین اور لڑکیوں کی کیفیت بھی یہ ہے کہ ان کا برقعہ تک حسن کی نمائش کا اچھا خاصہ ذریعہ بن گیا ہے۔ برقعہ تو اوڑھے ہوئے ہیں لیکن رنگ برنگ کے برقعوں میں سے ان کا گورا گورا چہرہ دکھائی دے رہا ہے۔ اور اگر نقاب پڑی ہوئی ہے تو اتنی باریک کہ اس میں سے حسن چھن چھن کر دیکھنے والوں کو دعوتِ نظر دے رہا ہے۔ غرضکہ بے پردہ عورتیں اور پردہ والی عورتیں سب ہی برابر ہو گئی ہیں۔ اور آج تو پیٹ اور کمر کے بعض حصوں کو ننگا رکھنے کا بھی عام رواج ہو گیا ہے۔ کیسا برا زمانہ آ گیا ہے۔

اس خرابی کی جڑ کو اگر تلاش کیا جائے تو پتہ چلے گا کہ یہ ساری خرابی لڑکیوں کی غلط تعلیم اور تربیت کا نتیجہ ہے۔ پہلے زمانے میں قاعدہ

یہ تھا کہ لڑکیوں کو بڑی پابندی کے ساتھ گھروں میں مذہبی اور اخلاقی تعلیم دی جاتی تھی۔ اور سب سے زیادہ اس بات کی کوشش کی جاتی تھی کہ اُن کے اخلاق اور اطوار نہ بگڑنے پائیں۔ مذہبی تعلیم اور تربیت ہی کا یہ اثر تھا کہ عاقبت کے خوف کی وجہ سے لڑکیاں اور عورتیں ہمیشہ اپنے آپ کو بُری باتوں سے بچاتی رہتی تھیں۔ اُن کے دلوں میں دنیا کی رنگینیوں سے کہیں زیادہ عاقبت کا خوف رہتا تھا لیکن اب نہ مذہبی تعلیم ہے اور نہ گھریلو تربیت بس کالج اور اسکولوں کی بے معنی تعلیم ہے جس نے لڑکیوں اور عورتوں کو آزاد بنا دیا ہے اور اُن کا صحیح نظریہ بن گیا ہے "آج تو چین سے گزر رہی ہے عاقبت کی خبر خدا جانے"۔

مذہب سے بغاوت اور عاقبت کی جانب سے بے خوفی سب سے زیادہ یورپ و امریکہ میں ہے جس کا نتیجہ یہ ہے کہ وہاں کوئی گناہ گناہ نہیں رہا۔ میں نے پچھلے دنوں مغرب میں ناجائز بچوں کی پیدائش کی تفصیل ایک اخبار میں پڑھی تھی جس سے معلوم ہوا کہ مغربی ممالک میں ہر سال ہزار دو ہزار نہیں بلکہ لاکھوں ناجائز بچے پیدا ہو رہے ہیں۔ اِن کا اوسط پیدائش سال بسال بڑھتا ہی چلا جا رہا ہے اور نوبت یہاں تک پہنچ گئی ہے کہ اِن ناجائز بچوں کے لئے مغرب کے تمام شہروں میں حکومتوں کی جانب سے باقاعدہ پرورش خانے بنا دیئے گئے ہیں صرف اسی ایک بات سے اندازہ لگا لیجئے کہ جو قومیں مذہب سے ہٹ جاتی ہیں وہ کس طرح گمراہ ہو جاتی ہیں۔

اور اب ہماری بدقسمتی سے ہمارے ملک میں بھی مغربی تقلید کی لعنت بڑھ رہی ہے۔ ہمارے گھر جب تک مغرب کی تقلید سے متاثر نہیں ہوئے تھے۔ ہماری گھریلو زندگی بڑے سکون کے ساتھ گزر رہی تھی۔ مگر اب یہ بات نہیں ہے۔ بلکہ بعض گھرانوں میں تو حالت یہ ہو گئی ہے کہ اگر کسی شوہر کی آمدنی محدود ہے اور وہ اپنی بیوی کے شوق کو پورا نہیں کر سکتا تو گھر میں آئے دن کے جھگڑے کھڑے ہو جاتے ہیں۔ اور اکثر اوقات تو میاں بیوی میں علحدگی تک کی نوبت آ جاتی ہے۔ سچ تو یہ ہے کہ زمانہ بدل گیا ہے۔ اور حالات دن بدن تبدیل ہوتے چلے جا رہے ہیں۔

سب سے بڑی خرابی یہ ہے کہ اس زمانہ میں عیب کو بھی ہنر سمجھا جانے لگا ہے۔ ایسی حالت میں اصلاح اور بھی دشوار ہو گئی ہے لیکن پھر بھی معاملہ ابھی تک قابو سے باہر نہیں ہے۔ اگر ملک کے اصلاح پسند طبقے اور مذہبی رہنما قوم اور لڑکیوں کو موجودہ گمراہی سے روکنے کی کوشش کریں تو اتنا فائدہ ضرور ہوگا کہ بے حیائی اور آزادی کی وبا میں کمی پیدا ہو جائے گی۔

ہونا تو یہ چاہئے تھا کہ اسکولوں اور کالجوں میں لڑکوں اور لڑکیوں دونوں ہی کے لئے مذہبی اور اخلاقی تعلیم کا بندوبست کیا جاتا۔ مگر ایسا ہو نہیں سکتا۔ اس لئے لڑکیوں کے سرپرستوں کا فرض ہے کہ وہ گھروں میں انہیں اخلاقی اور مذہبی تعلیم ضرور دیں لڑکیوں کے سرپرستوں اور مذہبی رہنماؤں کو یہ سمجھ لینا چاہئے کہ اگر انھوں نے لڑکیوں کی بے راہ روی پر روک نہ لگائی تو ہمارے ملک کی معاشرتی زندگی بھی یورپ و امریکہ کی طرح تباہ ہو جائے گی۔

ملک کے رہنماؤں کو یہ بات نہیں بھولنی چاہئے کہ ہمارے ملک کی تمام ترقیاں یہاں تک کہ آزادی بھی بے معنی بن کر رہ جاتی ہے اگر ہم ملک کی اُن لڑکیوں کے کردار کو بلند نہ کر سکے جن کی کوکھ سے آئندہ قوم پیدا ہونے والی ہے۔ ان ہی کی گود میں یہ قوم پلے گی۔ اگر ان کا اخلاق اور کردار بلند نہ ہوگا تو اُن کی گود میں پلنے والی قوم کا اخلاق اور کردار کیونکر بلند ہو سکتا ہے۔

کیسی عجیب بات ہے کہ ہمارے ملک کے رہنماؤں تو ترقی کے بڑے بڑے پروگرام اور پلان بنا رہے ہیں لیکن وہ اُس ضرورت کی جانب سے آنکھیں بند کئے ہوئے ہیں جس پر ہمارے ملک کی فلاح اور بہبود کا دارومدار ہے۔

اعلان برائے اونرشپ ماہنامہ دین دنیا دہلی

فارم ۴ رول ۸

۱۔ پرنٹر، پبلشر، ایڈیٹر اور مالک کا نام ..... شوکت علی فہمی

۲۔ قومیت .... ہندستانی

۳۔ پتہ .... ۹ چھتہ شیخ منگلو جامع مسجد دہلی

۴۔ مقام اشاعت ... ۹ چھتہ شیخ منگلو جامع مسجد دہلی

۵۔ تاریخ اشاعت ..... مہینہ میں ایک بار (ماہوار)

میں شوکت علی فہمی اعلان کرتا ہوں کہ مندرجہ بالا تفصیل میرے علم و یقین کے مطابق بالکل درست ہیں۔ دستخط

شوکت علی فہمی

پرنٹر، پبلشر و ایڈیٹر

افسانہ



دس سال بعد

ایک دلگداز معاشرتی کہانی

(از ۔ انور نزہت)

فون کی گھنٹی بجی تو ڈاکٹر داور نے ریسیور اٹھا کر کہا۔

"ہیلو ڈاکٹر داور اسپیکنگ!"

"ڈاکٹر ——" دوسری طرف سے لیڈی ڈاکٹر شیلا کی آواز سنائی دی "کیا آپ فوراً وی من وارڈ میں آسکتے ہیں؟"

"کیا ہوا ——؟" ڈاکٹر داور نے سوال کیا۔

"ایک ایمرجنسی کیس ہے ڈاکٹر! انٹرنل ہیمرج کا —— پلیز —— مریضہ کی حالت بہت نازک ہے۔

صورتِ حال بے حد پیچیدہ ہو گئی ہے!"

"او کے ۔ میں آرہا ہوں!" یہ کہہ کر ڈاکٹر داور نے فون رکھ دیا اور وی من وارڈ کی طرف چل دیا۔

ڈاکٹر داور ہسپتال کا سب سے زیادہ تجربہ کار سرجن تھا۔ دو سال پہلے وہ امریکہ اور انگلینڈ سے ڈگریوں سے اپنی جھولی بھر کر آیا تھا۔ وہ چاہتا تو پرائیویٹ پریکٹس کر کے دولت کما سکتا تھا لیکن اسے غریبوں کی خدمت کرنے میں لطف آتا تھا اس لئے اس نے ہسپتال میں ملازمت کر لی تھی ہسپتال میں جب بھی کوئی خطرناک کیس آتا تھا یا کوئی بہت اہم آپریشن ہوتا تھا فوراً ڈاکٹر داور کو بلایا جاتا تھا۔ یہ پبلک ہسپتال تھا اس لئے یہاں دن رات خطرناک کیس آتے ہی رہتے تھے اور ڈاکٹر داور کو کبھی کبھی ایک دن میں بیس بیس آپریشن کرنے پڑتے تھے۔ اس روز بھی وہ ایک آپریشن کر کے فارغ ہی ہوا تھا کہ وی من وارڈ سے فون آگیا۔

ڈاکٹر داور وی من وارڈ کے ایمرجنسی آپریشن روم میں داخل ہوا تو اس نے دیکھا ٹیبل پر ایک بوڑھی عورت بے ہوش پڑی ہے۔ دو نرسیں [illegible] ایک طرف کھڑی تھیں —— اور ڈاکٹر شیلا بیتابی سے کمرے میں چہل قدمی کر رہی تھی ——

مریضہ کا چہرہ سفید تھا سانس بہت ہلکی چل رہی تھی مریضہ کی شکل شباہت، خدوخال اور لباس سے معلوم ہوتا تھا کہ وہ مسلمان ہے اور کسی اچھے گھرانے سے تعلق رکھتی ہے۔

ڈاکٹر داور نے آگے بڑھ کر مریضہ کی نبض پر انگلی رکھتے ہوئے کہا "کیا بات ہے ——؟"

"آنت کے کسی زخم سے خون رس رہا ہے۔ فوری طور پر آپریشن کی ضرورت ہے لیکن خون کافی نکل چکا ہے۔ اس لئے آپریشن سے پہلے اور آپریشن کے وقت خون دیا جانا بہت ضروری ہے"

ڈاکٹر داور کچھ دیر مریضہ کا معائنہ کرتا رہا پھر بولا "تشخیص بالکل ٹھیک ہے۔ فوراً خون دیا جائے۔ میں حیران ہوں کہ آپ نے اب تک خون دینا کیوں شروع نہیں کیا؟ ڈاکٹر شیلا! اگر فوراً خون نہ ملا تو مریضہ دو گھنٹے کے اندر اندر مر جائے گی"

"یہی تو مشکل آن پڑی ہے ڈاکٹر!"

ڈاکٹر شیلا نے مرے ہوئے لہجہ میں کہا "مریضہ کے خون کی جانچ کی گئی تھی۔ اتفاق سے ان کا خون آر۔ ایچ۔ نیگیٹو۔ بی ہے"

"نیگیٹو بی!" ڈاکٹر داور نے چونک کر کہا۔

"اور ہسپتال میں یہ خون موجود نہیں!"

"اتفاق سے اسی خون کے دو مریض پچھلے ہفتے آگئے تھے اور بلڈ بینک میں اس گروپ کا جتنا خون تھا سب ختم ہو گیا تھا"

"تو مریضہ کے رشتہ داروں سے کہو فوراً کہیں سے یہ خون لائیں لیکن ٹھہرو —— تم ٹھیک کہتی ہو اتنا وقت نہیں کہ ہم انتظار کر سکیں

"کیا تمہارے کچھ رشتہ دار موجود ہیں؟"

"نہیں۔ صرف نواب لدار خاں مرحوم کی تصویر ہے بابا۔"

داور کو ایسا محسوس ہوا جیسے کسی نے اس کا دل [illegible] پہنچ گیا۔ اس کے ذہن میں ایک طوفان اٹھ کھڑا ہوا۔ اسے اپنا [illegible] محسوس ہونے لگا۔ اسے ڈر ہوا کہیں وہ گر نہ پڑے۔ اس نے قریب پڑی ہوئی کرسی کا سہارا لے لیا۔

پھر جب ذرا طوفان کم ہوا تو دس سال پہلے کے واقعات فلم کی طرح اس کے تصور میں گزرنے لگے ـــــ دس سال پہلے جب اس نے کالج سے بی ایس سی کیا تھا تو نوشابہ نے بھی بی ایس سی کیا تھا۔ دونوں ایک دوسرے سے انتہا محبت کرتے تھے لیکن اس کا باپ ایک وکیل کے یہاں معمولی سا منشی تھا اور نوشابہ نواب لدار خاں کی لڑکی تھی۔ امتحان میں دونوں اول نمبر سے پاس ہوئے تھے۔ اخبار میں نتیجہ دیکھنے کے بعد دونوں آخری بار کالج میں ملے تھے تو داور نے کہا تھا۔

"کیا تم آئندہ تعلیم جاری رکھو گی نوشابہ؟"

"نہیں" نوشابہ نے جواب دیا تھا۔ "اتنا بھی ضد کر کے پڑھ لیا تو بہت ہے ورنہ میرے خاندان میں لڑکیوں کو انگریزی تعلیم دلانا معیوب سمجھا جاتا ہے۔"

"اس کا مطلب ہے اب تم سے ملاقات بھی نہ ہو سکے گی؟"

"بظاہر تو ایسا ہی لگتا ہے" نوشابہ [illegible] "کیا تم کوئی ایسی صورت نہیں نکال سکتیں کہ کبھی کبھی چوری سے مل لیا کرو؟"

"مجھے چوری پسند نہیں داور۔ اگر تم واقعی مجھ سے محبت کرتے ہو تو اپنے ماں باپ کے ذریعہ باقاعدہ میرے گھر پر پیغام بھجوا دو۔"

"کیا تمہارے گھر والے مجھے قبول کر لیں گے؟ میں ایک غریب خاندان سے تعلق رکھتا ہوں اور تمہارے باپ شہر کے بہت بڑے رئیس ہیں۔"

"مجھے امید ہے وہ انکار نہ کریں گے۔ جب انہوں نے مجھے انگریزی تعلیم دلا کر ایک روایت توڑی ہے تو مجھے یقین ہے وہ دولت مند اور اعلیٰ خاندان میں شادی کرنے کی روایت بھی توڑ دیں گے۔" نوشابہ کے کہنے سے اس کے دل کو کچھ ڈھارس بندھی۔ اسی رات اس نے اپنی امی سے ذکر کیا۔ اس کی امی نے فکر مند لہجہ میں کہا۔

"مجھے یقین نہیں کہ بیگم صاحبہ یہ رشتہ پسند کریں گی لیکن میں تمہارے کہنے سے بوا شبراتن کو بھیجوں گی۔"

بوا شبراتن بھیجی گئیں۔ داور بے تابی سے اپنی قسمت کا فیصلہ سننے کا انتظار کرتا رہا۔ آخر ایک گھنٹہ بعد بوا شبراتن منہ لٹکائے آئیں اور برقعہ ایک طرف پھینک کر بولیں۔

"لو بوا آج تو تم نے میرا جونڈا ہی منڈوا دیا تھا! بیگم صاحبہ پیغام کا ذکر سنتے ہی مجھ پر پھٹ پڑیں اور بولیں "اے بوا شبراتن تمہیں یہ بات زبان سے نکالتے ہوئے شرم نہیں آتی؟ نواب [illegible] خاں کی بیٹی ایک معمولی سے وکیل کے منشی کے گھر میں بہو بن کر جائے گی توبہ توبہ! وہ دن آنے سے پہلے میں بیٹی کو زہر دے دوں گی!"

یہ جواب سن کر داور پر جیسے بجلی گر پڑی تھی۔ خوابوں کا شیش محل چکنا چور ہو گیا تھا۔ اس روز وہ ساری رات روتا رہا تھا۔ سیفٹی داڑھی بڑھائے پاگلوں کی طرح پھرتا رہا تھا لیکن بلند حوصلہ نوجوان تھا۔ اور ہمیشہ زندگی کے مثبت پہلو پر نظر رکھتا تھا۔ اس نے طے کر لیا کہ وہ اس صدمہ کو زندگی کی جد و جہد میں ڈھال دے گا۔

اس نے ایم بی بی ایس میں داخلہ لے لیا۔ ایم بی بی ایس میں [illegible] اس نے ٹاپ کیا پھر اسے اسکالرشپ مل گیا اور وہ امریکہ چلا گیا

دو سال امریکہ میں گزارنے کے بعد اور دو سال انگلینڈ میں رہ کر اس نے ایف۔آر۔سی۔ایس کیا۔

اور اب وہ شہر کے سب سے بڑے ہسپتال کا سب سے بڑا سرجن تھا۔ اس کے سامنے میز پر نوشابہ کی ماں موت اور زندگی کی جد وجہد میں مصروف تھی۔

وہی بیگم صاحبہ جو نوشابہ کی شادی اس سے کرنے کی بجائے اپنی بیٹی کو زہر دینا بہتر سمجھتی تھیں۔ کیونکہ وہ ایک غریب منشی کا لڑکا تھا۔

ایک لمحہ کے لئے اس کے دل میں انتقام کی آگ بھڑکی اس نے سوچا۔ "بڑھیا میری کیا لگتی ہے۔ مرتی ہے تو مرنے دو۔"

لیکن دوسرے ہی لمحہ اس کے اندر کا انسان جاگ اٹھا۔ اس نے کہا: "نہیں داور! یہ غلط ہے۔ نوشابہ کی خاطر۔ انسانیت کی خاطر تمہیں بیگم صاحبہ کو بچانا ہوگا ہر قیمت پر!"

مگر اس وقت صحیح گروپ کا خون نہ ملتا تو بڑے سے بڑا ڈاکٹر بھی بیگم صاحبہ کو نہیں بچا سکتا تھا۔

لیکن محض اتفاق سے خود ڈاکٹر داور کا خون آر۔ایچ۔ نیگیٹو بی گروپ کا تھا، وہ اپنا خون دے کر بیگم صاحبہ کو بچا سکتا تھا۔

اس نے فیصلہ کر لیا کہ وہ اپنا خون دے کر یہاں تک کہ ضرورت پڑے تو اپنی جان دے کر بھی بیگم صاحبہ کو بچائے گا۔

وہ جانتا تھا کہ مریضہ کو کم سے کم چار بوتل خون کی ضرورت پڑے گی۔ جبکہ کسی انسان کے جسم سے ایک بار صرف ایک یا دو ہی بوتل خون لیا جا سکتا ہے۔

اس نے ڈاکٹر شیلا سے کہا: "ڈاکٹر! میرا بلڈ گروپ بھی یہی ہے۔ مریضہ کی زندگی خطرے میں ہے اس لئے تم فوراً میرا خون لے کر ان کے جسم میں چڑھا دو۔"

"آپ اپنا خون دے رہے ہیں؟" ڈاکٹر شیلا نے حیرت سے کہا۔ "کیا آپ مریضہ کو جانتے ہیں ڈاکٹر؟"

"ہاں ڈاکٹر! مریضہ کے مجھ پر بہت احسانات ہیں۔ اس لئے میں انھیں بچانے کے لئے اپنی جان بھی دے سکتا ہوں!"

ڈاکٹر شیلا نے فوراً ہی دوسری میز پر ڈاکٹر داور کو لٹا کر ربڑ کی نلکی اور کھوکھلی سوئیوں کے ذریعہ ڈائرکٹ تعلق کر دیا اور داور کا خون بے ہوش بیگم صاحبہ کے جسم میں براہ راست داخل ہونے لگا۔ جب دو بوتل خون مریضہ کے جسم میں پہنچ گیا تو ڈاکٹر شیلا نے سوئی ڈاکٹر داور کے بازو سے نکالنی چاہی — داور نے کہا۔

"اس کے بعد تم پانچ سو سی سی خون بوتل میں لے لو۔ کیونکہ ہمیں آپریشن کے وقت بھی ضرورت پڑے گی۔"

"او نو ڈاکٹر!" ڈاکٹر شیلا نے کہا۔ "آپ جانتے ہیں ایک ہزار سی سی سے زیادہ خون لینا خطرناک ہوتا ہے۔"

"مجھے معلوم ہے لیکن مریضہ کا فوری آپریشن ضروری ہے اور آپریشن کے وقت خون دیا جانا بھی ضروری ہے۔"

ڈاکٹر شیلا نے اس کے چہرے پر نظریں جما کر سوال کیا: "کیا آپ اپنی زندگی سے کھیلنا چاہتے ہیں ڈاکٹر؟"

"مجھے اپنی زندگی کی پروا نہیں ڈاکٹر! بیگم صاحبہ کو ہر قیمت پر بچانا ہوگا۔ فکر نہ کرو میں کافی صحت مند ہوں میں مروں گا نہیں تم ایک ہزار سی سی خون اور لے سکتی ہو۔"

تھوڑی سی ضد کے بعد مجبوراً ڈاکٹر شیلا آمادہ ہو گئی۔ کیونکہ ایک تو ڈاکٹر داور اس کا افسر تھا دوسرے ڈاکٹر داور نے دھمکی دی تھی اگر وہ خون نہ لے گی تو وہ خود اپنا خون ایک بوتل میں نکال لے گا۔

ایک گھنٹہ بعد آپریشن شروع ہوا۔ خون زیادہ نکل گیا تھا اس لئے داور کو چکر آ رہے تھے۔ لیکن وہ آپریشن کرتے رہے۔

ایک گھنٹہ بعد جب آپریشن ختم کر کے ڈاکٹر مریضہ کے پیٹ میں ٹانکے لگا رہا تھا تو اس کا سر بہت زور سے چکرایا۔ وہ گرنے لگا تھا کہ اس کے اسسٹنٹ ڈاکٹر گھوش نے اسے سنبھال لیا۔ اس کے بعد اسے ہوش نہ رہا نہ جانے کتنی دیر بعد اسے ہوش آیا تو اس نے دیکھا، وہ ہسپتال کے بستر پر ہے اور میڈیکل سپرنٹنڈنٹ ڈاکٹر باری اس پر جھکے ہوئے ہیں۔ ڈاکٹر باری کو دیکھ کر وہ اٹھنا چاہتا تھا کہ سپرنٹنڈنٹ نے اسے روکتے ہوئے کہا۔

"نہیں ابھی تم کو ہمت! مجھے ڈاکٹر شیلا نے سب کچھ معلوم ہو چکا ہے تمہیں اس طرح اپنی جان دینے کا کوئی حق نہیں ڈاکٹر!

کیونکہ تمہاری جان سے ہزاروں بیماروں کی زندگیاں وابستہ ہیں۔"

"وہ ضروری تھا سر!" اُس نے آہستہ سے کہا۔"مریضہ کو بچانا ضروری تھا۔"

"اپنی جان دے کر؟"

"لیکن میں زندہ ہوں!"

"خیر جو بھی ہو ـــــ جو کچھ تم نے کیا ہے اُس کی سزا یہ ہے کہ دو دن تک تم اِس بستر سے نہ اُٹھو گے سمجھے؟ - میں نے ڈاکٹر گھوش اور نرسوں کو ہدایات دے دی ہیں۔"

ڈاکٹر داور کے ہونٹوں پر صرف ایک مسکراہٹ دوڑ گئی - اِس سزا میں بھی کتنا خلوص تھا تیسرے دن اُس کی سزا ختم ہو گئی اور وہ اپنے مریضوں کو دیکھنے وارڈ میں گیا - زنانہ وارڈ میں جب وہ بیگم دلدار خاں کے بستر پر گیا تو بیگم صاحبہ نے اُس کا ہاتھ تھام لیا اور بولیں ـــــ

"ڈاکٹر! مجھے بتایا گیا ہے کہ تم نے اپنی زندگی خطرے میں ڈال کر اپنا خون دیکر میری زندگی بچائی ہے - میں تمہارا یہ احسان کبھی نہ بُھلا سکوں گی ـــــ!"

"یہ احسان نہیں بیگم صاحبہ!" اُس نے جواب دیا۔"انسانیت کے ناطے یہ میرا فرض تھا۔"

"اِس دُنیا میں کتنے لوگ ہیں جو تم جیسے نیک طبیعت ہیں۔ تمہاری رگوں میں ضرور کسی شریف خاندان کا خون دَوڑ رہا ہے ڈاکٹر بیٹے - اِس لئے میرے جسم نے وہ قبول کیا ہے!"

"نہیں بیگم صاحبہ!" ڈاکٹر داور نے جواب دیا۔"میری رگوں میں کوئی شریف خون نہیں۔ میری رگوں میں تو ایک معمولی سے دکیل کے منشی کا خون ہے!"

یہ کہہ کر وہ جلدی سے آگے بڑھ گیا ـــ بیگم صاحبہ پھٹی پھٹی آنکھوں سے اُسے دیکھتی رہ گئیں - کچھ دیر بعد اُن کی آنکھوں سے آنسو بہنے لگے۔

دس سال بعد آج اُنہیں احساس ہوا کہ نوشابہ نے شادی کرنے سے سختی سے کیوں انکار کر دیا تھا؟ اور اُس نے آج تک شادی کیوں نہیں کی ہے، اب تمام واقعات ایک ایک کر کے تصویر کی طرح اُن کے سامنے آ گئے تھے۔

دہلی کے نامور اطبا کے مجربات کے ذریعہ

مایوس نوجوان بھی

زندگی اور جوانی کا پورا لطف حاصل کر سکتے ہیں

یہ ایک ناقابلِ انکار حقیقت ہے کہ دہلی کے نامور اطبا کے سیکڑوں سال کے مجربات کے ذریعہ ایسے نوجوان بھی جو مایوس ہو چکے تھے۔ جوانی اور ازدواجی زندگی کا پورا پورا لطف آج حاصل کر رہے ہیں۔

اور یہ بھی ایک امر واقعہ ہے کہ "یونانی طبی مرکز" کی تجویز کردہ یونانی دوائیں جن لوگوں نے بھی استعمال کی ہیں انھیں نئی زندگی اور جوانی حاصل ہو گئی ہے۔ نوجوانوں کا تو ذکر ہی کیا ہے۔ درمیانی عمر کے لوگوں میں بھی ان مجربات کے ذریعہ نوجوانوں جیسی چستی اور مستعدی پیدا ہو گئی ہے۔

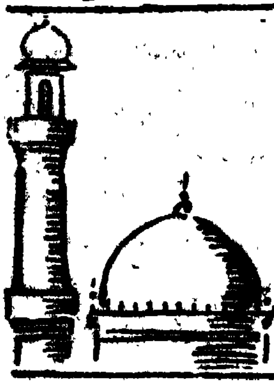
"یونانی طبی مرکز" دہلی کا وہ مشہور طبی ادارہ ہے جہاں ہر مریض کی کیفیت اور حالات معلوم ہونے کے بعد ماہرینِ طب کے ذریعہ نسخہ تجویز کیا جاتا ہے۔ اور پرانے مجربات میں سے نہایت ہی مؤثر نسخے تجویز کئے جاتے ہیں جن سے بے شمار لوگ وہی فائدہ اُٹھا رہے ہیں جو خود دہلی آکر اطبا سے مشورہ کر کے اُٹھا سکتے ہیں۔

آپ بھی اگر کسی جسمانی کمزوری میں مبتلا ہیں یا کسی مرض کی وجہ سے مایوس ہو گئے ہیں تو "یونانی طبی مرکز" کو اپنی بیماری کے سلسلہ میں مفصل خط لکھ کر مفت مشورہ حاصل کیجئے۔ خط و کتابت راز میں رکھی جاتی ہے تمام دوائیں مریض کے جملہ حالات پر غور کرنے کے بعد تجویز کی جاتی ہیں جن سے انشاء اللہ یقینی طور پر فائدہ ہوتا ہے۔ آج ہی نہایت مفصل خط کے ذریعہ اپنی بیماری اور کمزوری کی تفصیلات لکھ کر "یونانی طبی مرکز" کو مطلع کیجئے۔ آپ کے لئے مناسب نسخہ تجویز کر دیا جائیگا۔

انگریزی اور ہندی میں بھی آپ خط و کتابت کر سکتے ہیں۔

مہتمم مطب "یونانی طبی مرکز" ۹۰ چھتہ شیخ منگلو۔ جامع مسجد دہلی

دنیائے اسلام پر ایک نظر



ترکستانی مسلمان روس کے غلام کب تک

صدر سادات سے مصری عوام برہم سکایل میں اللہ اکبر کے نعروں کی گونج

(ہمارے سیاسی مبصر کے قلم سے)

ترکستانی مسلمان روس کے غلام کب تک

سوئٹ روس نے فوجی طاقت کے بل پر افغانستان پر جو قبضہ کر رکھا ہے اُس نے جہاں ساری دُنیا کی رائے عامہ کو روس کے خلاف بیدار کر دیا ہے وہاں ایک نیا دردِ سر بھی روس کے لئے پیدا ہو گیا ہے اور وہ یہ ہے کہ عرب ممالک میں خصوصًا اور دیگر اسلامی ممالک میں عمومًا یہ تحریک زور پکڑ رہی ہے کہ روس نے ترکستان اور چند دوسرے علاقے کے کروڑوں مسلمانوں کو دوسری جنگِ عظیم کے بعد سے غلام بنا رکھا ہے۔ آخر یہ غلامی کب تک برداشت کی جائے گی چنانچہ روس کے مقبوضہ مسلم علاقوں کو روس کے حلق سے نکالنے کے لئے اَب تحریک اُبھر رہی ہے۔ اور دُنیا کے سب ہی مسلم ممالک ترکستانی علاقہ کے مسلمانوں کو روس کی غلامی سے آزاد کرانے کے لئے سنجیدگی کے ساتھ سوچ رہے ہیں۔

مسلم آبادی کی غالب اکثریت کے باوجود روس نے ترکستان کے جن مسلم علاقوں پر قبضہ کر رکھا ہے وہ یہ ہیں:۔ ازبکستان جہاں ۸۸ فی صد مسلم آبادی ہے۔ آذربائیجان میں ۸۷ فی صد مسلمان آباد ہیں۔ تاجکستان میں مسلم آبادی ۸۹ فی صد ہے۔ ترکمانیہ میں بھی ۹۰ فی صد مسلم آبادی ہے۔ اور یہی حال قازقستان کا ہے۔ اس کے علاوہ اور بھی بہت سے ایسے مسلم علاقے ہیں جن کو روس نے غلام بنا رکھا ہے۔

روس کا کہنا ہے کہ اُس نے محض بابرک کارمل کی خواہش اور زور دینے پر اس لئے افغانستان میں فوجیں اُتاری ہیں چونکہ افغانستان کو انہیں کا اندیشہ تھا کہ امپیریلسٹ افغانی باغیوں کو اُبھار کر افغانستان پر قبضہ کی فکر میں ہیں یعنی روس نے صرف افغانستان کی جمہوریت اور آزادی کو برقرار رکھنے کے لئے روس میں فوجیں اُتاری ہیں۔

لیکن سوال یہ پیدا ہوتا ہے کہ اگر واقعی روس اتنا ہی جمہوریت پسند ہے تو اُس نے روسی ترکستان کے مسلم علاقوں پر زمانۂ دراز سے کیوں قبضہ جما رکھا ہے۔ اور جبکہ ان علاقوں میں مسلمانوں کی غالب اکثریت ہے تو روسی بے دینوں نے انھیں کیوں غلام بنا رکھا ہے۔ روس کو معلوم ہونا چاہیئے کہ افغانستان پر اُس کے غاصبانہ قبضہ نے اُس کی پول کھول کر رکھ دی ہے اور اُسے شائد جلد ہی روسی ترکستان کے علاقوں میں بھی افغانستان جیسی بے چینی کا مقابلہ کرنا ہوگا۔

صدر سادات سے مصری عوام برہم

صدر انور سادات نے دو سال سے اسرائیل اور امریکہ سے پینگیں بڑھانے کا جو سلسلہ شروع کر رکھا ہے اُسے شروع ہی سے مصری عوام میں اچھی نظر سے نہیں دیکھا جا رہا۔ چنانچہ تھوڑے تھوڑے وقفہ کے بعد مصر میں انور سادات کے خلاف بغاوتیں اُبھرتی رہی ہیں جنھیں طاقت سے دبایا جاتا رہا ہے۔

مصری عوام کی اِس برہمی اور ناگواری میں اُس وقت اور بھی اضافہ ہو گیا جبکہ قاہرہ کے اسرائیلی سفارت خانہ پر اسرائیل کا جھنڈا لہرایا گیا چنانچہ اسرائیلی جھنڈے کے مصر پر لہرانے پر مصر میں جابجا مظاہرے ہوئے اور اِس سے مصری عوام کے جذبات اور بھی بھڑک گئے ہیں۔

اصل بات یہ ہے کہ مصری عوام اس بات کو برداشت ہی نہیں کر سکتے کہ جو اسرائیل عربوں کی آزادی اور سلامتی کا سب

کا دشمن ہے۔ انہیں نے آج بھی عربوں کے بیشتر علاقے پر غاصبانہ قبضہ کر رکھا ہے اس سے مصر کے حکمران نہ صرف [illegible] رابطہ قائم [illegible] بلکہ اسرائیل کا جھنڈا بھی مصر میں لہرانے کے لئے آمادہ ہو گئے ہیں

مصری عوام کے لئے یہ بات [illegible] ناقابل برداشت ہے جس اسرائیل نے فلسطینیوں کے وطن پر قبضہ کر کے انہیں تیس برس سے جلاوطنی کی زندگی گزارنے پر مجبور کر رکھا ہے اور جو ان کے قتل عام پر آمادہ ہے اس سے مصر کے حکمران رابطہ بڑھا رہے ہیں اس کے علاوہ مصری عوام اس بات کو بھی بری طرح محسوس کر رہے ہیں کہ سبھی عرب ممالک سے ان کے رابطے مصری حکمرانوں نے ختم کر کے رکھ دئے ہیں اور وہ عرب دنیا میں اچھوت بن کر رہ گئے ہیں۔

اس کے علاوہ مصری عوام مصری حکمرانوں کی بدولت عرب ممالک کی مالی امداد سے محروم ہونے کے بعد شدید مالی بحران میں بھی مبتلا ہیں۔ یہ ہیں وہ اسباب جن کی بنا پر مصری عوام میں سادات کی حکومت کے خلاف بغاوت کے جذبات تیزی سے ابھر رہے ہیں اور بقول کویت کے اخبار "المشاورت" سادات کی حکومت اس کے لئے مجبور ہو گئی ہے کہ مصر کی فوج۔ پریس اور ذرائع رسائل رسل میں شدت پیدا کرے لیکن یہ شدت شائد سادات کی حکومت کے لئے اور بھی زیادہ مضر اور نیا تکلیف ثابت ہوگی۔

کابل میں اللہ اکبر کے نعروں کی گونج

اس وقت کابل پر ڈیڑھ لاکھ روسی فوجیوں نے قبضہ جما رکھا ہے۔ آسمان پر بم بار ہوائی جہاز اور تیلی کوپٹر چھائے ہوئے ہیں اور زمین پر ٹینک اور آرمرڈ کاریں افغانی عوام کو خوفزدہ کرنے کے لئے گھوم رہی ہیں لیکن اس کے باوجود بھی مجاہدین افغانستان بے خوف ہو کر اللہ اکبر کے نعرے بلند کر رہے ہیں چنانچہ ہندستان کے روس نواز اخبار بلٹز کے نامہ نگار راے راگھون نے بھی اس بات کا اعتراف کیا ہے کہ مجاہدین افغانستان موت کی آنکھوں میں آنکھیں ڈال کر اللہ اکبر کے نعرے لگا رہے ہیں۔

یہ بات تو سب ہی کو معلوم ہے کہ روس [illegible] ہے لیکن [illegible] اسلام کے [illegible] کے [illegible] ہے کہ افغانستان میں مجاہدین کے ہاتھوں پانچ سو روسی ہر ہفتے ہلاک کئے جا رہے ہیں۔ اب تک ہزار [illegible] کی لاشیں روس پہنچ چکی ہیں۔ جو تابوتوں میں بند کر کے ان کے ورثاء کے حوالے کی جا چکی ہیں۔ روسی جو اطلاعات جان کے عادی نہیں ہیں۔ جب انھیں اپنے عزیزوں کی کٹی پھٹی لاشیں ملتی ہیں تو انہیں شدید صدمہ ہوتا ہے۔ معلوم ہوا ہے افغانستان کے مجاہدین کے مقابلہ میں اب تک چھ سات ہزار روسی ہلاک ہو چکے ہیں

افغانی مجاہدین جو بھی اسلحہ استعمال کر رہے ہیں وہ زیادہ تر وہی ہتھیار ہیں جو انھوں نے روسی فوجیوں کو ہلاک کر کے حاصل کئے ہیں۔ یا چھاپہ مار کر لوٹ لئے ہیں۔ نہ ان کے پاس ہتھیار ہیں اور نہ دوسرا سامانِ حرب لیکن پھر بھی وہ مردانہ وار مقابلہ کر رہے ہیں۔ اور اس جنگ نے چونکہ دینی جنگ کی صورت اختیار کر لی ہے اس لئے روسیوں میں کافی گھبراہٹ ہے اور انھیں اندیشہ پیدا ہو گیا ہے کہ وہ شائد طاقت کے ذریعہ افغانیوں کو نہ دبا سکیں گے۔

اب افغانیوں کے بھڑکے ہوئے مذہبی جذبات کو ٹھنڈا کرنے کے لئے کابل کی دیواروں پر سے تمام کیمونسٹ نعرے مٹائے جا رہے ہیں کمیونسٹ حکمرانوں کی تصویریں بھی مٹا دی گئی ہیں۔ اور تمام سرکاری تقریبات کا آغاز بھی تلاوتِ قرآنِ مجید سے شروع ہو گیا ہے لیکن روسیوں کو معلوم ہونا چاہیئے کہ افغانستان اور دنیا کے نوے کروڑ مسلمان صرف اسی صورت میں مطمئن ہو سکتے جبکہ روس کا ایک ایک سپاہی افغانستان سے نکل جائے۔

یرغمالوں کا معاملہ ایران کیلئے مصیبت

امریکی سفارت خانہ کے عملہ کو یرغمال بنانے کے بعد خود ایران کے سربراہوں میں جو اختلافات بڑھتے چلے جا رہے ہیں۔ وہ ایران کے لئے اچھی خاصی مصیبت بن گئے ہیں۔ ایران کے سب سے بڑے سربراہ آیت اللہ خمینی اور ان کے پیرو طلبا تو امریکی سفارت خانے کے ارکان کو قابل گردن زدنی قرار دے رہے ہیں۔ اور کسی طرح بھی یرغمالوں کو ایران کی انقلابی حکومت کے حوالے کرنے کے لئے تیار نہیں ہیں لیکن ایران کے صدر

مسٹر ابوالحسن بنی صدر اس معاملہ کو سلجھانا نہایت ضروری خیال کرتے ہیں چنانچہ انھوں نے ایران کے ایک روزنامہ "دنیا" کے نمائندے کو انٹرویو دیتے ہوئے کہا ہے۔

"امریکی سفارت خانہ کے عملے کو یرغمال بنائے رکھنا ایران کی کمزوری کی علامت ہے مجھے امید ہے کہ ایرانی عوام اس پر متفق ہیں کہ سفارتی عملے کو یرغمال بنائے رکھنے کی وجہ سے ایران بین الاقوامی ہمدردی نہیں حاصل کرسکتا۔ اس لئے اس مسئلہ کا سلجھانا نہایت ضروری ہے"۔

اور اس سے قبل ایران کے چیف جسٹس، آیت اللہ قلق علی لندن ٹائمز کے نمائندے کو انٹرویو دیتے ہوئے کہہ چکے ہیں کہ "امریکی یرغمال بے قصور ہیں انھیں گرفتار رکھنا درست نہیں انھیں بلا تاخیر رہا کردینا چاہئے۔ کیونکہ اسلامی قوانین سفارتی ارکان کو سزا دینے کے حق میں نہیں ہیں"۔

اصل بات یہ ہے کہ ایران میں اس وقت نہ اسلامی قانون رائج ہے اور نہ ایران کو جمہوری قوانین سے کوئی واسطہ ہے وہاں تو جنگل کا قانون رائج ہے۔ چنانچہ وہاں کے مُلّا جسے چاہتے ہیں پکڑ کر دار پر چڑھا دیتے ہیں۔ امریکی یرغمالوں کا تو ذکر ہی کیا ہے ایران کے بڑے سے بڑے محبانِ وطن بھی ان نام نہاد مُلّاؤں کے ہاتھوں قتل کئے جا چکے ہیں۔

ذرا اندازہ لگایئے کہ جس ملک میں یرغمالوں کے معاملہ پر حکومت کے سربراہوں کی رائے میں اس قدر شدید اختلاف ہو وہاں دوسرے معاملات میں کیا ہو رہا ہوگا۔ ہمارا خیال تو یہ ہے کہ ایران ایک نئے انقلاب کے دہانے پر کھڑا ہوا ہے اور کچھ نہیں کہا جا سکتا کہ نام نہاد مُلّاؤں کے ہاتھوں اس اسلامی ملک کا انجام کیا ہو کر رہے گا۔

سابق شاہ افغانستان کی بہنیں بھی گرفتار

سابق شاہ افغانستان ظاہر شاہ اُن کی دو بہنیں اور سب ہی قریبی رشتہ دار ۱۹۷۳ء میں شاہ کی حکومت کے خاتمہ کے بعد سے روم میں جلا وطنی کی زندگی گذار رہے تھے لیکن ۱۹۷۹ء میں حفیظ اللہ امین کے برسر اقتدار آنے کے بعد انھوں نے سابق شاہ ظاہر شاہ کی دو حقیقی بہنوں اور دیگر ۲۴ شاہ کے رشتہ داروں کو جن میں کہ بچے بھی شامل تھے کابل آنے اور وہاں رہنے کی اجازت دیدی تھی ابھی اِن لوگوں کو کابل آئے ہوئے چند ماہ ہی گذرے تھے کہ حفیظ اللہ امین کا اقتدار ختم ہوگیا اور افغانستان کی حکومت موجودہ صدر ببرک کارمل کے قبضہ میں آگئی۔

ببرک کارمل نے برسر اقتدار آتے ہی سابق شاہ کی دونوں حقیقی بہنوں اور سب ہی شاہ کے رشتہ داروں کو گرفتار کرلیا۔ اور اس کے بعد سے آج تک کسی کو معلوم نہیں کہ ان کا کیا حشر ہوا۔ مجاہدین کے ایک ترجمان نے بتایا ہے کہ اس وقت افغانستان میں روسی بے دینوں کے ہاتھوں مسلمانوں کا بُری طرح قتل عام جاری ہے اب تک تقریباً چالیس ہزار افغان باشندے ہلاک ہو چکے ہیں جبکہ چار لاکھ سے زیادہ افراد اپنا گھر بار چھوڑنے پر مجبور ہو گئے ہیں۔ ہلاک شدگان میں عورتیں اور بچے بھی شامل ہیں۔

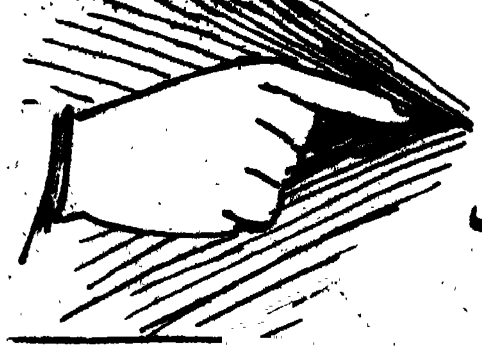
ایک دوسرے بیان میں حریت پسندوں کی ایک تنظیم "حزب اسلامی" نے کہا ہے کہ اشتراکیوں کے برسر اقتدار آنے کے بعد سے اس وقت تک تین لاکھ افغان باشندوں کو گرفتار کیا جا چکا ہے۔ ان ہی گرفتار شدگان میں سے سابق شاہ افغانستان کی دو بہنیں اور متعدد رشتہ دار بھی ہیں۔ جن کی بابت کچھ نہیں کہا جا سکتا کہ وہ گرفتار ہیں۔ یا انھیں ہلاک کیا جا چکا ہے۔

سعودی عرب میں مشاورتی اسمبلی

سعودی حکومت کا نظام حکومت یوں تو پہلے ہی سے کافی چُست ہے لیکن مسجد الحرام کی بے حُرمتی کے واقعہ کے بعد سے سعودی حکومت اور زیادہ چُست ہو گئی ہے۔ اور نظام حکومت کو زیادہ سے زیادہ مستحکم بنانے کی کوششیں کی جا رہی ہیں۔

معلوم ہوا ہے کہ سعودی حکومت کے ارکان کے سامنے ایک مشاورتی اسمبلی کے قیام کا بھی مسئلہ زیر غور ہے۔ جو شاہ کو صلاح و مشورہ دیگی اس مشاورتی اسمبلی کے ارکان کو شاہ خالد قبائل کے شیوخ میں سے نامزد کریں گے تاکہ ان شیوخ کے مشوروں سے بھی فائدہ اُٹھایا جا سکے۔

اس کے علاوہ سعودی حکومت اپنی فوجی طاقت کو بڑھانے کی جانب بھی خصوصی توجہ کر رہی ہے۔ اور توقع کی جا سکتی ہے کہ سعودی حکومت کی فوجی طاقت میں بھی جلد ہی نمایاں اضافہ ہو جائے گا۔



دلچسپ معلومات
حیرت انگیز اور عجیب و غریب انکشافات

(از ادارۂ دین دنیا)

محبت کی ٹریننگ دینے والا اسکول

نیویارک کی مشہور لیڈی ڈاکٹر "مارگریٹ ڈیوس" نے نیویارک کے مضافات میں ایک ایسا نرالا اسکول قائم کر رکھا ہے جس میں کہ نوجوان لڑکوں اور لڑکیوں کو عشق و محبت کی باقاعدہ ٹریننگ دی جاتی ہے لیڈی ڈاکٹر نے جب اسکول کھولا تھا اس وقت "محبت" کی اس درسگاہ میں صرف ایک لڑکے اور لڑکی نے داخلہ لیا تھا۔ اور اب اس اسکول میں سیکڑوں لڑکے اور لڑکیاں محبت کی ٹریننگ حاصل کر رہی ہیں۔

لیڈی ڈاکٹر مارگریٹ کا کہنا ہے کہ "یہ خیال غلط ہے کہ محبت اور عشق فطری چیز ہے اور جوانی کے ساتھ سب ہی کو محبت کرنا آجاتا ہے بلکہ اصلیت یہ ہے کہ محبت ایک دھوکا اور فریب بھی ہے جس کے ذریعہ لڑکیوں کی زندگیاں تباہ اور برباد کی جا رہی ہیں۔ میں نے یہ اسکول محض اس لئے کھولا ہے تاکہ اس میں تربیت دینے کے بعد ایک طرف تو لڑکیوں کو محبت کے فریب سے بچایا جائے۔ اور دوسری جانب لڑکیوں کو حقیقی محبت کرنا سکھایا جائے تاکہ عشق و محبت کا فریب دے کر لڑکیوں کی زندگیاں برباد نہ ہو سکیں مختصر یہ کہ یہ اسکول اپنی نوعیت کا پہلا اسکول ہے۔ اب دیکھنا ہے کہ اس اسکول سے نکلنے والے طلبا اور طالبات کیا گل کھلاتے ہیں۔

حسن فروشی بذریعہ اشتہار

حسن فروشی ساری دنیا ہی میں قانوناً جرم ہے لیکن آپ کو یہ سن کر حیرت ہوگی کہ امریکہ میں بذریعہ اشتہار حسن فروشی ہو رہی ہے چنانچہ حسن فروش عورتیں اپنی تصویر کے ساتھ اپنا اشتہار دیتی ہیں۔ اور قانون ان کی گرفت سے مجبور ہے۔

ان عورتوں کا طریقۂ کار یہ ہے کہ یہ اخبارات میں اس مضمون کا اشتہار دیتی ہیں کہ جو لوگ کہ لاولد ہیں اور ان کی بیویوں میں اولاد پیدا کرنے کی صلاحیت نہیں ہے وہ ان سے رابطہ پیدا کریں وہ کسی معاوضہ کے بغیر ان سے جنسی تعلق پیدا کرنے کے بعد اس سے پیدا ہونے والی اولاد ان کو دیدیں گی۔ گویا یہ بے اولادوں کو اولاد دینے کار خیر میں حصہ لے رہی ہیں لیکن اصلی مقصد ان کا کچھ اور ہی ہے۔ ملاحظہ فرمایئے کہ یہ دنیا کدھر جا رہی ہے۔ اور حسن فروشی کے کیسے کیسے نرالے ڈھنگ اختیار کئے جا رہے ہیں۔

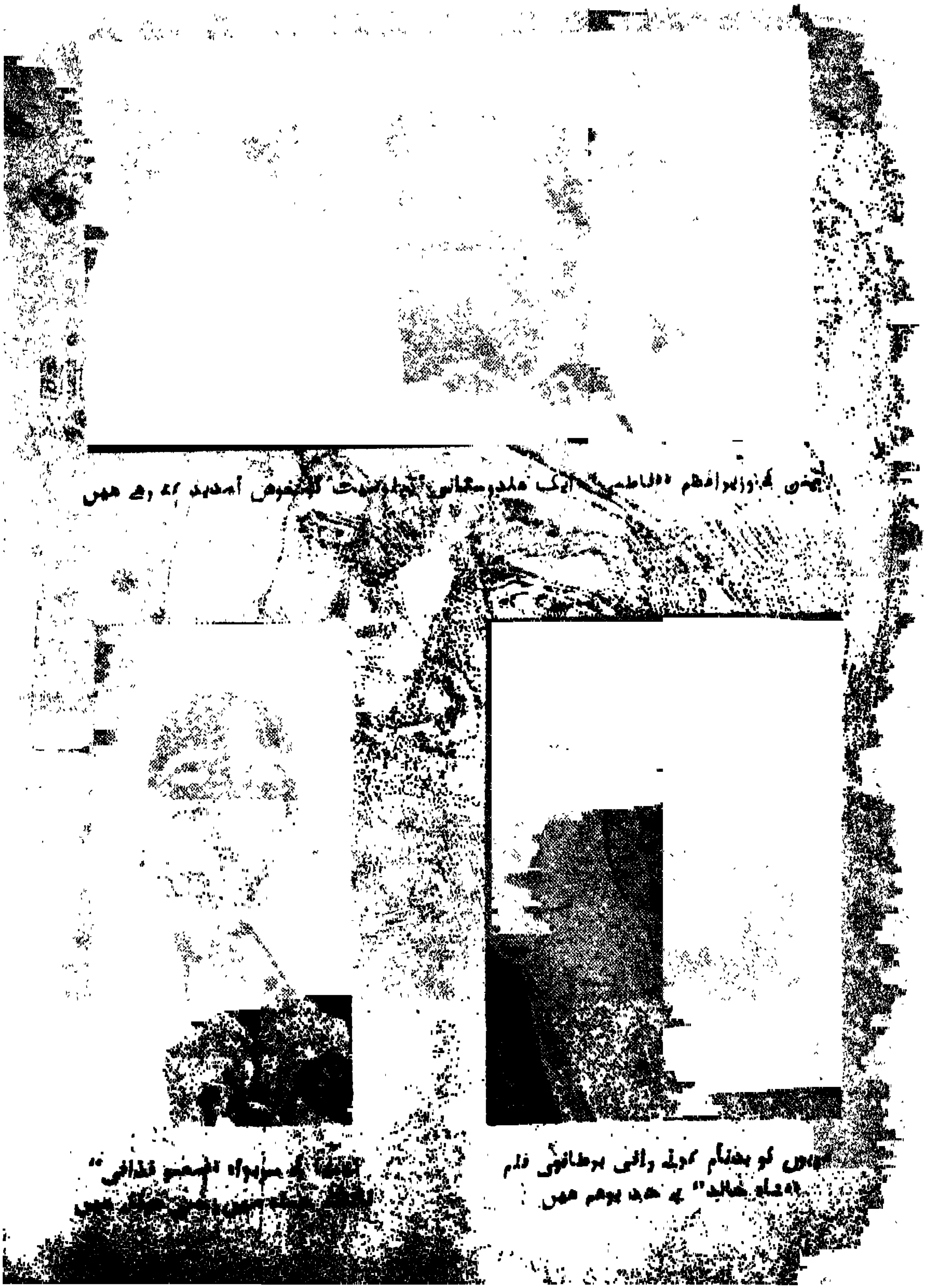
سانپ کے زہر سے علاج کرنے والی حسینہ

لندن کی ایک ۲۵ سالہ حسینہ "مانٹی شرلے" کو سانپ اور اژدہا پالنے کا پیشہ اپنے باپ دادا سے ورثہ میں ملا ہے۔ اسے بچپن ہی سے سانپوں اور زہریلے جانوروں کے پالنے کا شوق ہے اس کا باپ باقاعدہ سانپ کے زہر کی تجارت کرتا تھا۔ یاد رہے کہ سانپ کا زہر نہایت قیمتی ہوتا ہے اور دواؤں میں کام آتا ہے۔

"مانٹی شرلے" کا باپ سانپ کے زہر کی تجارت کے ساتھ سانپ کے زہر سے بہت سی بیماریوں کا علاج بھی کرتا تھا اب باپ کے مرنے کے بعد بیٹی نے بھی یہی پیشہ اختیار کر لیا ہے

[illegible] کا علاج [illegible] کی سہولت سے کرتی ہے اسی طرح کینسر کے علاج [illegible] زہر [illegible] کی جاتی ہے۔ اور مرحلہ [illegible] میں [illegible] اکسیر کی حیثیت رکھتا ہے





[illegible] کے وزیراعظم ''[illegible]'' ایک [illegible] کو خوش آمدید کہہ رہے ہیں

[illegible] قذافی ''
[illegible]

[illegible] کو [illegible] والی برطانوی فلم
''[illegible] خالد'' یہ [illegible] ہیں



یہ ہیں افغانستان کے نئے پٹھو کمیونسٹ صدر ''ببرک کارمل''
اس تصویر میں ایک افغانی ملا کو اپنے حق میں ہموار کر رہے ہیں



سعودی عرب کے وزیر تیل ''شیخ احمد ذکی یمانی'' مسز اندرا گاندھی کے ہمراہ



مسٹر سنجے گاندھی "قصہ کرسی کا" نامی فلم کے مقدمہ میں بری کر دیئے گئے
تصویر میں "مینکا گاندھی" ان کے ساتھ ہیں



مشہور مکہ باز "محمد علی" جب پچھلے دنوں جامع مسجد دہلی میں نماز پڑھنے آئے
تو مسلمانوں نے انہیں چاروں طرف سے گھیر لیا



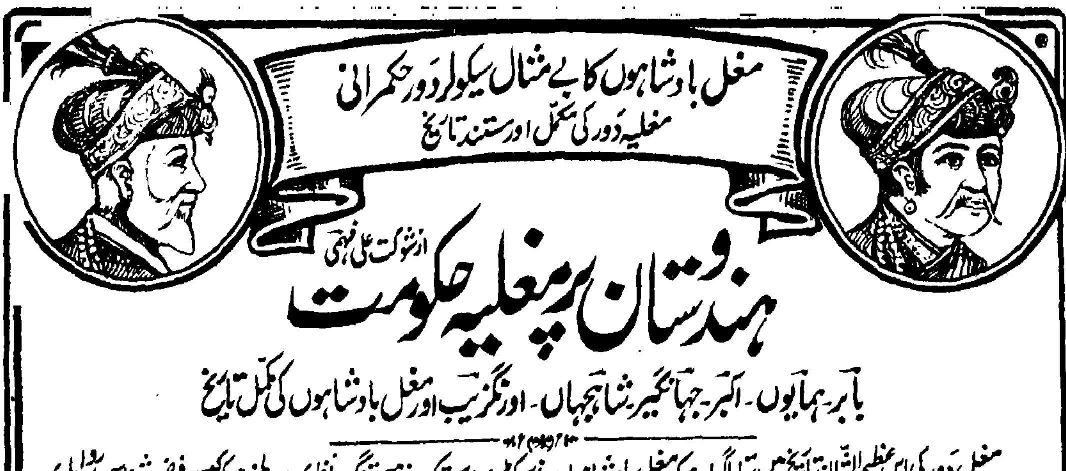
پائدرہ سلون اسماعیلی مسلمانوں کے پیشوا شہزادہ کریم آغاخان اور انکی بیگم سلیمہ آغاخان"
حال ہی میں ہندوستان آئے تھے



صدر انور سادات نے سابق شاہ ایران کو مصر میں مستقل قیام کی اجازت دیدی ہے
شاہ ایران کی ایک تصویر صدر سادات کے ساتھ



عراق کے وزیر خارجہ "مصطفیٰ السعید" تقریر کرتے ہوئے

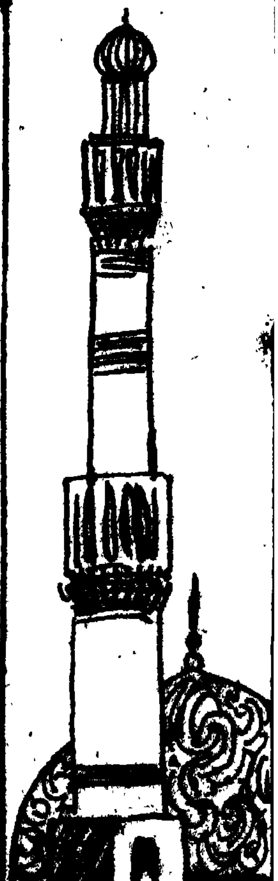


ہندوستان کا سب سے قدیم اور کثیر الاشاعت تاریخی اور اصلاحی جریدہ

ماہنامہ **دین دنیا** دہلی

(ایڈیٹر شوکت علی فہمی)

نمبر ۵	مئی ۱۹۸۰ء	جلد ۴



قیمت سالانہ
اکیس روپے
[illegible]
گیارہ روپے

ترسیل زر کا پتہ
دفتر ماہنامہ دین دنیا
[illegible] جامع مسجد [illegible]
[illegible]

قیمت فی پرچہ
دو روپے
پاکستان، بنگلہ دیش اور [illegible]
غیر ممالک [illegible]

رفتارِ زمانہ

(از شوکت علی فہمی)

جن سنگھ کا نیا جنم

"راشٹریہ سنگھ" کا نیا پولیٹیکل بازو "بھارتیہ جنتا پارٹی"

"جنتا پارٹی" کا تیا پانچہ ہو چکا ہے۔ اور اب اس پارٹی کے جن سنگھی گروپ نے جنتا پارٹی سے نکالے جانے کے بعد "بھارتیہ جنتا پارٹی" کے نام سے اپنی ایک علیحدہ تنظیم قائم کر لی ہے۔ جن سنگھی گروپ نے عوام کو دھوکہ دینے کے لئے جن سنگھ کا نام تو ضرور بدل لیا ہے لیکن اس گروپ کی جدید تنظیم یعنی "بھارتیہ جنتا پارٹی" بھی سب کچھ وہی کرے گی جو "بھارتیہ جن سنگھ" کرتی رہی ہے۔ یعنی یہ بھی ملک کے دوستوں کی نہیں بلکہ اُس "راشٹریہ سیوک سنگھ" کی وفادار رہے گی جو ہمیشہ ملک کی سالمیت اور آزادی کی راہ میں روڑے اٹکاتی رہی ہے۔ جو اس ملک کی جمہوریت اور سیکولرزم کی سب سے بڑی دشمن ہے۔ جو ہندوستان کی جملہ اقلیتوں اور خصوصاً مسلمانوں کو ختم کر دینا چاہتی ہے۔ اور جس کے طفیل میں اب تک ہمارے ملک میں ساڑھے چار ہزار سے زیادہ فرقہ وارانہ فسادات ہو چکے ہیں جن میں [illegible] بری طرح تباہ ہوئے ہیں۔ اور جس کے دامن پر آج بھی ہزاروں معصوموں کے خون کے دھبے ہیں۔ ذرا غور فرمائیے کہ جو "بھارتیہ جنتا پارٹی" "راشٹریہ سیوک سنگھ" جیسی بدنام جماعت کی پشت پناہی کے لئے عالم وجود میں آئی ہو وہ اس ملک کے عوام کے کیا کام آ سکتی ہے۔

یہ بات تو سب ہی کو معلوم ہے کہ جنتا پارٹی کا [illegible] سب سے بڑا [illegible] راشٹریہ سنگھ ہی ہے۔ جنتا پارٹی میں شامل راشٹریہ سنگھ کا حامی گروپ یعنی جن سنگھ یہ چاہتا تھا کہ ٹھیک اسی وقت میں وہ راشٹریہ سنگھ میں بھی شامل رہے اور جنتا پارٹی میں بھی لیکن راشٹریہ سنگھ کا مخالف گروپ اس دوہری رکنیت کا مخالف تھا اور اسی پر جنتا پارٹی میں جھگڑا شروع ہوا۔ اور جنتا پارٹی ٹکڑے ٹکڑے ہو گئی۔ اور اس ٹوٹ پھوٹ کے بعد جن سنگھی گروپ نے صرف راشٹریہ سنگھ کی حمایت کی خاطر جنتا پارٹی سے ناطہ توڑ لیا۔ اور اب اس گروپ نے راشٹریہ سنگھ کی تنظیم کو مضبوط کرنے کے لئے "بھارتیہ جنتا پارٹی" قائم کر لی ہے۔ جس کے پہلے صدر پرانے راشٹریہ سنگھی شری اٹل بہاری باجپائی منتخب ہوئے ہیں۔ اور انہوں نے صدر کی حیثیت سے اپنی پہلی تقریر میں ملک کے سامنے نہیں بلکہ راشٹریہ سنگھ کے ساتھ اپنی وفاداری کا اعلان کرتے ہوئے فرمایا:

"آر ایس ایس ایک قابل احترام تنظیم ہے جس نے حب الوطنی کا پہلا سبق آر۔ ایس۔ ایس کی شاکھاؤں سے ہی پایا تھا۔ آر۔ ایس۔ ایس کے لوگ پہلے کی طرح ہم بھی اپنے اصولوں کا سودا نہیں کریں گے۔ اور ضرورت پڑنے پر

ہم آپ سے اپیل کرتے ہیں کہ ان کے اصولوں کی خاطر جان تک قربان کر دیں گے۔"

یہ تھے گرو گولوالکر جی آر۔ ایس۔ ایس کے جن پر شری اٹل بہاری کو فخر ہے۔ اور جن کے مقصد کے لئے وہ جان تک قربان کرنے کے لئے تیار ہیں۔ وہ کیا تھے وہ جن کے اصول کیا ہیں۔ اس کی بھی حقیقت سن لیجئے۔ ان کا بنیادی اصول ہے کہ ہندو، ہندی اور ہندوستان یعنی ہندوستان صرف ہندوؤں کے لئے ہے۔ اور تمام غیر ہندو قوموں کو اس ملک سے نکال باہر کرنا چاہئے۔ چنانچہ راشٹریہ سنگھ کے بانی شری گولوالکر کا نظریہ تھا کہ "اس ملک میں جتنے بھی غیر ہندو ہیں وہ سب غیر ملکی ہیں وہ چوروں اور ڈاکوؤں کی طرح اس ملک میں داخل ہوئے ہیں اس لئے انہیں کسی طرح بھی وہ حقوق نہیں دئے جا سکتے جو اس دھرتی کے بیٹوں یعنی ہندوؤں کو حاصل ہیں" اور وہ اپنے مقلدوں کو بھی یہی تلقین کرتے رہے ہیں کہ اس ملک سے تمام غیر ہندوؤں کو نکال باہر کرو چنانچہ وہ اپنی کتاب "[illegible] نیشن ہڈ ڈیفائنڈ" میں تحریر فرماتے ہیں۔

"جرمن قوم کا افتخار ساری دنیا میں مشہور ہے۔ جرمنوں نے یہودیوں کو اپنی سرزمین سے نکال باہر کیا تھا۔ تاکہ اپنی نسلی اور ثقافتی پاکیزگی کو باقی رکھا جا سکے۔ جرمن قوم نے اس طرح یہ دکھایا تھا کہ بنیادی طور پر مختلف نسلوں کا ایک ساتھ رہنا بہت مشکل ہے۔ اس مثال سے بھارت بھی سبق سیکھ سکتا ہے۔"

گرو جی نے اپنے اس ارشاد کے ذریعہ اس ملک کے ہندوؤں کو یہ سبق پڑھانے کی کوشش کی ہے۔ کہ وہ بھی تمام غیر ہندوؤں کو جرمن قوم کی تقلید کرتے ہوئے اس ملک سے نکال دیں۔ اسی طرح آگے چل کر اپنی اسی کتاب میں شری گولوالکر تحریر فرماتے ہیں۔

"قبل از تاریخ کے زمانہ سے اس ملک میں قدیم ہندو نسل آباد ہے اس کی ایک سانجھی ماتری بھاشا ہے سانجھے رسم و رواج ہیں۔ یہ ہندو قوم ہندو دھرم کی ماننے والی ہے۔ اس لئے ہندوستان ہندوؤں کا دیش ہے یہاں صرف ہندو قوم کو رہنا چاہئے۔ جو لوگ کہ اس قومی نسل (یعنی ہندو نسل) میں شامل نہیں ہیں۔ انہیں اس ملک کے شہری ہونے کا [illegible] کوئی حق نہیں جب تک وہ مکمل طور پر اپنے آپ کو اس قومی نسل میں ضم نہ کر (یعنی ہندو نہ بن جائیں) وہ جب تک علیحدہ مذہب کو [illegible] سنسکرتی کو اپنائے بیٹھے ہیں تب تک وہ بدیشی ہیں وہ یا تو بدیشی نہ رہیں یا ہندو قوم کے ماتحت بن کر رہیں مگر پھر بھی انہیں کوئی حق نہیں ہوگا کوئی اختیار نہیں ملے گا۔ شہری کا حق بھی نہیں ملے گا"۔

یہ ہیں راشٹریہ سیوک سنگھ کے وہ بنیادی اصول جن پر کہ "بھارتیہ جنتا پارٹی" کے صدر شری اٹل بہاری کو فخر ہے۔ راشٹریہ سیوک سنگھ کے گرو جی کی اقلیت دشمنی صرف اسی پر ختم نہیں ہو جاتی بلکہ ان کے نزدیک تو اس ملک کا ہر غیر ہندو چور اور ڈاکو کی حیثیت رکھتا ہے۔ چنانچہ وہ اپنی ایک دوسری کتاب "ہندو راشٹریکون" میں لکھتے ہیں کہ "یہ عجیب بات ہے کہ اس ملک کا نظم بنانے والوں نے اس کے حملہ آوروں (یعنی مسلمان) اور دھرتی کے بیٹوں کو یکساں حقوق دئیے جیسے کوئی اپنی اولاد اور گھر میں گھس آنے والے چوروں اور ڈاکوؤں کو مساوی حقوق دے کر ساری جائیداد ان میں برابر تقسیم کر دے"

یہ ہیں "راشٹریہ سیوک سنگھ" کے وہ "بلند و بالا اصول" جن پر کہ "بھارتیہ جنتا پارٹی" کے صدر شری اٹل بہاری واجپئی اور شاید ان ہی اصول کو فروغ دینے کے لئے یہ نئی پارٹی عالم وجود میں آئی ہے۔ ہمارا خیال ہے کہ ایک ایسی تنگ نظر پارٹی سے صرف جن سنگھ گروپ ہی کو دلچسپی ہو سکتی ہے۔ ہندوستان کی اقلیتوں کا تو ذکر ہی کیا ہے۔ یہاں کی ہوشمند اکثریت بھی اسے ٹھکرا دے گی۔

یہ درست ہے کہ عوام کو دھوکہ دینے کے لئے اس پارٹی کے زعما نے گاندھی جی اور جے پرکاش نرائن کی پالیسی پر چلنے کا بھی وعدہ کیا ہے لیکن اٹل بہاری اس بات کو بھول رہے ہیں کہ جس راشٹریہ سنگھ کے پلیٹ فارم سے وہ بن کر میدان میں آئے ہیں۔ جے پرکاش نرائن تو اسے ایک سرے ہی سے ختم کر دینے کے حق میں تھے۔ اب رہا گاندھی جی کا معاملہ تو راشٹریہ سنگھ کے حامیوں کو گاندھی جی سے کیا دلچسپی ہو سکتی ہے۔ ان کو اگر دلچسپی ہو سکتی ہے تو ناتھو رام گوڈسے سے [illegible] ہے۔ بہرحال جن سنگھی گروپ نے ایک نئی پارٹی ضرور بنا لی ہے۔ اب دیکھنا ہے کہ یہ پارٹی عوام کو دھوکہ دینے میں کہاں تک کامیاب ہوتی ہے؟

آسام کو ملک سے الگ کرنے کا منصوبہ

آسام میں اِس وقت جو کچھ ہو رہا ہے اُسے نظر انداز نہیں کیا جا سکتا کیونکہ ایسا معلوم ہوتا ہے کہ یہ ملک کی سالمیت کے خلاف ایک کھلی بغاوت ہے۔ آسام کے جو تشویشناک حالات سامنے آتے چلے جا رہے ہیں اُس سے تو یہ محسوس ہوتا ہے کہ آسام ہندوستان سے الگ تھلگ کوئی ملک ہے جس کا کہ باقی ہندوستان سے کوئی تعلق ہی نہیں ہے۔ چنانچہ حال ہی میں جب آسام کے بگڑے ہوئے حالات کے پیش نظر گوہاٹی میں کرفیو لگا دیا گیا تو عوام کرفیو کی خلاف ورزی کرنے کے لئے گھروں سے نکل پڑے اور انہوں نے کرفیو کی دھجیاں اڑا کر رکھ دیں۔ آخر کار دس گھنٹے کے بعد ہی مجبور ہو کر گورنمنٹ کو کرفیو واپس لینا پڑا۔

تازہ اطلاع ہے کہ آسام اسٹوڈنٹس یونین اور آسام گن سنگرام پریشد نے حکومت کو الٹی میٹم دے دیا ہے کہ تمام گرفتار شدگان کو فوراً رہا کر دیا جائے ورنہ صوبہ کا نظم و نسق معطل کر دیا جائے گا۔ ساتھ ہی سول نافرمانی کا اعلان بھی کر دیا گیا ہے۔ اس کے علاوہ لیڈروں نے گورنمنٹ کو نوٹس دے رکھا ہے کہ اگر ۱۰ مئی تک غیر ملکیوں کے مسئلہ کا حل نہ ڈھونڈا گیا تو تمام سرکاری دفتروں اور اداروں کا پکیٹنگ شروع کر دیا جائے گا۔ اور اس کے ساتھ ہی یہ دھمکیاں بھی دی جا رہی ہیں کہ اگر گورنمنٹ نے غیر ملکیوں کو آسام سے دور نہ نکالا تو ہم خود ہی ان کو ملک سے نکال باہر کریں گے۔ غرض کہ آسام میں ایسا محسوس ہو رہا ہے کہ وہاں ایک سرے سے کوئی حکومت ہی نہیں ہے۔ ایسی خبریں جو چھپتی رہتی ہیں اُن سے اور اِن حالات سے بجا طور پر یہ شبہ کیا جا سکتا ہے کہ اس وقت آسام میں جو ایجی ٹیشن ہو رہا ہے اُس کا مقصد بظاہر غیر ملکیوں کو آسام سے نکالنا ہی نہیں ہے بلکہ اس لئے ہے کہ مذہبی اقلیتوں اور لسانی اقلیتوں کے معاملہ کو بہانہ بنا کر ہندوستان کے اس مشرقی صوبہ کو کسی نہ کسی طرح ملک سے کاٹ کر الگ کر لیا جائے۔

کچھ دنوں قبل شہری حقوق کی یونین کے وفد نے آسام کے مختلف علاقوں کا دورہ کرنے کے بعد وہاں کے حالات کے بارے میں جو رپورٹ پیش کی تھی وہ بے حد تشویش ناک ہے۔ اس رپورٹ کے مطابق ایجی ٹیشن کے دوران جو تشدد ہوا ہے اُس کی لپیٹ میں غیر ملکیوں کے نام پر ہندوستان کے دوسرے علاقوں کے شہری آ چکے ہیں۔ خاص طور پر قابل غور بات یہ ہے کہ اِس ایجی ٹیشن کو صرف آسام سنگرام پریشد اور طلباء ہی نہیں چلا رہے ہیں بلکہ اس ایجی ٹیشن میں سرکاری ملازم بھی سرگرم حصہ لے رہے ہیں جس کے نتیجہ میں نہ صرف بہاری، بنگالی، ہندوستانی شہریوں کی شہری آزادی چھینی جا چکی ہے بلکہ بہت سی جانیں بھی ضائع ہو چکی ہیں۔ وفد کی رائے میں خود آسام کی حکومت بھی اِس ایجی ٹیشن میں ملوث ہے۔ انتہائی ایجی ٹیشن کے لیڈر حکومت پر چھائے ہوئے ہیں۔ اِس طرح آسام رفتہ رفتہ علیحدگی پسندی کی جانب بڑھ رہا ہے۔ اور حالات یہاں تک خراب ہو گئے ہیں کہ غیر آسامی زبانیں بولنے والے تمام لوگوں کو خواہ وہ پرانے آسامی باشندے ہی کیوں نہ ہوں اُنہیں غیر ملکی قرار دے دیا گیا ہے۔ اور اُن کے خلاف جو نعرے لگائے جا رہے ہیں وہ یہ ہیں "آسام آسامیوں کے لئے ہے۔ ہندوستانی کتو آسام سے نکل جاؤ۔ آسام کی جے ہو"

آسام کے حالات کو سمجھنے کے لئے یہ بات ذہن میں رکھنی چاہئے کہ یہ ہندوستان کا ایک ایسا صوبہ ہے جو مشرقی سرے پر واقع ہے جس کا بیشتر حصہ غیر ممالک سے گھرا ہوا ہے یعنی شمال میں چین ہے مشرق میں برما ہے۔ اور جنوب میں بنگلہ دیش ہے۔ پھر تعلقہ ذرائع کے مطابق ہنگامہ کرنے والوں کے قبضہ سے جو ناجائز اسلحہ برآمد ہوئے ہیں وہ امریکی اور چینی ساخت کے ہیں۔ ان کے قبضہ سے غیر ملکی ساخت کے ہتھیاروں کا برآمد ہونا اس چیز کو واضح کرتا ہے کہ آسام میں صرف آسامی اور غیر آسامی ہی کا سوال نہیں ہے۔ بلکہ یہاں تو پلان ہی کوئی دوسرا اپنایا جا رہا ہے۔ اور جب اِس پلان کے بنانے میں آسام کے سرکاری حلقے بھی شامل ہوں تو یہ اِس بات کا کھلا ثبوت ہے کہ یہ علیحدگی پسندی کی خطرناک تحریک ہے جسے شروع ہی میں کچل دینا چاہئے تھا۔

اس کے علاوہ تریپورہ کے وزیر اعلیٰ شری نرپن چکرورتی کا جو بیان اخبارات میں شائع ہوا تھا جس میں انہوں نے بھی تصدیق کی ہے ان کا کہنا ہے کہ یہ ایک بیرونی طاقت ہے۔ آسام ...

بھی ہوا۔ میزورم اور تری پورہ میں بغاوت کرانے کی سازش کررہا ہے ؟

ان نازک حالات میں ہمارے نزدیک تو مصالحت کی کوشش وقت کو ضائع کرنے کے ہم معنی ہے۔ ضرورت اس کی ہے کہ نہ صرف آسام کو بلکہ تمام متاثرہ علاقوں کو فوجی کنٹرول میں دے دیا جائے اور جب حالات سازگار ہوں تو اس مسئلہ کا حل تلاش کیا جائے

عربوں کے خلاف ایک رسوا کن فلم

سعودی عرب کا قانون تعزیر کس قدر مستحکم ہے اس کا اندازہ اس سے ہو سکتا ہے کہ پچھلے دنوں سعودی خاندان کی ایک شادی شدہ شہزادی کے کسی نوجوان کے ساتھ ناجائز تعلقات قائم ہو گئے۔ جس کی پاداش میں اس سعودی شہزادی اور نوجوان کو سزائے موت دی گئی کیونکہ اسلامی قانون یہی ہے اور یہ بات سعودی حکومت کے لئے قابل تعریف ہے کہ اس کے ہاں تعزیر کے معاملہ میں کسی بڑی سے بڑی شخصیت کی بھی پرواہ نہیں کی جاتی

یہ بات سب ہی کو معلوم ہے کہ دنیا میں ایک بہت بڑی طاقت دشمن عرب اور دشمن اسلام لابی موجود ہے جو عربوں اور اسلام کو بدنام کرنے کے لئے موقعہ کی تلاش میں رہتی ہے۔ چنانچہ جب عرب دشمن لابی کے ہاتھ میں یہ واقعہ آیا تو اس نے ساری دنیا میں اس واقعہ کو غلط رنگ میں پیش کر کے یہ ثابت کرنے کی کوشش کی کہ عرب ممالک میں اس قدر تنگ نظری موجود ہے کہ اگر کوئی شاہی خاندان کی لڑکی کسی عام آدمی سے شادی کرنا چاہتی ہے تو اسے اور اس کے منگیتر کو سزائے موت دیدی جاتی ہے۔ چنانچہ عرب دشمن اخبارات نے اس معاملہ کو خوب اچھالا اور اس طرح صرف عربوں ہی کو نہیں بلکہ اسلام کو بھی خوب بدنام کیا گیا۔

اب اسی فتنے نے دو سال کے بعد پھر نئی صورت میں سر اٹھایا ہے یعنی برطانوی ٹی وی نے اس واقعہ کو بالکل غلط رنگ میں عربوں کو بدنام کرنے کی غرض سے فلم کی صورت میں پیش کیا ہے۔ یہ رسوا کن فلم جب تیار ہو گئی تو اس کا علم برطانیہ کی عرب سفارت کو ہوا تو اس نے اس فلم کی نمائش پر اعتراض کیا۔ مگر فلم بنانے والوں نے کوئی اثر نہیں لیا اور عربوں کو بدنام کرنے والی یہ فلم نہ صرف برطانیہ میں دکھائی گئی بلکہ امریکہ اور دوسرے ممالک میں بھی نمائش کی غرض سے بھیجدی گئی۔

اس فلم میں نہ صرف سعودی شہزادی کو غلط رنگ میں پیش کیا گیا ہے بلکہ اس فلم کے ذریعہ یہ تاثر پیدا کرنے کی کوشش کی گئی ہے کہ اسلام میں عورتوں کا کوئی مقام نہیں۔ غلاموں کی حیثیت سے رکھا جاتا ہے۔ اور عرب شہزادیوں کی حالت یہ ہے کہ انہیں غیر شادی شدہ رہنے پر مجبور کیا جاتا ہے۔ لیکن اس کے باوجود سعودی شہزادیاں اپنی قیمتی کاروں میں سوار ہو کر دور دراز مقامات پر نکل جاتی ہیں اور جو بھی نوجوان راستہ میں انہیں مل جاتا ہے اسے پکڑ کرلے آتی ہیں اور اس کے ساتھ وقت گزارتی ہیں۔ یعنی عامیانہ فلموں میں جتنی بھی خرافات ہوا کرتی ہے وہ اس فلم میں ٹھونس کر عربوں اور اسلامی معاشرہ کو بدنام کرنے کی پوری کوشش کی گئی ہے۔

ظاہر ہے کہ شاہ خالد کا تو ذکر ہی کیا ہے۔ کوئی عام مسلمان بھی اسلام اور عربوں کے خلاف اس خرافات کو برداشت نہیں کر سکتا لہذا سعودی حکومت اور شاہ خالد اس فلم پر بری طرح برہم ہیں چنانچہ معلوم ہوا ہے کہ ایک طرف تو سعودی حکومت اپنے سفیر کو برطانیہ سے بلا رہی ہے۔ اور دوسری جانب سعودی عرب میں برطانوی سفارت خانہ کے بند کئے جانے کا مسئلہ زیر غور ہے

ہم کو خوشی ہے کہ سعودی حکومت نے بالکل صحیح قدم اٹھایا ہے جس کی وجہ سے برطانیہ کے سرکاری حلقوں میں شدید بے چینی پیدا ہو گئی ہے اور طرح طرح سے معذرتیں پیش کی جا رہی ہیں۔ لیکن ہمارے سامنے سوال صرف اس ایک رسوا کن فلم کا نہیں ہے بلکہ ضرورت اس کی ہے کہ اس زہر کو پھیلنے سے روکا جائے جو عرب اور مسلم دشمن عناصر ساری دنیا میں اسلام اور عربوں کے خلاف پھیلا رہے ہیں۔ اور یہ بات اسی وقت ممکن ہے جب عرب حکمران اور دنیائے اسلام کے علماء اور لیڈر اس ضمن میں کوئی مضبوط قدم اٹھائیں۔

ہم کو نہیں معلوم کہ سعودی عرب کے علاوہ دوسرے عرب ممالک نے عربوں اور مسلمانوں کو بدنام کرنے والی اس فلم کے خلاف کونسا قدم اٹھایا ہے۔ ضرورت اس کی ہے کہ سب ہی عرب ممالک متحد ہو کر اسلام اور عربوں کا مضحکہ اڑانے والوں کا دماغ درست کر دیں۔

مرارجی کی اسرائیل سے ساز باز

اس بات کو تو سب ہی جانتے ہیں کہ ہمارے ملک میں ایک ایسی مضبوط اسرائیلی لابی موجود ہے جو اسرائیل سے ساز باز رکھے ہوئے ہے۔ اور اس لابی سے تعلق رکھنے والے زیادہ تر ایسے لوگ ہیں جن کی ذہنیت راشٹریہ سیوک سنگھی یا جن سنگھی ہے۔ ان میں سے اکثر اسرائیل آتے جاتے رہتے ہیں۔ اور ہمارے ملک میں اسرائیل کا پروپیگنڈہ کرتے رہتے ہیں۔ اسرائیل کے یہ ایجنٹ شروع ہی سے اس کوشش میں لگے ہوئے ہیں کہ حکومت ہند کسی نہ کسی طرح اسرائیل سے سفارتی تعلقات قائم کرلے۔ خواہ ان تعلقات سے ہند اور عرب ممالک میں کشیدگی ہی کیوں نہ پیدا ہو جائے۔

لیکن ہم یہ تصور بھی نہیں کر سکتے تھے کہ مرارجی ڈیسائی جیسا ہندوستانی قومی لیڈر بھی اسرائیل سے ساز باز کر سکتا ہے لیکن تازہ انکشاف یہ ہوا ہے کہ مرارجی ڈیسائی نے وزارت عظمیٰ کے عہدہ پر ہوتے ہوئے ۱۹۷۷ء کے موسم گرما میں اسرائیل کے سابق وزیر خارجہ موشے دایان کے ساتھ ایک نہایت ہی خفیہ ملاقات کی جبکہ حکومت ہند کی پالیسی ایک عرصہ سے اسرائیل کے خلاف ہے۔ اور ہماری حکومت اسرائیل کو غاصب تصور کرتی ہے اور اسی اسرائیل مخالف پالیسی کی [illegible] بھی دہرا رہی ہے۔ حیرت ہے کہ پھر حکومت ہند کے سب سے بڑے سربراہ کا حکومت کی پالیسی کے بالکل برخلاف سابق وزیر خارجہ اسرائیل سے ملنا آخر کیا معنی رکھتا ہے اور اس پر متضاد یہ کہ یہ ملاقات چھپ چھپا کے ہوئی ہے موشے دایان بھیس بدل کر اور حلیہ تبدیل کرکے بمبئی آئے پھر مرارجی کے خصوصی جہاز میں دہلی آئے اور چوری چوری ملاقات کرکے اسرائیل واپس چلے گئے۔

مرارجی ڈیسائی اور سابق وزیر خارجہ اسرائیل کی اس پراسرار مجرمانہ ملاقات کا انکشاف کسی غیر نے نہیں بلکہ خود اسرائیل کے اخبار "ماریو" کے نامہ نگار "ڈان" نے کیا ہے۔ اس کا کہنا ہے کہ سابق وزیر خارجہ اسرائیل دایان نے دہلی کا حلیہ بدل کر لیا تھا۔ وہ ہیٹ پہنے ہوئے تھے۔ آنکھ کی سیاہ پٹی اتار رکھی تھی اور مصنوعی مونچھیں بھی لگائے ہوئے تھے۔ جب وہ ہوائی اڈے پہنچے تو وہاں سے ایک ہندوستانی جرنیل انہیں سرکاری موٹر میں خفیہ طور پر ہوائی اڈے پہنچا گیا۔ اور وہاں سے مسٹر ڈیسائی کا خصوصی ہوائی جہاز انہیں دہلی لے آیا دہلی میں جب انہیں سرکاری مہمان خانہ میں پہنچایا تو انہوں نے ہیٹ اور بھیس اتار دیا اور حسب معمول اپنی کالی آنکھ پر سیاہ پٹی لگا کر اصلی شکل میں آگئے۔ اس کے بعد مسٹر ڈیسائی کے ساتھ انہوں نے پرتکلف کھانا کھایا اور بہت دیر تک مسٹر ڈیسائی سے باتیں کرتے رہے۔

یہ باتیں کس موضوع پر ہوئیں اس کا نامہ نگار نے کوئی ذکر نہیں کیا۔ لیکن سب ہی سمجھ سکتے ہیں کس موضوع پر گفتگو ہوئی ہوگی۔ مرارجی ڈیسائی اگر سابق وزیر خارجہ اسرائیل دایان سے کھلم کھلا ملاقات کرتے تو شاید کچھ زیادہ قابل اعتراض نہ ہوتا۔ لیکن اُن کا چوروں اور اسمگلروں کی طرح سابق وزیر خارجہ اسرائیل سے ملنا۔ اور سابق وزیر خارجہ کا بھیس بدل کر اور نقلی مونچھیں لگا کر آنا تاکہ انہیں کوئی پہچان نہ سکے بہت ہی معنی خیز ہے۔

موجودہ حکومت کا فرض ہے کہ وہ اس سارے معاملہ کی تحقیقات کرے کیونکہ اس راز کے انکشاف کے بعد اگر ہماری حکومت خاموش رہتی ہے تو اس سے عرب ممالک اور ہندوستان کے درمیان غلط فہمیاں پیدا ہو سکتی ہیں۔ اور اس کے ساتھ ہی یہ بھی ضروری ہے کہ مرارجی ڈیسائی ایک مفصل بیان کے ذریعہ اپنی پوزیشن صاف کریں تاکہ یہ نہ سمجھا جائے کہ وہ بھی راشٹریہ سیوک سنگھیوں اور جن سنگھیوں کی طرح اسرائیل سے ساز باز کئے ہوئے ہیں۔

تلاوت قرآن پر دس سال کی سزا

اگر خدانخواستہ افغانستان پر کمیونسٹوں کا مستقل طور پر قبضہ ہوگیا تو اس مسلم ملک کا کیا حشر ہوگا اس کا اندازہ بلغاریہ کے حالات سے بخوبی ہو سکتا ہے۔ بلغاریہ ایک بلقانی ریاست ہے جس پر سیکڑوں برس تک ترکوں نے حکومت کی ہے۔ لیکن گزشتہ جنگ عظیم کے بعد جب حکومت ترکیہ کے ٹکڑے ٹکڑے ہوئے تو بلغاریہ کمیونسٹوں کے حوالے کر دیا گیا۔ یہ علاقہ جب کمیونسٹوں کے قبضہ میں آیا تھا تو اس وقت یہاں مسلمانوں کی اکثریت تھی۔ لیکن رفتہ رفتہ وہاں سے اسلام اور مسلمانوں کا صفایا

پڑھتا رہا اور اب وہاں مسلمانوں کی صرف چودہ فیصد آبادی ہے اور اس چودہ فیصد مسلم آبادی پر کیسے کیسے ظلم توڑے جا رہے ہیں اُس کا اندازہ ایک عربی جریدہ "الامان" کے ایک مقالے سے ہو سکتا ہے یہ جریدہ لکھتا ہے

"بلغاریہ کی کمیونسٹ حکومت نے وہاں کے مسلمانوں پر عرصۂ حیات تنگ کر رکھا ہے ان پر انواع و اقسام کے مظالم توڑے جا رہے ہیں۔ سینکڑوں مساجد بند کر دی گئی ہیں۔ قرآن پاک کا پڑھنا اُس کی تعلیم دینا یا اُس کے پڑھنے کی ترغیب دینا حکومت کی نظر میں ناقابل معافی جرم ہے۔ اِس جرم کی پاداش میں اکثر مسلمانوں کو پانچ سال سے لے کر دس سال تک کی سزائے قید با مشقت دی جاتی ہے۔ لیکن اگر کوئی شخص کسی لالچ یا دباؤ میں آکر یہ تحریری معاہدہ کر لیتا ہے کہ وہ آئندہ قرآن پاک نہ پڑھے گا اور نہ پڑھائے گا تو اس کی سزا موقوف کر دی جاتی ہے۔ اِس ملک میں صرف قرآن کی تلاوت کرنے والوں ہی کو سزا نہیں دی جاتی بلکہ اگر کوئی شخص خود تو قرآن نہ پڑھتا ہو مگر اُس کا کوئی بچہ تاہم قرآن پڑھتا ہوا پایا جائے تو بچے کے قرآن پڑھنے کے جرم میں باپ کو پانچ سال کی سزائے قید دی جاتی ہے بلغاریہ کی اسلامی بستیوں کو کسی نہ کسی بہانے سے تباہ کیا جا رہا ہے۔ اور مسلمانوں کے لئے معاش کی راہیں تنگ بند کر دی جاتی ہیں"

بلغاریہ کے مسلمانوں کی بدبختی کی اِس سرگزشت سے اندازہ لگانا دشوار نہیں کہ اگر خدا نخواستہ بلغاریہ کی طرح افغانستان بھی کمیونسٹوں کی کالونی بن گیا تو وہاں اسلام اور مسلمانوں کا کیا حشر ہوگا۔

پاکستان کی جلاوطن حکومت کا قیام

پاکستان کے خود ساختہ صدر جنرل ضیا کی یہ خوش قسمتی ہے کہ افغانستان کے قضیہ کی وجہ سے پاکستانی عوام کی توجہ جنرل ضیا کی جانب سے ہٹ گئی ہے۔ اور جنرل ضیا جن کا زوال شروع ہو چکا تھا انہیں "روس کے خطرہ" کے نام پر چند ماہ اور اپنی ڈکٹیٹر شپ کو برقرار رکھنے کا موقع مل گیا ہے۔ ورنہ پاکستان میں جنرل ضیا کے خلاف جو طوفان اٹھ رہا تھا وہ اتنا شدید تھا کہ آج جنرل ضیا صدارت کی کرسی پر نظر آنے کی بجائے شاید کسی جیل خانہ میں ہوتے جہاں اُن کے آدمیوں نے ذوالفقار علی بھٹو کو پھانسی سے قبل گلا گھونٹ کر ہلاک کر دیا تھا۔

یہ تو سب ہی کو معلوم ہے کہ آج فوج میں جنرل ضیا کے خلاف شدید ناگواری پھیلی ہوئی ہے۔ اور ایک فوجی بغاوت اُن کے خلاف ہو بھی چکی ہے جسے جنرل ضیا نے عارضی طور پر اس طرح دبا دیا کہ انھوں نے فوج کے کلیدی عہدوں پر اپنے مذہب کے آدمیوں کا تقرر کر دیا ہے۔ لیکن فوجی بغاوت سے بھی بڑھ کر جنرل ضیا کے یہ نئی پریشانی پیدا ہو گئی ہے کہ جنرل ضیا کے مخالفین نے لندن میں "پاکستان کی جلاوطن حکومت" قائم کر لی ہے۔

پاکستان کی اس جلاوطن حکومت کے بانی بریگیڈیئر عثمان ہیں۔ یہ گزشتہ ماہ ستمبر میں پاکستانی فوج سے مستعفی ہو کر لندن آ گئے تھے۔ اور لندن آکر انھوں نے پاکستان لبریشن فرنٹ قائم کیا تھا۔ اور اسی لبریشن فرنٹ کے لیڈر کی حیثیت سے انھوں نے ہزاروں پاکستانیوں اور دیگر ممالک کے مسلمانوں کے ایک بہت بڑے اجتماع کے سامنے جلاوطن پاکستانی حکومت کا جھنڈا لہرا دیا ہے جس پر سعودی عرب کے جھنڈے کی طرح ایک سیاہ تلوار بنی ہوئی ہے۔ اِس موقعہ پر ایک کنونشن بھی منعقد کیا گیا تھا جس میں جنرل ضیا کی حکومت کا تختہ الٹنے اور پاکستان میں ایک آزاد منتخب حکومت قائم کرنے کے متعلق قرار دادیں منظور ہوئیں اور ایک قرار داد کے ذریعہ مطالبہ کیا گیا تھا کہ جلاوطن حکومت کا ایک صدر مقرر کر کے چناؤ کرائے جائیں۔ کنونشن نے جنرل ضیا کو ایک ہفتہ کی مہلت دی تھی جو پوری ہو چکی ہے۔

یہ بھی معلوم ہوا ہے کہ پاکستان کی اِس جلاوطن حکومت کو کئی ممالک کی حمایت بھی حاصل ہو چکی ہے۔ جن ممالک نے اس جلاوطن پاکستانی حکومت کی حمایت کا وعدہ کیا ہے۔ ان میں لیبیا، شام اور عراق وغیرہ شامل ہیں اور یہ بھی معلوم ہوا ہے کہ پاکستان کی جلاوطن حکومت عنقریب کسی دوست ملک میں منتقل کر دی جائے گی [illegible] لیا جا چکا ہے [illegible] جلاوطن حکومت کو اپنے ملک میں رکھنے [illegible]

جنرل ضیا نے اگرچہ "پاکستان کی اِس جلاوطن حکومت" پر کوئی تبصرہ نہیں کیا ہے۔ لیکن پاکستانی ذرائع سے معلوم ہوا ہے کہ جنرل

اِس کے علاوہ حکومت سے بے حد گھبرائے ہوئے ہیں۔ اور اُن کی گھبراہٹ کا اندازہ اِس سے لگایا جاسکتا ہے کہ اُنھوں نے بیگم نصرت بھٹو کی صاحبزادی بے نظیر بھٹو اور پیپلز پارٹی کے چند دیگر لیڈروں کو پھر نظر بند کر دیا ہے بلکہ چند روز قبل جنرل ضیاء نے ان بیٹیوں کو جناب ذوالفقار علی بھٹو کی برسی پر بھٹو کی قبر پر جانے کی اجازت دینے سے بھی انکار کر دیا تھا۔ اور انہیں عدالت کے ذریعہ بعد میں عرس کی اجازت حاصل کرنی پڑی تھی۔

اس کے علاوہ استقلال پارٹی کے لیڈر ائیر مارشل اصغر جو جنرل ضیاء کے بہت بڑے مخالف ہیں ان کی اچانک رہائی بھی بہت بڑی اہمیت رکھتی ہے چنانچہ اصغر خان نے رہا ہوتے ہی جنرل ضیاء کی حکومت کا تختہ الٹنے کے نعرے لگانے شروع کر دئے ہیں یہ یاد رہے کہ مارشل اصغر خان بھٹو کے مخالفین میں سے ہیں لیکن جیل سے رہا ہونے کے بعد انھوں نے اعلان کر دیا ہے کہ وہ بیگم نصرت بھٹو بے نظیر بھٹو۔ اور پیپلز پارٹی کے لیڈروں کے ساتھ مل کر جنرل ضیاء کے خلاف ایک نیا محاذ قائم کریں گے اور اُس وقت تک چین سے نہیں بیٹھیں گے جب تک کہ جنرل ضیاء کی حکومت کا تختہ نہیں الٹ دیں گے۔

یہ تمام حالات اِس بات کی نشاندہی کر رہے ہیں کہ اب جنرل ضیاء کے اقتدار کے خاتمہ کا وقت قریب آ چکا ہے۔ اور اس ظالم جنرل کا بھی وہی حشر ہونے والا ہے جو ہٹلر اور مسولینی کا ہو چکا ہے۔

مسلم یونیورسٹی کے خلاف زہر افشانی

ہندوستان میں کم و بیش سیکڑوں یونیورسٹیاں ہیں۔ اُن کے مقابلہ میں مسلم اقلیت کی صرف ایک یونیورسٹی ہے۔ لیکن اس ملک کا تنگ نظر طبقہ اس واحد مسلم یونیورسٹی کو بھی برداشت کرنے کے لئے تیار نہیں اور اس طبقہ کو پارلیمنٹ میں پیش ہونے والے مسلم یونیورسٹی بل کے بارے میں سخت پریشانی ہو رہی ہے کیونکہ اسے اندیشہ ہے کہ کہیں اس بل کے ذریعہ مسلم یونیورسٹی کے اقلیتی کردار کو تسلیم نہ کر لیا جائے چنانچہ اس تنگ نظر طبقہ کی ترجمانی کرتے ہوئے اخبار ریاست اپنے ہی طرح کی مخالفت میں مسلم یونیورسٹی کے خلاف زہر افشانی کرتے ہوئے لکھتا ہے یہ علی گڑھ مسلم یونیورسٹی کے متعلق ایک ہنگامہ سا مچا ہوا ہے جس میں

کہا جا رہا ہے۔ جب یہ بات مان لی جائے گی کہ یہ یونیورسٹی مسلمانوں کی ہے یعنی اقلیتی ادارہ ہے۔ اور اس کے بعد مسلمان جیسے چاہیں گے اس کا بندوبست کریں گے۔ جب تک بل کی دفعات سامنے آ جائیں۔ یہ کہنا مشکل ہے کہ فرقہ پرست مسلمانوں کے مطالبات کہاں تک مانے گئے ہیں؟

گویا مسلمان اگر اپنی ہی قائم کردہ مسلم یونیورسٹی کو واپس لینا چاہتے ہیں تو یہ بھی فرقہ پرستی ہے۔ پھر آگے چل کر یہی اخبار مسلم یونیورسٹی کو فرقہ پرستی کا گڑھ قرار دیتے ہوئے لکھتا ہے یہ انگریزوں نے اسے فرقہ وارانہ زہر پھیلانے کی غرض سے استعمال کیا۔ ہندوستان کی تقسیم میں علی گڑھ مسلم یونیورسٹی کے ودیارتھیوں نے جو پارٹ ادا کیا ہے وہ کسی سے پوشیدہ نہیں۔ اس کے علاوہ علی گڑھ اور دوسرے شہروں میں جو فرقہ وارانہ فسادات ہوتے ہیں ان میں یونیورسٹی کے ودیارتھیوں نے بڑھ چڑھ کر حصہ لیا ہے۔ اور اس سے بھی بڑھ کر افسوس ناک بات یہ ہے کہ (اگر مسلم یونیورسٹی کا اقلیتی کردار تسلیم کر لیا گیا تو) اس سے فرقہ پرستی کا زہر پھیلے گا

ملاحظہ فرمائیے کہ کس ڈھٹائی کے ساتھ مسلم یونیورسٹی پر فرقہ پرستی کا الزام لگایا جا رہا ہے جبکہ کسی زمانہ میں بھی فرقہ پرستی سے دور کا بھی تعلق نہیں رہا۔ اور جہاں آج بھی ہزاروں ہندو طلبا تعلیم حاصل کر رہے ہیں۔ اور ہندو اساتذہ کی بہت بڑی تعداد موجود ہے۔ بلکہ انجینئرنگ اور ڈاکٹری کے شعبوں میں تو اکثریت ہی ہندوؤں کی ہے۔ اور پھر بھی یہ کہا جا رہا ہے کہ مسلم یونیورسٹی فرقہ پرستی کا گڑھ ہے اگر اس کے اقلیتی کردار کو تسلیم کر لیا گیا تو قیامت ٹوٹ پڑے گی۔

اگر دیانت داری سے غور کیا جائے تو مسلم یونیورسٹی مسلمانوں کے لئے نہیں بلکہ پورے ملک کے لئے وہ قابل فخر ادارہ ہے جس کی گزشتہ صد سالہ تاریخ یہ بتلا رہی ہے کہ ملک کے بڑے بڑے اکابر پیشہ ور اور سربرآوردہ حضرات اس یونیورسٹی نے پیدا کئے ہیں اُس کی مثال پورے ہندوستان کی یونیورسٹیوں میں ملنا مشکل ہے۔ ذرا غور فرمائیے کہ جس یونیورسٹی نے [illegible] حسرت موہانی، ڈاکٹر ذاکر حسین، فخر الدین علی احمد [illegible] جیسی عظیم شخصیتیں پیدا کی ہوں اس کو [illegible]

قلب سخی کو گرما رہا ہوں میں

(از جناب شارق ابجے پوری)

لو پھر تمہارے قلب کو گرما رہا ہوں میں احساس کو ضمیر کو چونکا رہا ہوں میں
مایوسیوں سے دور تمہیں لا رہا ہوں میں رازِ حیات کیا ہے یہ سمجھا رہا ہوں میں

مومن وہی ہے جو کہ مصیبت پسند ہے
ہستی عظیم اُس کی ہے رُتبہ بلند ہے

پیچھے کی سمت دیکھنا اُس کے لئے گناہ باطل سے اُس کی ہوگی بھلا کس طرح نباہ
مظلوم کے لئے سپر ہے تاریخ ہے گواہ راہِ جہاد اُس کے لئے زندگی کی راہ

اِک جنبشِ نگاہ سے دُنیا کو دے بدل
راہِ خدا میں جان کا دینا ہے اِک شغل

یہ مردِ حق ہے اِس کے لئے عیش ہے حرام مصروفِ کارِ خیر میں رہتا ہے صبح و شام
جن و بشر ملائکہ اس کے ہیں سب غلام ظلم و جفا و جور پہ ہنسنا ہے اِس کا کام

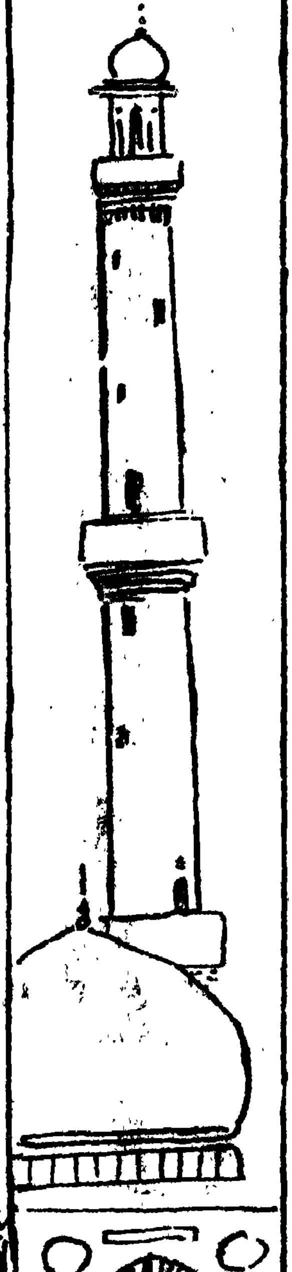
ممکن نہیں ہے اس کی زمانہ میں ہمسری
مخصوص اُس کے واسطے دُنیا کی رہبری

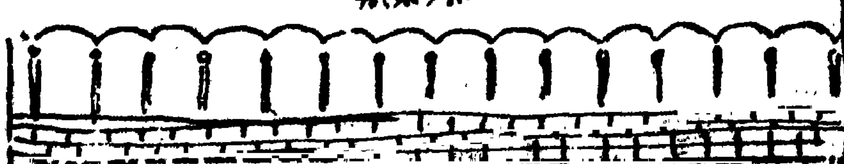
یہ مجسمۂ خلوص و وفا اور کرم نواز اِس کے ہی دم سے نغمہ سرا زندگی کا ساز
افشا کئے ہیں اِس نے ہی فطرت کے سارے راز محمود بن گیا کبھی یہ اور کبھی ایاز

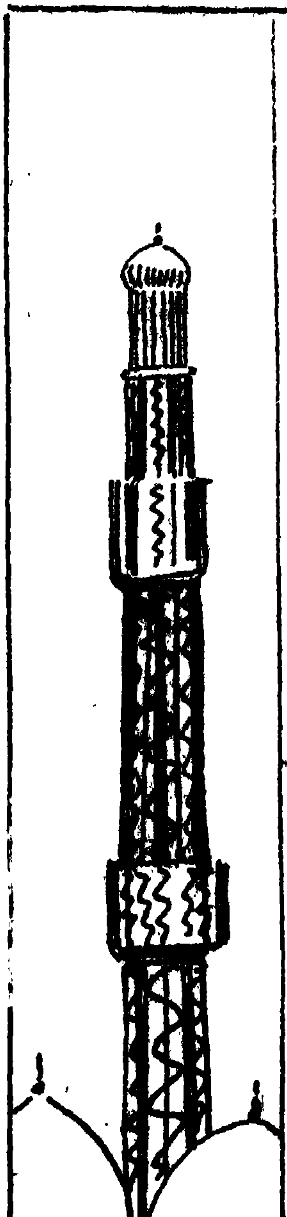
اِس کا وجود رحمتِ یزداں سے کم نہیں
جھکتی ہے اِس کے آگے فرشتوں کی بھی جبیں

انسانیت کے درد کا درماں یہی تو ہے تاریکیوں میں شمعِ فروزاں یہی تو ہے
عالم ہے جس کو دیکھ کے حیراں یہی تو ہے کہتے ہیں جس کو نائبِ یزداں یہی تو ہے

صدقے خدا کے اس پہ خدائی تمام ہے
صدق و صفائے قلب ہی اِس کا پیام ہے







پیکرِ صبر و قرار بن جاؤ

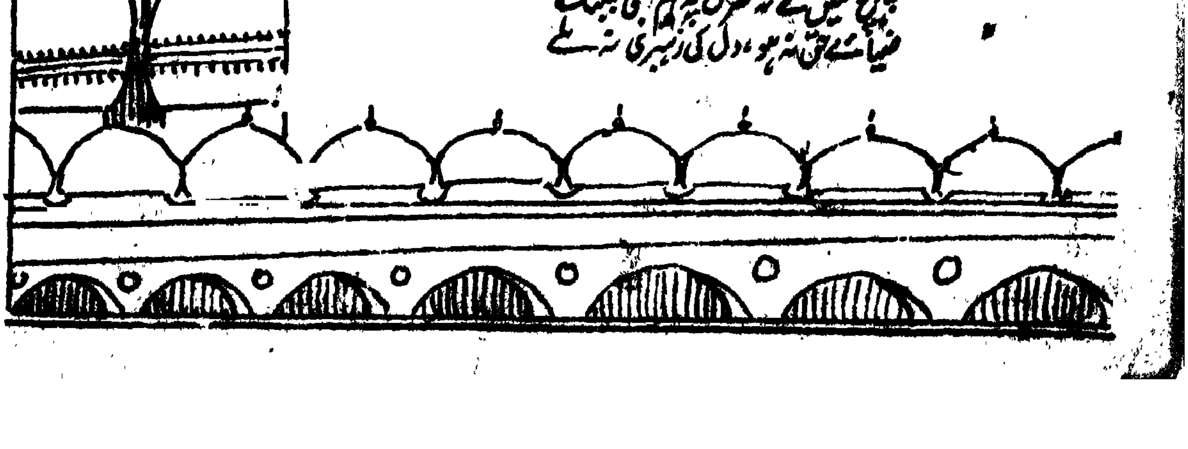
(از جناب رحمٰن مین پوری)

خزاں کی دھوپ میں ابرِ بہار بن جاؤ
غموں میں پیکرِ صبر و قرار بن جاؤ
گلوں کی طرح ملو سب سے مسکرا کے مگر
جو کوئی آنکھ دکھائے تو خار بن جاؤ
کسی کے رحم و کرم پر جیو گے تم کب تک
حق اپنا چھین لو با اختیار بن جاؤ
مٹا سکیں نہ جسے حادثے زمانے کے
تم اپنے عہد کی وہ یادگار بن جاؤ
صدائیں آتی ہیں شہرِ یقیں سے رہ رہ کر
کہ اہلِ عزم بنو تاجدار بن جاؤ
فضائے انقلاب یہ کہتی ہے مجھ سے اے رحمٰن
قلم اٹھاؤ حقیقت نگار بن جاؤ

یہ مایوسی کا دور

(از محترمہ مہر النساء مہر)

چمن وہ کیا کہ جہاں گل کو تازگی نہ ملے
کلی ہنسی کو ترستی رہے ہنسی نہ ملے
یہی ہے آدم و حوا کی خوشنما دنیا
جہاں وفا نہ ملے پیار و دوستی نہ ملے
وہ دل غریب نہ روئے تو کیا کرے آخر
جسے جہاں میں گھڑی بھر قرار ہی نہ ملے
وہ غم نصیب حقیقت میں جی نہیں سکتا
جسے جہاں کی ہر اک شے سے خوشی نہ ملے
ہے ظلمتوں کی یہ سازش کہ اس خرابے میں
چراغِ دل بھی جلائیں تو روشنی نہ ملے
پہنچ سکیں گے نہ منزل پہ ہم کبھی جب تک
ضیائے حق نہ ہو، دل کی رہبری نہ ملے





گذشتہ سے پیوستہ

تعلیم القرآن

تیرھواں پارہ — وَمَآ اُبَرِّئُ — سورۂ رعد

(از ادارہ دین دنیا)

دین دنیا کی زیر نظر اشاعت میں ہم قرآن پاک کے تیرھویں پارے کی تعلیمات کی ساتویں قسط پیش کر رہے ہیں جس میں کہ اللہ تعالیٰ نے کافروں اور مشرکوں کی گمراہ کن باتوں کے بارے میں اپنے بندوں کو متوجہ کیا ہے۔

کافر کسی معجزے کو تسلیم نہیں کر سکتے

وَيَقُوْلُ الَّذِيْنَ .... لَا يُخْلِفُ الْمِيْعَادَ ٥

ترجمہ اور کافر کہتے ہیں کہ محمد پر اس کے رب کی جانب سے کوئی معجزہ کیوں نازل نہیں ہوا تم کہدو اللہ جسے چاہے گمراہ کردے اور جو اس کی جانب رجوع ہوتا ہے اُسے وہ راہ دکھاتا ہے مراد اُن لوگوں سے ہے جو ایمان لائے اور جن کے دلوں کو اللہ کی یاد سے تسلی ہوتی ہے۔ (یہ بات) سمجھ لو کہ اللہ ہی کے ذکر سے دلوں کو اطمینان حاصل ہوتا ہے پس جو ایمان لائے اور جنھوں نے نیک کام کئے اُن کے لئے خوش حالی اور نیک انجام ہے ہم نے تمہیں بھی اسی طرح ایک اُمت میں پیغمبر بنا کر بھیجا ہے (جس طرح) پہلے بھی بہت سی اُمتیں گذر چکی ہیں تاکہ تم اُنھیں وہ کتاب پڑھ کر سناؤ جو ہم نے تمہاری طرف بذریعہ وحی نازل کی ہے۔ اور وہ لوگ (ایسے ہیں جو) رحمٰن کو نہیں مانتے تم اِن سے کہو وہ میرا رب ہے اُس کے سوا کوئی معبود نہیں میں نے اُسی پر بھروسہ کیا ہے۔ اور میں اُسی کی جانب رجوع کرتا ہوں (یہ لوگ جو معجزے کے خواہشمند ہیں) اگر کوئی قرآن ایسا ہوتا جس کے ذریعہ پہاڑ ہٹا دیئے جاتے یا اُس سے زمین شق ہو جاتی یا اُس کے ذریعہ مردوں سے گفتگو ہو سکتی (تب بھی یہ ایمان نہیں لاتے) بس سب کام اللہ کے اختیار میں ہیں کیا ایماندار وں کو اس بات سے تسلی نہیں کہ اگر اللہ چاہے تو سب ہی آدمیوں کو ہدایت کردے۔ اِن کافروں پر اُن کے کردار کے باعث ہمیشہ کوئی نہ کوئی آفت نازل ہوتی رہیگی یا اِن کی بستی کے قریب آفت نازل ہوگی یہاں تک کہ خدا کے وعدے کے پورے ہونے کا وقت آجائیگا۔ بے شک خدا وعدہ خلافی نہیں کرتا ہے۔

تشریح :- کافر ایمان سے منحرف ہونے کی نئی نئی تاویلیں تلاش کرتے رہتے ہیں وہ کہتے ہیں کہ اگر محمد سچے نبی ہیں تو اُن پر اُن کے پروردگار کی جانب سے کوئی معجزہ کیوں نازل نہیں ہوا۔ اے رسول ان کافروں سے کہہ دو کہ (معجزہ نازل ہو یا نہ ہو) اللہ جسے چاہے اُسے گمراہی میں رہنے دیتا ہے۔ (یہ سب گمراہی کی باتیں ہیں) لیکن جو اس کی جانب رجوع ہوتا ہے اُسے وہ اپنی طرف پہنچنے کی راہ دکھا دیتا ہے۔ مراد اُن لوگوں سے ہے جو لوگ کہ (کوئی معجزہ دیکھے بغیر) اللہ پر ایمان لے آئے۔ اور اُن کے لئے یہی بات کافی ہے کہ اُن کے دلوں کو اللہ کی یاد سے تسلی حاصل ہوتی ہے۔ یاد رکھو اللہ کے ذکر ہی سے اطمینان قلب حاصل ہوتا ہے۔ پس جو لوگ کہ ایمان لائے اور دُنیا میں نیک عمل کئے اُن کے لئے خوش حالی اور آخرت کا اجر ہے۔

اے رسول عربی جس طرح ہم نے اِس سے پہلے دوسرے پیغمبر بھیجے تھے اُسی طرح ہم نے تم کو بھی اِس زمانہ کے لوگوں کی جانب پیغمبر بنا کر بھیجا ہے۔ اِس سے پہلے بھی بہت سی اُمتیں گذر چکی ہیں اُن کی ہدایت کے لئے بھی پیغمبر بھیجے گئے تمہارے آنے کا مقصد یہ ہے کہ قرآن کی

جو احکامات تم پر بذریعہ وحی نازل کئے گئے ہیں اُن سے تم لوگوں کو آگاہ کردو۔ خواہ وہ مانیں یا نہ مانیں۔ اِن کی حالت تو یہ ہے کہ رحمٰن کو بھی نہیں مانتے تم اُن سے کہہ دو کہ یہی رحمٰن جسے تم نہیں مانتے میرا پروردگار ہے۔ اُس کے سوا کوئی معبود نہیں میں اُسی پر کامل بھروسہ رکھتا ہوں اور اُسی رحمٰن کی جانب رجوع کرتا ہوں۔

(اہلِ مکہ اپنی جہالت کے باعث لفظ رحمٰن کو خدا کا نام تسلیم نہیں کرتے تھے۔ چنانچہ جب قرآن میں یہ نام آیا تو کہنے لگے کہ ہم رحمٰن کو نہیں مانتے یہ تو کوئی نیا خدا ہے اوپر کی آیت میں اسی واقعہ کی جانب اشارہ کیا گیا ہے)۔

اور کافر اس وقت تو یہ کہہ رہے ہیں کہ جب رسول کوئی معجزہ دکھائیں گے۔ تب وہ انھیں خدا کا پیغمبر تسلیم کریں گے لیکن اگر قرآن ایسا معجزہ ہوتا جس کی برکت اور کلام سے پہاڑ چلنے لگتے یا زمین شق ہو جاتی یا جس کے ذریعہ مُردوں سے گفتگو کی جاسکتی تب بھی یہ کافر ایمان نہ لاتے (اللہ اگر چاہتا تو ایسا بھی کرسکتا تھا) سب کام اللہ کے اختیار میں ہیں۔ اس بات کو سمجھ لو کہ اللہ اگر چاہتا تو دنیا بھر کے تمام آدمیوں کو ہدایت کر دیتا یعنی قدرتِ الٰہی سے سب ہی راہِ راست پر آجاتے لیکن اس نے ایسا نہیں کیا بلکہ ہر انسان کو عقل اور سوجھ بوجھ عطا کر کے آزاد چھوڑ دیا ہے۔ اب انھیں اختیار ہے کہ وہ راہِ راست پر آجائیں یا بدستور گمراہی میں مبتلا رہیں اور ان گمراہوں اور کافروں پر اُن کی بدکرداریوں کے باعث کوئی نہ کوئی آفت نازل ہوتی ہی رہتی ہے۔ یا اُن کی بستیوں کے قریب ایک نہ ایک آفت آتی ہی رہتی ہے مگر پھر بھی یہ عبرت نہیں حاصل کرتے۔ یہاں تک کہ اللہ کے وعدہ کے پورا ہونے کے وقت آجائے گا یعنی صاحبِ ایمان مشرکین مکہ پر غالب آجائیں گے۔ اِس میں ذرا بھی شبہ نہیں کہ اللہ جو بھی وعدہ کرتا ہے اُسے ضرور پورا کرتا ہے

پیغمبروں کا مذاق اڑانے والوں کا انجام

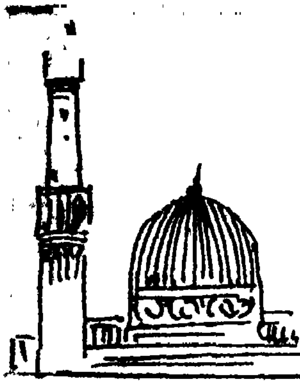
وَلَقَدِ اسْتُهْزِئَ بِرُسُلٍ ...... وَعُقْبَى الْكٰفِرِيْنَ النَّارُ

ترجمہ: اور بہت سے پیغمبروں کے ساتھ جو تم سے پہلے ہوچکے ہیں تمسخر ہوتا رہا ہے پس ہم نے پہلے تو کافروں کو مہلت دی (تاکہ سنبھل جائیں) پھر اُن کو پکڑا تو ہمارا عذاب کیسا (شدید) تھا۔ بھلا جو ذات (واحد) ہر شخص کے اعمال سے باخبر ہو (انھیں کس طرح چھوڑ سکتا ہے) اِن کافروں نے اللہ کے شریک ٹھہرا لئے ہیں۔ تم کہو کہ اُن کے نام تو بتاؤ۔ یا تم اللہ کو ایسی (بے بنیاد) باتیں بتاتے ہو کہ دنیا میں جن باتوں کی خبر اللہ کو بھی نہ ہو یا محض دکھاوے کی باتیں بناتے ہو مگر ایسا نہیں ہے (اصل بات یہ ہے کہ) کافروں کا فریب (آمیز تخیل) اُن کے لئے خوشنما بنا دیا گیا ہے اور وہ اللہ کی راہ سے روک گئے ہیں۔ بس جسے اللہ گمراہ کر دے اُس کا کوئی ہدایت کرنے والا نہیں ہے۔ ایسے لوگوں کے لئے حیاتِ دنیا میں بھی عذاب ہے۔ اور آخرت کا عذاب تو اور بھی زیادہ سخت ہے۔ اللہ سے اُنھیں کوئی بچا نہیں سکتا۔ اور جنت میں جس کا متقیوں سے وعدہ کیا گیا ہے اُس کی صفت یہ ہے کہ اُس کے نیچے نہریں بہتی ہیں اُس کے پھل اور سایہ دوامی ہے۔ یہ تو انجام ہو گا متقیوں کا اور کافروں کا انجام دوزخ ہے۔

تشریح۔ اے رسول عربی تم سے پہلے بھی بہت سے پیغمبروں کے ساتھ اسی طرح کافر تمسخر کرتے رہے ہیں۔ چنانچہ ہم نے پہلے تو کافروں کو چند روز کے لئے مہلت دی کہ شاید وہ سنبھل جائیں لیکن جب وہ اپنی مذموم حرکتوں سے باز نہیں آئے اور پیغمبروں کا بدستور مذاق اُڑاتے رہے تو پھر ہم نے اُنھیں اپنی گرفت میں لے لیا۔ اور اُن پر ہمارا عذاب بے حد شدید تھا۔ وہ خدا جو ہر شخص کے اعمال کی پوری خبر رکھتا ہو بھلا اِن کافروں کو بداعمالیوں کی سزا دئے بغیر کیونکر چھوڑ سکتا تھا۔

اِن کافروں اور مشرکوں نے اللہ کے بہت سے شریک گھڑ رکھے ہیں۔ اے رسول اِن سے کہو کہ ذرا اللہ کے اِن شریکوں کے نام تو بتاؤ۔ کیا تم اللہ کو بھی ایسے نام بتا دو گے شریکوں کے عالمِ وجود میں ہونے کی خبر دیتے ہو جن کے وجود کا اللہ کو بھی علم نہیں یا محض بناوٹی باتیں بناتے رہتے ہو۔ اصل بات یہ ہے کہ کافروں کا فریب آمیز تخیل خوشنما نظر آتا ہے اور وہ اللہ کی ہدایت سے محروم کر دئے گئے ہیں بھلا جسے اللہ گمراہ کر دے اُس کی ہدایت کون کرسکتا ہے۔ اِن کے لئے دُنیاوی زندگی بھی ایک عذاب ہے اور آخرت کا عذاب تو اُن کیلئے اور بھی سخت ہے۔ اِن بدبختوں کو اللہ کے عذاب سے کوئی بھی نہیں بچا سکتا۔ (باقی آئندہ)

تعلیم الحدیث مسلسل



قیامت کے بارے میں پیشنگوئیاں

حق بات کہنا بھی جہاد ہے۔ انسان ہوس کا بندہ ہے

(از شوکت علی فہمی)

مستند احادیث کی کتب سے ذیل میں رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے مدح و محقق ارشادات درج کئے جارہے ہیں جو مسلمانوں ہی کے لئے نہیں بلکہ پوری نوعِ انسانی کے لئے بہترین شمع ہدایت ہیں۔ دین و دنیا میں ہر ماہ بڑی پابندی کے ساتھ یہ جواہر پارے پیش کئے جاتے ہیں تاکہ مسلمان ان سے استفادہ کر سکیں۔

قیامت کے بارے میں پیشین گوئیاں

کتب احادیث میں رسول مقبول صلعم نے جتنی بھی پیشین گوئیاں فرمائی ہیں وہ سب ہی حرف بحرف درست ثابت ہوئی ہیں ان ہی میں سے قیامت کے بارے میں بھی کچھ پیشین گوئیاں ہیں جن کے آثار صاف طور پر ظاہر ہونے لگے ہیں چنانچہ ایک پیشین گوئی ہے۔

حضرت حذیفہؓ سے روایت ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا ہے کہ قسم ہے اس ذات کی جس کے قبضہ میں میری جان ہے کہ قیامت نہیں آئے گی جب تک کہ تم اپنے حکمرانوں کو قتل نہیں کروگے اور آپس میں تلواروں سے نہ لڑو گے اور تم میں سے بدتر لوگ دنیا کے وارث بن جائیں گے" (ترمذی)

اس حدیث کی روشنی میں جب ہم دنیا پر نظر ڈالتے ہیں تو دیکھتے ہیں کہ اس زمانہ میں حکمرانوں کا قتل معمولی بات بن گئی ہے۔ اور جا بجا خانہ جنگی جاری ہے۔ اور دنیا میں ایسے لوگ برسر اقتدار ہیں جو اقتدار کے کسی طرح بھی اہل نہیں ہیں جس کے معنی یہ ہیں کہ اب قیامت قریب ہے اسی طرح ایک دوسری حدیث ہے:۔

حضرت انس رضؓ سے روایت ہے کہ انھوں نے کہا میں نے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم سے سنا آپ فرماتے تھے کہ قیامت کی علامتوں میں سے یہ ہے کہ علم دین کم ہو جائے گا اور جہل غالب آجائے گا اور زنا کھلم کھلا ہونے لگے گا اور عورتوں کی کثرت ہو جائے گی اور مردوں کی قلت۔ (بخاری)

اس پیشین گوئی کے مطابق ہم دیکھ رہے ہیں کہ علم دین سے دلچسپی لوگوں میں کم ہوتی جارہی ہے اور جاہلانہ طور طریقوں کو دنیا میں فروغ حاصل ہو رہا ہے۔ اور زناکاری عام ہو چکی ہے ادھر اکثر و بیشتر یورپین ممالک میں عورتوں کی اتنی کثرت ہو گئی ہے کہ انھیں تلاش کے باوجود شوہر میسر نہیں آرہے اور اسی ضمن میں ہم ایک اور حدیث پیش کر رہے ہیں جو مندرجہ بالا احادیث سے بھی کہیں زیادہ اہم ہے۔

"حضرت ابو ہریرہ رضؓ سے روایت ہے کہ فرمایا رسول اللہ صلعم نے نہیں قائم ہوگی قیامت جب تک کہ مال غنیمت کو ذاتی میراث نہ سمجھا جائے گا اور لوگوں کی ہوس پرستی اور بد دیانتی کا یہ عالم ہوگا کہ امانت میں خیانتیں کریں گے اور زکوٰۃ کا ادا کرنا لوگوں پر شاق گزرے گا اور علم سیکھا جائیگا صرف دنیا اور جاہ و عزت کے لئے اور مرد اپنی بیوی کی ناجائز اطاعت کریگا۔ اور اپنی ماں کو رنج پہنچائیگا اور علم دین سیکھا جائیگا واسطے غیر دینی کاموں کے اور اختلاط کریں گی گانے والی عورتیں مردوں سے اور ظاہر ہوں گے نئے نئے آلات گانے بجانے کے اور خوب شرابیں پی جائیں گی انواع و اقسام کی۔ اور برا کہیں گے لوگ بزرگوں کو جب یہ حالات رونما ہو

تو انتظار کرو قیامت کا۔" (ترمذی)

اگر غور کیا جائے تو یہ سب ہی حالات رُونما ہو چکے ہیں۔ آج بزرگانِ دین تک پر حملے ہو رہے ہیں۔ شراب نوشی نقطۂ عروج پر پہنچ چکی ہے ٹیلیویژن اور ریڈیو کی شکل میں نئے نئے گانے بجانے کے آلات ظاہر ہو چکے ہیں گانے والی عورتوں اور فلم ایکٹریسوں سے اختلاط باعثِ فخر سمجھا جانے لگا ہے علم دین اوّل تو کم ہوتا جا رہا ہے اور جو حاصل کر رہے ہیں وہ بھی دُنیا کمانے کے لئے۔ قوم کے سردار جس قسم کے لوگ ہیں اُن سے سب ہی واقف ہیں۔ والدین کا احترام اُٹھ چکا ہے اور بددیانتی عام ہے۔ اور یہ سب باتیں حضورِ اکرم کے ارشاد کے بموجب قیامت کی علامتیں ہیں۔ مسلمانوں کو ان احادیث سے عبرت حاصل کرنی چاہئے اور یہ سمجھ لینا چاہیئے کہ اب قیامت ہمارے سروں پر کھڑی ہے۔

حق بات کہنا بھی جہاد ہے

اسلام نے اپنے متبعین کو حکم دیا ہے کہ وہ حق بات کہتے ہیں، جان و مال اور دنیا کی کسی تکلیف کی پرواہ نہ کریں چنانچہ حضرت خالد بن ولید رضؓ سے روایت ہے کہ "رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے ایک مرتبہ جہاد کی قسمیں بیان کرتے ہوئے فرمایا۔ بلاشبہ جہادِ عظیم یہ ہے کہ کلمۂ حق ظالم فرمانروا کے سامنے کہا جائے۔" (ترمذی)

یعنی دُنیا کا سب سے بڑا جہاد یہ ہے کہ مخلوقِ خدا کے فائدے کے لئے حق بات کہنے میں کسی بڑے سے بڑے حکمران کی بھی پرواہ نہ کی جائے حضرت امام غزالیؒ اِس حدیث کی شرح بیان کرتے ہوئے فرماتے ہیں کہ اعلائے کلمۃ الحق مسلمانوں کی خصوصیت رہی ہے اور جو مسلمان اِس خصوصیت سے خالی ہیں اُن کا اسلام کمزور ہے۔

رسولِ خدا صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا ہے کہ "سچا مسلمان وہ ہے جو تختوں کے سائے میں بھی کلمۂ حق بلند کرے اور بہترین شہادت اُس شخص کی ہے جو ظالموں کے سامنے کلمۃ الحق کہنے کی پاداش میں قتل کیا جائے" چنانچہ سچے فرزندِ توحید نے جان کی بازی لگا کر بھی کلمۃ الحق بلند کیا ہے۔ اور سخت مصائب کے باوجود اُن کے استقلال میں کبھی فرق نہیں آیا۔

سیدنا حضرت بلالؓ تیغوں کے سائے میں بھی اعلانِ حق کرتے رہے ہیں حضرت عمار ابن یاسرؓ اور حضرت مصعب بن عمیرؓ نے اُس حالت میں بھی کلمۂ حق بلند فرمایا ہے جب اُن کی گردنیں تلوار کے نیچے رکھی ہوئی تھیں حضرت امام حنبل اور حضرت امام ابو حنیفہ نے حق گوئی کی پاداش میں سخت سے سخت مصائب برداشت کی ہیں۔ اسلامی تاریخ اس قسم کے دلیرانہ واقعات سے بھری ہوئی ہے لیکن افسوس ہے کہ آج مسلمان اپنی اِس امتیازی خصوصیت کو بھی بھول چکے ہیں۔

انسان ہوس کا بندہ ہے

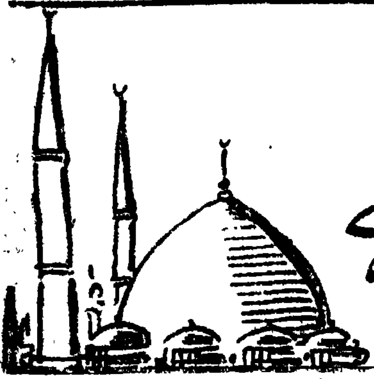
رسولِ مقبول صلی اللہ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا ہے کہ انسان حرص و ہوس کا بندہ ہے اُسے کتنی ہی دولت کیوں نہ مل جائے لیکن وہ کبھی بھی مطمئن نہیں ہو سکتا چنانچہ اِس ضمن میں صحیح حدیث ہے:۔

ابن عباس رضؓ کہتے ہیں نبی صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا ہے کہ اگر آدمی کے پاس مال سے بھرے ہوئے دو جنگل ہوں تو وہ تیسرے جنگل کی تلاش کرے گا۔ اور انسان کے پیٹ کو قبر کی مٹی کے سوا اور کوئی چیز نہیں بھر سکتی۔" (بخاری و مسلم)

انسان کی اِسی لالچی فطرت کو پیشِ نظر رکھتے ہوئے رسولِ مقبول صلی اللہ علیہ وسلم نے مسلمانوں کو ہدایت فرمائی ہے کہ وہ دولت ضرور پیدا کریں مگر اس لئے نہیں کہ اُسے جمع کیا جائے بلکہ اِس لئے کہ اُس سے جائز ضرورتیں پوری کی جائیں اور اُسے مخلوق کے فائدہ کے لئے خرچ کیا جائے چنانچہ حدیث ہے:۔

"ابو ہریرہ رضؓ کہتے ہیں کہ رسول خدا صلعم نے فرمایا ہے کہ جو شخص جائز طریقہ پر (دولت) حاصل کرے سوال کی ذلت سے بچنے کی غرض سے اور اہل و عیال پر اُسے خرچ کرنے کے لئے یا ہمسایوں اور مستحقین کے ساتھ احسان کرنے کی نیت سے تو قیامت کے دن وہ اللہ تعالیٰ سے اس حال میں ملاقات کریگا کہ اُس کا چہرہ چودھویں رات کے چاند کی مانند روشن ہوگا لیکن جو شخص خواہ جائز طریقہ پر ہی دولت کو حاصل کرے مگر جمع کرنے کی نیت سے اور اظہارِ تمول کے خیال سے تو وہ اس حال میں خدا سے ملاقات کریگا کہ خدا اُس پر غضبناک ہوگا۔"

اسلامی افکار



اسلام صرف عبادات کا مجموعہ نہیں ہے

اسلام نے عبادت سے زیادہ مخلوق کی خدمت پر زور دیا ہے

(از جناب سید امجد حسین)

اسلام صرف روزہ نماز ہی کا نام نہیں ہے بلکہ اسلام کا اوّلین مقصد یہ ہے کہ اس کے متبعین خدا کے ساتھ مخلوقِ خدا کو بھی نہ بھولیں مستحقین غربا اور دل شکستہ لوگوں کے کام آئیں۔ اور اللہ کی مخلوق کے ساتھ انتہائی ہمدردی اور محبت کا برتاؤ کریں جناب سید امجد حسین نے ذیل کے مقالہ میں اسلام کے اسی پہلو پر بحث کی ہے۔

اسلام اِس اعتبار سے دُنیا کا عظیم ترین مذہب ہے کہ اُس نے لوگوں کو کمزور عقائد سے نجات دلائی ہے۔ اور وہ انسان جو خرافات کے سامنے گردن جھکاتا تھا۔ اُسے یہ بتایا ہے کہ خدا کے علاوہ دُنیا کی ہر چیز انسان ہی کی مطیع ہے۔ اس لئے اُسے اپنی عظمت کو مجروح کرتے ہوئے بے حقیقت اشیا کے سامنے سرنگو نہیں ہونا چاہئے۔ گویا اسلام نے انسان کو اُس کی عظمت کا احساس دلاتے ہوئے اُسے خدا تعالیٰ تک رسائی کے ذرائع بتائے ہیں۔

لیکن اگر مذہب کے اِس عام مفہوم سے ہٹ کر اسلام پر گہری نظر ڈالی جائے تو اِس حقیقت کے سمجھ لینے میں کوئی دُشواری پیش نہیں آسکتی کہ اسلام صرف عبادات۔ دینی عقائد اور نماز روزے کا مجموعہ نہیں ہے بلکہ اسلام نے عبادات ہی کی طرح مخلوقِ خدا سے ہمدردی اور خدمت پر بھی زور دیا ہے۔ اُس نے قوم اور معاشرہ کے اُن طبقوں کو اُٹھانے اور آگے بڑھانے کو اپنا نصب العین قرار دیا ہے جو غریب ہیں۔ اور صدیوں سے پس ماندہ اور مظلوم چلے آرہے ہیں۔

اسلام میں نماز کو ایک بُنیادی رُکن کی حیثیت حاصل ہے لیکن اِس مذہب نے اپنی تعلیمات اور اپنے نظام میں انسانیت کی فلاح اور بہبود کو جو بلند مقام دیا ہے اُس کا اندازہ قرآنِ کریم کی اُس آیت سے بخوبی ہو سکتا ہے جس میں کہا گیا ہے کہ "۔۔ اُن نماز پڑھنے والوں پر افسوس ہے جو نمازوں کی حقیقت سے بے خبر ہیں وہ دکھاوے کے لئے نمازیں پڑھتے ہیں لیکن اللہ تعالیٰ کی راہ میں خیرات نہیں کرتے۔"

اور علمائے اسلام نے خیرات کی تشریح کرتے ہوئے لکھا ہے کہ خیرات کا مطلب صرف محتاجوں اور گداگروں کو کچھ دے دینا نہیں ہے بلکہ اُس رقم سے مُراد ہے جو قوم کے اصحابِ استطاعت اُن غریبوں کی امداد پر خرچ کرتے ہیں جو اپنی کسی مجبوری یا معذوری کے باعث اقتصادی دوڑ میں پیچھے رہ گئے ہیں۔ اور ساتھ ہی قرآنِ کریم نے اُن لوگوں کے ایمان کو بھی مشتبہ قرار دیدیا ہے جو غریبوں کی امداد نہیں کرتے چنانچہ ایک آیت میں کہا گیا ہے کہ ۔۔" جو لوگ یتیموں کے ساتھ سختی سے پیش آتے ہیں اور ضرورت مندوں کی امداد نہیں کرتے وہ مذہب کے منکر ہیں"

پھر ایک دوسری جگہ قرآنِ کریم نے اسلام کے اِسی مقصد اور مفہوم کو نہایت ہی وضاحت کے ساتھ اس طرح بیان کیا ہے کہ ۔۔" لوگو! مشرق یا مغرب کی طرف (نماز کے لئے) منھ کر لینا کوئی اہمیت نہیں رکھتا اہمیت اِس بات کی ہے کہ تم خدا تعالیٰ، یوم قیامت، فرشتوں، قرآن اور انبیاء کی تعلیمات پر ایمان لاؤ۔ خدا کی محبت میں اپنا مال اپنے قریبی عزیزوں، یتیموں۔ غریبوں اور مسافروں پر خرچ کرو۔ نیز غلاموں اور قیدیوں کو آزاد کراؤ اور غریبوں کی امداد کرو۔" یہ ہے اسلام کی اپنے مقلدوں کے لئے ہدایت چنانچہ اسلام کے اِس خصوصی کردار کے متعلق ایک مغربی مفکر نے

لکھا ہے کہ "اگر اسلام کی کسی اہم ترین امتیازی خصوصیت کو تلاش کیا جائے تو اس بات کا اعتراف کرنا پڑتا ہے کہ اس کی سب سے زیادہ نمایاں خصوصیت یتیموں اور بیواؤں کی خبرگیری، کمزوروں اور لاچاروں کی امداد، اور پس ماندہ لوگوں کے لئے ابھرنے اور ترقی کرنے کے مواقع بہم پہنچانا ہے۔"

اسلام کے کردار کے اسی خصوصی پہلو پر روشنی ڈالتے ہوئے ایک جرمن مفکر ڈاکٹر جوزف ہیل لکھتا ہے "اس زمانہ کے انسانیت نواز حضرات موجودہ حالات میں انسان کی بھلائی کے لئے جو کچھ کرنا چاہتے ہیں ہم اس کی تفصیل میں جانا نہیں چاہتے لیکن اتنا ضرور کہہ دینا چاہتے ہیں کہ اگر واقعی ان کا مقصد پس ماندہ انسانوں کو اٹھانا اور لوگوں کے دلوں میں انسانیت کی اعلیٰ قدروں کو ابھارنا ہے تو انھیں اسلام کی تعلیمات سے رہنمائی حاصل کرنی چاہئے کیونکہ اسلام دنیا کا سب سے بڑا انسانیت نواز اور انسان دوست مذہب ہے۔"

اس جرمن مفکر نے اسلام کی انسانی دوستی کے متعلق جن خیالات کا اظہار کیا ہے وہ ایک حقیقت ہے اور اسی مفکر نے آگے چل کر لکھا ہے "جو لوگ یورپ کے موجودہ فلسفہ اور سیاست سے تنگ آگئے ہیں انھیں اسلام کی اخلاقی تعلیمات کو مشعل راہ بنانا چاہئے۔" اور اپنے خیالات کی تصدیق کے لئے اسی مفکر نے آنحضرت صلعم کے یہ ارشادات نقل کئے ہیں "تم میں سے بہترین لوگ وہ ہیں جن کے اخلاق اچھے ہیں۔ اپنے بھائی کی امداد کرو خواہ اس کے ساتھ زیادتی کی گئی ہو یا اس نے زیادتی کی ہو۔ جو لوگ یتیموں اور بیواؤں کے کام آتے ہیں۔ وہ ان لوگوں کے مانند ہیں جو خدا کی راہ میں جہاد کرتے ہیں۔" اور اسی مفکر نے یہ بھی لکھا ہے کہ "جب صحابہ کرام نے یہ سوال کیا کہ مظلوم کی امداد کرنا تو بجا ہے لیکن ہم ظالم بھائی کی امداد کس طرح کر سکتے ہیں تو آنحضرت نے ارشاد فرمایا کہ ظالم کو ظلم سے روک دینا اس کی مدد کرنا ہے۔" اور اس کے بعد اس جرمن اہل قلم نے لکھا ہے کہ "انسان دوستی اور اعلیٰ اخلاق سے متعلق اسلام کی یہ تعلیم صرف کتاب ہی تک محدود نہیں بلکہ اسلام کے داعی اور ان کے ساتھیوں کی پوری زندگی ان احکام و تعلیمات کی ایک عملی تصویر ہے۔"

اسلام کی انسان دوستی کے متعلق اس جرمن مفکر نے جو کچھ لکھا ہے اسلام کی تاریخ شروع سے لے کر آخیر تک اس کی تصدیق کرتی ہے۔ اور پروفیسر آرنلڈ کے الفاظ میں یہ تصدیق ان باتوں سے ہو جاتی ہے "اسلام نے غلاموں کو آقاؤں کی صف میں کھڑا کر کے غلاموں کے درجہ کو بے حد اونچا کر دیا تھا اور عورتوں کے حقوق کو متعین کر کے اسلام نے عورت کو اس پستی سے نکالا تھا جس میں کہ وہ ہزاروں برس سے گری ہوئی تھی۔ اس کے علاوہ اسلام نے رنگ اور نسل کے امتیاز کی مخالفت کر کے تمام انسانوں کی مساوات کا جو اعلان کیا تھا اس کا مقصد اس کے سوا اور کچھ نہیں تھا کہ جن قوموں کو ان کے رنگ اور نسل کی بنا پر ہزاروں سال سے ذلیل اور حقیر سمجھا جاتا تھا انھیں انسانی برادری میں برابر کی سطح پر لایا جا سکے۔"

آج دنیا ترقی یافتہ کہلاتی ہے۔ اور ظہور اسلام سے چودہ سو برس آگے بڑھ چکی ہے۔ مگر اخلاقی کردار اور انسانی دوستی کے زاویہ نظر سے صدیوں پیچھے چلی گئی ہے۔ اور حقوق انسانی کے چارٹر کے باوجود موجودہ زمانہ کا انسان انسانیت کے معیار سے بہت ہی نیچے گر چکا ہے۔ لیکن اسلام نے انسانیت دوستی کی جو راہ متعین کی تھی وہ آج بھی کھلی ہوئی ہے اور آئندہ بھی کھلی رہے گی۔ اور یہ راہ مسلمانوں ہی کے لئے مخصوص نہیں ہے بلکہ ہر انسان اس راہ پر چل کر انسان دوستی کے مقصد کو حاصل کر سکتا ہے اور جو لوگ کہ اس عظیم مقصد کے خواہشمند ہیں۔ انھیں اسلام کی انسانیت دوستی کی تعلیمات سے استفادہ کرنا چاہئے۔

حقیقت یہ ہے کہ اسلام دنیا کا واحد مذہب ہے جس نے عبادات کے ساتھ مخلوق خدا کی خدمت پر سب سے زیادہ زور دیا ہے۔ اسلام نے روزہ، نماز اور حج کے ساتھ پس ماندہ معذور اور غریب طبقہ کی امداد کو بھی عبادت قرار دیا ہے۔ اور حسن اخلاق کی سختی کے ساتھ ہدایت کی ہے۔ اور اسلام کی اسی امتیازی خصوصیت نے اس کے مخالفوں کو بھی اسلام کا گرویدہ بنا دیا تھا۔

"دین دنیا"

ہر ماہ کی یکم تاریخ کو ڈاک میں ڈالدیا جاتا ہے اگر وقت پر نہ ملے تو سمجھئے ڈاکخانہ کی کوتاہی کا نتیجہ ہے دفتر کو عدم وصول پر کسی حالت میں ذمہ دار نہ ٹھہرایئے

تاریخِ اسلام کا ایک ورق



پورے یورپ سے مقابلہ کرنے والا مجاہد

سلطان صلاح الدین ایوبی کی حوصلہ مندی کی داستان

(از شوکت علی فہمی)

اسلام کے مایۂ ناز مجاہد غازی صلاح الدین ایوبی نے جب ۵۸۳ ہجری میں دوبارہ بیت المقدس پر اسلامی پرچم لہرایا تھا تو پورا یورپ ایک ہی وقت میں اس مردِ مجاہد کے خلاف صف آرا ہو گیا تھا لیکن اس مجاہد نے تنہا پورے یورپ کا مقابلہ کر کے [illegible] اپنی حوصلہ مندی سے یورپ کی تمام طاقتوں کو کچل کر رکھ دیا تھا ذیل میں تاریخِ اسلام کے اسی ناقابلِ فراموش واقعہ کو پیش کیا جا رہا ہے۔

بیت المقدس کے عیسائیوں کے قبضہ سے نکل جانے پر پورے یورپ میں ایک کہرام مچا ہوا تھا۔ مسیحی طاقتیں مسلسل ۹۱ سال تک بیت المقدس پر قابض رہی تھیں۔ اور یہ بات اُن کے وہم و گمان میں بھی نہیں تھی کہ کبھی مسلمان بیت المقدس کو واپس لینے میں کامیاب ہو جائیں گے لیکن غازی صلاح الدین ایوبی نے بیت المقدس پر دوبارہ اسلامی پرچم لہرانے کے بعد پورے یورپ کو حیرت میں ڈال دیا تھا۔

عیسائی دنیا کے لئے یہ بہت بڑا سانحہ تھا چنانچہ یورپ کی سب ہی بڑی بڑی حکومتیں بیت المقدس کو واپس لینے کے لئے متحد ہو گئی تھیں۔ پادریوں اور راہبوں کی جماعتوں نے سیاہ ماتمی لباس پہن کر عوام کو جوش دلانے کے لئے سارے یورپ میں گھومنا شروع کر دیا تھا۔ اور اپنی ولولہ انگیز تقریروں سے پورے یورپ کو اسلام کے خلاف صف آرا کر دیا تھا۔

پاپائے روم نے فتویٰ دیدیا تھا کہ "جو شخص بھی اس مقدس صلیبی جنگ سے گریز کرے گا وہ مسیحی مذہب سے خارج سمجھا جائیگا اور جو اس جنگ میں حصہ لیگا اس کے تمام گناہ دھل جائیں گے" یورپ کے کونے کونے میں اس مذہبی جنگ کے لئے روپیہ اور سامان فراہم کرنے کے لئے ایک مہم جاری کر دی گئی تھی۔ انگلستان اور فرانس کی حکومتوں نے تو اپنے ملک کے باشندوں پر صلاح الدین [illegible] ٹیکس" کے نام سے ایک نیا صلیبی ٹیکس تک لگا دیا تھا۔ اس ٹیکس سے کوئی بھی مستثنیٰ نہیں تھا۔

شاہِ انگلستان رچرڈ کے جوش کا یہ عالم تھا کہ اس نے اس صلیبی جنگ کے اخراجات کے لئے اپنی پوری ذاتی جاگیر فروخت کر دی تھی اور یہاں تک کہہ دیا تھا کہ "اگر کوئی خریدار ہو تو میں اس مقدس جنگ کے لئے لندن تک کو فروخت کر دینے کے لئے تیار ہوں"۔ غرضیکہ اس صلیبی جنگ کے لئے پورے یورپ میں ایک زبردست اور منظم طریقہ پر تیاریاں کی گئی تھیں کہ جن کی مثال عالمِ مسیحیت کی تاریخ میں مشکل ہی سے مل سکتی ہے۔

بندرگاہِ صور جس پر ابھی تک عیسائیوں کا قبضہ تھا فلسطین میں مسلمانوں کے خلاف ایک زبردست فوجی چھاؤنی بن گئی تھی۔ جہاں ہزاروں مسیحی رضاکار بیت المقدس کے واسطے اپنا خون بہانے کے لئے یورپ کے مختلف گوشوں سے چلے آ رہے تھے۔ صور کے حکمران کاؤنٹ کانرڈ نے اس بندرگاہ کو خوب مستحکم کر لیا تھا۔ صور کے تین طرف فصیل تھی اور جنگی جہاز پہرہ دے رہے تھے۔ جب جنگی تیاریاں مکمل ہو چکیں تو صور کے حکمران کاؤنٹ کانرڈ اور بیت المقدس کے سابق عیسائی حکمران نے متحد ہو کر پوری طاقت کے ساتھ خشکی کے راستے عکہ پر حملہ کر دیا۔ [illegible] میں مسلسل عیسائی بحری بیڑا بھی آ گیا اور عکہ متعدد [illegible]

سے یورش کر دی۔ غرضکہ عکہ کو چاروں طرف سے عیسائیوں نے گھیر لیا۔

اس حملہ کے وقت صلاح الدین ایوبی کسی دوسرے مورچہ پر جنگ میں مصروف تھا لیکن جوں ہی اسے حملہ کی اطلاع ملی تو وہ دوڑا ہوا آیا۔ اور عکہ کے مورچہ پر صف آرا ہو گیا۔ اور اس موقعہ پر اس نے اپنے لشکر کے روبرو تقریر کرتے ہوئے کہا :۔

"اب ایک بار پھر حقانیت اور کفر کا مقابلہ ہے۔ یہ مقابلہ سابقہ مقابلے سے کہیں زیادہ سخت ہے کیونکہ اب ہمیں تن تنہا پورے یورپ سے جنگ کرنی ہے۔ یہ درست ہے کہ ہماری فوج کی تعداد دشمن کے مقابلہ میں ایک چوتھائی بھی نہیں ہے لیکن یہ نہ بھولو خدا ہمارے ساتھ ہے۔ مجاہدو بڑھو اور مشرکوں کو بتادو کہ فرزندانِ حق کس طرح پہاڑوں سے ٹکرا جاتے ہیں"۔

اور یہ کہتے ہوئے اس مردِ غازی نے ایسی بے جگری کے ساتھ حملہ کیا کہ پہلے ہی حملہ میں دشمن کی صفوں میں ابتری پھیل گئی اور فلسطین کی سرزمین پھر ایک مرتبہ انسانی خون سے سُرخ دکھائی دینے لگی۔

اس صلیبی جنگ کی اہمیت کا اندازہ اس سے لگایا جا سکتا ہے کہ یورپ کے تقریباً سب ہی بادشاہوں اور اُمراء نے مع اپنے لشکروں کے اس جنگ میں بذاتِ خود حصہ لیا تھا۔ یورپ کے جن عیسائی بادشاہوں نے اس جنگ میں حصہ لیا تھا ان میں سے چند کے نام یہ ہیں :۔ رچرڈ شاہِ انگلستان، فلپ ایشس شاہِ فرانس، فریڈرک ثانی شاہِ جرمنی، لارڈ آف کنٹربری، بالڈ دین سالسبری۔ غرضکہ یورپ کے تمام چھوٹے بڑے حکمران اس معرکہ میں شریک تھے۔ اور ان کے ہمراہ اس کثرت سے فوج تھی کہ یہ معلوم ہوتا تھا کہ صلاح الدین ایوبی کا تو ذکر ہی کیا ہے یہ پوری دنیائے اسلام کو پامال کئے بغیر نہیں رہیں گے۔ لیکن دنیائے اسلام کی جانب تو کیا رُخ کرتے صرف ایک صلاح الدین ہی یورپ کی تمام مسیحی حکومتوں اور بادشاہوں پر بھاری تھا۔

پورا یورپ اگرچہ بیت المقدس کو واپس لینے کے لئے صلاح الدین ایوبی پر پل پڑا تھا لیکن اس شیر دل مجاہد کی ہمت حوصلہ اور جنگی قابلیت کا اندازہ اس سے لگایا جا سکتا ہے کہ اس نے تن تنہا پورے تین سال تک یورپ کی درجنوں حکومتوں کا بڑی پامردی سے مقابلہ کیا اور عکہ کے مورچہ ہی پر انھیں الجھا کر ان کی ساری طاقت کو پاش پاش کر دیا۔ اللہ اکبر کیا حوصلہ اور ہمت تھی اس مردِ مومن کی یہ برابر اللہ کے نام پر تین سال تک پورے یورپ سے ٹکراتا رہا اور پورا کا پورا یورپ اپنی تمام طاقت لگا دینے کے باوجود بیت المقدس کی فصیلوں تک بھی نہ پہنچ سکا اور یہ سب کچھ صلاح الدین ایوبی کی قوتِ ایمانی اور تائیدِ الٰہی کا کرشمہ تھا۔

اُدھر یورپ کے بادشاہوں اور اُمرا کی حالت یہ تھی کہ انھیں عکہ کے مورچہ پر سر پھوڑتے ہوئے تین سال گذر چکے تھے۔ لاکھوں عیسائی اس ایک مورچہ پر قربان ہو چکے تھے لیکن نتیجہ صفر تھا اور اس ناکامی کا اثر یہ ہوا کہ ایک طرف تو یورپین فوجوں میں بددلی پھیل گئی دوسری جانب یورپ کے عوام اپنے حکمرانوں کی کمزوری دیکھ کر ان سے بدظن ہو گئے۔ اور اس سے بھی بڑھ کر یہ کہ ان حکمرانوں میں آپس میں شدید اختلافات پیدا ہو گئے۔ اور ایک نے دوسرے کو ناکامی کا ذمہ دار قرار دینا شروع کر دیا۔ اس کے علاوہ کاؤنٹ کارنرڈ والیٔ صور اور شاہِ انگلستان میں فوجوں کی قیادت کے سلسلہ میں بھی سخت ناگواری پیدا ہو گئی اور اس ناگواری کی بنا پر والیٔ صور میدان سے ہٹ کر صور واپس چلا گیا اور اس نے فوجوں کی قیادت چھوڑ دی۔

والیٔ صور جس کے ہاتھ میں شروع ہی سے سب ہی فوجوں کی کمان تھی اس کے ناراض ہو کر چلے جانے کے بعد اس کے سوا اور کوئی چارہ کار باقی نہیں رہا کہ شاہِ انگلستان اپنے ہاتھوں میں صلیبی فوجوں کی کمان لیلے لیکن اب عیسائی سپاہیوں میں پہلا سا ولولہ اور جوش باقی نہیں رہا تھا لہٰذا سلطان صلاح الدین ایوبی نے عیسائیوں کے آپس کے اختلافات سے فائدہ اٹھاتے ہوئے پوری طاقت سے حملہ کر دیا اور اس حملہ میں اس نے ہزاروں مسیحی سپاہیوں کو کاٹ کر رکھ دیا۔

اب ایک طرف تو صلاح الدین کے مقابلہ میں پے در پے شکستیں ہونے لگی تھیں اور ہر مورچہ پر عیسائی بُری طرح دباؤ میں تھے۔

تاریخ ہند



ہندو راجہ اور مسلم سلاطین

زمانہ قدیم میں ہندو اور مسلمانوں کے تعلقات تاریخ کی روشنی میں

(ہمارے مورخ کے قلم سے)

آج ہمارے ملک میں جمہوریت کا دور ہے لیکن اس کے باوجود اس ملک کے ہندو اور مسلمانوں کے تعلقات اتنے خوشگوار نہیں ہیں جتنے کہ زمانہ قدیم میں تھے واقعہ یہ ہے کہ زمانہ قدیم میں کوئی یہ جانتا ہی نہ تھا کہ فرقہ پرستی کیا ہوتا ہے۔ چنانچہ ذیل کے تاریخی مقالہ میں زمانہ قدیم میں ہندو اور مسلمانوں کے تعلقات پر روشنی ڈالی گئی ہے کاش ہم اپنے ہی ملک کی تاریخ سے کوئی سبق حاصل کر سکیں۔

پرانے زمانہ کی تاریخ اگرچہ عمومیت کے ساتھ اس دور کے راجاؤں، بادشاہوں، امیروں اور فوجی سرداروں ہی کی زندگی اور کارناموں سے بھری ہوئی نظر آتی ہے۔ لیکن پھر بھی اس کے مطالعہ سے یہ بات ضرور معلوم ہو جاتی ہے کہ اس زمانہ میں مختلف قوموں کے تعلقات کی نوعیت کیا تھی اور مختلف مذہبوں کے ماننے والے ایک دوسرے کے ساتھ کس قسم کا برتاؤ کرتے تھے چنانچہ اگر ہندوستان کی تاریخ کے اس دور کا مطالعہ کیا جائے جبکہ ہندوستان میں ہندو راجاؤں کی حکومت تھی اور مسلمان اس ملک میں بطور شہری آباد ہو چکے تھے تو ہمیں آسانی سے اندازہ ہو جائے گا کہ ہندو راجاؤں نے اپنے دورِ اقتدار میں کیسی فراخ دلی کے ساتھ اپنے مسلم شہریوں کے ساتھ برتاؤ کیا ہے۔ اسی طرح جب ہم ہندوستان کے مسلم دورِ حکومت کا مطالعہ کرتے ہیں تو یہ بات بالکل واضح ہو کر سامنے آجاتی ہے کہ شاہانِ ہند نے اس ملک کے ہندوؤں کے ساتھ کیسی وسیع نظری کا سلوک کیا ہے۔

اسلام کا ظہور ساتویں صدی عیسوی میں ہوا تھا اور اگرچہ کچھ مدت کے بعد ہی ۷۱۲ء میں محمد بن قاسم نے سندھ کو فتح کر کے وہاں مسلمانوں کی حکومت قائم کر لی تھی لیکن یہ حکومت چونکہ نویں صدی عیسوی میں ختم ہو گئی تھی پھر یہ حکومت پورے ہندوستان پر بھی حاوی نہیں تھی۔ اس لئے اس دور میں ہندوستان کے طول و عرض میں ہندوؤں کی ریاستوں کا ایک جال بچھا ہوا تھا اور اس زمانہ میں مسلمان ملک کے مختلف حصوں میں تاجروں کی حیثیت سے اور ہندوستانی شہریوں کی حیثیت سے آباد ہو چکے تھے۔ یہ دور [illegible] سے شروع ہو کر ۱۲۰۰ء تک جاری رہا تھا۔ اور چونکہ مسلمانوں کی بیشتر آمد و رفت اور آبادی کا تعلق جنوبی ہند اور گجرات کے ساتھ رہا تھا اس لئے گجرات کی تاریخ کے مطالعہ سے پتہ چلتا ہے کہ اس زمانہ میں جنوبی ہند اور گجرات میں ہندوؤں اور مسلمانوں کے تعلقات بے حد خوشگوار اور دوستانہ تھے ہندو راجہ مسلمانوں کے ساتھ بڑی رواداری کا سلوک کرتے تھے جس کے عرب سیاح اور تاجر بے حد مداح تھے۔

اس زمانہ میں جو عرب سیاح ہندوستان آتے رہتے تھے ان کے سفرناموں اور تحریروں سے پتہ چلتا ہے کہ اس زمانہ کے ہندو راجہ گجرات میں آنے والے اور آباد ہونے والے مسلمانوں کے ساتھ ہمیشہ انصاف اور رواداری سے پیش آتے تھے اور ہندوستان کی سیاحت کرنے والے ایک عرب سیاح نے لکھا ہے کہ کونکن کا راجہ بلہارا عربوں پر خصوصیت کے ساتھ مہربان تھا۔ اسی طرح عرب مورخ مسعودی نے اس بات کا اعتراف

کیا تھا۔ بہت کم راجہ عربوں اور غیر ہندوؤں کے ساتھ اتنی مہربانی سے پیش آتا تھا اور راشٹرکوٹا خاندان کا راجہ جس کی حکومت موجودہ مہاراشٹر یا کھمبایت سے لیکر کوکن تک پھیلی ہوئی تھی مسلمانوں کی بے حد عزت کرتا تھا۔ اس نے انھیں مسجدیں بنانے کی بھی اجازت دے رکھی تھی۔ اسی عہد کے ایک اور مسلمان مورخ نے لکھا ہے کہ کوکن میں بہت سے مسلمان آباد تھے۔ اور راجہ نے ان کے معاملات اور تنازعات کو شریعت اسلامیہ کے قانون کے مطابق طے کرنے کے لئے ان ہی میں سے ایک مسلمان عالم کو قاضی مقرر کر رکھا تھا۔

مورخ البیرونی کا بیان ہے کہ جب سندھ میں محمد بن قاسم کی قائم کردہ مسلمانوں کی حکومت ختم ہو گئی تو وہاں کے ہندوؤں نے شہر سندان (سنجان) کی جامع مسجد کو جوں کا توں برقرار رکھا اور مسلمان وہاں جمع ہو کر نہ صرف جمعہ کی نماز ہی ادا کرتے رہے بلکہ خلیفۂ وقت کے لئے دعائے خیر بھی کرتے رہے۔ اور مورخ بلاذری نے بھی البیرونی کے بیان کی تصدیق ان الفاظ میں کی ہے کہ سندھ پر دوبارہ قابض ہونے کے بعد ہندو راجاؤں نے مسلمانوں کے ساتھ بہت ہی اچھا سلوک کیا اور ان کی مساجد کو بدستور برقرار رہنے دیا۔

زمانۂ قدیم کے ہندو عوام اور ہندو راجاؤں کی اس بے تعصبی اور رواداری کا اقرار کے ساتھ ساتھ مسلم سیاحوں اور مورخوں نے کیا ہے۔ ہمیں ہندو مورخوں کی ان تحریروں کو بھی مدنظر رکھنا چاہیے جس سے یہ بات واضح ہو جاتی ہے کہ قدیم زمانہ کے مسلم حکمران بھی ہندو عوام کے ساتھ مشفقانہ سلوک میں ہمیشہ پیش پیش رہے ہیں اور انھوں نے کسی زمانہ میں بھی ہندو عوام کے ساتھ تعصب کا سلوک نہیں کیا۔

ہمارے ملک کے تقریباً سبھی مورخ اس بات پر متفق الرائے ہیں کہ جب محمد بن قاسم نے سندھ کو فتح کر کے وہاں مسلمانوں کی پہلی حکومت قائم کی تھی تو اس نے سندھ میں بودھوں اور ہندوؤں کے مندروں کو اور اسی طرح ملتان کے ہندو مندروں کو بدستور قائم و برقرار رکھا تھا اور عرب بڑے شوق سے ان مندروں کو دیکھنے جاتے تھے اور مسلمان حکمرانوں نے صرف ہندوؤں کو نہیں بلکہ سندھ کی تمام غیر مسلم عبادتگاہوں کے تحفظ کو اپنے فرائض میں داخل کر رکھا تھا جن کی تعمیر نو اور مرمت سرکاری خزانہ سے کی جاتی تھی۔ نیز ملتان کا جاگیری حصہ ان مندروں کے اخراجات کے لئے دیا جاتا تھا۔

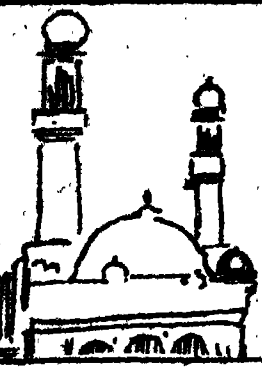
ہندو مورخوں کا اس بات پر بھی پوری طرح اتفاق ہے کہ محمد بن قاسم نے سندھ کے ہندوؤں کو کامل مذہبی اور سماجی آزادی دے رکھی تھی۔ محمد بن قاسم ہندو پنڈتوں کا بے حد احترام کرتا تھا۔ اور اس نے حکومت کی ذمہ داریوں میں ہندوؤں کو برابر شریک کر رکھا تھا یہاں تک کہ سندھ کا وزیر اعظم سابق ہندو وزیر اعلیٰ سی ساگر کو بنا دیا تھا۔ اس کے علاوہ ہندوؤں کے معاملات اور مقدمات کو طے کرنے کا کام ہندوؤں ہی کے مذہبی رہنماؤں کو سونپ رکھا تھا۔ اور ہندو برہمنوں کو وہ تمام مراعات دے رکھی تھیں جو انھیں سابق ہندو راجاؤں کے دور حکومت میں حاصل تھیں۔

جنوبی ہند کے ایک صاحب قلم مسٹر کرشنا ماچاریا نے پچھلے دنوں مورخ البیرونی پر ایک مقالہ سپرد قلم کیا تھا جس میں کہ وہ لکھتا ہے کہ "البیرونی سلطان محمود غزنوی کے ساتھ ہندوستان آیا تھا لیکن اس نے اپنا تمام وقت ہندوستان کی مذہبی، سماجی اور تہذیبی زندگی کے مطالعہ میں صرف کیا تھا۔ اور اس کی تمام تر کوششیں عربوں (مسلمانوں) اور ہندوؤں کے تعلقات کو بہتر اور دوستانہ بنانے کے لئے وقف ہو کر رہ گئی تھیں۔ البیرونی نے ہندوؤں کی مذہبی کتابوں کا گہرا مطالعہ کیا تھا۔ اگرچہ برہمن اس کے سنسکرت سیکھنے کے راستہ میں برابر روڑے اٹکاتے رہے تھے لیکن اس نے ہمت نہیں ہاری۔ اور سنسکرت پر عالمانہ قدرت حاصل کرنے کے بعد ویدوں، پرانوں اور دوسری ہندو کتابوں کی پوری پوری واقفیت حاصل کر لی تھی اور بہت سی سنسکرت کی کتابوں کے عربی زبان میں تراجم بھی کئے تھے۔"

بہت سے یورپین مورخوں نے بھی اس دور کے ہندوؤں اور مسلمانوں کے تعلقات پر بحث کرتے ہوئے اس بات کو تسلیم کیا ہے کہ مسلمان مورخوں اور سیاحوں ہی نے ہندو مذہب اور ہندو فلسفہ کے مطالعہ کے بعد پہلی بار دنیا کو ان سے متعارف کرایا تھا۔ انھوں نے ہندوؤں کی مذہبی اور علمی کتابوں کے ترجمے عربی زبان

(باقی صفحہ پر)

اسلام اور غیر مسلم



میں نے اسلام کیوں قبول کیا

انگریز مفکر ڈاکٹر جان رابرٹ کے تاثرات

(جان رابرٹ کے انگریزی مقالہ سے ماخوذ)

ڈاکٹر جان رابرٹ کی رائے یہ ہے کہ دنیا میں صرف اسلام ہی ایک ایسا مذہب ہے جس میں کہ غیر مسلموں کے لئے بھی غیر معمولی کشش موجود ہے۔ جان رابرٹ برطانوی فوج میں ایک ممتاز ڈاکٹر رہے ہیں۔ انھوں نے زمانہ دراز تک بڑی گہری نظر سے اسلام کا مشاہدہ اور مطالعہ کیا ہے اور اس کے بعد وہ اسلام سے کچھ ایسے متاثر ہوئے کہ انھوں نے اسلام قبول کر لیا۔ چنانچہ ذیل کا مقالہ ڈاکٹر جان رابرٹ کے ایک طویل انگریزی مقالہ سے ماخوذ ہے۔

آج کا انسان خواہ وہ کسی مذہب یا کسی سماجی طبقہ سے کیوں نہ تعلق رکھتا ہو اس بات کو ضرور محسوس کرتا ہے کہ انسانوں کے درمیان آج بھی رنگ نسل۔ قومیت اور سماجی درجوں کی جو دیواریں کھڑی ہیں انھیں اب زیادہ مدت تک قائم نہیں رہنا چاہیئے۔ اس کے علاوہ جہاں تک مذہبی عقائد کے اختلاف کا تعلق ہے انھیں انسانیت کے ارتقا کی راہ میں ہرگز حائل نہیں ہونا چاہیئے۔

میں جانتا ہوں کہ اس قسم کے خیالات اس زمانہ کے ہر سمجھ مند شخص کے ذہن و دماغ میں ابھرتے رہتے ہیں۔ لیکن عام طور پر لوگ اپنے بعض مخصوص حالات اور ماحول سے مجبور ہو کر اس قسم کے خیالات کو ظاہر نہیں ہونے دیتے لیکن میں اس بات کا اقرار کرتا ہوں کہ میرے دل میں ہوش سنبھالنے کے بعد ہی سے اس قسم کے خیالات موجود تھے اور یہ ہی خیالات آج میرے اسلام قبول کرنے کا باعث ثابت ہوئے ہیں۔

یہ بات بالکل ظاہر ہے کہ میں ابتدا میں اسلام سے قطعی ناواقف تھا۔ اور اسلام قبول کرنے سے پہلے میرے ذہن میں اسلام کے کسی عقیدہ کا کوئی تصور پیدا کر سکنا ہی نہیں ہو سکتا تھا۔ اور میں نے ابتدا میں دوسرے مذہبوں کی طرح اسلام کو اس کی ظاہری اور سماجی شکل میں دیکھا تھا لیکن میرے دل میں چونکہ ابتدا ہی سے انسانی مساوات کا ایک دھندلا سا خاکہ اور تصور موجود تھا اس لئے جب مجھے پچھلی عالمگیر جنگ کے دوران شمالی افریقہ کے مختلف اسلامی ملکوں میں حیثیت ایک ڈاکٹر کے جانے کا موقعہ ملا اور میں نے وہاں مختلف ملکوں۔ رنگوں اور نسلوں کے مسلمانوں کو مساوی بنیاد پر ایک دوسرے کے ساتھ ملتے جلتے دیکھا تو انسانی مساوات کا وہ میرا ابھرا ہوا تصور جو مدت سے میرے دماغ میں موجود تھا ایک واضح شکل اختیار کرنے لگا۔ اور میں مسلمانوں کی اس سماجی خصوصیت کی بنا پر اسلام کو نہیں بلکہ اس کے مساوات پیدا کرنے والے سماجی نظام کو پسند کرنے لگا۔

اب مجھے مسلمانوں سے ایک لگاؤ سا پیدا ہو گیا تھا۔ اور اس لگاؤ کی وجہ سے میں اپنی فرصت کے اوقات کا زیادہ حصہ اپنے ان چند مسلمان مصری دوستوں کی صحبت میں بسر کرنے لگا جو مصر کے برطانوی فوجی ہیڈکوارٹر میں میرے ساتھ ہی کام کرتے تھے۔ اور ان ہی لوگوں سے میل جول رکھنے کی بنا پر آہستہ آہستہ میرا خیال اس بات کی طرف بھی منتقل ہوا کہ یہ مسلمان جس طرح انسانی اتحاد اور مساوات کی راہ میں رنگ نسل اور قومیت کو کوئی رکاوٹ تسلیم نہیں کرتے اسی طرح ان میں مذہبی رواداری بھی موجود ہے۔ کیونکہ میں نے دیکھا کہ وہ یہ جانتے ہوئے بھی کہ میں مسلمان نہیں ہوں بلکہ عیسائی ہوں میرے

ساتھ کسی معاملہ میں بھی کوئی امتیاز یا غیریت کا سلوک نہیں کرتے تھے
ابتدا میں تو میں اِس غلط فہمی میں مبتلا رہا کہ انسان کا ماحول اُس کے خیالات میں تبدیلی پیدا کردیتا ہے اور جنگ کی وجہ سے چونکہ فاہرہ مختلف مشرقی اور مغربی قوموں کے افراد کا سنگم بنا ہوا ہے اِس لئے میرے اِن مسلمان دوستوں اور ساتھیوں کے مذہبی خیالات میں بھی اعتدال پیدا ہوگیا ہے لیکن جنگ کے خاتمہ کے بعد جب میں انگلستان واپس چلا گیا اور وہاں سے پھر مجھے مشرق کے کئی مسلم اور غیر مسلم ملکوں میں جانے کا موقع ملا اور میں نے وہاں بھی مسلمانوں میں مساوات کی خوبی دیکھی تو میری غلط فہمی دُور ہوگئی۔ بلکہ اِس کے برعکس مجھے اِس بات کا یقین ہوگیا کہ انسانی مساوات اسلامی سوسائٹی کی ایک ایسی خصوصیت ہے جو دوسری سوسائٹیوں میں ناپید ہے۔

ایک عیسائی ہونے کی حیثیت سے میں عیسائی سماج کی تمام خصوصیتوں سے اچھی طرح واقف ہوں۔ اور میں جانتا ہوں کہ عیسائیوں میں رنگ نسل اور قومیت کے اختلافات کو کتنی اہمیت دی جاتی ہے اور مذہبی عقائد کے اختلافات کی بنا پر دوسرے مذاہب کے ماننے والوں کے متعلق مذہبی لوگ کس قسم کے خیالات رکھتے ہیں پھر مشرقی ممالک کے سفر کے دوران مجھے بہت سے ایسے غیر مسلموں سے بھی ملنے کا اتفاق ہوا جو خود اپنی قوم کے پس ماندہ طبقوں تک کو انسانی مساوات سے محروم رکھنا اپنا ایک مذہبی فریضہ سمجھتے ہیں۔ مگر میں جہاں بھی گیا میں نے مسلمانوں میں عام طور پر مساوات کا رجحان پایا۔ اب قدرتی طور پر میرے دل میں اِس تحقیقات کا خیال پیدا ہوا کہ آخر مسلمانوں ہی میں خواہ وہ کسی ملک کے بھی کیوں نہ ہوں مساوات کا غیر معمولی جذبہ کیوں پایا جاتا ہے۔ اور وہ کونسی تعلیم و تربیت ہے جس نے کہ دنیا کے سب ہی مسلمانوں کو مساوات کے معاملہ میں ایک ہی رنگ میں رنگ دیا ہے۔

اِس تمام مدت میں مسلمانوں کے ساتھ میرا جو گہرا تعلق رہا تھا اُس کی وجہ سے میں اِس بات سے پوری طرح واقف ہوگیا تھا کہ مسلمان اپنے پورے نظامِ زندگی کو اسلام کی تعلیمات پر مبنی قرار دیتے ہیں اور اُن کی پوری زندگی پر اسلامی ہدایات حاوی ہیں۔ اِس لئے میں نے محسوس کیا کہ مسلمانوں کے معاشرہ کی اِس منفرد خصوصیت یعنی مساوات کے جذبہ کی بنیاد کا پتہ چلانے کے لئے مجھے اسلامی تعلیمات کا بھی تھوڑا بہت مطالعہ ضرور کرنا چاہئے تاکہ یہ معلوم ہوسکے کہ اِس مذہب کے ماننے والوں میں مساوات کی خصوصیت عام کیوں ہے۔

اپنے وطن انگلستان کے مقابلہ میں مشرقی ملکوں میں رہ کر اسلام کا مطالعہ میرے لئے نسبتاً آسان کام تھا۔ لہٰذا میں نے پہلے تو انگریزی زبان کی ایسی کتابوں کا مطالعہ کیا جو اسلام کے موضوع پر لکھی گئیں۔ اگرچہ ان کتابوں سے مجھے پوری طرح اطمینان حاصل نہیں ہوسکا لیکن پھر بھی اس سے انکار نہیں کیا جاسکتا کہ ان کتابوں نے اسلام کے سمجھنے میں میری بڑی رہنمائی کی ہے۔ لیکن ابھی مجھے اسلام کے بارے میں ٹھوس اور مستند معلومات کی ضرورت تھی۔ اور یہ ضرورت عربی کتب کے مطالعہ کے بغیر صحیح معنوں میں پوری نہیں ہوسکتی تھی لہٰذا میں نے عربی زبان پڑھنی شروع کردی۔

مختصر یہ کہ میں اسلام کے بارے میں جوں جوں معلومات حاصل کرتا رہا اسلام کی جانب میرا رجحان بڑھتا ہی چلا گیا اور اسلام کے گہرے مطالعہ کے بعد میں جس نتیجہ پر پہنچا وہ یہ تھا کہ اسلام نے اپنے پورے نظام کو انسانی مساوات کی بنیاد پر قائم کیا ہے حتیٰ کہ اُس نے اسلام کی مجوزہ سب سے بڑی عبادت یعنی نماز میں بھی انسانی مساوات کا پورا لحاظ رکھا ہے۔ پھر اسلام کی بڑی خوبی یہ ہے کہ اُس نے انسانی برابری اور مساوات میں مذہبی اختلافات کو بھی کوئی اہمیت نہیں دی ہے۔ اور مسلمانوں کو سختی سے ہدایت کی ہے کہ وہ بلا امتیاز مذہب و ملت سب ہی کے ساتھ مساوات کا سلوک کریں کیونکہ سب ہی انسان خواہ مسلم ہوں یا غیر مسلم خدا کے بندے ہیں اور اُن میں کسی قسم کا امتیاز برقرار رکھنا درست نہیں۔

اب مجھے میرا اگر پر مقصود حاصل ہوچکا تھا۔ اور میں اِس نتیجہ پر پہنچ چکا تھا کہ اسلامی سماج کی یہ وسعتِ نظر خود اسلام ہی کی تعلیمات کا نتیجہ ہے۔ نیز میں نے یہ محسوس کرلیا کہ اسلام صرف مساوات ہی کا داعی نہیں ہے بلکہ وہ قدم قدم پر معاشرتی اور دنیاوی زندگی میں انسان کی رہنمائی کرتا ہے۔ لہٰذا اسلام کی بے پایاں خصوصیات سے متاثر ہوکر میں نے اسلام قبول کرلیا۔ اور اب میں ایک ایسی سوسائٹی میں شامل ہوگیا ہوں جس میں انسان کی اچھائی اور برائی کے علاوہ انسانوں کے درمیان کسی اور بنیاد پر کوئی امتیاز نہیں برتا جاتا اس کے علاوہ اسلام

دنیا کا واحد مذہب ہے جو عاقبت کے ساتھ انسان کی دُنیا کو بھی سنوارتا ہے یعنی اسلام میں مادّی اور دُنیاوی فوائد دونوں ہی موجود ہیں۔

تعلیم القرآن

بسلسلہ صفحہ ۱۷

اس کے برخلاف جو لوگ کہ نیک ہیں اُن کے لئے جنّت ہے اور جس جنّت کا متقیوں اور پرہیزگاروں سے وعدہ کیا گیا ہے اُس کی صفات یہ ہیں کہ اُس کے نیچے نہریں بہہ رہی ہیں وہاں سایہ اور پھل پھول عارضی نہیں ہے بلکہ ہمیشہ ہمیشہ رہیں گے یہ اُن پاکباز لوگوں کے لئے ہے جو دُنیا میں پرہیزگاری کی زندگی گزارتے ہیں۔ اور کافروں کے لئے انجام کار دوزخ کی بھڑکتی ہوئی آگ ہے۔

تاریخ اسلام کا ایک ورق

بسلسلہ صفحہ ۲۴

پیٹ رہے تھے اور دوسری جانب اِس عظیم صلیبی جنگ کے روحِ رواں کارنرڈ والیٔ صور کی ۵۸۸ ہجری میں اچانک موت ہوگئی۔ اُس کے مرتے ہی عیسائیوں کے حوصلے اور بھی پست ہوگئے۔ اُدھر رچرڈ شاہ انگلستان نے کارنرڈ کے مرتے ہی اپنے بھانجے ہینری کو صور کا بادشاہ بنا دیا جس پر اور بھی اختلاف بڑھ گیا اور اِن تازہ اختلافات نے عیسائیوں کی رہی سہی طاقت کو بھی ختم کر دیا۔

اِس کے علاوہ اِس طویل جنگ نے یوروپی فوجوں کو بالکل تھکا دیا تھا۔ اور اب اُن کے لئے اِس کے سوا اور کوئی راستہ باقی نہیں رہا تھا کہ وہ اپنے آپ کو صلاح الدین کے رحم و کرم پر چھوڑ دیں۔ لہٰذا رچرڈ شاہ انگلستان کی جانب سے صلح کے لئے سلسلہ جنبانی شروع کی گئی۔ خود صلاح الدین اور اُس کے ساتھی بھی اِس طویل جنگ سے تنگ آچکے تھے۔ آخر شعبان ۵۸۸ ہجری میں ساڑھے تین سال کی مسلسل خونریزی کے بعد یوروپی طاقتوں کو دَب کر اور مجبور ہو کر شیر دل صلاح الدین ایوبی سے صلح کرنی پڑی۔ اِس صلح نامہ کی رُو سے صرف چند علاقے عیسائیوں کے پاس رہے باقی پورے فلسطین پر مسلمانوں کا قبضہ تسلیم کر لیا گیا۔

سلطان صلاح الدین ایک بے مثال سپہ سالار ہی نہیں تھا بلکہ وہ بڑا ہی وسیع نظر انسان تھا۔ اُسے عیسائیوں سے اگرچہ شدید تکالیف پہنچی تھیں اور کامل فتح کے بعد وہ اِن تکالیف کا پورا پورا انتقام لے سکتا تھا لیکن اُس نے صلح ہوتے ہی تمام گذشتہ واقعات کو بُھلا دیا۔ اور عیسائیوں کو کھلے دل کے ساتھ یہ اجازت دیدی کہ وہ بیت المقدس میں زیارت کے لئے بغیر کسی روک ٹوک کے جاسکتے ہیں۔ اِس کے علاوہ اُس نے اپنی پوری مملکت میں اعلان کر دیا کہ اب چونکہ عیسائیوں اور مسلمانوں میں صلح ہوگئی ہے اِس لئے مسلمانوں کو چاہئے کہ وہ عیسائیوں کے ساتھ برابری اور عزّت کا سلوک کریں۔

تاریخ ھند

بسلسلہ صفحہ ۲۶

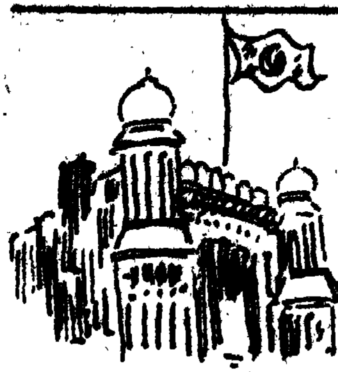
میں کئے تھے اِسکے لئے اُنھیں سنسکرت سیکھنی پڑی تھی اور اِنہی عربی تراجم کے ذریعہ سے اہلِ یورپ کو ہندو علوم اور ہندوؤں کی زندگی کے مختلف گوشوں سے واقفیت حاصل ہوئی تھی۔

اُس دور میں جسے تاریخ کی اصطلاح میں دورِ وسطیٰ کہا جاتا ہے اگرچہ یورپ کے عیسائی حلقوں میں پوری قوت کے ساتھ مذہبی تعصب موجود تھا لیکن جہاں تک ہندوستان کے ہندوؤں اور مسلمانوں کا تعلق ہے اِن کے دل تعصب کی لعنت سے بالکل پاک تھے ہندو اور مسلمانوں کے خوشگوار تعلقات کا یہ سلسلہ سو دو سو سال قائم نہیں رہا بلکہ تقریباً ایک ہزار سال تک یعنی انگریزوں کی آمد سے قبل تک جاری رہا۔

تعلیم الحدیث

بسلسلہ صفحہ [illegible]

یعنی مسلمانوں کو دولت پیدا کرنے کی اجازت تو دی گئی ہے لیکن اُنھیں سرمایہ دار کی طرح مال جمع کرنے سے منع کیا گیا ہے۔ اور حکم دیا گیا ہے کہ وہ کمائی ہوئی دولت سے یا تو اپنے اہل و عیال کی ضرورتیں پوری کریں یا اُسے غریبوں اور مستحقین پر صرف کریں مگر کسی حالت میں بھی دولت کو جمع نہ کریں۔



رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم اور خلفائے راشدین

اور سینکڑوں شاہانِ اسلام کی فتوحات اور زندگیوں کے ولولہ انگیز حالات

مکمل تاریخِ اسلام

عربی، فارسی، انگریزی اور فرانسیسی تاریخوں کے پچاس ہزار صفحات کا نچوڑ

(از مفتی شوکت علی فہمی)

یہ تاریخ ایسی ہے بلکہ سمندر کو کوزے میں بند کر دیا گیا ہے ایک ہزار صفحات کی یہ عظیم الشان تاریخ عربی فارسی انگریزی اور فرانسیسی زبانوں کے مستند تاریخوں کے پچاس ہزار صفحات کا نچوڑ ہے۔ اس عظیم الشان تاریخ کے ذریعہ بتایا گیا ہے کہ اسلام کس طرح ساری دنیا پر چھا گیا رسولِ مقبول صلی اللہ علیہ وسلم اور خلفائے راشدین اور شاہانِ اسلام نے مختصر سے عرصہ میں کافروں اور مشرکوں کی بڑی سے بڑی سلطنتوں کو فتح کر کے دنیا کے بیشتر حصہ پر کس طرح اسلامی حکومت قائم کر دی تھی۔

یہ عظیم الشان تاریخ چودہ ابواب پر مشتمل ہے۔ اس کا ہر باب اپنی جگہ پر ایک مستقل کتاب کی حیثیت رکھتا ہے۔ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے زمانے سے لے کر دورِ حاضر تک کی تمام اسلامی حکومتوں کی یہ مکمل تاریخ چودہ ابواب میں یکجا طور پر پیش کر دی گئی ہے چنانچہ اس میں حکومتِ اسلامیہ کے بانی رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی سوانح مبارک اور جنگی کارنامے موجود ہیں حضرت ابوبکر صدیق رضؓ حضرت عمر فاروق رضؓ حضرت عثمان غنی رضؓ حضرت علی کرم اللہ وجہہ اور حضرت امام حسن رضؓ یعنی خلفائے راشدین کے دورِ حکومت کے مکمل حالات درج ہیں۔ اور خلفائے بنو عباس کی پوری تاریخ موجود ہے۔ اس کے علاوہ عرب، ایران، عراق، شام، فلسطین، افریقہ، روم، ترکستان، اسپین اور دنیا بھر کے اسلام کے سینکڑوں حکومتوں کا تذکرہ موجود ہے۔ یہاں تک کہ ہندوستان کے مسلم فرمانرواؤں کے بھی حالات درج ہیں۔

یہ تاریخ مندرجۂ ذیل چودہ ابواب پر مشتمل ہے:-

پہلا باب: حکومتِ اسلامیہ کے بانی رسول مقبول صلی اللہ علیہ وسلم کی سوانح مبارک
دوسرا باب: رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی جنگی سرگرمیاں اور فتوحات
تیسرا باب: حضرت ابوبکر صدیق رضؓ کا عہدِ حکومت اور فتوحات
چوتھا باب: حضرت عمر فاروق رضؓ کا دورِ حکومت اور فتوحات
پانچواں باب: حضرت عثمان غنی رضؓ کا عہدِ حکومت اور فتوحات
چھٹا باب: حضرت علی کرم اللہ وجہہ کا دورِ حکومت اور فتوحات
ساتواں باب: امیر معاویہ اور خلفائے بنی امیہ کا عہدِ حکومت اور فتوحات
آٹھواں باب: خلفائے بنو عباس کا طویل دورِ حکومت
نواں باب: اسپین اور یورپ کی اسلامی حکومتیں
دسواں باب: مراکش، تیونس، الجزائر اور افریقہ کی اسلامی حکومتیں
گیارہواں باب: مصر، شام کی اسلامی حکومتیں، غازی صلاح الدین ایوبی کی صلیبی لڑائیاں
بارھواں باب: ایران، افغانستان، ماوراء النہر کی اسلامی حکومتیں
تیرھواں باب: شاہانِ سلجوق اور سلاطین ترکیہ کا دورِ حکومت
چودھواں باب: ہندوستان کی خودمختار اسلامی سلطنتوں کی مختصر تاریخ

حقیقت یہ ہے کہ یہ ایک ایسی مکمل اور جامع تاریخ ہے جو اب تک اردو زبان میں شائع نہیں ہوئی تھی۔ اندازِ تحریر ناول کی طرح عام فہم اور دلکش صفحات تقریباً ایک ہزار کاغذ سفید۔ نہایت اعلیٰ رنگین ٹائیٹل اگر ناپسند ہو تو قیمت واپس منگالیں۔ جدید ایڈیشن ابھی ابھی طبع ہوا ہے۔ چودہ ابواب کی مکمل تاریخ۔

مجلد مع خوشنما ڈسٹ کور صرف سترہ روپے پچاس پیسے

دین دنیا پبلشنگ کمپنی۔ جامع مسجد۔ دہلی ۶

سیرت و سوانح



سلطان الپ ارسلان

اِس مردِ مجاہد نے قیصرِ روم کی رعونت کو خاک میں ملا دیا تھا

(از شوکت علی فہمی)

اسلام کا یہ زندہ کرشمہ ہے کہ اس دینِ حق نے نومسلموں میں سے بھی ایسے مجاہد پیدا کر دئے تھے جنھوں نے کہ اپنی حوصلہ مندی سے دنیا کا نقشہ بدل کر رکھ دیا تھا۔ اِن ہی نومسلموں میں سے ایک نومسلم امیر سلجوق بھی تھا۔ جو اسلام قبول کرنے کے بعد اسلام کا سچا جاں نثار بن گیا تھا اور اس کی قائم کردہ "سلجوقی حکومت" خراسان سے لے کر ایران و عراق تک پھیل گئی تھی۔ اسی نومسلم ترک سلجوق کا پوتا "الپ ارسلان" تھا جس نے کہ اپنے مجاہدانہ کارناموں سے دنیائے کفر میں زلزلہ پیدا کر دیا تھا۔ اِسی مجاہد کے چند تاریخی کارنامے ذیل میں درج کئے جا رہے ہیں۔

سلطان الپ ارسلان جب ۴۵۵ ہجری میں سلجوقی حکومت کے دارالسلطنت "رے" میں تخت نشین ہوا تو یہ مسلمانوں کے لئے وہ نازک زمانہ تھا جبکہ خلافتِ عباسیہ لبِ دم تھی۔ مسلمانوں کی فوجی طاقت تقریباً ختم ہو چکی تھی۔ عیسائی حکومتوں کے حوصلے بڑھ گئے تھے اور مشرک حکمراں بڑی دیدہ دلیری سے مسلم علاقوں پر دست درازیاں کر رہے تھے۔ مسلمان بستیاں لوٹی جا رہی تھیں۔ مساجد کو مسمار کیا جا رہا تھا اور مسلمان بھیڑ اور بکریوں کی طرح ذبح کئے جا رہے تھے۔ مسلمانوں کی نہ جان محفوظ تھی اور نہ آبرو۔

تاریخ شاہد ہے کہ جب بھی مسلمانوں پر کوئی نازک وقت آیا ہے تو اُن کی حفاظت کے لئے پردۂ غیب سے کچھ نہ کچھ انتظام ضرور ہو گیا ہے۔ چنانچہ جب مسلمانوں کی آہ و بکا اور فریاد و فغاں بازگاہ سلجوقی حکومت کے دارالسلطنت "رے" میں پہنچی تو سلطان الپ ارسلان مسلمانوں کی بربادی کی داستان سُن کر مضطرب ہو گیا اور اس نے پھر سے جہاد کا اعلان کیا۔

"سلجوقی سلطنت میں بلا شبہ مسلمان امن چین اور آرام کی زندگی گزار رہے ہیں۔ لیکن جب ہمارے پڑوسی علاقہ کے مسلمان مضطرب ہوں تو ہمارا عیش و آرام بیکار ہے سب کو معلوم ہے کہ خلافتِ عباسیہ کے زوال اور کمزوری نے عیسائی حکمرانوں کے حوصلے بڑھا دئے ہیں اور وہ مسلم علاقوں میں گھس گھس کر مسلمانوں کو ذبح کر رہے ہیں لیکن انھیں شاید یہ نہیں بھولنا چاہئے کہ سلجوقی مسلمان اس وقت تک چین سے نہیں بیٹھ سکتے جب تک کہ وہ مشرکوں کے ظلم و استبداد سے اپنے مظلوم بھائیوں کو نکال کر ان کے خون کا انتقام نہیں لیں گے۔"

اور اس اعلان کے فوراً ہی بعد سلجوقی حکومت کی فوجیں ان بے گناہ مسلمانوں کی امداد کے لئے دوڑ پڑیں جن کو محض کلمہ گو ہونے کے جرم میں تہہ تیغ کیا جا رہا تھا چنانچہ سب سے پہلے ۴۵۶ ہجری میں گرجستان اور اران کی عیسائی حکومتوں کے خلاف سلطان الپ ارسلان نے اعلانِ جنگ کر دیا۔

یہ دونوں حکومتیں قیصرِ روم کی باجگزار تھیں اور قیصر ہی کے اشارہ پر انھوں نے سب سے زیادہ مسلم علاقوں میں تباہی مچائی تھی۔ اس جنگ میں مجاہدِ اسلام الپ ارسلان خود فوجوں کی کمان کر رہا تھا اور گویا دشمنانِ اسلام سے انتقام لینے کے لئے مضطرب تھا جو کئی سال سے بے گناہ اور بے زبان مسلمانوں کا خون بہا رہے تھے۔ سلطان الپ ارسلان کے پہلے ہی حملے کے بعد اگرچہ گرجستان اور اران کی فوجوں نے

بھی مسلمان [illegible] سے مقابلہ کیا لیکن الپ ارسلان نے
ان دونوں [illegible] فوجوں کو مٹا کر رکھ دیا۔ اور دل کھول کر بے
گناہ مسلمانوں کے قتل کا انتقام لیا۔

اس کے بعد شہر [illegible] کو مسلمانوں نے چاروں طرف سے گھیر لیا۔
یہ شہر [illegible] بہت بڑا اور مضبوط شہر تھا۔ [illegible] نے اس کی
تعمیر کی تھی۔ اس کے گرد پختہ شہر پناہ اور چاروں طرف خندق تھی۔ ان
عیسائیوں نے بڑی بے جگری کے ساتھ اس مقدس شہر کی مدافعت کی تھی
لیکن مجاہدین اسلام کا سیلاب بڑھتا ہی چلا گیا۔ اور
مسلمان شہر پناہ تک پہنچنے کے بعد کمندوں کے ذریعہ فصیل پر
چڑھ گئے۔ اور شہر کے اندر کود پڑے آخر اہل شہر گھبرا گئے اور انہوں
نے ہتھیار ڈال دیئے اور اس اہم شہر پر بھی مسلمانوں کا قبضہ ہو گیا۔

اس فتح کے بعد مجاہدین اسلام شہر آمانی کی جانب بڑھے جس
کی فلک رسا عمارتیں مسلمانوں کو فتح کی دعوت دے رہی تھیں۔
اہلِ شہر نے ہر چند مدافعت کی مگر اس شہر پر بھی اسلامی پرچم
لہرا دیا گیا۔ پھر مجاہدین نے شہر آنی کا رُخ کیا۔ فاتح اعظم الپ
ارسلان راستے کی عیسائی آبادیوں کو زیر کرتا ہوا آنی کے قریب
جا پہنچا۔ یہ اتنا بڑا شہر تھا کہ اس میں پانچ سو گرجا تھے۔ اس
کے دو طرف دریائے ارس بہہ رہا تھا۔ تیسری سمت ایک نہر
تھی شہر تک پہنچنے کے لئے تھوڑا سا خشکی کا راستہ تھا سلطان
الپ ارسلان نے شہر کے چاروں طرف لکڑی کے برج بنا کر
شہر پر [illegible] باری اور تیر اندازی کی اور اس کے بعد
فصیل کا ایک حصہ توڑ کر مجاہدین دھڑا دھڑ شہر میں گھس گئے
اور شدید جنگ کے بعد اس عظیم الشان شہر پر بھی فرزندانِ توحید
کا قبضہ ہو گیا۔ [illegible] الپ ارسلان نے دشمن کے علاقے کو پامال کر کے
رکھ دیا۔ اور تھوڑے عرصہ میں گرجستان اور اران کی حکومتیں مسلمانوں
کا کامل قبضہ ہو گیا۔

سلطان الپ ارسلان کی ان فتوحات کا تعلق اگرچہ براہ راست
روم یا ایشیائے کوچک سے نہیں تھا لیکن گرجستان اور اران کے حکمران چونکہ
رومی حکومت کے باجگزار تھے اور رومی حکومت ان کی پشت
پناہی کرتی تھی اس لئے روم پر ان فتوحات کا اثر پڑنا
ایک قدرتی امر تھا چنانچہ قیصر روم ارمانوس ۴۶۳ ہجری میں

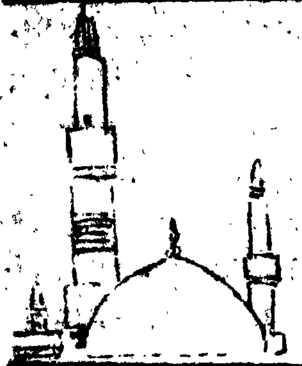
مکمل کر کے سلجوقی حکومت کے مقابلہ پر آ گیا اور باقاعدہ جنگ کر دیا اور
عیسائیوں کا تین لاکھ کا لشکر جرار لیکر اس نے سلجوقی حکومت کی
سرحد ملک کی جانب پیش قدمی شروع کر دی سلطان الپ ارسلان
اس زمانہ میں آذربائیجان میں تھا اس کے پاس اتنا وقت ہی نہیں
تھا کہ وہ اس بڑے حملے کے مقابلے کے لئے اپنے آپ کو تیار کر سکتا
پس وہ اللہ کا نام لیکر صرف پندرہ ہزار کی مختصر سی فوج کے ساتھ
قیصر روم کے مقابلہ کے لئے روانہ ہو گیا اور ملازگرد جا پہنچا جہاں
رومیوں نے بری طرح تباہی مچا رکھی تھی۔ ہزاروں نہتے مسلمانوں
کو انھوں نے تہہ تیغ کر کے رکھ دیا تھا۔

سلطان الپ ارسلان کے لئے یہ بڑا ہی نازک وقت تھا اس
کے پاس کل پندرہ ہزار فوج تھی جسے دشمن کے تین لاکھ کے
لشکر جرار سے مقابلہ کرنا تھا۔ صرف اللہ کے بھروسہ پر اس نے
یہ قدم اُٹھایا تھا سلطان نے حملہ سے قبل مجاہدین کے ساتھ نمازِ
جمعہ ادا کی نماز کے دوران اس پر بے اختیار رقت طاری
ہو گئی۔ پورا لشکر اس کے ساتھ زار و قطار رو رہا تھا۔ اور بارگاہِ
الٰہی میں دست بدعا تھا کہ "خداوندا مٹھی بھر مسلمانوں کو دشمن
پر فتح عطا فرما"

بارگاہِ الٰہی میں عرض معروض کے بعد سلطان نے شہیدوں کا
سفید لباس پہنا اور گھوڑے پر سوار ہو کر میدانِ جنگ میں جا
پہنچا اور مٹھی بھر سپاہیوں کو ساتھ لیکر رومیوں کے لشکر جرار پر
ٹوٹ پڑا اور ایسی شدت کا حملہ کیا کہ میدانِ کارزار میں زلزلہ آ
گیا خون کے دریا بہنے لگے ہر طرف کشتوں کے انبار لگ گئے
یہ معرکہ تاریخ اسلام کا ناقابلِ فراموش واقعہ ہے کہ صرف پندرہ
ہزار کی مختصر سی فوج نے محض تائید ایزدی کی بدولت تین لاکھ
رومیوں کو نہ صرف شکست دے دی بلکہ اس معرکہ میں قیصر روم ارمانوس
بھی گرفتار ہو کر سلطان کی خدمت میں پیش کیا گیا۔ اور رومیوں کی
ساری شان و شوکت خاک میں مل گئی۔

قیصر روم کو جب سلطان کی خدمت میں پیش کیا گیا تو سلطان
نے اس سے کہا کہ "تم اسلام کو ختم کرنے کے لئے لاکھوں کے ساتھ
نکلے تھے تم نے دیکھا کہ اسلام کے خدا میں کتنی بڑی قدرت ہے کہ
اس نے مٹھی بھر اپنے بندوں کے ذریعہ تمہارا [illegible]

(باقی صفحہ ۳۰ پر)



تلوار کے نیچے اعلانِ حق

"حق گوئی و حق کوشی شیوہ ہے مسلماں کا"

(ہمارے مورخ کے قلم سے)

دُنیا میں صرف اسلام ہی کو یہ فخر حاصل ہے کہ اُس نے ایک دو نہیں بلکہ بے شمار ایسے مردانِ حق پیدا کئے جو حق بات کہنے کے معاملہ میں کسی بادشاہ کی پرواہ کرتے تھے اور نہ کسی ظالم حکمران کی یہاں تک کہ وہ حق گوئی کی خاطر اپنی جان تک کی بازی لگا دیتے تھے ذیل میں چند ایسے ہی حق گو بزرگوں کے واقعات درج کئے جا رہے ہیں۔

حجاج بن یوسف اپنے دور کا نہایت ہی ظالم حکمران ہوا ہے۔ ۷۲ ہجری میں جب اُس نے حضرت عبداللہ بن زبیر کو شہید کرنے کے بعد مکہ معظمہ پر قبضہ کیا اور مکہ پر عبدالملک بن مروان کی حکومت کا جھنڈا لہرایا تو اُسی زمانہ میں حجاج کے مکہ معظمہ کے نامور بزرگ ابراہیم بن طلحہ سے نہایت خوشگوار تعلقات ہو گئے۔ یہاں تک کہ جب مکہ کی فتح کے بعد حجاج بن یوسف خلیفہ عبدالملک بن مروان کی خدمت میں حاضری کے لئے گیا تو ابراہیم بن طلحہ کو بھی اپنے ہمراہ دمشق لے گیا۔

ابراہیم بن طلحہ اپنے دور کے بہت بڑے عالم تھے، عبدالملک اُن سے ملاقات کرنے کے بعد بے حد خوش ہوا۔ ایک روز طلحہ عبدالملک کے پاس بیٹھے تھے تو اُس نے کہا "میں آپ کے علم و فضل سے بے حد متاثر ہوں میری خواہش ہے کہ آپ مجھے کچھ نصیحت فرمائیں۔ اور اگر کوئی ضرورت ہو تو بتائیں میں اُسے بخوشی پورا کروں گا۔"

ابراہیم بن طلحہ نے جواب دیا "امیر المومنین آپ کی مہربانی کا شکریہ ادا کرتا ہوں۔ خدا نے مجھے اتنا دیا ہے کہ اب مجھے کسی کے سامنے ہاتھ پھیلانے کی ضرورت نہیں رہی۔ رہا نصیحت کا معاملہ تو شاید آپ میری حق گوئی کو پسند نہیں کریں گے۔"

خلیفہ عبدالملک نے کہا "جو کچھ آپ فرمانا چاہتے ہیں بے دھڑک فرمائیں" ابراہیم بن طلحہ نے کہا "آپ کو معلوم ہے کہ حجاج بن یوسف میرا دوست ہے۔ اُسی کے ہمراہ میں آپ کی خدمت میں حاضر ہوا ہوں میں اُسی کے بارے میں آپ سے کچھ کہنا چاہتا ہوں۔"

عبدالملک بن مروان نے یہ سمجھا کہ غالباً ابراہیم حجاج بن یوسف کے سلسلہ میں کوئی سفارش کرنا چاہتے ہیں چنانچہ عبدالملک نے کہا "حجاج ہمارا بہت بڑا مددگار ہے ہماری نظر میں اس کی بہت بڑی عزت ہے۔ آپ جو کچھ اُس کے بارے میں کہیں گے ہم اُسے پورا کریں گے۔"

ابراہیم بن طلحہ بولے "مگر میں حجاج کی کوئی سفارش نہیں کرنا چاہتا بلکہ اِس بات کا خواہشمند ہوں کہ ایسے ظالم حکمران سے حرمین کو پاک رکھیئے۔ عوام اُس کے ظلم و ستم سے بیزار ہیں۔ خانہ کعبہ پر اِس شخص نے سنگ باری کی ہے اور اہل مکہ پر بڑے بڑے ستم کئے ہیں۔ اور اب اہل مکہ میں اتنی طاقت نہیں کہ وہ اُس کے مزید مظالم برداشت کر سکیں۔"

عبدالملک بن مروان نے ابراہیم بن طلحہ کو حیرت سے دیکھتے ہوئے کہا "مگر آپ تو اُس کے دوست ہیں پھر آپ یہ کیا کہہ رہے ہیں۔"

ابراہیم بن طلحہ بولے "مگر میں خدا اور رسول کی خوشنودی کو ہمیشہ کسی کی ذاتی دوستی پر مقدم سمجھتا ہوں۔ اور میری حجاج سے سچی دوستی یہی ہے کہ میں اُسے ظلم و ستم سے روک دوں [illegible]

خلیفۂ مسلم کا بھی حکم ہے اور آپ کو نصیحت کروں کہ ایسے ظالم حاکموں سے خدا کی مخلوق کو محفوظ ہی رہنے دیجئے۔"

حجاج بن یوسف جیسے جابر حاکم کے خلاف حضرت ابراہیم بن طلحہ کی یہ حق گوئی اگرچہ اُن کے لئے نہایت ہی خطرناک تھی مگر انھوں نے حق گوئی کے مقابلہ میں کسی بات کی بھی پروا نہیں کی۔ اُن کی اس حق گوئی کا خلیفہ پر بے حد اثر ہوا چنانچہ اُس نے فوراً ہی حجاج کو حرمین کی گورنری سے ہٹا کر عراق کا گورنر بنا دیا۔

۹۱ھ ہجری میں خلیفہ ولید بن عبدالملک فریضۂ حج سے فارغ ہو کر مدینہ گیا۔ اُس زمانہ میں عمر بن عبدالعزیز مدینہ کے گورنر تھے۔ خلیفہ نے مسجدِ نبوی میں جانے کا ارادہ کیا تو حکم ہوا کہ سب لوگ مسجد سے نکال دیئے جائیں۔ لیکن مدینہ کے مشہور بزرگ حضرت سعید بن مسیب جو تابعین میں سے تھے باوجود اس حکم کے مسجد میں بیٹھے رہے اور کہنے لگے "یہ عجیب خلیفہ ہے جو خانۂ خدا میں بھی لوگوں کو بیٹھنے نہیں دیتا۔"

خلیفہ ولید جب مسجد کے دروازہ پر آگیا تو پہرہ داروں نے کہا "خلیفہ آ رہے ہیں سلام کے لئے اُٹھئے۔" آپ نے جواب دیا کہ "خدا کے گھر میں صرف ایک ہی کو سلام ہو سکتا ہے۔ دو کا سلام اور احترام نہیں کیا جا سکتا اور نہ مسجد میں اس امتیاز کی ضرورت ہے۔ مسجد میں خلیفہ کو بادشاہ کی حیثیت سے نہیں بلکہ ایک مسلمان کی حیثیت سے آنا چاہئے۔"

خلیفہ ولید کی نظر جب حضرت سعید پر پڑی تو پوچھا یہ کون ہیں عمر بن عبدالعزیز حضرت سعید کا بے حد احترام کرتے تھے۔ اُن کا نہایت عمدہ الفاظ میں خلیفہ سے ذکر کیا اور کہا کہ "وہ شاید اُن کی نظر کمزور ہے۔ اسی لئے احترام کے لئے کھڑے نہیں ہوئے۔"

یہ سُن کر حضرت سعید بن مسیب بولے "یہ بات نہیں بلکہ اصل بات یہ ہے کہ رسول اللہ صلعم نے بے جا احترام کے لئے ہمیں منع کیا ہے اور کسی شخص کے لئے کھڑے نہیں ہوئے۔ اللہ کے گھر میں جب آؤ تو مسلمان بن کر آؤ۔ بادشاہ بن کر نہیں کیونکہ قیامت کے دن نہ کوئی بادشاہ ہو گا نہ فقیر۔ صرف وہی فائدہ میں رہے گا جو سچا مسلمان ہو گا۔"

خلیفہ ولید بن عبدالملک حضرت سعید کی اس حق گوئی اور جرأتِ ایمانی سے بے حد متاثر ہوا۔

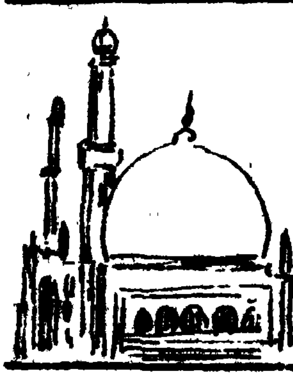
خلیفہ سلیمان بن عبدالملک نے تخت نشین ہونے کے بعد محض ذاتی مخالفت کی بنا پر محمد بن قاسم اور قتیبہ بن مسلم کو قتل کر دیا تھا اور موسیٰ ابن نصیر و طارق بن زیاد اور دوسرے اُن تمام اسلامی جرنیلوں پر بڑی زیادتیاں کی تھیں جنھوں نے اسلام کے لئے نہایت ہی شاندار خدمات انجام دی تھیں۔

دمشق کی جامع مسجد میں حماد بن مطعون ایک بزرگ رہتے تھے یہ سلیمان بن عبدالملک کے ظالمانہ اور اسلام دشمن رویہ سے سخت بیزار تھے اور کھلم کھلا اپنی تقریروں میں سلیمان کی مخالفت کیا کرتے تھے۔ اِن بزرگ کا چونکہ اہلِ دمشق کی نظروں میں بے حد احترام تھا۔ اِس لئے خلیفہ سلیمان کو اندیشہ ہوا کہ کہیں اُن کی مخالفت خطرناک نہ ثابت ہو لہٰذا سلیمان نے اُن کو گرفتار کر کے اپنے روبرو بُلوایا اور پوچھا کہ: "تم ہماری مخالفت کیوں کرتے ہو؟"

حماد بن مطعون نے جواب دیا کہ "وہ ایک ایسا حکمران جو سلطنتِ اسلامیہ کو ایسے جرنیلوں سے محروم کر دے جنھوں نے کہ مملکتِ اسلامیہ کو دور دور تک پھیلا دیا ہو اگر اُس کی مخالفت نہیں کی جائے گی تو کیا تعریف کی جائے گی۔ اے سلیمان تُو نے محض ذاتی مخالفت کی بنا پر اتنا بڑا گناہ کیا ہے جسے شاید خدا بھی معاف نہیں کرے گا۔"

سلیمان نے یہ تلخ جواب سُن کر انھیں جیل خانہ میں ڈال دیا۔ لیکن وہ جیل خانہ میں بھی حق گوئی سے باز نہیں آئے تو اُن کے بدن پر سخت ٹھنڈا پانی ڈالا گیا۔ گرمیوں میں دھوپ میں کھڑا کیا گیا۔ کوڑے لگائے گئے۔ اور طرح طرح کی زیادتیاں کی گئیں مگر پھر بھی وہ نعرۂ حق ہی بلند کرتے رہے یہاں تک کہ حق گوئی کی پاداش میں جیل خانہ ہی میں فوت ہو گئے۔

ابوالعباس سفاح خلافتِ بنی اُمیہ کا خاتمہ کر کے جب تخت نشین ہوا تو اُس نے بڑی بے دردی کے ساتھ خاندان بنی اُمیہ کے لوگوں کو قتل کیا۔ نہ بچوں کو چھوڑا نہ بڈھوں کو یہاں تک کہ (باقی صفحہ ۳۲ پر)



صحابہ کرام کے سیاسی کارنامے

وہ مردانِ حق جنہوں نے اسلام کی بنیادوں کو مضبوط کیا

(از مولنا محمد سلیمان فرخ آباد)

صحابہ کرام اسلام کے وہ مقتدر بزرگ ہیں جنہوں نے کہ نہ صرف تہذیبِ اسلامیہ کی تشکیل اور تدوین کی ہے بلکہ مملکتِ اسلامیہ کے استحکام اور تعمیر میں بھی نمایاں حصہ لیا ہے، اِن بزرگوں کی رائے تھی کہ اگر اسلام کی نہایت ہی مستحکم حکومت قائم نہیں ہوگی تو آزادانہ طور پر دینِ اسلام کے فروغ میں رکاوٹیں پیدا ہوں گی۔

یہ صحابہ کرام ہی تھے جنہوں نے مملکتِ اسلامیہ کے استحکام کے لئے حضورِ اکرم کی رہنمائی میں بدر اور اُحد کے معرکے سَر کئے۔ یہودیوں کے سرکش قبائل سے نبردآزما ہوئے کفارانِ مکہ اور یہودیوں کے متحدہ محاذ کا منہ توڑ جواب دیا۔ حدیبیہ کے میدان میں جن لوگوں نے اسلام پر قربان ہونے کی پیشکش کی تھی وہ صحابہ کرام ہی تھے ان ہی بزرگوں نے خیبر اور مکہ کے تاریخی معرکے سَر کئے۔ تبوک کی سرزمین کو زیر کیا۔ اور انھوں ہی نے جزیرہ نمائے عرب کی تقریباً ۱۲۔ لاکھ مربع میل سرزمین پر اسلام کا سیاسی اقتدار قائم کر دیا تھا۔ یہ بات یاد رہے کہ مقتدر صحابہ کرام ہی کی جدوجہد اور سرفروشیوں سے نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کی حیاتِ مبارکہ ہی میں اسلامی حکومت قائم ہو گئی تھی جس کے سربراہ اور صدرِ مملکت خود رسول اللہ صلعم تھے۔

جمہوریت کا وہ تناور درخت جس کے سائے سے آج ساری دنیا فیضیاب ہو رہی ہے رسول اللہ صلعم کی ہدایت پر ان ہی صحابہ کرام نے اس کی آبیاری کی تھی۔ پہلی جمہوری حکومت جو سرزمین عرب پر قائم ہوئی تھی وہ صحابہ کرام ہی نے قائم کی تھی۔ پھر ان ہی صحابہ کرام نے دنیا میں ایک ایسا منصفانہ نظامِ حکومت قائم کیا تھا جو آج بھی تاریخ میں بے مثال ہے۔ اور ان ہی صحابہ کرام کا ایک اہم سیاسی کارنامہ یہ بھی تھا کہ مدینہ اور مضافاتِ مدینہ کے تمام مسلم اور غیر مسلم باشندوں کو ایک سیاسی تنظیم کے ذریعہ منسلک کر دیا تھا۔ اِس سیاسی تنظیم میں اگرچہ یہودی وغیرہ غیر مسلم بھی شامل تھے لیکن اسکی خصوصیت یہ تھی کہ خدا کی حاکمیت کے روبرو سب ہی کی گردنیں جھکا دی گئی تھیں دفاعی اعتبار سے بھی مدینہ اور مضافاتِ مدینہ کی یہ اسلامی مملکت ایک نہایت ہی مضبوط طاقت بن گئی تھی۔ اور یہ سب کچھ صحابہ کرام کی جدوجہد اور سیاسی سوجھ بوجھ کا نتیجہ تھا۔

یہ بتایا جا چکا ہے کہ حضورؐ کی حیاتِ مبارکہ ہی میں جزیرہ نمائے عرب پر اسلامی پرچم لہرانے لگا تھا سب ہی قبائل نے اسلام کی اطاعت قبول کر لی تھی لیکن وہ تمام قبیلے اور علاقے جن کے باشندوں کے دلوں میں ایمان نہیں اُترا تھا۔ اُنھوں نے صرف سیاسی اقتدار کے سامنے سرِ اطاعت خم کیا تھا اسی لئے حضور کی وفات کی خبر سنتے ہی ایک ایک کرکے باغی ہوتے گئے کسی نے کھلم کھلا ارتداد اختیار کیا۔ کوئی زکوٰۃ سے انکار کر بیٹھا، کسی کے دماغ میں جھوٹی نبوت کا کیڑا کلبلانے لگا، غرضکہ حضور کی وفات کے فوراً ہی بعد بغاوت کی آندھی چلنے لگی بے دینی کا طوفان اُٹھنے لگا۔ افراتفری کا ایک طوفان اُمڈا چلا آ رہا تھا لیکن صحابہ کرام نے حضرت صدیق اکبر کی رہنمائی میں اس نازک موقعہ پر وہ زبردست سیاسی اور فوجی کارنامہ انجام دیا جو بے مثال ہے۔ گیارہ اسلامی جھنڈے اور گیارہ اسلامی فوجیں، گیارہ سپہ سالاروں کی ماتحتی میں اس بغاوت کو دبانے کے لئے چاروں طرف دوڑ پڑیں۔ بے دینی کا سارا طوفان دب گیا۔ اور پورا عرب پھر سے اسلامی پرچم کے زیرِ سایہ مسخر ہوگیا۔

جیشِ اسامہ جو خود جناب نبی کریم نے سرحد شام کی جانب بھیجنے کے لئے تیار کیا تھا۔ اور آپ اپنی علالت اور وفات کی وجہ سے اُسے روانہ نہیں کر سکے تھے، ارتداد کی آندھیوں اور بغاوت کے طوفانوں کے باوجود صحابہ کرام نے اُسے بھیجا نتیجہ یہ ہوا کہ جو دشمنانِ اسلام یہ سمجھ رہے تھے کہ حضورؐ کی وفات کے بعد مسلمانوں کی طاقت ٹوٹ چکی ہے وہ اس لشکر کی فتوحات اور کامیابی پر حیران رہ گئے اور اس طرح باغیوں اور غیر ملکی دشمنوں پر مسلمانوں کی دھاک بیٹھ گئی اور یہ صحابہ کرام کی بصیرت ہی کا نتیجہ تھا۔

صحابہ کرام کا یہ بھی کارنامہ نہایت ہی اہم ہے کہ اُنھوں نے حضورؐ کے بعد چاروں خلفا کا انتخاب باہمی مشورہ سے کیا۔ اور اسلام کی جمہوری رُوح کو نہ صرف برقرار رکھا بلکہ اُسے چار چاند لگا دیئے پھر ان چاروں خلفا نے جو مقتدر صحابی تھے۔ حکام اور عمال کی نگرانی کا پورا اہتمام کیا۔ بیت المال اور خزانہ کو مخلوق خدا کی امانت سمجھا۔ اپنی زندگیوں میں اسلامی سادگی کو برقرار رکھا، تعزیر اور حدود کے نفاذ میں شریعت سے سرمو انحراف نہیں کیا۔ کوئی غیر اسلامی ٹیکس نہیں لگایا۔ ذمیوں اور غیر مسلموں کو پورے پورے حقوق دیئے۔ اور فوجی نظام کو اتنا چست بنا دیا کہ اسلامی لشکر بڑی سے بڑی طاقت سے ٹکرانے کے قابل ہو گیا۔

اسلامی مملکت کی غرض صرف امن و امان اور عدل و انصاف ہی نہیں ہے بلکہ اسلام کی اشاعت اور فروغ حق اُس کی اصل غرض و غایت ہے صحابہ کرام نے اس سلسلہ میں بھی جس سیاسی بیداری کا ثبوت دیا ہے وہ بے مثال ہے چنانچہ دیکھتے ہی دیکھتے اسلامی حکومت کی حدود ایک طرف عراق و شام تک اور دوسری جانب مصر و ایران تک پھیل گئیں یہاں تک کہ صحابہ کرام نے رومن امپائر اور سلطنت ایران جیسی عظیم الشان باطل کی علمبردار سلطنتوں کو پامال کر کے اُن کے کھنڈروں پر بے مثال نظام حق قائم کر دیا۔ ان حقائق سے یہ ثابت ہے کہ صحابہ کرام میں کس بلا کی سیاسی بیداری تھی کہ اُنھوں نے اپنی سیاسی بصیرت سے ساری دنیا کو حیران کر دیا تھا۔

سلطان الپ ارسلان

بسلسلہ صفحہ ۲۲

پاش پاش کر دیا"۔

قیصر روم نے جواب دیا کہ مجھ پر لعن طعن نہ کرو۔ اب جو کچھ بھی تمہیں کرنا ہے کر گذرو"۔ الپ ارسلان نے پوچھا کہ "اگر تم مجھے گرفتار کرتے تو میرے ساتھ کیا سلوک کرتے"۔ ارمانوس بولا "بہت بُرا سلوک"۔ الپ ارسلان نے پوچھا "میرے متعلق کیا خیال ہے کہ میں تمہارے ساتھ کیا سلوک کروں گا"۔ قیصر بولا "وہی جو ایک دشمن کرتا ہے۔ میں جانتا ہوں کہ تم مجھے قتل کر کے میری لاش کی تذلیل کرو گے"۔

الپ ارسلان نے جواب دیا "ہم مسلمان ہیں ہم دشمنوں کے ساتھ بھی مروت اور نیکی سے پیش آتے ہیں۔ اگر تم اسلام دشمنی سے باز آجاؤ تو تمہیں آزاد کیا جاسکتا ہے"۔ قیصر روم جسے نرم سلوک کی کوئی اُمید نہیں تھی یہ جواب سُن کر حیران رہ گیا اور وعدہ کیا کہ وہ آئندہ کبھی مسلمانوں کے خلاف جارحانہ اقدام نہیں کرے گا۔ اس وعدے کے بعد قیصر روم کو شاہی خیمہ میں ٹھیرایا گیا۔ دس ہزار اشرفیاں زادِ راہ کے لئے دی گئیں اور جو سردار اور پادری اُس کے ساتھ گرفتار ہوئے تھے۔ رہا کر دئے گئے۔ اور اُنھیں خلعتیں عطا کی گئیں۔ قیصر روم ارمانوس سلطان کے اس شریفانہ سلوک سے اس قدر متاثر ہوا کہ اُس نے الپ ارسلان کی خدمت میں حاضر ہو کر اطاعت قبول کر لی اور پچاس سال کے لئے دونوں میں دوستانہ معاہدہ ہو گیا۔ اس واقعہ سے اندازہ لگایا جاسکتا ہے کہ مسلمانوں نے اپنے بدترین دشمنوں کے ساتھ بھی کیسی نرمی کا سلوک کیا ہے۔

سلطان الپ ارسلان جب تک زندہ رہا اسلام کی حفاظت کے لئے اُس نے اپنی جان تک کی پرواہ نہیں کی۔ اِس مجاہد کی سطوت اور دبدبہ کا یہ عالم تھا کہ دنیا کے بڑے بڑے شہنشاہ اِس کے نام سے کانپتے تھے۔ ۴۶۵ ہجری میں یہ اسلامی سرفروش جبکہ ترکستان میں جنگ کر رہا تھا تو ایک غدار کے ہاتھوں شہید

کردیا گیا۔ اور تاریخ میں ایسے کارنامے چھوڑ گیا جنہیں قیامت تک فراموش نہیں کیا جا سکتا۔

تلوار کے نیچے اعلانِ حق

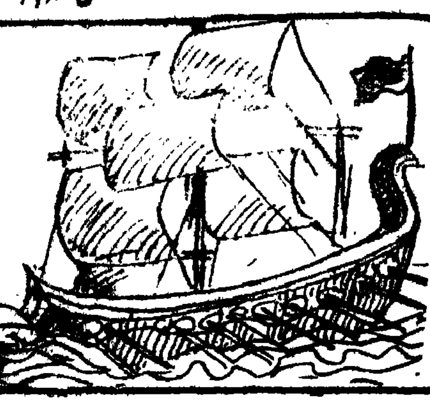
سلسلہ ۳۲

خاندانِ بنی اُمیہ کی قبریں تک کھدوا کر اُن پر ہل چلوا دیا۔

سفاح کے ظلم و ستم اور تشدد کا یہ عالم تھا کہ یہ معلوم ہوتا تھا کہ شائد اُس کی زندگی کا واحد مقصد یہی ہے کہ وہ بنی نوعِ انسان کا خون بہاتا رہے۔ سفاح چونکہ بے حد درشت مزاج تھا اِس لئے کسی میں اتنی ہمت نہیں تھی کہ اُسے ٹوک سکے لیکن اُس زمانہ کے مشہور حق گو عالم۔ عبدالملک بن عمیر خاموش نہیں رہ سکے اور انھوں نے سفاح کو لکھا:۔

"سفاح معلوم نہیں کہ کب تک تمہاری تلوار میان سے باہر رہے گی اور کب مخلوقِ خدا کو امان ملے گی۔ یاد رکھو خلافت بنی اُمیہ کے خاتمہ کا ایک باعث یہ بھی ہے کہ اُموی خلفاء خدا کو بھول کر دنیا میں پھنس گئے تھے اور ظلم و ستم پر اُتر آئے تھے اب وہی راستہ تم نے بھی اختیار کر لیا ہے۔ کیا تم بھی یہی چاہتے ہو کہ جو حشر بنی اُمیہ کا ہوا ہے وہی بنی عباس کا بھی ہو۔ خدا کسی کو حکومت تو تریزی کے لئے نہیں دیا کرتا اور جو ایسا کرتے ہیں اُن سے حکومت چھین لی جاتی ہے۔ خدا کے عطیہ کی قدر کرو اور اپنی ذات کو مخلوق کے لئے مفید بناؤ ورنہ انجام ظاہر ہے۔"

ابو العباس سفاح پر اِن بزرگ کی حق گوئی کا بے حد اثر ہوا چنانچہ اس کے بعد سفاح کی خونریزیوں میں کمی پیدا ہو گئی۔



ہم نے سمندر پر بھی حکومت کی ہے

وہ زمانہ جب مسلمانوں کو سمندر کا شہنشاہ تسلیم کیا جاتا تھا

(از مولوی محمد حفیظ اللہ پھلواروی)

مسلمانوں نے اپنے دورِ اقتدار میں صرف خشکی ہی پر شہنشاہی نہیں کی ہے بلکہ وہ سمندر کے بھی بادشاہ تسلیم کئے جاتے تھے چنانچہ انھوں نے ایسے عظیم الشان جنگی جہاز تیار کئے تھے جن کی مثال زمانۂ وسطیٰ کی تاریخ میں نا پید تھی۔ ذیل کے مقالہ میں مسلمانوں کے اِسی سمندری اقتدار پر روشنی ڈالی گئی ہے۔

مسلمانوں نے اپنے دورِ اقتدار میں جہاں دوسرے صنعتی اور عسکری شعبوں میں ترقیاں کی ہیں وہاں انھوں نے "فنِ جہاز رانی" کے شعبہ کو بھی انتہائی کمال کو پہنچا دیا تھا۔ یہ وہ زمانہ تھا جب دُنیا مشینی طاقت سے نا آشنا تھی۔ اِس زمانہ میں چھوٹے چھوٹے جہاز ہوا کے ذریعہ بادبانوں سے چلا کرتے تھے۔ مگر اسی زمانہ میں مسلمانوں نے ایسے دیوپیکر جنگی جہاز تیار کر کے دکھا دئیے جن میں کہ ایک ایک وقت میں دو دو ہزار فوجی سپاہی مع سامان کے آرام سے سفر کر سکتے تھے۔

مسلمانوں نے چونکہ فنِ جہاز سازی میں کمال حاصل کر لیا تھا۔ اِس لئے اُن کی بحری طاقت بہت زیادہ بڑھ گئی تھی چنانچہ وہ انھیں سمندر کا شہنشاہ تسلیم کیا جانے لگا تھا۔ اُن کے جنگی بیڑوں کے مقابلہ پر دنیا کی کسی حکومت کا کوئی جنگی بیڑا سامنے آنے کی جرأت نہیں کر سکتا تھا۔ جہاز رانی میں کمال کی وجہ سے مسلمانوں کو اپنی فتوحات اور سلطنتوں کے بڑھانے میں بھی بہت بڑی مدد ملی ہے۔

امیر معاویہ پہلے مسلمان حکمراں ہیں جنہوں نے کہ جہاز رانی کے فن کو فروغ دیا۔ چنانچہ ساتویں صدی عیسوی میں انھوں نے پہلا مسلم بحری بیڑا تیار کیا جو بحرِ روم میں رومیوں سے جنگ کیا کرتا تھا۔ امیر معاویہ کے بحری بیڑے کے جہازوں کی تعداد ایک ہزار سات سو تھی۔ یہ دُنیا کا سب سے بڑا بحری بیڑا تھا۔ انھوں نے شام کے ساحل پر جہاز سازی کے کارخانے قائم کئے تھے جنہیں "دار الصناعۃ" کہا جاتا تھا۔ خلیفہ عبد الملک بن مروان (۶۸۴ء — ۷۰۵ء) کو بھی جہاز سازی کا بے حد شوق تھا۔ اِس خلیفہ نے تیونس میں جہاز سازی کے متعدد کارخانے قائم کئے تھے۔ اِن کارخانوں میں نہایت عظیم الشان جنگی جہاز تیار ہوتے تھے۔ اِسی طرح خلیفہ ولید بن عبد الملک کے مشرقی ممالک کے گورنر حجاج بن یوسف نے بھی فنِ جہاز سازی کو خوب ترقی دی تھی۔ اِسی نے سب سے پہلے جہازوں میں کمرے بنوائے تھے اِس کے علاوہ شام اور مصر کے ساحلوں پر بھی مسلمانوں نے جہاز بنانے کے بڑے بڑے کارخانے قائم کر رکھے تھے۔

سلاطینِ اسپین کو بھی جہاز سازی کا بے حد شوق تھا چنانچہ اسپین کے خلیفہ عبد الرحمٰن الناصر کے زمانہ میں اسپین کے بیڑے میں سینکڑوں عظیم الشان جنگی جہاز موجود تھے۔ ۹۷۰ء میں الناصر نے ایک اتنا بڑا جنگی جہاز بنوایا تھا کہ اُس وقت دنیا میں کوئی جہاز اُس کے مقابلہ کا نہیں تھا۔

افریقی مسلم حکومتوں کے بھی بڑے بڑے جنگی بیڑے تھے۔ تیونس اور افریقہ کے جنگی جہاز سطحِ سمندر پر چھائے ہوئے تھے۔ اور مسلمانوں کے تمام جزیروں اور ساحلی مقامات کی حفاظت کرتے تھے۔ مصریوں کے دورِ حکومت میں جنگی جہازوں نے اور بھی ترقی کر لی تھی مصر میں

بھی کثرت کے ساتھ جنگی جہاز تیار کئے جاتے تھے مصر کے جنگی جہازوں کے سپہ سالاروں کی تعداد پانچ ہزار سے زائد تھی اس سے مصر کے جنگی جہازوں کی کثرت کا بخوبی اندازہ لگایا جا سکتا ہے۔ اور سلطان صلاح الدین ایوبی نے تو اپنے عہدِ حکومت میں جنگی جہازوں کے سلسلہ میں ایک مستقل محکمہ قائم کر رکھا تھا۔ اِس محکمہ کے زیرِ نگرانی نہ صرف اعلیٰ درجہ کے جنگی جہاز تیار کئے جاتے تھے بلکہ مسلمانوں کو، باقاعدہ بحری جنگ کی تربیت بھی دی جاتی تھی۔

نامور مورخ ابن خلدون مسلمانوں کی بحری طاقت پر رائے زنی کرتے ہوئے لکھتا ہے کہ "مسلمانوں کو اپنے زمانہ عروج میں سمندر پر کامل اقتدار اور غلبہ حاصل تھا کسی عیسائی حکومت میں اتنی ہمت نہیں تھی کہ وہ سطح سمندر پر مسلمانوں سے ٹکر لے سکے۔ اور مسلمانوں کی اِس غیر معمولی بحری طاقت ہی کا یہ نتیجہ تھا کہ بیشتر جزیروں پر اسلامی پرچم لہرا رہا تھا۔ اور مسلمان سرڈانیہ، صقلیہ، قوصرہ، مالٹا اور قبرص جیسے اہم جزیروں کے مالک بنے بیٹھے تھے۔ غرضیکہ اسلامی بیڑے بے دھڑک سمندر کی چھاتی پر دوڑتے پھرتے تھے۔ کسی کی مجال نہیں تھی کہ مسلمانوں سے آنکھ ملا سکے"۔

مسیحی قوموں کی حالت یہ تھی کہ وہ ہر وقت مسلمانوں کی بحری طاقت سے خوفزدہ رہتی تھیں اور اُن کی ساری بحری طاقت فرانس، اطالیہ اور رومانیہ کے جزیروں میں سمٹ کر رہ گئی تھی۔ اُن کے لئے اِن سے باہر نکلنا دشوار ہو گیا تھا۔ مختصر یہ کہ اسلامی بیڑوں کی دھاک عیسائیوں پر اس طرح قائم ہو گئی تھی جیسے شیرِ نیستاں کی دھاک جنگل کے دوسرے جانوروں پر ہوتی ہے۔ (مقدمہ ابنِ خلدون)۔

ڈاکٹر لیبان لکھتا ہے کہ "عرب بہت بڑے جہاز راں تھے۔ انھوں نے پورے سمندر کو کھنگال کر رکھ دیا تھا اور سمندری سفر کی بدولت اُن کے تعلقات چین جیسے دُور دراز ملک سے اُس وقت قائم ہو چکے تھے جب اِس برِاعظم کے وجود سے بھی اہلِ یورپ ناواقف تھے"۔ (تمدنِ عرب ۲۱۲)۔

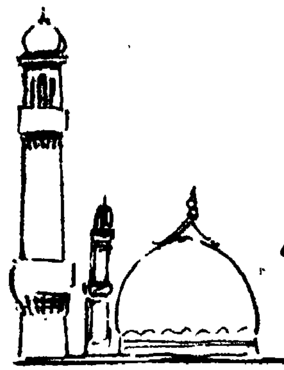
فلپ کے حتی لکھتا ہے کہ "عربوں نے فنِ جہاز رانی میں ساری دنیا کی رہنمائی کی ہے"۔ اور ڈاکٹر جوزف ہیل کا بیان ہے کہ "عربوں نے جہاں دوسرے شعبوں میں ہماری رہنمائی کی ہے وہاں فنِ جہاز رانی کے معاملہ میں بھی ہم اُن کے شکر گذار ہیں اُنھوں نے نہ صرف نئی قسم کے جنگی (جہاز) تیار کئے بلکہ بحری اصطلاحوں سے بھی ہمیں روشناس کیا یہ ایک حقیقت ہے کہ بحرِ روم کے ساحلی علاقوں پر عربوں کا نہایت ہی گہرا اثر پایا جاتا تھا"۔

فان کریمر کا بیان ہے کہ "اِس حقیقت سے کسی طرح بھی انکار نہیں کیا جا سکتا کہ قدیم عربی جنگی بیڑوں نے عیسائی ممالک کے جنگی بیڑوں کے لئے نمونہ کا کام دیا ہے۔ اور اہلِ یورپ نے فنِ جہاز رانی میں عربوں سے بہت کچھ سیکھا ہے۔ اور اِس کا ناقابلِ تردید ثبوت عربی زبان کی وہ اصطلاحات ہیں جو یورپ کی مختلف زبانوں میں منتقل ہوتی رہی ہیں مثلاً امیر البحر انگریزی زبان میں ایڈمرل (ADMIRAL) ہو گیا ہے حبل جسے انگریزی زبان میں کیبل (CABLE) کہا جاتا۔ دار الصناعہ جسے اطالوی زبان میں دار الصول (DARUSSUL) کہتے ہیں۔ واقعہ یہ ہے کہ ہم نے فنِ جہاز رانی میں عربوں سے بہت کچھ حاصل کیا ہے"۔

اسپین کی بحری طاقت کے سلسلہ میں فرانسیسی مورخ موسیو سیدیو لکھتا ہے "مسلمانوں کے مقابلہ میں نصاریٰ جہاز رانی کے فن میں کوئی حقیقت نہیں رکھتے تھے۔ اُن کے ہاں بندرگاہ فارس، جزیرہ طرطوس، طرغونہ، اطاجنہ اور اشبیلیہ میں نہایت ہی عظیم الشان جنگی جہاز اور مسافر و (مال) کو لے جانے والے سمندری جہاز اور کشتیاں تیار ہوتی تھیں۔

نامور مورخ مقدسی کا بیان ہے کہ "عراق کے صناعوں نے مختلف قسم کے جہاز اور کشتیاں بنائی تھیں (ان میں) جنگی جہاز و مسافر جہاز بھی تھے اور تفریحی کشتیاں بھی تھیں۔ خلیفہ معتمد کے بھائی الموفق نے ایسی کشتیاں ایجاد کی تھیں جن پر آگ اثر نہیں کرتی تھی"۔

فلپ کے حتی کی رائے ہے کہ جن سمندری سیاحوں نے امریکہ کو دریافت کیا ہے اُن کی رہنمائی مسلم اسپین کے زمانہ کے جہاز رانوں نے کی تھی"۔ اِن تاریخی حقائق اور واقعات سے بخوبی اندازہ لگایا جا سکتا ہے کہ مسلمانوں نے اپنے دورِ اقتدار میں دیگر صنعتوں کی طرح جہاز رانی کی صنعت کو بھی کس قدر ترقی دی تھی۔ اور وہ اِس فن کے امام ہونے کی بنا پر صدیوں تک سمندر پر شہنشاہی کرتے رہے ہیں۔



آجکل کی جمہوریتیں ناقص ہیں

صرف اسلام ہی مکمل جمہوریت کا نمونہ پیش کرسکا ہے

(ہیرلڈ گرین برگ کے مقالہ سے ماخوذ)

"ہیرلڈ گرین برگ" امریکہ کے ایک نامور سیاست داں ہیں اُن کا ایک مقالہ پچھلے دنوں "اسلامک ریویو لندن" میں شائع ہوا تھا جس میں انھوں نے بتایا ہے کہ زمانۂ حاضرہ کی جمہوریتیں قطعی ناقص ہیں صرف اسلام ہی مکمل جمہوریت پیش کرسکا ہے :-

سیاسی نقطۂ نظر سے اسلام کا گہرا مطالعہ کرنے کے بعد میں اس نتیجہ پر پہنچا ہوں کہ اسلام مذہب سے کہیں زیادہ ایک عالمگیر سیاسی تحریک ہے اور یہ دنیا کا واحد مذہب ہے جس نے انسان کو نہ صرف جمہوریت سے آشنا کیا ہے بلکہ ایک مضبوط جمہوری معاشرہ قائم کر کے جمہوریت کے تصور کو ایک حقیقی شکل دیدی ہے۔

اسلام کا ظہور آج سے چودہ سو سال قبل ہوا تھا اس لئے اسلام نے اُس وقت جس جمہوری زندگی کی تبلیغ اور اشاعت کی تھی اُسے آج کی کسی سیاسی اصطلاح سے موسوم نہیں کیا جاسکتا لیکن تاریخ کے مطالعہ سے معلوم ہوتا ہے کہ اسلام نے بنی نوع انسان کو جس سیاسی اور سماجی نظام کی دعوت دی تھی وہ نہ صرف جمہوری تھا بلکہ اُس میں آجکل کے جمہوری نظام سے کہیں زیادہ جمہوری روح موجود تھی۔

اِس زمانہ میں جمہوریت کا جو تصور قائم ہے وہ یہ ہے کہ اُس میں اکثریت کی بالا دستی کو تسلیم کرتے ہوئے پوری قوم کی آزادی مساوات اور فلاح کی گنجائش رکھی جائے اور اگرچہ جمہوریت کے اِس تصور سے کسی شخص کو بھی اختلاف نہیں ہوسکتا لیکن جب آجکل کی جمہوریت کو عمل کے میدان میں پرکھا جاتا ہے تو اُس میں بعض ایسے نقص نظر آتے ہیں جو جمہوریت کے حقیقی مقصد اور تصور کو بالکل ہی بدل دیتے ہیں اور یہ جمہوریت محض ایک اقتدار یافتہ گروہ کی ڈکٹیٹر شپ بن کر رہ جاتی ہے۔

مثال کے طور پر جن ملکوں میں جمہوری حکومتوں کی باگ ڈور سرمایہ داروں کے ہاتھوں میں ہے وہ جمہوریت کو محض اپنے طبقہ کو فائدہ پہنچانے کے لئے استعمال کرتے ہیں اِسی طرح جہاں جمہوری نظام کو غیر سرمایہ دار عناصر چلاتے ہیں وہاں دوسرے طبقوں کے مفادات کو بالکل نظر انداز کر دیا جاتا ہے ، اس کے علاوہ موجودہ جمہوریت کا سب سے بڑا نقص اُس وقت ظاہر ہوتا ہے جب اُس کی زمام کسی ایسی اکثریت کے ہاتھوں میں چلی جاتی ہے جو مذہبی اور تہذیبی تعصبات اور اقتصادی بالا دستی کی ہوس میں مبتلا ہوتی ہے۔ اور اُس کے نتیجہ میں ملک کی مذہبی اور تہذیبی اقلیتوں کے لئے زندگی اور معاشی ترقی کی راہیں تنگ ہو جاتی ہیں۔ لیکن اسلام نے جو جمہوریت قائم کی تھی اُس کی تاریخ بتاتی ہے کہ اُس کے پورے دور میں اِس قسم کی کوئی پیچیدگی پیدا نہیں ہوئی تھی۔

اسلام نے عملی طور پر زندگی کا جو نظام قائم کیا تھا اُس کی بنیاد انسان کی ذہنی آزادی ، انسانیت کے احترام ، انسانی ضرورتوں کے احساس۔ اور انسانی مساوات پر رکھی تھی ، اور انہی بنیادی باتوں نے اسلام کے نظامِ زندگی کو قابلِ رشک اور بے مثال جمہوری نظام بنا دیا تھا۔

اسلام نے اپنے اِس جمہوری نظامِ زندگی کو قانون کے ذریعہ سے نافذ ضرور کیا تھا لیکن اِس کے نفاذ سے پہلے اس نے اسے قبول کرنے

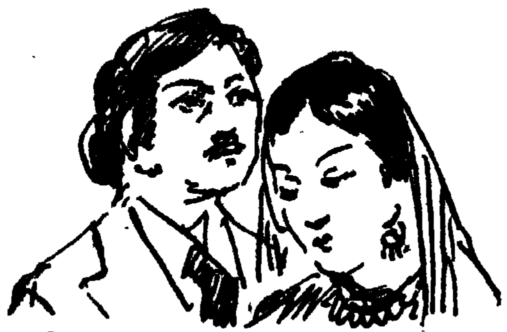
کے لئے انسان کو پوری طرح تیار کر دیا تھا۔ اور اسی لئے جب اس نظام کو نافذ کیا گیا تو اُس کا عمل صرف سطح ہی تک محدود نہیں رہا بلکہ اُس کی جڑیں انسان کے دل کی گہرائیوں تک پہنچ گئی تھیں۔

اسلام نے اپنے جمہوری معاشرہ اور نظام ریاست کی بنیاد انسان کی روحانی آزادی اور اعلیٰ کردار پر رکھی تھی۔ پھر جب ہم آزادی، مساوات اور انسانی اخوت کے متعلق اسلام کی تعلیمات کا موازنہ آجکل کی جمہوریت کے اُن اصول کے ساتھ کرتے ہیں جو آج کے زمانہ میں بنائے گئے ہیں تو ہمیں اس بات کا اعتراف کرنا پڑتا ہے کہ اسلام نے نہ صرف جمہوری نظام ہی کو قائم کیا تھا بلکہ اُس کا نظام موجودہ جمہوری نظام سے بہتر بھی تھا اور عملی بھی۔

اسلام نے اپنے سماجی اور بالادستی نظام میں صرف انسانیت کی بنیاد پر آزادی کا تصور قائم کیا تھا اور اسی لئے اُس نے ہر انسان کو اُس کے عقائد اور عبادات کی آزادی دی تھی۔ نیز معاشی آزادی بھی عنایت کی تھی اور اکثریت یا برسرِ حکومت جماعت کو ان آزادیوں کے تحفظ کا ذمہ دار قرار دیا تھا جس کی وجہ سے اسلامی حکومت یا اسلامی معاشرہ میں کبھی اکثریت کے لئے اقلیت کی کسی مذہبی اور تہذیبی خصوصیت کو مٹانے کی کوئی گنجائش باقی نہیں رہی تھی۔

پھر مساوات کے متعلق اسلام نے جو جمہوری تصور پیش کیا تھا وہ بے مثال تھا۔ اسلام نے انسانوں کے درمیان ہر قسم کے امتیازات کو بالکل ختم کر دیا تھا۔ چنانچہ اسلام نے رنگ، نسل، وطن اور مذہب کے اختلافات کو انسانی مساوات کی راہ میں رکاوٹ تسلیم نہیں کیا تھا بلکہ انھیں مساوات کی راہ میں رکاوٹ بنانے کے رجحان تک کی شدید مذمت کی تھی۔ رنگ اور نسل کو نہیں بلکہ اعمالِ حسنہ کو انسان کی برتری کا معیار قرار دیا تھا۔ اور مذہب کے اختلافات کو انسانی اخوت کی راہ میں حائل ہونے کی اجازت نہیں دی تھی اور خود اپنے معاشرہ اور اسلامی حکومتوں میں اس اصول کو حقیقت میں بدل کر پوری دنیا پر یہ بات ثابت کر دی تھی کہ اسلام کے ظہور سے قبل انسانوں کے درمیان غلامی اور آقائی۔ بلندی اور پستی کے جو تصورات موجود تھے وہ بالکل غیر حقیقی اور باطل تھے۔

افسانہ



محبت کے نقوش

جذبات میں ڈوبی ہوئی دلگداز کہانی

(از جناب اظہار الحسن ایم۔ اے۔ ایم فل)

سُرمئی شام جب سُرمئی ہونے لگتی ہے تپتے ہوئے سورج کی شعاعیں دُور اُفق کے اُس پار جب سمندر میں نہانے لگتی ہیں اور جب چاند اپنی موہنی صورت لیکر مشرق کی گود سے سنورنے لگتا ہے تو مجھے اپنی کھوئی ہوئی جنت یاد آنے لگتی ہے۔ سیماب کی وہ حسین صورت یاد آنے لگتی ہے جو میری حسرتوں کے دامن میں مسرتوں کے گلدستے سجاتی تھی مسکراہٹوں سے میری خزاں بکنار زندگی میں ابر بہار کی طرح سایہ بکھیرتی تھی۔ وہ قہقہوں کے آبشار یاد آتے ہیں جنھیں سُن کر کلیاں چٹکنا چھوڑ دیتی تھیں۔ وہ قدم یاد آتے ہیں جن کے ساتھ میں کہکشاں کی بلندیوں تک گیا تھا وہ بے زبان دبی دبی خواہشیں آج بھی میرے سینے میں درد و کرب سے کروٹیں بدلتی ہیں جو کامیابی کے قدم نہ چوم سکیں وہ کنوارے ارمان آج بھی مجھے تڑپاتے ہیں جو منزلوں کے ساتھ نہ مل سکے۔ وہ غزالی آنکھوں کی گفتگو آج بھی میری حسرتوں کی نگاہوں میں محفوظ ہے جو زمانہ کا دامن عشق کے دامن سے ملا دیتی تھی۔ وہ زلفیں آج بھی مجھے بے چین رکھتی ہیں جنھیں میرے شانوں پر بکھری دیکھ کر گھٹائیں شرما جاتی تھیں۔ میری یاد کے نہاں خانہ میں آج بھی سیماب کی وہ دوشیزگی محفوظ ہے۔ جو رین جس کی پاکیزگی کی قسم کھاتی تھیں۔ میں سمجھتا تھا یہی میری زندگی ہے۔ زندگی کی آخری سانس تک اُس کا ساتھ رہے گا۔ مجھے معلوم نہ تھا کہ یہ سب کچھ ایک خواب تھا، ایک سراب تھا، ایک واہمہ تھا زندگی کے ضخیم صحیفہ کا صرف ایک ورق تھا!

سیماب جس دن میرے گھر آئی میرے مستقبل کی پرچھائیاں اُس کے سراپا سے لپٹی ہوئی تھیں وہ پہلی نظر اور محبت کا رفتہ کا مفہوم سیماب کو دیکھ کر ہی سمجھا تھا۔ میری شب و روز کی زندگی کی راہ میں اُس کے قدموں کے نشان راستے بن گئے۔ قدم چلتے رہے۔ نشان بنتے گئے، اس کی پُرکشش شخصیت کے نقوش میرے دل و دماغ کے لوح پر کندہ ہوتے رہے اور میں اپنی ذات سے دُور ہو کر سیماب کی ذات کے قریب ہوتا گیا ہے۔ سیماب کی تصویر میرے دل کے شیشے پر ثبت ہو گئی۔ یہ انقلاب اتنی جلدی ہوا کہ میرے سوچنے سمجھنے کی صلاحیت بھی اپنا کام نہ کر سکی۔ شاید محبت اس کا موقع ہی نہیں دیتی۔ محبت کا تیز رو دریا عقل و ہوش کے پتوار توڑ کر دل کے سفینے کو بہا لے گیا۔ راستہ سیدھا اور صاف ہو تو منزل تک پہنچنے میں آسانی ہوتی ہے۔ میری منزل کا راستہ پُرخطر تھا نہ پُرپیچ لیکن راستہ پھر راستہ ہے منزل کی بات منزل کی بات ہے۔ وقت کی طاقت اپنی جگہ ہوتی ہے اور شاید سب سے بڑی طاقت وقت ہی کی ہے۔

سیماب اور میری محبت کا تاج محل ہم دونوں کے دلوں میں تعمیر ہوتا رہا۔ عزیز و اقارب دوست احباب والدین کی لاعلمی میں دو روحوں کے سنگم پر جوان محبت پروان چڑھتی رہی۔ رنگین و خوش آیند خواب بنتے رہے، اچھوتی تمنائیں انگڑائیاں لیتی رہیں۔

مجھے ایک سال کا کامن ویلتھ اسکالرشپ مل گیا اور میں انگلینڈ چلا گیا۔ تمام کوششوں کے باوجود وقت کا دامن اتنا تنگ ہو گیا کہ میں سیماب سے مل نہ سکا۔ محبت کا طوفان چھپائے دل کی تڑپ کو سینے سے لگائے میں ہوائی جہاز کے پروں پر اُڑ گیا۔ دو چار خطوں کا تبادلہ ہوا پھر یہ سلسلہ بھی منقطع ہو گیا۔ وقت گزر جاتا ہے لیکن کبھی کبھی کہیں کہیں اپنے ایسے نشان چھوڑ جاتا ہے جو تقدیر بن جاتے ہیں۔ ایک سال پورا ہوا اور میں وطن واپس آ گیا۔ سیماب اس قلیل عرصہ میں کسی دوسرے کے دامن سے وابستہ کر دی گئی اور میرے ہاتھ میرے دامن تک محدود ہو گئے۔ یہ سب کچھ کیوں ہوا۔ یہ سیماب ہی بتا سکتی

تھی کسی کو کیا معلوم کہ ہر رات شبنم کتنے غنچوں کو زندگی بخشتی ہے اور کتنے پھولوں کے لئے موت کا پیغام لے کر آتی ہے۔ یہ تو وہی جانتے ہیں جن پر گزرتی ہے۔

سیماب مجھ سے ملنے آئی۔ غزالی آنکھوں سے دو موٹے موٹے آنسو ٹوٹے اور پوری کہانی کہہ گئے مشرقی لڑکی والدین کی پسند کے خلاف زبان نہ کھول سکی۔ صدیوں سے دی جانے والی قربانی کا خون پھر تازہ ہو گیا۔ آرزوؤں اور تمناؤں کا لہو ہاتھوں میں مہندی بن کر رچ گیا۔ خواہشوں کی چتا کی راکھ مانگ میں افشاں بنکر بکھر گئی۔

وقت آگے بڑھتا گیا۔ گاہے گاہے ملاقات کے قدم تھکنے لگے۔ گفتگو کا دامن تنگ ہوتا گیا۔ سیماب ملنے سے کترانے لگی۔ راکھ میں دبی چنگاری کو کیوں ہوا دی جائے۔

میں نے پھر سوچا اس چنگاری کو بھی ہمیشہ کے لئے راکھ بنا دوں لیکن کامیاب نہ ہو سکا۔

میری بھی شادی ہو گئی اور ایک ہی شہر میں دو خاندان پھولنے پھلنے لگے۔ دو گھروں کے درمیان کا دو کلو میٹر کا فاصلہ ہزاروں کلو میٹر سے بھی طویل ہو گیا۔ وقت کا رشتہ صدیوں سے جا ملا اور دو دھڑکتا دل ایک دوسرے کے لئے اجنبی ہو گئے لیکن اس اجنبیت میں بھی اپنائیت کا جذبہ کارفرما رہا۔ اسی دوری میں قربت کی خوشبو شامل رہی۔

سیماب اپنے شوہر کے ساتھ کسی دوسرے شہر چلی گئی اور بارہ تیرہ سال کا عرصہ ہوا کے ایک جھونکے کی طرح گزر گیا۔ میں بھی اپنے بیوی بچوں کے ساتھ مطمئن ہو کر زندگی کی ڈگر پر چلنے لگا۔

ایک دن اچانک سیماب سے ملاقات ہو گئی۔ بدلی بدلی کھوئی کھوئی، اُم اُجڑی اُجڑی، وقت کی ستم ظریفی اور نصیب کی کج ادائی سے کون بچ سکتا ہے۔ یہ دونوں ایسی تند ہوائیں ہیں جن کے جھونکوں میں اُمیدوں کے اَن گنت روشن چراغ بجھتے رہے ہیں، یہ وہ شعلے ہیں جن میں بے شمار ارمانوں کی چتائیں جلتی رہی ہیں ایسی ہی کوئی آندھی آئی اور سیماب کی مانگ سے سیندور اڑا کر لے گئی ظالم وقت نے اُس کے ہاتھوں کی کھنکتی چوڑیوں کو توڑ دیا۔ وہ بیوگی کے سفید لباس میں ملبوس ہو گئی۔ اِس خبر نے مجھے بھی پتھر کا بنا دیا۔ میں سیماب کے شوہر کے انتقال پر تعزیت نہ کر سکا۔ شاید میرا ذہن اُسے بیوہ ماننے، اُس کی مانگ کا سیندور اڑنے اور اُس کی خوبصورت کلائیوں سے لپٹی چوڑیوں کے کانچ کو پگھلنا نہ دیکھ سکتا تھا۔

بہت دنوں کے بعد سیماب میرے گھر آئی۔ اُس کے ساتھ اُس کے پیارے پیارے تین بچے بھی تھے۔ میں بھی تین بچوں کی ذمہ داری اپنے کاندھوں پر لے چکا تھا۔ اُن بچوں کو دیکھ کر میرے اندر بے انتہا اپنائیت کا جذبہ اُبھر اٹھا۔ میری بیوی نے سیماب کی کافی دلجوئی کی تھی۔ سیماب نے مجھے دیکھا اور اُس کی آنکھیں نم ہو گئیں۔ میں اُس وقت کچھ نہ بول سکا تھا۔ میری زبان سے دو لفظ بھی ہمدردی کے نہ نکل سکے۔ ضبط کا دامن میں نے اپنے ہاتھوں سے نہ چھوڑا۔ اگر میں ایک لفظ بھی بولتا تو ہو سکتا تھا۔ میرے ضبط و تحمل کا باندھ ٹوٹ جاتا اور ہماری محبت کا راز فاش ہو جاتا جب زبان خاموش رہتی ہے تو آنکھیں باتیں کرنے لگتی ہیں آنکھوں نے دل کی بات سن لی تھی۔ شام کو سیماب اپنے گھر چلی گئی۔

دوسری شام میں سیماب کے گھر گیا تھا۔ اُس وقت وہ تنہا تھی۔ وہ تنہا تھی۔ وہ میرے سینے سے لگ کر سسکیاں بھرنے لگی۔ برسوں کے بعد سیماب کو اپنے جسم سے قریب دیکھ کر میرا حال ماضی میں منتقل ہوتا محسوس ہونے لگا میں یہ بھی بھول گیا کہ سیماب کسی کی بیوہ ہے۔ اب میرا اُس سے کوئی تعلق نہیں ہے، کوئی رشتہ نہیں ہے میں اُس وقت جو دیکھ رہا تھا، اُسی پر یقین تھا۔ سیماب کے ریشمی بال میرے چہرے کو چھو رہے تھے اور میں نے اپنے تپتے ہوئے ہونٹ اُس کی برف کی طرح ٹھنڈی پیشانی پر رکھ دیئے تھے وہ تڑپ کر مجھ سے الگ ہو گئی تھی۔ اُس کا وجود لرزنے لگا تھا۔ آنسوؤں کا سیلاب اور تیز ہو گیا تھا۔ پھر کوئی بچہ آ گیا تھا اور ہم دونوں نے اپنا مقام پہچان لیا تھا۔

آج کی ملاقات نے برسوں کی دبی ہوئی چنگاری کی راکھ اڑا دی تھی چنگاری ہوا پا کر آنکھیں چمکانے لگی تھی میں ایک بار پھر اپنے ماضی کے دوراہے پر آ گیا تھا وہ بھی اپنی عمر سے بہت پیچھے ہٹ گئی تھی۔

وقت ہم سے کیا چاہتا ہے؟ اُس نے آنکھیں صاف کرتے ہوئے کہا تھا۔ میں نے کہا — "سیماب! میرے دل کے دروازے آج بھی تمہارے قدموں کی آہٹ کو ترستے ہیں۔ میری تمناؤں کے چمن زاروں میں آج بھی تمہاری یادوں کے پھول مہکتے رہیں۔ میں نے جو کچھ چاہا تھا وہ نہ پا سکا۔ جسے اپنانا چاہا تھا اُسے حاصل نہ کر سکا۔"

"زندگی بھی کیسا معمہ ہے جب ہم حل تلاش کرنا چاہتے ہیں۔ تو سُراغ تک نہیں ملتا اور جب ——— یہ کہتے کہتے سیماب رُک گئی تھی" میں امید کروں گی کہ آپ یہاں آتے رہیں گے"۔ اُس نے التجا کی تھی بچہ پھر باہر چلا گیا تھا اور کمرے میں پھر ہم دونوں رہ گئے تھے، میں اُس کے قریب آ گیا تھا وہ میرے نزدیک ہو گئی تھی اُس نے اپنا سر میرے زانو پر رکھ لیا تھا اور میری اُنگلیاں اُس کے بالوں میں کنگھی کرنے لگی تھیں۔ اُس کی مخمور آنکھیں چھلکنے لگی تھیں اور میں اُس کی آنکھوں کی گہری نیلی جھیل میں ڈوب گیا تھا پھر ہوش کی ایک لہر آئی اور ہم دونوں کو ساحل تک چھوڑ گئی۔

ہم دونوں کو اپنی اپنی ذمہ داریوں کا احساس تھا ہمارے قدموں کو اپنی حدیں معلوم تھیں کس قدر مجبور رہتے دو دل ——

ذمہداریوں کے احساس نے ہمارے کاندھوں کو بوجھل بنا دیا تھا ہمارے پیروں میں بھاری پتھر باندھ دئے گئے تھے

"سیماب! مجھے آج بھی تمہاری ضرورت ہے میں آج بھی ———" میں کہتے کہتے بہکنے لگا تھا

"تم جانتے ہو میرے پیروں میں آہنی بیڑیاں ہیں میں اُن بیڑیوں کے ساتھ آخری سانس تک خندہ پیشانی سے نباہ کرنا چاہتی ہوں۔ ایک بیوہ کی تاریک زندگی میں اُس کے بیٹے اُمیدوں کے چراغ کی طرح ہوتے ہیں۔ میں اِن چراغوں کو اپنے خون کے آخری قطرے تک روشن کروں گی۔ اِن کے ہوتے ہوئے میں کسی اور کا سہارا تلاش کروں تو اسے سماج ہی برداشت کرسکے گا اور نہ ——— اور پھر تمہارے اوپر بھی تو ایک خاندان کا بوجھ ہے۔ اور زیادہ وزن تمہارے اوپر نہیں ڈال سکتی۔ اتنا ضرور کہوں گی کہ میری ذات تمہاری ذات میں ہوا اور پانی کی طرح حل گئی ہے جسے وقت کا کوئی سورج الگ نہیں کرسکتا۔ اسے کوئی نہیں دیکھ سکتا۔ کوئی محسوس نہیں کرسکتا محبت ایسا دریا ہے جو کبھی نہ بہنے پر بھی خشک نہیں ہوتا ———"

میں گھر واپس ہوا تو پریشان سا تھا میرے انتظار میں میری بیوی کھانے کی میز پر تھی سیماب سے کہیں زیادہ خوبصورت اور پرکشش! اُس نے کبھی مجھے شکایت کا کوئی موقع نہ دیا تھا مگر سیماب کے نام کو میرے لوحِ دل سے نہ مٹا سکی۔ اِس کے لئے میں خطا دار تھا نہ سیماب، نہ میری بیوی خطا وار وہ محبت تھی جو دل پر ایک بار نشان بنانے کے بعد کبھی نہیں مٹا پاتی۔ خون سے روشن کئے گئے چراغ کی لو کبھی مدھم نہیں ہوتی۔

میری زندگی کے سفر میں یہ ایسا دوراہا تھا جس کی دونوں سمتیں مجھے عزیز تھیں ایک سمت دوسری سمت کا تضاد تھی۔ دریا کے دو کناروں کی طرح جو کبھی یک جا نہیں ہوسکتے۔ بیوی اور بچے، خوشحال زندگی، سب کچھ تو مجھے میسّر تھا لیکن یہ کیسی پیاس تھی جو مجھے خشک دریا کی طرف کھینچنا چاہتی تھی۔ سیماب کا خیال اور اپنی بیوی کا حق دو گرین سگنلوں کی طرح میری نگاہوں کے سامنے چمکنے لگے اور میں وقت کے دوراہے پر کھڑا کسی لال سگنل کا انتظار کرنے لگا۔

ایک ہفتہ بعد میں نے اپنے تبادلہ کی درخواست باس کے میز پر رکھ دی تھی۔ باس نے حیرت سے مجھے گھورتے ہوئے کہا تھا "کیا شہر سے عاجز آچکے ہو؟ یا کوئی اور وجہ ——— اچھا بتاؤ اپنا تبادلہ کس جگہ چاہتے ہو؟"

"یہاں سے دُور ——— بہت دُور!!"

عورتوں کیلئے



لڑکیوں کی مغرب پرستی

کہیں ملک اور قوم کو نہ لے ڈوبے

(از زبیدہ سلطان صاحبہ دہلوی)

زبیدہ بہن نے ذیل کے مضمون میں ایک ایسے مسئلہ پر روشنی ڈالی ہے جو بے حد اہم ہے۔ اور جسکی اصلاح کی جانب خاص طور پر قومی ورکروں اور لیڈروں کو توجہ کرنے کی ضرورت ہے۔

عورت وہ مبارک اور مقدس ہستی ہے جسکے پیٹ سے اولیا اور پیغمبر پیدا ہوئے ہیں اور جس کی گود میں قومیں پلتی ہیں اور اُس کے آغوش میں قوم کی نئی نسلیں تربیت حاصل کرتی ہیں اس لئے ملک کی لڑکیاں اور عورتیں جتنی زیادہ اعلیٰ کردار کی مالک ہوتی ہیں ان کی گود میں پلنے والی قوم بھی قابل فخر ہوتی ہے۔ اِس کے برخلاف جس ملک کی عورتیں اور لڑکیاں پست اخلاق اور جاہل ہوتی ہیں وہ ملک اتنا ہی گرتا چلا جاتا ہے۔ اس لئے ضرورت ہے کہ ہمارے ملک کے رہنما اس ملک کی لڑکیوں کی اس غلط روی پر گہری نظر رکھیں جو انہیں سیدھے راستہ سے ہٹا کر غلط راستہ پر لئے جا رہی ہے۔ حال ہی میں بعض لڑکیوں کی غلط روش سے متاثر ہو کر ایک بہن نے مجھے طویل خط لکھا ہے جس کا خلاصہ یہ ہے۔

"کیا عورتوں اور لڑکیوں کی گمراہی کے اعتبار سے ہمارا ملک بھی دوسرا یورپ بننے والا ہے۔ میں دیکھ رہی ہوں کہ عورتوں اور لڑکیوں میں سے حیا ختم ہوتی چلی جا رہی ہے بےپردگی کا تو ذکر ہی کیا ہے اب تو ایسا نیم عریاں اور چست لباس پہنا جانے لگا ہے۔ جس میں سے جسم کے پوشیدہ حصے تک ابھر کر سامنے آجاتے ہیں۔ پھر غیر مردوں سے بھی ہمارے ملک کی عورتوں اور لڑکیوں کا میل جول بڑھ رہا ہے جس کے افسوسناک نتائج کی تفصیلات ہم آئے دن اخبارات میں پڑھتے رہتے ہیں لیکن ہمارے ملک کے رہنما ہیں کہ وہ عورتوں اور لڑکیوں کی اخلاقی کمزوریوں کو محسوس ہی نہیں کر رہے۔ مجھے اندیشہ ہے کہ اگر شروع ہی میں عورتوں کی اِس بے راہ روی پر روک نہ لگائی گئی تو ہمارا ملک بھی یورپ و امریکہ کی طرح اخلاقی اعتبار سے تباہ نہ ہو جائے"

ان بہن نے جس اندیشہ کا اظہار کیا ہے وہ بالکل بجا اور درست ہے اصل بات یہ ہے کہ مغربی تعلیم نیز سینما اور ٹی وی کے اخلاق سوز ڈراموں نے ملک کی نوجوان لڑکیوں پر اتنا گہرا اثر ڈالا ہے کہ اُن کی آنکھیں بند ہو گئی ہیں برے بھلے کی تمیز اٹھتی چلی جا رہی ہے اور برے بھلے کی تمیز آ بھی کیونکر ہو جبکہ ہمارے اسکولوں اور کالجوں میں دنیا جہان کی تعلیم تو دی جاتی ہے لیکن اخلاقی تعلیم کا نام و نشان تک نہیں۔

میرے خیال میں زمانہ حاضر کی لڑکیوں کو غلط روی سے باز رکھنے کے لئے یہ بات نہایت ضروری ہے کہ انہیں اسکولوں اور کالج کی تعلیم کے ساتھ گھروں پر اخلاقی تعلیم دی جائے۔ اور مشرقی انداز میں اُن کی تربیت کی جائے کیونکہ ہماری مشرقی تہذیب اور مشرقی تربیت لڑکیوں کو یہ سکھاتی ہے کہ وہ اپنی عصمت و عزت کو سب کچھ سمجھیں۔ اور حیا کے دامن کو کبھی ہاتھ سے نہ چھوڑیں۔

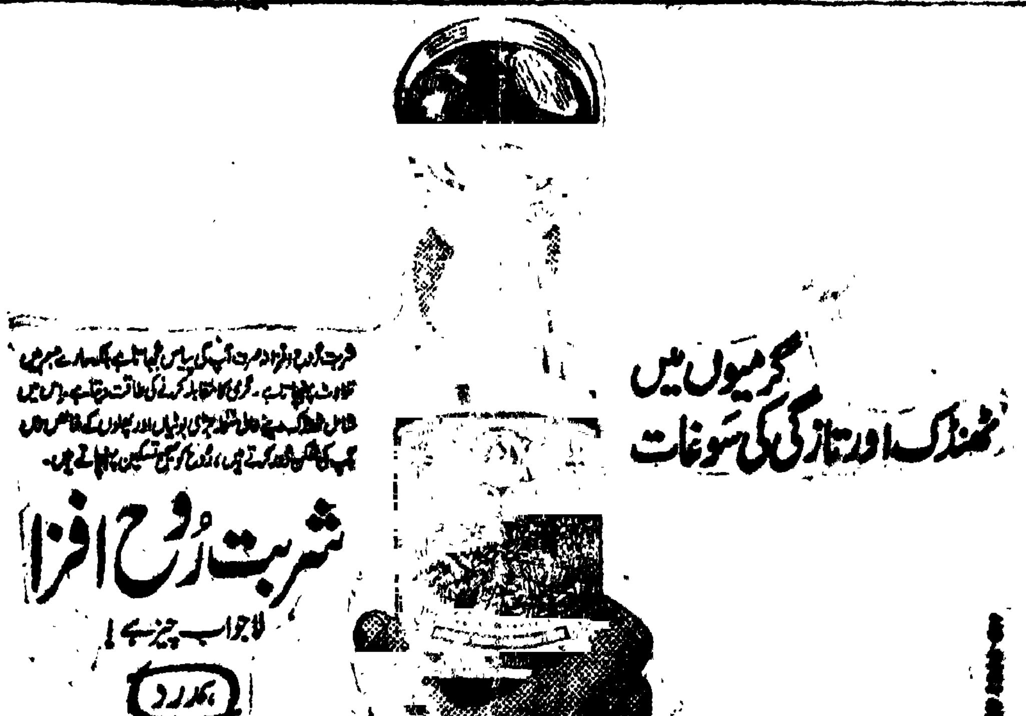
اس کے برخلاف مغربی تہذیب یہ سکھاتی ہے کہ عورت کو صرف آرام و عیش اور فیشن کا خیال رکھنا چاہئے۔ اور اپنے عیش و آرام اور تفریح کے سامنے اُن کے ہاں عزت اور آبرو کی بھی کوئی قیمت نہیں۔ چنانچہ آپ دیکھ لیجئے کہ مغربی ملکوں میں عورتیں بری طرح نفسانیت کا شکار بنی ہوئی ہیں۔ وہ مجبور ہیں کہ گندگی ہیں۔ اور اُسے برا بھی نہیں

خیال کیا جاتا ہمارے ملک کی عورتوں پر جب تک اس مغربی تہذیب کا سایہ نہیں پڑا تھا۔ اُس وقت تک ہندوستان کی عورتیں اپنی عزت اور آبرو کے مقابلہ میں ہر چیز کو ٹھکرا دیتی تھیں لیکن جب سے انگی آزادی اور مغرب کی پرچھائیاں اس ملک کی لڑکیوں پر پڑنی شروع ہوئی ہیں وہ سیدھے راستے سے بھٹک گئی ہیں۔

گاؤں ہی ہمارے ملک میں جہاں مغربی تہذیب کے اثرات نہیں پہنچے ہیں وہاں عورتوں اور لڑکیوں میں وہی روایتی طور وداری اور شرم پایا جاتا ہے جو ہمارے ملک کی دیرینہ خصوصیات میں سے ہے۔ دیہاتوں میں چلے جاؤ وہاں عورتوں اور لڑکیوں کی حالت شہری لڑکیوں سے کہیں بہتر نظر آئے گی۔ نہ اُن میں بے حیائی ہے اور نہ عریانی کا شوق ہے اور نہ بے لباسی ہے۔ غرض ابھی تک اُنہی پرانی مشرقی روش پر قائم ہیں جو ہمارے ملک کے لئے مایۂ ناز ہے۔ اس کے برخلاف شہری لڑکیوں کی ایک بہت بڑی تعداد غلط راستہ پر گامزن ہے۔ اگر ابتدا ہی میں انہیں غلط راستہ سے ہٹانے کی کوشش نہ کی گئی تو نہ جانے ہمارے ملک کا کیا انجام ہوگا۔

بعض نام نہاد ترقی پسند خواتین کے ایسے خطوط بھی مجھے ملتے رہتے ہیں جن میں یہ کہا گیا ہے کہ اعلیٰ تعلیم کا مخالف اور دقیانوسی ہونے کے طعنے دیئے جاتے ہیں لیکن میری ان کا جواب ادب کے ساتھ یہ رائے ہے کہ اگر اسکولوں کے نہیں تو ایسے کالجوں کے دروازے لڑکیوں کے لئے ضرور بند کر دئیے جائیں جہاں لڑکے اور لڑکیاں ایک ساتھ تعلیم حاصل کرتے ہوں۔ اور تعلیم کے دوران اکثر اوقات لیلیٰ مجنوں کا کھیل بھی ان کالجوں میں شروع ہو جاتا ہے سچ تو یہ ہے کہ میں لڑکیوں کی ایسی تعلیم کی شدید مخالف ہوں جو انہیں چراغ خانہ سے شمع انجمن بنا دے۔

ان تلخ حقائق پر روشنی ڈالنے کے بعد میں اپنے ملک کے سب ماؤں سے گزارش کرنا چاہتی ہوں کہ وہ اپنی بہنوں اور بیٹیوں پر گہری نظر رکھیں انہیں تعلیم تو ضرور دلائیں لیکن اُس مغرب کے اثر سے انہیں بچانے کی پوری کوشش کریں جو اُن کے اخلاق و کردار کو اندر ہی اندر گھن کی طرح کھا جاتا ہے یعنی تعلیم کے ساتھ ان کی اخلاقی تربیت کا خصوصیت سے خیال رکھیں۔ اور سینما دیکھنے پر تو خصوصیت سے پابندی لگا دیں کیونکہ عریانی چست لباس۔ اور عشق و عاشقی نیز بے حیائی کے سبق ان سینماؤں کے ذریعہ ہی آجکل کی لڑکیاں حاصل کر رہی ہیں۔



افسانہ



شادی کی پہلی رات

ایک نہایت ہی دلچسپ معاشرتی کہانی

(از مسٹر بھارت چند ۔ ایم ۔ اے)

جس پیکر ناز سے میرا رشتہ ہوا تھا اُس نے بی، اے کا امتحان اسی آسانی سے پاس کر لیا تھا جس طرح پرانے زمانے کی عورتیں تندور میں روٹیاں پکا لیا کرتی تھیں۔ یا دریچوں کو بغل میں دابے دو گھڑے پانی کے سر پہ اٹھا کر کوئیں سے بھر لے آتی تھیں۔ میرے گھر والے خوش تھے کہ خوب جوڑ ملا ہے۔ میاں ایم، اے ہے تو بیوی بی، اے۔

میں اپنی شادی کی تجویز اور تیاریاں دیکھ کر خوش ہو رہا تھا میں نہیں جانتا کیوں۔ مگر کوئی احساس تھا۔ شاید نئی نویلی اور شرمیلی دُلہن کا احساس جس کے تذکرے کتابوں اور افسانوں میں پڑھے تھے۔ اُس کو اصلی زندگی میں دیکھنے کا شوق تھا۔ میں چاہتا تھا کہ شادی کی تیاریاں جلد ختم ہو جائیں اور قاضی جی یکدم نکاح پڑھ دیں۔

آخر وہ دن آیا۔ عقد ہوا۔ تماشائی، براتی اور رشتہ دار ایک ایک کر کے رفو چکر ہو گئے شام ہوئی رات آئی۔ میرا دل دھک دھک کر رہا تھا۔ میں سوچ رہا تھا کہ آج رات دلہن کی حیا اور شرم ناز و انداز، مہندی سے رنگے ہوئے نازک ہاتھ اور پاؤں سرخ و سفید چہرہ جوانی سے مخمور آنکھیں۔ یہ سب دیکھنے میں آئیں گے اور اُس کی آواز کے شیریں نغموں میں مجھے تان سین کی روح چہکتی نظر آئے گی۔ اُس کے ریشمی کپڑوں کی سرسراہٹ آہ کتنا شیریں خواب تھا۔

رات گزرنے لگی میں اپنے کمرے میں پلنگ پر پڑا سگرٹ کے دھوئیں کے بادلوں سے کھیل رہا تھا۔ اِن دھوئیں میں بھی مجھے ایک نازک اندام، شیریں دہن، معطر دلہن نظر آ رہی تھی۔ آخر دروازہ آہستہ سے کھلا اور میری دلہن داخل ہوئی۔

لباس ریشمی تھا۔ ہاتھ اور پاؤں میں مہندی لگی ہوئی تھی۔ مگر حیا اور شرم، ناز و انداز جس کی لاکھوں خیالی تصویریں میرے دل پر نقش ہو چکی تھیں وہ غائب تھے۔

دلہن کمرے میں داخل ہوتے ہی کھانسی اور کسی تاریخ کے پروفیسر صاحب کے لہجہ میں اندر قدم رکھتے ہوئے ارشاد فرمانا شروع کیا۔

"اِس طرح دروازہ بند کر کے سگرٹ پھونکنا کونسی دانشمندی ہے آپ نے تو کلکتہ کا "بلیک ہول" بنا رکھا ہے"

دلہن نے بڑھ کر کمرے کی دونوں کھڑکیاں کھول دیں اور میں بے پردگی کے خیال سے گھبرا سا گیا۔

شادی سے پہلے میں سوچا کرتا تھا کہ دلہن مجھ سے شرم کرے گی اور میں بڑی نفاست سے اُس کا گھونگھٹ کھولوں گا۔ بلکہ میں نے تو اس موقع کے لئے یہ شعر بھی زبانی یاد کر رکھا تھا ؎

صاف چھپتے بھی نہیں سامنے آتے بھی نہیں
خوب پردہ ہے کہ چلمن سے لگے بیٹھے ہیں

غرضکہ سب امیدوں پر پانی پھر گیا۔ آتے ہی نکتہ چینی شروع ہو گئی۔ میں چپ سا ہو گیا۔ بہت دیر تک دلہن کا چہرہ دیکھنے کی بھی جرأت نہ کر سکا۔ ڈر تھا کہ کہیں کوئی اور بلائے ناگہانی نہ نازل ہو جائے۔

دلہن آکر بڑی بے پرواہی سے پلنگ کے پاس پڑی ہوئی کرسی پر بیٹھ گئیں۔ ہائے میرے سہاگ کی پہلی رات! کیا اس کا حشر یہی طرح ہونا تھا؟

دلہن نے کرسی پر بیٹھتے ہوئے میری طرف اس طرح دیکھا جس طرح کوئی ہاتھی کسی چڑیا کے بچے کی طرف دیکھتا ہے۔ میں سہم گیا اور کانپ گیا دلہن نے بولنا شروع کیا۔ "تو حضرت سگرٹ بھی پیتے ہیں اس کے علاوہ اور کون کونسا نشہ آپ کی طبیعت کا خاصہ ہے؟"

خیال کیا جاتا تھا ہمارے ملک کی عورتوں پر ابھی تک اِس مغ
کا سایہ نہیں پڑا تھا۔ اُس وقت تک ہندوستانی
اور آبرو کے مقابلے میں ہر چیز کو ٹھکرا دیتی ہے
آزادی اور مغرب کی پرچھائیاں اس
بھلی ہیں وہ سیدھے راستے
لیکن ابھی ہمارے ملک میں بہت
اسی وقت بھی عورتوں
بالا تھا جو ہمارے
چھپا دو دیا
گئے گی۔



شرم نہیں آتی

اب تو ادھر فصاحت و بلاغت کے گویا پٹ کھل گئے دلہن نے جو بولنا شروع کیا تو ایک گھنٹہ تک برابر بولتی رہیں۔

حیف اُس شوہر بدبخت کی حالت غالب
جس کی قسمت میں ہو دلہن سے پریشاں ہونا

خیر وہ رات کسی نہ کسی طرح گزر گئی اور ساتھ ہی ساتھ میری امید کا خون کر گئی جو خیالی عمارتیں میں نے تعمیر کی تھیں وہ مسمار ہو گئیں اب ہماری ازدواجی زندگی شروع ہوئی۔

بیوی نے شادی ہونے کے تیسرے دن بعد ہی مجھے سنا دیا کہ اُن کا ارادہ ایم۔ اے کرنے کا ہے۔ میں نے نیک بخت کو بہت سمجھا کر بی۔ اے تک ہی تعلیم کافی ہے مگر یہ سنکر تو وہ آگ بگولہ ہو گئیں اور لگیں مردوں کے خود غرض ہونے پر درس دینے کہ یہ مرد عورتوں کی ترقی کو پسند نہیں کرتے۔ وہ اُن کا ذہنی نشو و نما نہیں برداشت کر سکتے۔ بس وہ تو صرف یہ چاہتے ہیں کہ جب خاوند آوارہ گردی کر کے آئے تو عورت اُن کے جوتے اتارے۔ گھر کے کپڑے پہننے کے لئے سامنے لاکر رکھے۔ کھانا اپنے ہاتھ سے پروس کر کھلائے جھوٹے برتن خود اٹھائے پھر جب خاوند کو نیند نہ آئے تو پاس بیٹھ کر پاؤں دباتے ہوئے لوریاں سنائے اور جب خاوند صاحب کو اچھے کھانے اور بیوی کے نغموں سے نیند آ جائے تو بیوی پاس پڑ کر تارے گنتے ہوئے خاوند کے خرّاٹوں کی آواز سنا کرے گی

غرضکہ میں کیا جواب دیتا۔ بیوی نے امتحان کی تیاریاں شروع کردیں۔ بڑی بڑی کتابیں منگوائیں۔ کاغذ پنسل۔ سیاہی دوات سب سامان فراہم کرلیا اور ایک کمرے کو پڑھنے کی بیٹھک بنالیا۔

غرضکہ امتحان کی تیاری کیا ہوئی بیگم صاحبہ چوبیس گھنٹے اپنے پڑھنے کے کمرے میں بیٹھی کتابوں کی ورق گردانی کرتی رہتیں۔ میں تنگ آگیا۔ آخر شادی کرنے کا مجھ کو کیا فائدہ ہوا میاں کا چاہے پاجامہ پھٹا ہوا ہو۔ یا ناشتہ تیار نہ ہو بیگم کو اس کی پرواہ نہیں۔ وہ تو ایم۔ اے کے مقابلے کی تیاری میں مشغول تھیں اُن کو کیا غرض جو شوہر کی زندگی میں ذرا بھی دلچسپی لیتیں میں گویا شادی کرکے اس بات کا ذمہ دار بن گیا تھا کہ جو برا بھلا ماما پکا کے سامنے لا دھرے اُس کو بغیر اعتراض کئے نگل جایا کروں جو میں پسند سے کھانا چاہوں۔ اُس کو بیگم پسند نہ کرے اور اس لئے میں بیگم کے پسند کے کھانے کھاؤں اور مہینہ شروع ہوتے ہی تنخواہ بیگم کی میز پر دور سے ہی رکھ دوں۔ اسی طرح جیسے کوئی زمیندار مالیانہ سرکار کے سامنے پیش کردیتا ہے۔

خیر میں نے ارادہ کرلیا کہ اس گھر میں جس قدر کم ہوسکیگا۔ زندگی بسر کروں گا۔ چنانچہ صبح کو گھر سے ناشتہ زہر مار کرکے سب سے پہلا شخص جو باہر نکلتا تھا وہ میں ہوتا تھا۔ اور آخری چیز جو گھر کے اندر داخل ہوتی تھی وہ بھی بلا مبالغہ میں ہی ہوا کرتا۔

میری اس عدم موجودگی سے بیگم کے دل میں نہ تو رحم کا جذبہ پیدا ہوا۔ نہ ہی شکوک۔ شاید اِن کو میری صورت کے بارے میں یقین ہے کہ کوئی عورت اس پر لٹو نہیں ہوسکتی۔

شادی کو ایک سال گزرچکا تھا کہ میری ازدواجی زندگی میں دو واقعے ہوگئے۔ ایک تو یہ کہ میری خوش قسمتی سے وہ ایک بچہ کی ماں بن گئیں اور دوسرے میری بدقسمتی سے ایک رسالہ کی ایڈیٹر۔ ظاہر ہے کہ بیوی صاحبہ ماں ہونا بالکل پسند نہیں کرتی تھیں اور اس پر مجھے اکثر اوقات جب کام سے فرصت ملتی یا میں شومئی قسمت سے سامنے آجاتا برا بھلا کہتیں اس کا جواب میں اُن کو کیا دیتا۔ تنگ آکر کہدیتا کہ بھئی آئندہ سے ایسی غلطی نہ کروں گا۔ مگر آپ بھی خیال رکھئے۔"

بیگم صاحبہ کے ایڈیٹر بننے سے اُن کی مصروفیات اور بھی بڑھ گئیں۔ ایک دن اتفاق سے اسکول میں چھٹی تھی اور میں کسی دوست کے پاس نہ گیا۔ اس لئے اپنے گھر ہی بیٹھا رہا۔

بچہ پنگوڑے میں پڑا سورہا تھا۔ پاس ہی بیگم چاروں طرف کاغذ پھیلائے کسی سوچ میں ڈوبی ہوئی تھیں۔ میں آکر بچہ کے پاس بیٹھ گیا مگر زبان سے کچھ نہ نکلا۔ اِس گھر میں صرف تین ہستیوں کو بولنے کا حق تھا بیگم کو لکچر دینے کا، ماما کو گڑگڑانے کا اور جب سے یہ راجہ جانی پیدا ہوا تھا۔ اُس کو رونے کا۔ میرا کام صرف خاموشی سے ان تینوں کی آوازیں سننا کا تھا۔

بچہ جاگ اٹھا۔ اور میں نے اُس کو اپنی گود میں بٹھالیا۔ میں نے سوچا کہ بیوی سے محبت کی دو باتیں کرنے کی اُمید نہیں۔ اِس لئے۔

بیوی نہ سہی بچہ ہی سہی ——— ہم پیار کریں گے کہیں نہ کہیں

دفعتاً بیوی نے ایک کاغذ سے نظر اٹھائی اور خاص انداز سے کہا کہ "اوہو باپ بچہ کو گود میں لئے بیٹھا ہے"

میں نے جل کر جواب دیا "اور ماں مضمون لکھ رہی ہے، اور باپ اور بچہ دونوں کی پرواہ نہیں کرتی"

اُمید تھی کہ کوئی کرفت جواب ملے گا مگر بیوی صاحبہ کسی بات پر خوش تھیں بولیں "میرے ایک قلمی دوست کا خط آیا ہے۔ انھوں نے میرے مضمون کو نہایت پسند کیا ہے"

میں نے قلمی عیب اور آم سنے تھے بلکہ کبھی کبھی قلمی بڑوں کا بھی تذکرہ سُنا تھا مگر قلمی دوست کے نام سے میں چکرایا۔ ہائے ری قسمت مجھے قلمی دوستوں کا مزا بھی چکھنا تھا۔ میں نے دل پر جبر کرکے پوچھا۔ "یہ قلمی دوست کیا بلا ہے"

کہنے لگیں "کیوں بھولے بنتے ہو۔ قلمی دوست اُن کو کہتے ہیں جن کی واقفیت بذریعہ خط و کتابت کی جائے۔ میرے یہ دوست دہلی کے ایک مشہور افسانہ نویس ہیں اور میری نثر کے مدّاح"

میں نے کہا "آپ کے مداح آپ کو مبارک ہوں بھلا مجھ سے ان کا تذکرہ کرنے کی کیا ضرورت ہے"

جواب ملا "اِس لئے کہ شاید یہ حضرت آپ سے اسکول میں ملنے آئیں"

اتنے میں بچہ رونے لگا اور میں نے بیگم صاحبہ سے پوچھا کہ اِس کو پنگوڑے کے حوالے کردوں یا آپ کے اس پرچہ میں مچھلیاں ہوکر انھوں نے بچہ کو مجھ سے لے لیا اور میں سگرٹ پینے اپنے کمرے کی طرف بغیر کچھ کہے چلا

آخر ایک دن وہ قلمی دوست میرے سکول آ نکلے۔ دیکھنے میں عجیب پھوہڑسے لونڈے معلوم ہوتے تھے۔ میں نے کچھ باتیں ادھر ادھر کی کرکے انہیں کو جہاں سے وہ تشریف لائے تھے واپس لوٹا دیا۔ آخر مجھے کیا غرض پڑی تھی جو بیوی کے قلمی دوستوں کی دلجوئی کرنے کی کوشش کرتا خیر وہ بات آئی گئی ہوگئی۔

اس واقعہ کے کوئی بیس دن بعد ایک شام جو میں گھر واپس گیا تو بیگم عجیب پریشانی کی حالت میں دالان میں ادھر سے ادھر اور ادھر سے ادھر کسی شیرنی کی طرح ٹہل رہی تھیں۔ مجھ کو دیکھتے ہی کہنے لگیں۔ "عجیب شوہر نصیب ہوئے ہیں کہ آپ جو میری زندگی کا ایک راز بھی چھپا کر نہ رکھ سکے"

یہ پیچیدہ تہمت ذرا بھی سمجھ میں نہ آئی۔ میں نے کہا "ذرا واضح کرکے بیان فرمایئے کیونکہ میرا کند ذہن آپ کی ان ادبی پہیلیوں کو نہیں سلجھا سکتا"

کہنے لگیں "کچھ دن ہوئے آپ سے کوئی حضرت ملنے آئے تھے" میں نے سوچ کر جواب دیا "جی ہاں آپ کے قلمی دوست۔ تو۔۔۔ ؟"

بیگم نے گلا صاف کرکے کہنا شروع کیا "وہی میرے قلمی دوست تھے مگر وہ یہ نہ جانتے تھے کہ میں شادی شدہ ہونے کے علاوہ ماں بھی بن چکی ہوں"

میں نے جواب دیا "ماں ہونا کوئی گناہ تو نہیں ہے۔ خاص کر اس حالت میں جبکہ آپ میری منکوحہ بیوی ہیں اور آپ کا بچہ میرا بچہ بھی ہے اس کے علاوہ اگر آپ اس راز کو اپنے قلمی دوست سے پوشیدہ رکھنا چاہتی تھیں تو میں قسم کھانے کے لئے تیار ہوں کہ میں نے آپ کے قلمی دوست پر یہ حقیقت واضح نہیں کی"

بیگم نے جواب دیا "آپ بجا فرماتے ہیں۔ شوہر صاحب آپ نے اپنی زبان سے کچھ نہیں فرمایا۔ مگر اپنے پچھلے خط میں انھوں نے بچوں کو دعا لکھی تھی۔ اور جب میں نے پوچھا کہ انھوں نے کس طرح جانا کہ میرے بچے بھی ہیں۔ تو آج کے خط میں لکھتے ہیں کہ "آپ کے شوہر کی چندھیائی ہوئی آنکھوں کی مشتاق بھوری روشنی میں مجھ کو آپ کے بچے نظر آئے تھے نیز ان کے سر کا گنجا پن بھی اس بات کی دلیل میں چمک رہا تھا"

میں تو جل بھن کر راکھ ہوگیا۔ غور فرمایئے اگر کوئی قلمی دوست آپ کی بیوی کو آپ کے متعلق اس قسم کے بیہودہ الفاظ لکھے اور اس پر خود آپ کی بیوی کو آپ کو برا بھلا کہے۔ تو کونسا وہ انسان ہے جو جل بھن کر کوئلہ نہ ہو جائے گا۔ مگر میں امن پسند واقع ہوا ہوں کوئلہ بن کر رہ گیا۔ اگر بچہ نہ ہوتا تو گھربار چھوڑ کر فقیر بن جاتا یا افیون کھا کر مر جاتا یا شاعری میں طبع آزمائی شروع کردیتا یا ہیرے کی انگوٹھی چاٹ کر ہی جان دے دیتا مگر کیا کروں میں کو دنیا کے تختے پر لا کھڑا کیا ہے۔ اس کی پرورش کرنا بھی ضروری ہے۔ ورنہ ضرور ہی مر جاتا۔

بیگم اب ایم۔ اے پاس کر چکی ہیں۔ مضمون نگار ہیں۔ ایڈیٹر ہیں قلمی دوست رکھتی ہیں۔ میں اکثر سوچا کرتا ہوں کہ شادی کے متعلق کسی نے کیا خوب کہا ہے کہ "کر دیا نہ کرو بہرصورت پچھتانا ہوگا"

حج منیٹی

اعلان بابت حج ۱۹۸۰ء

(۱) ۱۹۸۰ء میں حج کے مبارک سفر کا ارادہ رکھنے والوں سے حج کمیٹی نے درخواستیں طلب کی ہیں۔

(۲) اس سال مغل لائن کے دو جہاز ایم۔ وی۔ اکبر" اور "ایم۔ وی۔ نورجہاں" کے کل آٹھ پھیرے ہونگے جن میں سے دو رمضان سے پہلے اور چھ بعد رمضان روانہ ہونگے۔ اور ان کے ذریعے انشاءاللہ تیرہ ہزار دو سو پچیس عازمین حج جدہ جا سکیں گے۔

(۳) درخواست مندرجہ ذیل دو بینک ڈرافٹوں کے ساتھ براہ راست حج کمیٹی، بمبئی کو روانہ کریں

(ا) کرایہ کی رقم کے لئے بینک ڈرافٹ جو مغل لائن، بمبئی کے نام ہو

(ب) زر مبادلہ کی رقم کے لئے بینک ڈرافٹ جو حج کمیٹی، بمبئی کے نام ہو

(۴) درخواست وصول کرنے کی آخری تاریخ ۲۶ مئی ۱۹۸۰ء ہے۔ اس تاریخ تک درخواست حج کمیٹی کے دفتر، صابو صدیق مسافرخانہ، لوکمانیہ تلک مارگ، بمبئی ۴۰۰۰۰۱ پہنچ جانی چاہئے۔

(۵) درخواست کے فارم کرایہ، زر مبادلہ اور دیگر مطالبات کی تفصیل اور درخواست فارم کی خانہ پری کے متعلق مفصل ہدایات چھپا دی گئی ہیں، اپنے صوبے کی حج کمیٹی سے خط لکھ کر یا براہ راست حج کمیٹی، بمبئی کے دفتر سے حاصل کیجئے

(۶) درخواستوں کی وصولی کی تاریخ گذر جانے کے بعد اگر ضرورت ہوئی تو قرعہ اندازی لگ بھگ ۵ جون ۱۹۸۰ء کو ہوگی اور قرعہ اندازی میں کامیاب ہونے والے خوش نصیب عازمین حج کو اس کی اطلاع قرعہ کے فوراً بعد دے دی جائے گی۔

(۷) درخواست کے فارم صوبائی حج کمیٹیوں کے دفتر سے اور خط لکھنے پر براہ راست حج کمیٹی کے دفتر بمبئی سے ملیں گے درخواست اسی فارم پر ہو، جو حج کمیٹی بمبئی نے جاری کیا ہے کسی فرد یا ادارے کو درخواست فارم چھاپنے یا درخواست وصول کرنے کی اجازت نہیں دی گئی ہے۔

مقام بمبئی

تاریخ ۱۶ اپریل ۱۹۸۰ء

قاضی محمد امین

ایگزیکیٹو آفیسر

حج کمیٹی، بمبئی۔

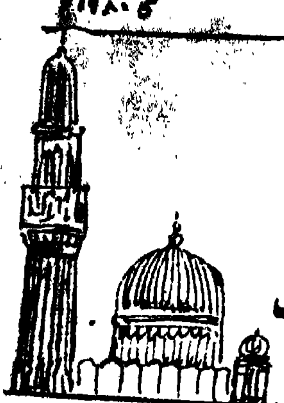
کمزور طبقوں کو تحفظ اور امداد دیجئے

ہریجنوں اور دیگر کمزور طبقوں پر حملے ہمارے سماج پر دھبہ ہیں۔ یہ ہماری ترقی میں رکاوٹ ڈالتے ہیں۔



آیئے بھارتی روایات کا احترام کریں
ہم سب ایک ہیں

davp 79/541



دنیائے اسلام پر ایک نظر

عراق اور ایران میں جنگ

روس کیلئے افغانستان میں مشکلات - آیت اللہ خمینی قریب المرگ

(ہمارے سیاسی مبصر کے قلم سے)

عراق اور ایران میں جنگ

ایسا معلوم ہوتا ہے کہ ایران کی ملاؤں کی حکومت کسی سے بھی دوستانہ روابط قائم نہیں رکھنا چاہتی - اور اب تو اُس نے اپنے پڑوسی عرب ممالک کے خلاف بھی پوری طرح جنگی سرگرمیاں شروع کردی ہیں - چنانچہ ایران کے وزیر خارجہ قطب زادہ نے حال ہی میں اپنے بیان میں کہا ہے کہ خلیج کے تین جزیروں پر ہمارا حق تسلیم کیا جائے ورنہ ہم بغداد اور مدائن کی ملکیت کا نہ صرف دعویٰ کریں گے بلکہ طاقت کے ذریعہ اِن مقامات پر قبضہ کرلیں گے -

عراق کا کہنا ہے کہ ان جزائر پر ایران کا کوئی حق نہیں یہ مملکت عراق کا حصہ ہیں لیکن ایران طاقت کے ذریعہ اِن پر قابض رہنے کی تیاریوں میں مصروف ہے - عراق و ایران کی سرحد پر جنگ چھڑ چکی ہے اطلاعیں ہیں کہ بمبار طیارے اور ہیلی کوپٹر بھی استعمال کئے جا چکے ہیں -

اِدھر عرب ممالک کے خلاف ایران کی جانب سے پورے زور شور سے پروپگنڈہ شروع ہو گیا ہے - اس پروپگنڈے کے ذریعہ عراقی عوام سے یہ کہا جارہا ہے کہ عراقیوں کو چاہیئے کہ وہ صدام حسین کی حکومت کا تختہ الٹ دیں - اور دوسری جانب سعودی عرب، کویت، ابو ظہبی - قطر اور عمان کی حکومتوں کے بارے میں کہا جارہا ہے کہ یہ آزاد اور جمہوری حکومتیں نہیں ہے اب ان کا خاتمہ ضروری ہے گویا ایران صرف عراق کے مقابلہ پر ہی صف آرا نہیں ہے بلکہ وہ سب ہی عرب ممالک سے ٹکرانے کو تیار ہے -

ایران اور عراق میں اگرچہ باقاعدہ جنگ کا اعلان نہیں ہوا ہے مگر جنگ جاری ہے - ایران کے موجودہ جارحانہ رویہ کو دیکھتے ہوئے کوئی تعجب نہیں کہ ایرانی ملاؤں کی بے عقلی سے عرب ممالک اور ایران میں ایک خوفناک جنگ چھڑ جائے جس سے کہ دنیائے اسلام کو شدید نقصان پہنچ جانے کا امکان ہے -

---

روس کیلئے افغانستان میں مشکلات

افغانستان میں روس کے پٹھو حکمراں ببرک کارمل اور اُنکی کمیونسٹ پارٹی کا خیال تھا کہ ابتدا میں تو افغانی مسلمان روسیوں کی آمد پر برہم ہونگے لیکن رفتہ رفتہ یہ برہمی کم ہوجائے گی لیکن افغانستان کے روس نواز حلقوں اور خود روسیوں کے یہ اندازے غلط ثابت ہو رہے ہیں افغانستان میں بغاوت بڑھتی چلی جارہی ہے اور اب تو ان علاقوں پر خصوصیت کے ساتھ مجاہدین کے حملے شروع ہو گئے ہیں جہاں روسی مسلط ہیں اور اس طرح روسیوں کا جانی نقصان بڑھتا ہی چلا جارہا ہے -

افغانستان میں مجاہدین کے ایک ترجمان کے بیان کے مطابق اب تو نوبت یہاں تک پہنچ گئی ہے کہ مجاہدین نے روس میں گھس کر روسی علاقوں پر حملے شروع کردئے ہیں - ظاہر ہے کہ مجاہدین روس جیسی عظیم طاقت سے مقابلہ نہیں کر سکتے مگر پھر بھی اس خبر سے یہ اندازہ ہو سکتا ہے کہ مجاہدین کے حوصلے کس قدر بڑھے ہوئے ہیں -

افغانستان کے نام نہاد صدر ببرک کارمل اس کوشش میں لگے ہوئے ہیں کہ کسی طرح افغانستان کے مذہبی طبقہ کو ہموار کرلیں اور وہ اس سلسلہ میں اپنے زرخرید ملاؤں سے کام بھی لے رہے ہیں لیکن افغانستان میں ان کی

بے دینوں کے خلاف بری طرح ناکام ہوچکی ہوئی ہے۔ ایسی حالت میں یہ دشوار معلوم ہوتا ہے کہ افغانستان کے اسلام پسند طاقتوں کو ہموار کیا جاسکے۔

روس کسی سیاسی مقصد کے لئے فوجی افغانستان میں اپنی طاقت کے بل پر کتنی ہی مدت تک کیوں نہ قدم جمائے رکھیں لیکن یہ بات روزِ روشن پر ظاہر ہوچکی ہے کہ افغانستان۔ ترکستان کا علاقہ نہیں ہے کہ آسانی سے مسلمانوں کو ہموار کیا جاسکے۔ کیونکہ روس کو یہ دکھائی دے رہا ہے کہ موسم بہار کے آتے ہی مجاہدین چھاپہ ماروں کے حملے بڑھ گئے ہیں اور روسیوں کے لئے شدید مشکلات پیدا ہوگئی ہیں۔ اور بظاہر اس کا کوئی امکان نہیں کہ روس زیادہ مدت تک افغانستان میں اپنے قدم جمائے رکھ سکے

آیت اللہ خمینی بھی قریب المرگ

ہیمبرگ مغربی جرمنی کی ایک خبر رساں ایجنسی کی اطلاع ہے کہ ایران کے ۷۷ سالہ مذہبی رہنما آیت اللہ خمینی جو آجکل ایران کے بے تاج بادشاہ بنے ہوئے ہیں۔ اسقدر بیمار ہیں کہ اُن کے بچنے کی کوئی امید نہیں۔ وہ کینسر۔ یرقان اور چند دوسری بیماریوں کے شکار ہیں۔ اور مغربی جرمنی کے ایک اخبار کی اطلاع کے مطابق کسی وقت بھی ان کی موت واقع ہوسکتی ہے۔ اس اخبار کا یہ دعویٰ ہے کہ اُسے یہ اطلاع ایران کے سابق وزیر اعظم شاہپور بختیار سے ملی ہے۔ اور جس کی تصدیق مغربی انٹیلی جنس سروسز کے ذریعہ بھی ہوچکی ہے۔

یہ یاد رہے کہ سابق شاہ ایران رضا شاہ پہلوی بھی جو ان دنوں مصر میں پناہ گزین کینسر کے مرض میں مبتلا ہیں۔ لیکن علامہ خمینی شروع ہی سے اُن کے اس مرض کو سیاسی ڈھونگ قرار دیتے رہے ہیں لیکن قدرت کی ستم ظریفی ملاحظہ ہو کہ علامہ خمینی جو شاہ ایران کی بیماری پر طنز کیا کرتے تھے اور اُسے سیاسی ڈھونگ بتاتے تھے آج خود ہی اس موذی مرض میں مبتلا ہونے کے بعد زندگی کے آخری دن گزار رہے ہیں۔

علامہ خمینی ایک ایسے سرپھرے ملا ہیں جن سے کہ کسی کو بھی کوئی ہمدردی نہیں ہوسکتی۔ اس ملا نے ایران جیسے مضبوط ملک کو تباہ کرکے رکھ دیا ہے اور اس نے اسلام کا نقاب اوڑھ کر جو اسلام دشمن حرکتیں کی ہیں انھوں نے ساری دنیا میں اسلام کو بدنام کرکے رکھ دیا ہے۔ علامہ خمینی ہمارے نزدیک ایران کے لئے ایک قہرِ الٰہی ہیں۔ اس لئے ان سے کسی کو بھی ہمدردی نہیں ہوسکتی۔

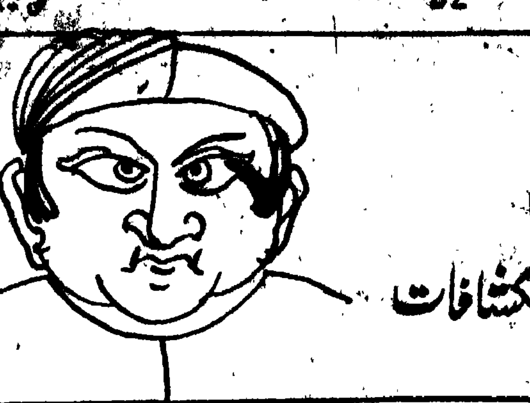
امریکی یرغمالوں کو قتل کردیا جائے گا

ایرانی طلبا نے عراق کی حکومت کو امریکی ایجنٹ قرار دیتے ہوئے دھمکی دی ہے۔ کہ اگر عراق نے ایران پر حملہ کیا تو امریکی یرغمالوں کو قتل کردیا جائے گا۔ یہ دھمکی ایرانی طلبا کے ایک ترجمان نے ٹیلی ویژن انٹرویو میں دی ہے۔

یہ بات سب ہی کو معلوم ہے کہ عراق کا جھکاؤ امریکہ کی جانب نہیں ہے بلکہ روس کی طرف ہے۔ اور پھر یہ بات بھی قابل غور ہے کہ عراق اور ایران کے تنازعہ کا امریکہ سے دور کا بھی تعلق نہیں ایسی حالت میں یہ دھمکی دینا کہ اگر عراق نے ایران پر حملہ کیا تو امریکی یرغمالوں کو قتل کردیا جائے گا ایک بے تکی اور بے معنی بات ہے۔

ایران امریکہ کے یرغمالوں کو قتل کرنے کی خواہ کتنی ہی دھمکیاں کیوں نہ دے لیکن ہم سمجھتے ہیں کہ ایران امریکی یرغمالوں کو قید تو رکھ سکتا ہے مگر اُن کی جان کسی حالت میں بھی لینے کی جرأت نہیں کرسکتا کیوں کہ وہ آج تک ان امریکی یرغمالوں کے طفیل اور صدقہ ہی میں بچا ہوا ہے۔ جس روز غلطی سے بھی وہ یہ کر گزرا تو اُسی روز امریکہ کا ایران پر ایسا شدید حملہ ہوگا کہ شاید ایران کا نام و نشان بھی باقی نہ رہے گا۔ اور اس بات کو ایرانی زعما اور طلبا بھی اچھی طرح سمجھتے ہیں بس وہ دھمکیاں تو دے سکتے ہیں۔ مگر ان میں اتنی جرأت نہیں ہے کہ وہ کسی ایک امریکی یرغمالی کو بھی ہلاک کرسکیں کیوں کہ اس کا انجام انہیں معلوم ہے۔

واقعہ یہ ہے کہ امریکہ نے گذشتہ چھ ماہ سے ایران کے معاملہ میں جو نرم پالیسی اختیار کر رکھی ہے اُسکا واحد سبب یہ ہے کہ امریکی یرغمال ایران میں پھنسے ہوئے ہیں ورنہ نہ جانے اب تک کیا کچھ ہوچکا ہوتا ہے۔



دلچسپ معلومات

حیرت انگیز اور عجیب و غریب انکشافات

(از ادارہ دین دنیا)

ستارہ مریخ میں انسانی آبادی

اب پھر ایک سائنس دان نے اِس بات کا انکشاف کیا ہے کہ ہماری دنیا کی طرح ستارہ مریخ میں بھی انسانی آبادی موجود ہے۔ اِس سائنس دان کا نام ہے ایس راجنس جبکا شمار بالینڈ کے ممتاز سائنس دانوں میں کیا جاتا ہے۔

اس سائنس داں کا کہنا ہے کہ "جس طرح ہم خلا کی کھوج میں دوڑے دوڑے پھر رہے ہیں اُسی طرح مریخ کے باشندے بھی اس کوشش میں لگے ہوئے ہیں کہ کسی طرح ہماری دنیا میں اتر آئیں اور عام خیال یہ ہے کہ اڑن طشتریاں جو اکثر دکھائی دیتی ہیں۔ مریخ کے باشندوں ہی کی ایجاد ہیں"

اس سائنس داں کی رائے ہے کہ "ستارۂ مریخ کے باشندے ہماری دنیا کے باشندوں سے کہیں زیادہ ترقی یافتہ ہیں ایسی حالت میں اِس بات کا پوری طرح امکان ہے کہ جلد ہی یہ ہمارے دنیا کے لوگوں سے رابطہ پیدا کرنے میں کامیاب ہو جائیں گے۔

برطانیہ میں کنواری لڑکیاں ناپید

مغرب کی اندھی آزادی کیسے کیسے گل کھلا رہی ہے اُس کا اندازہ اِس سے ہو سکتا ہے کہ حال ہی میں ایک نیم سرکاری ادارہ کی جانب سے دس ہزار لڑکیوں کا برطانیہ میں سروے کیا گیا تھا اِن میں سے آدھی سے زیادہ لڑکیاں ایسی تھیں جو سولہ سال سے زیادہ کی نہیں تھیں مگر یہ قانونی عمر سے پہلے ہی جنسی تجربے حاصل کر چکی تھیں۔ اِن میں سے چوتھائی لڑکیوں کا کہنا ہے کہ وہ کم سے کم دس نوجوانوں کے ساتھ جنسی تعلق قائم کر چکی ہیں۔ سروے سے یہ نتیجہ نکلا ہے کہ آج کے جدید برطانوی سماج میں شادی کے لئے کنواری لڑکیاں بڑی مشکل سے دستیاب ہوتی ہیں چنانچہ وہاں کے اسکولوں کی حالت یہ ہے کہ پندرہ سال کی عمر سے کم والی بیشتر لڑکیوں کو اسقاط حمل کی ضرورت پیش آجاتی ہے۔ اور اس طرح برطانیہ میں لڑکیوں کی بے راہ روی کا مسئلہ بڑی ہی پیچیدگی اختیار کرتا چلا جا رہا ہے۔

اندھوں کو نئی آنکھیں ملنے لگیں

یورپ اور امریکہ میں آنکھوں کے ایسے بہت سے بینک کھل گئے ہیں جہاں جہاں حادثہ میں مرنے والوں کی آنکھیں نکال لینے کے بعد محفوظ کرلی جاتی ہیں اور جب ضرورت پڑتی ہے تو اندھوں کی ناکارہ آنکھیں نکال لینے کے بعد یہ کار آمد آنکھیں اُن کے چہرہ پر لگا دی جاتی ہیں۔

اب معلوم ہوا ہے کہ ہندوستان میں بھی بڑے شہروں میں اِس قسم کے آنکھوں کے بینک کھولے جا رہے ہیں۔ چنانچہ پچھلے دنوں معلوم ہوا تھا کہ ارون ہسپتال دہلی میں بھی اس قسم کا آنکھوں کا بینک کھولنے کی تجویز ہے مگر یہاں دشواری یہ ہے کہ مرنے سے قبل لوگ دان میں اپنی آنکھیں دینے کے لئے تیار نہیں ہوتے۔ حادثہ میں مرنے والوں کی آنکھیں بھی ورثاء دان میں دینے سے گریز کرتے ہیں اور لاوارث لاشوں کی آنکھیں اُسی صورت میں کار آمد ہو سکتی ہیں جبکہ موت کے دو گھنٹہ بعد انہیں نکال لیا جائے۔ اور ایسا اس ملک میں دشوار ہے۔

سب سے زیادہ شرح پر سود

کمائیے اور انعام جیتئے

بھارت کے سب سے بڑے اور قدیم ترین بچت بینک سے

ڈاک گھر بچت بینک

(قائم شدہ ۱۸۳۳ء)

جس کے چار کروڑ ۲۶ لاکھ کھاتے دار ہیں۔ جس میں ۱۶۹۵ کروڑ روپیہ جمع ہے
جس کی ایک لاکھ ۲۹ ہزار شاخیں ہیں۔ اور چلتے پھرتے ڈاک گھر اسکے علاوہ ہیں

دس دلکش خصوصیات

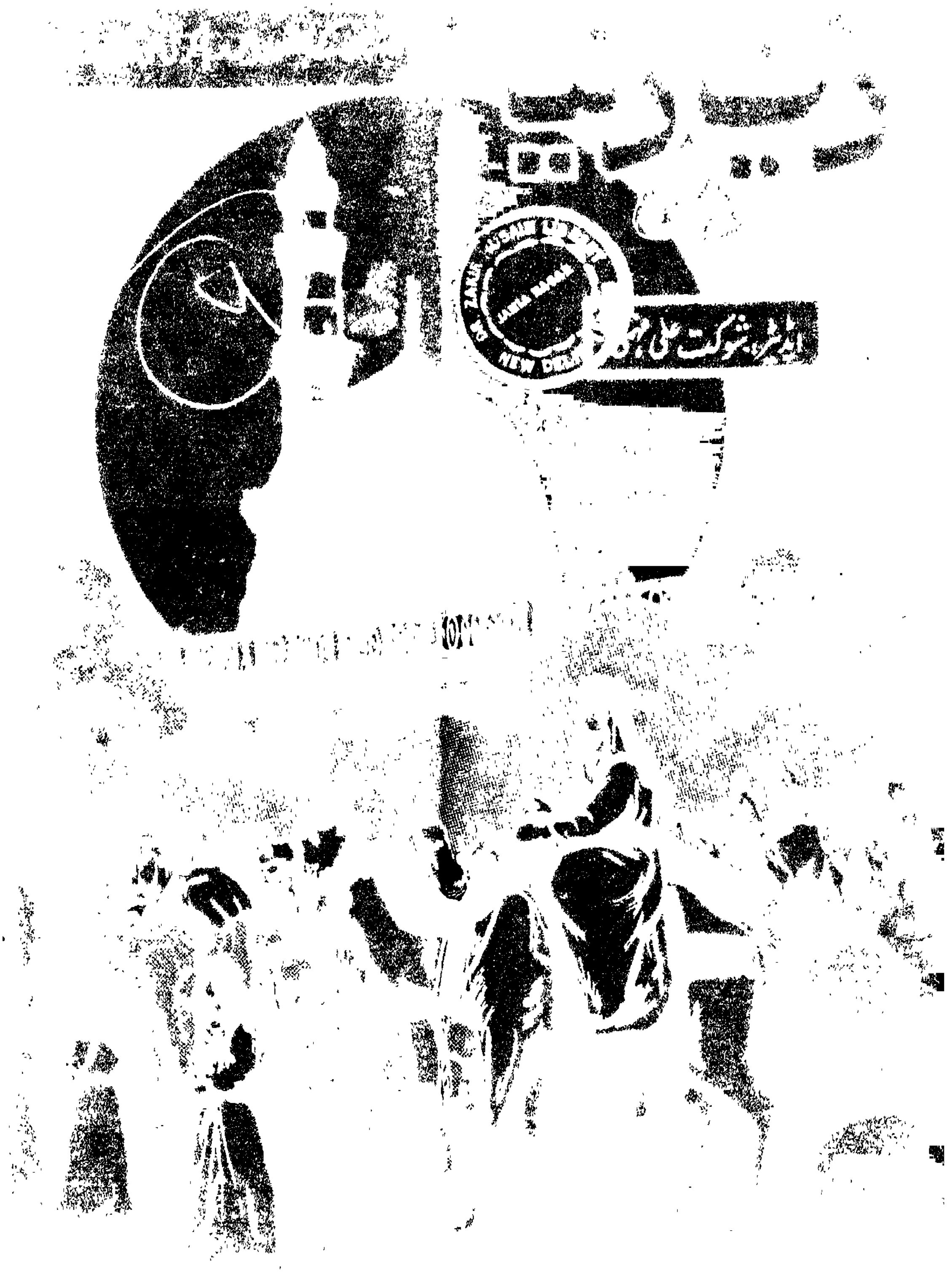
- آپ صرف پانچ روپے سے کھاتہ کھول سکتے ہیں۔
- 5.5 فیصد سود جس پر ٹیکس نہیں لگتا۔
- تقریباً 23,000 ڈاک گھروں میں بذریعہ چیک روپے نکلوانے کی سہولت، پوسٹل چیکوں پر کوئی کمیشن نہیں لیجاتی
- روپے نکلوانا بے حد آسان - جب چاہیں روپے نکلوا سکتے ہیں
- آپ شہر کے ہیڈ پوسٹ آفس یا سب پوسٹ آفس میں روپے جمع کروا سکتے ہیں اور گاؤں کے برانچ پوسٹ آفس سے نکلوا سکتے ہیں
- بآسانی شناخت کے لئے شناختی کارڈ جاری کئے جاتے ہیں۔
- نامزدگی کی کھلی سہولت۔ کھاتے دار کی موت ہو جانے کی صورت میں روپیہ نکلوانے کے لئے آپ کسی بھی فرد کو نامزد کر سکتے ہیں۔
- کھاتے کو ایک ڈاک گھر سے دوسرے ڈاک گھر میں تبدیل کیا جا سکتا ہے۔
- کھاتے کو ضمانت کے طور پر رہن رکھا جا سکتا ہے۔
- آپ ششماہی ڈرا میں انعام بھی جیت سکتے ہیں، پہلا انعام ایک لاکھ روپے کا ہے۔ اس وقت تک ایک لاکھ سے زائد افراد انعام حاصل کر چکے ہیں۔

آج ہی کسی بھی ڈاک گھر میں اپنا
کھاتہ کھولئے

قومی بچت ادارہ

پوسٹ بکس 96، ناگپور - 440001

Z 2VP 79/535


ایڈیٹر شوکت علی



تیونس کے ڈپلومیٹ "مصطفیٰ مسعودی" الدراجی کے ہمراہ نئی دہلی میں



ایران کے [illegible]



خمینی کے مخالف آیت اللہ شریعت مداری
کو ایران میں گرفتار کر لیا گیا



سعودی ولیعہد ''شہزادہ فہد'' کی جانب سے آسٹریا کے چانسلر
''مسٹر کریسکی'' کا ریاض میں خیر مقدم



صدر انور سادات کی بیگم قاہرہ میں ایک ہندوستانی خاتون کے ساتھ



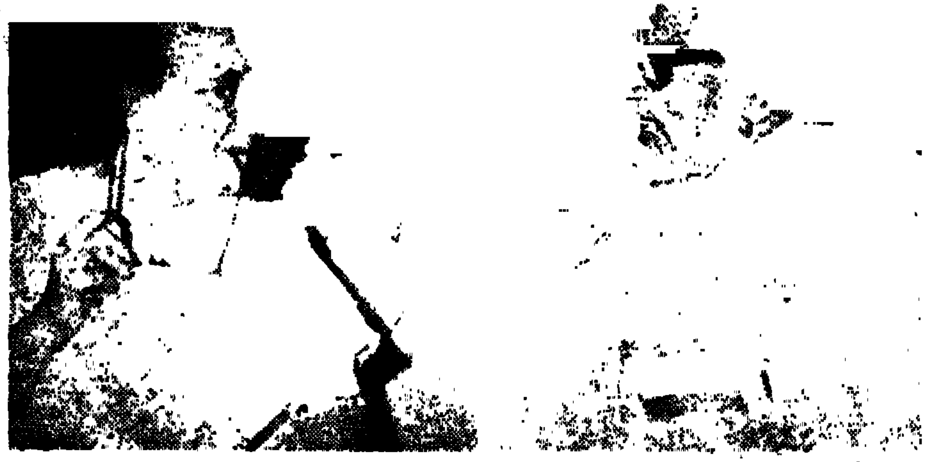
وزیراعظم اندرا گاندھی، مرکزی وزیر شری ترپاٹھی اور آندھرا کے وزیراعلی
شری چنا ریڈی کے ہمراہ



پاکستان کے خود ساختہ صدر ''جنرل ضیا''
ان کی حکومت آجکل ڈانواں ڈول ہے



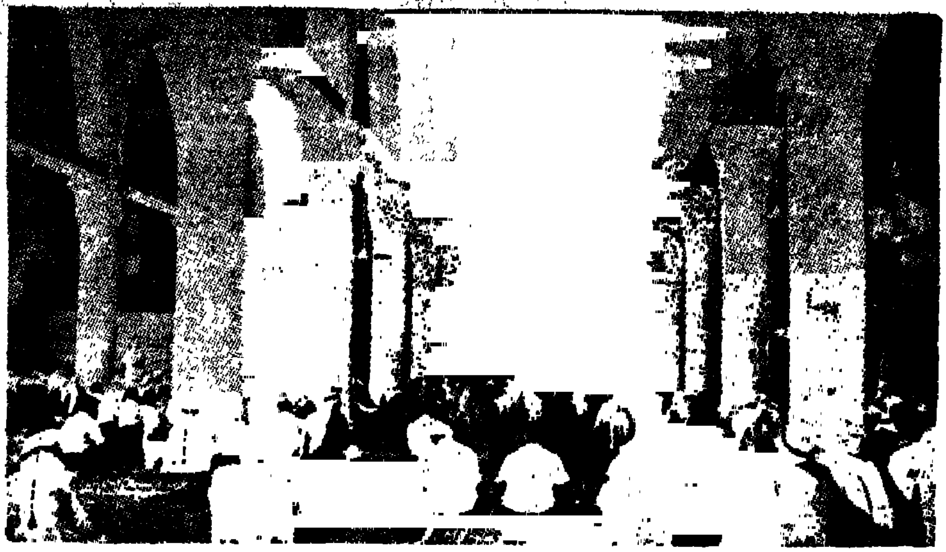
استقلال پارٹی کے لیڈر ''اصغر خاں''
نے جنرل ضیا کے خلاف جہاد کا اعلان کر دیا ہے



''سردار سورن سنگھ'' حال ہی میں اندرا جی کا ایک خصوصی پیغام
لے کر پاکستان گئے تھے۔



صدر جمہوریہ ہند ''شری سنجیوا ریڈی اور انکی اہلیہ شریمتی نگارتنم''



مسجد اقصیٰ (بیت المقدس) کا اندرونی حصہ

ہندستان کا سب سے قدیم اور کثیر الاشاعت تاریخی اور اصلاحی جریدہ

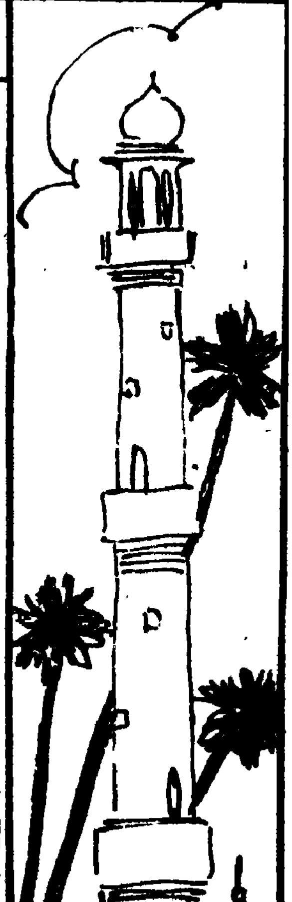
ماہنامہ

دین دنیا

دہلی

(مدیر شوکت علی فہمی)

جلد ۶ | جون ـــــ ۱۹۸۰ | نمبر ۶

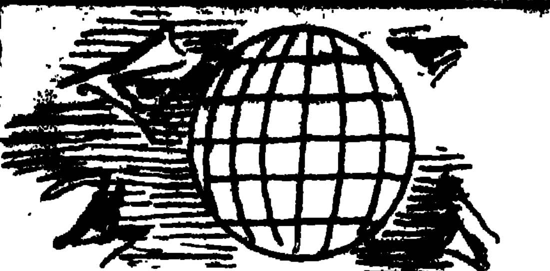


قیمت سالانہ
اکیس ۲۱ روپے
ششماہی
گیارہ روپے

ترسیل زر کا پتہ
دفتر ماہنامہ دین دنیا
دین دنیا ہاؤس ـــــ متصل جامع مسجد دہلی
وی پی منگانے میں تین روپے زائد کا خرچ ہے اس لئے منی آرڈر کیجیے

قیمت فی پرچہ
دو ۲ روپے
پاکستان، بنگلہ دیش اور برما ستائیس پیسے
غیر ممالک سے ڈھائی پونڈ

مفتی شوکت علی فہمی ایڈیٹر، پرنٹر، پبلشر و پروپرائٹر نے اپنے خواجہ پریس میں چھپوا کر دفتر دین دنیا جامع مسجد دہلی سے شائع کیا



رفتار زمانہ

(از شوکت علی فہمی)

کانگریس آئی کی حکومت

پانچ ماہ کی مایوس کن کارگزاری پر ایک نظر

کانگریس آئی اگر آج اس ملک میں برسر اقتدار ہے تو اُس کا واحد سبب یہ ہے کہ دیگر طبقوں نے عموماً اور اقلیتوں نے خصوصاً اُس کی توقعات کے ساتھ اسے برسرِ اقتدار آنے میں مدد دی ہے۔ چنانچہ اِس ملک کے عوام نے وقت سے پہلے ہی سابقہ حکومت کا تختہ الٹ کر بڑے جوش و خروش کے ساتھ ملک کا اقتدار اس کے سپرد کر دیا ہے۔ محض اِس لئے کہ وہ سابقہ جنتا حکومت اور لوک دل حکومت سے بیزار ہو چکے تھے۔ اور اُنہیں ایک ایسی باعمل حکومت کی ضرورت محسوس ہو رہی تھی جو اُنہیں گلا گھونٹ دینے والی گرانی سے بچا سکے اور اس ملک کے عوام کو اس لاقانونیت سے نجات دلائے جس نے کہ اُن کی جان، مال اور آبرو تک کو خطرہ میں ڈال دیا ہے۔

جنتا حکومت اور لوک دل حکومت تقریباً تین سال تک ہمارے ملک پر حکمراں رہی اور اِس مدت میں اُس کے زعمانے اِس کے سوا کچھ نہیں کیا کہ وہ اقتدار کے جوڑ توڑ میں مبتلا رہے عہدوں سے چپکے رہنے اور ایک دوسرے کی پگڑیاں اچھالتے رہے۔ لیکن جہاں تک ملک اور عوام کی خدمت کا تعلق ہے اُنہیں اِس کے لئے فرصت نہیں مل سکی۔ اور اس کا نتیجہ نکلا کہ جوں ہی وسط مدتی انتخابات ہوئے لوگوں نے سابق حکمرانوں کو دودھ کی مکھی کی طرح نکال کر پھینک دیا اور ملک کا اقتدار کانگریس آئی کے سپرد کر دیا۔

یہ ایسے ناقابل انکار حقائق ہیں جن سے ہمارے ملک میں اقتدار سنبھالنے والی ہر سیاسی پارٹی کو سبق لینا چاہئے۔ اور یہ سمجھ لینا چاہئے کہ اب ہندوستانی عوام میں اس قدر بیداری اور سیاسی سوجھ بوجھ پیدا ہو چکی ہے کہ وہ کسی بھی بے عمل سیاسی پارٹی کی حکومت کو برداشت کرنے کے لئے تیار نہیں ہیں۔ ایمرجنسی، توڑ پھوڑ اور جبریہ نسبندی سے جب عوام نالاں ہوئے تو اُنھوں نے ۷۷ء میں کانگریس جیسی مضبوط جماعت کی حکومت کا تختہ الٹ دیا۔ اور پھر اُس کے بعد ہندوستانی عوام جب جنتا حکومت اور لوک دل حکومت سے دل برداشتہ ہوئے تو ۸۰ء میں اُسے بھی ختم کر کے اُن کے زعما کو عہدوں سے ہٹا کر انہیں بے عملیوں پہ ماتم کرنے کے لئے کونے میں بٹھا دیا

مگر ایسا معلوم ہوتا ہے کہ اِن سب واقعات سے کانگریس آئی اور اُس کے زعمانے کوئی سبق نہیں لیا چنانچہ ہم دیکھ رہے ہیں کہ کانگریس آئی بھی بے عملی کے معاملہ میں پچھلی حکومتوں سے بہتر نہیں ثابت ہو رہی۔ یہ درست ہے کہ کانگریس آئی کو برسرِ اقتدار آئے ابھی صرف پانچ ماہ ہوئے ہیں اور اتنی کم مدت میں کوئی بھی نئی حکومت ملک کی کایا نہیں پلٹ سکتی۔ مگر پھر بھی یہ مدت اتنی کم بھی نہیں ہے کہ اس مدت میں ایک سرے سے کچھ کیا ہی نہ جا سکے۔ اور اب تو کچھ ایسا محسوس ہو رہا ہے کہ جس طرح سابقہ جنتا حکومت اقتدار حاصل ہونے کے بعد

عوام کی جانب سے غافل ہوگئی تھی بالکل اسی طرح کانگریس آئی کی بھی تمام تر توجہ صرف اس بات پر مرکوز ہے کہ پارٹی کو زیادہ سے زیادہ مستحکم بنایا جائے۔ چنانچہ صوبوں کی وزارتوں کو توڑ کر تازہ انتخابات پر عوام کا کروڑوں روپیہ صرف کیا جا رہا ہے عہدوں کی تبدیلیوں کا سلسلہ جاری ہے لاتعداد سیاستدانوں کو وفادار نہ ہونے کے شبہ میں نظر انداز کیا جا رہا ہے اور نئے سیاست دانوں کو آگے لایا جا رہا ہے لیکن ابھی تک غریب عوام کے مسائل کو چھونے تک کی کوئی کوشش نہیں کی جا رہی۔

کانگریس آئی نے اپنی انتخابی مہم میں جن باتوں پر خصوصیت کے ساتھ زور دیا تھا وہ کمر توڑ گرانی تھی۔ امن و قانون کی حالت کو سنبھالنا تھا۔ اور اقلیتوں اور کمزور طبقوں پر کئے جانے والے مظالم اور زیادتیوں کا مداوا تھا۔ اور یہ یقین دلایا گیا تھا کہ اقتدار سنبھالتے ہی ان اہم مسائل پر سب سے پہلے توجہ دی جائے گی۔ لیکن یہ دیکھ کر بڑی مایوسی ہوتی ہے کہ کانگریس آئی کو برسر اقتدار آئے اگرچہ پانچ ماہ گزر چکے ہیں مگر یہ تمام مسائل بدستور تشنہ پڑے ہوئے ہیں بالکل اسی طرح جس طرح کہ جنتا حکومت کے دور میں انہیں ناقابل التفات سمجھا جاتا رہا ہے۔

پھر یہ چیز اور بھی مایوس کن ہے کہ کانگریس آئی کے اقتدار میں آنے کے بعد گرانی اور بھی بڑھ گئی ہے مہنگائی کا اژدہا عوام کو نگلے چلا جا رہا ہے۔ اُن کے لئے جسم و روح کا تعلق رکھنا تک مشکل ہو گیا ہے اور عوام کی یہ امید مایوسی میں بدل رہی ہے کہ کانگریس آئی کی حکومت قائم ہونے پر حالات میں تیزی سے سدھار ہونا شروع ہو جائے گا۔ کیونکہ گزشتہ پانچ ماہ میں قیمتیں اور بھی بڑھ گئی ہیں اور عوام کے لئے اس دلیل میں کوئی وزن نہیں کہ حکومت کے پاس جادو کی کوئی چھڑی نہیں ہے کہ جسے گھما کر وہ حالات کو فی الفور درست کر دے۔ حکومت کے ہاتھ میں اگر جادو کی چھڑی نہیں ہے تو حکومت کی طاقت تو ہے جس کے ذریعہ وہ گراں فروشوں کا گلا دبا سکتی ہے۔ اور ایسے وسائل اُسے حاصل ہیں جن سے کام لے کر وہ ضروریات زندگی کی اشیا ملک میں درآمد کر کے آسانی سے قیمتوں کو گرا سکتی ہے۔ لیکن اس ضمن میں کچھ بھی نہیں ہو رہا ہے اور غریب عوام مہنگائی کی چکی میں پس رہے ہیں۔

[illegible] جنتا دور حکومت میں بھی قانون اور انتظام کی حالت خراب تھی وہ حالات اور بھی زیادہ خراب ہوتے چلے جا رہے ہیں۔ جرائم کی رفتار تیزی کے ساتھ بڑھ رہی ہے۔ لوٹ، مار اور غارتگری کے واقعات عام ہوتے چلے جا رہے ہیں اور عصمت دری کے واقعات میں تو یہاں تک اضافہ ہو گیا ہے کہ عورتیں احتجاج کرنے کے لئے گھروں سے نکل آئی ہیں۔ لاقانونیت کی انتہا یہ ہے کہ اس ملک میں مذہبی رہنماؤں کی بھی زندگیاں محفوظ نہیں [illegible] بابا کا قتل اور پھر قاتلوں کا سراغ نہ ملنا بڑا ہی افسوسناک واقعہ ہے

پھر اقلیتوں اور سماج کے کمزور طبقوں کے خلاف مظالم کا سلسلہ بدستور جاری ہے۔ فرقہ وارانہ فسادات میں بھی تیزی سے اضافہ ہو رہا ہے۔ کانگریس آئی نے اقلیتوں سے بڑے بڑے وعدے کئے تھے۔ مگر انتخابات میں کامیابی کے بعد وہ سب ہی پس پشت ڈال دئے گئے ہیں۔ ان ہی وعدوں میں سے ایک مسلم یونیورسٹی کے اقلیتی کردار کی بحالی کا بھی وعدہ تھا۔ مگر یہ وعدہ بھی ریاستی انتخابات کے بعد تک کے لئے ٹال دیا گیا ہے اور پھر اس بات کی بھی کوئی ضمانت نہیں کہ ریاستی انتخابات کے بعد بھی یہ بل کس صورت میں مسلمانوں کے سامنے آئے گا۔ اور وہ مسلمانوں کو مطمئن بھی کر سکے گا یا نہیں۔ اسی طرح سرکاری اور غیر سرکاری اداروں میں مسلمانوں کی ملازمتوں کے کوٹے کا معاملہ ہے۔ سب ہی کو معلوم ہے کہ ان کے حقوق عام شہریوں کے مساوی نہیں ہیں۔ اس ضمن میں بھی کانگریس آئی نے بہت سے وعدے کئے تھے۔ مگر جن کے ایفا کا ابھی تک انتظار ہے۔ اور مسلم پرسنل لا کے معاملہ میں جو کچھ ہو رہا ہے وہ سب کے سامنے ہے۔ سپریم کورٹ کے ایک فیصلے نے مسلم پرسنل لا کا گلا گھونٹ کر رکھ دیا ہے۔ مختصر یہ کہ ہندوستان کی اقلیتوں نے خصوصاً اور دیگر طبقوں نے عموماً کانگریس آئی سے جو توقعات قائم کی تھیں اُن کے نتیجہ میں انہیں بڑی مایوسی ہو رہی ہے۔ کیونکہ آج ہمارے ملک کی حالت وہی ہے جو جنتا دور حکومت میں تھی بلکہ اشیا کی گرانی اور لاقانونیت میں کچھ اضافہ ہی ہو گیا ہے۔

حقیقت یہ ہے کہ ہندوستان کئی سال سے نہایت ہی نازک دور سے گزر رہا ہے یہاں نئی نئی حکومتیں بن رہی ہیں اور ٹوٹ رہی ہیں۔ ہماری دعا ہے کہ خدا کانگریس آئی کے رہنماؤں کو عقل دے اور اُن کوتاہیوں سے بچائے جن کی بنا پر گزشتہ حکومتوں کا خاتمہ

ہو چاہیے اور یہ کوتاہیاں اسی صورت میں دور ہو سکتی ہیں جبکہ کانگریس (آئی) اقتدار پسندی کے چکر سے نکل کر عوامی خدمت کی جانب متوجہ ہو۔ اور اپنے اُن وعدوں کو پورا کرے جو اُس نے عوام سے اپنے انتخابی منشور میں کئے تھے۔ بہر حال دیکھنا ہے کہ آگے چل کر کانگریس (آئی) کہاں تک اپنے وعدوں کو پورا کرتی ہے۔

اقلیتوں کے متحدہ محاذ کی تجویز

شیڈولڈ کاسٹ لیڈر شری رام سنوہر کا ایک مختصر سا بیان حال ہی میں اخبارات میں شائع ہوا ہے جس میں انہوں نے کہا ہے کہ یہ اس ملک کی اقلیتوں اور پس ماندہ طبقوں کے لئے یہ چیز نہایت ضروری ہے کہ وہ اپنا مشترکہ محاذ قائم کریں کیونکہ جب تک ایسا نہیں کیا جائے گا۔ اُس وقت تک نہ تو اقلیتوں کا کوئی مسئلہ حل ہو سکے گا اور نہ پس ماندہ طبقوں ہی کی پریشانیاں دور ہو سکیں گی۔

ہمارے لئے یہ بات باعث اطمینان ہے کہ اب شیڈولڈ کاسٹ لیڈروں کو بھی اقلیتوں کے متحدہ محاذ کے قیام کی ضرورت کا احساس ہونے لگا ہے۔ اور یہ ایک اچھی علامت ہے۔ ہماری قطعی رائے ہے کہ اگر اس ملک کی سب ہی اقلیتیں متحد ہو جائیں اور اپنا ایک مشترکہ محاذ اور پلیٹ فارم قائم کر لیں تو وہ اس ملک کی ایک ایسی متوازن طاقت بن سکتے ہیں۔ جن کے تعاون کے بغیر ہمارے ملک میں نہ تو کوئی حکومت بن سکتی ہے اور نہ چل ہی سکتی ہے۔

اس ملک کی اقلیتوں اور پس ماندہ طبقوں کی یہ انتہائی بدقسمتی ہے کہ اس ملک کی سب ہی اقلیتیں منتشر ہیں اور اس ملک میں اکثریتی سیاسی پارٹیاں شروع ہی سے اُن کو منتشر کرنے کی کوششوں میں لگی ہوئی ہیں۔ اس کے علاوہ خود اقلیتوں نے بھی آپس میں متحد ہونے کی کوئی کوشش نہیں کی اور اُن کے انتشار سے اس ملک کی سیاسی پارٹیاں گزشتہ تیس سال سے ناجائز فائدہ اٹھاتی رہی ہیں چنانچہ یہ اقلیتیں اپنے ووٹوں سے لوک سبھا اور اسمبلیوں میں جاتی ہیں لیکن وہاں پہنچنے کے بعد اقلیتوں اور پس ماندہ طبقوں کے خلاف ہی ریشہ دوانیاں کرتی رہتی ہیں۔

ہم اس ملک کی اقلیتوں کو بار بار یہ سمجھاتے رہے ہیں کہ یہ ملک اکثریت کا نہیں بلکہ اقلیتوں کا ہے۔ اس ملک میں دس بارہ کروڑ مسلمان ہیں۔ سولہ سترہ کروڑ کے قریب ہریجن اور پس ماندہ اقوام ہیں بودھوں کی تعداد بھی ایک کروڑ تک پہنچ گئی ہے۔ اس کے علاوہ عیسائیوں، سکھوں، اور دوسری اقلیتوں کی تعداد بھی پانچ کروڑ سے زیادہ ہے۔ ذرا غور فرمائیے کہ اگر یہ تمام اقلیتیں متحد ہو جائیں تو وہ کیا کچھ نہیں کر سکتیں۔

ہمیں اس بات کا اعتراف ہے کہ ملک کی سب ہی اقلیتوں کو متحد کرنا۔ اور ایک ہی پلیٹ فارم پر لا کر کھڑا کر دینا کوئی آسان کام نہیں۔ پھر ایک دشواری یہ بھی ہے کہ یہاں کی سیاسی پارٹیاں شروع ہی سے اقلیتوں میں تفریق پیدا کرنے کے لئے نہایت ہی اہم پارٹ ادا کر رہی ہیں۔ ہریجنوں اور پس ماندہ اقوام کو غیر معمولی مراعات دی جا رہی ہیں جو ختم ہی ہونے میں نہیں آتیں تاکہ وہ لالچ میں آکر دوسری اقلیتوں سے الگ تھلگ رہیں اور اچھوتوں کے جگ جیون رام جیسے لیڈر روز اول ہی سے اس کوشش میں لگے ہوئے ہیں کہ ہریجن اور پس ماندہ اقوام دوسری اقلیتوں سے الگ ہی رہیں تاکہ وہ اُن کے واحد لیڈر بن کر اُن کے ذریعہ سیاسی فوائد حاصل کرتے رہیں۔

لیکن ہم سمجھتے ہیں کہ اب وقت آگیا ہے کہ ہندوستان کی سب ہی اقلیتیں جن میں کہ ہریجن اور پس ماندہ اقوام بھی شامل ہیں اپنا مشترکہ محاذ اور پلیٹ فارم قائم کریں تاکہ اس پلیٹ فارم کے ذریعہ ایک طرف تو ملک اور وطن کی زیادہ سے زیادہ خدمات انجام دی جا سکیں اور دوسری جانب اُن اقلیتی مسائل کو حل کیا جا سکے جو کہ گزشتہ تیس بتیس سال سے الجھے پڑے ہیں ہندوستان کے مسلمانوں اور اس ملک کی تمام دوسری اقلیتوں کو یہ بات فراموش نہیں کرنی چاہیئے کہ اُن کا کوئی چھوٹے سے چھوٹا مسئلہ بھی اُس وقت تک حل نہیں ہو سکتا جب تک کہ تمام اقلیتیں اپنا متحدہ محاذ قائم نہیں کر لیں گی۔ یعنی مسلمانوں کے حقوق پر اسی طرح ڈاکے پڑتے رہیں گے اور انہیں تباہ کرنے کے لئے برابر فسادات ہوتے رہیں گے۔ اور اسی طرح ہریجنوں کا خون بہتا رہیگا۔ اور ہریجن عورتوں کی آبرو لٹتی رہے گی۔ ضرورت ہے کہ مسلمان زعما اور دوسری اقلیتوں کے رہنما اس معاملہ پر سنجیدگی کے ساتھ غور کریں۔ اور مسلم رہنما

کو خصوصیت کے ساتھ اس ضمن میں کا منصفانہ رول ادا کرنا چاہیے کیونکہ وہ اِس ملک کی ایک بڑی اقلیت کی نمائندگی کرتے ہیں

وہی اقلیتی کردار کا پرانا جھگڑا

ہمارا ملک بھی دنیا کا عجیب و غریب ملک ہے یہاں بڑے سے بڑے مسائل تو طے ہو سکتے ہیں۔ لیکن مسلم اقلیت کا کوئی چھوٹے سے چھوٹا مسئلہ بھی سالہا سال گزرنے کے بعد طے ہونے نہیں پاتا۔ توقع یہ تھی کہ کانگریس آئی کے برسرِ اقتدار آنے کے بعد مسلمانوں کو اِس دیرینہ جھگڑے سے یکسوئی حاصل ہو جائے گی لیکن کانگریس آئی کے برسرِ اقتدار آنے کے بعد بھی بدستور مسلم یونیورسٹی کے سلسلہ میں یوم مطالبات منانا پڑ رہا ہے۔ اقلیتی کردار کی بحالی کے لئے جلسے ہو رہے ہیں جلوس نکالے جا رہے ہیں اور دھواں دھار تقریریں ہو رہی ہیں یہ بات تو سب ہی کو معلوم ہے کہ اقتدار میں آنے سے پہلے مسز اندرا گاندھی بار بار اپنی تقریروں میں مسلم یونیورسٹی کے سلسلہ میں نہ صرف اپنے غلط اقدام کو تسلیم کرتی رہی ہیں بلکہ اپنے انتخابی منشور میں اِس بات کا وعدہ بھی کر چکی ہیں کہ جیسے ہی وہ اقتدار میں آئیں گی مسلم یونیورسٹی کے اقلیتی کردار کو ضرور بحال کر دیا جائے گا۔

کانگریس آئی اور اندرا جی کے اِن وعدوں کے باوجود یہ بات بے حد افسوس ناک ہے کہ پارلیمنٹ کے گزشتہ اجلاس میں مسلم یونیورسٹی سے متعلق جو ترمیمی بل پیش کیا گیا وہ توقعات کے بالکل برخلاف ثابت ہوا ہے چنانچہ مسلم یونیورسٹی ایکشن کمیٹی اِس بل پر غور و خوض کرنے کے بعد اِس نتیجہ پہ پہنچی ہے کہ یہ بل اُن کے مطالبہ پر پورا نہیں اترتا اور اِس سے مسلم یونیورسٹی دفعہ ۳۰ کے تحت اقلیتی ادارہ قرار نہیں پاتا۔ چنانچہ اِس بل کے سلسلہ میں احتجاجات کا ایک نیا سلسلہ شروع ہو گیا ہے۔ اور اقلیتی کردار کی بحالی کی جد و جہد ایک نئے مرحلہ میں داخل ہو چکی ہے۔

غالباً اِن ہی احتجاجات سے متاثر ہو کر ہمارے ملک کے وزیر داخلہ سردار ذیل سنگھ نے اپنے ایک بیان کے ذریعہ مسلمانانِ ہند اور مسلم یونیورسٹی کی ایکشن کمیٹی کو مطمئن کرنے کے لئے کچھ نئی یقین دہانیاں کی ہیں چنانچہ آپ نے اخبار ی نمائندوں سے گفتگو کرتے ہوئے یقین دلایا ہے کہ مسلم یونیورسٹی علی گڑھ کے اقلیتی کردار کے [illegible] اور بحالی کے لئے ایک جامع بل لوک سبھا میں پیش کیا جائے گا [illegible] اُنھوں نے یہ بھی کہا ہے کہ اِس بل کے سلسلہ میں ممتاز مسلم دانشوروں اور مسلم رہنماؤں سے بل کے مرتب کرنے سے پہلے بھی مشورہ لے لیا جائے گا تاکہ یہ بل زیادہ سے زیادہ مسلمانانِ ہند اور مسلم یونیورسٹی کے طلبا کی توقعات کے مطابق ثابت ہو سکے۔

وزیر داخلہ ذیل سنگھ نے جو کچھ کہا ہے اگر وہ حقیقت پر مبنی ہے تو ہم سمجھتے ہیں کہ اب مسلم یونیورسٹی کے اقلیتی کردار کے مسئلہ کا حل دور نہیں ہے۔ وزیر داخلہ کو چاہیے کہ وہ اِس ضمن میں ایکشن کمیٹی کے ممبروں سے تبادلہ خیال کریں۔ اور اُن کو مطمئن کرنے کے بعد اقلیتی کردار کے اُس دیرینہ قضیہ کو ختم کر دیں جو اِس سے بہت پہلے ختم ہو جانا چاہیے تھا۔ یہ ایک تاریخی حقیقت ہے کہ مسلم یونیورسٹی کو مسلمانوں نے قائم کیا تھا۔ اور وہ ایک مسلمہ اقلیتی ادارہ ہے جس سے کہ کسی طرح بھی انکار نہیں کیا جا سکتا لیکن یہ مسلم اقلیت کی بدقسمتی ہے کہ اِس چھوٹے سے مسئلہ کو ہماری حکومت نے مدتوں سے الجھاوے میں ڈال رکھا ہے۔

مسٹر بہوگنا کانگریس آئی سے مستعفی

کانگریس آئی کے سیکریٹری جنرل مسٹر ہیم وتی نندن بہوگنا نے نہ صرف کانگریس آئی سے استعفیٰ دیدیا ہے بلکہ وہ پارلیمنٹ کی رکنیت سے بھی مستعفی ہو گئے ہیں۔ اُن کا کہنا یہ ہے کہ چونکہ میں کانگریس آئی کے ٹکٹ پر الیکشن لڑ کر پارلیمنٹ میں آیا تھا۔ اِس لئے کانگریس آئی سے مستعفی ہونے کے بعد میرا اخلاقی فرض ہو جاتا ہے کہ میں پارٹی چھوڑنے کے بعد پارلیمنٹ سے بھی مستعفی ہو جاؤں۔

مسٹر بہوگنا مستحق مبارک باد ہیں کم از کم اُنھوں نے اخلاقی قدروں کا پاس تو کیا ورنہ ہمارے ملک میں تو حالت یہ ہے کہ جب کوئی شخص پارلیمنٹ یا اسمبلی میں گھس گیا تو وہ اُس سے قیامت تک چپکا رہنا چاہتا ہے۔ ہمارے ملک کے پارلیمنٹ کے ممبروں میں [illegible] دل بدلی کا مرض بھی عام ہے بلکہ اِس دل بدلی کے لئے بڑے بڑے

ہو سکتے جاتے ہیں۔ مگر مسٹر بہوگنا نے پارٹی سے مستعفی ہونے کے ساتھ پارلیمنٹ سے بھی مستعفی ہو کر جس اخلاقی جرأت کا ثبوت دیا ہے وہ بے حد قابل تعریف ہے۔

مسٹر بہوگنا نے کانگریس سے مستعفی ہونے پر جو بیان دیا ہے اس سے یہ واضح ہوتا ہے کہ وہ اس لئے کانگریس (آئی) سے علیحدہ ہوئے ہیں کیونکہ اس پارٹی میں رہتے ہوئے انہوں نے یہ محسوس کیا ہے کہ یہاں صرف چند افراد کی ڈکٹیٹرشپ ہے اور جمہوریت کا کوئی نام و نشان تک نہیں۔ لیکن کانگریس (آئی) کیمپ مسٹر بہوگنا پر یہ الزام لگا رہا ہے کہ ان کے مستعفی ہونے کا بڑا باعث یہ ہے کہ انہیں وزارتی عہدہ پیش نہیں کیا جا سکا تھا اور اسی لئے انہوں نے کانگریس (آئی) سے قطع تعلق کر لیا ہے۔

مسٹر بہوگنا کا کانگریس (آئی) سے علیحدگی کا سبب خواہ کچھ بھی ہو لیکن پھر بھی یہ کوئی اچھی بات نہیں ہے کہ ملک کے اچھے اور ہر دلعزیز لیڈر کانگریس (آئی) سے کنارہ کرتے چلے جائیں۔ بہرحال مسٹر بہوگنا کانگریس (آئی) کو خیرباد کہہ چکے ہیں۔ اور کچھ نہیں کہا جا سکتا کہ اُن کا آئندہ قدم کیا ہوگا۔ وہ اپنی کوئی علیحدہ پارٹی بنائیں گے یا کسی موجودہ سیاسی پارٹی کے ساتھ منسلک ہو جائیں گے۔

جہاں تک ہندوستان کی مسلم اقلیت کا تعلق ہے اُن کو مسٹر بہوگنا کے ساتھ کافی لگاؤ ہے۔ کیونکہ مسٹر بہوگنا اس ملک کے اُن صاف دماغ لیڈروں میں سے ہیں جنہوں نے کہ ہمیشہ ہی مسلم اقلیت کے حق میں آواز بلند کی ہے۔ اور بڑی جرأت سے اس ملک کے اُن فرقہ پرست لیڈروں کو دندان شکن جواب دیا ہے جو اس ملک میں مسلم اقلیت کو دیکھنا بھی نہیں چاہتے۔ اور خصوصیت کے ساتھ انہوں نے مسلم یونیورسٹی کے اقلیتی کردار کے بحال کرانے کے سلسلہ میں سب سے زیادہ حصہ لیا ہے۔ ہم چاہتے ہیں کہ وہ ایک ایسی پارٹی کی داغ بیل ڈالیں جو اس ملک میں باہمی اتحاد اور یکجہتی کو فروغ دے کیونکہ ملک کے اس وقت کام کے لئے اس چیز کی شدید ضرورت ہے۔ اور مسٹر بہوگنا ایک ایسی پارٹی کی قیادت کے لئے سب سے زیادہ موزوں لیڈر ہیں۔ بہرحال ہمیں امید رکھنی چاہئے کہ وہ آئندہ جو بھی قدم اٹھائیں گے اُس سے اس ملک کے اتحاد و یکجہتی کو تقویت ہی ملے گی۔

آسام بغاوت کے راستہ پر

جو لوگ کہ آسام کے علاقہ سے دور ہیں وہ یہ سمجھ رہے ہیں کہ آسام میں صرف ایک ایجی ٹیشن جاری ہے لیکن حقیقت یہ ہے کہ یہ ایجی ٹیشن نہیں ہے بلکہ آسام اور آسام سے ملحقہ ریاستیں بالکل کھلا ہندوستان کے خلاف باغی ہو گئی ہیں وہاں اِس وقت جنگ کی سی کیفیت پیدا ہو چکی ہے۔ توپ نقارے اور سنکھ بجا بجا کر جنگ کا اعلان کر رہے ہیں۔ سرکاری دفتروں کاروباری اداروں اور بینکوں میں کام بالکل ٹھپ ہو چکا ہے۔ ہوائی جہازوں ریل گاڑیوں اور بسوں کا آنا جانا بھی تقریباً بند ہے۔ اور ہندوستان کے خلاف نعرے لگائے جاتے ہیں کہ ہندوستانی کتو نکل جاؤ۔ آسام کے بعد اب منی پور کی راجدھانی امپھال میں بھی حالات نازک شکل اختیار کر گئے ہیں۔ کرفیو اگر لگایا جاتا ہے تو کوئی کرفیو کی پرواہ تک نہیں کرتا۔ غیر آسامیوں اور غیر منی پوریوں کے مکانات جلائے جا رہے ہیں۔ اور انہیں پکڑ پکڑ کر زبردستی ریاستی حدود سے نکالا جا رہا ہے۔ پولیس اور فوج کے ساتھ خونریز تصادم ہو رہے ہیں۔ اور سنٹرل ریزرو پولیس اور فوج بھی حالات پر قابو پانے میں کامیاب نہیں ہو رہی ہے اور غالباً اُس کی وجہ یہ ہے کہ انہیں گورنمنٹ کی جانب سے یہ ہدایت دی گئی ہے کہ وہ زیادہ سختی سے کام نہ لیں لیکن حالات اتنے خراب ہو چکے ہیں کہ گورنمنٹ کو اپنی نرم پالیسی کو آگے چل کر ضرور بدلنا پڑے گا۔

اِن حالات کو دیکھتے ہوئے ہماری قطعی رائے کہ یہ ملکی اور غیر ملکیوں کا کوئی جھگڑا نہیں ہے۔ بلکہ ملکی اور غیر ملکی کا سوال کھڑا کر کے آسام اور ملحقہ ریاستوں کو ہندوستان سے کاٹ دینے کی تیاریاں ہیں اور اس سارے فتنہ میں غیر ملکی طاقتوں کا بہت بڑا ہاتھ ہے۔ یہ بات تو سب ہی کو معلوم ہے کہ چین میزو قبائل اور ناگا باغیوں کو مدت سے فوجی ٹریننگ دے رہا تھا۔ اور اُس کی کوشش یہ رہی ہے کہ شمالی مشرقی ہندوستان کی سب ہی ریاستوں کو انڈین یونین سے کاٹ دیا جائے۔ پھر آسام میں زمانہ دراز سے یہ پروپیگنڈہ بھی ہوتا رہا ہے کہ آسامی نسل کے لوگ نسلی اعتبار سے ہندوستان کے مقابلہ میں چین کے زیادہ قریب ہیں اور ان ہی سب باتوں کا یہ نتیجہ ہے کہ شمالی مشرقی ہندوستان کی ریاستوں میں ایک خوفناک بغاوت

تحریری کر دی گئی ہے۔ اور ان ریاستوں میں [illegible] علیحدگی پسندی پہ تل گئے ہیں۔

اور اب تو ہمارے ملک کے ذمہ دار لیڈروں کے بیانات سے بھی اس بات کی تصدیق ہوتی چلی جا رہی ہے کہ آسام اور آسام کی ملحقہ ریاستوں میں جو کچھ ہو رہا ہے وہ بیرونی طاقتوں کے اشارہ اور شہ پر ہو رہا ہے۔ چنانچہ حال ہی میں مغربی بنگال کے وزیر اعلیٰ شری جیوتی باسو نے ۱۸ اپریل کو بمبئی میں اخباری نمائندوں کو بیان دیتے ہوئے کہا ہے کہ "مجھے اس بات کا کامل یقین ہو چلا ہے کہ آسام کے موجودہ ایجی ٹیشن میں غیر ملکی طاقت کا ہاتھ ہے۔ اور میں اس غیر ملکی طاقت سے واقف بھی ہوں۔ اسی طرح تری پورہ کے وزیر اعلیٰ شری نیپن چکرورتی کا کہنا ہے کہ "مجھے باوثوق ذرائع سے اطلاع ملی ہے کہ آسام اور آسام سے ملحقہ شمال مشرقی علاقہ کو تباہ کرنے کے لئے ایک زبردست غیر ملکی سازش کام کر رہی ہے"

ہندوستان کے کسی علاقہ کو کاٹنے کی کوشش ایک ایسا واقعہ ہے جو اس ملک کے ہر محب وطن باشندہ کے لئے بے حد پریشان کن ہے لیکن حیرت ہے کہ بھارتیہ جنتا پارٹی کے صدر شری اٹل بہاری اور دوسرے جن سنگھی لیڈر اپنے ہی ملک کے خلاف بغاوت کرنے والوں کو تھپکیاں دے رہے ہیں۔ اور فرما رہے ہیں کہ ہمیں اس ایجی ٹیشن میں کسی بیرونی طاقت کا ہاتھ نہیں دکھائی دے رہا ہے۔ اور ساتھ ہی یہ دھمکی بھی دے رہے ہیں کہ اگر شریمتی اندرا گاندھی نے طاقت اور سختی سے کچلنے کی کوشش کی تو یہ تحریک اور تیز ہو جائے گی اور اس ایجی ٹیشن کا ایک خاص پہلو خصوصیت سے قابل غور ہے کہ اس ایجی ٹیشن میں تیزی اور بغاوت کا رنگ جنتا اور لوک دل حکومت کے خاتمہ کے بعد پیدا ہوا ہے۔ جس سے بجا طور پر یہ شبہ کیا جا سکتا ہے کہ اس میں آر ایس ایس راشٹریہ سنگھ اور جنتا حکومت کے سابق لیڈروں کا ہاتھ ہے۔ جو کانگریس آئی سے اپنی شکست کا انتقام لینا چاہتے ہیں۔

لیکن ہم حیران ہیں کہ کیا ہمارے ملک کے راشٹریہ سنگھی۔ جن سنگھی اور جنتا لیڈر اسقدر بھی گر سکتے ہیں کہ وہ انتقام کے جذبہ سے اندھے ہو کر ملک کے ان غداروں کے ساتھ مل جائیں۔ جو ہمارے ملک کے ٹکڑے ٹکڑے کر کے کسی غیر ملکی طاقت کے بازو

[illegible] ہو گیا ہے۔ [illegible] حد تک بڑھ چکا ہے کہ اس ایجی ٹیشن کو دبانے کے لئے نئے طریقے ڈھونڈنے کا اب موقعہ بالکل نہیں رہا۔ بلکہ ضرورت اس کی ہے کہ اس پورے علاقے کو فوج کے حوالے کر دیا جائے۔ اور ان عناصر کو سنگین سزائیں دی جائیں جو ملک و وطن کے ساتھ کھلی غداری میں ملوث ہیں۔

جگ جیون رام کو مسلمانوں سے دردِ عشق؟

مسلمانانِ ہند کو یہ دیکھ کر حیرت ہوتی ہے کہ بابو جگ جیون رام جو ہمیشہ ہی مسلم مسائل اور اردو زبان سے بے اعتنائی برتتے رہے ہیں اچانک اقتدار سے محروم ہونے کے بعد انہیں مسلم مسائل سے غیر معمولی دلچسپی پیدا ہو گئی ہے اور اردو زبان سے بھی انکی محبت بڑھ گئی ہے۔

بابو جگ جیون رام اس ملک کے سب سے پرانے لیڈر ہیں یہ اس ملک میں تقریباً تیس سال تک مختلف وزارتوں کے عہدوں پر فائز رہے ہیں چنانچہ کانگریسی حکومت کے اس دور میں جبکہ مسلم یونیورسٹی کے اقلیتی کردار کو ذبح کیا گیا تھا اس وقت بھی یہ کانگریس کیبنٹ میں شامل تھے گویا بابو جی کا خود مسلم یونیورسٹی کے اقلیتی کردار کو تباہ کرنے میں بہت بڑا ہاتھ رہا ہے۔ پھر اس کے بعد جب ۱۹۷۷ء میں جنتا حکومت کے دور میں مسلم یونیورسٹی ترمیمی بل کے ذریعہ مسلم یونیورسٹی کے اقلیتی کردار پر دوبارہ چھری چلائی گئی تو اس وقت بھی بابو جگ جیون رام جنتا حکومت میں ایک نہایت ہی اہم عہدہ پر فائز تھے یعنی یہ دوبارہ جنتا حکومت میں مسلم یونیورسٹی کا گلا گھونٹا گیا۔ اور یہ کہا گیا کہ مسلم یونیورسٹی کو مسلمانوں نے نہیں بلکہ انگریزوں نے قائم کیا تھا تو آپ ان سب باتوں کی ہمنوائی فرماتے رہے۔ لیکن اقتدار سے محروم ہونے کے بعد اچانک آپ مسلم یونیورسٹی کے سب سے بڑے ہمدرد بن گئے ہیں۔ چنانچہ حال ہی میں علی گڑھ مسلم یونیورسٹی کے طلبا کے یہ اتحاد جب مسلم یونیورسٹی کے اقلیتی کردار کو بحال کرنے کے مطالبہ کے سلسلہ میں جو تحریک چلا رہی ہے دہلی میں ایک جلسہ منعقد کیا گیا تو اس جلسہ میں بابو جگجیون رام نے۔

یونیورسٹی کے اقلیتی کردار کی بحالی کے مطالبہ کی پرزور حمایت کرتے ہوئے فرمایا۔

"نہ صرف مسلم یونیورسٹی کے اقلیتی کردار کو بحال کیا جانا چاہیے بلکہ حکومت کی جانب سے اس بات کی بھی گارنٹی دی جانی چاہیے کہ آئندہ پھر کبھی کوئی مسلم یونیورسٹی کے اقلیتی کردار کو ختم نہیں کر سکے گا۔ مسز اندرا گاندھی دعویٰ کرتی ہیں کہ وہ اقلیتوں اور سماج کے کمزور طبقوں کی محافظ ہیں۔ لیکن صرف بیانات اور وعدوں سے نتائج برآمد نہیں ہوا کرتے۔ مسز گاندھی کو یہ بات نہیں بھولنی چاہیے کہ انہیں دوبارہ برسر اقتدار لانے میں مسلمانوں کا بہت بڑا ہاتھ ہے۔ ان کی حکومت کو یونیورسٹی کے طلبا اور مسلمانوں کی مانگ کو منظور کرنے کے لئے مناسب قانون پارلیمنٹ سے پاس کرانا چاہیے۔"

زمانہ کا انقلاب دیکھئے کہ وہی بابو جگجیون رام جن کا کہ مسلم یونیورسٹی کی تباہی اور مسلم مسائل سے بے نیازی میں روز اول ہی سے نہایت ہی اہم رول رہا ہے۔ آج مسلم یونیورسٹی اور مسلمانوں کے سب سے بڑے ہمدرد بن گئے ہیں اس لئے نہیں کہ انہیں واقعی مسلمانوں یا مسلم یونیورسٹی سے ہمدردی ہے بلکہ یہ بھی ان کی ایک سیاسی قلابازی اور سیاسی اسٹنٹ ہے۔ بابو جگجیون رام کا یہ سیاسی اسٹنٹ صرف مسلم یونیورسٹی ہی تک محدود نہیں ہے بلکہ وہ ان دنوں اردو زبان کے بھی عاشق بن گئے ہیں۔

مگر اردو زبان کے ساتھ ان کا ماضی میں کیا سلوک رہا ہے اس کا اندازہ اس سے ہو سکتا ہے کہ ۱۹۶۵ء میں یوپی کے تاریخی شہر میرٹھ میں جب "آل پارٹیز اردو کنونشن" منعقد ہوا اور ایڈیٹر "دین دنیا" نے بعض اردو دوستوں کے ہمراہ آپ کی خدمت میں حاضر ہو کر آپ سے اس "اردو کنونشن" کی صدارت کے لئے درخواست کی تو آپ پہلے تو رضامند ہو گئے۔ لیکن بعد میں یہ کہہ کر انکار کر دیا کہ "ہندی کے سرکاری زبان بننے کے بعد اب اردو کا کوئی مسئلہ باقی نہیں رہا۔ میں اس بات کا شدید مخالف ہوں کہ اردو کو ہندوستان کے کسی علاقہ میں بھی دوسری سرکاری زبان کا درجہ دیا جائے۔ اردو کنونشن کے مقاصد میں چونکہ اردو کو دوسری سرکاری زبان کا مطالبہ بھی شامل ہے اس لئے میں اس اردو کنونشن کی صدارت نہیں کر سکتا۔" بابو جی کے اس صاف انکار کے بعد فوراً ہی گاندھی جی کے پرانے ساتھی پنڈت سندر لال کی جانب رجوع کیا گیا۔ اور پھر انھوں نے بڑی حسن و خوبی کے ساتھ میرٹھ کی اردو کنونشن کی صدارت کے فرائض انجام دئے

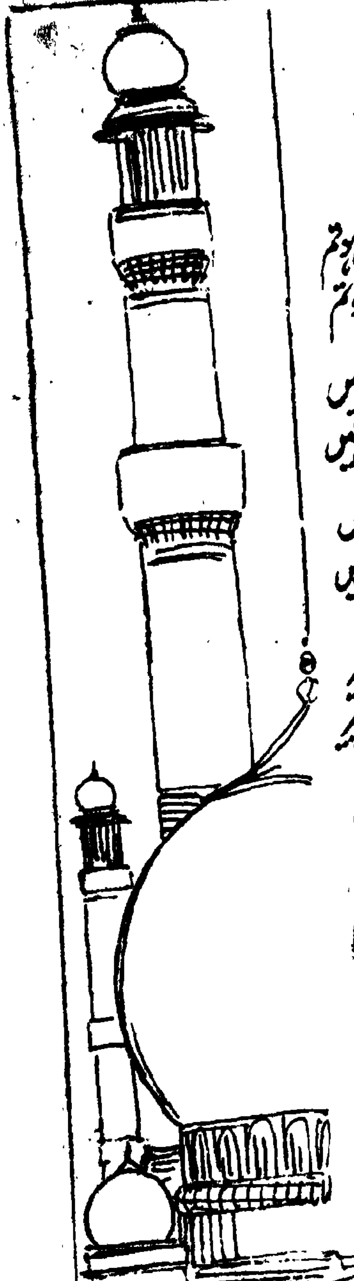
صرف اسی ایک واقعہ سے جیسا کہ ہم ذاتی طور پر مشاہدہ کر چکے ہیں بخوبی اندازہ لگایا جا سکتا کہ بابو جی کتنے بڑے ابن الوقت ہیں ان کو نہ مسلم یونیورسٹی سے کوئی دلچسپی ہے اور نہ اردو زبان ہی سے سروکار ہے۔ بس وہ تو وقت کے مطابق چولا بدل لیتے ہیں جب ہمارے ملک کے پرانے سے پرانے لیڈروں کا یہ کردار ہو تو ہمارے ملک کا خدا ہی حافظ ہے۔

مدھوک کی "علیگڈھ ہندو یونیورسٹی"

لیجئے اب علیگڈھ میں "مسلم یونیورسٹی" کے ٹکر لینے کے لئے مسٹر مدھوک نے ایک خانہ ساز "علیگڈھ ہندو یونیورسٹی" کی بھی بنیاد رکھدی ہے تعلیم کو فروغ دینے کے لئے نہیں۔ علم کی روشنی پھیلانے کے لئے نہیں بلکہ علیگڈھ میں فرقہ پرستی کی ایک نئی آگ بھڑکانے کی غرض سے۔

مسٹر مدھوک وہ پرانے جن سنگھی لیڈر ہیں جو مدتوں مسلمانوں کے راشٹریہ کرن کا نعرہ لگاتے رہے ہیں اور ساتھ ہی مسلم یونیورسٹی کے راشٹریہ کرن کے بھی بہت بڑے حامی ہیں یہ گزشتہ ۲۲ سال سے مسلم یونیورسٹی کی دیواروں سے اپنا سر پھوڑ رہے ہیں اور جب کوئی نتیجہ نہ نکلا تو انھوں نے اپنی خفت مٹانے کے لئے ایک نام نہاد "علیگڈھ ہندو یونیورسٹی" ہی قائم کرکے مسلم یونیورسٹی کے راشٹریہ کرن کرنے کی کم از کم ہوس ہی پوری کرلی

کہا جاتا ہے کہ یہ پڑھے لکھے ہیں مگر ہمارے نزدیک تو یہ جاہل مطلق معلوم ہوتے ہیں کیونکہ انہیں اتنا بھی معلوم نہیں کہ یونیورسٹی قانون سازی کے ذریعہ اور یونیورسٹی گرانٹس کمیشن کی منظوری سے قائم ہوا کرتی ہے نہ یہ کہ پاٹ شالہ میں چند لونڈوں کو بٹھا لیا اور یونیورسٹی بن گئی۔ ہمارے ملک میں بھی کیسے کیسے سرپھرے لیڈر موجود ہیں خدا اس ملک پر رحم فرمائے۔



درد کا درماں ہو تم

(از جناب گوہر امروہوی)

تم سکونِ زندگی ہو درد کا درماں ہو تم
واقفِ اسرارِ حق ہو بندۂ یزداں ہو تم
زینتِ دنیا و دیں ہو عیش کا ساماں ہو تم
حاملِ دینِ ہدیٰ ہو، عاملِ قرآں ہو تم

آج نفرت کے جہنم کو بجھانا ہے تمہیں
کذب و باطل کو جہاں سے پھر مٹانا ہے تمہیں
ہر قدم پر اک چراغِ نو جلانا ہے تمہیں
اور مظلوموں کو دامن میں چھپانا ہے تمہیں

سنگ ریزوں کو بدلنا ہے گہر کے رنگ میں
ہر دعا تبدیل ہو جائے اثر کے رنگ میں
یہ ستارے بھی نظر آئیں قمر کے رنگ میں
منزلیں ہوں آگے آگے راہبر کے رنگ میں

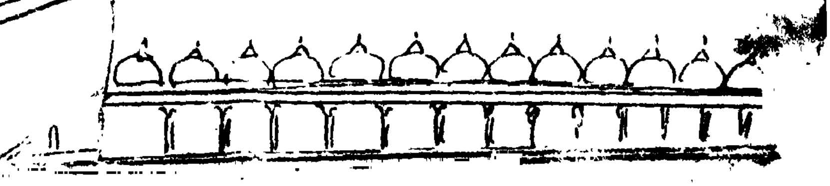
آؤ رکھ دیں مسکرا کر غم کی تلواروں پہ پیر
آتشِ نمرود کے خوں خوار انگاروں پہ پیر
خارزاروں کے نکیلے تیز تر خاروں پہ پیر
ایک دن ہوں گے یقیناً چرخ کے تاروں پہ پیر

آندھیوں سے وقت کی یلغار کرنی ہے تمہیں
ہر گراں شئے زینتِ بازار کرنی ہے تمہیں
ہر سیاہی مظہرِ انوار کرنی ہے تمہیں
ہر طرح آرائشِ کردار کرنی ہے تمہیں

شاہراہوں پر سسکتے ہیں مریضِ لا دوا
پھر سے کرنی ہے تمہیں خلق و وفا کی ابتدا
ڈھونڈنا ہو گا تمہیں ان کیلئے بابِ شفا
تم دلِ مایوس کو بھی حوصلہ کر دو عطا

عزم و استقلال کی آنکھوں میں یہ کیسی نمی
آؤ تاریکی میں پھیلا دیں کچھ ایسی روشنی
بڑھ رہی ہر حرف حیوانیت کی برہمی
جس سے یہ انساں کی ہو جائے منور زندگی

آ گیا ہے وقت اب بیدار ہو، اٹھو چلو
پرچمِ کردار لے کر ہاتھ میں آگے بڑھو



زماں بدل دو زمیں بدل دو

(از جناب بدرالدین بدر نگانوی)

اُٹھو وہ عزمِ صمیم لے کر زماں بدل دو زمیں بدل دو
گماں ہو جس پر ہلاکتوں کا وہ نظمِ چرخِ بریں بدل دو

دنائے گل سے شمیمِ گل سے تمہیں ہے مہکانا باغِ عالم
وفا کی جس میں نہ آئے خوشبو وہ گلستانِ حسیں بدل دو

سلوکِ اُلفت سے کر دو روشن ہر ایک گوشہ بزمِ عالم
نقابِ نفرت پڑی ہو جس پر وہ تم رخِ مہ جبیں بدل دو

بڑھاؤ اپنے قدم بڑھاؤ کرو بھروسہ نہ دوسروں پر
سکت اگر کچھ ہے بازوؤں میں تو یہ نقشِ نگیں بدل دو

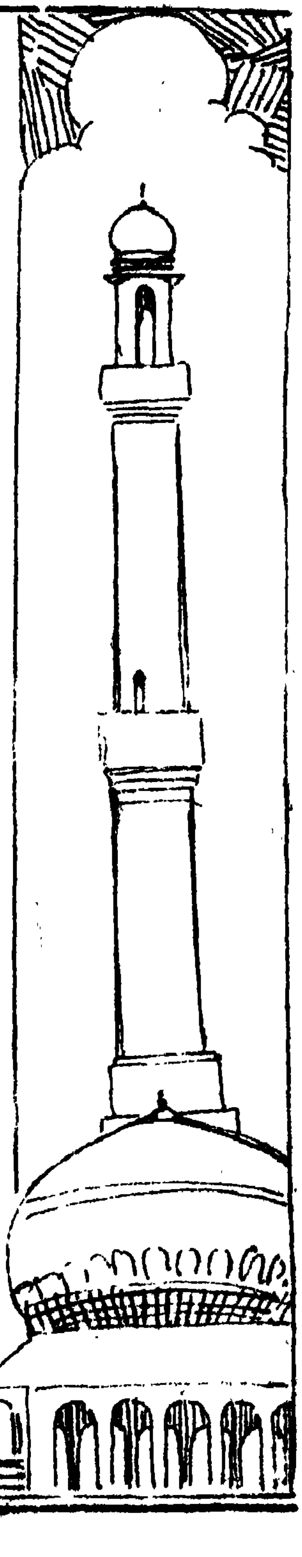
بناؤ فردوس کا نمونہ سعیِ پیہم سے جاں فشانیوں سے
وطن کو گلشن بنا کے دم لو ہر ایک شے اولیں بدل دو

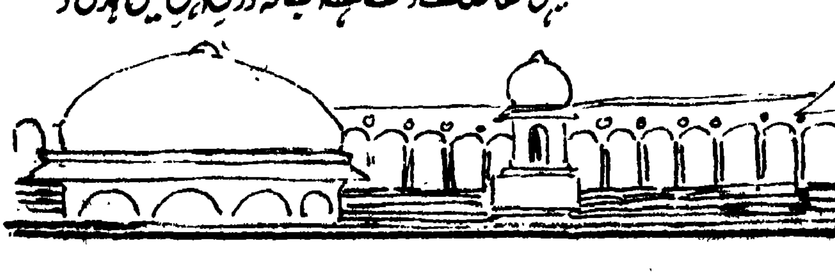
نقوشِ غم میں بھی رنگ بھر دو خوشی کا اور شادمانیوں کا
غم و الم پر نظر نہ ڈالو جہانِ قلبِ حزیں بدل دو

رگوں میں پھیلا رہا ہے ساقی جو آگ میخانۂ زمانہ
وہ خُم بدل دو وہ مے بدل دو وہ بادۂ آتشیں بدل دو

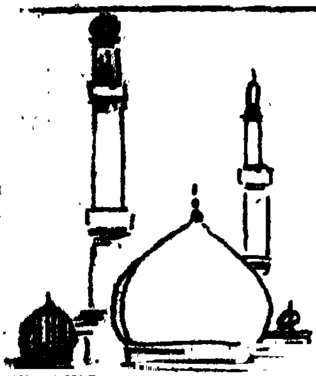
جواں تم ہو رگوں میں خوں ہے ہر ایک رسمِ قبیح مٹا دو
سمجھ رہے ہو بُرائی جس میں وہ فعلِ بدتریں بدل دو

جو تم کو کرنا ہے کر دکھا ڈالو یہ دل میں فکر و ہراس کیسا
یہی تقاضائے وقت ہے اب کہ شورشِ اہلِ کیں بدل دو





گذشتہ سے پیوستہ



تعلیم القرآن

تیرھواں پارہ ـــــ وَمَآ اُبَرِّئُ ـــــ سُوْرَۃُ اِبْرٰہِیْم

(از ادارۂ دین دنیا)

دین دنیا کی زیر نظر اشاعت میں ہم قرآن پاک کے تیرہویں پارے کی تعلیمات کی آٹھویں قسط پیش کر رہے ہیں جس میں کہ اللہ تعالیٰ نے گذشتہ زمانہ کی گمراہ قوموں کے واقعات اپنے بندوں کی ہدایت کے لئے بیان فرمائے ہیں۔

لوگوں کو روشنی کی طرف لاؤ

الٓرٰ .... رَبِّکُمْ عَظِیْمٌ ہ

ترجمہ:- الٓرا۔ یہ ایک کتاب ہے جسے (اے رسول) ہم نے تمہاری طرف نازل کیا ہے تاکہ تم لوگوں کو ان کے پروردگار کے حکم سے اندھیرے سے نکال کر روشنی کی طرف لاؤ یعنی خدائے غالب ستودہ صفات کی راہ کی طرف بلاؤ۔ جس پروردگار کی راہ پر جو آسمانوں اور زمین کی جملہ چیزوں کا مالک ہے۔ اور کافروں کے لئے سخت عذاب کے باعث بڑی خرابی ہو گی (ایسے کافروں کی) جو آخرت پر دنیاوی زندگی کو پسند کرتے ہیں۔ اور اللہ کی راہ سے لوگوں کو روکتے ہیں۔ اور اس میں عیب تلاش کرتے ہیں' یہ لوگ انتہا درجہ کی گمراہی میں مبتلا ہیں۔ اور ہم نے جو رسول بھی بھیجا وہ اپنی ہی قوم کی زبان میں بات کرتا تھا تاکہ اُن ہی کی زبان میں (احکام الٰہی) بیان کرے۔ اور جسے چاہے اللہ گمراہ کرے اور جسے چاہے ہدایت عطا فرمائے۔ وہ غالب حکمت والا ہے اور ہم نے موسیٰ کو اپنی نشانیاں دے کر بھیجا تھا۔ تاکہ اپنی قوم کو اندھیرے سے نکال کر روشنی میں لائیں اور انھیں اللہ کے قہر کا دن یاد دلائیں۔ کیونکہ ان واقعات میں ہر صبر کرنے والے شکر گزار کے لئے نشانیاں موجود ہیں۔ اور (اے رسول) اُس وقت کو یاد کرو جب موسیٰ نے اپنی قوم سے کہا تھا کہ اللہ نے تم پر جو احسان کیا ہے وہ یاد کرو۔ جبکہ اُس نے قوم فرعون سے تمہیں نجات دلائی تھی جو تمہیں بُری طرح تکلیفیں پہنچاتی تھی۔ یہ لوگ تمہارے لڑکوں کو تو ذبح کر دیتے تھے اور تمہاری لڑکیوں کو زندہ رہنے دیتے تھے۔ اور اِس واقعہ میں تمہارے رب کی جانب سے تمہاری بہت بڑی آزمائش ہے۔

تشریح:- الٓر۔ اے رسول یہ قرآن کریم ایک ہدایتوں سے بھری ہوئی کتاب ہے۔ جسے ہم نے تم پر اِس لئے نازل کیا ہے تاکہ تم اِس کے ذریعہ اُن کے پروردگار کے حکم کے مطابق لوگوں کو کفر کی تاریکی سے نکال کر انھیں ایمان کی روشنی کی طرف لاؤ یعنی لوگوں کو اُس معبود برحق کا راستہ دکھاؤ جو سب سے زبردست اور لائق حمد و ثنا ہے۔ اور آسمانوں اور زمین کی جملہ چیزوں کا وہی مالک و خالق ہے۔ (اور جو کافر راہِ راست پر نہیں آئیں گے) اُن کافروں کو سخت عذاب کے باعث بڑی مشکلات کا سامنا کرنا ہوگا۔ یہ کافر آخرت کے مقابلہ میں دُنیاوی زندگی کے شیدائی ہیں۔ یہ لوگوں کو اللہ کے راستہ سے روکتے ہیں اور راہِ حق میں عیب اور بُرائیاں پیدا کرتے رہتے ہیں۔ غرضکہ یہ لوگ انتہا درجہ کی گمراہی میں مبتلا ہیں۔

ہم نے جس قوم میں بھی جو پیغمبر بھیجا ہے وہ اُسی قوم کی زبان میں بھیجا تھا تاکہ وہ انھیں اللہ کے احکام اُن ہی کی زبان میں سمجھا سکے۔ اللہ

چاہتاہے (اس کی سرکشی کے باعث) گمراہ کر دیتاہے۔ اور جسے چاہتا ہے ہدایت عطا فرما دیتاہے وہ غالب اور بڑا ہی حکمت والا ہے۔ ہم نے موسیٰ کو اپنی نشانیاں دے کر بھیجا اور انھیں حکم دیا کہ اپنی قوم کو کفر کی تاریکی سے نکال کر اللہ کے قہر کے دن کی یاد دلاؤ (یعنی قہر کے وہ واقعات جن کے رونما ہونے کے بعد گمراہ قومیں برباد کر دی گئی تھیں کیونکہ ان واقعات میں اُن لوگوں کے لئے جو ہر حال میں صابر و شاکر ہیں، اللہ کی قدرت کی نشانیاں پوشیدہ ہیں۔ اور تم اس وقت کو بھی یاد کرو جب موسیٰ نے اپنی قوم کے لوگوں سے کہا تھا کہ بھائیو! اللہ نے تم پر جو احسانات کئے ہیں اور جو نعمتیں بانیاں کی ہیں تم انھیں فراموش نہ کرو۔ اور وہ وقت تو خاص طور پر یاد رکھنے کے قابل ہے جبکہ اس نے تمہیں فرعون کی قوم کے ظلم سے نجات دلائی تھی۔ یہ وہ لوگ تھے جو تمہیں سخت تکلیفیں پہنچاتے تھے تمہارے بیٹوں کو تو ہلاک کر دیتے تھے اور تمہاری لڑکیوں کو (نفس پرستی کی خاطر) زندہ رہنے دیتے تھے۔ اور ان واقعات میں تمہارے پروردگار کی طرف سے تمہاری بہت بڑی آزمائش تھی۔

گذشتہ قوموں کی گمراہی

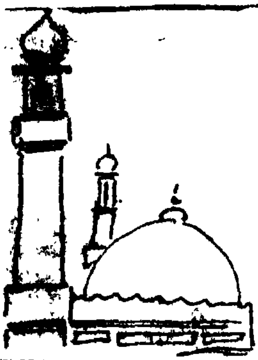
اَلَمۡ یَاۡتِکُمۡ .... فَلۡیَتَوَکَّلِ الۡمُتَوَکِّلُوۡنَ ۵

ترجمہ:۔ کیا تمہیں اُن لوگوں کی خبریں نہیں پہنچیں جو تم سے پہلے گذر چکے ہیں۔ یعنی اقوام نوح وعاد وثمود۔ اور جو لوگ ان کے بعد ہوئے ہیں جن کو اللہ کے سوا کوئی بھی نہیں جانتا ان لوگوں کے پیغمبر جب ان کے پاس دلائل لے کر آئے تو ان قوموں نے اپنے ہاتھ ان پیغمبروں کے منہ میں دیدیئے۔ اور کہا جو تم لائے ہو ہم اسے نہیں مانتے۔ اور جس چیز کی جانب تم ہمیں بلاتے ہو اس کے بارے میں ہمیں اس قدر شک ہے کہ ہمارے دل کو اطمینان ہی نہیں ہوتا (یہ سنکر) اُن کے رسولوں نے کہا کہ کیا تمہیں خدا کی ذات پر بھی شک ہے جو زمین اور آسمانوں کا خالق ہے۔ وہ تمہیں (نیکی کی طرف) بلاتا ہے تاکہ تمہارے گناہ معاف کر دے اور مقررہ مدت (یعنی موت) تک تمہیں مہلت دے۔ وہ بولے تم تو ہماری طرح ہی انسان ہو جو یہ چاہتے ہو کہ ہمیں اُن (معبودوں) کی عبادت سے روک دو جن کو کہ ہمارے بڑے پوجتے تھے بس ہمارے پاس کوئی کھلا معجزہ لاؤ۔ اُن کے رسولوں نے کہا (بے شک) ہم تمہاری ہی مانند انسان ہیں (مگر یہ سمجھ لو) خدا اپنے بندوں ہی میں سے جس پر چاہے احسان کرتا ہے (اس کا یہ احسان ہے کہ اس نے ہمیں پیغمبر بنا کر بھیجا ہے) مگر یہ بات ہمارے بس کی نہیں کہ ہم تمہیں کوئی معجزہ دکھائیں۔ اللہ کے حکم کے بغیر۔ اللہ ہی پر سب ایمان والوں کو بھروسہ کرنا چاہیئے۔ پھر ہم اللہ پر کیوں نہ بھروسہ کریں اسی نے ہمارے لئے راہیں متعین کی ہیں۔ تم لوگ جو ہمیں دکھ دیتے ہو تو ہم اس پر صبر کریں گے۔ اور توکل کرنے والوں کو اللہ ہی پر توکل کرنا چاہیئے۔

تفسیر:۔ اے لوگو! کیا تمہیں اُن قوموں کے حالات کا علم نہیں ہے جو تم سے پہلے اس دنیا میں تھیں یعنی قوم نوح قوم عاد اور قوم ثمود اور جو ان کے بعد ہوئے ہیں اُن کا علم تو خدا کے سوا کسی کو بھی نہیں۔ یہ وہ لوگ ہیں کہ ان کے پیغمبر دلائل اور معجزے لے کر ان کے پاس آئے اور شرک سے باز رہنے کے لئے انھیں سمجھایا تو ان منکروں نے اپنے ہاتھ اُن کے منہ پر رکھ دئے (کہ بس خاموش رہو) اور کہنے لگے کہ ہم تمہاری رسالت کو نہیں مانتے اور جس دین کی طرف تم ہمیں بلا رہے ہو اس کے بارے میں ہمارے دلوں میں پوری طرح شک موجود ہے۔ یہ سنکر اُن کے پیغمبروں نے اُن سے کہا کیا تمہیں اللہ کے بارے میں شک ہے۔ اس اللہ پر جو آسمانوں اور زمین کا خالق ہے۔ اور جو تمہیں اس لئے اپنی طرف بلاتا ہے تاکہ تمہارے گناہ معاف کر دے۔ اور ایک خاص وقت تک کے لئے یس دنیا میں زندگی بسر کرنے اور آرام و راحت حاصل کرنے کی مہلت دیدے۔ اس پر وہ بولے تم ہمیں کیا سمجھاتے ہو تم بھی تو ہماری ہی طرح ایک انسان ہو (کوئی فرشتہ نہیں ہو) کیا تمہارا منشا یہ ہے کہ جن بتوں کو ہمارے آباؤ اجداد پوجتے چلے آ رہے ہیں ہمیں اُن کی پرستش سے روک دو۔ (اگر تم اپنا یہ مقصد حاصل کرنا چاہتے ہو تو) کوئی کھلا معجزہ ہمیں دکھاؤ۔ یہ سنکر اُن کے پیغمبروں نے اُن سے کہا کہ اس میں کوئی شک نہیں کہ ہم بھی تمہاری ہی طرح انسان ہیں لیکن یہ اللہ کا کرم ہے کہ وہ اپنے ہی بندوں میں سے جس کو چاہتا ہے نبوت عطا کرنے کا احسان کر دیتاہے۔ اور ہماری کیا مجال ہے کہ اللہ کے حکم کے بغیر ہم کوئی معجزہ دکھا سکیں۔

(باقی صفحہ پر)

تعلیم الحدیث



مخلوقِ خدا کی خدمت ایک عبادت

مسلمان فولادی دیوار بن جائیں، اسلام ترکِ دنیا کا مخالف ہے

(از شوکت علی فہمی)

مستند احادیث کی کتب سے ذیل میں رسول اللہ صلعم کے وہ قیمتی ارشادات درج کئے جا رہے ہیں جو مسلمانوں ہی کے لئے نہیں بلکہ پوری نوعِ انسانی کے لئے بہترین شمعِ ہدایت ہیں۔ اُمید ہے کہ مسلمان اِن جواہر پاروں سے استفادہ کریں گے۔

مخلوقِ خدا کی خدمت ایک عبادت

ایک سچے مسلمان کی سب سے بڑی عبادت اور ریاضت یہ ہے کہ وہ حتی المقدور مخلوقِ خدا کی خدمت سے گریز نہ کرے۔ اسلام کے نزدیک سب سے زیادہ برگزیدہ اللہ کا وہ بندہ ہے جو اللہ کے بندوں کے کام آئے چنانچہ اِس بارے میں صحیح حدیث ہے:۔

"ابی ہریرہ رضہ راوی ہیں کہ رسول اللہ صلعم نے فرمایا ہے کہ "قیامت کے دن خدا تعالیٰ لوگوں سے کہے گا۔ اے ابنِ آدم میں بیمار ہو گیا تھا مگر تو نے میری عیادت نہیں کی۔ بندہ متعجب ہو کر کہے گا بھلا ایسا کیونکر ہو سکتا ہے تو تو ربّ العالمین ہے (یعنی بیمار کیسے ہو سکتا ہے)۔ خدا فرمائیگا کیا تجھے معلوم نہیں کہ میرا فلاں بندہ بیمار ہو گیا تھا اور تو نے اُس کی خبر نہ لی تو اگر اُس کی بیمار پُرسی کے لئے جاتا تو تجھے اُس کے پاس پاتا۔ اسی طرح خدا فرمائیگا اے ابنِ آدم میں نے تجھ سے کھانا مانگا تھا مگر تو نے نہیں کھلایا۔ بندہ کہے گا بھلا ایسا کیونکر ہو سکتا ہے میں تجھے کیسے کھلاتا تو تو ربّ العالمین ہے (سب کو روزی دیتا ہے) خدا فرمائیگا کہ کیا تجھے یاد نہیں کہ فلاں میرے بندے نے تجھ سے کھانا مانگا تھا۔ اور تو نے کھلانے سے اِنکار کر دیا تھا۔ اگر تو اُسے کھانا کھلاتا تو مجھے اُس کے پاس پاتا۔ اور اسی طرح میرے فلاں پیاسے بندہ نے تجھ سے پانی مانگا تھا لیکن تو نے اُسے پانی نہ دیا۔ اگر تو اُسے پانی پلاتا تو مجھے اُس کے پاس پاتا۔" (مسلم)

یہ حدیث کسی مزید تشریح کی محتاج نہیں۔ اِس حدیث سے یہ بات صاف طور پر واضح ہو جاتی ہے کہ اللہ تعالیٰ نے نوعِ انسانی کی خدمت کو خود اپنی خدمت قرار دیا ہے گویا اگر کوئی شخص کسی مجبور، معذور، بیمار یا مصیبت زدہ کی خدمت کرتا ہے تو وہ کسی بندہ کی نہیں بلکہ اللہ تعالیٰ کی خدمت کرتا ہے۔

صحابۂ کرام کے حالاتِ زندگی پر اگر غور کیا جائے تو وہ اِس حدیث کی کھلی ہوئی تفسیر تھے اُن کی جان اُن کا مال اور اُن کا سب کچھ اللہ کی مخلوق کے لئے وقف رہا ہے۔ صحابۂ کرام کے علاوہ قرونِ اُولیٰ کے عام مسلمانوں کا بھی یہی مسلک تھا لیکن آج مسلمان اپنے اِس سب سے بڑے فرض کو بھول چکے ہیں۔

مسلمان فولادی دیوار بن جائیں

ہر قوم کی ترقی اور استحکام کے لئے باہمی اتحاد و یکجہتی نہایت ضروری ہے۔ اِسی لئے رسولِ محترم نے ہدایت فرمائی ہے کہ پوری کی پوری

قوم متحد ہو کر فولادی دیوار بن جائے چنانچہ اس سلسلہ میں صحیح حدیث ہے

"حضرت ابو موسیٰ اشعری رض راوی ہیں کہ نبی صلعم نے فرمایا۔ ایک مومن دوسرے مومن کے لئے ایسا ہے جیسی کہ دیوار کی بنیاد اور عمارت کا ایک جزو دوسرے جزو کو قوت دیتا ہے۔ پھر اپنی انگلیوں کو دوسرے ہاتھ کی انگلیوں میں ڈال کر بتایا کہ اس طرح ایک دوسرے سے مل کر قوت پیدا ہوتی ہے۔" (بخاری)

اور ایک دوسری حدیث کے ذریعہ رسول مقبول صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا ہے کہ سچے مسلمان آپس میں اتحاد اور محبت کے ساتھ رہتے ہیں۔ چنانچہ بخاری کی حدیث ہے:-

"نعمان بن بشیر رض راوی ہیں کہ نبی صلعم نے فرمایا تم اللہ پر ایمان رکھنے والوں کو ایک دوسرے سے محبت اور مہربانی کرنے میں ایسا دیکھو گے جیسے بدن کا ایک عضو جب بیمار ہو جائے تو دوسرے اعضاء بھی اس تکلیف میں شریک ہو جاتے ہیں۔" (بخاری)

اور تاریخ ہمیں بتاتی ہے کہ قرون اولیٰ کے مسلمانوں کی یہی کیفیت تھی کہ ایک دوسرے کی تکلیف پر مضطرب ہو جاتے تھے اور ان میں ایسا اتحاد تھا کہ کوئی بڑی سے بڑی طاقت بھی اُن کے مقابلہ پر نہیں ٹھہر سکتی تھی۔ اسی اتحاد اور یکجہتی نے انھیں دنیا کے بیشتر حصہ کا حکمران بنا دیا تھا لیکن جب سے مسلمان اتحاد اور یکجہتی سے محروم ہو گئے ہیں وہ شدید مشکلات میں مبتلا ہیں۔ کاش مسلمان اس حدیث سے کچھ سیکھ سکیں۔

اسلام ترکِ دنیا کا مخالف ہے

اسلام دنیا کے دوسرے رہبانیت پسند مذاہب کے برعکس ترکِ دنیا کا شدید مخالف ہے۔ چنانچہ رسول مقبول صلی اللہ علیہ وسلم نے مسلمانوں کو ہدایت فرمائی ہے کہ وہ عبادت و ریاضت میں غلو نہ کریں۔ ہمیشہ ترکِ دنیا سے پرہیز کریں، اور دین کے ساتھ دنیاوی کاموں میں بھی پوری طرح حصہ لیں چنانچہ اس بارے میں حدیث ہے:-

"حضرت انس رض راوی ہیں کہ تین شخصوں نے عبادت و ریاضت کے لئے عہد کیا۔ ایک نے کہا میں تمام رات نماز پڑھا کروں گا۔ دوسرے نے کہا کہ میں تمام دن روزہ رکھوں گا۔ اور تیسرے نے عہد کیا کہ میں عورتوں سے علٰحدہ رہوں گا۔ رسولِ خدا صلی اللہ علیہ وسلم کو جب ان کا یہ ارادہ معلوم ہوا تو آپ اُن کے پاس تشریف لے گئے۔ اور اُن سے فرمایا کہ کیا تم نے ایسا ایسا عہد کیا ہے قسم ہے خدا کی میں تم سے زیادہ اللہ سے ڈرتا ہوں اور زیادہ تقویٰ کرتا ہوں۔ مگر میں روزے بھی رکھتا ہوں اور نہیں بھی رکھتا۔ نماز بھی پڑھتا ہوں اور سوتا بھی ہوں اور عورتوں سے شادی بھی کرتا ہوں۔ (تم کو میری سنت پر عمل کرنا چاہیئے) پس جو کوئی میری سنت سے منحرف ہوا۔ وہ میری جماعت میں سے نہیں ہے۔" (بخاری و مسلم)

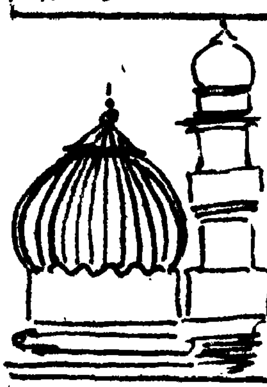
ایک دوسری حدیث میں رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا ہے "تم اپنی جانوں پر سختی نہ کرو" یعنی سخت مجاہدے اور ریاضت سے پرہیز کرو یعنی حضور اکرم نے ترک دنیا سے مسلمانوں کو منع فرمایا ہے۔ اور ہدایت فرمائی ہے کہ دین کے ساتھ اپنے دنیاوی فرائض کو بھی فراموش نہ کرو چنانچہ صحابہ کرام جہاں عبادت و ریاضت میں مصروف رہتے تھے وہاں دنیاوی جدوجہد میں بھی دل کھول کر حصہ لیتے تھے۔

تعلیم القرآن

(صفحہ ۱۴ سے آگے)

(سچے مومن ہیں وہ معجزوں کی فرمائش نہیں کیا کرتے) مومن کو تو صرف اللہ کی ذات پر بھروسہ رکھنا چاہیئے۔ ہم کیونکر اللہ پر بھروسہ نہ کریں جبکہ اُس نے ہمیں دین کا سچا راستہ بتایا ہے ہم اس راستہ پر چلیں گے اور حق کوشی کی پاداش میں جو تکلیفیں تم ہمیں دے رہے ہو ہم اس پر بھی صبر کرتے رہیں گے اور اہل توکل کو اللہ ہی پر توکل رکھنا چاہیئے یعنی جو پکے اور سچے مومن ہیں ان کو اس بات کی قطعی ضرورت نہیں ہوتی کہ وہ کسی معجزہ کا مطالبہ کریں بلکہ وہ تو سچے دل سے اُس ذات حق کی پرستش اور عبادت کرتے ہیں جو اس کائنات کا خالق ہے۔

اسلامی افکار



اسلام نے ذہنی انقلاب برپا کر دیا

اسلام ساری دنیا کے لئے رحمت بن کر آیا ہے

(از مسٹر اے، کے، بروہی)

مسٹر بروہی پاکستان کے ایک مفکر ہیں جو پاکستان میں وزیر قانون بھی رہ چکے ہیں اور ہندوستان میں پاکستانی ہائی کمشنر کی حیثیت سے بھی متعین رہے ہیں، ذیل کے فاضلانہ مضمون میں انھوں نے بتایا ہے کہ اسلام صرف مسلمانوں ہی کے لئے صداقت کا پیغام لے کر نہیں آیا ہے بلکہ یہ مذہب پوری دنیا کے لئے ایک رحمت ثابت ہوا ہے ہم کو امید ہے کہ مسٹر بروہی کا یہ مقالہ ہمارے ناظرین کے حلقہ میں دلچسپی سے پڑھا جائے گا۔

اسلام دنیا کا پہلا اور آخری وہ انقلابی مذہب ہے جس نے ایک ہی وقت میں انسانی زندگی کی تمام تر قدروں کو بدل کر رکھ دیا ہے اور دنیا میں ایک ایسی تہذیب، سیاست اور سماج کو جنم دیا ہے جس کی مثال ماضی کی تاریخ میں تلاش کے باوجود بھی نہیں ملتی۔

اسلام کی امتیازی خصوصیت یہ ہے کہ یہ کسی خطے یا طبقہ کا مذہب نہیں ہے بلکہ یہ ساری دنیا کا مذہب ہے اسی لئے یہ مذہب ان کو بھی سینہ سے لگاتا ہے جو اس کے ماننے والے ہیں۔ اور ان کا بھی محافظ ہے جو بحیثیت مذہب اسلام کو تسلیم نہیں کرتے۔ گویا اسلام ساری دنیا کے لئے رحمت بن کر آیا ہے۔ چنانچہ پوری دنیا کے باشندوں نے خواہ وہ مسلم ہوں یا غیر مسلم اس مذہب کی تعلیمات اور برکات سے پورا پورا فائدہ اٹھایا ہے۔

یورپ کے ایک مفکر نے اسلام کی خصوصیات پر تبصرہ اور بحث کرتے ہوئے لکھا ہے کہ "ہمارے زمانہ میں سیاسی، مذہبی، تہذیبی اور لسانی اکثریت۔ اور اقلیت کے سوال نے ایک خاص اہمیت حاصل کر لی ہے۔ اور دنیا کے مختلف گوشوں میں یہ سوال مختلف صورتوں میں سامنے آتا رہتا ہے چنانچہ تاریخ کے کسی دور میں بھی اس سوال کو حل نہیں کیا جا سکا تھا لیکن اسلامی تعلیمات کی مدد سے مسلمان اسے حل کرنے میں کامیاب ہو گئے ہیں۔ اور یہ مسلمانوں کی بہت بڑی خصوصیت ہے کہ دنیا کے عام طرز عمل کے برعکس انھوں نے بہت سے ملکوں میں اقلیت میں ہونے کے باوجود اکثریت اور اقلیت کے سوال کو بڑی کامیابی کے ساتھ حل کیا ہے"۔

اس مغربی مفکر نے اکثریت اور اقلیت کے سوال کو حل کرنے کے سلسلہ میں مسلمانوں کی جس صلاحیت اور کامیابی کا ذکر کیا ہے اس کے ساتھ اگر اس حقیقت کو بھی شامل کر لیا جائے کہ جن ملکوں میں مسلمانوں نے اقلیت میں ہوتے ہوئے بھی اس سوال کو حل کیا ہے وہ ان ملکوں میں برسر حکومت بھی رہے ہیں تو ان کے اس کارنامہ کی اہمیت دس گنی بڑھ جاتی ہے کیونکہ اقلیت میں ہونے کے باوجود بحیثیت حکمراں اکثریت کو مطمئن کر دینا کوئی معمولی بات نہیں ہے لیکن اس بات کو سمجھنے کے لئے ہمیں تاریخ سے مدد لینی ہوگی۔

اسلام جزیرہ نمائے عرب میں ظاہر ہو کر دنیا کے ہر گوشہ میں پہنچا تھا۔ اور اس دور کے حالات کے مطابق دنیا کے بہت سے ملکوں میں مسلمانوں کی زبردست حکومتیں بھی قائم ہو گئی تھیں لیکن یہ بات تاریخ سے ثابت ہے کہ مفتوحہ ملکوں میں اگرچہ مسلمانوں کی اکثریت نہیں تھی مگر ایک حکمراں قوم کی حیثیت سے وہ اپنے خیالات اور فیصلوں

کو ان ملکوں کی اکثریتوں پر نافذ ضرور کرسکتے تھے لیکن دنیا کے کسی ملک کی تاریخ سے اس بات کا کوئی ثبوت نہیں ملتا کہ مسلمانوں نے اپنی رائے کو اکثریت پر مسلط کیا ہو بلکہ اس کے برعکس انھوں نے اکثریت اور اقلیت کے سوال یا کہنا چاہیے کہ اکثریت اور اقلیت سے تعلق رکھنے والے تمام سوالات کو طے کرنے کے لئے اسلام کی ان تعلیمات کو مد نظر رکھا تھا جو انصاف۔ آزادی۔ اور رواداری پر مبنی ہیں۔ اس طرح جہاں مسلمانوں کی یہ زبردست خصوصیت ہے کہ انھوں نے عمومیت کے ساتھ اقلیت میں ہوتے ہوئے اکثریت اور اقلیت کے سوال کو کامیابی کے ساتھ حل کیا ہے۔ وہاں ان کی یہ خصوصیت بھی بے مثال ہے کہ انھوں نے اس مسئلہ کے حل کرنے میں اپنی حکومت اور قوت وطاقت سے مطلق کام نہیں لیا۔

اسلام نے حکومت کا مقصد بنی نوع انسان کے تمام تر جائز حقوق کا تحفظ قرار دیا ہے چنانچہ اکثریت اور اقلیت کے مسائل کو حل کرنے میں بھی اس نے اس مقصد کو پیش نظر رکھا ہے اسلام کے ظہور کے وقت انسان کے تمام جائز حقوق مذہب۔ رنگ اور نسل کے نام پر پامال کئے جا رہے تھے اسی لئے اسلام نے اپنے ظہور کے بعد ان امتیازات کو ختم کر دیا تھا۔ اس نے مذہب کے نام پر کسی فرد یا قوم کو اس کے جائز حقوق سے بھی محروم نہیں کیا بلکہ رنگ اور نسل کے امتیاز کی شدید ترین مذمت اور مخالفت کرکے اُن قوموں میں خود اعتمادی پیدا کر دی تھی جو اس وقت تک تعصب کا شکار بنتی رہی تھیں۔

اسلام نے شہری حقوق اور عدالتی معاملات میں ہر قسم کی اقلیتوں اور اکثریتوں کو ایک ہی سطح پر رکھا تھا اور اسلام کی پوری تاریخ میں کوئی ایسا واقعہ بھی نہیں ملتا جس سے ثابت کیا جا سکے کہ مسلمانوں نے اپنی حکومت یا اقتدار کا سہارا لیکر عدالتی اور شہری معاملات میں کسی قسم کا ناجائز فائدہ اٹھایا ہو۔

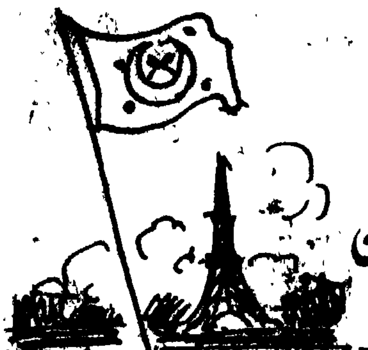
اسلام نے سختی کے ساتھ اس بات کی ہدایت کی ہے کہ حکومت اور اکثریت دونوں پر کمزوروں کی اعانت اور حمایت کرنے کا فریضہ عائد ہوتا ہے۔ مسلمان اگرچہ مفتوحہ ملکوں میں اقلیت کی حیثیت رکھتے تھے لیکن اسلام نے انھیں برسر حکومت ہونے کی بنا پر اکثریت کے درجہ میں رکھا تھا اور انھیں مفتوحہ قوموں کے ساتھ وہی منصفانہ اور ہمدردانہ طرز عمل اختیار کرنے کی ہدایت کی تھی جو اکثریت کو اقلیت کے ساتھ اختیار کرنا چاہیئے۔

اسلام کی تاریخ کا مطالعہ کرنے کے بعد ایسے بے شمار واقعات ملتے ہیں جن سے معلوم ہوتا ہے کہ مسلمان تقریباً ہر دور میں اسلام کی ان ہدایات اور احکام کی تعمیل کرتے رہے ہیں۔ مثلاً حضرت فاروق اعظم نے ایک پریشان حال یہودی کو بھیک مانگتے ہوئے دیکھ کر اسے بیت المال کے ناظم کے پاس لے گئے اور ہدایت فرمائی کہ اس یہودی فقیر اور اس جیسے دوسرے مفلوک الحال لوگوں کی پوری پوری خبر گیری اور امداد کی جائے۔ اور ایسے لوگوں کو جزیہ سے مستثنیٰ کر دیا جائے۔ اس واقعہ سے اندازہ لگایا جا سکتا ہے کہ مسلمان اقلیتوں کے حقوق کے تحفظ میں کیسی حکمت عملی پر کاربند رہے ہیں۔

اسی طرح خلیفہ عمر بن عبدالعزیز نے مرض الموت میں مبتلا ہونے کی حالت میں اپنی قبر کے لئے تھوڑی سی زمین ایک ایسے علاقہ میں خریدنی چاہی جس کی تمام تر اراضی غیر مسلموں کی ملکیت میں تھی۔ انھوں نے ایک غیر مسلم کو بلا کر اس سے قبر کے لئے زمین خریدنے کی بات چیت کی اور جب اُسکی جانب سے مطلوبہ زمین بلا قیمت پیش کی گئی تو آپ نے اس پیش کش کو قبول کرنے سے انکار کر دیا اور جب تک اس نے زمین کی قیمت لینا منظور نہیں کر لیا۔ آپ نے وہ زمین نہیں لی۔

مسلمان غیر مسلموں کے مذہبی حقوق کے تحفظ کو جس طرح اپنا فریضہ تصور کرتے تھے اُس کے ثبوت کیلئے حضرت عمر فارُق رضہ کا یہ واقعہ بیان کر دینا کافی معلوم ہوتا ہے کہ بیت المقدس کے سفر کے دوران جب وہاں کے سب سے بڑے گرجا میں نماز عصر کا وقت آگیا اور گرجا کے پادری نے خلیفۂ وقت سے گرجا ہی میں نماز ادا کرلینے کی درخواست کی تو آپ نے یہ کہہ کر وہاں نماز ادا کرنے سے انکار کر دیا تھا کہ "اگر میں یہاں نماز پڑھ لوں گا تو اندیشہ ہے کہ میرے جانے کے بعد مسلمان یہ کہہ کر کہیں گرجا پر قبضہ نہ کرلیں کہ میں نے یہاں نماز ادا کی تھی"۔ اس کے بعد آپ نے گرجا کی سیڑھیوں پر نماز ادا کی اور اس کے ساتھ ہی یہ فرمان بھی جاری کر دیا کہ آئندہ نہ تو کوئی مسلمان ان سیڑھیوں پر نماز ادا کرے گا اور نہ اذان ہی دے گا۔

تاریخ اسلام کا ایک ورق



جب بلغاریہ پر اسلامی پرچم لہرایا گیا

یورپ میں مسلمانوں کی سرفروشی کی داستان

(از شوکت علی فہمی)

مسلمانوں نے ایشیا ہی میں نہیں بلکہ پورے یورپ میں بھی بڑے بڑے عظیم الشان کارنامے انجام دیئے ہیں اور مسلمان قوموں کی حوصلہ مندی ہی کا یہ نتیجہ تھا کہ یورپ کی سب ہی حکومتیں سلاطین عثمانیہ کے نام سے کانپتی تھیں۔ چنانچہ ذیل میں ہم تسخیر بلغاریہ کا تاریخی واقعہ درج کر رہے ہیں۔ بلغاریہ پر آج کمونسٹوں کا قبضہ ہے لیکن مسلمانوں نے کئی صدی تک بلغاریہ اور دوسری بلقانی ریاستوں پر بڑی شان اور دبدبہ کے ساتھ فرمانروائی کی ہے۔

آٹھویں صدی ہجری میں جبکہ اسلامی فتوحات کا سیلاب یورپ کی جانب تیزی کے ساتھ بڑھ رہا تھا تو یورپ کی اکثر و بیشتر حکومتیں مسلمانوں کی اس پیش قدمی سے پریشان اور خائف تھیں اور انھوں نے رومانیہ کے عیسائی بادشاہ کی تحریک پر مسلمانوں کے مقابلہ کے لئے ایک متحدہ محاذ قائم کر لیا اور طے پایا کہ سب ہی یورپین حکومتیں متحد ہو کر ترکوں کو یورپ سے نکالنے کے لئے اپنی کوئی کوشش نہ اٹھا رکھیں تاکہ جلد سے جلد مسلمانوں سے یورپ کو صاف کیا جا سکے۔

اس اتحاد میں بلغاریہ، رومانیہ، سردیا اور البوسینیا کی حکومتیں پیش پیش تھیں اور ان چار یورپین حکومتوں کے علاوہ البانیا، ہنگری اور پولینڈ بھی شریک ہو گئے تھے۔ غرضکہ اس طرح پھر ایک بار مسلمانوں کے خلاف ایک نئی صلیبی جنگ کی تیاریاں شروع ہو گئیں۔

ترکی کے مسلمانوں کے خلاف عیسائی حکومت کا یہ متحدہ محاذ اس قدر مستحکم تھا کہ بظاہر یہی معلوم ہو رہا تھا کہ اب ترکوں کا یورپ میں زندہ اور برقرار رہنا ممکن نہیں رہا۔ یہ وہ زمانہ تھا جبکہ سلطان مراد خاں اول برسر حکومت تھے۔ گو سلطان کی عمر اس وقت ستر سال کی ہو چکی تھی اور اس کی صحت بھی اچھی نہیں تھی لیکن اب بھی اس میں جوانوں جیسا حوصلہ موجود تھا غرضکہ یہ مرد مومن اس بڑھاپے میں بھی بذات خود میدان کارزار میں آگیا اور اس طرح مسلمانوں اور عیسائیوں میں تاریخ کا ایک بہت بڑا معرکہ شروع ہو گیا۔

یورپ کی سات آٹھ سلطنتیں چونکہ اس معرکہ میں شریک تھیں اس لئے ان کی فوج بھی بے اندازہ تھی۔ لیکن ترکوں کی فوج اگرچہ مختصر تھی لیکن اس میں بلا کا جوش اور حوصلہ تھا۔ اور اس طرح ایک گھمسان کی جنگ چھڑ گئی عیسائی بڑی بہادری سے لڑے ادھر مسلمانوں نے بھی بڑی حوصلہ مندی کا ثبوت دیا لیکن کئی ہفتہ کی خوفناک جنگ کے بعد بھی دونوں میں سے کسی فریق کے حق میں بھی فتح و شکست کا فیصلہ نہ ہو سکا۔

ابھی یہ جنگ جاری ہی تھی کہ ترکوں کا ایک حوصلہ مند جرنیل علی پاشا بڑی خاموشی اور رازداری کے ساتھ کوہ بلقان کو عبور کر کے اچانک بلغاریہ میں داخل ہو گیا۔ یہ لائق جرنیل سب سے پہلے اس شاہ بلغاریہ کو سبق دینا چاہتا تھا جس نے کہ ترکوں کے خلاف یہ سارا فتنہ کھڑا کیا تھا۔ بلغاریہ میں اگرچہ علی پاشا کا بڑی سختی سے مقابلہ کیا گیا مگر یہ سرفروش مجاہد آگے بڑھتا ہی چلا گیا

اور نوبت یہاں تک پہنچی کہ شاہ بلغاریہ کو میدان کارزار سے فرار ہوکر نانکوپولس کے قلعہ میں پناہ لینی پڑی۔ لیکن جلد ہی شاہ بلغاریہ کو اندازہ ہوگیا کہ مسلمانوں کے مقابلہ پہ اس کا ٹھہرنا آسان نہیں لہٰذا شاہ بلغاریہ کو مجبوراً اور دب کر سلطان مراد سے معافی مانگ کر صلح کرلینی پڑی۔ اور شرائط صلح کی رو سے شاہ بلغاریہ کو اپنی سلطنت کا ایک بڑا حصہ مسلمانوں کے حوالے کرنا پڑا اور اطاعت قبول کرتے ہوئے یہ وعدہ کرنا پڑا کہ وہ ہر سال مقررہ خراج بڑی پابندی کے ساتھ سلطنت عثمانیہ کو ادا کرتا رہے گا۔

شاہ بلغاریہ اگرچہ اطاعت قبول کرنے کے بعد اس جنگ سے علیحدہ ہوچکا تھا۔ لیکن سرویا، بوسینیا اور دوسرے یورپین ممالک بدستور مسلمانوں کے مقابلہ پر میدان میں ڈٹے رہے اور جنگ حسب معمول جاری رہی۔ اور اس طویل جنگ کے دوران ایک موقعہ ایسا بھی آیا جبکہ ترک فوجوں کو میدان کارزار میں پیچھے ہٹنا پڑا۔ ترک فوجوں کا پیچھے ہٹنا تھا کہ شاہ بلغاریہ شرائط صلح کو پس پشت ڈال کر نئے سرے سے بغاوت کے لئے آمادہ ہوگیا اور دوبارہ اپنی فوجوں کو ترکوں کے مقابلہ میں لے آیا۔

شاہ بلغاریہ نے یہ قدم اس لئے اٹھایا تھا کیونکہ اُسے اس بات کا یقین ہوگیا تھا کہ ترکوں کی طاقت ٹوٹ چکی ہے۔ اور اب یورپین ممالک آسانی کے ساتھ ترکوں کو شکست دینے میں کامیاب ہو جائیں گے۔ لیکن شاہ بلغاریہ کی بدنصیبی کہ ترکوں نے جب نئے سرے سے منظم ہوکر حملہ کیا تو جنگ کا پانسہ ہی پلٹ گیا۔ اُدھر ترکوں کے لائق جرنیل علی پاشا نے نئے سرے سے بلغاریہ پہ ہلّہ بول دیا۔ اس حملہ میں شاہ بلغاریہ کو دوبارہ پسپا ہونا پڑا اور وہ پھر نانکوپولس کے قلعہ میں پناہ گزیں ہوگیا۔ لیکن جب ترکوں نے یہ قلعہ بھی فتح کرلیا تو شاہ بلغاریہ کے لئے اس کے سوا اور کوئی چارہ کار نہیں رہا وہ اپنے آپ کو ترکوں کے حوالے کردے۔ غرضیکہ شاہ بلغاریہ گرفتار ہوگیا شاہ بلغاریہ نے اپنی گرفتاری کے بعد سلطان مراد سے معافی طلب کی اور سلطان کو لکھا کہ۔

"میں اپنی بدعہدی پر نادم اور شرمندہ ہوں اور بظاہر اس بات کا مستحق نہیں ہوں کہ میرے ساتھ کوئی رعایت کی جائے لیکن پھر بھی مجھے آپ کے اخلاق کریمانہ سے امید ہے کہ ایک مرتبہ اور میری خطا معاف کرکے جان بخشی فرمائیں گے میں یقین دلاتا ہوں کہ تا زندگی آپ کا وفاشعار اور باجگذار رہوں گا۔"

شاہ بلغاریہ اگرچہ اس بات کا مستحق نہیں تھا کہ اُسے معاف کیا جائے لیکن سلطان مراد نے اس کی عاجزی اور لجاجت سے متاثر ہوکر اُسے معاف کردیا۔ شاہ بلغاریہ نے اس کے عوض میں اپنی سلطنت کا پورا جنوبی حصہ ترکوں کو دے دیا اور اس طرح بلغاریہ کے ایک بڑے حصہ پہ مسلمانوں کا قبضہ ہوگیا۔

شاہ بلغاریہ کے دوبارہ اطاعت قبول کرلینے کے باوجود بھی عیسائیوں کی یہ جنگ بدستور جاری رہی۔ ابھی یہ جنگ جاری ہی تھی کہ سرویا کا ایک عیسائی امیر ترکوں کے لشکر کی طرف گھوڑا دوڑاتا ہوا آیا اور اس نے کہا کہ میں سرویا کے بادشاہ کے خلاف بغاوت کا اعلان کرچکا ہوں اس لئے میں چاہتا ہوں کہ مجھے سلطان کی خدمت میں پیش کردیا جائے۔ کیونکہ مجھے عیسائی لشکر کے کچھ راز سلطان کو بتانے ہیں۔ چنانچہ اُسے سلطان مراد کی خدمت میں پیش کردیا گیا یہ عیار امیر بڑے ادب سے سلطان کی قدم بوسی کے لئے جھکا۔ لیکن اٹھتے وقت اس نے سلطان مراد پہ خنجر سے ایسا شدید حملہ کیا کہ سلطان اس حملے سے جانبر نہ ہوسکا۔

عیسائیوں نے یہ عیارانہ حملہ اس لئے کیا تھا کہ انہیں یقین تھا کہ سلطان مراد کی شہادت کے بعد انہیں اس صبر آزما جنگ سے نجات مل جائے گی۔ لیکن اس بزدلانہ حملہ نے ترکوں میں غیر معمولی انتقام کا جوش پیدا کردیا جس کا نتیجہ یہ نکلا کہ ترکوں نے نہ صرف سرویا اور بوسینا کو پامال کرکے رکھ دیا بلکہ بلغاریہ کے شمالی حصہ پہ بھی یورش شروع کردی۔ شاہ بلغاریہ میں اب اتنی طاقت کہاں تھی کہ وہ زیادہ دیر تک ترکوں کے مقابلہ پر ٹھہر سکتا۔ چنانچہ وہ لڑتا ہوا مارا گیا۔ اور اس طرح پورے بلغاریہ پر ترکوں کا قبضہ ہوگیا۔ اور اس کے بعد زمانہ دراز تک بلغاریہ پہ اسلامی پرچم لہراتا رہا۔

(باقی مضمون صـ۲۹ پر)



تاریخ ہند

مسلم دورِ حکومت میں غیر مسلم

شہنشاہ اورنگزیب نے غیر مسلم اداروں کو جاگیریں عطا کی ہیں

(نامور مفکر ایم۔این رائے کے قلم سے)

ہندوستان کی اکثریت کو مسلمانانِ ہند کے خلاف مشتعل کرنے کی غرض سے فرقہ پرستوں کی جانب سے برابر یہ الزام لگایا جاتا رہا ہے کہ شاہان ہند نے اپنے دورِ اقتدار میں اس کے سوا اور کچھ نہیں کیا کہ وہ مذہبی تعصب سے کام لیتے رہے ہیں۔ اور غیر مسلموں کی گردنیں کاٹتے رہے ہیں۔ لیکن ہندوستان کے نامور مفکر مسٹر۔ایم۔این رائے کی تحقیق یہ ہے کہ شاہان ہند نے اس ملک پر ایسی رواداری کے ساتھ حکومت کی ہے جسکی مثال تاریخ عالم میں مفقود ہے چنانچہ ہم ذیل میں مسٹر ایم۔این رائے کے ایک انگریزی مقالہ کا خلاصہ ذیل میں پیش کر رہے ہیں۔ جو بلاشبہ فرقہ پرستوں کے شاہان ہند پر بے بنیاد الزامات کا نہایت ہی دندان شکن جواب ہے۔

ہندوستان میں مسلم اقتدار کی تاریخ کا مطالعہ کرنے کے بعد ہم اس نتیجہ پر پہنچے ہیں کہ اپنے اقتدار کے زمانہ میں یہاں کے مسلم حکمران آپس میں تو ضرور جنگ کرتے رہے ہیں۔ لیکن اُن کی تاریخ کا یہ ایک نہایت ہی روشن پہلو ہے کہ وہ تقریباً ہر دور میں غیر مسلموں کے ساتھ حسن سلوک سے کام لیتے رہے ہیں۔ اور انھوں نے اپنے دور اقتدار میں کبھی بھی مذہبی تعصب کا مظاہرہ نہیں کیا۔

یہ بات فراموش نہیں کرنی چاہئے کہ اپنے مخالفوں اور غیر مسلموں کے ساتھ مسلمانوں کا حسنِ سلوک اور اُن کی رواداری کسی ایک ملک یا کسی مخصوص قوم کے ساتھ محدود نہیں ہے۔ بلکہ مغرب سے لیکر مشرق تک سب ہی مسلم حکومتوں کی یہ اسٹیٹ پالیسی رہی ہے کہ ہمیشہ انھوں نے غیر مسلموں کے ساتھ بڑی ہی وسیع نظری کا ثبوت دیا ہے۔ یہی عراق میں ہوا ہے۔ یہی شام میں ہوا ہے اور یہی ایران میں ہوا ہے۔ اور یہی ہندوستان میں بھی ہوا ہے۔ مسلمان دنیا کے جس حصہ میں بھی فاتح کی حیثیت سے گئے ہیں انھوں نے مفتوحین کے ساتھ بڑا ہی رواداری کا ثبوت دیا ہے۔

ہندوستان میں فاتح اور حکمراں کی حیثیت سے مسلمان ساتویں صدی عیسوی کے آغاز میں محمد بن قاسم کی رہنمائی میں آئے تھے۔ اور اسلام کے اِس بہادر فرزند نے سندھ کے اُن لوگوں کو شکست دینے کے بعد فتح کیا تھا جو برسوں سے مسلمانوں کے دشمنوں کی امداد کر رہے تھے۔ اور جنھیں بجا طور پر اس بات کا اندیشہ ہو سکتا تھا کہ سندھ کی فتح کے بعد مسلمان اُن کے ساتھ برا برتاؤ کریں گے۔ لیکن جب مسلمانوں نے سندھ کو فتح کرنا شروع کیا تو سندھ کے غیر مسلم یہ دیکھ کر حیران رہ گئے کہ اُنھوں نے نہ صرف عام معافی کا اعلان کر دیا بلکہ مفتوحہ علاقوں کی حکومت بھی ہندوؤں ہی کے سپرد کر دی۔ انہیں کامل مذہبی آزادی دیدی۔ اور مسلمانوں ہی کو سندھ کے غیر مسلموں کی حفاظت کا ذمہ دار قرار دیدیا۔

فاتح سندھ محمد بن قاسم کی رواداری کا یہ عالم تھا کہ وہ غیر مسلموں کا سب سے بڑا محافظ بن گیا تھا۔ چنانچہ تاریخ میں چند ایسے واقعات بھی موجود ہیں جن سے معلوم ہوتا ہے کہ لڑائی کے دوران ہی محمد بن قاسم

نے مسلمانوں کے خلاف لڑنے والے مخالفوں کے بڑے بڑے گروہوں کی گرفتاری کے بعد انہیں سزا دینے کی بجائے معاف کر دیا تھا اور ایک علاقہ کے حاکم کو جو ہندو جاٹ تھا اسلامی فوج کے ایک حصہ کا سپہ سالار بھی مقرر کر دیا تھا۔ اور مسلمانوں کے اسی حسن سلوک سے متاثر ہو کر یہ حاکم اور اس کے ہزاروں ساتھی مسلمان ہو گئے تھے۔

سندھ میں مسلمانوں کی حکومت کے قیام کے بعد آئندہ چھ سو سال تک اگرچہ مسلمان ہندوستان کے مختلف حصوں میں حکمران رہے تھے لیکن اس طویل مدت میں تقریباً سب ہی حکمران خاندان جنہیں یہ خاندان غلامان شاہان خلجی۔ شاہان تغلق اور شاہان لودھی خاص طور پر قابل ذکر ہیں۔ ان سب ہی ہندوستان کے مسلم حکمرانوں کی اسٹیٹ پالیسی رواداری پر مبنی رہی ہے۔ اور اس کے بعد جب مغلوں کا دور شروع ہوا تو اُن کی بے تعصبی اور رواداری تو ہندوستان کی پوری تاریخ میں بے مثال ہے۔

سلطنت مغلیہ کا بانی بابر وسط ایشیا سے ہندوستان آیا تھا۔ اُس زمانہ میں وسط ایشیا مسلمانوں کا مرکز تھا اور ہندوستان آنے سے پہلے بابر کو ہندوؤں سے تعلقات پیدا کرنے کا کبھی موقعہ بھی نہیں ملا تھا لیکن ہندوستان آنے کے بعد بابر نے ہندوؤں کے ساتھ نہ صرف خود ہی مساوات۔ رواداری۔ اور فراخ دلی کا برتاؤ کیا بلکہ اپنی اولاد کے لئے ایک ایسا ہدایت نامہ بھی مرتب کر دیا جس میں ہندوؤں کے ساتھ حسن سلوک روا رکھنے پر بے حد زور دیا گیا تھا۔ اور اُن کی مذہبی اور سماجی آزادی کو برقرار رکھنے کی تاکید کی گئی تھی۔ اور کسی چھوٹے سے چھوٹے معاملہ میں بھی اُن کی دل آزاری سے منع کیا گیا تھا۔ اور بابر کی اسی حکمت عملی کا یہ نتیجہ تھا کہ اُس کے جانشین مغل سلاطین میں سے بعض اپنی فراخ دلی میں جائز حد سے بھی آگے نکل گئے تھے۔

ہندوستان کے مغل بادشاہوں میں اورنگزیب کے خلاف سخت اعتراضات کئے جاتے ہیں۔ اور اُسے ہندوؤں اور سکھوں کا دشمن بتایا جاتا ہے۔ لیکن اورنگزیب کے زمانہ کے تمام حالات پر اگر غور کیا جائے تو یہ سمجھ لینا مشکل نہ ہوگا کہ اورنگزیب کو جب بھی ہندوؤں یا سکھوں کے خلاف کوئی قدم اٹھانا پڑا ہے اُس کے اسباب مذہبی نہیں بلکہ سیاسی تھے۔ ورنہ جہاں تک غیر مسلموں کے ساتھ اورنگزیب کے سلوک کا تعلق ہے اِس معاملہ میں اُسے کسی مغل بادشاہ کے مقابلے میں دوسرے درجہ پر نہیں رکھا جا سکتا۔ کیونکہ وہ دوسرے مغل بادشاہوں کی طرح غیر مسلموں کے لئے نہایت ہی وسیع نظر تھا

دہرہ دون مغربی یوپی کا ایک پہاڑی علاقہ ہے اور وہاں شری گرو رام رائے کے نام سے ایک سکھ بزرگ کی سمادھی بنی ہوئی ہے۔ اِس سمادھی پر ہر سال ایک بہت بڑا میلہ لگتا ہے۔ اور ہندوستان کے ہر حصہ سے سکھ کثرت سے اس میلہ میں شرکت کی غرض سے وہاں جاتے ہیں اورنگزیب نے یہ تمام علاقہ سکھوں کو جاگیر کے طور پر دیا تھا۔ یہ جاگیر اب تک موجود ہے اور سمادھی کی عمارت پر جو کتبے لگے ہوئے ہیں وہ اِس بات کا کھلا ثبوت ہے کہ یہ عظیم الشان عمارت اورنگزیب کے عہد میں اُس کے حکم سے سکھوں کے لئے بنائی گئی تھی اِس قسم کے اورنگزیب کے بارے میں بہت سے واقعات موجود ہیں مگر صرف اِس ایک ہی واقعہ سے اِس بات کا اندازہ کیا جا سکتا ہے کہ اورنگزیب کے خلاف تعصب اور مذہبی تنگ دلی کے جو الزامات عائد کئے جاتے ہیں وہ غلط اور بے بنیاد ہیں۔

غیر مسلموں کے ساتھ مسلم حکمرانوں کی بے تعصبی کچھ زمانہ قدیم ہی تک محدود نہیں تھی۔ بلکہ دنیا کے جن ملکوں میں آج بھی مسلمانوں کی حکومتیں قائم ہیں وہاں غیر مسلموں کے ساتھ کامل مساوات اور رواداری کا برتاؤ کیا جاتا ہے مثلاً ترکی میں عیسائیوں کی ایک بڑی تعداد ہمیشہ موجود رہی ہے۔ اور یہ لوگ مغربی حکومتوں کے ساتھ مل کر ہمیشہ ترکوں کے خلاف تباہ کن سازشیں کرتے رہے ہیں۔ اِس کے باوجود ترکوں نے عیسائیوں کے ساتھ کبھی برا سلوک نہیں کیا اور انہیں ہمیشہ مسلمانوں کی طرح پورے شہری حقوق حاصل رہے ہیں

اسی طرح مصر میں شروع ہی سے قبطی عیسائیوں کی ایک بڑی تعداد آباد رہی ہے۔ اور یہ ملک کم و بیش چودہ سو سال سے برابر مسلمانوں کے قبضہ میں چلا آ رہا ہے۔ اِس کے باوجود کسی زمانہ میں بھی مصر کے عیسائیوں کو وہاں کے مسلمانوں سے کوئی شکایت پیدا نہیں ہوئی اور مصر کے عیسائیوں اور مسلمانوں کے درمیان کوئی معمولی سا فرق کبھی محسوس نہیں کیا گیا۔ (باقی مضمون صفحہ ۲۹ پر)

اسلام اور غیر مسلم



غیر مسلموں کیلئے اسلام میں کشش

ایک نومسلم انگریز خاتون کے احساسات

(مسز میری اولیبو کے ایک مقالہ سے ماخوذ)

"مسز میری اولیبو" انگلستان کی ایک تعلیم یافتہ خاتون ہیں یہ زمانہ دراز تک اسلامی تعلیمات کا مطالعہ کرنے کے بعد حلقہ بگوش اسلام ہو چکی ہیں۔ اور اب ان کا اسلامی نام "مسز مریم اولیبو" ہے ذیل کا مقالہ اِن ہی نومسلم خاتون کے ایک طویل انگریزی مضمون سے ماخوذ ہے۔ امید ہے کہ یہ مقالہ ہمارے ناظرین کے حلقہ میں دلچسپی سے پڑھا جائے گا۔

سالہا سال تک دنیا کے مختلف مذاہب کا گہری نظر سے مطالعہ کرنے کے بعد میں اِس نتیجہ پر پہنچی ہوں کہ دنیا میں صرف اسلام ہی ایک ایسا مذہب ہے جس نے کہ اسلام کے ماننے والوں اور نہ ماننے والوں دونوں ہی کو یکساں طور پر متاثر کیا ہے۔ اسلام کی بڑی خوبی یہ ہے کہ یہ انسانی قلب کو اپنی طرف کھینچتا ہے۔ اور اسی لئے اِس مذہب میں غیر مسلموں کے لئے بھی غیر معمولی کشش موجود ہے

مجھے بنیادی طور پر اسلام کی جن باتوں نے متاثر کیا اُن میں سے پہلی بات اِس مذہب کی مساوات اور پوری نوع انسانی کے ساتھ رواداری ہے۔ اور اسلام کی جس دوسری بات کا میں نے اثر لیا وہ اُسکی تعلیمات کی سادگی اور اِن تعلیمات کے زیر اثر مسلمانوں کی سادگی اور حق پسندی ہے اِس کے علاوہ اسلام کی ایک بڑی خوبی یہ بھی ہے کہ اسلام عیسائیت کی طرح کسی انسان کو بھی پیدائشی طور پر گنہگار قرار نہیں دیتا اور سب سے بڑھ کر یہ کہ اسلام ایک امن پسند مذہب ہے۔ وہ صرف مسلمانوں ہی کے درمیان امن برقرار نہیں رکھنا چاہتا بلکہ پوری دنیا کے امن کو بحال اور برقرار رکھنے کی ذمہ داری بھی مسلمانوں ہی پر عائد کرتا ہے۔

میرے لئے یہ تصور ہمیشہ ہی فکر اور پریشانی کا موجب بنا رہتا تھا کہ مائیں ہر قسم کی مصیبتیں برداشت کر کے جن بچوں کو جنم دیتی ہیں اور جنکی پرورش کرتی ہیں اُن میں سے کوئی ایک بھی مسیحی عقیدہ کے مطابق گناہوں سے پاک نہیں ہوتا اور اِس طرح دنیا میں آنے والا ہر فرد ماں کے پیٹ ہی سے گنہگار پیدا ہوتا ہے اور گنہگار ہی مرتا ہے اور اُس کی نجات کا دار و مدار محض اُن پادریوں کے رحم و کرم پر ہوتا ہے جن میں سے بہت سوں کی معصومیت بجائے خود مشکوک ہوتی ہے میرا ضمیر ان باتوں کو قبول نہیں کرتا تھا۔ مگر ایک عیسائی ہونے کی حیثیت سے میں ان باتوں کو ماننے پر مجبور تھی پھر بھی اِس گورکھ دھندے سے نکلنا چاہتی تھی اور اِس لئے میں نے دنیا کے دوسرے عظیم مذاہب کا مطالعہ کرنا شروع کر دیا تھا۔

میں نے ہندو مت اور بودھ دھرم کے مطالعے کے دوران اِس بات کو محسوس کیا کہ اِن دونوں مذہبوں نے بھی انسان کے بار بار پیدا ہوتے رہنے اور مختلف جون بدلنے کا جو دعویٰ کیا ہے وہ انسان کے پیدائشی گناہگار ہونے ہی کے عقیدہ پر مبنی ہے۔ کیونکہ ہندو اور بودھ عقیدہ کے مطابق بار بار پیدا ہونے اور نئے نئے جون بدلنے کا سلسلہ اُس وقت تک جاری رہتا ہے جب تک کہ انسان گناہوں کی آلائشوں سے پاک نہیں ہو جاتا اس لئے یہ مذہب اس معاملہ میں میرے شکوک کو دور نہیں کر سکے۔ اس کے برخلاف اسلام دنیا کا ایک ایسا مذہب ہے جو نہ صرف انسان کے

پیدائشی طور پر بے گناہ ہونے کا یقین دلاتا ہے بلکہ اُس نے نیک اعمال کے ذریعہ انسانی زندگی کو گناہوں سے پاک کرنے کا عملی طریقہ بھی بتایا ہے۔ اِس کے علاوہ نجات آخروی کی خوشخبری بھی اِس مذہب میں موجود ہے۔

میں نے اسلام کے اِس عقیدہ کو دنیاوی زندگی کے معیار پر جانچا تو میں اِس نتیجہ پر پہنچی کہ اس عقیدہ کا ماننے والا کبھی آخرت سے مایوس نہیں ہو سکتا اور وہ عاقبت کو بہتر بنانے کے لئے اپنی زندگی کو نیکیوں کا مجموعہ بنانے کی کوشش میں مصروف رہتا ہے اور اُس کی یہ کوشش سماج کو برائیوں سے پاک کرنے میں بے حد مددگار ثابت ہوتی ہے۔ اور اس احساس نے مجھے اسلام کے مزید مطالعہ کی طرف مائل کیا۔ اور جوں جوں میں نے اسلام کا مطالعہ کیا میرا ضمیر مطمئن ہوتا چلا گیا یہاں تک کہ میں نے اپنا آبائی مذہب ترک کر کے اسلام قبول کر لیا۔

اسلام کے مطالعہ کے دوران اس مذہب کی جانب میری کشش کی ایک بڑی وجہ یہ بات بھی تھی کہ ہندو مت اور عیسائیت کی طرح اسلام اپنی تعلیمات کو کسی خاص گروہ تک مخصوص نہیں رکھتا یعنی اسلام میں پنڈتوں اور پادریوں جیسے گروہ کی بالادستی موجود نہیں ہے۔ بلکہ اُس کی تعلیمات چھوٹوں اور بڑوں سب کے لئے عام ہیں۔ پھر وہ اتنی سادہ۔ عام فہم اور قرین عقل ہیں کہ اُنہیں ہر شخص آسانی سے سمجھ سکتا ہے۔ اِس کے علاوہ اسلام نے سب سے زیادہ زور اس بات پر دیا ہے کہ انسان کو مذہب کے معاملہ میں فکر اور تدبر سے کام لینا چاہیئے۔ اور میں نے اسلام کی اس ہدایت سے جو نتیجہ اخذ کیا ہے وہ یہ ہے کہ اسلام چونکہ صداقت پر مبنی ہے اِس لئے وہ ہر شخص کو اپنے عقائد اور تعلیمات کو جانچنے اور پرکھنے کی دعوت دیتا ہے۔

پھر اسلام کی وسیع نظری کا دائرہ اس درجہ وسیع ہے کہ جو لوگ اس مذہب کے منکر ہیں وہ اُن کے خلاف بھی کسی قسم کی انتقامی کارروائی کرنے کی اجازت نہیں دیتا۔ وہ اُنہیں بھی انسانی برادری کا ایک رکن قرار دیتا ہے۔ اور اسلام کے منکروں کے لئے بھی۔ تمام تر سماجی اور شہری حقوق کا زبردست حامی ہے۔ اور اُن کے اُن عقائد اور رسموں کے احترام کی مسلمانوں کو ہدایت کرتا ہے جنھیں مسلمان بنیادی طور پر غلط سمجھتے ہیں۔ رواداری، وسیع نظر اور امن پسندی کی یہ ایک ایسی عجیب مثال ہے جو خود عیسائیوں کی تاریخ میں بھی نہیں ملتی۔ حالانکہ عیسائیت کو رواداری اور عفو و درگذر کا مذہب کہا جاتا ہے۔ اور عیسائیت کے ماننے والوں کو یہ تعلیم دی جاتی ہے کہ اگر کوئی شخص تمہارے ایک رخسار پر تھپڑ مارے تو اُسے سخت جواب دینے کی بجائے تمہیں اپنا دوسرا رخسار بھی تھپڑ کھانے کے لئے اُس کے سامنے پیش کر دینا چاہیئے اسلام نے اِس قسم کی ناقابل عمل تعلیم کبھی نہیں دی بلکہ اُس نے انسانی خودداری اور وقار کو برقرار رکھتے ہوئے رواداری اور امن پسندی کا جو اعلیٰ معیار قائم کیا ہے وہ آپ ہی اپنی مثال ہے۔

اسلام کی تعلیمات کو دو حصوں میں تقسیم کیا جا سکتا ہے۔ پہلے حصہ میں تو وہ تعلیمات آتی ہیں۔ جن کا تعلق عقائد اور عبادات کے ساتھ ہے۔ اور دوسرا حصہ معاملات اور اخلاق سے تعلق رکھتا ہے۔ اسلامی نقطۂ نظر سے انسان کے لئے صرف عقائد اور عبادات ہی کافی نہیں ہیں بلکہ عبادات ہی کی طرح خوش معاملگی اور پاکیزہ اخلاق پر اِس مذہب نے زیادہ زور دیا ہے۔

اسلام کی عقائد سے تعلق رکھنے والی تعلیمات میں کوئی پیچیدگی نہیں ہے وہ خدا تعالیٰ کی وحدانیت اور آنحضرت کی رسالت پر یقین رکھنے کی دعوت دیتا ہے اسلام کا عقیدہ توحید بہت بڑی اہمیت رکھتا ہے۔ اِس عقیدہ کو قبول کرنے والا دوسری تمام دنیاوی قوتوں سے بے خوف اور آزاد ہو جاتا ہے۔ اور آنحضرت کی رسالت کا اقرار آپکی سنت پر عمل کرنا اور آپ کے اعلیٰ کردار کی تقلید کرنا ہے۔ جس سے کہ انسان کندن بن سکتا ہے۔

پھر اسلام کی خوش معاملگی کی ہدایت اور اعلیٰ اخلاق اختیار کرنے کی ترغیب بھی بہت بڑی چیز ہے۔ کیونکہ ان دو صفات کی عدم موجودگی میں کوئی انسان بھی دنیا میں ترقی نہیں کر سکتا۔ مختصر یہ کہ میں نے اسلام میں اتنی خوبیاں پائی ہیں جو کسی مذہب میں بھی موجود نہیں ہیں۔ اسلام ہی وہ واحد مذہب ہے جو ایک طرف عاقبت کی خوشخبری دیتا ہے تو دوسری طرف قدم قدم پر انسانی زندگی میں اُسکی رہنمائی کرتا ہے۔ میرے نزدیک جہاں اسلام ایک مکمل ترین مذہب ہے وہاں ایک مکمل دستور حیات بھی ہے۔

جب بلغاریہ پر اسلامی پرچم لہرایا گیا

(باقی مضمون صفحہ ۲۲ سے)

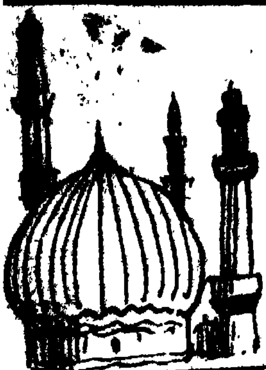
سلطان مراد اول جس کے عہد حکومت میں بلغاریہ کا معرکہ پیش آیا تھا اپنے دور کا بہترین سپہ سالار تھا یہ مسلسل تیس سال تک میدان کارزار میں عیسائیوں سے شمشیر زنی کرتا رہا۔ اسی شیر دل سلطان کے عہد میں۔ بلغاریہ، سردیہ اور بوسنیا سلطنت عثمانیہ میں شامل ہوئے اور اسی کی شمشیر خارا شگاف کی بدولت تھریس اور مقدونیہ پر اسلامی پرچم لہرایا گیا۔

مسلم دور حکومت میں غیر مسلم

(باقی صفحہ ۲۶ سے)

واقعہ یہ ہے کہ تاریخ کے کسی دور میں بھی ہندوستان کا تو ذکر ہی کیا ہے دنیا کے کسی حصہ میں بھی مسلمانوں نے کبھی غیر مسلموں کے ساتھ تعصب کا برتاؤ نہیں کیا کیونکہ ایسا کرنا سراسر اسلام

کی تعلیم اور ہدایت کے خلاف ہے۔ دنیا میں اکثریت اور اقلیت کے تصادم کا مسئلہ بہت پرانا ہے۔ اور آج بھی کوئی قوم اس وقت تک ترقی نہیں کر سکتی جب تک کہ وہ اس مسئلہ کو حل نہ کرلے۔ اسلام آج سے چودہ سو برس قبل اس پیچیدہ مسئلہ کو حل کر چکا ہے۔ اس لئے ضرورت اس کی ہے کہ ہمیں بھی اس مسئلہ کو حل کرنے کے لئے اسلام کے طریقہ کار سے سبق حاصل کرنا چاہیئے



صحابہ کرام کی سپاہیانہ زندگی

مسلمانوں میں حوصلہ انہی بزرگوں کی بدولت پیدا ہوا

(از شوکت علی فہمی)

صحابہ کرام نے جہاں زندگی کے دوسرے شعبوں میں مسلمانوں کی رہنمائی کی ہے۔ وہاں سپاہیانہ زندگی اختیار کر کے مسلمانوں کو بتایا ہے کہ ایک زندہ قوم کے لئے یہ بھی ضروری ہے کہ وہ دنیا میں ایک مشقت پسند سپاہی کی طرح زندگی بسر کرے چنانچہ صحابہ کرام کی اسی تعلیم و تربیت کا نتیجہ تھا کہ مسلمان نصف صدی کے اندر ہی دنیا کے بیشتر حصے کے حکمراں بن گئے تھے۔ چنانچہ ہم ذیل میں بعض مقتدر صحابہ کرام کی مثالی زندگی پر ہلکی سی روشنی ڈال رہے ہیں۔

صحابہ کرام کی زندگی کو جس پہلو سے بھی دیکھا جائے وہ نہ صرف مسلمانوں کے لئے بلکہ پوری نوعِ انسانی کے لئے مشعل ہدایت نظر آتی ہے۔ صحابہ کرام جو رسول محترم کے تربیت یافتہ تھے انھوں نے اس راز کو سمجھ لیا تھا کہ دنیا میں صرف وہی قوم وقار کے ساتھ زندہ رہ سکتی ہے۔ جو انتہا درجہ کی مشقت پسند ہو۔ اور اُس کی زندگی سپاہیانہ ہو چنانچہ صحابہ کرام کے حالات زندگی سے پتہ چلتا ہے کہ جہاں وہ بہت بڑے عبادت گزار تھے وہاں سپاہیانہ زندگی اُن کا شعار تھا۔ وہ رزم اور بزم میں ہمیشہ سپاہی بنے رہتے تھے۔ اُنھوں نے مردانہ وار دنیا کی مشکلات کا مقابلہ کیا ہے۔ اور اس مشکل پسندی نے ان بزرگوں کو کندن بنا دیا تھا۔ نہ غریبی ان کے حوصلوں کو پست کر سکتی ہے۔ اور نہ تمول اور خوشحالی انہیں عیش پسندی میں مبتلا کر سکتی ہے۔ وہ ہر حال میں ایک شاندار سپاہیانہ زندگی گزارتے تھے۔

حضرت زبیر بن العوام رضی اللہ عنہ کا صحابہ میں درجہ بہت بلند تھا۔ یہ بہت ہی خوشحال گھرانے سے تعلق رکھتے تھے۔ لیکن اپنے سب کام ایک سپاہی کی طرح خود کرتے تھے۔ سخت دھوپ اور تپش کے عالم میں بھی یہ اپنے کھیتوں کی نگہبانی خود کیا کرتے تھے۔ ان کے پاس اگرچہ تقریباً ایک ہزار غلام تھے۔ لیکن غلاموں سے بڑھ کر خود کام کرتے تھے۔ کسی بڑی سے بڑی مشقت سے بھی پہلو تہی نہیں کرتے تھے۔ اور بے حد دولتمند ہونے کے باوجود نہایت سادہ زندگی بسر کرتے تھے سادہ لباس پہنتے تھے۔ اور عام لوگوں کی طرح نہایت سادہ غذا کھاتے تھے۔

بچپن ہی سے سپہ گری سے بے حد دلچسپی تھی۔ اسی لئے غیر معمولی سپاہیانہ قابلیت کے حامل تھے۔ رسول مقبول صلی اللہ علیہ وسلم کے ہمراہ انھوں نے تقریباً سب ہی لڑائیوں میں حصہ لیا ہے۔ اور میدان کارزار میں اِن کی جرأت اور بہادری کا یہ عالم تھا کہ کسی بڑے سے بڑے جنگجو اور سپہ سالار کو نظر میں نہیں لاتے تھے

حضرت زبیر رضی اللہ عنہ اسقدر جری تھے کہ خطرات کی مطلق پروا نہیں کرتے تھے۔ چنانچہ جس زمانہ میں کہ مسلمانوں نے اسکندریہ کا محاصرہ کر رکھا تھا تو حضرت زبیر رضی اللہ عنہ بھی اس جنگ میں شامل تھے جب محاصرہ نے طول کھینچا تو آپ نے یہ طے کیا کہ سیڑھیاں لگا کر اسکندریہ کے قلعہ میں اترا جائے۔ آپ کے ساتھیوں نے کہا کہ ایسا کرنے میں شدید خطرہ ہے۔ تو آپ نے جواب دیا کہ انسان کی ہمت تمام خطرات پر غالب آجاتی ہے چنانچہ سیڑھی لگا کر بے دھڑک قلعہ میں اتر گئے۔ اب دوسرے مسلمانوں کی بھی ہمت بڑھی اور سیکڑوں مسلمان قلعہ میں کود پڑے اور اس طرح جانبازی کی بازی لگا کر آپ نے مٹھی بھر مسلمانوں کے ذریعہ قلعہ فتح کر لیا اور

ایک اسکندریہ کے معرکہ ہی پر کیا موقوف ہے آپ جس جنگ میں بھی شریک ہوئے ایسی جرأت اور بہادری دکھائی کہ دنیا حیران رہ گئی۔

حضرت زبیر بن العوام رضؓ میں ایک خوبی یہ بھی تھی کہ وہ اپنے مال کو راہ خدا میں صرف کرنے کے معاملہ میں بے مدحری واقع ہوئے تھے۔ آپ کی آمدنی اگرچہ ہزاروں روپیہ ماہانہ تھی۔ لیکن یہ پوری آمدنی آپ غریبوں میں تقسیم کر دیتے تھے۔ حضرت زبیرؓ کے تمول کا اندازہ اس سے لگایا جا سکتا ہے کہ اُن کے مال کا تخمینہ پانچ کروڑ دو لاکھ درہم کیا گیا تھا مگر اس قدر دولتمندی کے باوجود بائیس لاکھ کے مقروض تھے۔ اس لئے کہ جو بھی آپ کے دروازہ پر آتا تھا خالی ہاتھ نہیں جاتا تھا۔

حضرت طلحہ رضؓ بھی بہت بڑے صحابی تھے۔ یہ بھی غیر معمولی دولت اور ثروت کے مالک تھے۔ یہ ملک عرب کے بہت بڑے تاجر تھے۔ جنکی آمدنی کا اوسط ایک ہزار دینار روزانہ بتایا جاتا ہے۔ لیکن اتنی بڑی آمدنی کے باوجود سپاہیانہ اور نہایت ہی سادہ زندگی بسر کرتے تھے۔ ان کے پاس بھی سینکڑوں غلام تھے۔ لیکن اپنا سارا کام خود کرتے تھے۔ یہاں تک کہ بازار سے سودا سلف بھی خود ہی لے آتے تھے علاقہ خیبر میں بہت بڑی جاگیر تھی۔ اس کی نگرانی خود کرتے تھے۔ سخت گرمی کے زمانہ میں بھی میلوں سفر کرتے تھے۔ کسی معمولی سے معمولی کام میں بھی عار محسوس نہیں کرتے تھے۔

سپاہیانہ شجاعت فطرت میں داخل تھی۔ اسی لئے آپ رسول مقبول صلعم کے ساتھ تقریباً تمام غزوات میں شریک رہے ہیں۔ اپنے زمانہ کے بہت بڑے ماہرِ جنگ تھے۔ فوجوں کی قیادت میں انہیں کمال حاصل تھا۔ اور ایسی بہادری سے لڑتے تھے کہ دشمن کے چھکے چھڑا دیتے تھے۔ آپ ایک لائق سپہ سالار ہی نہیں تھے بلکہ سپاہی گر بھی تھے۔ چنانچہ آپ نے سینکڑوں غلاموں کو فوجی تربیت دی تھی جو اکثر معرکوں میں آپ کے دوش بدوش لڑے ہیں اور انھوں نے اسلام کے لئے بڑے بڑے کارنامے انجام دئے ہیں۔

ان کی دولت بھی مخلوق خدا کے لئے وقف تھی۔ مورخوں نے لکھا ہے کہ حضرت طلحہ رضؓ سخاوت کے بادشاہ تھے فقرا اور مساکین کے لئے ان کا دروازہ ہمیشہ کھلا رہتا تھا۔ ایک غزوہ کے موقع پر پانی کا ایک چشمہ پسند آگیا تو اسے خرید کر مسلمانوں کے لئے وقف کر دیا۔

ایک دفعہ حضرت عثمانؓ کے ہاتھ اپنی ایک جائیداد سات لاکھ درہم میں فروخت کی تو ساری رقم راہ خدا میں صرف کر دی۔

آپ کی بیوی سعدی بنت عوفؓ کا بیان ہے کہ ایک دفعہ میں نے اُنہیں غمگین دیکھا تو پوچھا کہ آپ اس قدر پریشان کیوں ہیں۔ مجھ سے کوئی خطا تو سرزد نہیں ہوگئی بولے نہیں تم تو نہایت اچھی بیوی ہو۔ تمہاری کوئی بات نہیں ہے۔ اصل واقعہ یہ ہے کہ میرے پاس ایک بہت بڑی رقم جمع ہوگئی ہے میں اس فکر میں ہوں کہ اس کا کیا کروں کیونکہ میں دولت جمع نہیں کرنا چاہتا بیوی نے مشورہ دیا کہ اسے تقسیم کر دیجئے۔ انھوں نے اسی وقت لونڈی کو بلایا اور چار لاکھ کی رقم اپنی قوم میں تقسیم کر دی غرضکہ آپ جہاں صف اول کے سپاہی تھے وہاں بہت بڑے فیاض بھی تھے

حضرت عبدالرحمٰن بن عوف بھی بڑے پائے کے صحابی تھے۔ ان کی زندگی اول سے لے کر آخیر تک سپاہیانہ رنگ میں رنگی ہوئی تھی۔ انھوں نے اسلام کی خاطر بڑی سے بڑی تکلیفیں برداشت کی ہیں۔ بہت بڑی ہمت اور جرأت کے مالک تھے۔ جو بھی مصیبت آتی تھی اُسے خندہ پیشانی سے برداشت کر لیتے تھے۔ فن سپہ گری میں اپنا ثانی نہیں رکھتے تھے۔ رسول مقبول صلعم کے ساتھ متعدد لڑائیوں میں بڑی ہی پامردی اور جرأت کا ثبوت دیا ہے۔

مکہ سے مدینہ ہجرت کرنے کے بعد آپ نے تجارت شروع کر دی تھی جس سے کہ مالا مال ہو گئے تھے۔ لیکن مال و دولت سے خوش نہیں تھے۔ ایک مرتبہ روزہ رکھنے کے بعد جب شام کو کھانا سامنے آیا تو کھانے کو دیکھ کر رو دئے اور فرمایا کہ وہ بھی کیا زمانہ تھا کہ ہم فقر و فاقہ کی زندگی بسر کرتے تھے۔ مصعب بن عمیر رضؓ شہید ہوئے تو پورا کفن بھی میسر نہ آسکا۔ حضرت حمزہ رضؓ کو بھی پورا کفن نہ مل سکا حالانکہ یہ لوگ مجھ سے بہتر تھے لیکن آج یہ دنیا ہمارے لئے کشادہ ہوگئی ہے۔ اور ہمیں اس قدر دنیاوی نعمتیں اللہ تعالیٰ نے عنایت کی ہیں کہ ڈر ہے کہیں ہم عاقبت کی نعمتوں سے محروم نہ کر دئے جائیں۔ پھر اس قدر روئے کہ داڑھی آنسوؤں سے تر ہو گئی۔

حضرت عبدالرحمٰن بن عوف رضؓ کی فیاضی اور دریا دلی کا یہ عالم تھا کہ ایک ایک دن میں پچیس تیس غلام آزاد کر دیا کرتے تھے۔ ایک دفعہ انھوں نے ایک زمین چالیس ہزار میں فروخت کی اور ساری رقم راہِ خدا میں صرف کر دی۔ راہ خدا میں اس دولت و ثروت کے باوجود یہ فکر دامن گیر رہتی تھی کہ کہیں یہ دنیا کی (باقی صفحہ [illegible])



توحید کا عقیدہ بہت بڑی طاقت ہے

اس عقیدہ نے دنیا میں ایک انقلاب برپا کر دیا ہے

(از جناب محمد عمر المانی - ایم - اے)

محمد عمر المانی پاکستان کے ایک ممتاز اہل قلم ہیں۔ اُنھوں نے ذیل کے مقالہ میں مسلمانوں کے عقیدۂ توحید کے بارے میں ایک نئے پہلو سے روشنی ڈالی ہے۔ ہمکو توقع ہے کہ یہ مضمون بے حد پسند کیا جائے گا۔

مسلمانوں کا عقیدۂ توحید بظاہر صرف خدا کی وحدانیت کا اقرار ہے۔ لیکن اس اقرار میں کتنی قوتیں پوشیدہ ہیں اُس سے شائد خود مسلمان بھی واقف نہیں۔ اس عقیدہ نے ایک طرف تو مسلمانوں میں وہ بے پناہ قوت پیدا کر دی تھی جس نے کہ دنیا کا نقشہ ہی بدل دیا اور دوسری جانب یہ عقیدہ دیگر مذاہب کے عقائد پر بھی اثر انداز ہوا ہے۔ چنانچہ اس عقیدہ نے یہودی مذہب میں نئی اصلاحات پیدا کیں۔ عیسائیت میں پروٹسٹنٹوں کا توحید پرست طبقہ پیدا کیا۔ ہندوستان میں سکھ دھرم، برہمو سماج اور دیگر توحید پرست مذاہب کو جنم دیا۔ سب سے بڑھ کر یہ کہ اس عقیدہ نے اس کے ماننے والوں کو تمام مادی طاقتوں سے نڈر بنا کر اُن میں دنیا کو زیر و زبر کر دینے کی طاقت پیدا کر دی۔ اور اس کائنات کے تمام مادی ذرائع کو انسان کا تابع بنا دیا۔ اور اس طرح اس عقیدہ نے ترقی کی نئی راہیں کھول دیں

اسلام سے پہلے بھی نوعِ انسان کی اصلاح و ہدایت کے لئے بہت سے مذاہب کا ظہور ہوتا رہا ہے۔ لیکن اسلام تمام سابقہ مذاہب کے مقابلہ میں جس سرعت اور تیزی کے ساتھ پھیلا اور مقبول ہوا اُس کی وجہ اس کے علاوہ اور کچھ نہیں کہ اس کی تعلیمات محض آخرت کے سنوارنے پر مبنی نہیں ہے بلکہ اس کے ہر حکم میں کہ اس کے بنیادی عقائد میں بھی انسان کی دنیاوی اور مادی زندگی کی بہبود کو مدِ نظر رکھا گیا ہے۔ چنانچہ عقیدۂ توحید جس پر

اسلام کی بنیاد رکھی ہوئی ہے۔ اُس کا تجزیہ کرنے سے اسلام کی وہ خصوصیات واضح ہو جاتی ہیں جنھوں نے کہ پوری دنیا میں انقلاب برپا کر دیا ہے۔

انسان کے تمام تر نظریات اُس کے بنیادی عقائد ہی کے تحت قائم ہوتے ہیں۔ اس لئے اسلام نے بنی نوع انسان کی ہدایت کی جو راہ اختیار کی ہے۔ اُس میں بنیادی عقائد ہی کے استحکام کو سب سے زیادہ اہمیت دی گئی ہے۔ اور چونکہ اسلام میں عقیدۂ توحید ایک ایسا بنیادی عقیدہ ہے جس کا تعلق دین اور دنیا دونوں کے ساتھ ہے اسی لئے اسلام کے پورے نظام میں اُسے مقدم ترین جگہ دی گئی ہے۔

اسلام کے ظہور کے وقت نوعِ انسانی ذہنی اور باہمی انتشار میں مبتلا تھی اور بے بنیاد عقائد نے اُسے ایسے مختلف گروہوں میں تقسیم کر رکھا تھا کہ ان گروہوں میں آئے دن تصادم ہوتے رہتے تھے۔ چنانچہ ایک مغربی مفکر نے اُس دور کے ماحول پر روشنی ڈالتے ہوئے لکھا ہے کہ " اسلام سے پہلے جن دوسرے مذاہب کو انسانی ہدایت کا ذریعہ سمجھا جاتا تھا اُن میں سے بعض نے تو انسان کے ذہن کے شیرازہ کو منتشر کر کے اور بہت سے خداؤں کی اطاعت کی تعلیم دے کر اُس کے غور و فکر کی قوتوں کو کمزور بنا دیا تھا۔ اور اس طرح آدمی کی عملی صلاحیتیں مفلوج ہو کر رہ گئی تھیں۔ اور بعض مذہبوں نے انسانی

گو انسانیت کے راستے سے ہٹا کر اُس کے تصورات کو نسل اور قبیلوں تک محدود کر دیا تھا۔ یہ اسلام ہی تھا جس نے کہ انسان کو روشنی دکھائی۔ اور بلا امتیاز مذہب ملت اتحاد باہمی کی تعلیم دی یہ کچھ شکر لکھتا ہے کہ وہ کمزور عقائد نے جس انسان کو جو خدا کے بعد سب سے بڑی طاقت ہے اس کا انتہا درجے کا بزدل بنا دیا تھا۔ وہ ہر اُس شے کے سامنے جھک جاتا تھا جس سے کہ اُسے کسی فائدے کی امید یا نقصان کا اندیشہ ہوتا تھا۔ وہ سمجھ میں نہ آنے والی ہر بات سے خوفزدہ رہتا تھا چنانچہ چاند، سورج، آگ، پانی، حیوانات اور جمادات کی پرستش کا پس منظر یہی ہے۔

اس بات سے کسی طرح بھی انکار نہیں کیا جا سکتا کہ خدا تعالیٰ نے یہ پوری کائنات انسان کے لئے اور اُس کے فائدے کے لئے پیدا کی ہے۔ لیکن جب انسان اس حقیقت کو نہ سمجھتے ہوئے اس کائنات کی چھوٹی چھوٹی چیزوں کی پرستش کرنے لگے تو پھر انسان اُس کائنات کی بے شمار نعمتوں سے کیونکر فائدہ اٹھا سکتا ہے۔ اسلام کے عقیدہ توحید نے یہ بتایا ہے کہ دنیا کی سب سے بڑی طاقت اور قوت صرف خدائے واحد ہے اور اس کائنات میں سب سے اونچا اور بلند درجہ انسان کو حاصل ہے۔ وہی اس کائنات کا مالک ہے۔ اُسے بے خوف ہو کر کائنات کی جملہ اشیاء سے استفادہ کرنا چاہئے یعنی ہزاروں برس سے انسان اپنی عظمت، بلندی اور بڑائی کو بھولا ہوا تھا۔ اسلام کے عقیدہ توحید نے انسان کے اندر اُس کی عظمت کا احساس پیدا کیا ہے۔

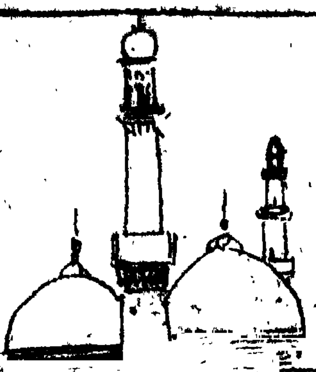
اسلام کے عقیدہ توحید کو قبول کرنے کے بعد عربوں میں سب سے نمایاں تبدیلی پیدا ہوئی تھی کہ وہ بے شمار خداؤں کی اطاعت کی زنجیروں سے آزاد ہو گئے تھے۔ اُن کے ذہن میں لامحدود وسعت پیدا ہو گئی تھی۔ اُن کے تصورات نسل اور قبیلوں کی چہار دیواری میں محدود نہیں رہے تھے۔ اور سب سے بڑھ کر یہ کہ وہ پوری نوع انسانی کو خدائے واحد کی مخلوق یقین کر کے ہر کام کو انسانی فلاح و بہبود کے نقطۂ نظر سے دیکھنے اور سوچنے لگے تھے۔

غلامی کی رسم کو ختم کرنے اور عورت کو سماج میں اُس کی شایان شان درجہ دینے کے معاملہ میں عربوں کا جو رویہ رہا ہے اس کی بنیاد سراسر اسی بات پر تھی کہ عقیدہ توحید کو قبول کرنے کے بعد اُن کے ذہن سے پستی اور بلندی کا احساس جاتا رہا۔ اور وہ رواداری، مساوات اور انصاف کا راستہ اختیار کرنے کو اپنا فرض یقین کرنے لگے تھے۔

اسلام کے عقیدہ توحید ہی نے اُس کے ماننے والوں کو یہ بتایا تھا کہ خدا تعالیٰ کی ذات واحد ہے۔ اور کل انسانی مخلوق اُس کی معنوی اولاد ہیں۔ اس لئے سب انسانوں کے ساتھ مساوات کا سلوک ہونا چاہئے۔

گویا اسلام کے عقیدہ توحید پر ایمان لانے کی بدولت ہی مسلمانوں نے انسانی مساوات کا راستہ اختیار کیا تھا۔ اور انہوں نے اسلام ہی کے الفاظ میں یہ اعلان بھی کر دیا تھا کہ " مذہب کے معاملہ میں کسی قسم کی جبر کو روا نہیں رکھا جا سکتا اور رنگ و نسل نیز مختلف مذاہب کے اختلافات کے باوجود سب ایک ہی خدا کے بندے ہیں"

اسلام کے عقیدۂ توحید نے چونکہ مسلمانوں کو مستعد بنا دیا تھا اسلئے جرأت کے ساتھ وہ آگے بڑھے اور مختصر عرصہ میں دنیا کے بیشتر حصے کے حکمران بن گئے۔ اور چونکہ وہ مساوات کے بھی حامی تھے اس لئے جس ملک میں بھی فاتح کی حیثیت سے داخل ہوئے وہاں کے باشندوں کے ساتھ مساوات کا سلوک کر کے انہوں نے انکو اپنا گرویدہ بنا لیا تھا۔ بلاشبہ اسلام کا عقیدہ توحید بہت بڑی طاقت ہے۔ اسی عقیدہ کے ذریعہ دنیا میں انقلاب عظیم برپا ہوا ہے۔



وہ زمانہ جب اہل یورپ جاہل تھے

یورپ میں علم کی روشنی مسلمانوں کی بدولت پھیلی

(از مولوی محمد حفیظ اللہ پھلواری)

اہل یورپ کو آج اپنی علمی ترقیوں پر بڑا فخر ہے لیکن ایک زمانہ ایسا بھی گزرا ہے جب اہل یورپ جاہل تھے اور یورپ میں علوم وفنون کی روشنی مسلمانوں کی بدولت پھیلی تھی۔ واقعہ یہ ہے کہ مسلمانوں نے علمی میدان میں جو کارنامے انجام دیے ہیں وہ انکی ملکی فتوحات سے بھی کہیں زیادہ اہم ہیں مولوی حفیظ اللہ صاحب نے اپنے ذیل کے مقالہ میں اسلام کے اسی پہلو پر روشنی ڈالی ہے۔

یہ ایک تاریخی حقیقت ہے کہ آج یورپ میں جو علمی سرگرمیاں دکھائی دے رہی ہیں۔ وہ مسلمانوں ہی کی بدولت ہیں۔ خود یورپین مورخ اس بات کے معترف ہیں کہ اگر اسپین کے مسلم سلاطین نے اہل یورپ کے لئے علوم وفنون کے دروازے نہ کھول دئے ہوتے تو نہ جانے یورپ کب تک جہالت کی تاریکی میں بھٹکتا رہتا تاریخ اس بات کی گواہ ہے کہ جوں جوں مسلمانوں کو دنیا میں اقتدار حاصل ہوا اس کے ساتھ ہی علوم وفنون کو بھی خوب فروغ ہوا۔ اس کی وجہ یہ ہے کہ اسلام علوم وفنون کا بے حد دلدادہ ہے۔ اس نے اپنے متبعین کو ہدایت کی ہے کہ وہ دنیا کے دور دراز خطوں میں جاکر علم حاصل کریں۔

مسلمانوں کی اس علم دوستی پر تبصرہ کرتے ہوئے۔ ایس۔ پی۔ اسکاٹ لکھتا ہے کہ "عربوں کے کبھی نہ تھکنے والے دماغوں نے علم کے ہر شعبہ کو کمال تک پہنچا دیا۔ مسلمانوں نے جس ملک کو بھی فتح کیا وہاں علوم وفنون کے دریا بہا دئے اور اس ملک کو علم کا گہوارہ بنا دیا یہ ایک حقیقت ہے کہ ارسطو۔ افلاطون اور سقراط کو اہل یورپ آج مسلمانوں ہی کے طفیل میں جانتے ہیں۔ کیونکہ مسلمانوں ہی نے یونان کے مردہ علوم کو زندہ کیا تھا۔ یونانی، فارسی، سنسکرت، سریانی، عبرانی، قبطی اور لاطینی زبانوں کی جس قدر کتابیں اس وقت مل سکیں انھوں نے ان کتابوں کو عربی زبان میں منتقل کرکے بہت بڑا کارنامہ انجام دیا ہے۔ انھوں نے نہ صرف مختلف کتابوں کے ترجمے کئے بلکہ ان کی بے شمار شرحیں بھی لکھیں۔ اور مسلمانوں کے یہ علمی کارنامے رہتی دنیا تک یادگار رہیں گے۔"

ناقابل انکار تاریخی حقائق آج بھی یوروپین علما کو اس بات کے ماننے کے لیے مجبور کر دیتے ہیں کہ علم وتہذیب کے نایاب خزانوں کے محافظ ابتدا میں صرف مسلمان ہی تھے۔ اور پورے یورپ میں اسلامی اسپین ہی ایک ایسا ملک تھا۔ جہاں علوم وفنون کے چشمے بہہ رہے تھے۔ اور اہل یورپ علوم کے ان چشموں سے فیض حاصل کرنے کے لئے دور دور سے کھنچے چلے آرہے تھے۔ اس وقت اسپین کے علاوہ پورا یورپ جہالت کی تاریکی میں ڈوبا ہوا تھا۔ جبکہ اہل یورپ کو علوم وفنون سے کوئی واسطہ نہیں تھا۔ چنانچہ بعد کو مسلم اسپین کی پھیلائی ہوئی روشنی سے یورپ کے اکثر وبیشتر حصے جگمگا اٹھے تھے جرمن مستشرق ڈاکٹر جوزف لکھتا ہے کہ "اس امر کو فراموش نہیں کرنا چاہیے کہ یہ عرب کے مسلمان ہی تھے جنھوں نے نہ صرف یورپ کو بلکہ دنیا کے مختلف ممالک میں علم کا شوق پیدا کر دیا۔ اور یہ یورپ کی عرب سلطنت اسپین ہی تھی جس نے کہ سرکاری اور غیر سرکاری سطح سے علوم وفنون کی سرپرستی کرکے پورے یورپ میں ایک نئی روشنی

اور زندگی پیدا کر دی تھی۔

اسپین سے لیکر عراق تک۔ اور عراق سے لیکر مصر تک۔ اور مصر سے ارض خراسان تک علوم و فنون کے بڑے بڑے مرکز مسلمانوں ہی نے قائم کیے تھے۔ جہاں سے علوم و فنون کی کرنیں نکل نکل کر مشرق و مغرب میں پھیل گئی تھیں۔ مسلمانوں نے سینکڑوں یونیورسٹیاں ہزاروں کالج و کتب خانے اور مدارس قائم کیے۔ مسلمانوں نے علوم و فنون سیکھے۔ نئے نئے علوم دریافت کرنے اور اُن کی نشر و اشاعت میں جوان تھک کوششیں کی ہیں اور علم و فن کے ہر شعبہ میں جیسی زبردست ترقیاں کر کے دکھائی ہیں اُن پر نہ صرف مسلمان قیامت تک ناز کریں گے بلکہ دنیا کی ہر قوم اگر اپنی آنکھوں سے تعصب کی عینک اتار کر ٹھنڈے دل سے غور کرے تو اُسے یہ اعتراف کرنا پڑے گا کہ یورپ اور مہذب دنیا کو آج جن علوم و فنون پر فخر ہے۔ اُن کے مبلغ ہمارے ہی اسلاف ہیں۔ اور یہ بھی ماننا پڑے گا کہ جس وقت سارا یورپ جہالت کی تاریکی میں غرق تھا۔ اُس وقت مسلمانوں ہی نے علم کی روشنی دکھائی تھی۔

فرانسیسی مورخ سیدیو اور دوسرے یورپین مورخین نے اِس بات کو تسلیم کیا ہے کہ جس زمانہ میں مسلمان فتح و ظفر کا پرچم لہراتے ہوئے اسپین میں داخل ہوئے تھے۔ تو پورے یورپ پر جہالت کی تاریکی چھائی ہوئی تھی۔ بداخلاقی عام تھی لیکن جب جاہلوں کی اِس سرزمین پر مسلمانوں کے مبارک قدم پہنچے تو انھوں نے اِس پس ماندہ اسپین کو علوم و فنون کا گہوارہ بنا دیا۔

اسپین کے مسلم علما نے علوم و فنون کی بڑی گراں قدر خدمات انجام دی ہیں۔ اُن کی علمی کوششوں کا اندازہ اس سے لگایا جا سکتا ہے کہ تیرھویں صدی کے آخیر تک علمائے اسلام کے تمام علمی کارنامے یورپ کی مختلف زبانوں میں منتقل ہو گئے۔ اور مسلمانوں کے ذریعہ اِس علمی سرمایہ کو حاصل کرنے کے بعد ہی یورپ میں بیداری شروع ہوئی طالیدہ وہ خاص مرکز تھا جہاں مسلم علما کی قابل قدر تصانیف کے تراجم یورپین زبانوں میں کیے جاتے تھے۔

دنیا کی تاریخ بتاتی ہے کہ دنیا کے حکمرانوں کو اور بادشاہوں کو عام طور پر علوم و فنون سے بہت ہی کم دلچسپی رہی ہے۔ لیکن جب ہم مسلم سلاطین کے حالات پر غور کرتے ہیں تو اُن میں علوم و فنون کے حصول کے لیے غیر معمولی تڑپ پاتے ہیں اور خصوصیت کے ساتھ اسپین کے مسلم سلاطین تو علوم و فنون کے بے حد دلدادہ تھے۔ اسی لیے ساری دنیا کے علما اور فضلا خواہ وہ کسی مذہب و ملت سے کیوں نہ تعلق رکھتے ہوں اسپین کی جانب کھنچے چلے جا رہے تھے۔

اسپین میں اموی سلطنت کا بانی عبد الرحمن الداخل اگرچہ مرتے دم تک جنگ و پیکار میں مصروف رہا۔ لیکن اس کے باوجود اس نے علوم و فنون کو کبھی نظر انداز نہیں کیا۔ اُس کے گرد علما و فضلا کا ایک ہجوم رہا کرتا تھا۔ عبد الرحمن الداخل جمعہ کی نماز خود پڑھاتا تھا۔ اور خطبہ بڑی فصیح عربی میں پڑھتا تھا۔ اُس کا خطبہ شجاعانہ اور جذبات کو برانگیختہ کر دینے والا ہوتا تھا۔ اُس کی تقریر نہایت شستہ اور دل آویز ہوتی تھی۔ اسپین میں اُس نے جتنی بھی مساجد تعمیر کیں۔ اُن کے ساتھ ایک بڑا مدرسہ ضرور ملحق ہوتا تھا۔ اس طرح عبد الرحمن نے اسپین میں ہزاروں مدارس قائم کر دیئے تھے اور ان مدارس کے اخراجات کے لئے بڑی بڑی جاگیریں عطا کی تھیں۔ عبد الرحمن کے قائم کردہ یہ مدارس صرف مسلمانوں ہی کے لئے مخصوص نہیں تھے بلکہ جملہ مذاہب کے طلبا اِن سے فیض حاصل کرتے تھے۔ طلبا کو اپنی تعلیم پر ایک پیسہ بھی خرچ نہیں کرنا پڑتا تھا۔ پورے اخراجات حکومت برداشت کرتی تھی۔ عبد الرحمن علما اور فضلا کی دل کھول کر سرپرستی کرتا تھا۔ اور طلبا کو گرانقدر وظائف دیتا تھا۔

اسپین کا ایک دوسرا حکمراں ہشام اول خود بہت بڑا عالم و فاضل تھا۔ شعر و ادب سے اُسے غیر معمولی دلچسپی تھی۔ یہ سلطان علم نجوم سے بھی بخوبی واقف تھا۔ اس نے بھی علما اور فضلا کی خوب سرپرستی کی ہے ہزاروں مدارس کا جال اُس کے زمانہ میں پوری سلطنت میں پھیلا ہوا تھا۔ ہشام اسپین کا پہلا حکمراں تھا جس نے کہ عیسائیوں اور یہودیوں کے لئے خاص طور پر مدرسے کھولے تھے۔ ان مدارس کا خرچ خزانہ شاہی سے پورا کیا جاتا تھا اور غیر مسلموں کے بچوں کو سرکاری تربیت گاہوں میں تعلیم دی جاتی تھی تاکہ وہ پڑھ لکھ کر سرکاری ملازمتیں حاصل کر سکیں۔

عبد الرحمن ثانی والی اسپین بھی اپنی علم دوستی کے لئے ساری دنیا میں مشہور تھا۔ اسی طرح عبد الرحمن ناصر بھی بہت بڑا عالم اور علم دوست حکمراں تھا۔ اس نے علوم و فنون (باقی صفحہ ۲۷ پر)

صحابہ کرام کی سپاہیانہ زندگی

(صفحہ ۳۲ سے)

نمول عافیت کے لئے نقصان دہ ثابت نہ ہو

بے حد دولتمند ہونے کے باوجود نہایت سادہ زندگی بسر کرتے تھے سپاہیانہ زندگی بے حد محبوب تھی کہا کرتے تھے کہ "مسلمانوں کو سارا عروج اُن کی سپاہیانہ زندگی کی بدولت حاصل ہوا ہے - جب تک یہ سپاہیانہ زندگی پر قائم رہیں گے اُن کے اقتدار کے لئے کوئی خطرہ نہیں ہے -

دیگر صحابہ کرام بھی اگرچہ بے حد دولتمند تھے لیکن ایک طرف تو نہایت سادہ زندگی بسر کرتے تھے - دوسری جانب سب ہی میں سپاہیانہ سرگرمیاں موجود تھیں - واقعہ یہ ہے کہ ان مقدس حضرات نے مسلمانوں کے سامنے زندگی کا جو نمونہ پیش کیا ہے وہ بے مثال اور قابل تقلید ہے -

---

وہ زمانہ جب اہل یورپ جاہل تھے

(صفحہ ۳۶ سے)

کی اشاعت میں بڑے کارہائے نمایاں انجام دے ہیں اُس کے دور میں علوم و فنون کی اتنی ترقی ہوئی کہ قرطبہ علم و فن کا مرکز اور اہل کمال کا مخزن بن گیا تھا -

نامور مورخ مقری لکھتا ہے کہ صرف قرطبہ میں مدارس کی تعداد ایک ہزار سے زائد تھی - قرطبہ کی بڑی یونیورسٹی جامع مسجد سے بالکل متصل واقع تھی - اس یونیورسٹی میں تفسیر، حدیث، فقہ، فلسفہ اور منطق و ریاضی وغیرہ کی تعلیم دی جاتی تھی صرف مسلم طلبا ہی نہیں بلکہ فرانس، جرمنی، انگلستان اور یورپ کے دیگر ملکوں کے بے شمار طلبا علمائے اسپین سے تحصیل علم کرتے تھے - مختصر یہ کہ اسپین صدیوں تک علوم و فنون کا سب سے بڑا مرکز رہا ہے - اور اسی مرکز سے پورے یورپ میں علم کی روشنی پھیلی تھی -

---



ساٹھ نہایت مستند اسلامی کتابوں کی روح

ایک زبردست اور شاندار

اسلامی انسائیکلوپیڈیا



عربی تعلیم اور مذہب سے ناواقف ہونے کی وجہ سے مسلمان دن بدن اسلام سے دور ہوتے چلے جا رہے ہیں اور ناواقفیت کی بنا پر ایسی حرکتیں کر بیٹھتے ہیں جو کھلا ہوا شرک اور کفر ہوتا ہے۔ مسلمانوں کو گمراہی اور بے دینی سے بچانے کے لئے ہم نے حال ہی میں تقریباً ساٹھ مستند کتابوں کی مدد سے ایک ایسی جامع کتاب شائع کی ہے جس میں دس ہزار سے زیادہ دینی اور دنیاوی معاملات پر بحث کی گئی ہے جن سے ہر مسلمان کا روزانہ کا واسطہ پڑتا رہتا ہے۔ یہ مستند اور ضخیم کتاب حال ہی میں

فلاح دین دنیا (جدید اضافہ شدہ ایڈیشن) کے نام سے شائع کی گئی ہے اس جدید ایڈیشن میں بہت سے نئے عنوانات کا اضافہ کر دیا گیا ہے۔ اس میں مسلمانوں کے لئے کوئی ایسی دینی اور دنیاوی معلومات نہیں جو موجود نہ ہو۔ اس میں اسلام کے فضائل اور عقائد کی تفصیل ہے۔ اس میں عبادات اور اعمال و وظائف کا ذخیرہ ہے۔ اسلامی تہذیب اور اسلامی معاشرت اور [illegible] غرضیکہ اس کتاب میں ایک مسلمان کے لئے پیدائش سے لیکر موت تک کے تمام دینی اور دنیاوی معاملات پر پوری طرح روشنی ڈالی گئی ہے۔ یہاں تک کہ اسلامی نقطۂ نظر سے کھانے پینے، رہائش، میل جول اور حفظان صحت تک کے اصول درج کر دیئے گئے ہیں۔ گھر میں یہ کتاب ہوتے ہی اس گھر میں ایک زبردست عالم دین اور تجربہ کار دنیاوی مشیر مشورہ دینے کے لئے ہر وقت موجود رہے گا۔ یہ کتاب کیا ہے گویا ایک زبردست اسلامی انسائیکلوپیڈیا ہے جس میں پوری اسلامی لائبریری کے برابر مواد ہے۔

اس کتاب میں چودہ ابواب ہیں جن میں سے ہر باب اپنی جگہ ایک مستقل کتاب کی حیثیت رکھتا ہے۔

باب اول:۔ اس میں اسلام کے فضائل، اسلام کے دین فطرت ہونے کا ناقابل تردید ثبوت اور اسلام کے بارے میں غیر مسلم مشاہیر کے بلند و بالا خیالات درج ہیں۔

باب دوم:۔ عقائد اہل سنت والجماعت:۔ اس میں اسلامی عقائد کے بنیادی اصول اور یہ مضامین درج ہیں: ذات و صفات الٰہی، عرش و کرسی، لوح و قلم، فرشتے، حضرت جبرئیل و میکائیل، اسرافیل و عزرائیل، کراماً کاتبین، منکر نکیر، سجین و علیین، قبر میں سوال، تکبیرین، علامات قیامت، ظہور امام مہدی، دجال اور حضرت عیسیٰ کا نزول، یاجوج ماجوج، مغرب سے طلوع آفتاب، قیامت صغریٰ، قیامت کبریٰ، صور پھونکنے کا ذکر، میدان حشر، حساب و کتاب، پل صراط، دوزخ، جنت، رسول مقبول صلعم کی فضیلت، آپ کی زندگی کے حالات، ازواج مطہرات، خلفائے راشدین، اولیاء اللہ، پیران طریقت اور موت و حیات۔

باب سوم:۔ اسلامی عبادات:۔ اس میں عبادات پر پوری طرح روشنی ڈالی گئی ہے۔ مثلاً وضو، غسل، تیمم، نماز پنجگانہ، نماز مسافر، نماز جمعہ، نماز عیدین، نماز اشراق، نماز چاشت، جنازے کی نماز، اعتکاف، فضائل ماہ رمضان المبارک، روزہ، زکوٰۃ اور حج وغیرہ کے جملہ مسائل اور ارکان درج کئے گئے ہیں۔

باب چہارم:۔ اعمال و وظائف:۔ اس میں سال کے تین سو ساٹھ دنوں تاریخ وار پڑھنے کے لئے وہ مستند اعمال و وظائف درج ہیں جو بزرگان دین اور اولیاء اللہ کا معمول رہے ہیں۔ نیز بزرگان دین کی ولادت اور رحلت کی تاریخیں بھی درج ہیں۔

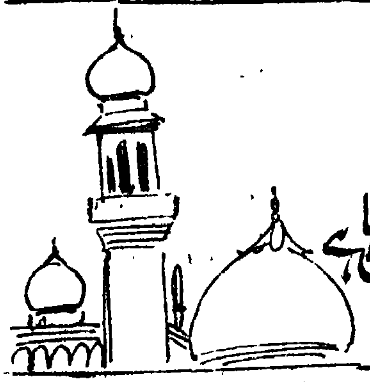
باب پنجم:۔ حلال و حرام جانور، ذبح و شکار:۔ اس میں حلال و حرام جانور اور ذبح و شکار کے مسائل بڑی تفصیل کے ساتھ درج ہیں۔

باب ششم:۔ اللہ اور اللہ کے بندوں کے حقوق:۔ اس میں حقوق اللہ، حقوق آنحضرت صلعم، حقوق صحابہ، حقوق اہل بیت، حقوق پیران طریقت، والدین اور بیوی کا بچوں کے حقوق، اعزہ و اقربا کے حقوق، ملازم کے حقوق غرضیکہ ایک مسلمان پر جتنے حقوق عائد ہوتے ہیں وہ سب درج ہیں۔

دیگر ابواب:۔ باقی آٹھ ابواب میں سے ایک باب میں اسلامی معاشرت پر مکمل روشنی ڈالی گئی ہے۔ مثلاً خور و نوش اور لباس کے مسائل، پیدائش، عقیقہ، ختنہ، بیاہ، نکاح و طلاق، تجہیز و تکفین، عدت، ماتم اور برسی وغیرہ کے بارے میں جملہ مسائل درج ہیں۔ ایک علیحدہ باب میں میلاد شریف کا بیان اور حضور کی ولادت کا مفصل بیان ہے جو مکمل میلاد خوانی کا کام دیتا ہے۔ اس کے علاوہ ایک علیحدہ باب میں خواجہ معین الدین چشتی اجمیری اور دیگر اولیائے کرام کی سوانح حیات درج ہیں اور آخری باب میں ضروری نصائح اور حفظان صحت کے جملہ اصول اور اہم بیماریوں کے علاج درج ہیں غرضیکہ اس کتاب میں وہ سب کچھ موجود ہے جو مسلم لائبریری میں ہو سکتا ہے۔ ضخامت تقریباً نو سو صفحات، کاغذ سفید نہایت اعلیٰ، لکھائی چھپائی عمدہ، ٹائٹل رنگین۔ منگانے کے بعد اگر ناپسند ہو تو واپس کر دیجئے۔ قیمت مجلد مع خوشنما دست کور

صرف پندرہ روپے پچاس پیسے

دین دنیا پبلشنگ کمپنی — جامع مسجد دہلی ۶



زمانہ قدیم میں عرب و ہند تعلقات

مسلمانوں کا روز اول ہی سے ہندوستان سے گہرا تعلق رہا ہے

(از ڈاکٹر لفتہ بلگرامی (علیگ)

سرزمین ہند سے مسلمانوں کے بڑے گہرے اور دیرینہ تعلقات ہیں عرب و ہند کے تعلقات کا آغاز ۲۰۰۰ قبل مسیح سے ہوتا ہے اور ۱۰۰۰ قبل مسیح میں ملک یمن کی قوم صبا کے جنوبی ہند سے تجارتی روابط پیدا ہو گئے ۹۷۵ قبل مسیح میں ہندوستان کے شہر اوفیر (جے پور) سے سونا فلسطین جاتا تھا اس کے علاوہ مشک عنبر، ادرک کافور، لیموں نارنگی، صندل لونگ، جائفل، گول مرچ، ناریل اور سن وغیرہ عرب کے بازاروں میں جاتے تھے۔ اور وہاں سے گھوڑے کھجوریں اور دیگر اشیاء ہندوستان آتی تھیں ۸۰۰ قبل مسیح میں ہندوستان میں لکھنے کا عام رواج نہ تھا۔ عرب تاجروں کے ذریعے ارامی رسم الخط ہندوستان پہنچا ۷۰۰ قبل مسیح میں ہندوستانی باشندے عربی زبان سے بخوبی واقف تھے ۵۰۰ قبل مسیح میں ہندوستانیوں نے ارامی رسم الخط انتہائی مفرد حروف کو اپنا کر ایک نیا رسم الخط ایجاد کیا جسکو برہمی رسم الخط کہتے ہیں اور جو اپنے ماخذ کی طرح داہنی طرف سے شروع ہوتا ہے۔ اشوک اعظم (۲۷۳ تا ۲۳۲ ق م) کے جو کتبات دستیاب ہوئے ہیں وہ اسی براہمی رسم الخط میں ہیں۔

یوں تو طلوع اسلام سے قبل بھی عرب تاجر ہندوستان کے مغربی ساحلی علاقوں چول، کلیان اور سوپارہ وغیرہ مقامات میں آباد تھے لیکن ظہور اسلام کے بعد ساتویں صدی کے ابتدائی زمانہ سے عربوں کی یورش دنیا کے مختلف ملکوں میں شروع ہوئی، اسی کے ساتھ مسلمانوں نے اپنی تجارت کے فروغ کے لئے ہندوستان سے رشتے اور زیادہ استوار کئے اور ایک مختصر مدت میں ہند کے مغربی ساحلوں پہ مسلمانوں کی متعدد نو آبادیاں قائم ہو گئیں جس کی تاریخی نشانیاں دیتی مالدیپ، لنکا، کیرالا، کاٹھیاواڑ اور مالابار وغیرہ ساحلی مقامات میں آج بھی موجود ہیں۔

ان نو آبادکاروں میں سوداگر، سپاہی اور ملاح تھے جنکے اخلاق و کردار کی پاکیزگی سے متاثر ہو کر مقامی باشندوں نے انہیں مہاپلا (محترم بیٹا) کے خطاب سے سرفراز فرمایا جو کثرت استعمال سے موپلا ہو گیا۔ مسلمان بھی ہندوستانیوں کے ہمدردانہ و برادرانہ جذبات سے مغلوب ہو کر مقامی عورتوں سے شادیاں کرنے لگے اور اس طرح انھوں نے مستقل سکونت اختیار کر کے سرزمین ہند کو اپنا وطن بنا لیا۔ جنوبی ہند کی ساحلی ریاستوں میں بہت جلد اُن کا اثر قائم ہو گیا اُن کی بستیاں مذہبی تبلیغ کا مرکز بن گئیں اور مذہب اسلام کے بنیادی مذہبی خیالات و عقائد عوام میں مقبول ہونے لگے۔ ہندوستان سے تعلقات کے ساتھ ساتھ تجارت کو بھی فروغ ہوا۔ اِس طرح مسلمانوں کے بحری بیڑے بحر عرب اور بحر ہند کی سطح پر تیزی سے چھانے لگے اب بحر احمر سے لیکر خلیج کھمبات تک اُن کی حکمرانی تھی اور اُن کا مدِ مقابل کوئی نہ تھا۔

شمالی ہند میں عرب پہلے مغربی حصے میں آئے لیکن یہاں اُن کی حیثیت حملہ آوروں کی تھی۔ فتح ایران کے وقت چونکہ سندھ کے جاٹ اور مید نامی قبیلوں نے مسلمانوں کی زبردست مخالفت کی تھی اِس لئے سندھ اسلام کے دشمن ملکوں میں شمار ہونے لگا۔ اِس کے علاوہ مسلمانوں کی بحری تجارت کو اُن بحری قزاقوں سے ہر وقت خطرہ تھا جو گجرات، سندھ اور مکران کے ساحل کے قریب لوٹ مار کیا کرتے تھے۔ چنانچہ مسلم نو آبادیوں کی حفاظت کے لئے اُنکے جنگی بیڑے ہندوستانی ساحلوں سے ٹکرانے لگے۔ اوّل اوّل عہد فاروقی میں ایک جنگی بیڑہ حکم بن ابی العاص کی سرکردگی میں ۱۵ھ مطابق ۶۳۶ء بمقام تھانہ (علاقہ بمبئی) آیا۔ اِس کے بعد خلافت ثالثہ اور خلافت رابعہ کے زمانے میں بھی متعدد مہمیں حکم بن جبلہ عبدی

حارث بن مری عبدی، عبد الرحمن بن سمرہ اور راشد بن عمرو کی قیادت میں آتی رہیں، جب کہ مکران قلمرو اسلام میں آچکا تھا اور خلافت کا ایک صوبہ سمجھا جاتا تھا اس کے پہلے گورنر سعید بن اسلم بن زرعہ اس کے بعد مجاعہ بن سعر تمیمی اور محمد بن ہارون نمری مقرر ہوئے۔

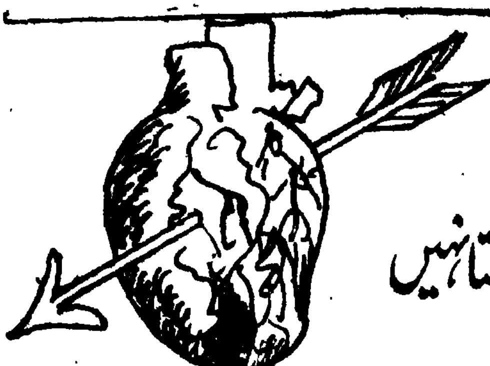
آخر کار ۹۳ھ مطابق ۷۱۱ء میں مشہور جرنیل محمد بن قاسم ثقفی کے زیر قیادت سندھ پر فوج کشی کی گئی جس نے گویا تاریخ ہند کا رخ ہی بدل دیا۔ اس فتح کے بعد شمال مغربی ہندوستان یعنی پنجاب، سندھ، گجرات اور ملتان اسلام کے زیر نگیں آگیا اور خلافت کی جانب سے مقرر کردہ ایک مستقل گورنر کے ذریعہ اس علاقہ پر حکومت کی جانے لگی محمد بن قاسم ثقفی کے بعد تمیم بن زید، ابی کبشہ، عامر بن عبد اللہ، حبیب بن مہلب، عمر بن مسلم باہلی وغیرہ دربار خلافت سے باضابطہ گورنر نامزد ہوتے رہے۔

خلافت کا اقتدار ختم ہوتے ہی مقبوضہ علاقوں میں خود مختار مسلم ریاستیں قائم ہوگئیں جن پر خاندان ہباریہ، سومرا، سوما اور اسماعیلی قرامطہ کے سلاطین تقریباً دو صدیوں تک حکومت کرتے رہے۔

یہاں تک کہ اسلامی فتوحات کا سیل رواں محمود غزنوی ۳۹۲ھ مطابق ۱۰۰۱ء میں افق ہند پر نمودار ہوا۔ یہ وہی فاتح اعظم ہے جس نے ہندوستان کی تقریباً تمام قابل ذکر سلطنتوں کو تاخت و تاراج کر ڈالا۔ اگرچہ محمود کے دل میں ہندوستان پر حکومت کرنے کا خیال کبھی پیدا نہیں ہوا لیکن اس نے اپنے پے درپے سترہ حملوں سے اسلامی ہیبت و جبروت کا سکہ بٹھا کر ہندوستان میں اسلامی حکومت کے لئے راستہ ہموار کر دیا۔ سلطان محمود غزنوی کی وفات کے بعد شہاب الدین محمد غوری ۵۸۸ھ مطابق ۱۱۹۲ء میں دہلی پہنچا اور مہاراجہ پرتھوی راج کو شکست فاش دیکر ہندوستان میں اسلامی حکومت کا سنگ بنیاد نصب کر دیا جس پر غلام، خلجی، تغلق، سید، لودھی، سوری اور مغل بادشاہوں نے وہ عظیم الشان عمارت تعمیر کی جس کی بنیادیں تقریباً سات صدیوں تک متزلزل نہ ہو سکیں۔

تاریخ شاہد ہے کہ مسلمانوں نے چھوٹے چھوٹے راجواڑوں میں منقسم اور منتشر ہندوستان کو ایک متحد اور مستحکم ملک بنا دیا ہم نے اس سرزمین پر قدم رکھنے کے ساتھ ہی تمام مذاہب اور قوموں کو محبت کا پیغام عام دیا۔ ہم نے اس ملک میں عدل و مساوات کا جو سرچشمہ جاری کیا وہ صدیاں گزرنے کے بعد بھی خشک نہ ہوا۔ ہم نے وہ حاکمانہ اصول و ضوابط وضع کئے جو یہاں کے باشندوں کے جذبات و احساسات کے عین مطابق تھے اور جن کی بنیاد ہی رواداری اور سماجی آزادی پر رکھی گئی تھیں۔ ہماری حکمت عملی تعصب اور تنگ نظری سے بالکل پاک تھی۔ ہم نے اپنے دور اقتدار میں اس ملک کی صنعت و حرفت اور تجارت و زراعت کو اسقدر ترقی دی کہ یہ ملک سونے کی چڑیا کہلانے لگا۔ ہم نے ہندوستان کو "جنت نشان" بنا دیا ہماری حکومت میں امیر و غریب یکساں درجہ رکھتا تھا۔ اور بلا امتیاز ہر شخص سرکاری مراعات کا مستحق ہوتا ہمارے آئین میں قاتل کیلئے "موت" اور مقتول کے لئے "خون بہا" مقرر تھا۔ ہم نے اس ملک کو ایک "مشترک تہذیب" اور ایک "مشترک زبان" سے نوازا جو آخر کار اس کی اخوت اور اتحاد کا علمبردار بنی۔ حق تو یہ ہے کہ آج ہندوستانی زندگی کا کوئی ایسا گوشہ نہیں جو مسلمانوں کا مرہون منت نہ ہو۔ اگر جذبات کی جگہ تحقیق سے اور جوش کی جگہ ہوش سے کام لیا جائے تو یہ حقیقت تسلیم کرنی پڑے گی کہ ہندو، ہندی اور ہندوستان یہ تینوں فارسی زبان کے الفاظ ہیں اور مسلمانوں کے دئے ہوئے ہیں۔ اس طرح صدیاں گزر جانے کے بعد بھی ہماری عظمت رفتہ کے گہرے نقوش اس سرزمین کے چپہ چپہ پر نمایاں نظر آتے ہیں۔ جس کا اعتراف ڈاکٹر تارا چند، ڈاکٹر ماین گپتا، ڈاکٹر گوپال سنگھ، پروفیسر سونیتی چٹرجی دلیپ چند سین، پنڈت سندر لال، پروفیسر اودے نرائن تیواری پروفیسر رام پرشاد کھوسلہ، این سی سنہا، کے ایم پانیکر اور گوپی ناتھ امن جیسے مشہور محققین اور ممتاز اہل قلم کر چکے ہیں۔

ہم نے تقریباً ایک ہزار سال تک اس وسیع اور عریض ملک پر جس جاہ و جلال اور رواداری کے ساتھ حکومت کی ہے وہ آپ ہی اپنی مثال ہے ہم نے اپنے طویل دور حکومت میں ان روابط کو ہمیشہ قائم اور برقرار رکھا ہے۔ جو ہزاروں سال سے ہند و عرب کے درمیان روابط ہیں۔ ہمارے زمانہ اقتدار میں کبھی بھی مسلم اور غیر مسلم کا سوال پیدا نہیں ہوا کیونکہ اسلام نے ہمیں ہدایت کی ہے کہ ہم بلا امتیاز مذہب و ملت خدا کی سب ہی مخلوق کو ایک ہی سطح پر رکھیں۔



ندائے حق
آنکھ جو کچھ دیکھتی ہے لب پہ آسکتا نہیں

(از شوکت علی فہمی)

حقائق اور جذبات میں ڈوبے ہوئے چند اخلاقی اور اصلاحی شذرات ذیل میں درج کئے جا رہے ہیں۔ ضمیر کو بیدار کرنے والے یہ شذرات اگرچہ چھوٹے چھوٹے ٹکڑوں میں پیش کئے جا رہے ہیں لیکن ان میں سے ہر ٹکڑا اپنی جگہ ایک مستقل مضمون کی حیثیت رکھتا ہے۔ اور اس قابل ہے کہ ان کا بغور مطالعہ کیا جائے۔

سردی کا موسم تھا اندھیری رات تھی اور رات کی تاریکی میں شاہ ایران نادر شاہ کا محل موم بتیوں کی روشنی میں جگمگا رہا تھا سینکڑوں مسلح سپاہی محل کے چاروں طرف پہلے پہرے پر کھڑے ہوئے تھے۔ اور یہ سپاہی سردی کی شدت سے اکڑے جا رہے تھے ایک سپاہی نے ٹھنڈا سانس بھر کر دوسرے سپاہی سے کہا "نادر شاہ بھی انسان ہے اور ہم بھی انسان ہیں۔ لیکن قدرت کی کرشمہ سازی دیکھو کہ اُسے آرام کرنے کے لئے محل حاصل ہے اور ہم بدنصیب ہیں کہ کھلے میدان میں کھڑے سردی سے اکڑے جا رہے ہیں؟"

ادھر نادر شاہ اپنی شاہی آرام گاہ میں پڑا کروٹیں بدل رہا تھا۔ آدھی رات گزر چکی تھی مگر اُسے نیند نہیں آرہی تھی۔ اور وہ اس فکر میں مبتلا تھا کہ کس طرح ان بغاوتوں کا مقابلہ کرے جو اچانک ملک میں پھوٹ پڑی تھیں اور دشمنوں نے شاہ کی جان کے لئے بھی خطرہ پیدا کر دیا تھا

نادر شاہ بدستور کروٹیں بدلتا رہا اور اس کوشش میں لگا رہا کہ کسی طرح اُسے نیند آجائے۔ جب نیند نہ آئی تو وہ کمرے میں ٹہلنے لگا اور اس نے محل کی کھڑکی سے دیکھا کہ سینکڑوں سپاہی اُس کی حفاظت کے لئے میدان میں کھڑے ہیں۔

نادر شاہ نے سپاہیوں کو دیکھ کر ایک ٹھنڈا سانس بھرا اور وہ سوچنے لگا کہ میں بھی انسان ہوں اور یہ سپاہی بھی انسان ہیں۔ قدرت کی کرشمہ سازی عجیب ہے کہ یہ کھلے میدان میں بے خوف کھڑے ہیں اور میں بدنصیب محل کے اندر بھی فکرمند ہوں اور ہر لمحہ دشمنوں سے خائف ہوں۔ نادر شاہ ذہنی تکلیف میں مبتلا تھا۔ اور سپاہی جسمانی تکلیف سے مضطرب تھے۔ لیکن چین کسی کو بھی میسر نہیں تھا۔ اور اُن کی بے چینی دنیا والوں کو درس دے رہی تھی کہ اس دنیا میں نہ تو بادشاہ ہی کو چین ہے نہ گدا کو صرف موت ہی انسانی بے چینی ختم کر سکتی ہے۔

سکندر اعظم بیکسی کے عالم میں وطن سے دور دم توڑ رہا تھا۔ اُس نے جانکنی کی حالت میں موت کے فرشتہ کو جب اپنے قریب کھڑا ہوا دیکھا تو فرشتہ سے کہا "میں سکندر اعظم ہوں۔ مشرق و مغرب کا فاتح اے فرشتے میرے دبدبہ سے ڈر اور مجھے عام لوگوں کی طرح موت کے گھاٹ اتارنے کی کوشش نہ کر" فرشتہ نے کہا اے نادان قدرت کے ہاں شاہ و گدا میں کوئی فرق نہیں اور یہ کہتے ہوئے موت کے فرشتہ نے فاتح اعظم کی روح اُسی طرح قبض کر لی جس طرح کہ دوسرے انسانوں کی روح قبض کی جاتی ہے۔

سکندر اعظم کا بے جان جسم سامنے پڑا تھا۔ اُسے سپرد خاک کرنے کی

تیاریاں ہو رہی تھیں۔ یہ وہی جسم تھا جس نے کہ مشرق و مغرب کی بے شمار سلطنتوں کا تختہ الٹ دیا تھا۔ لیکن آج اس جسم کو خاک کے ڈھیر سے زیادہ اہمیت حاصل نہ تھی۔ سکندر اعظم کی لاش سپرد خاک کردی گئی اس بات کو زمانہ گزر گیا اور لوگوں کو یہ بھی یاد نہ رہا کہ اس تودۂ خاک کے نیچے کون دفن ہے۔ لوگ اس کے مدفن کے پاس سے گزر جاتے تھے اور اس سکندر اعظم کی دائمی آرام گاہ کی طرف آنکھ اٹھانے کی بھی ضرورت نہیں سمجھتے تھے کل جس کی نگاہ کرم کے لاکھوں محتاج تھے۔ یہ ہے نامور انسانوں کے عروج کا انجام۔ اے انسان آنکھیں کھول اور ان واقعات سے عبرت حاصل کر۔

میں نے ایک مفلوک الحال شخص کو دیکھا کہ وہ سالہا سال تک فلاکت اور غریبی کی زندگی گزارنے کے بعد یکایک دولتمند بن گیا اس کے جسم کے چیتھڑے قیمتی لباس میں تبدیل ہو گئے اور اس کی شکستہ جھونپڑی ایک محل سرا کی شکل میں بدل گئی۔ یہ سب کچھ ہو گیا مگر اس کے دل کی بے اطمینانی میں کمی ہونے کے بجائے اور بھی اضافہ ہو گیا۔

جب وہ غریب تھا تو یہ سمجھتا تھا کہ دنیا کا سکون اور اطمینان صرف دولت میں پوشیدہ ہے۔ لیکن دولتمند ہونے کے بعد اسے معلوم ہوا کہ سکونِ قلب جس چیز کا نام ہے وہ دولتمندی اور غریبی سے بالکل جدا چیز ہے۔

وہ مدتوں سکونِ قلب کی تلاش میں بھٹکتا رہا اور آخر وہ اس نتیجہ پر پہنچا کہ سکون قلب نہ غریبی میں ہے اور نہ امیری میں بلکہ اس پرہیزگاری اور نیکی میں ہے۔ جس سے ہر انسانی قلب کو ایک اطمینان سا محسوس ہوتا ہے۔ اس راز کے منکشف ہونے کے بعد اس کی زندگی میں ایک نیا انقلاب آ گیا۔ اس کی دولت غریبوں اور مصیبت کے ماروں کے لئے وقف ہو گئی۔ اب اسے سکون بھی حاصل تھا۔ اور اطمینان بھی۔

ہلاکو کی ہلاکت آفرینی نے بغداد میں قیامت برپا کر رکھی تھی۔ ایک کروڑ چھ لاکھ متنفس اس کے ہاتھوں قتل ہو چکے تھے۔ اور آخری عباسی خلیفہ مستعصم کو ہلاکو نے کئی روز سے بے آب و دانہ قید کر رکھا تھا۔ خلیفہ بھوک اور پیاس سے بے چین تھا۔ خلیفہ کی بے چینی جب حد سے بڑھی تو ہلاکو نے حکم دیا کہ جواہرات سے بھرا ہوا ایک طشت خلیفہ کے سامنے لیجا کر رکھ دو اور خلیفہ سے کہو کہ انہیں کھائے۔

جب خلیفہ کے سامنے جواہرات سے بھرا ہوا طشت رکھا گیا اور اُس سے کہا گیا کہ انہیں کھاؤ تو خلیفہ نے مایوسی سے جواہرات کو دیکھتے ہوئے کہا کہ آج مجھے معلوم ہوا کہ جواہرات دنیا میں کیا قیمت اور حیثیت رکھتے ہیں۔ جن جواہرات پر میں ساری عمر جان دیتا رہا وہ مٹھی بھر چنوں کی برابر بھی قیمت نہیں رکھتے کاش مجھے جواہرات کی بجائے مٹھی بھر چنے مل جاتے۔

خدا کی دی ہوئی نعمتوں کی انسان کو قدر اُسی وقت ہوتی ہے جب یہ نعمتیں اُس سے چھین جاتی ہے۔ جواہرات کا طشت خلیفہ کے سامنے رکھا رہا مگر اُن سے خلیفہ کا پیٹ نہیں بھر سکتا تھا یہاں تک کہ خلیفہ بھوک کی شدت سے بے ہوش ہو گیا۔ اور اُس کی بے بسی دنیا والوں سے کہہ رہی تھی کہ جن چیزوں کو تم بے حقیقت سمجھتے ہو وہ خدا کی اتنی بڑی نعمتیں ہیں جن کا کوئی بدل نہیں۔

ڈرامہ

امام ابوحنیفہ کا پڑوسی

حقائق سے لبریز ایک تاریخی کہانی



(از جناب علی احمد)

(امام ابوحنیفہ کا مکان - امام کے شاگرد ابو یوسف داخل ہوتے ہیں)۔

ابوحنیفہؒ:- ابو یوسف بھئی اُس گویّے کا بھی کچھ پتہ ہے جو ہمارے پڑوس میں رہا کرتا تھا - کئی راتیں گزر گئیں، لیکن اُس کی آواز نہیں سنی

ابو یوسفؒ:- مجھے تو صرف اس قدر معلوم ہے کہ پولیس نے اُس کے گھر کی تلاشی لی تھی - اور اُسے شراب پیتا ہوا پاکر قید کر دیا ہے -

ابوحنیفہؒ:- بڑے افسوس کی بات ہے - آؤ ذرا امیر شہر کے پاس چلیں، تاکہ اُس کے بارے میں مکمل تفصیلات کا علم ہو شاید ہم اپنے پڑوسی کے کام آجائیں -

ابو یوسفؒ:- جناب اس ارادہ کو ترک فرما دیں - سمجھ میں نہیں آتا کہ اس سے قبل بارہا امیر کی کوششوں کے باوجود آپ نے اُس کو اپنی زیارت کا موقع نہ دیا اور نہ ہی خود تشریف لے گئے اور آج اس بدکار شرابی کے لئے تشریف لے جا رہے ہیں - جس کے شر سے اللہ نے لوگوں کو راحت دیدی ہے -

ابوحنیفہؒ:- ابو یوسف! میرے ساتھ چلتے ہو یا میں تنہا ہی جاؤں ؟

ابو یوسفؒ:- میں آپ کے ساتھ ضرور چلوں گا - پہلے یہ اطمینان تو کرلوں کہ آپ جو کچھ کہہ رہے ہیں، وہ ابوحنیفہ کی شان کے لائق بھی ہے یا نہیں؟

ابوحنیفہؒ:- ابو یوسف! اس پڑوسی کے میرے اوپر بہت سے احسانات ہیں اور انسانیت کا تقاضہ یہ ہے کہ میں اُن کا بدلہ چکا دوں -

ابو یوسفؒ:- آج جیسی تعجب خیز بات میں نے کبھی نہیں سنی - ابوحنیفہ جیسے شخص پر ایک شرابی کے کیا احسانات ہو سکتے ہیں ؟

ابوحنیفہؒ:- (کسی قدر توقف کے بعد) تو غور سے سنو! میں اُسے ساری ساری رات گاتے ہوئے سنتا تھا اور اُس سے میرے دل پر ایسے معانی اور حقائق منکشف ہوتے تھے کہ اگر وہ نہ گاتا تو ہرگز منکشف نہ ہوتے - اُس کا گانا سُن کر میں اپنے دل میں کہتا تھا کہ، جب یہ شخص اپنی نیند چھوڑ کر دردناک لہجہ میں ساری رات یہ شعر گاتا رہتا ہے ؎

دریا کو اپنی موج کی طغیانیوں سے کام
کشتی کسی کی پار ہو یا درمیاں رہے

حالانکہ اُسے نہ اللہ کی جانب سے کسی ثواب کی اُمید تھی نہ لوگوں سے کسی صلہ کی تمنّا - اور نہ کسی دنیاوی منفعت کا خیال - تو میں کیوں راتوں کو اللہ کی عبادت سے تساہل برتوں حالانکہ مجھے اللہ سے ثواب کی امید بھی ہے اُس کے عتاب سے ڈرتا بھی ہوں اور اللہ کی جانب سے ہر قسم کی بھلائی کا متمنی بھی رہتا ہوں -

ابو یوسفؒ:- اچھا ایک تو یہ احسان ہوا - دوسرے احسانات کیا کیا ہیں ؟

ابوحنیفہؒ:- جب میں یہ دیکھتا تھا کہ وہ مرہا ستایش، یک شعر گاتا رہتا ہے - تو میں اس نتیجہ پر پہنچا تھا کہ غالباً اُسے اس دُنیا میں بعض لوگوں سے غیر متوقع طور پر کوئی تکلیف پہنچی ہے - میں اپنے دل میں کہتا ہوں کہ اُس پاک بے نیاز کا شکر ہے جس نے مجھے لوگوں سے مستغنی کر دیا ہے کہ نہ مجھے اُن سے کسی قسم کی شکایت ہوتی ہے - نہ کوئی رنج - اُس نے مجھے صرف اپنا محتاج بنایا ہے -

ابو یوسفؒ:- یہ دوسرا احسان ہے - تیسرا احسان کونسا ہے ؟

ابوحنیفہؒ:- اُس کی آواز کے زیر و بم کو سُن کر میں اپنے دل میں سوچا کرتا تھا کہ - اُسے ضرور شراب نوشی کی عادت ہے - اور اُس کو شراب نوشی سے روکنا چاہیئے - رات کے سناٹے میں بلند آواز سے گانا گویا

پولیس کو اپنے مکان کی طرف رہنمائی کرنا اور سامنے آپ کو گرفتاری کے لئے پیش کرنے کے مترادف تھا لیکن نہ کوئی اُس کے مکان پر پہنچتا تھا نہ اُسے گرفتار کرتا تھا۔ اُس کی اِس حالت سے مجھے بڑا تعجب ہوتا تھا۔ اور میں سوچا کرتا تھا کہ اللہ تعالیٰ بھی کس قدر حلیم و پردہ پوش ہے۔ کہ اُس جیسے گنہگار و بدکار شخص سے اُس کا یہ معاملہ ہے۔ پھر جو لوگ علی الاعلان گناہ نہیں کرتے اُن کے ساتھ اللہ تعالیٰ کیوں پردہ دری سے پیش آئے

ابو یوسفؒ:۔ چھوٹا سا معاملہ کون سا مسئلہ بتا رہا ہے

ابو حنیفہؒ:۔ بس جو کچھ مجھے کہنا تھا بیان کر چکا۔ اب اٹھو

(حضرت امام ابو حنیفہؒ امیرِ کوفہ کے محل میں داخل ہوتے ہیں تو امیر خدام کے ساتھ نہایت پُرجوش خیر مقدم کرتا ہے)

امیر:۔ خوش آمدید ابو حنیفہ، ہزار بار خوش آمدید۔

ابو حنیفہؒ:۔ آپ نے میری اِس قدر تعظیم کر کے گویا اِس بات کی پیشبندی کی ہے کہ جس کام کے لئے میں آپ کے پاس آیا ہوں اُسے پورا نہ کریں اور معذرت کر دیں

امیر:۔ حاشا وکلا۔ اے ابو حنیفہؒ! آپ کی ہر حاجت کو پورا کرنا میں اپنی سعادت سمجھوں گا۔ اِس سے قبل بھی بارہا میں نے ایسے مواقع تلاش کئے کہ میں کوئی خدمت کر سکوں لیکن افسوس کوئی موقع ہی نہیں آیا۔ اب حکم فرمائیے! میں اور میرے تمام آدمی آپ کے تابع فرمان ہیں۔

ابو حنیفہؒ:۔ میرا ایک پڑوسی ہے پولیس نے اس کو گرفتار کر کے اُس کا گھر تو ویران کر دیا اور جیل کو اُس سے آباد کر دیا۔

امیر:۔ ہم نے آپ کا پڑوسی آپ کے سپرد کیا۔

ابو حنیفہؒ:۔ دیکھئے، میں اُس کی سفارش کے لئے نہیں آیا، صرف اُس سے ملاقات کرنے آیا ہوں۔

امیر:۔ غلام! اُسے حاضر کرو۔ قیدیوں میں جا کر یہ معلوم کرو کہ ابو حنیفہ کا پڑوسی کون ہے؟ اور اُسے یہاں لے آؤ!

ابو حنیفہؒ:۔ (مسکرا کر) ابو یوسف! اس کا نام تو بتاؤ!

ابو یوسفؒ:۔ عاصم

امیر:۔ جاؤ۔ اور ہاں اُس شخص کو یہاں لے آؤ جس کا نام عاصم ہو۔

غلام:۔ بہت اچھا حضور۔

امیر:۔ میرے لائق اور کوئی خدمت؟

ابو حنیفہؒ: اللہ تعالیٰ آپ کو جزائے خیر عطا فرمائے

امیر:۔ کیا آپ ہمارے ساتھ کھانا تناول فرما سکتے ہیں؟

ابو حنیفہؒ:۔ آج میرا روزہ ہے

امیر:۔ اور آپ کے یہ نوجوان ساتھی؟

ابو حنیفہ:۔ یہ ابو یوسف ہیں۔ جب میں روزہ رکھتا ہوں یہ بھی روزہ رکھتے ہیں۔ اور جب میں نہیں رکھتا یہ بھی نہیں رکھتے۔

(غلام ایک شخص کو لیکر آتا ہے جس کے ہتھکڑیاں پڑی ہوئی ہیں۔)

غلام:۔ حضور! اِس نام کا اِس کے علاوہ دوسرا کوئی شخص نہیں

امیر:۔ ابو حنیفہ! کیا یہی شخص آپ کو مطلوب ہے؟

ابو حنیفہؒ:۔ جی ہاں! یہی ہے۔

امیر:۔ تعجب ہے۔ کیا آپ اُسے پہچانتے بھی نہیں؟۔

ابو حنیفہؒ:۔ ابھی پہچان لیا ہوں (قیدی سے مخاطب ہو کر) کیا تم ہی گایا کرتے تھے؟

دریا کو اپنی موج کی طغیانیوں سے کام
کشتی کسی کی پار ہو، یا درمیاں رہے

عاصم:۔ کیا آپ سنا کرتے تھے؟ میں وعدہ کرتا ہوں کہ آئندہ ایسا کبھی نہ کروں گا۔

ابو حنیفہؒ:۔ پولیس کو یہ اختیار نہیں کہ محض اِس وجہ سے تمہیں گرفتار کر لے کہ اللہ تعالیٰ نے تمہیں شیریں گلو بنایا ہے اور تم اظہارِ رغبت کے طور پر رات بھر گاتے رہتے ہو۔

عاصم:۔ اللہ آپ کا بھلا کرے، پولیس نے مجھے اس وجہ سے گرفتار نہیں کیا۔

ابو حنیفہؒ:۔ تو شاید پولیس نے تمہیں اس لئے گرفتار کیا ہے کہ تم زور سے گاتے رہتے ہو "دریا کو اپنی موج کی طغیانیوں سے کام" ہم تم کو دریا سے کیا شکوہ ہے۔ دنیا میں تم کو کیا تکلیف پہنچی ہے؟

عاصم:۔ میرے محترم! آپ ....

ابو حنیفہؒ:۔ (بات کاٹ کر) تم اِسی طرح دردناک آواز میں گایا کرتے تھے جیسے دوسرے لوگ پُرسوز طریقہ پر قرآن خوانی کیا کرتے ہیں

شائد تم یہی کہنا چاہتے تھے ؟

عاصم :- نہیں، میرے بزرگ ہرگز نہیں ۔

ابوحنیفہؒ :- اعتراف کرو عاصم ! تمہیں معلوم ہونا چاہئے کہ ایک روز میں نے تم سے ملنے کا قصد بھی کیا تھا۔ محض یہ سمجھانے کے لئے کہ اگر تم اشعار کے بجائے اپنی شیریں آواز قرآن کی تلاوت میں استعمال کرتے تو یہ طریقہ اظہار نعمت خداوندی کے لئے زیادہ بہتر ہوتا۔

عاصم :- اس خوف سے کہ کہیں اصل جرم پر سے پردہ نہ اٹھ جائے۔ آخر بول اٹھتا ہے) میں شراب پیا کرتا تھا۔

ابوحنیفہؒ :- عاصم یہ تو میں جانتا ہوں۔

عاصم :- آپ جانتے ہیں ؟

ابوحنیفہؒ :- میں جانتا ہوں کہ گانا اور شراب نوشی دونوں باطل کام ہیں اور تم ایک باطل کام کو دوسرے باطل کام کے ساتھ ملا دیا کرتے تھے۔ لیکن اگر تم بجائے شعر کے قرآن کی تلاوت کرتے تو کیا اس وقت بھی شراب پیتے ؟

عاصم :- اللہ کی پناہ (رونے لگتا ہے)

ابوحنیفہؒ :- روتے کیوں ہو؟ کیا تم یہ سمجھتے ہو کہ میں تمہیں مزید دکھ پہنچانے آیا ہوں ، میرے عزیز پڑوسی خدا شاہد ہے - یہ بات ہرگز نہیں میں تو صرف اس لئے آیا ہوں کہ جب تمہاری وہ آواز میرے کانوں تک پہنچنا بند ہو گئی، جو بسا اوقات رات کی تاریکیوں میں میری مونس ہوا کرتی تھی تو میں نے سوچا کہ تمہیں دیکھ بھی آؤں اور خیریت بھی معلوم کر لوں

عاصم :- (روتے ہوئے) ابو حنیفہؒ میرے رونے کی یہ وجہ نہیں ہے میں تو صرف اس لئے رو رہا ہوں کہ آپ جیسے شخص یہ جانتے ہوئے بھی کہ میں اللہ کا ایک نافرمان بندہ ہوں ، میری خیریت طلبی کے لئے آئے ہیں۔

ابوحنیفہؒ :- عاصم : ہمدردی کا حق اس وجہ سے تو ساقط نہیں ہو جاتا کہ تم ہر رات اللہ کی نافرمانی کرتے تھے۔ گناہوں پر مواخذہ کا اختیار صرف خدا کو ہے۔ وہ جسے چاہے سزا دے جسے چاہے معاف فرما دے

عاصم :- خدا کی قسم ، میں کس زبان سے آپ کا شکریہ ادا کروں اب میں خدا کو شاہد کرتا ہوں کہ خلوص دل سے توبہ کرتے ہوئے اللہ سے دعا کرتا ہوں کہ مجھے آپ کے جیسا ہی بہترین اہل بنا دے۔

ابوحنیفہؒ :- میری طرف سے تمہیں اللہ تعالیٰ جزائے خیر عطا فرمائے تم نے آج میرے اوپر وہ احسان کیا ہے جسے میں عمر بھر نہیں بھول سکتا۔

عاصم :- یہ آپ کیا فرما رہے ہیں۔ میں نے آپ پر کونسا احسان کیا؟ احسان تو آپ نے مجھ پر فرمایا ہے۔

ابوحنیفہؒ :- میں ہر رات اللہ کی بارگاہ میں دعا کرتا تھا کہ خداوندا۔ اسے ہدایت عطا فرما۔ برائیوں سے ہٹا کر اسے نیکی کی توفیق عطا فرما اور ہر رات میں اپنی دعا کے اثر کا انتظار کرتا رہتا تھا۔ لیکن تمہاری حالت بدستور بگڑتی رہی اور میں قبولیت دعا سے محروم رہا جب تمہاری آواز آنی بند ہو گئی، تو میں نے پوچھ گچھ کی۔ آخر معلوم ہوا کہ تم گرفتار کر لئے گئے ہو ۔ اس سے مجھے اندیشہ ہوا کہ یقیناً میرے اعمال میں کوئی ایسا گناہ بھی شامل ہے جس کا مجھے علم نہیں اور یہی وجہ ہے کہ میری دعا مقبول نہیں ہوئی۔ اب جبکہ تم توبہ کر کے مجھے اس امر کی بشارت دے رہے ہو کہ اللہ نے میری دعا قبول فرمائی ہے اور وہ مجھ سے ناخوش نہیں۔ تو کیا مجھ پر تمہارا یہ احسان نہیں ہے ؟

عاصم :- (پرنم آنکھوں سے) کیا میں امید رکھوں کہ آپ اس کے بعد میرے ساتھ مزید بھلائی فرمائیں گے ؟

ابوحنیفہؒ :- کہو عاصم :

عاصم :- اللہ آپ کا بھلا کرے کسی ایسے نیک کام کی طرف میری رہنمائی فرمائیے جو اللہ کے نزدیک پسندیدہ تر ہو، تاکہ میں تا زیست اس پر کاربند رہوں ۔

ابوحنیفہؒ :- اگرچہ وہ تم پر شاق گزرے ؟

عاصم :- چاہے مجھ پر شاق گزرے

ابوحنیفہؒ :- تم اکثر یہ بھی گایا کرتے تھے

اٹھوں فلک کو یوں ، جو ہو قصد انقلاب کا
جس طرح ٹوٹ جاتا ہے ساغر حباب کا

عاصم :- بے شک میں یہ بھی گاتا تھا

ابوحنیفہؒ :- تو اسلامی سرحدیں تمہارے سامنے ہیں۔ ان کے دفاع میں جو مسلم نوجوان جدوجہد کرے ، اللہ کی بارگاہ میں اس کے لئے بڑا اجر

عاصم :- (خوش ہو کر بول اٹھتا ہے) اگر میں غنیمت ساتھ لے کر آیا ہوں تو یقیناً کسی سرحد پر پہنچ جاؤں گا ورنہ جب تک شہید نہ ہو جاؤں ، ہمیشہ اللہ کی راہ میں جہاد کرتا رہوں گا ۔

(باقی آئندہ)



عورتوں کیلئے

اپنی مرضی کی شادیاں

نوعمر لڑکوں اور لڑکیوں کی خودکشی

(از زبیدہ سلطان صاحبہ دہلوی)

اب ہمارے ملک کے نوجوانوں اور لڑکیوں میں بھی امریکہ اور یورپ کی طرح اپنی مرضی سے شادیاں کرنے کا رجحان بڑھ رہا ہے اور میرے پاس لڑکے اور لڑکیوں کے ایسے خطوط آتے رہتے ہیں۔ جن میں کہ میرے اُن مضامین پر شدید غصہ کا اظہار کیا جاتا ہے جو میں عشق و عاشقی کی شادیوں کے خلاف لکھتی رہتی ہوں۔ لیکن اُنہیں کیا معلوم کہ آج خود یورپ میں ان عشق و عاشقی کی شادیوں پر بری طرح نکتہ چینی ہو رہی ہے۔ مثال کے طور پر حال ہی میں میری نظر سے انگلستان کی ایک اصلاح پسند خاتون "مسز ولیم گریس" کا مضمون گزرا ہے جس میں کہ انھوں نے بتایا ہے کہ انگلستان میں نوعمر لڑکیوں اور لڑکوں کی عشق بازی کے کیسے خطرناک نتائج سامنے آ رہے ہیں۔

یہ لکھتی ہیں "انگلستان میں نوعمر لڑکوں اور لڑکیوں کی عشق بازی نے ہمارے معاشرہ میں بڑی پیچیدگی پیدا کر دی ہے۔ انگلستان کا قانون ہے کہ ۲۱ برس سے کم عمر کا لڑکا یا لڑکی والدین کی اجازت کے بغیر شادی نہیں کر سکتا۔ اگر کوئی اس قانون کی خلاف ورزی کرتا ہے تو وہ قانون کی گرفت میں آ جاتا ہے۔ لیکن اِس قانونی پابندی کے باوجود یہاں ایسے کم عمر لڑکوں اور لڑکیوں کی کمی نہیں جو اس قانونی رکاوٹ کو نظر میں نہیں لاتے۔ یہ گھر سے بھاگ کر شہر گریٹنا میں جا کر والدین کی مرضی اور اجازت کے بغیر ہی شادی کر لیتے ہیں جہاں شادی پر کوئی پابندی نہیں ہے شہر گریٹنا اسکاٹ لینڈ کا ایک مشہور شہر ہے۔"

آگے چل کر یہ خاتون لکھتی ہیں "بھاگ کر شادی کرنے والے لڑکوں اور لڑکیوں کی زندگیاں عموماً اجیرن بن جاتی ہے۔ ان میں سے بہت سے تو خودکشی تک کے لئے مجبور ہو جاتے ہیں۔ وہ بہت خوبصورت خواب دیکھ کر گریٹنا پہنچتے ہیں۔ لیکن جذبات کے سرد ہونے کے بعد اُن کے خواب یکا یک چکنا چور ہو جاتے ہیں۔ اور زندگی کی تلخیاں اُنہیں چاروں طرف سے گھیر لیتی ہیں۔ اور جلد ہی اُن میں خانہ جنگی شروع ہو جاتی ہے۔ اور پھر اکثر و بیشتر لڑکیاں جو حاملہ ہو جاتی ہیں اُن کی تو بری طرح مٹی پلید ہو جاتی ہے۔ ایسی لڑکیاں یا تو پیشہ ور عورتیں بن کر اپنا پیٹ بھرتی ہیں یا دوسرے ذلت آمیز کاموں کے لئے مجبور ہو جاتی ہیں۔ اور پھر اُن کا انجام بڑا ہی دردناک ہوتا ہے۔ کیونکہ ان کے ساتھی نوجوان تو انہیں چھوڑ دیتے ہیں اور والدین کے گھر وہ واپس جا نہیں سکتیں۔"

اپنے مضمون کے آخر میں مسز ولیم گریس لکھتی ہیں "نوجوان لڑکیوں اور لڑکوں کا آزادانہ میل جول ہمارے معاشرہ کے لئے زہر ثابت ہو رہا ہے۔ کم عمری اور زندگی کا کوئی تجربہ نہ ہونے کی وجہ سے یہ عام طور پر گمراہ ہو جاتے ہیں۔ اور یہی گمراہی انہیں تباہ و برباد کر دیتی ہے۔ ہمارے کالجوں کی حالت بھی بہتر نہیں ہے وہاں بھی عشق و عاشقی کا یہ زہر عام ہے۔ اور اِس زہر نے ہمارے ملک کے بے شمار نوجوانوں اور لڑکیوں کو تاریکی میں بھٹکنے کے لئے بے سہارا چھوڑ دیا ہے۔ میں نے اکثر و بیشتر مشرقی ممالک کی سیاحت کی ہے۔ وہاں ایسی بے راہ روی کم ہے۔ کیونکہ مشرقی ممالک میں عورت و مرد کے آزادانہ میل جول کو اچھی نظر سے نہیں دیکھا جاتا۔ ہمارے ملک میں بھی جب تک عورتوں اور مردوں کے آزادانہ میل جول پر قواعد نہیں پیدا ہوگا ہماری معاشرتی زندگی کبھی نہیں سدھر سکتی۔"

مسز ولیم گریس لندن کی ایک مشہور اہل قلم اور اصلاح پسند خاتون ہیں۔ وہ آج اپنے ملک کے معاشرہ سے بیزار ہیں۔ اور مشرقی ممالک کی بے حد مداح ہیں۔ لیکن اُنہیں کیا معلوم کہ اب مشرق بھی

مشرقی ہندوستان۔ وہاں بھی مغربی اثرات بڑی حد تک پھیل چکے ہیں۔ اصحاب مشرق کے نوجوان لڑکے اور لڑکیاں بھی یورپ و امریکہ کی تقلید کرتے ہوئے اپنے مستقبل کی تباہی اور بربادی کا پیش خیمہ ہو رہے ہیں۔ اور انھوں نے بھی عشق و عاشقی کا وہ غلط اور تباہ کن راستہ اختیار کر لیا ہے۔ جس سے آج خود یورپ پریشان ہے۔

ہندوستان کے وہ نوجوان لڑکے اور لڑکیاں جو جذبات کی رو میں بہہ کر اپنی مرضی سے شادی کرنے کے حق میں ہیں۔ انہیں۔ اس یورپین خاتون کے مضمون سے سبق لینا چاہئے۔ اور انہیں معلوم ہونا چاہیے کہ شادی رعد بیاہ کوئی لیلیٰ مجنوں کا کھیل نہیں ہے کہ بس اُسے دیکھ لیا اور دل خوش کر لیا بلکہ یہ ایک ایسا مستحکم رشتہ ہے جس پر دو انسانوں کے خوشگوار مستقبل کا دار و مدار ہے۔ اس راستہ پر اگر دیکھ بھال کر اور خوب سوچ سمجھ کر قدم اٹھایا تو بیڑا پار ہے۔ اور اگر جذبات کی رو میں بہہ گئے اور کسی قسم کی بھی لغزش ہو گئی تو پھر مرتے دم تک سکون میسر نہیں آسکتا۔

ایک لڑکی نے پچھلے دنوں مجھے خود اپنی سرگزشت لکھ کر بھیجی تھی۔ جس میں کہ اُس نے بتایا تھا کہ وہ ایک نوجوان سے محبت کرتی تھی اور اُسے یقین تھا کہ اُس کی محبت کو قدر کی نگاہ سے دیکھا جائے گا لیکن جب اِس لڑکی نے اُس نوجوان سے شادی کرنے کی خواہش ظاہر کی تو اُس نے یہ کہہ کر اُسے ٹھکرا دیا کہ "جس طرح تم آج میرے ساتھ عشق کر رہی ہو اُسی طرح کل شادی کے بعد بھی تم کسی دوسرے سے عشق کی پینگیں بڑھا سکتی ہو تمہارا کیا اعتبار" اور پھر اس نوجوان نے کسی دوسری جگہ شادی کر لی۔ اور یہ لڑکی چونکہ اُس نوجوان کے ساتھ بدنام ہو چکی تھی۔ اس لئے اُس کی شادی کبھی نہ ہو سکی اور ساری زندگی برباد ہو گئی۔ نہ جانے اس قسم کے واقعات کتنے ہوتے رہتے ہوں گے اور کتنی لڑکیوں کی زندگیاں عشق و عاشقی کے اس غلط راستہ پر پڑ کر تباہ ہو چکی ہوں گی۔ ان واقعات سے نصیحت اور عبرت حاصل کرنی چاہیئے۔

امام ابو حنیفہ کا پڑوسی

(گذشتہ سے آگے)

ابو حنیفہ: (چہرہ خوشی سے چمکنا اٹھتا ہے) شاباش عاصم شاباش (امیر سے مخاطب ہو کر) جناب! آپ کا کیا خیال ہے۔ کیا اس کے بعد بھی آپ اسے قید رکھیں گے؟

امیر: ہرگز نہیں۔ آپ دونوں کی گفتگو سن لینے کے بعد اسے مقید رکھنے کی چنداں حاجت نہیں۔ عاصم جاؤ۔ تم بالکل آزاد ہو۔

عاصم: شکریہ حضور۔

ابو حنیفہ رح: اللہ تعالیٰ تمہارے اس احسان کو مشکور فرمائے

امیر: (ابو حنیفہ!) خدا کی قسم، حکمت و ہدایت کی ایسی باتیں میں نے اس سے قبل کبھی نہیں سنیں اگر ان کے عوض اپنی جان بھی بیچ دوں تو فائدہ ہی میں رہونگا

ابو حنیفہ رح: یہ عاصم کا احسان ہے۔

امیر: عاصم اگر تم نہ ہوتے تو مجھے ہرگز ابو حنیفہ کا شرفِ زیارت نصیب ہوتا

ابو حنیفہ رح: عاصم! کیا میں تمہیں ایک وصیت کر دوں؟

عاصم: ضرور۔ بڑی خوشی سے میں ہر خدمت کے لئے حاضر ہوں۔

ابو حنیفہ رح: اللہ تعالیٰ اگر تمہیں شہادت سے نوازے تو اُس کی یاد گا۔ میں اس شریف امیر اور اپنے پڑوسی ابو حنیفہ کے حق میں سفارش کرنا بھول جاتا۔

افسانہ



وعدہ کا انتظار

جذبات میں ڈوبی ہوئی ایک کہانی

(از جناب شاکر کوٹہ)

سدھا سے میری پہلی ملاقات ساج گھاٹ کے کالج میں ہوئی تھی۔ سدھا میں کچھ ایسی کشش تھی کہ میں پہلی ہی ملاقات میں یہ محسوس کرنے لگا جیسے میرا دل اس کی طرف کھنچ رہا ہے۔ وہ چلی گئی تھی مگر اپنی یاد کے نقوش چھوڑ گئی تھی۔

تیسری شام۔ میں بلا مقصد شہر کی مختلف سڑکوں پر گھوم رہا تھا۔ خاص شاہراہ سے گزر رہا تھا کہ میری نگاہ کافی ہاؤس پر پڑی۔ میں نے جیب سڑک کے کنارے کھڑی کر دی اور کافی ہاؤس میں داخل ہو گیا۔

میری نظر وسیع ہال کے ایک گوشے پر پڑی۔ وہی لڑکی سر جھکائے کافی کے گھونٹ لے رہی تھی۔ میرے قدم اس طرح اس کی طرف بڑھنے لگے جیسے اس کا خوبصورت وجود مقناطیس ہو اور میں لوہے کا ایک ٹکڑا جو مقناطیس کی طرف کھنچتا چلا جاتا ہے۔

"آپ!" میں نے اس طرح کہا کہ وہ یہ نہ سمجھے کہ میں اسے دیکھ کر ہی اس کے قریب آیا ہوں۔ اس نے نظریں اوپر اٹھائیں اور اس طرح مجھے دیکھنے لگی جیسے پہچاننے کی کوشش کر رہی ہو۔ میرا دل دھڑکنے لگا۔ ایسا نہ ہو یہ مجھے پہچاننے سے انکار کر دے پھر تو بہت خفت اٹھانی پڑے گی۔ لیکن ایسا نہ ہوا اس کے ہونٹوں پر مسکراہٹ پھیل گئی۔ بولی۔

"اوہ، آپ؟ تشریف رکھئے!"

"آپ یہاں؟" میں نے بیٹھتے ہوئے کہا۔

"آفس سے فرصت پا کر گھر جاتے ہوئے یہاں آجاتی ہوں یہاں کی کافی مجھے پسند ہے۔ اور آپ؟"

"بلا مقصد ادھر سے گزر رہا تھا کہ کافی ہاؤس پر نظر پڑی اور پھر کافی پینے کی خواہش کو دبا نہ سکا۔"

اسے خاموش دیکھ کر میں نے مسکراتے ہوئے کہا: "ایسا مت سمجھئے گا کہ آپ کا پیچھا کرتے ہوئے یہاں آیا ہوں۔" میرے لہجے میں صاف گوئی بھی تھی اور بے تکلفی بھی۔

"ایسا کیوں نہ سمجھوں؟" وہ شوخ نظروں سے مجھے دیکھنے لگی

"اس لئے کہ آج کل نوجوانوں میں یہ بیماری عام ہے جہاں کوئی اچھی لڑکی دیکھی پیچھے لگ گئے!"

"ایسا نہ سمجھوں تب بھی کوئی فرق نہیں پڑتا!" اس کی مسکراہٹ اور واضح ہو گئی۔ میں سٹپٹا گیا۔ جیسے اس نے میرے اندر کے چور کو پکڑ لیا ہو۔ میں خاموش تھا کہ اس نے کہا۔

"کیا منگاؤں آپ کے لئے؟"

"آپ کیوں تکلیف کریں، میں خود منگا لوں گا!"

"کوئی بات نہیں، آپ منگوائیں یا میں، ایک ہی بات ہوگی صرف کافی یا کچھ اور؟" اس نے ویٹر کو قریب آنے کا اشارہ کیا

"صرف کافی!" میں نے کہا۔

"کافی کے علاوہ کاجو بھی یہاں اچھے تلے جاتے ہیں" وہ ویٹر کو آرڈر دینے لگی۔

اس شام ہم دو گھنٹے ساتھ رہے۔ باتیں کرتے رہے ایک دوسرے کو سمجھتے اور سمجھاتے رہے، ہنستے اور مسکراتے رہے باتوں کے دوران اس نے میرا نام پوچھا اور اپنا نام بتایا، سدھا۔۔۔ اور جب پہلی بار میں نے اس کا نام لیا تو محسوس ہوا جیسے میری زبان شہد میں ڈوب گئی ہے اور شہد کی مٹھاس میرے دل کی گہرائیوں میں گھلتی جا رہی ہو۔ سدھا سے یہ دوسری ملاقات تھی اور پھر ہم ہر شام ملنے لگے۔ جلد ہی ہم ایک دوسرے اتنے قریب

سمجھنے کر ہمارے درمیان اب اجنبیت کی دیوار حائل نہ تھی۔ لیکن وہ ایک بات جو ان ملاقاتوں اور محبت کے لطیف جذبوں کا حاصل تھی وہ بات ابھی تک میں سدھا سے نہ کہہ سکا تھا۔

کار کے ہارن کی آواز نے مجھے چونکا دیا۔ خیالوں کا تسلسل ٹوٹ گیا۔ میں نے بے شوق نگاہوں سے سامنے دیکھا شاید وہ آ گئی لیکن کار سامنے سے گزر گئی اور تب احساس ہوا شام کے سائے گہرے ہو چکے۔ اندھیرے میں تو بھی تو ہر طرح کی رنگینیاں کھو گئی ہیں میرا دل اداس ہو گیا۔ لیکن دل کے کسی گوشے میں امید کی ایک کرن اب بھی جھلملا رہی تھی۔ وہ آئے گی، اسے آنا چاہیئے، اُس کے وعدے میں سچائی تھی، اعتماد تھا ——

میری نظر شہر کی طرف سے آتی ہوئی ایک ٹیکسی پر پڑی۔ میرا دل آس اور یاس کی کشمکش میں بڑی تیزی سے دھڑکنے لگا۔

ٹیکسی میرے قریب آ کر رک گئی۔ میں اپنی خوشی کو دبا نہ سکا، جی چاہا سدھا کو بانہوں میں لے کر جھومنے لگوں، رقص کرنے لگوں۔ میں والہانہ اسکی طرف بڑھا...... اور وہ آج کی بات کہ یہ حسین شام میں تو ہوتی چلی گئی اور پھر باتوں کے دوران میں نے سدھا سے وہ بات کہہ دی جو اب تک نہ کہہ سکا تھا۔ اور جسے کہنے کے لئے بیتاب تھا۔ میں نے سدھا سے اس کی آنکھوں میں آنکھیں ڈالتے ہوئے کہا :

”سدھا، مجھے اپنی آنکھوں کی گہرائیوں میں ڈوب جانے دو، اس طرح کہ پھر کبھی نہ ابھر سکوں!“

”تو یہ میری آنکھیں نہیں ندی ہو گئیں؟“ سدھا کے لہجے میں شوخی تھی

”ہاں سدھا، یہ پہاڑی ندی جو سامنے بہتی ہے اُس میں لہریں ہیں طغیانی ہے، زور و شور ہے لیکن پیار محبت کا وہ ماحول میسر نہیں جو تمہاری آنکھوں کی گہری جھیل میں ہے مجھے پا لینے کے بعد وہ ہوتی ہیں۔ یہ سب باتیں ہو گیا وہ خاموش رہی تو میں نے پھر کہا: اب تو میری زندگی کا ایک ہی مقصد ہے، تمہیں پا لینا! تمہیں پا کر سب کچھ بھول جانا۔ سدھا کہہ دو تم میری ہو، میری رہو گی!“

وہ تھوڑے سے توقف سے بولی۔

”اگر میں انکار کر دوں تو؟“

میں تڑپ اٹھا ”نہیں سدھا، نہیں تم انکار نہ کرو گی۔ اگر تم نے انکار کر دیا تو میں سامنے بہتی ہوئی ندی میں چھلانگ لگا دوں گا! اب تو میں تمہارے بغیر جینے کا تصور بھی نہیں کر سکتا!“ میری آواز بھرا گئی۔

سدھا نے میری طرف بھرپور نظروں سے دیکھا اور نظریں جھکا لیں۔ کچھ بولی نہیں۔ پھر تو میرا دل ڈوبنے لگا۔ سدھا کی آنکھوں سے آنسو ٹپک ٹپک کر اُس کے دامن میں جذب ہو رہے تھے۔ میں بے چین ہو گیا۔

”تم رو رہی ہو، کیوں؟ بولو سدھا۔ کیا میں اس قابل نہیں کہ ......؟“ میری آواز گلوگیر ہو گئی۔

”نہیں برج، یہ تو خوشی کے آنسو ہیں۔ میں تو سوچ بھی نہ سکی تھی کہ تم مجھے اتنا پیار کرتے ہو!“

”ہاں سدھا، میں نے زندگی میں پہلی بار صرف تمہیں چاہا ہے دل کی گہرائیوں سے۔ جواب دو کیا تم بھی مجھے ......؟“ میں نے ایک انجانے خوف کے زیر اثر اپنا جملہ ادھورا چھوڑ دیا۔

سدھا نے رخساروں پر ڈھلکتے ہوئے آنسوؤں کو خشک کیا۔ اور بولی۔

”برج، اگر تم مجھے اتنا ہی چاہتے ہو کہ میرے لئے جان بھی دے سکتے ہو تو سن لو میں بھی تم سے جدا نہ رہوں گی۔ میں تمہاری ہوں۔ تمہاری رہوں گی! تمہارے سوا کسی اور کا تصور بھی اب میرے لئے پاپ ہے!“ سدھا نے اپنا سر میرے شانے پر رکھ دیا۔ ہم کھو گئے کیف و سرور کی وادیوں میں۔

کافی ہاؤس کے ایک کیبن میں میرے سامنے بیٹھی ہوئی سدھا کی پلکیں جھکی ہوئی تھیں۔ اُس کے چہرے پر گہری اُداسی چھائی ہوئی تھی۔ میں سمجھ رہا تھا بظاہر سدھا خاموش ہے۔ لیکن اُس کے اندر ایک طوفان سا اُمڈ رہا ہے اور وہ اپنی غیر معمولی ضبط کی صلاحیت کے ذریعہ اس طوفان کو دبائے ہوئے ہے۔ اگر میں کچھ بھی بولا تو وہ اِس طوفان کو روک نہ سکے گی۔ لیکن مجھے تو بولنا ہی تھا۔ کچھ نہ کچھ تو کہنا ہی تھا۔ میں نے بہت ہی آہستہ اُسے آواز دی: ”سدھا!“

سدھا نے آنکھیں میچ لیں، میز پر پھیلے ہوئے اس کے ہاتھوں کی مٹھیاں بھینچ گئیں، جبڑے اس طرح کس گئے کہ ہڈیاں ابھر آئیں۔ میرے اندر کرب کی ایک لہر اٹھی۔ ”اف یہ صبر —— یہ ضبط ——!“ میں نے کہا۔

”سدھا، نا کہ میرا کام یہاں ختم ہو گیا ہے۔ والدین نے مجھے

فوری طلب کیا ہے - میرا جانا ضروری ہے - لیکن میں اپنا سب کچھ یہاں چھوڑے جا رہا ہوں - اپنا چین، اپنا دل اور تمہیں! وقتی طور پر میرا جسم تم سے جدا ہو رہا ہے - لیکن میرا دل، میری آتما یہیں رہے گی، تمہارے گرد میں بہت جلد لوٹ آؤں گا -!" میں نے سدھا کی نرم انگلیوں کو اپنی ہتھیلیوں میں لے کر دبا لیا -

پھر تو سدھا کے ہاتھوں سے صبر کا دامن چھوٹ گیا - وہ رو پڑی اور سسکیوں کے درمیان کہنے لگی -

"بھول نہ جانا بھج! میری آنکھیں تمہاری راہ تکتی رہیں گی میں ایک ایک پل تمہارا انتظار کروں گی، میری ہر سانس تمہارا انتظار کرے گی! تم انتظار کی گھڑیوں کو اتنی طویل نہ ہونے دینا کہ سانسوں کی ڈور ٹوٹ جائے، ورنہ ...... ورنہ میں ......!"

میں نے اُس کے ہونٹوں پر انگلی رکھ دی - وہ رونے لگی - میری آنکھیں بھی بھیگ گئیں اور میں آنکھوں میں آنسو اور دل میں کسک لئے سدھا سے جدا ہو گیا -

گھر پہنچ کر میں نے جو کچھ سنا وہ میرے لئے سوہانِ روح سے کم نہ تھا میں تلملا گیا - والدین کے آگے منت سماجت کی کہ وہ سب کچھ نہ ہو جو وہ چاہتے ہیں، میری پسند اور خواہش کا خیال رکھا جائے، اس لئے کہ نباہ تو مجھے ہی کرنا ہے - لیکن میری ایک نہ سنی گئی - میرے آنے سے پہلے ہی سارے معاملات طے کر لئے گئے تھے - پتا جی ـــــ اُف! ان کا کلیجہ تو جیسے پتھر کا ہو گیا تھا - انہیں تو میری موت گوارا تھی - لیکن اپنے کئے ہوئے وعدوں سے پھر جانا گوارا نہ تھا - انہوں نے سخت اور صاف صاف لفظوں میں کہہ دیا - بھج! خوب سوچ لو، تمہارا انکار میری موت کا سبب بھی بن سکتا ہے - میں کسی کے سامنے شرمسار ہونا نہ چاہوں گا - ہمیشہ خاندانی رسم و رواج اور روایات کا پابند رہا ہوں -

اور میں خاندان کی فرسودہ روایات کی بھینٹ چڑھا دیا گیا - نندنی میری زندگی سے وابستہ کر دی گئی -

میں ہر وقت اداس اور کھویا کھویا سا رہنے لگا تھا - نندنی جو میری اداسیوں سے ناواقف تھی کہ اپنی طرف سے میری حد سے بڑھی ہوئی بے توجہی کے باوجود ایک خوبصورت پتنی کی طرح اپنے دامن میں پیار کے پھول سجائے، وفا کی خوشبو لئے میرے گرد منڈلانے لگی تھی اور جب شادی کے چند ہفتوں بعد برسات کی ایک شب نندنی کو دیکھا تو محسوس ہوا نندنی بھرپور جوان ہے، خوبصورت بھی ہے اور وفاشعار بھی!

اور رفتہ رفتہ میں نندنی کی خوبصورتی، اُس کے بھولے بھالے ناز و ادا، اُس کی مسکراہٹوں اور بے لوث خدمتوں میں اتنا کھوتا چلا گیا کہ سدھا کی یادوں پر فراموشی کے دبیز پردے پڑتے چلے گئے -

اور اب میں تنہا بھی نہ تھا میرا وجود چار حصوں میں بٹ گیا تھا - میں، نندنی اور ہمارے دو بچے راجا اور رانی!

آج سدھا مجھے شدت سے یاد آ رہی ہے - اُس کے ساتھ گزرے ہوئے روز و شب یاد آ رہے ہیں - اُس سے کئے ہوئے وعدے مجھے تڑپا رہے ہیں ـــــ دس سال بعد پھر مجھے راج گھاٹ آنا پڑا ہے میں راج گھاٹ کے اُسی کالج میں مقیم ہوں جہاں میں قیام کے دوران سدھا سے ملاقات ہوئی تھی -

شام ہو چکی تھی - ٹھنڈی اور فرحت بخش ہوائیں چل رہی ہیں - راج گھاٹ کی حسین وادی جنت نشان معلوم ہونے لگی ہے - لیکن میں ماحول کی دلکشی سے بے پرواہ کالج کے لان میں بیٹھا ماضی کی یادوں میں گم ہوں - بچے لان میں کھیل رہے ہیں - نندنی میرے قریب بیٹھی میرے لئے سوئٹر بن رہی ہے ـــــ اور یہیں کالج کے گیٹ پر رکنے والی ٹیکسی کو دیکھنے لگا نندنی بھی ادھر دیکھنے لگی اور لان میں کھیلتے ہوئے بچے بھی -

ٹیکسی سے اترنے والے کو دیکھ کر میں حیرت زدہ ہو گیا - آنکھیں پھٹی کی پھٹی رہ گئیں، دل زور زور سے دھڑکنے لگا اور جیسے ہر دھڑکن سے ایک ہی آواز آ رہی ہو سدھا ـــ سدھا ـــ سدھا! ـــ

سدھا ایک بڑا سا بنڈل لئے لان میں آئی - اُس نے میری چھوٹی بچی رانی کو گود میں اٹھا لیا اور پیار کرنے لگی - پھر رانی کو گود میں لئے ہوئے لان میں آئی، میرے اور نندنی کے قریب - اُس نے رانی کو گود سے اتار دیا اور کرسیوں کے درمیان رکھی چھوٹی میز پر بنڈل رکھ کر کھولنے لگی - بنڈل کھول کر اس نے کچھ کھلونے اور مٹھائی کا ایک ڈبہ رانی کو دیا اور ایسا ہی اپنے قریب کھڑے میرے بیٹے راجو کو - وہ بچوں سے بولی - یہ کچھ بھی تمہارے لئے ہیں - اور پھر اُس نے مجھے اور نندنی کو پرنام کیا اور ہمارے کچھ کہنے کا انتظار کئے بغیر ایک کرسی پر بیٹھ گئی اور تب میں ایک بلیہ

بھرنے لگا۔

"سدعا تم!"

"ہاں میں!" وہ میری طرف غور سے دیکھنے لگی۔

"کیسی ہو؟"

"آپ دیکھ ہی رہے ہیں!" اس کے ہونٹوں پہ ایسی مسکراہٹ نمودار ہوئی جسے دیکھ کر مجھے ایسا ہی محسوس ہوا جیسے کوئی نشتر میرے دل میں اتر گیا ہو۔

میں نے دیکھا چہرے پہ شگفتگی نہ تھی، آنکھوں کی چمک ماند پڑ گئی تھی۔ سیاہ بالوں میں سفید سفید باریک باریک لکیریں ایسی معلوم ہو رہی تھیں جیسے گھنگھور گھٹاؤں میں بجلیاں کوند رہی ہوں۔ میری نگاہیں جھک گئیں جیسے سدعا سے نظریں ملانے کی تاب نہ ہو مجھ میں۔ تھوڑے سے توقف کے بعد میں نے نندنی کی طرف دیکھتے ہوئے کہا "ان سے ملو، یہ نندنی ہیں میری......!" میرا مقصد تھا سدعا کا تعارف نندنی سے کرادوں تاکہ وہ محتاط ہو کر گفتگو کرے۔ وہ میری بات کاٹتے ہوئے بولی۔

"جانتی ہوں، یہ آپ کی مسز ہیں اور یہ آپ کے بچے——

بہت پیارے بچے ہیں!" وہ اپنے دائیں بائیں کھڑے میرے بچوں کے سروں پہ ہاتھ پھیرنے لگی۔

"تمہیں کیسے پتہ چلا کہ میں یہاں آیا ہوں؟" میں نہ چاہتے ہوئے بھی نندنی کی موجودگی میں سدعا سے ایسی ہی باتیں کرنا چاہتا تھا کہ یہی جگہ خاموش بیٹھی ہم دونوں کو پر تجسس نگاہوں سے دیکھتی ہوئی نندنی کو مزید حیرت نہ ہو۔

"کل آپ لوگوں کو مینا بازار میں شاپنگ کرتے دیکھا تھا!" وہ سنجیدگی سے بولی۔

"تم نہیں لائیں اپنے ساتھ؟" میں نے یونہی یہ بات کر دی۔

"کسے؟" وہ میری طرف دیکھنے لگی۔

"میرا مطلب ہے وہ —— تمہارے ——" میرے الفاظ الجھ گئے۔

"اوہ سمجھی ——!" وہ کچھ دیر خاموش رہی پھر کچھ عجیب انداز سے مسکراتی ہوئی ٹھہر ٹھہر کر کہنے لگی

"وہ —— وہ تو وعدہ کر کے گئے تو اب تک نہ آئے اور

—— اور میں اب تک انتظار کر رہی ہوں —— یہ جانتے ہوئے بھی کہ وہ مجھ سے دور چلے گئے ہیں —— اتنی دور کہ اب لوٹ کر نہ آسکیں گے —— کبھی نہ آسکیں گے —— لیکن میں انتظار کرتی ہوں —— کرتی رہوں گی —— اس وقت تک کرتی رہوں گی جب تک سانسوں کی ڈور ٹوٹ نہ جائے !،، اتنا کہہ کر وہ اٹھی اور تیز تیز قدم بڑھاتی لان سے باہر نکل گئی ۔ میں اسے روک بھی نہ سکا، اس سے کچھ کہہ بھی نہ سکا، اپنی مجبوریوں کی داستاں بھی نہ سنا سکا۔

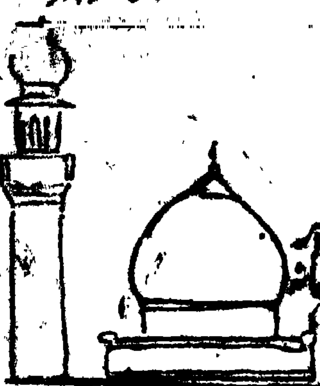
میں حیرت و یاس کا مجسمہ بنا جاتی ہوئی شدھا کو دیکھ رہا تھا کہ تنہائی کی آواز نے مجھے جھنجوڑ دیا ۔

"کون ہے یہ ؟ کس کا انتظار ہے اسے ؟"

میں اپنے حواس کو سمیٹنے کی کوشش کرتے ہوئے سوچنے لگا کہ اس سوال کا کیا جواب دوں کہ جو ابھی ابھی یہاں سے گئی ہے وہ میرا چین اور سکون اپنے ساتھ لیتی گئی ہے، وہ جس نے مجھے مضطرب کر دیا ہے، وہ کون ہے، اور ایک بدنام رشتے کے سہارے برسوں سے کس کا انتظار کر رہی ہے۔ کس کا ....؟ لیکن میں تنہائی کے سوال کا کوئی جواب نہ دے سکا !

—— • ——

دنیائے اسلام پر ایک نظر



قبلہ اول پر اسرائیل کا مستقل قبضہ

افغانی مجاہدین کے حوصلے۔ ایران سے انقلاب کے دعوے

(ہمارے سیاسی مبصر کے قلم سے)

قبلہ اول پر اسرائیل کا قبضہ

پوری دنیائے اسلام میں اِس خبر سے ہیجان پیدا ہو گیا ہے کہ اسرائیلی پارلیمنٹ میں ایک مسودہ قانون پیش کیا جا چکا ہے جس کی رو سے اسرائیل نے مسلمانوں کے قبلہ اول بیت المقدس کو مستقل طور پر اسرائیل کا دارالسلطنت بنانے کی داغ بیل ڈال دی ہے جس کا مطلب یہ ہے کہ گزشتہ جنگ میں اسرائیل نے جن عرب علاقوں پر غاصبانہ قبضہ جمایا تھا جن میں سے ایک بیت المقدس بھی ہے۔ اب کھلے طور پر ان پر کامل قبضہ کا اقدام شروع کر دیا ہے۔

جہاں تک دنیائے اسلام کا تعلق ہے اس کے لئے یہ بہت بڑا سانحہ ہے کیونکہ مسلمان اسے برداشت ہی نہیں کر سکتے کہ اُن کا قبلہ اول یعنی بیت المقدس مشرکوں کے ہاتھوں میں رہے۔ چنانچہ حال ہی میں اسلام آباد میں مسلم وزرائے خارجہ کی جو کانفرنس ہوئی تھی اُس میں اسرائیل کے اس اقدام پر انتہائی ناگواری کا اظہار کرتے ہوئے سلامتی کونسل سے مطالبہ کیا گیا ہے کہ وہ فوری طور پر اسرائیل کے خلاف پابندی عائد کرے۔

لیکن سوال پیدا ہوتا ہے کہ اگر اقوام متحدہ یا سلامتی کونسل نے کوئی اقدام بھی کیا تو اُس کا نتیجہ کیا ہو گا۔ کیونکہ گزشتہ دس سال کے واقعات یہ بتاتے ہیں کہ اسرائیل کے معاملہ میں اقوام متحدہ ایک مردہ اور ناکارہ تنظیم بن کر رہ گئی ہے۔ اسرائیل شروع ہی سے اُس کے فیصلوں کو ٹھکراتا رہا ہے۔ ایسی حالت میں اگر سلامتی کونسل نے اسرائیل پر کسی قسم کی پابندی عائد بھی کر دی تو بیشک وہ بے نتیجہ ثابت ہو گی۔ اسرائیل ایک ایسے چند ودے اور ڈاکوؤں کا ملک ہے جسے نہ اقوام متحدہ کی پرواہ ہے اور نہ سلامتی کونسل کی وہ تو صرف جنگ کی زبان سمجھتا ہے۔ اور اُس کے حالیہ اقدام کا جواب اِس کے سوا اور کچھ نہیں ہے کہ نہ صرف تمام عرب ممالک بلکہ پوری دنیائے اسلام کے ممالک اسرائیل کے خلاف ایک متحدہ محاذ قائم کریں۔ اور اپنی متحدہ طاقت سے اسرائیل کو جھکنے کے لئے مجبور کر دیں۔

افغانی مجاہدین کے حوصلے

افغانستان پر اگرچہ روس کی ایک لاکھ فوج کا تسلط ہے لیکن افغانستان کے مجاہدین کے حوصلے بے حد بڑھے ہوئے ہیں۔ وہ اپنی جانوں کی پرواہ کئے بغیر دنیا کی سب سے بڑی طاقت سے ٹکرا رہے ہیں۔ اور یہ طے کئے ہوئے ہیں کہ وہ کسی قیمت پر بھی روسی بے دینوں کے تسلط کو گوارہ نہیں کریں گے۔

بی بی سی لندن کے نمائندے مارک ٹیلی نے افغانستان سے بھیجی گئی اپنی رپورٹ میں کہا ہے کہ مجاہدین اگرچہ بے سرو سامان ہیں لیکن اُن کے حوصلے بے حد بڑھے ہوئے ہیں۔ بی بی سی کے اس نمائندے کے مطابق۔ مجاہدین کی بے سرو سامانی کا یہ عالم ہے کہ وہ روسی رائفلوں اور مشین گنوں کے استعمال شدہ خالی کارتوس جمع کر لیتے ہیں۔ پھر ان خالی کارتوسوں میں بارود بھر لیتے ہیں مگر پھر بھی روسیوں کا مقابلہ کر رہے ہیں۔

مارک ٹیلی نے مجاہدین کی قیادت کرنے والے ایک کمانڈر کے حوالے سے بتایا ہے کہ ان لوگوں کے پاس پرانی رائفلوں کے علاوہ کوئی دوسری چیز نہیں ہے۔ ایسی پرانی [illegible] علاقوں میں ہر شخص

ہے۔ اگرچہ یہ ساخت کی رائفلیں ہیں تو وہ مجاہدین نے روسیوں سے چھینی ہیں۔ ان مجاہدین کو کوئی تربیت نہیں دی گئی ہے بلکہ وہ اپنی روایتی نشانہ بازی کے بل پر روسیوں سے مقابلہ کر رہے ہیں۔ بی بی سی کے نامہ نگار کا کہنا ہے کہ اب مجاہدین نے گوریلا جنگ شروع کر دی ہے جس سے کہ روسی فوجوں کے لئے شدید مشکلات پیدا ہو گئی ہیں۔ ان حقائق اور واقعات سے بخوبی اندازہ لگایا جا سکتا ہے کہ افغانستان کے مجاہدین کیسی جرأت اور دلیری کے ساتھ دنیا کی سب سے بڑی طاقت کا مقابلہ کر رہے ہیں۔

ایران نئے انقلاب کے دہانہ پر

ایران سے اگرچہ شہنشاہیت کا خاتمہ ہو چکا ہے لیکن اس وقت ایران شہنشاہیت کے دور سے بھی بدتر حالت میں ہے ایران میں منتقمانہ قتل عام کا سلسلہ جاری ہے۔ مخالفین کو اندھا دھند قتل کیا جا رہا ہے۔ اور کسی عدالتی کارروائی کے بغیر پھانسیوں پر لٹکایا جا رہا ہے۔

اور اب تو نوبت یہاں تک پہنچ گئی ہے کہ ایران کے موجودہ سربراہ اور بے تاج بادشاہ آیت اللہ خمینی کے خلاف بھی بغاوت کھڑی ہو چکی ہے۔ اور اس سلسلہ کا اہم ترین واقعہ آیت اللہ شریعت مداری کی گرفتاری ہے یہ یاد رہے کہ شریعت مداری کسی زمانہ میں آیت اللہ خمینی کے دست راست تھے مگر اب ان میں اور خمینی میں ٹھن گئی ہے۔ شریعت مداری کا ایران میں آیت اللہ خمینی کے بعد دوسرا درجہ ہے۔ اب ان دونوں ایران کے لیڈروں میں کشاکش شروع ہو گئی ہے۔

ادھر ایران میں طلبا [illegible] وزارت کا معمول بن گیا ہے۔ مختلف الخیال طلبا ایک [illegible] ت صف آرا ہیں۔ غرضیکہ ایران اس وقت اس بری طرح بحران میں مبتلا ہے کہ وہاں کسی وقت بھی کوئی نیا انقلاب رونما ہو سکتا ہے۔

اس کے علاوہ ایران کے سب پڑوسی ممالک سے تعلقات خراب ہیں۔ عراق کے ساتھ تصادم شروع ہو چکا ہے اور عرب ممالک کے ساتھ ایران کا جھگڑا چل رہا ہے۔ مختصر یہ کہ اس وقت ایران پر ایسی تباہی مسلط ہے جو تاریخ کے کسی دور میں دیکھنے میں نہیں آئی۔ اور اس تباہی و بربادی کا لازمی نتیجہ ایران کا نیا انقلاب ہے جس سے کہ بڑی طاقتیں فائدہ اٹھانے کی فکر میں ہیں۔ مختصر یہ کہ ایران کے ملاؤں نے ایک نہایت مستحکم اسلامی ملک کو تباہ کر کے رکھ دیا ہے۔

سادات بھی اسرائیل سے نالاں

یہ تو سب ہی کو معلوم ہے کہ امریکہ کے بعد اگر دنیا میں کوئی اسرائیل کا دوست ہے تو وہ مصر کے صدر انور سادات ہیں۔ اسرائیل سے اُن کی دوستی کا اندازہ اس سے ہو سکتا ہے کہ انھوں نے اسرائیل کی خاطر سب ہی عرب ممالک سے اپنے تعلقات [illegible] ہیں اور پوری عرب دنیا [illegible] الگ ہو کر رہ گئے ہیں۔

لیکن تازہ اطلاعات سے پتہ چلا ہے کہ اب خود صدر سادات بھی اسرائیل سے خفا اور اسرائیل کے رویہ سے بیزار ہیں۔ چنانچہ

رائٹر کی اطلاع کے مطابق اسرائیل کے ساتھ معاندانہ رویہ کے سبب مصر نے فلسطینیوں کی خود مختاری کے سلسلہ میں اسرائیل سے گفتگو بند کر دی ہے۔ ایک مصری ترجمان نے کہا ہے کہ چونکہ اسرائیل نے بیت المقدس کو اپنی راجدھانی بنانے کے لئے بل کا مسودہ اسرائیلی پارلیمنٹ میں پیش کر دیا ہے۔ اس لئے اب اسرائیل کے ساتھ مصالحت کی بات چیت کا جاری رکھنا مشکل ہو گیا ہے۔ اس کے علاوہ اسرائیل کی جانب سے فلسطینیوں پر جو پے در پے مظالم ہو رہے ہیں اس سے صدر انور سادات بر افروختہ ہیں۔"

لیکن عرب دنیا میں صدر انور سادات کی یہ ناراضگی محض دکھاوا بھی جا رہی ہے۔ اور تقریباً سب ہی عرب ممالک کی یہ رائے ہے کہ صدر انور سادات کا فلسطین کے بارے میں خود مختاری کا مطالبہ بھی محض ظاہر داری کے لئے ہے۔ کیونکہ عرب حلقوں کی یہ رائے ہے کہ اگر انور سادات کو عرب کاز یا فلسطینی عوام سے ہمدردی ہوتی تو وہ اسرائیل سے روابط ہی کیوں قائم کرتے اور حقیقت یہی ہے کہ عرب کاز اور فلسطینیوں کو جس سے سب سے زیادہ نقصان پہنچا ہے وہ صرف مصر کے انور سادات ہی ہیں۔ جو اسرائیل کیمپ میں شامل ہو چکے ہیں۔

عرب ملکوں میں غیر مسلموں کا غلبہ

تیل کی دولت سے مالا مال عرب ملکوں میں روزگار کی تلاش میں آنے والے غیر مسلموں کی اس قدر کثرت ہے کہ ان ممالک میں اسے بری طرح محسوس کیا جانے لگا ہے۔ چنانچہ خود سعودی عرب میں جو تیل پیدا کرنے والے ممالک میں سب سے بڑا اور دولت مند ملک ہے وہاں غیر مسلموں کی آمد کی اس قدر کثرت ہے کہ اگر ستر لاکھ سعودی عرب کی آبادی ہے تو اتنے ہی غیر ملکی وہاں روزگار کی تلاش میں آچکے ہیں۔

سعودی عرب میں غیر ممالک سے غیر مسلموں کی آمد کی اس کثرت کو محسوس کرتے ہوئے سعودی عرب کے وزیر داخلہ شہزادہ نائف نے اپنے بیرونی سفارت خانوں کو ہدایت کی ہے کہ وہ غیر مسلموں کو سعودی عرب کے داخلے کے ویزا دینے میں احتیاط سے کام لیں کیونکہ اس سے نئی نئی سیاسی اور معاشرتی پیچیدگیاں پیدا ہونے کا امکان ہے۔

ادھر متحدہ امارات عربیہ کی وزارت نے خصوصی طور سے ہدایات جاری کر دی ہیں۔ کہ متحدہ امارات میں جو نئی مساجد تعمیر ہو رہی ہیں اُن کی تعمیر میں غیر مسلموں سے کام نہ لیا جائے بلکہ یہ کوشش کی جائے کہ جو معمار اور کاریگر مساجد کی تعمیر میں حصہ لیں وہ سب کے سب مسلمان ہونے چاہئیں تاکہ ان مساجد کی تقدیس کو برقرار رکھا جا سکے۔

سعودی حکومت اس بات کے حق میں بھی نہیں ہے کہ بیرونی غیر مسلم ممالک میں عرب عورتوں کو تعلیم کے لئے بھیجا جائے۔ کیونکہ اس سے یہ اندیشہ ہے کہ یورپین ممالک میں عرب عورتوں کی تعلیم کی وجہ سے سعودی عرب میں مغرب پرستی کو فروغ حاصل ہوگا۔ نیز سعودی عرب کی حکومت کی یہ پوری کوشش ہے کہ سعودی عرب کے خالص عرب معاشرہ کو بیرونی اثرات سے بچایا جائے۔ اب دیکھنا ہے کہ عرب ممالک اس مقصد میں کہاں تک کامیاب ہوتے ہیں۔

الجزائر سے مصر کے سفارتی تعلقات ختم

قاہرہ کی اطلاع ہے کہ مصر نے الجزائر کے ساتھ سفارتی تعلقات توڑ لئے ہیں۔ اس سے پہلے مصر، شام، لیبیا، جنوبی یمن اور پی ایل او۔ کے ساتھ سفارتی تعلقات توڑ چکا ہے ان سب ملکوں سے مصر کو شکایت یہ ہے کہ ان ملکوں نے مصر کے نئے دوست اسرائیل کے خلاف سخت موقف اختیار کر رکھا ہے۔

دنیا کا کوئی بھی ملک یا مسلمان اگر اسرائیل کے خلاف سخت موقف اختیار کرتا ہے تو وہ حق بجانب ہے کیونکہ اسرائیل کوئی ملک نہیں ہے بلکہ چوروں اور ڈاکوؤں کی ایک ٹولی ہے۔ جس کا کام یہ ہے کہ دوسرے ممالک کے علاقوں پر غاصبانہ قبضہ جمائے۔ لیکن حیرت ہے کہ مصر کو اس ڈاکو سے اتنی ہمدردی ہے کہ وہ ان ممالک سے بھی تعلقات توڑ رہا ہے جو اسرائیل کی مذمت کرتے ہیں۔ یہ پستی میں گر جانے کی انتہا ہے۔

لیکن وہ وقت دور نہیں ہے جب اسرائیل ہی مصر کے لئے سب سے بڑا خطرہ ثابت ہوگا۔ کاش انور سادات نے یہودیوں کی عہد شکنی اور دشمنی کی تاریخ پڑھی ہوتی تو وہ اسرائیل کی عیاریوں کو سمجھ



دلچسپ معلومات

حیرت انگیز اور عجیب و غریب انکشافات

(از ادارہ دین دنیا)

آسمان سے ستارے توڑنے کی مہم

لیجئے اب آسمان سے ستارے توڑنے کی بات سامنے آ گئی ہے۔ تیتی معدنیات ہیں انہیں زمین پر لانے کی ایک نئی مہم کی تیاریاں شروع ہو گئی ہیں۔ چنانچہ لاس انجلز کے خلائی ادارہ کے ایک انجینئر مسٹر ڈانلڈ رچ نے ایک منصوبہ تیار کیا ہے جس کا منشا یہ ہے کہ خلا میں جو چھوٹے چھوٹے تارے معدنی اعتبار سے مالا مال ہیں انہیں زمین پر لانے کی ایک مہم شروع کی جائے۔

مسٹر ڈانلڈ رچ نے اداریٹ نامی ایک سیارے کا ذکر کیا ہے [illegible] اور اس سیارے میں پلاٹینم جیسی قیمتی دھات کافی مقدار میں موجود ہے۔ اس انجینئر کی رائے ہے کہ یہ سیارہ جلد ہی کسی ایسے مقام پر پہنچ جائے جہاں سے زمین کا فاصلہ کم ہو جائے تو اس پر ایٹم بم داغ کر اسے مدار سے اتار دیا جائے۔ جب یہ ستارہ زمین پر آ جائے تو اس میں جو پلاٹینم ہے اس سے فائدہ اٹھایا جائے۔ ملاحظہ فرمایئے کہ سائنس کیسے کیسے گل کھلا رہی ہے۔

صدر ناصر کی لاش کی قیمت پانچ سو ملین

مصر کے سابق صدر جمال الناصر کی موت کو دس بارہ سال گزر چکے ہیں اور ان کی قبر مصر میں موجود ہے۔ لیکن یہ معلوم کر کے بڑی حیرت ہوگی کہ ان کی لاش اور قبر کا بھی ایک خریدار پیدا ہو گیا ہے۔ خریدار ہیں لیبیا کے صدر معمر قذافی۔

مصری اخبار الاہرام نے لکھا ہے کہ کرنل قذافی نے مرحوم جمال الناصر کی لاش اور قبر کی خریداری کے لئے پانچ سو ملین ڈالر کی پیشکش کی ہے۔ کرنل معمر قذافی یہ چاہتے ہیں کہ جمال الناصر کی نعش کو مصر سے لیبیا لے جائیں اور اسے طرابلس کے قبرستان میں دفن کر دیں تاکہ یہ مقام صدر ناصر کے ہمنواؤں کے لئے دنیا میں ایک زیارت گاہ بن جائے۔

معلوم ہوا ہے کہ مصر کی سادات حکومت نے کرنل قذافی کی اس مضحکہ انگیز درخواست کو رد کر دیا ہے اور اسے قذافی کی مصر کے خلاف ایک شرارت قرار دیا ہے۔

ناکارہ دل کی بجائے نیا دل

لندن کے ایک میڈیکل کالج کے سرجن نے یہ دعویٰ کیا ہے کہ اب یہ چیز ممکن ہو چکی ہے کہ ناکارہ دل اور دوسرے ناکارہ انسانی اعضا کو نئے اعضا سے تبدیل کیا جا سکتا ہے۔ اس سرجن کا کہنا ہے کہ انسان کا دل، جگر، گردے، پھیپھڑے اور تمام اندرونی اعضا تبدیل کئے جا سکتے ہیں۔ صرف ضرورت اس کی ہے کہ جس طرح ہسپتالوں میں خون اور آنکھوں کے بینک قائم ہو گئے ہیں اسی طرح مرنے والے نوجوان افراد کے اندرونی اعضا ان کی لاش سے نکال کر محفوظ کر لیے جائیں جنہیں بیمار انسانوں کے جسم کے ساتھ پیوست کیا جا سکتا ہے۔

سرجن موصوف نے کہا ہے کہ آجکل مصنوعی دل اور مشینی پھیپھڑے بھی بننے لگے ہیں۔ ان سے بھی کام لیا جا سکتا ہے مگر انسانی اعضا اگر پیوند کاری کے لئے مل جائیں تو یہ مصنوعی اعضا سے بہتر ثابت ہو سکتے ہیں۔





"المسجد الاقصیٰ" بیت المقدس جس پر اسرائیلی صیہونیوں کا غاصبانہ قبضہ ہے

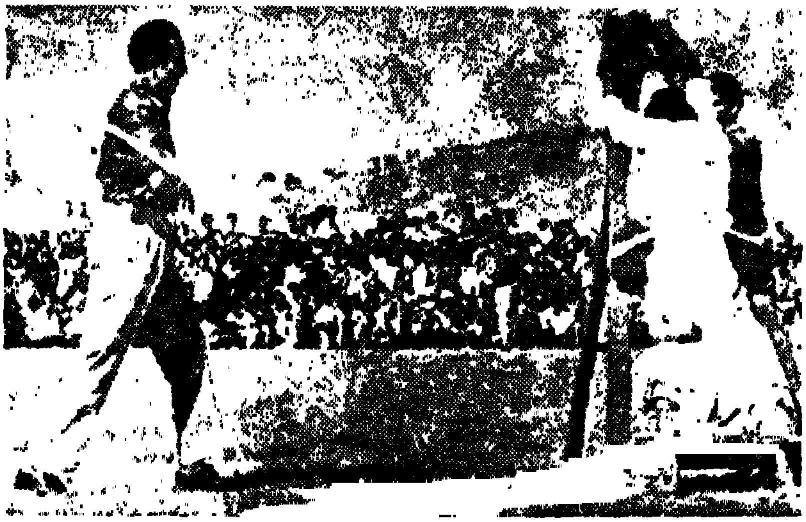




ایرانی ملاؤں کی حکومت کے نام نہاد صدر ''ابوالحسن بنی صدر'' (درمیان میں)
ان کی ہر تجویز اور حکم کو ایرانی ملا ٹھکرا دیتے ہیں



سوڈان کے صدر ''جنرل جعفر نمیری'' مسز اندراگاندھی کے ہمراہ



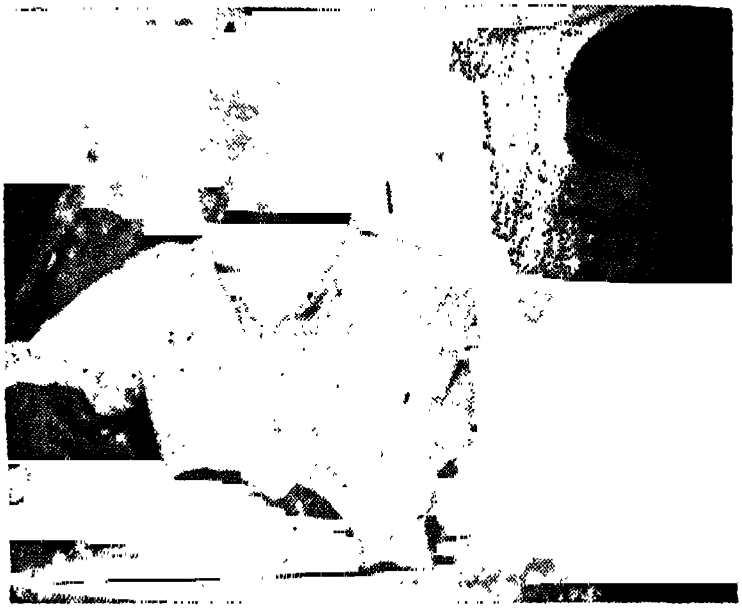
جنرل ضیا کی حکومت سے خوفزدہ کرنے کے لئے پاکستان میں ملزموں کو
مجمع عام میں کوڑوں کی سزا دی جاتی ہے۔



تامل ناڈ کے وزیراعلیٰ ''رامچندرن''
اے۔ ڈی۔ ایم۔ کے۔ کے ممتاز لیڈر



''مسٹر عبدالرحمن انتولے''
مہاراشٹر کے پہلے مسلمان وزیراعلیٰ



مسٹر سنجے گاندھی کی اچانک موت پر پورا ملک سوگوار ہے۔
اپنی اہلیہ "منیکا گاندھی" کے ساتھ انکی ایک یادگار تصویر



جمہوریہ مصر کے صدر "انور سادات" کسی دوسرے ملک کے ساتھ ایک معاہدہ پر دستخط کر رہے ہیں



حالیہ انتخابات میں کامیابی کے بعد۔ اخبار نویسوں اور پریس فوٹوگرافروں نے "اندراجی" کو گھیر رکھا ہے

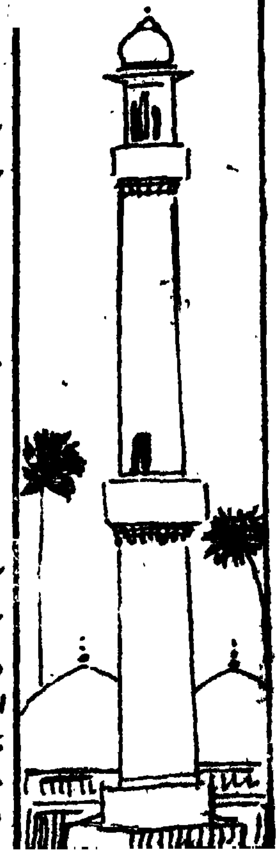
قائم شدہ ۱۹۳۲ء — اشاعت کا ساٹھواں سال — ٹیلیفون ۲۶۳۴۵۰

ہندوستان کا قدیم سے قدیم اور کثیر الاشاعت تاریخی اور اصلاحی جریدہ

ماہنامہ دین دنیا

(ایڈیٹر شوکت علی فہمی)

جلد نمبر ۶۰ — جولائی ۱۹۸۰ء — نمبر ۷



قیمت سالانہ
اکیس روپے
ششماہی
گیارہ روپے

ترسیل زر کا پتہ
دفتر ماہنامہ دین دنیا
دین دنیا ہاؤس .... متصل جامع مسجد دہلی

قیمت فی پرچہ
دو روپے
پاکستان، بنگلہ دیش اور بیرونی ممالک سے
غیر ممالک سے دوگنا

رفتارِ زمانہ

(از شوکت علی فہمی)

اقلیتوں کا قتلِ عام

آسام اور تریپورہ میں درندوں کی حکومت

یوں تو ہندوستان کے دامن پر اقلیتوں کے خون کے ایک دو نہیں بلکہ ہزاروں دھبے ہیں۔ لیکن آسام، تریپورہ اور شمال مشرقی ریاستوں میں اقلیتوں کے خلاف جیسی بربریت اور درندگی کا مظاہرہ ہو رہا ہے وہ بے حد شرمناک اور ہمارے ملک کے لئے رسوا کن ہے۔ چنانچہ اِن علاقوں میں بے دریغ اقلیتوں کے خون سے ہولی کھیلی جا رہی ہے۔ اور وہاں جس بری طرح امن اور انتظام کی مٹی پلید ہو رہی ہے اُس سے تو ایسا محسوس ہو رہا ہے جیسے کہ اس علاقہ میں ایک سرے ہی سے کوئی حکومت نہیں ہے بلکہ اِس سرحدی علاقہ پر درندوں کا راج ہے۔

راشٹریہ سنگھی اور جن سنگھی جس طرح کہ ملک کے دوسرے حصّوں میں فرقہ پرستی کی آگ بھڑکاتے رہتے ہیں بالکل اُسی طرح آسام۔ اور شمال مشرقی ریاستوں میں بھی اِنھوں نے یہ کہہ کر فرقہ پرستی کی آگ بھڑکائی تھی کہ آسام میں مسلمان غیر آئینی طور پر گھس آئے ہیں۔ مسلمانوں کا منصوبہ یہ ہے کہ وہ اِس صوبہ میں مصنوعی طور پر اپنی اکثریت پیدا کرکے اسے مسلم ریاست میں تبدیل کر دیں۔ لیکن رفتہ رفتہ فرقہ پرستی کی اِس آگ نے اِس علاقہ کی دوسری اقلیتوں یعنی بنگالیوں اور نیپالیوں کو بھی اپنی لپیٹ میں لے لیا اور یہ کہا جانے لگا کہ ”آسام صرف آسامیوں کے لئے ہے۔ جتنے بھی غیر آسامی ہیں خواہ وہ مسلمان ہوں یا غیر مسلم۔ بنگالی ہوں یا نیپالی آسام سے نکل جائیں“ اور صرف اِسی پر اکتفا نہیں کیا گیا بلکہ آسام کے اِن نام نہاد ٹھیکیداروں نے اپنے نقطۂ نظر سے جن لوگوں کو بھی غیر آسامی قرار دیدیا اُنہیں غیر ملکی کہہ کر اور پکڑ پکڑ کر آسام اور شمال مشرقی ریاستوں سے نکالنا شروع کر دیا۔ اِن کے مکانات کو آگ لگا کر تباہ کر دیا۔ ان کے کاروبار اُجاڑ دئے گئے۔ اور یہ سلسلہ آج تک نہ صرف جاری ہے بلکہ اس میں اضافہ ہی ہوتا چلا جا رہا ہے۔ غرضیکہ آسام اور شمال مشرقی ریاستوں کے ہزاروں اقلیتی باشندے نکالے جا چکے ہیں اور اب بھی نکالے جا رہے ہیں۔ اور اُن پر بے پناہ مظالم توڑے جا رہے ہیں۔

اِس علاقہ کی حالت یہ ہے کہ وہاں کی انتظامیہ مفلوج ہو چکی ہے۔ امن کے نام کی وہاں کوئی چیز باقی نہیں رہی۔ تجارت ٹھپ پڑ گئی ہے۔ تیل اور پیٹرول وغیرہ کو آسام سے ہندوستان کے دوسرے صوبوں میں جانے پر رکاوٹیں کھڑی کر دی گئی ہیں جس سے کہ پورے ملک کی معیشت پر ناگوار اثر پڑ رہا ہے۔ چائے کے باغات کو نقصان پہنچایا جا رہا ہے۔ اِدھر بیہودہ طریقہ اختیار کیا جا رہا ہے

جس سے کہ نہ صرف آسام اور دوسری شمال مشرقی ریاستوں کو نقصان پہنچے بلکہ پورا ہندوستان اِس نقصان سے متاثر ہو۔ اور اِس تباہ کاری اور بربادی کا سب سے زیادہ تشویشناک پہلو یہ ہے کہ یہ کوئی عام ایجی ٹیشن نہیں ہے بلکہ ہندوستان کی سالمیت کے خلاف ہمارے ہی ملک کے غداروں کی کھلی بغاوت ہے۔ جو "ملکی اور غیر ملکی" کے نام پر ہمارے ملک میں کھڑی کی گئی ہے اور اِس بغاوت کو بھڑکانے میں کس طرح دشمن ممالک کا ہاتھ ہے اُس کا اندازہ ذیل کے انکشاف سے بخوبی ہو سکتا ہے جو حال ہی میں نہایت ہی باوثوق ذرائع سے ہوا ہے۔

اور یہ لرزہ خیز اور تشویشناک انکشاف یہ ہے کہ "ہندوستان کے شمال مشرقی خطہ میں تخریبی سرگرمیوں کی ذمہ دار ایک ایسی تنظیم ہے جو اِن علاقوں کو ہندوستان سے کاٹ دینے کے لئے قائم کی گئی ہے۔ اِس تنظیم کے لئے سرمایہ کا اہتمام مغربی ممالک کرتے ہیں اور اِس تنظیم کے افراد کو ٹریننگ چین دے رہا ہے۔ اِس تنظیم کا نام ہے "سیون سسٹرس یونائیڈ آرمی" اور اس کا مختصر نام ہے "سولا" اور اِس تنظیم کا مقصد یہ ہے کہ آسام، منی پور، تری پورہ، اروناچل، ناگا لینڈ، میگھالیہ اور میزورم کو ہندوستان کے خلاف ابھار کر اِن ساتوں ریاستوں کو ہندوستان سے الگ کر دیا جائے"

گویا اِن ساتوں ریاستوں میں ہمارے ملک کی بدقسمتی سے ایسے غدار اور وطن دشمن پیدا ہو گئے ہیں۔ جو ہمارے دشمنوں کے ہاتھوں میں کھیل رہے ہیں اور انھوں نے "ملکی اور غیر ملکی" کے نام پر آسام اور شمال مشرقی ریاستوں میں بری طرح قتل عام برپا کر رکھا ہے۔ اور ابھی کچھ دنوں تری پورہ میں تو جو درندگی دیکھنے میں آئی ہے وہ بے حد شرمناک ہے۔ اخباری نامہ نگاروں کے بیان کے مطابق تری پورہ کی حالیہ غارتگری نے نواکھالی۔ جمشید پور، احمد آباد۔ کلکتہ۔ گڑھ مکتیشور۔ پٹنہ اور رانچی کے فرقہ وارانہ فسادات میں ہونے والے قتل عام کا ریکارڈ توڑ دیا ہے۔ تری پورہ کی حالت یہ ہے کہ جہاں میلوں تک سڑی ہوئی لاشوں کی بدبو سے فضا متعفن ہے سرکاری طور پر چار سو افراد کے ہلاک ہونے کا اعتراف کیا گیا ہے مگر اندرا کانگریس کے لیڈر مسٹر اشوک بھٹاچاریہ کا کہنا ہے کہ پانچ ہزار سے زیادہ افراد ہلاک ہوئے ہیں۔ پورا علاقہ ویران ہو گیا ہے۔ گلی سڑی لاشیں۔ کٹے ہوئے انسانی اعضا اور جلے ہوئے مکانات کے سوا کوئی دوسری چیز نظر نہیں آتی۔

آسام اور تری پورہ میں غیر ملکیوں کے آلۂ کار بن کر ہمارے ملک کے غدار کیسے کیسے مظالم مسلمانوں، بنگالیوں، نیپالیوں اور دوسری اقلیتوں پر توڑ رہے ہیں اُس کا اندازہ "آسام اقلیتی اسٹوڈنٹس یونین" کے ممبروں کے بیان سے بخوبی ہو سکتا ہے چنانچہ حال ہی میں اِسی یونین کا ایک وفد وزیر اعظم اندرا گاندھی سے ملا تھا، اِس وفد کے ایک ممبر نے رو رو کر اندرا جی سے اقلیتوں کی مظلومیت کی جو داستان بیان کی ہے وہ بے حد دردناک ہے۔ اس ممبر کا کہنا ہے کہ "جب ۲۶ مئی کو اقلیتوں نے بطور احتجاج جلوس نکالا تو اِس جلوس کو پولیس نے آسامی زبان بولنے والوں کی مدد سے چاروں طرف سے گھیر لیا۔ اور پولیس نے وحشیانہ حملہ شروع کر دیا جلوس پر اندھا دھند گولیاں چلائی گئیں۔ صرف ندی سے ۱۳۱ لاشیں ملی ہیں۔ پانچسو افراد لاپتہ ہیں ایسا معلوم ہوتا ہے کہ ہلاک کر دئے گئے ہیں۔ اِس کے علاوہ ۲۸ مئی کو اِن تشدد پسندوں نے ہسپتال کے عملہ سے ساز باز کر کے ہمارے زخمیوں کو ہسپتال سے باہر لے جا کر قتل کر دیا۔ اُنھوں نے پہلے زخمیوں کی آنکھیں نکالیں اُن کے گھٹنے اور کہنیاں توڑیں پھر لاشوں کا سینہ چاک کر کر کے دل نکال کر لے گئے" آسام، تری پورہ اور دوسری شمال مشرقی ریاستوں میں درندگی اور بربریت کا جو مظاہرہ ہو رہا ہے اُس کی یہ مختصری سرگزشت ہے۔ جس سے کہ صاف طور پر یہ واضح ہو رہا ہے کہ یہ ایجی ٹیشن نہیں ہے بلکہ بدترین نوعیت کی بغاوت ہے۔

مرکزی وزیر داخلہ گیانی ذیل سنگھ نے خود تری پورہ کا دورہ کرنے کے بعد جو بیان دیا ہے اُس سے بھی یہ نتیجہ برآمد ہوتا ہے کہ وہاں بیرونی طاقتوں کے اشارہ پر بری طرح اقلیتوں کا قتل عام ہو رہا ہے۔ دیہاتوں کو نذر آتش کیا جا رہا ہے۔ اور لاکھوں اشخاص کو اپنے آبائی گھروں سے اجاڑا جا رہا ہے۔ چنانچہ انھوں نے ۲۷ جون کو راجیہ سبھا میں بیان دیتے ہوئے کہا ہے کہ "شمال مشرقی ریاستوں کے حالات سے حکومت پوری طرح باخبر ہے اور تخریبی

پسندوں کی سرگرمیوں پر نظر رکھے ہوئے ہے۔ حکومت ملک کی سالمیت کی پوری طرح حفاظت کرے گی اور علیحدگی پسندوں کو کچل کر رکھ دے گی۔" اس کے علاوہ وزیر داخلہ نے صاف الفاظ میں خود بھی اس بات کا اعتراف کر لیا ہے کہ اس ایجی ٹیشن میں غیر ملکی طاقتوں اور راشٹریہ سنگھ کا ہاتھ ہے۔

لیکن وزیر داخلہ سے یہ پوچھا جا سکتا ہے کہ یہ جانتے ہوئے بھی کہ اس پورے ہنگامہ میں غیر ملکی طاقتوں کا ہاتھ ہے۔ اور اس علاقے کے بعض اعلیٰ انتظامیہ کے افراد بھی شامل ہیں ان غیر ملکی طاقتوں کے آلہ کار بنے ہوئے ہیں۔ ان کے ساتھ اب تک نرمی کا سلوک کیوں ہوتا رہا ہے حالانکہ ضرورت اس کی تھی کہ شروع ہی میں ان وطن دشمن عناصر کو کچل کر رکھ دیا جاتا۔ بہر حال یہ چیز اطمینان بخش ہے کہ اب ہماری حکومت حرکت میں آگئی ہے۔ اور صلح صفائی میں وقت برباد کرنے کی بجائے ملک دشمن عناصر کی سرکوبی کا سلسلہ شروع ہو گیا ہے۔

وزیر داخلہ سے بڑھکر اس بات کو کون سمجھ سکتا ہے کہ شمال مشرقی ریاستوں کو ملک سے کاٹ دینے کی یہ کوشش اتنی خطرناک ہے جن کا سدباب ہونا نہایت ضروری ہے۔ ہماری قطعی رائے ہے کہ اس علاقہ کی ساتوں ریاستوں کو فوج کے کنٹرول میں دے دیا جائے۔ اور اُن سرکاری اور غیر سرکاری عناصر کو نہایت ہی سنگین سزائیں دی جائیں جو اپنے ہی ملک کے ٹکڑے کرنے پر آمادہ ہو گئے ہیں۔ اور ساتھ ہی اُن سابقہ جنتا اور لوک دل حکومتوں کے سربراہوں سے بھی سختی کے ساتھ باز پرس کی جائے جو شروع ہی سے وطن دشمن عناصر کی پشت پناہی کر رہے ہیں۔

صرف چھ ضلعوں میں اردو سرکاری زبان

ہندوستان ایک نہایت وسیع ملک ہے جو متعدد ایسی ریاستوں پر مشتمل ہے جن میں سے اکثر و بیشتر ریاستوں کا رقبہ اور آبادی یورپ کے بڑے سے بڑے ملکوں سے بھی زیادہ ہے۔ اس ملک میں سینکڑوں زبانیں ہیں اور اردو زبان اس ملک میں شمال سے جنوب تک اور مشرق سے مغرب تک بولی جاتی ہے۔ لیکن اس ہر دلعزیز زبان کی یہ بدقسمتی ہے کہ یہ ابھی تک کسی صوبہ کی بھی ثانوی زبان قرار نہیں دی جا سکی ہے۔

پورے گزشتہ بتیس سال کی کوشش اور جدوجہد کے بعد صرف یہ نتیجہ نکل سکا ہے کہ صوبہ بہار کے صرف چھ ضلعوں میں اسے ثانوی سرکاری زبان قرار دینے کا اعلان کیا گیا ہے۔ بہر حال پھر بھی ہم شکر گزار ہیں کہ بہار کی حکومت نے اس سمت میں کوئی قدم تو اٹھایا۔ لیکن ساتھ ہی ہم یہ سمجھنے سے قاصر ہیں کہ اس وسیع زبان کو صرف بہار کے چھ ضلعوں تک کیوں محدود رکھا گیا ہے اور اس سے یہ شبہ ہوتا ہے کہ کہیں یہ بھی اُسی قسم کی طفل تسلی تو نہیں ہے۔ جو گزشتہ ۳۲ سال سے اردو دوستوں کو دی جا رہی ہے۔ جن حضرات نے کانگریس آئی کے انتخابی منشور کا گہری نظر سے مطالعہ کیا ہے وہ اس بات سے بخوبی واقف ہیں کہ کانگریس آئی اپنے اس وعدہ کی پابند ہے کہ وہ نہ صرف بہار بلکہ یوپی، دلی، راجستھان، مہاراشٹر، آندھرا پردیش، پنجاب اور ہریانہ میں اردو کو دوسری سرکاری زبان کا درجہ دے گی۔ لیکن صرف اتنا کیا گیا ہے کہ پورے ہندوستان میں بہار کے چھ ضلعوں کو اس قابل تصور کیا گیا ہے کہ وہاں اردو کو دوسری سرکاری زبان قرار دیا جا سکے یہاں تک کہ دلی اور یوپی جہاں اردو زبان پیدا ہوئی ہے وہاں بھی نظر انداز کیا گیا۔

اصل بات یہ ہے کہ اردو کے ساتھ شروع ہی سے لسانی تعصب سے کام لیا جا رہا ہے اور یہاں کا ایک طبقہ اس بات کا شدید مخالف ہے کہ ہندی کے ہوتے ہوئے اس ملک میں اردو کو کوئی درجہ دیا جائے اس طبقہ کی رائے یہ ہے کہ اس ملک میں صرف ایک ہی زبان سرکاری زبان ہو سکتی ہے اور وہ صرف ہندی ہے۔ لیکن اس تنگ نظر طبقہ کو معلوم ہونا چاہئے کہ یہ لسانی تعصب صرف ہندوستان ہی تک محدود ہے ورنہ جہاں تک دوسرے ملکوں کا تعلق ہے وہاں کئی کئی سرکاری زبانیں موجود ہیں۔ روس کے بارے میں سب ہی کو معلوم ہے کہ وہاں متعدد سرکاری زبانیں رائج ہیں جن میں سے بعض کے بولنے والے ایک فیصد بھی نہیں ہیں۔ سوئٹزرلینڈ یورپ کا ایک چھوٹا سا ملک ہے مگر اس چھوٹے سے ملک میں بھی چار سرکاری زبانیں رائج ہیں یعنی جرمن زبان، فرانسیسی زبان، اطالوی زبان اور رومانش زبان ان آخری معنہ زبانوں کے بولنے والے اگرچہ سوئٹزرلینڈ میں دس فیصد

سے بھی کم ہیں مگر پھر بھی یہ دونوں زبانیں سرکاری زبانیں تسلیم کی جاتی ہیں۔ اسی طرح یورپ کے ایک دوسرے ملک یوگوسلاویہ کی تین سرکاری زبانیں ہیں ان کے علاوہ اور بھی درجنوں ایسے ممالک کے نام پیش کیے جا سکتے ہیں جہاں دو یا دو سے زیادہ سرکاری زبانیں موجود ہیں۔ لیکن جب ہمارے ملک میں اردو کو سرکاری زبان بنانے کا سوال اٹھایا جاتا ہے۔ تو اُسے ٹالنے کے لیے نئی نئی تاویلیں پیش کی جاتی ہیں۔ اور زیادہ سے زیادہ اس ملک گیر زبان کے لیے جو کچھ ہو سکتا ہے۔ وہ صرف یہ ہے کہ صوبہ بہار کے چھ ضلعوں تک اسے محدود کر دیا گیا ہے۔ حکومت بہار کا یہ قدم اردو دوستوں کے لیے تسلی بخش تو ہو سکتا ہے۔ مگر اسے کسی طرح بھی قابل اطمینان قرار نہیں دیا جا سکتا ہے۔ ہم حیران ہیں کہ جب دنیا کے لاتعداد ممالک میں کئی کئی سرکاری زبانیں ہو سکتی ہیں تو اُس اردو زبان کے ساتھ تعصب کیوں برتا جا رہا ہے۔ جو اس ملک کے ہر حصہ میں بولی جاتی ہے۔ اور سمجھی جاتی ہے۔

لاشوں کی بے حرمتی بھی ہے اسلامی خدمت"

شاید ہی اسلام کبھی اتنا بدنام ہوا ہو جتنا کہ آج ایران کے کٹھ ملاؤں کی بدولت ساری دنیا میں اسلام کی رسوائی ہو رہی ہے۔ ایران کے یہ کٹھ ملا اپنے عالم دین ہونے کے مدعی ہیں۔ لیکن ان کی حرکتیں ابلیس سے بھی بدتر ہیں۔ ایران کا دعویٰ تو یہ ہے کہ یہ ایران میں شریعت اسلامیہ کی روشنی میں حکومت چلا رہے ہیں۔ لیکن ان کا طریق حکومت ہلاکو اور چنگیز خاں سے بھی بدتر ہے اور ان کٹھ ملاؤں کی درندگی اور بربریت کا یہ عالم ہے کہ اب انھوں نے زندہ انسانوں کے علاوہ قبر میں سونے والے مُردوں سے بھی انتقام لینا شروع کر دیا ہے۔ چنانچہ ایران کی تازہ ترین اطلاع ہے کہ لاکھوں سر مارنے کے بعد جب یہ ایران کے سابق بادشاہ کو گرفتار نہ کر سکے اور صدر انور سادات نے انہیں مصر میں پناہ دے دی تو اِن ملاؤں نے انتقام اور غصہ سے پاگل ہو کر مرحوم شاہ ایران کے مقبرہ کو ڈائنامیٹ سے اڑا دیا۔ چنانچہ اس سلسلہ میں اخبارات میں جو خبر شائع ہوئی ہے اُس کا خلاصہ یہ ہے۔

ریاست ایران کے موجودہ سربراہ آیت اللہ خمینی اور اُن کے دست راست آیت اللہ خلق علی سابق شاہ ایران کی گرفتاری میں ناکام ہونے کے بعد اِس قدر برہم ہو گئے کہ انھوں نے انتقام سے اندھے ہو کر یہ فیصلہ کر لیا کہ اگر سابق شاہ ایران اُن کے قبضہ سے باہر ہے تو اس کے باپ کی قبر تو ایران میں موجود ہے کیوں نہ اُسکے باپ کی قبر سے انتقام لیا جائے۔ لہٰذا فوراً حکم دے دیا گیا کہ سابق شاہ ایران کے باپ کی قبر کو مسمار کر دیا جائے۔ اور اس نیک کام کو انجام دینے کے لیے ایران کے چیف جسٹس آیت اللہ خلق علی پھاوڑہ لے کر مرحوم شاہ کی قبر کو مسمار کرنے کی غرض سے مزدوروں کو لے کر قبر کو ڈھانے کے لئے جا پہنچے۔ اور انھوں نے پہلے تو سنگ مرمر کی قبر پر پھاوڑہ چلایا لیکن جب پھاوڑے سے قبر کو ڈھانے میں زحمت محسوس ہوئی تو انھیں ڈائنامیٹ لگا کر بارود سے اڑا دیا گیا۔ جس سے کہ مرحوم شاہ کی قبر اور اُس کی ہڈیاں خاک کی طرح اڑ گئیں اور اس کے بعد آیت اللہ خلق علی نے حکم دیا کہ جہاں شاہ مرحوم کی قبر تھی وہاں اب پاخانے بنا دئے جائیں گے۔

آیت اللہ خمینی کے دست راست اور جمہوریہ اسلامیہ ایران کے چیف جسٹس آیت اللہ خلق علی سے ہم پوچھتے ہیں کہ آخر یہ کونسا اسلام ہے۔ جس نے کہ یہ ہدایت کی ہے کہ مرنے والوں کی قبر کو بارود سے اڑا دیا جائے۔ اور قبر میں سونے والے مُردوں کی ہڈیوں تک کو جلا کر خاک کر دیا جائے۔ حالانکہ جہاں تک اسلام کا تعلق ہے وہ تو یہ کہتا ہے کہ مرنے والوں کو بُرے الفاظ سے بھی نہ یاد کرو۔ لیکن ایران کے یہ اسلام نہاد ملا ہیں کہ مرنے والوں کی لاشوں کو بارود سے پھونک دینا بھی خدمتِ اسلام ہی تصور کرتے ہیں۔

یہ یاد رہے کہ جس زمانہ میں سابق شاہ ایران امریکہ میں زیر علاج تھے تو اِن ہی علامہ آیت اللہ خلق علی نے امریکہ میں تعلیم حاصل کرنے والے ایرانی طلبا کو ہدایت بھیجی تھی کہ وہ شاہ ایران کو ہسپتال کے بستر سے کھینچ کر اور اُس کا گلا گھونٹ کر قتل کر دیں۔ اور ان ہی علامہ خلق علی نے سابق شاہ ایران کی ملکہ فرح دیبا کو یہ پیغام بھیجا تھا کہ اگر تم خود کو اور اپنی اولاد کو سزائے موت سے بچانا چاہتی ہو تو اپنے ہاتھ سے اپنے بیمار شوہر یعنی سابق شاہ ایران کو قتل کر دو۔ تمہارے لئے یہ کام آسان بھی ہے اور تمہارے مستقبل کے لئے بہتر بھی ہے۔ گویا ان ایرانی ملاؤں کے نزدیک بیویوں کو شوہروں کے قتل کے

سلئے اجارناجی "خدمت اسلام" ہے ان حقائق اور واقعات سے بخوبی اندازہ لگایا جاسکتا ہے کہ ایران کے ان ملاؤں کے ہاتھوں ساری دنیا میں اسلام کی کس قدر رسوائی ہو رہی ہے ہماری دعا ہے کہ خدا جلد ان کرٹ ملاؤں سے ایران کو نجات دے۔

خوشنما نظر آنے والا کمر توڑ بجٹ

معلوم نہیں کہ اس ملک کے غریب باشندوں کے صبر و ضبط کا امتحان کب تک لیا جاتا رہے گا اور آئے دن کے اُن نئے نئے ٹیکسوں سے عوام کو کیونکر نجات ملے گی جنھوں نے کہ اس ملک کی تقریباً پوری آبادی کو غریبی اور مہنگائی کے جہنم میں دھکیل دیا ہے۔ اپنے ملک کی نہ بدلنے والی اس غلط ٹیکس پالیسی کو دیکھتے ہوئے ہمیں تو ایسا محسوس ہو رہا ہے کہ ہمارے ملک کے برسر اقتدار رہنما شاید اُس وقت تک چین سے نہیں بیٹھیں گے جب تک کہ وہ اس ملک کے متوسط طبقہ کے ہاتھ میں بھیک کا ڈبہ نہ پکڑا دیں گے اور غریب طبقہ کو ایڑیاں رگڑ رگڑ کر دم توڑنے کے لئے مجبور نہیں کریں گے

ہمارے ملک کو آزاد ہوئے تینتیس ۳۳ سال ہو چکے ہیں ان ۳۳ سال میں ٹیکس کا ہر نیا قہر اور قیامت بن کر آتا ہے۔ برابر ۳۳ سال سے نہایت پابندی کے ساتھ ہر سال کروڑوں کے نہیں بلکہ اربوں روپیہ کے ٹیکس لگا دئیے جاتے ہیں۔ ایک ایک چیز پر دس دس اور بارہ بارہ مرتبہ ٹیکس لگ چکے ہیں۔ اس سال تو توقع تھی کہ جنتا حکومت نے گذشتہ سال جو بے تعداد ٹیکس لگائے تھے کانگریس آئی کی حکومت اُن میں ضرور خاطر خواہ کمی کرے گی لیکن یہ دیکھ کر بڑی مایوسی ہوئی کہ کانگریس آئی کی حکومت بھی عوام پر ٹیکس لگانے کے معاملہ میں کسی سابقہ حکومت سے پیچھے نہیں رہنا چاہتی۔

کہا یہ جا رہا ہے کہ حالیہ بجٹ چیتا بجٹ ہے جس سے کہ عوام کو راحت ملے گی۔ لیکن اگر گہرائی میں جا کر دیکھا جائے تو یہ بجٹ بھی سابقہ بجٹوں کی طرح انتہائی مایوس کن اور کمر توڑ بجٹ ہے صرف اس بجٹ کی خوبی یہ ہے کہ یہ خوشنما معلوم ہوتا ہے کیونکہ ہمارے وزیر خزانہ نے اس بجٹ سے عوام کو مغالطہ دینے کے لئے ایک نئی ٹیکنک شروع کی ہے۔ یعنی اس بجٹ کے ذریعہ جو بھاری ٹیکس لگائے گئے ہیں۔ انہیں کئی قسطوں میں تھوڑے تھوڑے وقفہ کے بعد پارلیمنٹ میں پیش کیا گیا ہے۔ تاکہ یہ بجٹ عوام کو دھوکا دے سکے۔

مثلاً سب سے پہلے تو ۲۴۶۶ کروڑ روپیہ کا ٹیکس پٹرول اور ڈیزل کی قیمت میں اضافہ سے وصول کیا گیا۔ پھر چند روز کے وقفہ کے بعد ریل کا کرایہ اور بھاڑے کا ۲۰۴ کروڑ روپیہ کا بوجھ ہندوستان کے غریب عوام پر ڈال دیا گیا اور اس کے فوراً ہی بعد ۲۸۴ کروڑ روپیہ کے سالانہ ٹیکسوں کا اعلان کر دیا گیا۔ یہ بھاری بھرکم بجٹ محض اس لئے ٹکڑوں میں پیش کیا گیا ہے تاکہ عوام کو زیادہ بوجھل نہ معلوم ہو اور ساتھ ہی بجٹ کو خوشنما بنانے کے لئے۔ سائکل، سلائی مشین، پریشر کوکر۔ صابن، ٹوتھ پیسٹ، بجلی کی بتیاں، سستے کپڑے اور چند دوسری اشیا پر برائے نام ڈیوٹی کم کر دی گئی ہے

لیکن اگر ان تین قسطوں میں لگائے گئے ٹیکسوں کو یکجا کیا جائے تو آنکھیں کھل جاتی ہیں۔ یہ سب ٹیکس مل کر ۲۹۵۲ کروڑ روپیہ کے ہو جاتے ہیں۔ ذرا سوچئے اور غور کیجئے کہ ہندوستان کے غریب عوام جنکی کمر پہلے ہی ٹیکسوں کے بوجھ سے جھک گئی ہے جب ان کی کمر پر تقریباً تین ارب روپیہ کے مزید ٹیکس لاد دئے جائیں گے تو کیا ہوگا۔ یقینی طور پر گرانی اور غریبی بڑھے گی اور لطف یہ ہے کہ تقریباً تین ارب روپیہ کا بوجھ ہندوستانی عوام کی کمر پر لاد دینے کے باوجود بھی یہ کہا جا رہا ہے کہ اس سے عوام کو راحت ملے گی۔

ذرا غور فرمائیے کہ جبکہ ڈیزل، اور پٹرول کی قیمت میں غیر معمولی اضافہ کر دیا جائے۔ ریل کے سفر اور ریل کے بھاڑے میں انتہا پسند اضافہ ہو جائے تو اُس سے عوام کو راحت ملے گی یا پریشانیوں میں اضافہ ہوگا۔ کیونکہ ضروریات زندگی کی اشیا ایک جگہ سے دوسری جگہ یا تو ٹرانسپورٹ کے ذریعہ بھیجی جاتی ہیں یا ریل کے ذریعہ جب ان کے کرائے اور بھاڑے میں اضافہ ہو جائے گا تو قیمتیں یقینی طور پر اوپر جائیں گی۔ وزیر خزانہ کی عوام کی تکالیف کی جانب سے بے نیازی کا اندازہ اس سے لگایا جاسکتا ہے کہ یہ جاننے کے باوجود کہ چرن سنگھ نے گذشتہ سال محصول ڈاک اور شرح ٹیلیفون میں غیر معمولی اضافہ کیا تھا ڈاک اور ٹیلیفون کو بھی نہیں بخشا گیا ٹیلیفون کی

کو بھی اپنی لپیٹ میں لے لیا ہے یہ کہا جا

شرح مزید بڑھا دی گئی ہے لفافہ کی قیمت بڑھ گئی ہے۔ پارسلوں کا محصول بھی بڑھا دیا گیا ہے۔ اور پھر بھی وزیر خزانہ اس غلط فہمی میں مبتلا ہیں کہ عوام کو راحت ملے گی۔

صحیح تو یہ ہے کہ ہمارے ملک میں خواہ جنتا حکومت ہو یا کانگریس حکومت کسی کو بھی عوام سے کوئی ہمدردی نہیں۔ اگر ہمدردی ہوتی تو شاید اس سال کسی چیز کے ٹیکس میں ایک پیسہ کا بھی اضافہ نہ کیا جاتا۔

بااختیار اقلیتی کمیشن کا احیا

کانگریس آئی کے اقلیتی شعبہ کے چیرمین جناب خورشید عالم خاں سابق ایم پی کا ایک مقالہ انگریزی معاصر "نیشنل ہیرالڈ" میں شائع ہوا ہے جس میں کہ انھوں نے ایک طرف تو "اقلیتی کمیشن" کے معاملہ میں سابقہ جنتا حکومت کی بے عملی اور سرد مہری کا تذکرہ کیا ہے۔ اور دوسری جانب اِس مقالہ کے ذریعہ ہندوستان کی اقلیتوں کو یہ تاثر دینے کی کوشش کی ہے کہ کانگریس آئی نے اپنے انتخابی منشور میں "اقلیتی کمیشن" کو دستوری حیثیت دینے اور اُسے زیادہ سے زیادہ مضبوط اور موثر بنانے کا جو وعدہ کیا ہے اُسے وہ ضرور پورا کرے گی اس مقالہ میں خورشید عالم خاں لکھتے ہیں

"امید کی جاتی ہے کہ کانگریس آئی کی حکومت جلد ہی اِس معاملہ کو اپنے ہاتھ میں لے گی اور اِس اہم کمیشن کی موثر کارکردگی کا سامان فراہم کر دے گی۔ اقلیتوں کے حالات بہتر بنانے کے لئے اِس قسم کے کمیشن کی نہ صرف ضرورت ہے بلکہ یہ وقت کا سب سے بڑا تقاضہ بھی ہے۔ کمیشن کی ضرورت اقلیتوں کو یقین دلانے کے لئے بھی ہے۔ کہ اُن کے جائز مفادات۔ حقوق اور مراعات کی ہر طرح حفاظت کی جا رہی ہے۔ روزگار کے معاملہ میں اُن کو مساوی مواقع حاصل ہیں۔ اور یہ صرف اُسی صورت میں ممکن ہے کہ کمیشن کو ضروری آئینی جواز حاصل ہو اور اپنے دائرہ کار میں اُسے مکمل آزادی بھی حاصل ہو"

خورشید عالم خاں نے اقلیتی کمیشن کی ضرورت اور اُس کے دائرہ عمل کے بارے میں جو کچھ کہا ہے اُس سے کیسے انکار ہو سکتا ہے۔ لیکن سوال یہ پیدا ہوتا ہے کہ جب تک حکومت اُسے آئینی اور دستوری حقوق نہیں دیتی ہے اور اُسے اختیارات حاصل نہیں ہوتے تو کمیشن اپنے فرائض انجام ہی کیونکر دے سکتا ہے جنتا حکومت کمیشن کے سلسلہ میں جو سرد مہری اختیار کرتی رہی ہے وہ تو سب ہی پر روشن ہے۔ لیکن ہم دیکھ رہے ہیں کہ گزشتہ چھ ماہ کے اندر کانگریس آئی کی حکومت کی جانب سے بھی اِس ضمن میں کوئی قابل ذکر پیش رفت نہیں ہوئی ہے اور یہ اندیشہ پیدا ہو چلا ہے کہ کہیں اقلیتی کمیشن کے معاملہ کو سابقہ حکومت کی طرح موجودہ حکومت نے بھی سرد خانہ کے حوالہ تو نہیں کر دیا ہے۔

اقلیتی شعبہ کے چیرمین ہونے کی حیثیت سے خورشید عالم خاں اِس بات سے بخوبی واقف ہیں کہ اِس ملک کی تقریباً ایک تہائی آبادی اقلیتوں پر مشتمل ہے۔ یعنی اقلیتیں اِس ملک میں ریڑھ کی ہڈی کی حیثیت رکھتی ہیں۔ اگر انہیں اسی طرح نظر انداز کیا جاتا رہا تو اِس سے ملک کے کاز کو شدید نقصان پہنچ سکتا ہے۔ اس لئے اقلیتی شعبہ کے چیرمین ہونے کی حیثیت سے ان کا سب سے بڑا فرض یہ ہے کہ وہ کانگریس آئی کی حکومت پر زور دیں کہ اُس نے اقلیتوں سے جو وعدے کئے ہیں وہ پورا کرے اور ساتھ ہی ایک بااختیار اقلیتی کمیشن کے احیا کی جانب وہ کانگریس کی حکومت کو توجہ دلائیں۔

پاکستانیوں کو "عوامی حکومت" کا جھانسہ

پاکستان کے حالات بگڑ رہے ہیں عوام میں جنرل ضیا کی فوجی حکومت کے خلاف بغاوت کا رجحان بڑھ رہا ہے۔ اور ہم اس کا تو ذکر ہی کیا ہے پاکستان کے ججوں، وکیلوں اور قانون دانوں نے بھی جنرل ضیا کی حکومت کے خلاف محاذ قائم کر لیا ہے ادھر فوج میں بھی جنرل ضیا کے خلاف بے چینی بڑھ رہی ہے۔ اور اس بے چینی کو دبانے کے لئے پھر جنرل ضیا نے پاکستانی عوام کو عوامی حکومت کا جھانسہ دینا شروع کر دیا ہے۔ چنانچہ انھوں نے حال ہی میں ریڈیو پاکستان پر قوم سے خطاب کرتے ہوئے کہا ہے۔

"میں وعدہ کرتا ہوں کہ پاکستان میں جلد ہی عوامی حکومت بحال کردی جائے گی۔ اور انشا اللہ انتخابات بھی ہوں گے میں بہت جلد اپنی کابینہ میں توسیع کروں گا۔ صوبائی وزارتیں تشکیل دی جائیں گی اور حال ہی میں منتخب کئے گئے اداروں کے دو سو نمایندوں پر مشتمل ایک وفاقی کونسل بھی قائم کردی جائے گی"

لیکن جنرل ضیا نے یہ کچھ نہیں بتایا کہ دو سو نمایندوں پر مشتمل جو وفاقی کونسل ہوگی اُس کا انتخاب کس طرح عمل میں لایا جائے گا۔ غالباً کوئی ایسا ڈھب اور طریقہ تلاش کرلیا جائے گا جس کے ذریعہ صرف جنرل ضیا کے پٹھو ہی اس وفاقی کونسل میں آسکیں کیونکہ آپ نے یہ بھی فرمایا ہے کہ میں بہت جلد اپنی کابینہ میں توسیع کروں گا۔ اور یہ اس بات کا اعلان ہے کہ وہ کسی قیمت پر بھی پاکستان کی گدی نہیں چھوڑیں گے۔ گویا جس عوامی حکومت کا جنرل ضیا نے اعلان کیا ہے وہ سراسر ایک فراڈ ہے۔

جنرل ضیا کا یہ فراڈ کوئی نیا نہیں ہے۔ وہ شروع ہی سے پاکستانی عوام کو دھوکہ دیتے رہے ہیں۔ چنانچہ سب ہی کو معلوم ہے کہ وہ پاکستان پر غاصبانہ قبضہ جما کر دو سال تک، تو پاکستانی عوام کو الیکشن کرانے کے جھانسے دیتے رہے اور دو سال کے بعد فرمایا کہ کیونکہ الیکشن کا طریقہ مغربی ہے۔ اور یہ مغربی طریقہ اسلام سے میل نہیں کھاتا اس لئے پاکستان میں الیکشن کبھی نہیں ہوں گے بلکہ پاکستان میں اسلامی طرز کی حکومت قائم کی جائے گی۔

اور اب اسلامی طرز کی حکومت اسطرح قائم کی جارہی ہے یا تو نامزدگی کے ذریعہ یا اور کسی غیر جمہوری طریقہ سے۔ جنرل ضیا کے دو سو پٹھو کو نام نہاد وفاقی کونسل میں بھیج دیے جائیں گے اور یہ سب کے سب یہ اعلان کریں گے کہ "ہمیں عاشقِ اسلام اور نظام مصطفیٰ کے بانی جنرل ضیا پر سو فیصد اعتماد ہے۔ ان ہی کو تاقیامت پاکستان کا صدر بنا رہنا چاہیئے۔"

ہمکو پاکستانیوں سے ہمدردی ہے کہ یہ ایسا بدقسمت ملک ہے جو آزاد ہونے کے بعد بھی بدستور آج تک فوجی ڈکٹیٹروں کا غلام ہے۔ اور جس کے بدنصیب باشندے اس ترقی اور جمہوریت کے دور میں بھی جمہوریت کی نعمت سے ناآشنا ہیں۔ ہماری دعا ہے کہ خدا جلد پاکستانیوں کو جنرل ضیا کے چنگل سے نجات دے۔

مجاہدین افغانستان کی پہلی فتح

روس نے اعلان کیا ہے کہ اُس کی فوج کے چند یونٹ افغانستان سے واپس بلائے جارہے ہیں۔ کیوں کہ اب وہاں مزید اُن کے رہنے کی ضرورت نہیں رہی یاد رہے کہ حال ہی میں اسلامی ممالک کے وزرائے خارجہ کی ایک میٹنگ ہوئی تھی اس میٹنگ میں اسلامی کمیٹی نے افغانستان سرکار کے خلاف باغیوں کی بھرپور حمایت کا اعلان کیا تھا۔ چنانچہ مسلم وزرائے خارجہ کی میٹنگ کے ٹھیک بارہ گھنٹے بعد روس نے افغانستان سے اپنی فوج کے بعض دستوں کی واپسی کا اعلان کردیا ہے۔

روس کے اس اقدام پر ہندوستان نے اپنے اطمینان کا اظہار کیا ہے۔ امریکہ برطانیہ۔ اور پاکستان ابھی اس اعلان کا جائزہ لے رہے ہیں۔ لیکن ہمارے نزدیک یہ روس کی سیاسی چال ہے۔ لیکن ہم اسے مجاہدین افغانستان کی پہلی فتح قرار دیتے ہیں۔ اور ہمارا تاثر یہ ہے کہ مجاہدین افغانستان نے اپنی بے مثال قربانیوں کی بنا پر یہ باور کرادیا ہے کہ روس طاقت کے بل پر افغانستان جیسے مذہب پسند ملک پر اپنا اقتدار قائم نہیں کرسکتا۔

افغانستان ایک ایسا ملک ہے جس کے باشندے اول تو کٹر مسلمان ہیں جو اس چیز کو کسی قیمت پر بھی گوارہ نہیں کرسکتے کہ کمیونزم یا کوئی بھی بے دینوں کی تحریک ان پر غلبہ حاصل کرسکے۔ اور دوسری خصوصیت یہ ہے کہ پورے افغانستان کی آبادی میں مشکل ہی سے کوئی ایسا شخص مل سکے گا جو مسلح نہ ہو ہر افغانی خواہ وہ کتنا ہی غریب کیوں نہ ہو کم از کم ایک بندوق اور چند کارتوس اپنے پاس ضرور رکھتا ہے۔ گویا کہ پوری کی پوری افغان آبادی مسلح ہے خواہ اُن کے اسلحہ پرانی وضع ہی کے کیوں نہ ہوں

لیکن پھر بھی ان بے سروسامان افغانیوں کا روس جیسی بڑی طاقت سے ٹکرا جانا بہت بڑی اہمیت رکھتا ہے۔ ہمارے نزدیک مجاہدین افغانستان مستحق مبارکباد ہیں کہ اُن کی قربانیوں کے آثار نمایاں ہونے شروع ہوگئے ہیں۔ اور ان کے حوصلوں نے روس جیسے بڑے ملک کو اپنے موقف پر غور کرنے پر مجبور کردیا ہے اور اُس نے یہ سمجھ لیا ہے کہ اس کٹر مسلم ملک پر ببرک کارمل جیسے وطن دشمنوں کا سہارا لے کر اقتدار کا قائم کرنا مشکل ہے۔

اے دینِ محمدؐ کے نگہبان

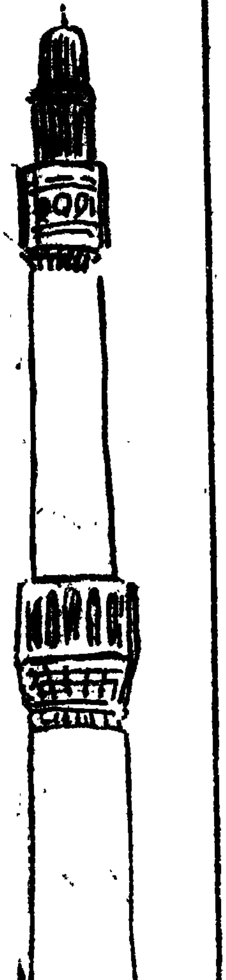
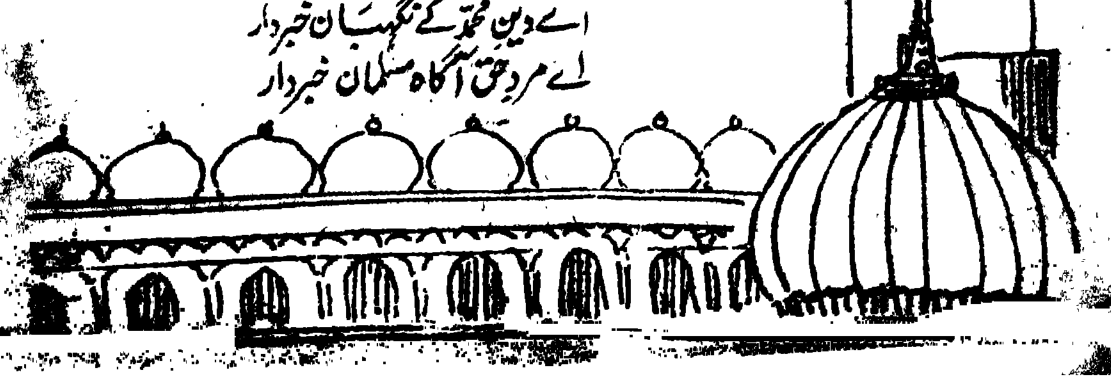
(از مولانا منور بستوی)

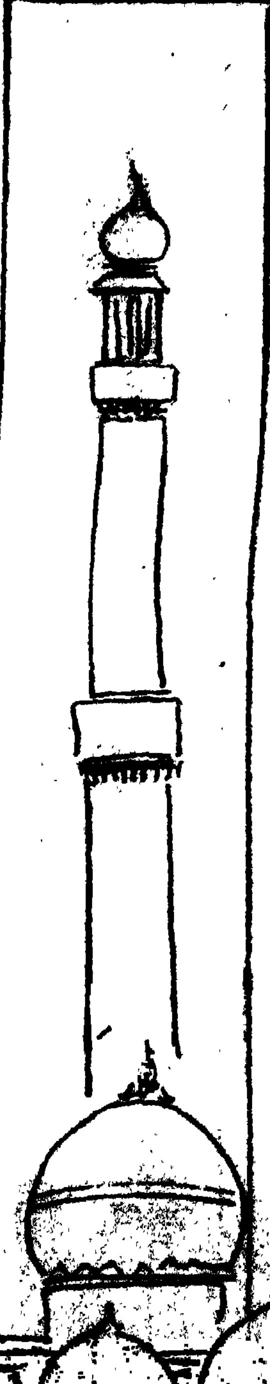
اے دینِ محمدؐ کے نگہبان خبردار — اے مردِ حق آگاہ مسلمان خبردار
دل میں ہے اگر جذبۂ ایمان خبردار — اے جادۂ ایماں کے حدی خوان خبردار
اٹھ ملتِ بیضا کے تحفظ کے لئے اٹھ
ظلمت میں جلا حق و صداقت کے دیے اٹھ

اس دور کی ہر گردش و سختی کو مٹا دے — بڑھتے ہوئے ہنگامۂ ہستی کو مٹا دے
اسلام پہ چھائی ہوئی پستی کو مٹا دے — اٹھ دہر سے ہر ظلم کی بستی کو مٹا دے
پھر معرکۂ بوذرؓ و سلمانؓ کا دکھا دے
دورِ عمرؓ و حیدرؓ و عثمانؓ کا دکھا دے

تاریکیٔ شب تجھ کو ڈرانے کو اٹھی ہے — اندھیر زمانہ میں مچانے کو اٹھی ہے
اسلام کو دنیا سے مٹانے کو اٹھی ہے — یا ملتِ بیضا کو جگانے کو اٹھی ہے
اٹھ ظلمتِ باطل کو مٹانا ہی پڑے گا
پھر شمعِ صداقت کو جلانا ہی پڑے گا

طوفان ہر اک شام و سحر اٹھتے رہیں گے — اور تیرے لئے فتنہ و شر اٹھتے رہیں گے
شعلے سے سرِ راہ گزر اٹھتے رہیں گے — باطل کے حجاباتِ نظر اٹھتے رہیں گے
اے دینِ محمدؐ کے نگہبان خبردار
اے مردِ حق آگاہ مسلمان خبردار



قوم کے غدار کہاں ہیں؟

(از جناب کرکی الاحسانی)

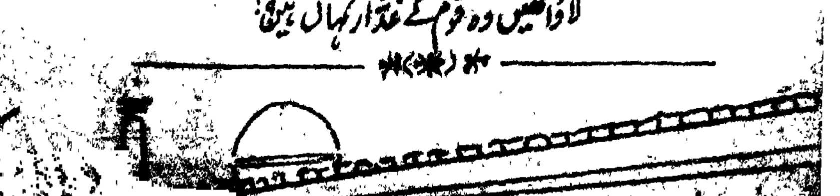
وہ قاتل و جلاد و ستمگار کہاں ہیں — چنگیز و ہلاکو سے وہ خونخوار کہاں ہیں
وہ چور۔ اچکے۔ بد اطوار کہاں ہیں — وہ مسخرے۔ بہروپئے۔ عیار کہاں ہیں
وہ مفسد و بدکار سیہ کار کہاں ہیں
وہ ملک و وطن قوم کے غدار کہاں ہیں

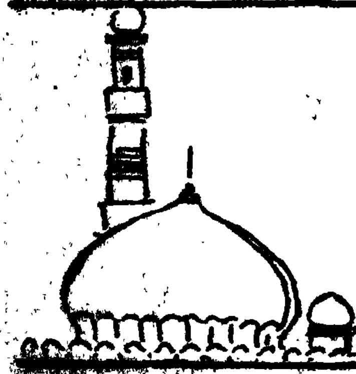
مظلوموں کے حامی وطرفدار بنے تھے — کمزوروں کے غمخوار و مددگار بنے تھے
خوشامد کے جو دل سے خدا کے بنے تھے — کل ملک کے جو قافلہ سالار بنے تھے
وہ وعدہ شکن اور ریاکار کہاں ہیں
ڈھونڈو تو ذرا غازیٔ گفتار کہاں ہیں

نااہلوں کو اس ملک کی سونپی جو قیادت — سرپیٹ کے سب رہ گئے ارباب فراست
مامون تھی ناموس نہ محفوظ شرافت — ہر سمت تھی ابتری۔ گرانی و حماقت
جو خون خرابہ پہ تھے تیار کہاں ہیں
وہ آج ستمگاروں کے سالار کہاں ہیں

وہ خائن و غاصب تھے وطن دشمن کہاں تھے — وہ جھوٹے تھے کذاب تھے وطن دوست کہاں تھے
تفریق کے حامی تھے وطن دوست کہاں تھے — وہ صرف محاسب تھے وطن دوست کہاں تھے
اس ملک کے شیدا و پرستار کہاں ہیں
گلشن کی بہاروں کے نگہدار کہاں ہیں

بے وجہ سبب آگ میں جلوائے مجبور — اور قتل سر عام کئے شان سے معذور
شہروں کو بھی لوٹا گیا اور کر دیئے بے نور — اللہ سے پابندیٔ قانون و دستور!
خود ساختہ بہاروں کے نگہدار کہاں ہیں
لاؤ انھیں وہ قوم کے غدار کہاں ہیں!





تعلیم القرآن

تیرھواں پارہ — وَمَآ اُبَرِّئُ — سُورَۃ ابراہیم

(ادارۂ دینِ دنیا)

دینِ دنیا کی زیرِ نظر اشاعت میں ہم قرآنِ پاک کے تیرھویں پارے کی تعلیمات کی نویں قسط پیش کر رہے ہیں جس میں کہ اللہ جل شانہ نے کافروں اور مشرکوں کی مذموم حرکتوں سے اپنے بندوں کو خبردار کیا ہے۔

کافروں کی پیغمبروں کو دھمکیاں

وَقَالَ الَّذِیْنَ .... عَذَابٌ غَلِیْظٌ ۝

ترجمہ:- اور کافروں نے اپنے رسولوں سے کہا کہ ہم تمہیں اپنی زمین سے نکال دیں گے ورنہ ہمارے دین میں آجاؤ۔ پھر اُن کے رَب نے اُن کی جانب وحی بھیجی کہ ہم ظالموں کو ہلاک کر دیں گے۔ اور اُن کے بعد تمہیں اُن کی زمین پر آباد کریں گے۔ اور یہ وعدہ ہر اُس شخص کے لئے ہے جو (روزِ قیامت) میرے سامنے کھڑے ہونے سے ڈرے۔ اور میرے وعدہ سے ڈرتا ہو۔ اور (جب رسول) فتح کے طالب ہوئے تو (اُنھیں) فتح عطا کی گئی۔ ہر سرکش اور ضدی نامراد بن کر رہ گیا۔ پھر اس کے بعد اُس کے لئے جہنم ہے اور اُسے پیپ کا پانی پلایا جائے گا جسے وہ گھونٹ گھونٹ کر کے پیئے گا۔ مگر حلق سے نہ اُتار سکے گا۔ اور ہر طرف سے اُس پر موت آئے گی مگر وہ مر نہیں سکے گا اور اِس کے بعد اُس کے لئے سخت عذاب ہے۔

تشریح:- منکروں نے اپنے پیغمبروں کو دھمکی دی کہ دینِ حق [illegible] ورنہ ہم تمہیں اپنے ملک سے باہر نکال دیں گے [illegible] ہو جاؤ۔ (اس دھمکی کے جواب [illegible] پیغمبروں کے پاس وحی بھیجی کہ مطلق نہ ڈرو [illegible]

ہم اِن ظالموں اور سرکشوں کو ہلاک کر دیں گے۔ اور اِن کے ہلاک ہونے کے بعد تم ہی کو اِس سرزمین میں آباد کر دیں گے اور یہ وعدہ اللہ کی طرف سے ہر اُس شخص کے لئے ہے جو قیامت کے دن میرے حضور میں کھڑے ہونے سے ڈرے۔ اور میرے عذاب سے خوفزدہ ہو۔ چنانچہ جب پیغمبروں نے کافروں پر اللہ سے فتح طلب کی (تو اُن کی خواہش پوری کر دی گئی) اور ہر ایک سرکش اور ضدی ہلاک کر دیا گیا۔ (یہ تو دنیا کی سزا تھی اور) اِس کے بعد اُس کے لئے جہنم ہے۔ جہاں اُسے پیپ کا پانی پلایا جائے گا جسے وہ گھونٹ گھونٹ کر کے پیئے گا مگر پھر بھی حلق سے نہ اُتار سکے گا اور ہر طرف سے اُسے موت گھیرے ہوگی لیکن وہ مرے گا نہیں (یعنی سسکتا ہی رہے گا) اور اس کے بعد اُس پر سخت عذاب ہوگا۔

کافروں کے اعمال برباد ہیں

مَثَلُ الَّذِیْنَ .... [illegible]

ترجمہ:- اور جو لوگ کہ [illegible] ہے۔ گویا اُن کے اعمال [illegible] سے چلے اور [illegible]

کئے تھے اُس کا کوئی حصہ بھی انھیں حاصل نہیں ہوگا بس یہی (اُن کی) پرلے درجہ کی گمراہی ہے۔ کیا تمہیں یہ معلوم نہیں کہ اللہ نے آسمانوں اور زمین کو بالکل ٹھیک ٹھیک پیدا کیا ہے۔ وہ اگر چاہے تو تمہیں نیست و نابود کر دے۔ اور تمہاری جگہ نئی مخلوق بسا دے۔ اور اللہ کے لئے یہ کام کوئی مشکل نہیں ہے اور (روزِ قیامت) اللہ کے سامنے سب پیش ہوں گے۔ (اُسی وقت) کمزور لوگ سرکشوں سے کہیں گے ہم دُنیا میں تمہارے تابع تھے۔ کیا (اب اپنی طاقت کے ذریعہ) تم اللہ کا کچھ عذاب کم کر سکتے ہو۔ وہ کہیں گے اگر دُنیا میں اللہ ہمیں کوئی راہ بتاتا تو ہم بھی تمہیں راہ بتا سکتے تھے۔ اب ہم بےچین ہوں یا صبر کریں ہمارے لئے سب برابر ہے۔ ہم کسی طرح بھی نہیں چھوٹ سکتے۔

تشریح:۔ اللہ کے منکروں اور کافروں کے اچھے اعمال کی مثال بھی اُس راکھ جیسی ہے کہ آندھی کے دن اُس پر زور کی ہوا چلے اور اُسے اُڑا لے جائے چنانچہ یہ کافر دُنیا میں جو اعمال نیک کر گئے ہیں وہ سب برباد ہو جائیں گے اُن کے ہاتھ کچھ بھی نہ آسکیگا۔ اور یہی اِن لوگوں کی پرلے درجہ کی نامرادی اور گمراہی کا پھل ہے۔ (اور اے لوگو) کیا تم نے اِس بات پر غور نہیں کیا کہ اللہ نے آسمانوں اور زمین کو ٹھیک ٹھیک پیدا کیا ہے۔ اور وہ اُس کی قدرت سے قائم ہیں وہ جس طرح پیدا کر سکتا ہے اُسی طرح اُنھیں فنا بھی کر سکتا ہے۔ اور تمہاری جگہ دُنیا میں نئی مخلوق آباد کر سکتا ہے۔ اور اللہ کے لئے یہ کام ذرا بھی دشوار نہیں۔

پھر قیامت کے دن جب سب لوگ اللہ کے رُوبرو پیش کئے جائیں گے۔ تو کمزور لوگ طاقتوروں اور متکبروں سے کہیں گے ہم دُنیا میں تمہارے تابع فرمان رہے ہیں۔ اب ہمارے کام آؤ اور اپنی طاقت کا کچھ تو مظاہرہ کرو۔ کیا تم اپنے زورِ بازو سے اللہ کے عذاب میں سے ہم پر سے کچھ تھوڑا سا عذاب کم کر سکتے ہو۔ وہ جواب دیں گے کہ ہم تو خود ہی مصیبت میں مبتلا ہیں اگر اللہ ہمیں نجات کا کوئی ذریعہ دُنیا میں بتاتا تو وہ ذریعہ ہم تمہیں بھی بتا دیتے۔ بس اب تو مصیبت برداشت کرنی ہی ہوگی۔ ہم پریشان ہوں یا صبر کریں ہمارے لئے سب یکساں ہے کیونکہ ہم سمجھ رہے ہیں کہ اپنی بداعمالیوں کی بنا پر اب ہمیں کسی طرح بھی عذاب سے چھٹکارا ملنے والا نہیں ہے۔

شیطان بھی کافروں سے بیزار

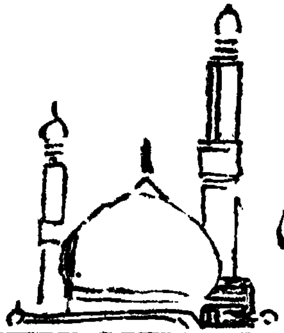
وَقَالَ الشَّيْطٰنُ .... تَحِيَّتُهُمْ فِيْهَا سَلٰمٌ ۝

ترجمہ:۔ اور جب فیصلہ ہو چکے گا تو شیطان (کافروں سے) کہے گا کہ اللہ نے تم سے سچا وعدہ کیا تھا۔ اور میں نے بھی تم سے کچھ وعدہ کیا تھا لیکن میں نے تم سے وعدہ خلافی کی۔ اور میری تم پر کچھ حکومت تو تھی نہیں۔ صرف یہ کہ میں نے تمہیں (اپنی طرف) بلایا تھا۔ اور تم نے میری بات مان لی تھی (یعنی میری طرف آ گئے میں نے تم پر کوئی دباؤ نہیں ڈالا تھا اس لئے) اب تم مجھ پر ملامت نہ کرو۔ بلکہ اپنی ذات پر ملامت کرو۔ نہ میں تمہارا مددگار رہوں۔ اور نہ تم ہی میرے مددگار رہو۔ تم نے مجھے ضرور اللہ کا شریک ٹھہرایا تھا اب میں خود تمہارے اِس فعل سے بیزار ہوں یقینی طور پر ظالموں کے لئے سخت عذاب ہے۔ اور جو لوگ ایمان لائے اور انھوں نے نیک کام کئے وہ ایسے باغوں میں داخل ہوں گے جن کے نیچے نہریں بہتی ہیں۔ وہ اُن میں اپنے رب کے حکم سے ہمیشہ رہینگے۔ وہاں اُن کو السّلام علیکم۔ کہہ کر سلام کیا جائے گا۔

تشریح:۔ اور جب روزِ قیامت حساب کتاب کے بعد بندوں کے حق میں فیصلہ ہو چکے گا۔ تو شیطان آئے گا اور کافروں سے کہیگا کہ اللہ نے تم سے جو وعدہ کیا تھا وہ تو بلاشبہ سچا تھا۔ اور جو وعدہ میں نے تم سے کیا تھا وہ جھوٹا تھا اور سراسر فریب تھا میرا تم پر کوئی زور تو تھا نہیں کہ میں تمہیں اپنی بات ماننے کے لئے مجبور کرتا۔ ہاں میں نے تمہیں گمراہی کی طرف ضرور بلایا تھا۔ اور تم نے اپنی کم عقلی اور ایمان کی کمزوری کی بنا پر میرا کہنا مان لیا اور گمراہ ہو گئے تو یہ سب تمہارا ہی قصور ہے اس لئے آج مجھے ملامت نہ کرو بلکہ خود اپنی ذات پر بھی ملامت کرو۔ آخر وہ دن آگیا کہ نہ تو میں ہی تمہاری کسی قسم کی مدد کر سکتا ہوں اور نہ تم ہی میرے مددگار ثابت ہو سکتے ہو۔ اس کے علاوہ تم نے مجھے جو اللہ کا شریک ٹھہرایا تھا۔ آج میں خود تمہارے اس فعل سے بیزار ہوں یقیناً جو لوگ ظالم اور نافرمان ہیں وہ سخت ترین سزا کے مستحق ہیں۔

(باقی صفحہ ۲۲ پر)

تعلیم الحدیث



قیامت کے بارے میں پیشین گوئی

دُنیاوی جدوجہد بھی ایک عبادت - انسان کو دولت کی ہوس

(از شوکت علی فہمی)

احادیث کی مستند کتب سے ذیل میں رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے وہ قیمتی ارشادات درج کئے جا رہے ہیں جو مسلمانوں ہی کے لئے نہیں بلکہ پوری نوعِ انسانی کے لئے بہترین شمعِ ہدایت ہیں - اُمید ہے کہ مسلمان اِن جواہر پاروں سے استفادہ کریں گے -

قیامت کے بارے میں پیشنگوئی

کتبِ احادیث میں رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی جتنی بھی پیشین گوئیاں درج ہیں ان میں سے بیشتر تو پوری ہو چکی ہیں اور جو باقی رہ گئی ہیں وہ ایک ایک کر کے دنیا کے سامنے آ رہی ہیں چنانچہ ذیل میں رسول مقبول صلعم کی قیامت کے بارے میں چند پیشین گوئیاں درج کی جا رہی ہیں جن سے صاف طور پر یہ بات واضح ہو جاتی ہے کہ یہ قیامت ہی کا زمانہ ہے۔ صحیح حدیث ہے :-

"حضرت انس رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ فرمایا رسول اللہ صلعم نے کہ علاماتِ قیامت میں سے پہلی علامت آگ ہے جو لوگوں کو ہانکے گی مشرق سے مغرب کی طرف" (بخاری)

حضورِ اکرم نے غالباً جس خوفناک آگ کی طرف اشارہ فرمایا ہے وہ ہمارے سامنے ہے یعنی ایٹم کی آگ جس کی شدت اور گرمی عام آگ سے ہزار گنا زیادہ ہے۔ اور خدا نخواستہ لوگوں کو جب اِس ایٹم کی آگ سے واسطہ پڑیگا وہ یا تو اِس آگ سے جل کر خاک ہو جائیں گے یا اِس کے خوف سے اِدہر اُدہر مارے مارے پھریں گے۔ اسی طرح ایک دوسری حدیث ہے۔

"حضرت ابوہریرہ رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ ایک اعرابی رسول اللہ صلعم کی خدمت میں حاضر ہوا اور پوچھا یا رسول اللہ قیامت کب قائم ہوگی حضور نے فرمایا جب امانتیں ضائع ہونے لگیں تو قیامت کے منتظر رہو۔ راوی نے کہا کہ رسول خدا صلعم کے اِس ارشاد کا مطلب یہ ہے کہ قیامت کی نشانیوں میں سے ایک نشانی یہ ہے کہ امانت میں لوگ خیانت کرنے لگینگے یہ خیانت امورِ سلطنت میں بھی ہوگی۔ نااہل لوگ برسرِ اقتدار آجائیں گے۔ ان میں دیانت داری نہیں ہوگی۔ تقویٰ اور پرہیزگاری سے اُنھیں نفرت ہوگی۔ اور ایک خطبہ میں حضورؐ نے یہ بھی فرمایا کہ قیامت کے قریب جھوٹ کی کثرت ہوگی۔" (مسلم)

اس کے علاوہ حضورؐ نے یہ بھی فرمایا ہے کہ جب قربِ قیامت ہوگا تو ہر گھر میں راگ و رنگ ہوں گے۔ حضورِ اکرم کی ان پیشین گوئیوں کی روشنی میں جب ہم دُنیا پر نظر ڈالتے ہیں تو یہ ظاہر ہوتا ہے کہ حضور کی تمام پیشین گوئیاں سامنے آچکی ہیں۔ اور کچھ نہیں کہا جا سکتا کہ قیامت کا سانحہ کس وقت پیش آجائے مسلمانوں کو چاہیے کہ وہ اِن احادیث سے عبرت و نصیحت حاصل کریں۔

دنیاوی جدوجہد بھی ایک عبادت

دنیا کے دوسرے مذاہب نے جہاں ترکِ دُنیا کی تعلیم دی ہے وہاں اسلام نے جائز دنیاوی جدوجہد کو بھی عبادت کا درجہ قرار

دیا ہے اور مسلمانوں کو ہدایت کی ہے کہ وہ دین کے ساتھ دنیاوی جدوجہد میں بھی پوری مستعدی کے ساتھ حصہ لیں چنانچہ اس بارے میں حدیث ہے:-

"رسول اللہ صلّی اللہ علیہ وسلم کا ارشاد ہے کہ جو شخص دنیا کو جائز طریقہ پر حاصل کرتا ہے تاکہ دستِ سوال دراز کرنے سے بچے اور اہل وعیال کی کفالت کرے۔ نیز اپنے ہمسایوں کی مدد کرے تو قیامت کے دن جب وہ اُٹھے گا تو اس کا چہرہ چودھویں رات کے چاند کی طرح روشن ہوگا۔ (مشکوٰۃ)

اسی طرح ایک دوسری حدیث میں رسول اکرم نے ارشاد فرمایا ہے:-

"جو شخص والدین کی امداد کے لئے محنت کرتا ہے وہ اللہ کی راہ میں محنت کرتا ہے اور جو اہل وعیال کے لئے محنت کرتا ہے وہ بھی اللہ کی راہ میں کام کرتا ہے اور جو اپنی ذات کو [illegible] سے بچانے کے لئے کام کرتا ہے وہ بھی اللہ کی راہ میں کام کرتا ہے لیکن جو فخر اور دکھاوے کے لئے محنت کرتا ہے وہ شیطان کی راہ میں کام کرتا ہے۔ (بیہقی)

ان احادیث سے اندازہ لگایا جا سکتا ہے کہ اسلام نے جائز دنیاوی جدوجہد کو کتنی بڑی اہمیت دی ہے چنانچہ صحابہ کرام جہاں عبادت وریاضت میں مصروف رہتے تھے وہاں دنیاوی جدوجہد میں بھی بڑی سرگرمی کے ساتھ حصہ لیتے تھے۔ دنیا میں صرف اسلام ہی ایک ایسا مذہب ہے جس نے کہ دنیاوی جدوجہد کو بھی مذہبی فریضہ قرار دیا ہے اور اسی کا یہ نتیجہ ہے کہ مسلمانوں نے کارگاہِ حیات میں بھی بڑے ہی عظیم الشان کارنامے انجام دئے ہیں یہاں تک کہ مسلمان آدھی سے زیادہ دنیا کے مختارِ مطلق بن گئے تھے۔

انسان کو دولت کی ہوس

اسلام سرمایہ داری اور دولت مندی کا شدید مخالف ہے اسی لئے رسولِ خدا صلعم اُن لوگوں کو ناپسند فرماتے تھے جو محض اپنے سرمائے کو بڑھانے کے لئے مال جمع کرتے تھے چنانچہ اس بارے میں صحیح حدیث ہے:-

"ابوہریرہ رضؓ بیان کرتے ہیں کہ میں رسول اللہ صلعم کی خدمت میں حاضر ہوا اُس وقت آپ خانۂ کعبہ کے سائے میں تشریف فرما تھے۔ مجھے دیکھا تو فرمایا۔ قسم ہے کعبہ کے رب کی وہ لوگ بڑے نقصان میں ہیں۔ میں نے عرض کیا یا رسول اللہ میرے ماں باپ آپ پر قربان وہ کون لوگ ہیں۔ آپ نے فرمایا جو کثرت سے مال جمع کرتے ہیں سوائے اُن لوگوں کے جو آگے پیچھے اور دائیں بائیں اپنے مال کو کارِ خیر میں صرف کرتے ہیں۔" (بخاری۔ مسلم۔ ترمذی)

یعنی اسلامی نقطۂ نظر سے صرف اُن لوگوں کو مال جمع کرنے کی اجازت ہے جو اپنے مال کو کارِ خیر میں صرف کرنے کے لئے جمع کرتے ہیں اور ایک دوسری حدیث میں رسول اللہ صلعم نے فرمایا ہے کہ:-

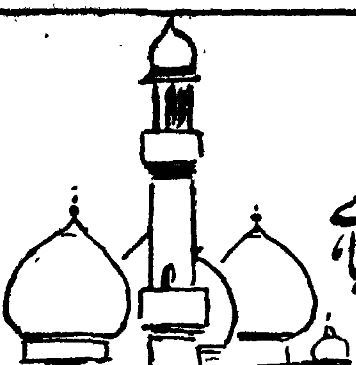
"اگر انسان کو مال سے بھری ہوئی دو وادیاں مل جائیں تب بھی وہ تیسری مال سے بھری ہوئی وادی کی خواہش کرے گا۔ انسان کے پیٹ کو قبر کی مٹی کے سوا اور کوئی چیز نہیں بھر سکتی۔" (بخاری و مسلم)

اس میں کوئی شبہ نہیں کہ انسان ہوس کا بندہ ہے اسی لئے دولت کے معاملہ میں اس کی طمع کم ہونے میں نہیں آتی۔ اور یہی نوعِ انسان کی وہی کمزوری کو محسوس کرتے ہوئے ہی اسلام نے سرمایہ داری کی شدید مذمت کی ہے۔ اور رہنمایانِ اسلام نے ہمیشہ ہی دولت جمع کرنے سے منع کیا ہے۔

دین دنیا حوصلہ بڑھاتا ہے

دین دنیا کے مطالعہ سے جہاں مسلمانوں کی ذہنی معلومات بڑھتی ہے وہاں یہ جریدہ مسلمانوں میں حوصلہ اور جرات بھی پیدا کرتا ہے اس میں خصوصیت کے ساتھ بڑی تلاش اور جستجو کے بعد مسلمانوں میں حوصلہ پیدا کرنے والے مضامین درج کئے جاتے ہیں یہ کوئی تفریحی پرچہ نہیں ہے بلکہ مسلم قوم میں بیداری پیدا کرنے والا جریدہ ہے اسلئے ہر مسلمان کا فرض ہے کہ وہ اس کی توسیع اشاعت میں حصہ لے اور اس کے لئے زیادہ سے زیادہ خریدار فراہم کرے تاکہ اس جریدہ کے ذریعہ مسلمانوں کو یہ بتایا جا سکے کہ ان کا مقام کیا ہے دین دنیا کی توسیع اشاعت میں حصہ لینا بہت بڑی قومی اور اسلامی خدمت ہے

لامی افکار



اسلام ایک انقلابی تحریک ہے

اسلام سے مسلمانوں ہی نے نہیں بلکہ منکروں نے بھی فائدہ اٹھایا ہے

(از جی۔ ایس۔ عبداللہ عیسیٰ۔ ایم۔ اے)

جی۔ ایس۔ عبداللہ عیسیٰ جنوبی امریکہ کے ایک نومسلم مفکر ہیں۔ انھوں نے ذیل کے مضمون میں اسلام پر ایک نئے زاویۂ نظر سے روشنی ڈالی ہے۔ ان کے نزدیک اسلام مذہب سے کہیں زیادہ ایک اصلاحی اور انقلابی تحریک ہے جس نے کہ بنی نوع انسان کے دل و دماغ میں ایک ذہنی انقلاب برپا کر دیا ہے۔

دنیا میں انسان کے تصورات اور کردار کو بلند کرنے کے لئے اور اسے شائستہ اور تہذیب یافتہ بنانے کے لئے جتنی بھی کوششیں اور تحریکیں ہوتی رہی ہیں مذہب ان میں سب سے زیادہ موثر کوشش ثابت ہوا ہے۔ اور خصوصیت کے ساتھ جملہ مذاہب میں اسلام کو اس لئے ایک منفرد اور امتیازی حیثیت حاصل رہی ہے کیونکہ اس کی کوششیں صرف متبعین اسلام کی اصلاح ہی تک محدود نہیں رہی ہیں بلکہ اس نے پوری دنیا کو اپنی سرگرمیوں کا مرکز قرار دیا ہے۔

اسلام کے احکامات اور اس کی تعلیم کا تعلق اگرچہ لفظاً ہر صرف مسلمانوں کے ساتھ رہا ہے لیکن حقیقت یہ ہے کہ اس کی ہمہ گیر تعلیم نے ساری دنیا کو متاثر کیا ہے۔ اس لئے اس کی تعلیم کی فائدہ بخشی پر مذہبی حیثیت سے روشنی ڈالنے کی بجائے ہمیں دنیا کے سامنے اس کے اس کردار کو واضح کرنا چاہیئے جو اس مذہب نے انسان کو اس کی بھولی ہوئی عظمت کو یاد دلانے میں ادا کیا ہے اور جسے دنیا کا کوئی شخص بھی تاریخ کے اوراق سے محو نہیں کر سکتا۔

یہ بات تو سب ہی کو معلوم ہے کہ اسلام کے ماننے والے اس مذہب کے ظہور کے بعد ہی چند سال کے اندر دنیا کے ہر حصے میں پھیلنے شروع ہو گئے تھے۔ اس لئے اسلام کی تاریخ صرف جزیرہ نما عرب ہی تک محدود نہیں رہی بلکہ پوری دنیا کا احاطہ کئے ہوئے ہے [illegible] دنیا میں مسلمانوں کے کردار کی جو عام خصوصیت نظر آتی ہے وہ یہ ہے کہ انھوں نے اپنی ملکی فتوحات سے دنیاوی جاہ اور عظمت حاصل کرنے کی بجائے اپنی تمام تر قوتوں۔ کوششوں اور جد و جہد کو افراد اور قوموں کے باطل خیالات و فرسودہ عقائد کو بدلنے، انھیں صدیوں پہلے کے توہمات سے نجات دلانے اور ان میں ان کے انسانی وقار اور خودداری کے جذبہ کو بیدار کرنے پر مرکوز رکھا تھا۔ اور انھیں ذہنی غلامی سے نجات دلا کر وہ صراط مستقیم دکھائی تھی جس پر چل کر انسان پوری نوع انسانی کی تعمیر اور ترقی کو اپنی ذاتی ذمہ داری اور اپنا مقدس فریضہ سمجھنے لگا تھا۔ یہ تھا وہ زبردست انقلاب جو دنیا میں ظہور اسلام کے بعد رونما ہوا تھا۔

یہ بات تو سب ہی کو معلوم ہے کہ جب انسان کی ذہنی اور جسمانی قوتیں بہت سے حصوں میں بٹی ہوئی ہوتی ہیں تو وہ اپنے کسی کام کو بھی پوری طرح اور اطمینان بخش طریقہ پر انجام نہیں دے سکتا۔ اور ایسی صورت میں وہ غور و فکر اور عمل کی صلاحیتوں سے بھی محروم ہو جاتا ہے۔

اسلام کے ظہور سے پہلے پوری دنیا اسی ذہنی انتشار سے دوچار تھی۔ انسان توہم پرستی میں مبتلا تھا۔ وہ نفع اور نقصان پہنچانے والی ہر شئے کو خدائی قوتوں کا مظہر سمجھنے کی بجائے انھیں نعوذ باللہ خدا سمجھنے لگا تھا اور اس طرح بے شمار اور لاتعداد باطل خداؤں

اس کے جواب میں سسلی کے گورنر نے کہا کہ یہ جزیرہ سسلی کوئی کمزور علاقہ نہیں ہے۔ جو دوسرے عیسائی علاقوں کی طرح آسانی سے تمہارے قبضہ میں آجائے۔ یہ جزیرہ ایک محفوظ اور مامون قلعہ ہے۔ جس میں کہ اتنی بڑی فوج رہتی ہے جو بڑی سے بڑی سلطنت سے ٹکر لے سکتی ہے۔ تم ہم سے جزیہ طلب کر رہے ہو مگر ہم تم سے کہتے ہیں کہ تم ہمیں خراج ادا کرو اور اطاعت قبول کر لو تا کہ ہمارے حملوں سے محفوظ رہ سکو"۔

اس سخت جواب کے بعد مسلمانوں کے لئے اس کے سوا اور کوئی چارہ کار نہ تھا کہ وہ یہ تو خاموشی کے ساتھ واپس چلے جائیں یا فوراً ہی حملہ کر دیں۔ چنانچہ مسلمانوں نے پوری طاقت سے جزیرہ سسلی پر حملہ کر دیا۔ اور اس طرح خشکی اور سمندر میں خوفناک جنگ چھڑ گئی۔ کئی روز تک یہ معرکہ جاری رہا اور فتح و شکست کا کوئی فیصلہ نہ ہو سکا۔ آخر مسلمان جزیرہ سسلی میں تباہی مچا کر اور بہت سا مال غنیمت لے کر واپس آگئے۔ جزیرہ سسلی پر مسلمانوں کا یہ پہلا حملہ تھا۔

اس کے بعد مسلمان تھوڑے تھوڑے وقفے کے بعد برابر سسلی پر حملے کرتے رہے۔ اور مسلمانوں کا یہ معمول سا ہو گیا تھا کہ وہ سال میں ایک دو مرتبہ سسلی پر حملہ ضرور کرتے تھے۔ مسلمانوں کے ان حملوں کا یہ نتیجہ نکلا کہ عیسائی مسلمانوں سے خوفزدہ رہنے لگے۔ اور اب انہوں نے جزیرہ سسلی سے اسلامی علاقوں پر حملے کرنے چھوڑ دیئے تھے۔ کیونکہ اب انہیں یہ یقین ہو چلا تھا کہ مسلمان کسی نہ کسی دن اس جزیرہ پر ضرور قابض ہو کر رہیں گے۔

سسلی پر باقاعدہ فاتحانہ حملہ سلطان زیادۃ اللہ کے عہد حکومت میں تیسری صدی ہجری کے شروع میں ہوا تھا۔ قاضی اسد بن فرات اس مہم کے سربراہ تھے۔ افریقہ کے ساحلی شہر سوسہ سے یہ مہم روانہ کی گئی تھی۔ اس مہم کے لئے بے شمار جنگی جہاز روانہ کئے گئے تھے۔ جن میں کہ سات سو سوار اور دس ہزار پیادہ فوج موجود تھی۔ اور یہ گیارہ ہزار سربکف اسلامی جانباز عرشہ جہاز پر کھڑے ہوئے اپنی آبدار تلواروں کو جوش شجاعت میں بار بار جنبش دے رہے تھے۔ قاضی اسد بن فرات بھی عرشہ جہاز پر رونق افروز تھے۔ اس موقعہ پر انھوں نے جو الوداعی تقریر کی ہے اس سے بخوبی اندازہ لگایا جا سکتا ہے۔ کہ ان کے قلب میں اسلام کے لئے کس قدر درد اور جوش تھا۔ انھوں نے اپنی الوداعی تقریر میں کہا تھا۔

"الوداع۔ برادران اسلام الوداع۔ ہم نے اللہ کے لئے اپنی جانیں وقف کر دی ہیں دعا کیجئے کہ وہ ہمیں کامیابی اور سرخروئی عطا فرمائے۔ اس نے دشمنان اسلام مشرکوں کے مقابلے کے لئے ہمیں چنا ہے۔ اور آج ہم اس جذبہ کے ساتھ مشرکوں کی سرزمین کی جانب بڑھ رہے ہیں کہ یا تو سسلی پر اسلامی پرچم لہرا دیں گے یا راہ خدا میں شہید ہو جائیں گے"۔

اس ولولہ انگیز تقریر کے بعد جب سوسہ کی بندرگاہ سے اسلامی بیڑہ روانہ ہوا تو پورا ساحل اللہ اکبر کے نعروں سے گونج اٹھا اور مجاہدین کا یہ بیڑا سسلی کی جانب روانہ ہو گیا۔ اور تین رات دن سفر کرنے کے بعد ۱۸ ربیع الاول ۲۱۲ھ ہجری کو سرفروشوں کا یہ قافلہ سسلی کے ساحلی شہر مازر پہ لنگر انداز ہو گیا اور مجاہدین اسلام جہازوں سے اتر پڑے۔

سپہ سالار اسلام قاضی اسد بن فرات کا خیال تھا کہ انہیں سمندر ہی میں رومیوں سے سخت مقابلہ کرنا ہوگا۔ لیکن ایسا نہیں ہوا۔ بلکہ اس کے برخلاف کسی دشواری کے بغیر شہر مازر پر مسلمانوں کا قبضہ ہو گیا۔ یہ سسلی کا پہلا شہر تھا جس پر کہ اسلامی پرچم لہرایا گیا۔ اور پہلی مرتبہ سسلی کی سرزمین پر نعرہ توحید بلند ہوا۔ غرضکہ مازر پر قبضہ کے بعد سپہ سالار اسلام قاضی اسد بن فرات سسلی کے دوسرے علاقوں کی فتح کی جانب متوجہ ہوئے اور اسلامی فتوحات کا سیلاب اس جزیرہ میں تیزی سے آگے بڑھنے لگا۔ سسلی کی عیسائی حکومت اتنی کمزور نہیں تھی کہ وہ مسلمانوں کے مقابلہ سے کترا رہی ہو بلکہ وہ محض اس لئے خاموش تھی کیونکہ وہ چاہتی تھی کہ مسلمان جب ساحل سے اندرونی علاقہ میں آجائیں تو انہیں چاروں طرف سے گھیر کر ختم کر دیا جائے۔ اور اسی جنگی چال کی بنا پر ابتدا میں کسی قسم کی مزاحمت نہیں کی گئی تھی۔ لیکن مسلمان بھی دشمن کی جانب سے غافل نہیں تھے۔ چنانچہ انہوں نے اندرون ملک گھسنے کی بجائے (باقی صفحہ ۲۹ پر)

تاریخ ہند



سکولر حکومت کے بانی شاہان ہند

شہنشاہ اورنگزیب کے اکثر وزرا اور امرا ہندو تھے

(از ڈاکٹر سید محمود پی۔ ایچ۔ ڈی)

ڈاکٹر سید محمود جو ہندوستان کے صف اول کے لیڈر تھے اُن کا یہ محققانہ مضمون اُن فرقہ پرستوں کی آنکھیں کھول دینے کے لئے کافی ہے جو دیگر شاہان ہند پر عموماً اور شہنشاہ اورنگزیب پر خصوصاً برابر الزام لگاتے رہتے ہیں کہ یہ ہندو کش تھے۔ اور اُنکا واحد مشغلہ یہ تھا کہ یہ غیر مسلموں کو بالجبر مسلمان بناتے رہیں۔ ذیل کے محققانہ مضمون سے یہ حقیقت واضح ہو جاتی ہے کہ ہندوستان کے مسلمان بادشاہوں نے ہی سب سے پہلے اِس ملک کو سکولرزم سے روشناس کیا ہے۔

مسلم عہد حکومت کی اس خصوصیت کو کسی طرح بھی نظر انداز نہیں کیا جا سکتا کہ ہندوستان کے مسلمان بادشاہوں نے تقریباً ہر دور میں اِس ملک پر مذہبی تعصب اور جانب داری سے بلند رہ کر حکومت کی ہے۔ انہوں نے مسلمان بن کر نہیں بلکہ خاص ہندوستانی بن کر اس ملک پر فرمانروائی کی ہے۔ اور وہ اگر ایسا نہ کرتے تو سینکڑوں برس کا تو ذکر ہی کیا ہے شاید چند سال بھی اِس ملک پر اپنا اقتدار قائم نہیں رکھ سکتے تھے۔ کیونکہ کوئی بھی اقلیت اکثریت کے دلوں پر قبضہ کئے بغیر اتنی طویل مدت پر حکمراں نہیں رہ سکتی۔

محمد بن قاسم سے لیکر آخری مغل بادشاہ تک سب ہی شاہان ہند کی اسٹیٹ پالیسی سکولر رہی ہے۔ چنانچہ جہاں تک خاص مراعات کا تعلق ہے۔ خواہ وہ سیاسی ہوں یا اقتصادی شاہان ہند کے دور میں کبھی مسلم رعایا کو حاصل نہیں رہیں۔ اور نہ مسلم حکمرانوں نے رومن فاتحوں کی طرح اپنے مفتوح ملکوں کو دولت سمیٹنے کا ذریعہ بنایا۔

شاہان ہند کے دور میں سلطنت کی بڑی سے بڑی ملازمت کے لئے بھی غیر مسلموں پر کسی قسم کی پابندی نہیں تھی۔ نہ کوئی عہدہ کسی فرقہ کے لئے مخصوص تھا۔ اور نہ دفاتر ہی میں مسلمانوں اور غیر مسلموں کا کوئی تناسب مقرر تھا۔ اکثر سلطنت کے اونچے اونچے عہدوں پر ہندو فائز رہے ہیں۔ یہاں تک کہ اکثر شاہان ہند کے وزیر اعظم، دیوان۔ اور شاہی فوج کے سپہ سالار تک ہندو رہے ہیں۔ دربار کے امرا منصب دار اور صوبہ کے گورنروں میں ہندوؤں کی خاصی تعداد ہمیشہ ہی موجود رہی ہے۔ اور کشمیر کے مسلم حکمرانوں نے تو خصوصیت کے ساتھ ہندو وزیر رکھے ہیں۔ اسی طرح شاہان دکھن کے دربار میں بھی ہندو وزرا کا دعدہ رہا ہے غلام، تغلق، خلجی، اور لودھی خاندانوں کے حکمراں ہندو وزرا رکھتے تھے۔ اور مغلیہ حکومت پر تو ہندو وزرا اور امرا چھائے ہوئے تھے۔ چنانچہ بھگوان داس کے بیٹے مان سنگھ پہلے شخص تھے جنہیں ہفت ہزاری منصب ملا۔ اِس سے قبل کسی مسلمان کو بھی یہ منصب نہیں ملا تھا۔ اُس وقت تک پنج ہزاری امرا کا سب سے بڑا منصب تھا۔ آئین اکبری کا مصنف لکھتا ہے کہ "اکبر نے مان سنگھ کو ہفت ہزاری منصب دے کر انہیں تمام مسلم امرا سے اونچا کر دیا تھا"

افغانستان ایک ایسا صوبہ تھا جس کی سو فیصدا آبادی مسلمانوں کی تھی۔ اِس سے بڑھ کر شاہان ہند کی رواداری اور

کیا ہو سکتی ہے کہ اس کثر مسلم صوبہ کا گورنر ایک ہندو امیر کو مقرر کیا گیا تھا۔ مسلم حکمرانوں کی اس رواداری سے متاثر ہو کر ایک مورخ لکھتا ہے "افغان آبادی پر ایک ہندو صوبہ دار کا تقرر اس امر کی دلیل ہے کہ مغل حکمران ہندوستان کی مختلف نسلوں کے امتزاج سے ہندوستانیوں کو متحد کرنا چاہتے تھے۔ اور یہ ان کی بے مثال حکمت عملی تھی۔ اس کے علاوہ شاہان ہند اپنی اسٹیٹ میں مسلمانوں سے زیادہ ہندوؤں کو رکھتے تھے۔ اور ہندوؤں کے تقرر پر زور دیتے تھے"

ان تقرریوں کے علاوہ جن سے کہ صاف طور پر شاہان ہند کا ہندوؤں اور مسلمانوں کے ساتھ مساویانہ سلوک کا ثبوت ملتا ہے ایک حقیقت اور بھی قابل غور ہے۔ اور وہ یہ ہے کہ جس عہد کا ہم ذکر کر رہے ہیں اس پورے دور میں کبھی بھی شاہان ہند کی جانب سے کوئی ایسا حکم نافذ نہیں ہوا جس کی رو سے ہندوؤں کو صرف ہندو ہونے کی بنا پر کسی بڑے عہدے سے محروم کیا گیا ہو بلکہ اکثر بڑے عہدوں پر خاص طور پر ہندوؤں کا تقرر کیا گیا ہے۔ اور اس کی بڑی وجہ یہ تھی کہ شاہان ہند اسٹیٹ سروس کے معاملہ میں ہمیشہ ہی مذہب۔ نسل۔ اور رنگ کے امتیازات سے مبرا رہے ہیں۔ ہندوستان کا کوئی بھی باشندہ خواہ وہ کسی مذہب اور نسل سے کیوں نہ تعلق رکھتا ہو سلطنت کے اعلیٰ ترین عہدے پر پہنچ سکتا تھا

ایک سربرآوردہ مصنف کا خیال ہے کہ "مسلم حکمرانوں کے دل و دماغ میں کبھی یہ خیال تک نہیں گزرا کہ وہ سلطنت کے اہم ترین مناصب صرف مسلمانوں ہی کے لئے مخصوص رکھیں" اور نامور سیاح فرشتہ کا بیان ہے کہ "سلطان علاؤالدین خلجی یہ کہا کرتا تھا کہ حکومت میں مذہب کا کوئی دخل نہیں ہونا چاہئے۔ بلکہ یہ دیکھنا چاہئے کہ کس میں اہلیت زیادہ ہے" شہنشاہ اورنگزیب کے متعلق یہ غلط بیانی کی جاتی رہی ہے کہ اس نے ہندوؤں کو سرکاری ملازمتوں سے نکال دئے جانے کا حکم جاری کیا تھا۔ یہ الزام بالکل غلط ہے بلکہ اس نے محض یہ حکم دیا تھا کہ ماتحت آسامیوں پر جو تقرریاں ہوں ان میں ہندو اور مسلمان دونوں لئے جائیں۔

تاریخ ہمیں بتاتی ہے کہ شہنشاہ اورنگزیب کی حکومت میں ہندو کثیر تعداد میں بڑے بڑے عہدوں پر فائز تھے چنانچہ اسکے زمانے کے صرف ہندو امرا اور منصب داروں کا شمار ہوتا ہے اوپر ہے۔ شیواجی کے داماد اچاجی اور اودے پور کے رانا راج سنگھ کا بیٹا راجہ بھیم سنگھ اور اس کے دو بھائی بہادر سنگھ اور اندر سنگھ شہنشاہ اورنگزیب کے دربار کے امرا اور سپہ سالاروں میں سے تھے۔ اور انھوں نے بڑی وفاداری کے ساتھ شہنشاہ کی خدمت کی ہے۔ راگھوناتھ رائے ایک معمولی حیثیت کا آدمی تھا۔ مگر وہ اپنی غیر معمولی ذہانت اور محنت و قابلیت کی بدولت اونچے سے اونچے عہدے پر جا پہنچا یہاں تک کہ شہنشاہ اورنگزیب کا وزیر اعظم بن گیا۔ اور جب تک زندہ رہا اسی بلند عہدہ پر فائز رہا۔ اورنگزیب نے اپنے نجی خطوط میں بجز راجہ رگھوناتھ رائے اور نواب سعد اللہ خاں کے کسی وزیر کی تعریف نہیں کی۔ رگھوناتھ رائے کی موت کا اورنگزیب کو بہت صدمہ ہوا تھا۔ شہنشاہ اورنگزیب کا چیف سکریٹری یعنی پیشکار بھی ایک ہندو ہی تھا۔ جسکا نام۔ ولی رام تھا۔ اورنگزیب اس کی بڑی عزت کرتا تھا۔

ایک بار شہنشاہ اورنگزیب کے درباریوں نے عرض کی کہ وہ غیر مسلموں کو ان کے عہدوں سے ہٹا دے۔ کیونکہ مسلم طبقہ ان ذمہ دارانہ عہدوں پر غیر مسلموں کو پسند نہیں کرتا اور قرآن شریف کی ایک آیت پیش کی کہ "اے مومنو! تم میرے دشمنوں اور اپنے دشمنوں کو دوست نہ سمجھو" اورنگزیب نے جواب دیا کہ "اول تو اس کا کوئی ثبوت نہیں کہ وہ ہمارے دشمن ہیں اس کے علاوہ نظام مملکت میں مذہب کا کوئی دخل نہیں ہونا چاہئے اور اس قسم کے معاملوں میں مذہبی تعصب کو راہ نہیں دینی چاہئے" اور اس کے بعد اورنگزیب نے قرآن مجید کی ایک آیت پڑھی۔ "تمہارے لئے تمہارا دین ہے اور ہمارے لئے ہمارا دین" آگے چل کر اورنگزیب نے کہا کہ آپ لوگوں نے جو آیت پڑھی ہے اگر ہم اس کی گہرائی میں جائے بغیر غلطی سے اس پر عمل کرنے لگیں تو ہمیں تمام رجواڑوں اور اسکی رعایا کو تباہ کر دینا ہوگا۔ جسکی اسلام ہمیں اجازت نہیں دیتا۔ اسلام نے ہمیں رواداری کی تعلیم دی ہے اور اسلامی تعلیم ہمیں ہرگز یہ اجازت نہیں دیتی کہ ہم مذہبی تعصب سے کام لیں یاد رکھئے حکومت کے عہدے صرف اہلیت کی بنا پر دئے جاتے ہیں۔ اور ہمیں کسی دوسرے خیال کا لانا حکومت کے لئے مضر ہوگا

اسلام اور غیر مسلم



میں اسلام سے کیوں متاثر ہوں

ایک ہندو مفکر کے اسلام کے بارے میں احساسات

(مسٹر۔ اے۔ آر۔ ہنرا کے انگریزی مقالہ سے ماخوذ)

مسٹر اے۔ آر۔ ہنرا۔ ایک مشہور ہندوستانی قانون داں ہیں۔ جو زمانہ دراز سے لندن میں مقیم ہیں۔ اور تقریباً تیس سال سے لندن ہی میں پریکٹس کر رہے ہیں تم انھوں نے "اسلامک سوسائٹی لندن" کے ایک جلسہ میں "اسلامی اخلاق" کے عنوان سے ایک مقالہ پڑھا تھا۔ یہ مضمون اُسی مقالہ کے ذریعہ مرتب کیا گیا ہے۔

اسلام کا مطالعہ کرنے کے بعد میں اس نتیجہ پر پہنچا ہوں کہ اسلام اعلیٰ ترین اخلاق کا ایک ہمہ گیر ضابطہ ہے۔ جس سے کہ میں بے حد متاثر ہوں۔ یوں تو اسلام کی اخلاقی قدریں زندگی کے تقریباً ہر گوشے اور شعبہ پر حاوی ہیں۔ جن کا احاطہ اس چھوٹے سے مقالہ میں ناممکن ہے۔ لیکن پھر بھی میں اسلام کے چند نہایت اہم اخلاقی پہلوؤں پر روشنی ڈالوں گا تاکہ یہ اندازہ لگایا جا سکے کہ اسلام نے انسانی اخلاق اور کردار کے بلند کرنے میں کس قدر نمایاں حصہ لیا ہے۔

ہم اپنی زندگی کو دو شعبوں میں تقسیم کر سکتے ہیں ایک کاروباری اور دوسرا نجی ہماری زندگی اس زمانہ میں بڑی حد تک کاروباری بن گئی ہے۔ اور ہمیں غور کرنا ہے کہ زندگی کے اس اہم ترین شعبہ میں اسلام نے نوع انسانی کی کس طرح رہنمائی کی ہے۔ مذہب کے تصور کو قطع نظر کرنے کے بعد بھی یہ بات ماننی پڑے گی کہ کاروبار میں اخلاق کو بہت زیادہ اہمیت حاصل ہے۔ اور کاروباری اخلاق اور کردار کی بنیاد اس بات پر ہونی چاہئے کہ کاروبار کے نام پر کسی کو دھوکہ نہ دیا جائے۔ جعلسازی سے بچا جائے۔ لین دین دھوکہ سے خالی ہو اور نفع کا ایک ایسا معیار مقرر کیا جائے جسے استحصال نہ کہا جا سکے چنانچہ اسلام نے کاروباری اخلاق میں اِن ہی باتوں کو شامل کیا ہے۔

موجودہ زمانہ میں کاروبار کی بنیاد سود پر قائم ہے جبکہ اسلام نے سود کو ناجائز قرار دیا ہے۔ کیونکہ اکثر و بیشتر حالات میں سود کاروباری طبقہ کی تباہی کا باعث بن جاتا ہے۔ اسلام کاروبار میں جائز نفع کا تو حامی ہے۔ لیکن اُس سود کا شدید مخالف ہے۔ جو سرمایہ داری کی طرف لے کر جاتا ہے۔ واقعہ یہ ہے کہ اسلام نے سود کو حرام قرار دے کر کاروباری اخلاق کا ایک ایسا معیار قائم کیا ہے۔ جو آپ ہی اپنی مثال ہے۔ پھر اسلام نے تجارت میں دھوکہ دہی اور فریب کی مخالفت کی ہے۔ اور کاروبار کے ذریعہ سے خریداروں کو نقصان پہنچانے کو ایک نہایت ہی مذموم فعل قرار دیا ہے۔

اس سلسلہ میں امام ابو حنیفہ کا یہ واقعہ بیان کر دینا ضروری معلوم ہوتا ہے کہ ایک مرتبہ جب وہ کسی پارچہ فروش کی دکان پر ملازم تھے تو ایک خریدار نے کپڑے کا ایک ایسا تھان پسند کیا جو اندر سے خراب تھا۔ لیکن جب امام ابو حنیفہ کی نظر تھان کے اس نقص پر پڑی تو خاموش رہنے کے بجائے انھوں نے خریدار کو تھان کے اس نقص سے آگاہ کر دیا اور وہ اس تھان کو چھوڑ کر چلا گیا اس پر جب مالک دوکان نے اُن سے باز پرس کی تو آپ کا جواب یہ تھا کہ "اسلام نے کاروبار میں دھوکہ کی اجازت نہیں دی ہے"

کاروبار میں لین دین کو بنیادی حیثیت حاصل ہے۔ اسلام

کی ہدایت یہ ہے کہ لین دین میں سچائی سے کام لو۔ نرمی اختیار کرو۔ نیز اسلام نے لین دین میں کسی امتیاز کی اجازت نہیں دی۔ بلکہ مسلمانوں کو غیر مسلموں کے ساتھ بھی وہی طریقہ کار اختیار کرنے کی ہدایت کی ہے۔ جو مسلمانوں کو آپس میں اختیار کرنا چاہئے۔

عام اخلاق کے متعلق اسلام نے اپنے ضابطہ اخلاق میں جو وسعت ہمہ گیری اور جامعیت کی ہدایت کی ہے اُس کی مثال کسی دوسرے مذہب میں نہیں ملتی۔ اسلام نے پیدائش سے لیکر موت تک انسانی زندگی کے مختلف مرحلوں میں اُس کے اخلاقی فرائض کو نہایت تفصیل کے ساتھ متعین کر دیا ہے۔ اُس نے بتایا ہے کہ اولاد کو اپنے والدین کے ساتھ کس طرح پیش آنا چاہئے۔ نیز والدین کو اولاد کے ساتھ کس قسم کا برتاؤ کرنا چاہئے۔ شوہر اور بیوی پر ایک دوسرے کے متعلق اسلام نے اخلاقی پابندیاں عائد کر دی ہیں۔ رشتہ داروں کے ساتھ تعلقات کی نوعیت کیا ہونی چاہئے۔ اُس کی بھی حدود مقرر کر دی ہیں۔ پھر اسلام نے یہ بھی بتا دیا ہے کہ ہمسایوں کے ساتھ اُن کی اخلاقی ذمہ داریاں کیا ہیں۔ اِس کے علاوہ نوعِ انسانی نیز قوم اور ملک کے سلسلہ میں لوگوں کو یہ بھی بتا دیا ہے کہ اُن پر کون سی اخلاقی ذمہ داریاں عائد ہوتی ہیں۔

واقعہ یہ ہے کہ اسلامی اخلاق اِس درجہ وسیع اور ہمہ گیر ہے کہ ایک مختصر سے مضمون میں اُس پر روشنی ڈالنا تقریباً ناممکن ہے لیکن بطور مثال کے طور پر اتنا ضرور سمجھ لینا چاہئے کہ اسلام نے اپنے متبعین کو کافر و مشرک والدین کی نافرمانی تک کی اجازت نہیں دی ہے۔ صرف ایسے معاملات میں اُن کا حکم نہ ماننے کے لئے کہا ہے۔ جن کی وجہ سے اسلام سے انحراف کی ترغیب ہوتی ہو۔ پھر اسلام نے والدین کو اولاد کی اچھی تعلیم و تربیت اور ان کی ضرورتوں کو پورا کرنے کا پابند بنایا ہے۔ شوہروں کو حکم دیا ہے کہ وہ اپنی بیویوں کے حقوق اور ذمہ داریوں کو پورا کریں۔ یہاں تک کہ اِس قسم کی عبادت اور ریاضت میں مصروف رہنے سے بھی منع کیا ہے جس کی وجہ سے بیویوں کے حقوق کی ادائیگی میں رکاوٹ پیدا ہوتی ہو۔

قریبی عزیزوں اور رشتہ داروں کے ساتھ مسلمانوں کو حسن سلوک کرتے رہنے کا اسلام نے حکم دیا ہے۔ اور ہمسایوں کے ساتھ تو اسلام نے اچھے برتاؤ کی بڑی سختی کے ساتھ ہدایت کی ہے۔ چنانچہ ہمسایہ کے بارے میں جو احکامات نازل ہوتے رہتے تھے انہیں دیکھتے ہوئے پیغمبر اسلام کو اس بات کا خیال پیدا ہو گیا تھا کہ اسلام میں ہمسایہ کو خواہ وہ مسلم ہو یا غیر مسلم وارث قرار دے دیا جائے گا۔ پھر اسی قدر نہیں بلکہ اسلامی اخلاق کی وسعت کا یہ عالم ہے کہ وہ مسلمانوں سے اِس بات کا مطالبہ کرتا ہے کہ وہ اپنے والدین کے دوستوں سے خواہ وہ مسلم ہوں یا غیر مسلم بڑی عزت اور احترام کے ساتھ پیش آئیں۔

انسانی کردار کی جتنی بھی خامیاں ہیں اسلام نے سب ہی کی نشاندہی کی ہے۔ اسلام نے فحش گوئی اور بدکلامی سے روکا ہے غیبت اور چغل خوری کو بدترین گناہ قرار دیا ہے۔ بے حیائی اور بے شرمی کی باتوں سے دور رہنے کی سختی کے ساتھ ہدایت کی ہے امانت اور دیانت پر بے حد زور دیا ہے مسلمانوں کو دوسروں کی خطاؤں سے درگذر کرنے کی ہدایت کی گئی ہے۔ عہد و پیمان اور وعدہ کی پابندی کا مسلمانوں کو مشورہ دیا گیا ہے۔ نیز حرص و ہوس کو بھی ناجائز قرار دیا ہے۔ عیب جوئی سے منع کیا گیا ہے پھر غصہ کو اسلام نے شیطانی فعل قرار دیا ہے۔ واقعہ یہ ہے کہ اسلام نے اخلاق انسانی کی اصلاح اور کردار کی بلندی کے سلسلہ میں جو ہدایتیں کی ہیں اگر ان پر عمل کیا جائے تو انسان کندن بن سکتا ہے اور یہ ہدایتیں صرف مسلمانوں ہی کے لئے نہیں ہیں بلکہ پوری نوع انسانی کے لئے ہیں۔

جنگ اور خونریزی دنیا کی بدترین شے ہے اسلام نے مسلمانوں کو ہدایت کی ہے کہ وہ حتی المقدور جنگ سے بچیں لیکن اگر مجبوراً انہیں اپنی مدافعت کے لئے جنگ کرنی پڑے تو جنگ کے دوران بھی اخلاق انسانی کو مدنظر رکھیں۔ امن پسند شہریوں۔ عورتوں اور بچوں پر حملہ نہ کریں۔ اور جنگ کے نقصان ایسے لوگوں کو ہرگز نہ پہنچائیں جو دنیا سے الگ تھلگ ہو کر عبادت یا پوجا پاٹ میں مصروف ہوں۔ دنیا میں غالباً اسلام ہی ایک ایسا واحد مذہب ہے جس نے جنگ جیسے مذموم فعل کے دوران بھی اخلاقی قدروں کو مدنظر رکھنے کی ہدایت کی ہے۔

(باقی مضمون صفحہ ۲۹ پر)

جب سسلی پر اسلامی پرچم لہرایا گیا

(باقی مضمون ص۲۴ سے)

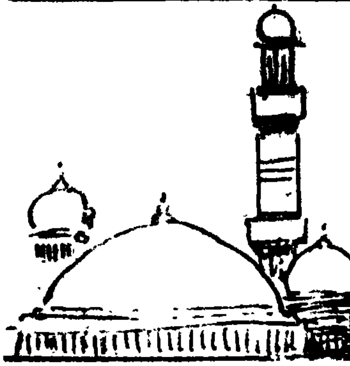
ساحلی شہروں کو فتح کیا اور جس علاقہ کو بھی فتح کیا وہاں اپنی پوزیشن کو پوری طرح مستحکم کرلیا۔

اُدھر سسلی کے عیسائیوں کی امداد کے لئے قسطنطنیہ اور وینس سے بھی بے اندازہ فوج سسلی میں پہنچ گئی تھی۔ غرضکہ حکومت سسلی سلطنت روما اور وینس کی سلطنت یعنی تین عیسائی حکومتیں مسلمانو کے مقابلہ پر صف آرا ہوگئی تھیں جنکی فوجوں کی مجموعی تعداد ڈیڑھ لاکھ سے بھی زیادہ تھی۔ جبکہ مسلمانوں کے پاس صرف دس ہزار سپاہی تھے عیسائی فوجیں جب پوری طرح تیار ہوگئیں تو انھوں نے اچانک مقابلہ پر آکر مسلمانوں کو للکارا۔ عیسائیوں کا خیال تھا کہ وہ پہلے ہی حملہ میں ان مٹھی بھر مسلمانوں کو پسپا کردیں گے اُدھر قاضی اسد بن فرات اور مسلمانوں میں غیر معمولی جوش تھا۔ قاضی اسد لوائے جنگ خود اپنے ہاتھ میں لئے آگے بڑھ رہے تھے۔ اور جوش و خروش کے ساتھ بلند آواز میں سورہ یٰسین کی تلاوت کر رہے تھے۔ اور اسی جوش کے عالم میں جب لشکر اسلام نے رومیوں پر حملہ کیا تو وہ رومیوں پر بھوکے بھیڑیئے کی طرح ٹوٹ پڑے اور آن کی آن میں دشمن کی صفیں الٹ دیں۔ کئی روز تک حق و باطل کا یہ معرکہ جاری رہا اور تاریخ کا یہ عجیب و غریب واقعہ ہے کہ صرف دس ہزار مجاہدین نے ڈیڑھ لاکھ کے لشکرِ عظیم کے پاؤں اکھاڑ دئے اور پھر اس کے بعد جزیرہ سسلی میں مسلمانوں کی ایک ایسی مضبوط سلطنت قائم ہوگئی جو صدیوں تک پورے یورپ سے ٹکر لیتی رہی۔

میں اسلام سے کیوں متاثر ہوں

(باقی مضمون ص۲۵ سے)

اسلام میرے نزدیک مذہب سے کہیں زیادہ اخلاقی قدروں کا بے نظیر مجموعہ ہے۔ اور اسلام کے اس پہلو نے مجھے بے حد متاثر کیا ہے۔ اور میں چاہتا ہوں کہ جملہ مذاہب کے افراد اسلام کی اخلاقی تعلیمات سے استفادہ کریں۔



زمین پر حکومت الٰہیہ کا نمونہ

خلفائے راشدین کا دورِ حکومت آپ ہی اپنی مثال ہے

(از علامہ حسین المفاہی)

علامہ حسین المفاہی مراکش کے ایک نامور اہل قلم ہیں انھوں نے ذیل کے فاضلانہ مضمون میں بتایا ہے کہ خلفائے راشدین کی حکومت کس طرح دنیا میں حکومت الٰہیہ کا پاکیزہ نمونہ تھی۔ حقیقت یہ ہے کہ خلفائے راشدین کا دورِ حکومت ایک ایسا مثالی دور ہے جس کی مثال دنیا کی پوری تاریخ میں مفقود ہے۔ ذیل میں ہم ان کے عربی مقالہ کا خلاصہ پیش کر رہے ہیں۔

ایک مشہور سیاست داں کا قول ہے کہ "اگر حکمراں اچھے نہ ہوں تو حکومت کبھی اچھی نہیں ہو سکتی کیونکہ حکومت بڑی حد تک حکمرانوں کے کردار کا نمونہ ہوتی ہے"۔ چنانچہ اسلام نے آج سے چودہ سو برس قبل دنیا کو پہلی بار عرب کے چند حریت پسند اور حق پسند حکمرانوں سے متعارف کرایا تھا اُن کی پاکیزہ حکومت نہ صرف اس قول ہی کی تائید کرتی ہے۔ بلکہ اس سے اُن بزرگوں کے کردار پر بھی روشنی پڑتی ہے۔ جنھوں نے کہ اسلامی نظامِ حکومت کے نقشہ کو مکمل کیا تھا

اسلامی نظامِ حکومت کا مطالعہ کرتے ہوئے ہمیں اس حقیقت کو ایک لمحہ کے لئے بھی فراموش نہیں کرنا چاہئے کہ یہ پورا نظام اس خدائی آئین پر مبنی ہے جو قرآن کریم کی شکل میں آنحضرت صلعم پر نازل ہوا تھا۔ لیکن جس طرح ہر آئین پر عمل درآمد کرنے کے لئے اُس کی تفصیلات کا تعین ضروری ہے۔ اُسی طرح اسلامی نظامِ حکومت کو نافذ کرنے والے بزرگوں یعنی خلفائے راشدین نے بھی ان احکام الٰہی کی عملی تشریحات کی تھیں۔ اور اپنے بلند اور اعلیٰ کردار سے اپنی حکومت کو واقعی زمین پر اللہ کی حکومت کا نمونہ بنا کر دکھا دیا تھا

اسلام کا مقصدِ حکومت کیا ہے اور اس مقصد کے حصول کے لئے اسلام کے ان پاک کردار بزرگوں نے کس طرح حکومت کے معاملہ میں صرف مسلمانوں ہی کی نہیں بلکہ پوری دنیا کی رہنمائی کی تھی۔ ان دونوں باتوں کا سرسری اندازہ کرنے کے لئے ہمیں خلفائے راشدین رضؓ کے عہدِ حکومت کا مطالعہ کرنا ضروری ہے۔

حضرت ابوبکر صدیق رضؓ مسلمانوں کے پہلے امیر اور خلیفہ منتخب کئے گئے۔ انھوں نے اپنی زندگی بنی نوعِ انسان کی خدمت کے لئے وقف کر دی تھی۔ یہ مسلمانوں کے خلیفہ ہونے کے باوجود غریبوں جیسی زندگی بسر کرتے تھے۔ اور انھوں نے سب سے پہلے حضرت اسامہ بن زید رضؓ کی ماتحتی میں اُس فوج کو شام پر حملہ کرنے کے لئے روانہ کیا تھا۔ جسے بھیجنے کا فیصلہ آنحضرت صلعم نے اپنی زندگی میں فرمایا تھا۔

مہم کی روانگی کے وقت امیر المومنین حضرت صدیق اکبرؓ حضرت اسامہ کو رخصت کرنے کے لئے پیادہ پا مدینہ کے باہر تک تشریف لے گئے تھے۔ اور انہیں جو نصیحتیں فرمائی تھیں اُن سے بخوبی اندازہ لگایا جا سکتا ہے کہ وہ اپنے ماتحتوں کے کردار کی اصلاح کا کتنا خیال رکھتے تھے۔

اس موقعہ پر حضرت صدیق اکبرؓ نے اسامہ بن زید کو ہدایت کی تھی کہ وہ دورانِ جنگ میں اخلاقی قدروں کا پورا خیال رکھنا جھوٹ نہ بولنا، خیانت سے پرہیز کرنا۔ بچوں، بوڑھوں اور عورتوں کو قتل نہ کرنا۔ کسی پھل دار درخت کو نہ کاٹنا اور نہ

اُسے جلانا۔ کھانے کی ضرورت کے علاوہ اونٹ، گائے، بکری وغیرہ جانوروں کو ہلاک نہ کرنا۔ جب کسی قوم کے پاس سے گزرو تو اُسے سختی سے نہیں بلکہ نرمی سے اسلام کی دعوت دینا کسی سے ملو تو حفظ مراتب کا خیال رکھنا۔ ایسے یہودیوں اور عیسائیوں سے کوئی تعرض نہ کرنا جو دنیا سے قطع تعلق کر کے عبادت گاہوں میں رہنے لگے ہوں۔ عقائد کے اختلاف کی بنا پر کسی سے تعصب نہ کرنا۔"

اور حضرت ابوبکر صدیق کی اِن ہدایات سے جو انہوں نے اسلامی حکومت کے پہلے سربراہ کی حیثیت سے دی تھیں۔ یہ بات بالکل واضح ہو جاتی ہے کہ اسلامی حکومت کا مقصد اُس غیر منصفانہ نظامِ حکومت کو ختم کرنا تھا جو اُس زمانہ میں دنیا کے ہر ملک میں قائم تھا

حضرت ابوبکر صدیق رضہ کے بعد جب خلافت کی ذمہ داریاں۔ حضرت فاروق اعظم کے سپرد کی گئیں تو اسلامی مملکت کی حدود بہت زیادہ وسیع ہو چکی تھیں اور اِسی لحاظ سے جنگ و صلح اور انتظام کے لئے نئے نئے مسائل بھی پیدا ہو گئے تھے۔ اسلامی نظام حکومت کے مقصد اور اُس کے طریق کار کا مطالعہ کرنے کے لئے۔ حضرت فاروق اعظم رضہ کا دورِ خلافت بہت زیادہ اہمیت رکھتا ہے۔ اور اُس کے مطالعہ سے اسلامی نظام حکومت کے تمام گوشوں پر روشنی پڑتی ہے۔ اور یہ اندازہ ہوتا ہے کہ واقعی خلفائے راشدین کا دورِ حکومت مخلوق خدا کے لئے ایک رحمت تھا۔

مثلاً بیت المقدس کی فتح کے وقت عیسائی باشندوں کی خواہش پر حضرت فاروق اعظم نے خود بیت المقدس جا کر جو صلح نامہ لکھا تھا اُس کے الفاظ یہ تھے "یہ وہ امان نامہ ہے جو مسلمانوں کے امیر نے ایلیا (بیت المقدس) والوں کو لکھ کر دیا ہے۔ اس صلح نامہ کی رو سے ایلیا والوں کی جان و مال، گرجے صلیب۔ بیمار و تندرست سب کو امان دی جاتی ہے۔ اُن کی گرجاؤں میں سکونت نہ کی جائے گی۔ انہیں ڈھایا نہیں جائے گا یہاں تک کہ اُن کے احاطوں کو بھی نقصان نہ پہنچایا جائے گا۔ اُن کے حقوق میں کمی نہیں کی جائے گی۔ اور مال میں تصرف نہیں ہوگا۔ مذہب کے معاملہ میں کسی پر کسی قسم کا تشدد نہیں ہوگا اور کسی کو ضرر نہیں پہنچایا جائے گا۔ اس معاہدہ کی ذمہ داری خدا، رسول خلفا اور تمام مسلمانوں پر رہے گی" اور تاریخ گواہ ہے کہ مسلمانوں نے اس

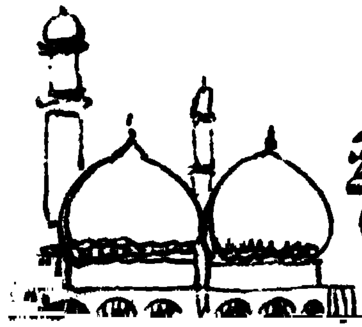
ذمہ داری کو اِس حد تک محسوس کیا تھا کہ جب فوجی مصلحتوں کے پیش نظر شہر حمص کو خالی کرنا پڑا تھا۔ تو انھوں نے جزیہ کی صورت میں وصول کی ہوئی رقم کا حساب کر کے اُس مدت کی رقم واپس کر دی تھی جس مدت میں وہ اِس معاہدہ سے متعلق اپنی ذمہ داریوں کو پورا نہیں کر سکتے تھے۔

مذکورہ بالا واقعہ سے اسلامی حکومت کے ایفائے عہد اور معاہدوں کی پابندی کا صحیح اندازہ ہو سکتا ہے۔ اِس کے علاوہ اسلام مسلم حکمرانوں کی زندگی کو کس قدر پاکیزہ بنا دینا چاہتا ہے۔ اُس کی ایک مثال مصر کے ایک گورنر حضرت عمرو بن العاص کے متعلق ایک واقعہ سے ملتی ہے۔ جس پر فاروق اعظم نے بڑی سختی کے ساتھ انہیں متنبہ کیا تھا۔

حضرت عمرو بن العاص کی حکومت مصر سے لیکر مراکش تک پھیلی ہوئی تھی۔ اُن کے بارے میں جب حضرت فاروق اعظم رضہ کو یہ خبر ملی کہ اُن کے پاس بہت سی دولت جمع ہو گئی ہے تو اُن سے جواب طلب کیا گیا۔ اور انھوں نے یہ تحریری جواب بھیجا کہ "یہ علاقہ زرخیز ہے جو زمین مجھے دی گئی ہے اُس کی پیداوار کافی ہوتی ہے خرچ کے بعد بھی کچھ نہ کچھ بچ جاتا ہے۔" لیکن امیر المومنین کو اس جواب سے اطمینان نہیں ہوا اور آپ نے حضرت محمد بن مسلمہ رضہ کو محاسب کے طور پر مصر بھیج کر حضرت عمرو بن عاص کے اثاثہ کا حساب کرایا۔ اور جو مال زائد پایا گیا۔ اُسے اُن سے لیکر بیت المال میں جمع کرا دیا گیا۔ یعنی مسلم دور حکومت میں خلفائے راشدین کسی بڑے سے بڑے حاکم کے ساتھ بھی رعایت نہیں کرتے تھے۔ حضرت عمر فاروق ہی کے دور حکومت کا یہ واقعہ ہے کہ انھوں نے ایک ذرا سی لغزش پر اسلام کے سب سے بڑے سپہ سالار حضرت خالد بن ولید کو معزول کر دیا تھا۔

خلفائے راشدین حکومت کو اللہ تعالیٰ کی امانت سمجھتے تھے۔ عمال حکومت پر اُن کی گہری نظر رہتی تھی۔ بیت المال میں جو کچھ تھا وہ غریبوں اور ملک کے باشندوں کے لئے تھا۔ خود غریبانہ زندگی گذارتے تھے۔ یہی حالت خلیفہ اول حضرت ابوبکر صدیق کی تھی یہی حضرت عمر فاروق رضہ کا مسلک تھا۔ اور یہی حضرت عثمان غنی اور حضرت علی کرم اللہ وجہہ کا طریق کار رہا۔ عدل و انصاف کے معاملہ میں مسلمانوں کا تو ذکر ہی کیا ہے

(باقی صفحہ ۵۳ پر)



صحابہ کرام کی دنیاوی جدوجہد

یہ بزرگ دین کے ساتھ دنیا سے بھی غافل نہیں تھے

(از محمد کرد شامی)

ذیل میں ہم شام کے نامور اہل قلم محمد کرد شامی کے ایک عربی مقالہ کا ترجمہ پیش کر رہے ہیں۔ جس میں بتایا گیا ہے کہ صحابہ کرام میں جہاں غیر معمولی دینی شغف تھا وہاں وہ دنیا سے بھی غافل نہیں رہے اور انھوں نے مسلمانوں کو بتایا ہے کہ اُن کا دین اور دنیا الگ نہیں ہے اس سے قبل کی دو اشاعتوں میں ہم صحابہ کرام کی سیاسی سرگرمیاں اور سپاہیانہ زندگی پر روشنی ڈال چکے ہیں۔ یہ مضمون بھی اُسی سلسلہ کی ایک کڑی ہے۔

صحابہ کرام کو جہاں عبادت وریاضت سے غیر معمولی لگاؤ تھا وہاں وہ دنیا سے بھی غافل نہیں رہے اُن کی سیاسی سرگرمیاں بھی بے مثال تھیں۔ انھوں نے میدان کارزار میں بھی بڑے اہم کارنامے انجام دیئے ہیں۔ اور تجارت وزراعت میں بھی وہ کسی سے پیچھے نہیں رہے۔

یہ درست ہے کہ اکثر صحابہ کرام نے ابتدائی زندگی فقر وفاقہ میں گزاری تھی۔ اور بڑے تحمل کے ساتھ دنیا کی مشکلات کا مقابلہ کیا تھا۔ لیکن آگے چل کر صحابہ کرام کی دنیاوی زندگی اس قدر خوشحال ہوگئی تھی کہ بعض صحابہ نے ایک ایک لاکھ کا گھوڑا خریدا ہے۔ مدینہ نہایت ہی خوشحال شہر بن گیا تھا۔ ایک ایک باغ کی قیمت چار پانچ لاکھ تک پہنچ گئی تھی۔ مدینہ میں آبادی۔ مال ودولت اور ہر قسم کے ساز و سامان کی کثرت تھی۔ مختلف ممالک کا خراج مدینہ میں کھنچا چلا آرہا تھا اور وہ مملکت اسلامیہ کا دارالسلطنت تھا۔

مدینہ میں جائیدادوں کی قیمت بے حد بڑھ گئی تھی۔ چنانچہ جب حکیم بن حزم نے اپنا ایک مکان امیر معاویہ رضؓ کے ہاتھ ساٹھ ہزار دینار میں فروخت کیا تو لوگوں نے کہا کہ آپ نے بہت کم قیمت میں دیدیا انھوں نے کہا میں نے اسے زمانہ جاہلیت میں ایک مشکیزہ شراب میں خریدا تھا۔ حکیم بن حزم کی اور بھی بہت سی جائیدادیں تھیں جو انھوں نے راہ خدا میں وقف کردی تھی۔

حکیم بن حزم رضؓ حضرت خدیجہ رضؓ اور حضرت زبیر رضؓ کے بھتیجے تھے۔ اُن کا قریش کے اشراف اور اصحاب وجاہت میں شمار ہوتا تھا۔ ایک مرتبہ انھوں نے حج کیا تو ایک سو قربانی کے جانور اپنے ساتھ لے گئے۔ اُن پر بیش قیمت جھولیں پڑی ہوئی تھیں۔ انھوں نے عرفہ میں ایک سو غلام راہ خدا میں آزاد کئے اور ایک ہزار بکریاں خانہ کعبہ پر چڑھائیں وہ اپنے زمانے کے بڑے فیاض اور سیر چشم تاجر تھے تجارت کے لئے یمن اور شام جایا کرتے تھے۔ انھوں نے تجارت سے بے اندازہ دولت پیدا کی اور دل کھول کر راہ خدا میں صرف کی حضرت عمر فاروق نے جب اپنے زمانۂ خلافت میں صحابہ کے وظائف مقرر کرنے کا ارادہ کیا تو مہاجرین وانصار سے مشورہ کیا سب نے اُس کی تائید کی صرف ایک حکیم بن حزم نے اختلاف کرتے ہوئے کہا کہ یا امیر المومنین قریش کا پیشہ تجارت ہے جب اُن کے وظائف مقرر ہو جائیں گے تو وہ تجارت چھوڑ دیں گے اور سست ہو جائیں گے۔ اس کے بعد جب کسی سبب سے ان کا وظیفہ بند ہو جائے گا تو تجارت اُن کے ہاتھ سے نکل چکی ہوگی۔ حکیم کی رائے نہایت مناسب اور دور اندیشانہ تھی کیونکہ آگے چل کر اسی تجارت کے ذریعہ صحابہ کرام نے بے انتہا

دولت پیدا کی ۔ اور اُن کی دنیاوی جدوجہد بڑھتی ہی چلی گئی ۔

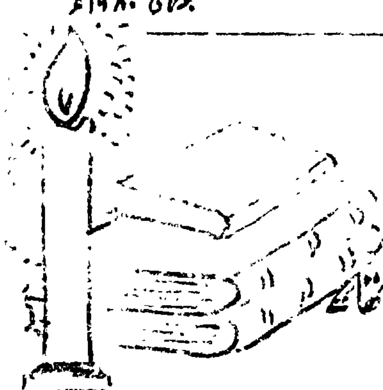
حضرت سعد بن ابی وقاص جو مصر کے گورنر بھی رہ چکے ہیں غیر معمولی تجارتی دماغ رکھتے تھے ۔ اُنھوں نے مصر کی گورنری سے سبکدوش ہونے کے بعد تجارت کے ذریعہ بہت بڑی دولت پیدا کی تھی ۔ مدینہ کے صف اول کے دولت مندوں میں اُن کا شمار ہوتا تھا ۔ اُن کی دولت مندی کا اندازہ اِس سے ہو سکتا ہے کہ ایک مرتبہ اُنھوں نے اپنے نقد سرمایہ کی زکوٰۃ مروان بن حکم کے پاس پانچ ہزار درہم بھیجی تھی ۔ اور اپنی وفات کے وقت ڈھائی لاکھ درہم چھوڑے تھے ۔

حضرت عبد الرحمٰن بن عوف رضؓ مشہور صحابی اور بہت بڑے تاجر تھے ۔ اُن کے پاس اتنی دولت تھی کہ ایک مرتبہ ام المومنین حضرت ام سلمہؓ کی خدمت میں حاضر ہو کر عرض کیا کہ " مجھے خوف ہے کہ دولت کی کثرت مجھے ہلاک نہ کر دے " حضرت ام سلمہؓ نے فرمایا کہ " اِسے کارِ خیر میں خرچ کر دو " اس پر اُنھوں نے اِس طرح عمل کیا کہ ایک زمین چالیس ہزار دینار میں فروخت کر کے پوری رقم خیرات کر دی ۔ اِسی طرح ایک مرتبہ پورا تجارتی کارواں جس میں سات سو اونٹ پر سامان تھا ۔ مع اونٹوں کے صدقہ کر دیا ۔ اپنی پوری عمر میں تیس ہزار غلام آزاد کیے ۔ اور وفات کے وقت امہات المومنین کے اخراجات کے لئے ایک باغ کی وصیت کر گئے ، جو چار لاکھ دینار میں فروخت کیا گیا ۔ پچاس ہزار دینار خدا کی راہ میں خیرات کیے ۔ اور ہر بدری صحابی کے لئے چار چار لاکھ دینار کی وصیت کی چنانچہ اُس وقت جتنے بھی اصحاب بدر تھے اُن سب کو وصیت کے مطابق پوری رقم دی گئی ۔ اتنی دولت صرف کرنے کے بعد بھی بہت بڑا سرمایہ چھوڑ گئے ۔ سونے کی اتنی بڑی بڑی اینٹیں تھیں کہ اُنہیں تقسیم کرنے کے لئے چھینی اور ہتھوڑے سے اُنہیں کاٹا گیا ۔ اُن کے اصطبل اور مویشی خانہ میں ایک ہزار اُونٹ ۔ اِسی قدر گھوڑے اور دس ہزار بکریاں تھیں ۔ وفات کے وقت چار بیویاں تھیں اِن چاروں کے ترکہ کے آٹھویں حصہ میں اسی اسی ہزار دینار آئے ۔

حضرت عبد الرحمٰن بن عوف رضؓ جب مکہ سے ہجرت کر کے مدینہ آئے تھے تو رسول اللہ صلعم نے حضرت سعد بن ربیع انصاری سے اُنکی مواخات کرا دی تھی ۔ یعنی منہ بولے بھائی بن گئے تھے ۔ حضرت سعد مدینہ کے بہت بڑے دولت مند تھے ۔ جب اُن کا حضرت عبد الرحمٰن بن عوف سے بھائی چارہ ہو گیا ۔ تو اُنھوں نے عبد الرحمٰن بن عوف رضؓ سے کہا کہ میں مدینہ کا سب سے بڑا دولتمند ہوں ۔ میرے مال کا آدھا حصہ تم لے لو میرے پاس دو بیویاں ہیں ۔ اُن میں سے تم جس کو پسند کر لو اُس سے نکاح کر لو میں طلاق دیدوں گا ۔ لیکن حضرت عبد الرحمٰن بن عوف نے شکریہ کے ساتھ اِس گرانقدر پیشکش کو قبول کرنے سے انکار کر دیا اور خود تجارت شروع کر دی اِس میں اللہ نے جسقدر برکت دی اُس کا اندازہ اوپر کے واقعات سے کیا جا سکتا ہے ۔

حضرت طلحہ بن عبد اللہ رضؓ مالدار صحابیوں میں سے تھے اُنھوں نے بھی تجارت ہی کے ذریعہ دولت پیدا کی تھی ۔ نہایت ہی فیاض دل واقع ہوئے تھے ۔ ایک مرتبہ اُنھوں نے اپنا ایک باغ حضرت عثمان رضؓ کے ہاتھ سات لاکھ درہم میں بیچا اور یہ پوری رقم مدینہ کے غریبوں میں تقسیم کرا دی کہا جاتا ہے کہ اُنھوں نے اپنے بعد جو نقد و جنس چھوڑا تھا اُس کی مجموعی قیمت تین کروڑ تھی ۔ اُن کی عراق کی جائیداد کی آمدنی چار لاکھ سے لیکر پانچ لاکھ سالانہ تھی ۔ اور شراۃ کی جائیداد کی آمدنی پندرہ ہزار دینار سالانہ تھی اِس کے علاوہ غلہ کی پیداوار کی آمدنی ایک ہزار اشرفی سالانہ تھی اُن کا قبیلہ بنی تمیم سے تعلق تھا ۔ یہ اپنے قبیلے کے تمام غربا اور اہل حاجت کی پرورش کرتے تھے ۔ قبیلہ کی لڑکیوں کی شادیاں ۔ بیواؤں کی امداد یتیموں کی دستگیری اور مقروضوں کا قرض ادا کرنا ۔ مسافروں کی معاونت انکا محبوب مشغلہ تھا ۔ جب اِن کی جائیداد کی سالانہ آمدنی آتی تھی تو اُس میں سے سب سے پہلے دس ہزار حضرت عائشہ رضؓ کی خدمت میں پیش کر دیا کرتے تھے ۔

حضرت خبابؓ نے بھی تجارت سے بے اندازہ دولت پیدا کی تھی وہ کہا کرتے تھے کہ ایک زمانہ وہ تھا کہ میرے پاس ایک دینار بھی نہ تھا ۔ اور آج میرے گھر کے ایک گوشہ میں ایک صندوق میں ہزاروں دانق (سونے کا سکہ) موجود ہیں مجھ کو ڈر معلوم ہوتا ہے کہیں ہمارے نعمتوں کا حصہ دنیا ہی میں نہ دیدیا گیا ہو اور آخرت کی نعمتوں سے ہم محروم رہیں ۔ صحابہ نے جو دولت پیدا کی تھی اُس کا بڑا حصہ تجارت کے ذریعہ حاصل کیا تھا ۔ حضرت طلحہ رضؓ اور عبد الرحمٰن کپڑے کے تاجر تھے ۔ حضرت سعد بن ابی وقاص تیر بناتے تھے ۔ حضرت عمرو بن العاص چمڑے کی تجارت کرتے تھے ۔ صحابہ کی دولت کا بڑا حصہ مفاد عامہ اور راہ خدا میں صرف ہوتا تھا ۔ اُنھوں نے دولت پیدا کر کے مسلمانوں کو ترغیب دی ہے کہ وہ دین کے ساتھ دنیا کو بھی فراموش نہ کریں ۔



یورپ کو تہذیب کا سبق مسلمانوں نے پڑھایا

یورپ کی موجودہ ترقی کا سنگ بنیاد مسلمانوں نے رکھا تھا

(پروفیسر نارمنڈ فاکس کے انگریزی مقالہ سے ماخوذ)

پروفیسر نارمنڈ فاکس ایک انگریز ماہر تعلیم اور اہل قلم ہیں۔ انہوں نے "یورپ پر مسلمانوں کے احسانات" کے عنوان کے تحت ایک مقالہ لکھا ہے جس میں کہ اس بات کا اعتراف کیا ہے کہ یورپ میں علم و تہذیب کی روشنی مسلمانوں کی بدولت پھیلی ہے۔ ہم اس طویل مقالہ کا خلاصہ ناظرین دین دنیا کی دلچسپی کے لئے ذیل میں پیش کر رہے ہیں

اہل یورپ کو کھلے دل سے اس بات کا اعتراف کرنا چاہیئے کہ ہم نے علم اور تہذیب کا سبق مسلمانوں سے سیکھا ہے۔ کیونکہ مشرق تو مغرب کا کوئی مورخ بھی اس بات سے انکار نہیں کرسکتا کہ [illegible] کا یورپ علمی اور تہذیبی لحاظ سے بے حد پسماندہ تھا۔ اس دور کے عیسائی علما نے علم کو صرف دین تک محدود کر کے اسے اپنے ہی لئے مخصوص کر لیا تھا۔ عیسائی علما کے نزدیک علوم و فنون کا مطالعہ ایک گناہ عظیم تھا۔ چنانچہ عوام علم سے بے بہرہ ہونے کی بنا پر جہالت کی زندگی بسر کرتے تھے۔ ترک دنیا کا رجحان مذہبی تنگ نظری عام تھی۔ اور سچ تو یہ ہے کہ اس زمانہ میں پوری دنیا ہی کا یہی حال تھا۔

اسی جہالت کے دور میں اسلام کا ظہور ہوا تھا۔ اور عرب کے مسلمانوں نے چند ہی دہائیوں کی مدت میں مشرق اور مغرب کے ممالک کو فتح کر کے وہاں [illegible] کی حکومت۔ نئی تہذیب اور نئے تمدن کا سنگ بنیاد رکھا تھا اور اپنی شاندار ملکی فتوحات کے ساتھ علوم و فنون کو بھی خوب فروغ دیا تھا۔ چنانچہ آج کا یورپ اپنی اعلیٰ تہذیب نیز علمی اور فنی ترقیوں کے لئے انہی مسلمانوں کا ممنون منت ہے جنھوں نے کہ دور جہالت میں یورپ میں علم کی روشنی پھیلائی۔

تاریخ اس بات کی گواہ ہے کہ یورپ میں علم، تہذیب اور تمدن کی وہ قدریں جس کی بنیاد پر یورپ نے اپنی موجودہ تہذیب اور ترقی کا قصر تعمیر کیا ہے۔ وہ مسلمانوں کی اس حکومت کے طفیل میں سے جو انھوں نے اسپین میں قائم کی تھی۔ اس طرح اگر ایک طرف اسپین کی اسلامی حکومت نے یورپ کو تہذیب و ترقی کا راستہ دکھایا تھا تو دوسری طرف مجموعی طور پر اسلام نے پوری دنیا میں ایک ایسا زبردست اور صحت مند انقلاب پیدا کر دیا تھا جس میں جہالت، تعصب اور انسانوں کے درمیان باہمی منافرت خس و خاشاک کی طرح بہہ گئی تھی۔ انسان کا ضمیر بیدار ہو گیا تھا اور اس میں زندگی کے مقصد کو سمجھنے کا شعور پیدا ہو گیا تھا

عہد وسطیٰ کے یورپ کے حالات نہایت ہی ناگفتہ بہ تھے چنانچہ اس وقت کے یورپ کے بڑے بڑے شہر بھی غلیظ اور گندے دیہاتوں سے زیادہ اہمیت نہیں رکھتے تھے۔ امرا کے مکانات کے سامنے کوڑے کرکٹ کے ڈھیر لگے رہتے تھے۔ لباس کی تراش خراش اور طعام کی لذت سے لوگ نا آشنا تھے۔ بیماروں کے علاج کا کوئی اطمینان بخش انتظام موجود نہیں تھا۔ لوگ ہزاروں قسم کی بیماریوں اور توہمات کا شکار ہو جاتے تھے۔ مدارس مفقود تھے۔ کتابیں محض خانقاہوں میں نظر آتی تھیں اور رات کے وقت سڑکوں پر بالکل اندھیرا رہتا تھا۔

اس کے برعکس اسپین میں جہاں مسلمانوں نے اسی زمانہ میں اپنی حکومت قائم کی تھی حال یہ تھا کہ وہاں کے باشندے ایک ایسی اعلیٰ تہذیب کی نمائندگی کر رہے تھے جو اسی زمانہ میں نہیں بلکہ

آج بھی ایک اعلیٰ تہذیب شمار ہوتی ہے۔ اسپین کے سب ہی شہر نہایت صاف ستھرے تھے۔ رات کے وقت روشنی کی زیادتی کے باعث دن کا گمان ہوتا تھا۔ اسپین کے باشندوں کا لباس نہایت خوشنما اور اعلیٰ قسم کا ہوتا تھا۔ اُنھوں نے کھانوں میں بھی انواع واقسام کے اضافے کئے تھے۔ نئی نئی ایجادات اور اصلاحات کی تھیں۔ طب اور جراحی میں اُن کی مسلسل کوشش کی وجہ سے بہت سے مفید اضافے ہوئے تھے اور آلات جنگ کو بھی اُنھوں نے اتنی ترقی دیدی تھی کہ اُس زمانہ کی کوئی یورپین حکومت اُن کے مقابلہ کا تصور بھی نہیں کرسکتی تھی۔ فن جہازرانی کو اُنھوں نے نقطۂ عروج پر پہنچا دیا تھا اور اسپین کے جنگی بیڑے سمندر پر چھائے ہوئے تھے۔

غرناطہ، قرطبہ اور اسپین کے دوسرے شہروں میں ایسی بڑی بڑی درسگاہیں موجود تھیں جن میں ہزارہا طلبا تعلیم حاصل کر رہے تھے۔ طلبا کو قیام، طعام اور حصول علم کی حکومت کی جانب سے ہر قسم کی سہولتیں دی جاتی تھیں اسپین کی درسگاہوں کے دروازے عیسائی، یہودی اور دیگر مذاہب کے طلبا کے لئے کھلے ہوئے تھے۔ اور ان غیر مسلم طلبا کے نصاب میں اُن کی رضامندی کے بغیر اسلامی علوم کو شامل نہیں کیا جاتا تھا۔ ان درسگاہوں میں جو طلبا علم کے حصول کی غرض سے یورپ سے آتے تھے اُن کی تعلیم کا خرچ حکومتِ اسپین برداشت کرتی تھی چنانچہ ان درسگاہوں سے یورپ کے بڑے بڑے عالم، فلسفی، طبیب نکلے ہیں جنھوں نے اپنے ممالک میں جاکر علم کی روشنی پھیلائی ہے۔

یورپ کی تاریخ سے پتہ چلتا ہے کہ وہاں اسپین کی درسگاہوں سے علم کی روشنی لے جانے والے عیسائی طلبا ہی کے ذریعہ علوم اور تہذیب کو فروغ حاصل ہوا۔ اور یورپ کی ذہنی علمی اور تہذیبی ترقیوں کی بنیاد ابو عثمان۔ ابن بیطار۔ البیرونی اور بوعلی سینا جیسے علماء حکماء اور فلاسفروں کی علمی تحقیقات پر قائم ہے۔ چنانچہ یورپ صدیوں تک مسلم علما کی تصانیف پر انحصار کرتا رہا ہے۔

تلوار کے ذریعہ حکومتیں اور سلطنتیں قائم کرنا عہد وسطیٰ کی ایک خصوصیت رہی ہے۔ لیکن تاریخ بتاتی ہے کہ مسلمانوں نے ہمیشہ ہی جنگ سے پرہیز کیا ہے۔ اُنھوں نے جارحانہ جنگ کبھی نہیں کی بلکہ اُن کی زیادہ تر لڑائیاں دفاعی تھیں چنانچہ ظہور اسلام کے فوراً ہی بعد سے سلطنت روما اور سلطنت ایران جیسی عظیم الشان حکومتوں نے مسلمانوں کے خلاف یلغار کر دیا تھا۔ اور مسلمانوں کو مجبوراً دفاعی لڑائیاں لڑنی پڑی تھیں۔ مسلمان جنگ کے وحشیانہ طریقوں کے شدید مخالف تھے۔ اُنھوں نے لڑائی کے ایسے مہذب طریقے اختیار کئے تھے جن کی مثال آج بھی تاریخ میں تلاش کے باوجود نہیں ملتی۔ وہ مفتوح قوموں کے ساتھ انصاف اور رواداری کا سلوک کرتے تھے۔ اور اُن پر کسی قسم کی مذہبی اور سماجی پابندی عائد نہیں کرتے تھے۔ بلکہ انہیں ہر قسم کے مفادات کے حصول کے لئے زیادہ سے زیادہ موقعہ دیتے تھے۔

مسلمانوں کی ملکی فتوحات بھی دنیا کے لئے رحمت ثابت ہوئی ہیں چنانچہ اسپین جو کسی زمانہ میں پس ماندہ ملک تھا مسلمانوں کے زیر اقتدار آنے کے بعد نہ صرف خود ابھرا بلکہ پورے یورپ کا رہنما بن گیا۔ مسلمانوں نے اپنی کوششوں سے علوم و فنون کو جو ترقی دی تھی اُس میں پوری دنیا کو اپنا حصہ دار بنا لیا تھا۔ اُنھوں نے مشرق و مغرب کو بحری اور بری راستوں کے ذریعہ ملا کر تجارت اور صنعت و حرفت کو خوب ترقی دی تھی۔

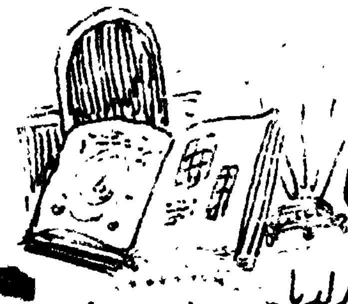
مختصر یہ کہ ہمیں اس بات کا اعتراف کرنا چاہئے کہ جس زمانہ میں کہ ہم جہالت کی تاریکی میں بھٹک رہے تھے۔ اسپین کے یہ مسلمان ہی تھے جنھوں نے ہمیں علوم و فنون اور تہذیب سے آشنا کیا۔ اور آج یورپ جس ترقی کے راستہ پر گامزن ہے اُس کا راستہ اسپین کے مسلمانوں ہی نے اُسے دکھایا تھا۔

زمین پر حکومت الٰہیہ کا نمونہ

(باقی مضمون ص۲۷ سے)

یا اپنی اولاد کا بھی لحاظ نہیں کرتے تھے۔ چنانچہ حضرت عمر فاروقؓ نے ایک لغزش کی بنا پر اپنے ایک بیٹے کو اتنے کوڑے لگوائے تھے کہ وہ کوڑوں کی تاب نہ کر فوت ہو گئے تھے۔ حقیقت یہ ہے کہ خلفائے راشدین کا قائم کردہ نظام حکومت ایک ایسا مستحکم نظام تھا۔ جسکی مثال تاریخ عالم میں مفقود ہے۔ یہ زمین پر بلا شبہ حکومت الٰہیہ کا سچا نمونہ تھی انکا پورا دستور حکومت قرآن پاک اور احادیث نبویؐ کی روشنی میں مرتب کیا تھا۔

مفلسی، مصیبت، بیماری اور پریشانی کا مجرب علاج



اعمال و وظائف کی بے پناہ طاقت

اولیائے کرام کے وہ پانچسو مجرب اعمال و نقوش جنھوں نے ہزاروں مایوسوں کی قسمت کو بدل دیا۔

یہ ایک حقیقت ہے اور اس حقیقت سے کسی طرح بھی انکار نہیں کیا جاسکتا کہ خدا نے اعمال و وظائف اور اللہ کے کلام میں وہ بے پناہ طاقت پوشیدہ رکھی ہے کہ اعمال کو اگر صحیح طریقہ پر پڑھا جائے اور نقوش کو صحیح اوقات میں لکھا جائے تو ان سے لوگوں کی قسمتیں بدل جاتی ہیں بیماری اور مفلسی سے حیرت انگیز طریقہ پر نجات مل جاتی ہے بگڑے ہوئے کام آن کی آن میں درست ہو جاتے ہیں اور اعمال کے پڑھنے والے نہ صرف مالا مال ہو جاتے ہیں بلکہ محبوب خلائق بھی بن جاتے ہیں لیکن اعمال و وظائف کی پوشیدہ طاقت صرف اسی حالت میں اپنے کرشمے دکھاتی ہے جبکہ اعمال و وظائف کو اولیائے کرام کے بتائے ہوئے صحیح طریقہ پر پڑھا جائے اور نقوش کو صحیح اوقات میں بزرگان دین کے مقرر کردہ طریقوں پر لکھا جائے لہٰذا جو حضرات اعمال و وظائف کا زندہ معجزہ دیکھنا چاہتے ہیں وہ آج ہی اس فن پر معتبر مستند کتاب "عملیات" منگالیں جس کو ایک زبردست عامل اور عالم دین نے پچاس سال کی محنت و جستجو کے بعد مرتب کیا ہے

عملیات (مولانا سید ظہور احمد)

فی الحقیقت اعمال و وظائف اور نقوش نویسی کے فن پر سب سے مستند کتاب ہے جس میں اعمال و وظائف کے بارے میں مکمل معلومات برجوں اور سیاروں کی پوری تفصیل ہے ہر شخص کا طالع جاننے کے طریقے درج ہیں سیاروں کو مسخر کرنے کے اعمال درج ہیں۔ اعمال پر مکمل بحث ہے بے شمار محبت کے اعمال درج ہیں اور عداوت کے اعمال درج ہیں اور کشائش رزق، تسخیر محبوب اور حصول ترقی کو قناعت کامیابی مقدمات اور مختلف امراض کے لئے اولیائے کرام کے بتائے ہوئے سینکڑوں نقوش درج ہیں۔

کتاب عملیات کے خاص خاص ابواب یہ ہیں

باب اول — ابتدائی معلومات:۔ اس میں فرشتوں کے اعداد و اقسام، برجوں کے رنگ و زائچے، سیاروں کی رفتار اور مقامات کی تفصیل درج ہے

باب دوم — اعمال حسنہ:۔ اس میں اسمائے حسنہ کے موکلوں کے اعداد و شمار اور اسمائے جلالی و جمالی نیز اُن کے نقوش و اعمال درج ہیں

باب سوم — اعمال محبت:۔ اس میں محبوب کو قابو میں کرنے کیلئے اسم یا ودود کا عمل، عمل اسم الٰہی، سرمۂ محبت، تصور محبوب کا عمل قرآنی اعمال اور بے شمار مجرب نقوش

باب چہارم — عملیات عداوت:۔ اس میں دشمن کے شر اور فساد سے بچنے کیلئے اور اس پر جوابی حملہ کرنے کے لئے اعمال و نقوش درج ہیں۔

باب پنجم — کشائش رزق:۔ اس میں مفلسی اور بیکاری کو دور کرنے کے لئے اور شہرت و عظمت حاصل کرنے کیلئے مستند اعمال و نقوش درج ہیں۔

باب ششم — تسخیر خلائق:۔ اس میں مخلوق خدا میں ہر دلعزیز بننے کے لئے اور شہرت و عظمت حاصل کرنے کے لئے مستند اعمال و نقوش درج ہیں۔

باب ہفتم — تسخیر حکام:۔ اس میں حکام کی تسخیر کے لئے اور کامیابی مقدمات کے لئے اعمال و نقوش درج ہیں

باب ہشتم — چور کی شناخت:۔ اس میں چور کی شناخت اور مال مسروقہ کی بازیافت کے لئے اعمال و نقوش درج ہیں

باب نہم — گمشدہ کی واپسی:۔ اس میں گمشدہ کی واپسی کیلئے ایسے اعمال و نقوش درج ہیں کہ گمشدہ یقینی طور پر واپس آجاتا ہے

باب دہم — مختلف امراض کے لئے:۔ اس میں ایسے مایوس العلاج مریضوں کی صحتیابی کے لئے اعمال و نقوش درج ہیں جنھیں حکیم و ڈاکٹر جواب دے چکے ہوں

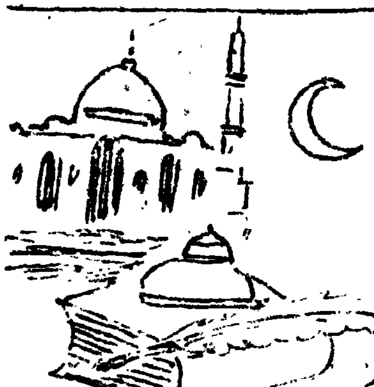
باب یازدہم — اولاد کے لئے:۔ اس میں بزرگان دین کے وہ مجرب اعمال و نقوش درج ہیں جن کے طفیل میں بے اولاد صاحب اولاد بن جاتے ہیں۔

باب دوازدہم — حل مشکلات:۔ اس میں پریشانی اور مشکلات کے لئے نہایت مجرب اور آزمودہ اعمال و نقوش درج ہیں

باب سیزدہم — فالنامہ غوث الاعظم:۔ اس فالنامے کے ذریعہ بھی فال نکالی جاسکتی ہے۔

حقیقت یہ ہے کہ اعمال و وظائف اور نقوش نویسی کے فن پر یہ اردو کی پہلی کتاب ہے جس کو بڑی تحقیق کے بعد مرتب کیا گیا ہے۔ اور جس میں اولیائے کرام اور بزرگان دین کے سینکڑوں اعمال و نقوش درج ہیں قیمت مجلد مع خوشنما گرد پوش سات روپے پچاس پیسے

دین دنیا پبلشنگ کمپنی —— جامع مسجد دہلی ۶



ساٹھ نہایت مستند اسلامی کتابوں کی روح

ایک زبردست اور شاندار

اسلامی انسائیکلوپیڈیا

عربی تعلیم اور مذہب سے ناواقف ہونے کی وجہ سے مسلمان دن بدن اسلام سے دور ہوتے چلے جا رہے ہیں اور ناواقفیت کی بنا پر ایسی حرکتیں کر بیٹھتے ہیں جو کھلا ہوا شرک اور کفر ہوتا ہے۔ مسلمانوں کو گمراہی اور بے دینی سے بچانے کے لئے ہم نے ساٹھ کی تعداد میں مستند کتابوں کی مدد سے ایک ایسی جامع کتاب شائع کی ہے جس میں دس ہزار سے زیادہ ایسی دینی اور دنیاوی معاملات پر بحث کی گئی ہے جن سے ہر مسلمان کا روزانہ واسطہ پڑتا رہتا ہے۔ یہ مستند اور ضخیم کتاب حال ہی میں

ادارہ دین دنیا — جدید اضافہ شدہ ایڈیشن

کے نام سے شائع کی گئی ہے۔ اس جدید ایڈیشن میں بہت سے نئے عنوانات کا اضافہ کر دیا گیا ہے۔ اس میں مسلمانوں کے لئے کوئی ایسی دینی اور دنیاوی معاملات [illegible] جو اس میں اسلام کے فضائل اور افادیت کی تفصیل ہے۔ اس میں عبادات اور اعمال و [illegible] اور اسلامی معاشرت کا درس موجود ہے۔ غرضیکہ اس کتاب میں ایک مسلمان کے لئے پیدائش سے لیکر موت تک کے تمام دینی اور دنیاوی معاملات پر پوری طرح روشنی ڈالی گئی ہے۔ [illegible] اسلامی نقطۂ نظر سے کھانے پینے رہائش میل جول اور حفظانِ صحت تک کے اصول درج کر دئیے گئے ہیں [illegible] یہ کتاب ہو گی اس [illegible] اور [illegible] دنیاوی مشورہ دینے کے لئے ہر وقت موجود رہے گا۔ یہ کتاب نہیں ہے بلکہ ایک زبردست اسلامی انسائیکلوپیڈیا ہے [illegible] پوری اسلامی لائبریری کے برابر مواد موجود ہے۔

اس کتاب کے چودہ ابواب ہیں جن میں سے ہر باب اپنی جگہ ایک مستقل کتاب کی حیثیت رکھتا ہے۔

باب اول: [illegible] اسلام [illegible] اسلام کے بارے میں غیر مسلم مشاہیر کے بلند و بالا خیالات درج ہیں۔

باب دوم: [illegible] بنیادی اصول [illegible] درج ہیں ذات و صفات الٰہی عرش و کرسی لوح و قلم [illegible] حضرت جبرئیل [illegible] قیامت [illegible] امام مہدی، دجال اور حضرت عیسیٰ کا نزول یا یوم [illegible] [illegible] ذکر [illegible] کتاب، پل صراط، دوزخ، جنت، رسول مقبول صلعم کی فضیلت، آپ کی زندگی کے حالات [illegible] اولیاء اللہ، پیر اور طریقت اور موت و حیات۔

باب سوم: اسلامی عبادات: اس میں عبادات پر پوری طرح روشنی ڈالی گئی ہے۔ مثلاً وضو، غسل، تیمم، نماز پنجگانہ، نماز مسافر، نماز جمعہ، نماز عیدین، نماز اشراق، نماز چاشت، [illegible] فضائل ماہ رمضان المبارک، روزہ، زکوٰۃ اور حج وغیرہ کے جملہ مسائل اور ارکان درج ہیں۔

باب چہارم: اعمال و وظائف: اس میں سال کے تین سو ساٹھ دن تاریخ وار پڑھنے کے لئے وہ مستند اعمال و وظائف درج ہیں جو بزرگانِ دین اور اولیاء اللہ کا معمول رہے ہیں۔ نیز بزرگانِ دین کی ولادت اور رحلت کی تاریخیں بھی درج ہیں۔

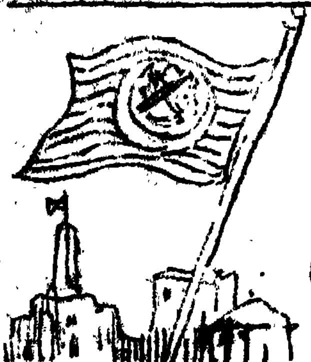
باب پنجم: حلال و حرام جانور، ذبح و شکار۔ اس میں حلال و حرام جانور اور ذبح و شکار کے مسائل بڑی تفصیل کے ساتھ درج ہیں۔

باب ششم: اللہ اور اللہ کے بندوں کے حقوق۔ اس میں حقوق اللہ، حقوق آنحضرت صلعم، حقوق صحابہ، حقوق اہل بیت، حقوق پیران طریقت، والدین اور بیوی بچوں کے حقوق، اعزہ و اقربا کے حقوق، [illegible] غرضیکہ ایک مسلمان پر جتنے حقوق عائد ہوتے ہیں وہ سب درج ہیں۔

دیگر ابواب: باقی آٹھ ابواب میں سے ایک باب میں اسلامی معاشرت پر [illegible] روشنی ڈالی گئی ہے۔ مثلاً خورد و نوش اور لباس کے مسائل، پیدائش، عقیقہ، شادی بیاہ، نکاح و طلاق، تجہیز و تکفین، عدت، ماتم پرسی وغیرہ کے بارے میں جملہ مسائل درج ہیں۔ ایک علیحدہ باب میں میلاد شریف کا جواز اور حضور کی ولادت کا مفصل بیان ہے جو محفل میلاد [illegible] کا کام دیتا ہے۔ اس کے علاوہ ایک علیحدہ باب میں خواجہ معین الدین چشتی اجمیری رحمۃ اللہ علیہ اور [illegible] کی سوانح حیات [illegible] اور آخری باب میں [illegible] اور حفظانِ صحت کے جملہ اصول اور اہم بیماریوں کے علاج درج ہیں۔ غرضیکہ اس کتاب میں وہ سب کچھ موجود ہے جو مسلم لائبریری میں ہو سکتا ہے۔ ضخامت تقریباً [illegible] صفحات کاغذ سفید نہایت اعلیٰ لکھائی چھپائی عمدہ ٹائیٹل رنگین منگانے کے بعد اگر ناپسند ہو تو واپس کر دیجئے۔ قیمت مجلد مع گرد پوش

ڈاک خرچ صرف پندرہ روپے پچاس پیسے

دین دنیا پبلشنگ کمپنی ـــــ جامع مسجد دہلی ۶



اسلام کی سرفروش بیٹیاں

مردوں کے دوش بدوش جنگ میں حصّہ لینے والی خواتین

(ہمارے مورخ کے قلم سے)

اسلام کی مجاہدانہ تعلیم نے مردوں کی طرح عورتوں میں بھی کس بلا کا دینی جوش پیدا کر دیا تھا۔ اُس کا اندازہ ذیل کے مقالہ سے بخوبی ہو سکتا ہے سچ تو یہ ہے کہ مملکت اسلامیہ کی تعمیر میں اسلام کی بیٹیوں نے جیسی جانبازی اور حوصلہ مندی کا ثبوت دیا ہے اُس کی مثال دنیا کی کسی قوم کی تاریخ میں بھی موجود نہیں

میدان کارزار ایک ایسا خوفناک مقام ہے کہ جہاں قدم رکھتے ہوئے بڑے بڑے بہادروں کے بھی دل لرز جاتے ہیں۔ لیکن اسلام کی مجاہدانہ تعلیم نے پوری مسلم قوم میں اس بلا کی ہمت اور جرأت پیدا کر دی تھی کہ مردوں کا تذکرہ ہی کیا ہے مسلمان عورتوں نے بھی میدان کارزار میں ایسے جرأت مندانہ کارنامے انجام دئے ہیں جو آپ ہی اپنی مثال ہیں۔ چنانچہ اسلامی تاریخ اول سے لیکر آخیر تک دختران اسلام کے جنگی کارناموں سے بھری ہوئی ہے۔ اور یہ امر واقعہ ہے کہ قرون اولیٰ کے مسلمانوں کو جو عظیم الشان اور حیرت انگیز فتوحات حاصل ہوئی تھیں۔ اُن میں عورتوں کا بھی بہت بڑا حصہ ہے۔ تاریخ ہمیں بتاتی ہے کہ ابتدائے اسلام میں جتنی بھی لڑائیاں ہوئی ہیں مسلم خواتین ان لڑائیوں میں برابر شامل رہی ہیں۔ یہ جرأت مندانہ ترانے اور گیت گا گا کر مسلمانوں کے حوصلے بلند کرتی تھیں۔ اُن کی حمیت اور غیرت کو بیدار کرتی تھیں اور اگر وقت پڑتا تھا تو خود بھی شمشیر بکف ہو کر میدان کارزار میں کود پڑتی تھیں۔

جنگ یرموک کو اسلامی تاریخ میں بہت بڑی اہمیت حاصل ہے اسی جنگ نے ان رومی عیسائیوں کے حوصلوں کو پست کرنے کے لئے بہت کچھ کر دیا تھا جو دنیا میں کسی کو اپنا مد مقابل ہی نہیں سمجھتے تھے۔ اور اس جنگ میں دختران اسلام نے ایسے عظیم الشان کارنامے انجام دیے ہیں جو ہمیشہ تاریخ میں یادگار رہیں گے۔ اِس معرکہ میں رومیوں کی تعداد دو لاکھ سے بھی زیادہ تھی۔ اور مسلمان صرف پچیس ہزار تھے مسلمان ابتدا میں تو بڑی جرأت اور بہادری کے ساتھ رومیوں کا مقابلہ کرتے رہے لیکن آگے چل کر اُن کے قدم اکھڑ گئے۔

اِس معرکہ میں شکست کھانے کے بعد جب مسلمان پسپا ہونے لگے تو یہ مسلمان عورتیں ہی تھیں جنھوں نے مسلمانوں کو غیرت دلا کر آگے بڑھایا اور خود بھی تلواریں سونت سونت کر رومیوں پر ٹوٹ پڑیں۔ اور خدمت اسلام کے جذبہ سے سرشار ہو کر انھوں نے حوصلہ مندی کے معاملہ میں مردوں کو بھی پیچھے چھوڑ دیا۔ چنانچہ اِس معرکہ میں امیر معاویہ کی بہن جویریہ باقاعدہ عورتوں کے ایک دستہ کی قیادت کر رہی تھیں اور انھوں نے ایسی ہمت اور جرأت کا مظاہرہ کیا تھا جس سے کہ دشمن کی صفوں میں ہلچل برپا ہو گئی تھی۔ جویریہ اگرچہ اس معرکہ میں بری طرح زخمی ہو گئی تھیں۔ لیکن وہ اُس وقت تک میدان کارزار سے نہیں ہٹیں جب تک کہ انھوں نے رومیوں کے زور کو توڑ نہیں دیا۔

یرموک کے اسی معرکہ میں حضرت ابوبکر صدیق رضی کی صاحبزادی حضرت اسماء نے بھی انتہائی جرأت کا ثبوت دیا تھا۔ حضرت اسماء اپنے شوہر حضرت زبیر کے دوش بدوش معرکہ آرائی میں برابر کی شریک رہیں اور یہ دونوں میاں بیوی بے دریغ شمشیر زنی کرتے ہوئے آگے بڑھتے رہے اور دشمنوں کو گاجر مولی کی طرح کاٹتے چلے گئے۔ تاریخ اِس بات کی گواہ ہے کہ اگر اس عظیم معرکہ میں مسلم خواتین نے انتہائی دلیری اور حوصلہ مندی

کا شکار ہو جاتا تو مسلمانوں کا کامیاب ہونا تقریباً ناممکن تھا۔

اس معرکہ میں ایک انصاریہ خاتون اپنے خیمہ میں بیٹھی تھیں کہ اچانک رومیوں نے اس خیمہ پر حملہ کر دیا۔ یہ خیمہ میدان جنگ سے کافی دور تھا اور اس میں زیادہ تر وہ عورتیں تھیں جو مجاہدین کے لئے کھانا پکاتی تھیں۔ یا زخمیوں کی مرہم پٹی کرتی تھیں رومیوں نے اس خیال سے عورتوں کے خیموں پر حملہ کیا تھا کہ جب مسلم مجاہدین کو یہ معلوم ہوگا کہ عورتوں پر حملہ ہو گیا ہے تو وہ میدان کارزار کو چھوڑ کر ان خیموں کی جانب دوڑ پڑیں گے اور میدان جنگ میں مسلمانوں کا زور گھٹ جائے گا۔ لیکن رومی یہ دیکھ کر حیران رہ گئے کہ مسلم خواتین نے خیموں کے ڈنڈوں سے مسلح ہو کر ایسی بہادری کے ساتھ مقابلہ کیا کہ رومی الٹے پاؤں بھاگنے کے لئے مجبور ہو گئے۔ اس موقع پر عورتوں نے محض خیموں کے ڈنڈوں سے نو رومیوں کو ہلاک کر دیا تھا۔

حضرت عاصم خولانی رض کی بہادر بیٹی سعیدہ نے بھی یرموک کے اس معرکہ میں رومیوں کے دانت کھٹے کر دئے تھے۔ یہ حوصلہ مند خاتون ابتدائی معرکوں میں تو صرف مجاہدین کے لئے کھانا پکاتی رہیں لیکن بعد میں باقاعدہ اس جنگ میں شریک ہو گئیں۔ اور ایسی بہادری سے دشمن سے لڑیں کہ دیکھنے والے حیران رہ گئے

اسی طرح ایک دوسری مسلم خاتون مردوعہ بنت علوق کی بابت بیان کیا جاتا ہے کہ جب وہ آلات حرب سے آراستہ ہو کر گھوڑے پر نکلتی تھیں تو بڑے سے بڑے بہادر بھی ان کے مقابلہ پہ آتے ہوئے گھبراتے تھے۔ مورخوں کا بیان ہے کہ انھوں نے یرموک کے معرکہ میں دو بہت بڑے سرداروں کا ڈٹ کر مقابلہ کرتے ہوئے انہیں تہ تیغ کر دیا تھا۔ اور بے شمار دوسرے رومی سپاہیوں کو موت کے گھاٹ اتار دیا تھا۔ یہ خاتون اسی معرکہ میں شہید ہو گئی تھیں۔

اسی طرح سلمیٰ بنت عاصم الربوعی معرکۂ یرموک میں ایسی بے جگری کے ساتھ لڑیں کہ ان کا جسم زخموں سے چھلنی ہو گیا تھا مگر پھر بھی انھوں نے لڑائی سے منہ نہیں موڑا۔ مورخوں کا بیان ہے کہ ان کا جسم اگرچہ زخموں سے چور چور ہو گیا تھا مگر یہ پھر بھی بڑھ چڑھ کر حملے کرتی رہیں اور ان کی اس سرفروشی اور جرأت نے مجاہدین اسلام میں ایک نیا جوش، نیا حوصلہ پیدا کر دیا تھا۔

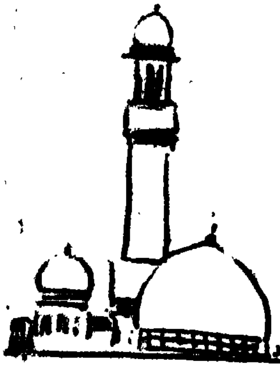
سلمیٰ بنت ہاشم کو بھی اپنی شمشیر زنی کے لئے پورے ملک عرب میں شہرت رکھتی تھیں۔ انہوں نے بھی متعدد معرکوں میں حصہ لیا ہے۔ ان کا طریقۂ جنگ یہ تھا کہ یہ تن تنہا گھوڑے پہ سوار ہو کر میدان کارزار میں آتی تھیں اور دشمن کو للکارتی تھیں۔ اور جب دشمن مقابلہ پر آ جاتا تھا تو تیزی کے ساتھ جھپٹ کر ایک ہی وار میں اس کا سر تن سے جدا کر دیتی تھیں۔ ان کے علاوہ عزۃ بنت عامر زوجہ سلمہ بن عمرو نے اپنے بہادر شوہر کے ہمراہ ہمیشہ بڑی مردانگی کے ساتھ معرکوں میں حصہ لیا ہے۔

مالک بن عاصم کی بیٹی کعب کی بابت بیان کیا جاتا ہے کہ دوران جنگ لڑتے ہوئے جب ان کی تلوار ٹوٹ گئی اور گھوڑا بھی زخمی ہو کر گر گیا۔ تو انھوں نے قریب ہی سے ایک فولادی سلاخ اٹھا لی اور اس فولادی سلاخ سے انھوں نے دشمنوں کو بری طرح زخمی کیا۔ یہاں تک کہ یہ لڑتے لڑتے شہید ہو گئیں۔

یرموک کی لڑائی میں جن بے شمار جانباز خواتین نے حصہ لیا تھا ان میں یہ معزز خواتین بھی شامل تھیں۔ ام حکیم بنت حارث، حضرت معاذ بن جبل کی پھوپی زاد بہن اسماء۔ خولہ بنت ثعلبہ عبادہ بن صامت کی بیوی۔ نعم بنت قناص اور ہند بنت عتبہ غرضیکہ جنگ یرموک میں لاتعداد خواتین اسلام نے حصہ لیا تھا۔ اور حقیقت یہ ہے کہ مسلم خواتین کی سرفروشی اور جانبازی کی بدولت ہی مسلمانوں نے اس ہاری ہوئی جنگ میں فتح اور کامرانی حاصل کی تھی۔

تاریخ یہ بھی بتاتی ہے کہ جو سن رسیدہ مسلم خواتین جنگ و جہاد سے شغف رکھتی تھیں اور بذات خود جنگ میں شامل ہونے کے قابل نہیں رہی تھیں۔ وہ اپنے لڑکوں کو بخوشی جنگ میں حصہ لینے کی ترغیب دیتی رہتی تھیں۔ اور جنگ پر جاتے وقت انہیں ہدایت کر دیتی تھیں کہ بیٹا یا تو کامیاب ہو کر واپس آنا یا شہید ہو جانا۔ چنانچہ تاریخ میں ایسی بہت سی مثالیں موجود ہیں کہ ایک ایک خاتون نے اسلام کی خاطر اپنے چار چار اور پانچ پانچ بیٹوں کو شہید کرا دیا ہے۔

ذرا غور فرمائیے کہ جس قوم میں ایسی حوصلہ مند اور دلیر پیشہ خواتین موجود ہوں وہ قوم کیا کچھ نہیں کر سکتی۔ چنانچہ خواتین اسلام کے اس بے پناہ اسلامی جوش اور ولولہ ہی کا نتیجہ تھا کہ مسلمان مختصر سی مدت میں دنیا کے بیشتر حصہ کے حکمراں بن گئے تھے۔



کیسے کیسے لوگ

تاریخ ہند سے چند عبرت انگیز واقعات

(از حبیب الرحمن قاسمی جگد یشوری)

ذیل میں تاریخ ہند سے چند عبرت انگیز واقعات پیش کئے جا رہے ہیں۔ جو دلچسپ بھی ہیں اور نصیحت آموز بھی اور جن سے زمانہ قدیم کے زعماء کے کردار پر بھی روشنی پڑتی ہے۔

سلطان محمود غزنوی کے زمانہ میں کوچ بلوچ (کرمان کے پہاڑی علاقہ) کے قزاقوں نے رباط اور دیر کچھن کے علاقہ میں ڈاکہ ڈالا۔ اس ڈاکہ میں ایک بڑھیا کا مال واسباب لٹ گیا تو اُس نے سلطان سے فریاد کی اور کہا "تو خدا کی طرف سے ہمارا محافظ اور نگہبان ہے یا تو میرا مال واپس دلا یا اُس کا معاوضہ دے" سلطان نے کہا "مجھے معلوم نہیں کہ دیر کچھن کہاں ہے" بڑھیا بولی "اے سلطان اس قدر ملک فتح کر کہ تو اُس کے شہروں سے واقف ہو سکے اور اس کا انتظام کر سکے" سلطان نے اُس کے اعتراض کو تسلیم کرتے ہوئے کہا "یہ لوگ کون تھے اور کہاں سے آئے تھے" بڑھیا نے کہا "کوچ بلوچ کے ڈاکو تھے جو کرمان کے قریب ہے" سلطان نے کہا "مگر وہ ملک تو میری سرحد سے باہر ہے" بڑھیا نے کہا "کیا اسی عدل و انصاف پر شہنشاہی کا دعویٰ ہے۔ بھلا وہ بادشاہ ہی کیا جو بیرونی حملہ سے اپنی سلطنت کو نہ بچا سکے۔ اور وہ چرواہا ناکارہ ہے جو اپنی بکریوں کو بھیڑیوں سے نہ بچا سکے۔ ایسی حالت میں میرا ضعیف ہونا۔ اور تیرا فوج و لشکر رکھنا دونوں برابر ہے" سلطان محمود نے جب بڑھیا کے یہ کلمات سنے تو اُسکی آنکھوں میں آنسو آگئے اُس کو بہت کچھ دے دلا کر رخصت کیا اور بو علی الیاس امیر کرمان کو لکھا کہ ڈاکوؤں کو گرفتار کر کے ہمارے حضور میں بھیجو یا ڈکیتی کا مال برآمد کر کے انہیں پھانسی دیدو تاکہ وہ آئندہ میرے ملک میں لوٹ مار نہ کرسکیں ورنہ مجھے سخت قدم اٹھانا پڑے گا۔ امیر کرمان نے سلطان کے حکم ملنے پر ڈاکوؤں کا صفایا کر دیا اور لوٹا ہوا مال سلطان کے پاس بھیج دیا اور اس طرح ایک بڑھیا کی دلیرانہ گفتگو نے ایک بڑے فتنہ کا خاتمہ کرا دیا

ایک مرتبہ ایک امیر کے لڑکے نے سلطان محمد تغلق (متوفی ۷۵۲ھ) کے خلاف قاضی کی عدالت میں دعویٰ کیا کہ سلطان نے مجھے بلا سبب مارا ہے۔ قاضی نے لڑکے کا بیان سنکر فیصلہ کیا کہ سلطان یا تو لڑکے کو راضی کریں یا قصاص دیں۔ ابن بطوطہ لکھتا ہے کہ میں نے دیکھا کہ قاضی کے حکم پر سلطان نے لڑکے کو اپنے دربار میں بلایا اُس کے ہاتھ میں چھڑی دی اور قسم دلا کر کہا کہ تم اپنا بدلہ لے لو اور جس طرح میں نے تجھے مارا ہے تم بھی مجھے مارو ابن بطوطہ کے بیان کے مطابق لڑکے نے ۲۱ چھڑیاں سلطان کے لگائیں یہاں تک کہ ایک مرتبہ سلطان کی ٹوپی بھی گر گئی۔ (سفر نامہ ابن بطوطہ ص ۱۳۸) یہ تھا شاہان ہند کا بلند کردار

سلطان ناصر الدین محمود بن التمش (المتوفی ۶۶۲ھ) ہندوستان کا ایک نہایت ہی نیک دل اور درویش صفت بادشاہ ہوا ہے یہ اپنے ذاتی مصارف کا بار خزانۂ شاہی پر ڈالنا گناہ تصور کرتا تھا اپنے تمام اخراجات قرآن کی کتابت سے پورا کرتا تھا۔ امور خانہ داری کے لئے اپنی بیوی کے سوا کوئی ایک خادمہ بھی نہیں رکھتا تھا۔ ایک مرتبہ ملکہ نے شکایتاً عرض کیا کہ روٹی پکانے میں اکثر اوقات میرے ہاتھ جل جاتے ہیں اور آبلے پڑ جاتے ہیں کم از کم ایک خادمہ کا تو انتظام ہو جانا

چاہیے۔ بیوی کی اس نصیحت کو سن کر سلطان کی آنکھیں بھر آئیں اور کہا کہ "میرے حالات ایسے نہیں ہیں کہ میں خادمہ رکھ سکوں صبر کرو تاکہ خدا تعالیٰ آخرت میں تمہیں تمہاری اس تکلیف کا صلہ دے اور آخرت کا صلہ یقینی طور پر دنیا کی راحت سے بہتر ہوگا۔

(سیر المتاخرین ص۲ ج اول)

سلطان سکندر لودھی (المتوفی ۹۲۳ھ) کے زمانہ میں۔ کورکشیتر کے کنڈ (تالاب) میں ہندو دور دور سے آکر اشنان کرتے تھے۔ اور اس اشنان نے ایک مذہبی میلہ کی شکل اختیار کر لی تھی مگر سلطان اسے پسند نہیں کرتا تھا۔ اور اس کے بند کرنے کی فکر میں تھا۔ اس غرض کے لئے اس نے ایک مرتبہ علماء کی ایک مجلس منعقد کی جس میں ایک بڑے عالم عبد اللہ اجودھنی بھی شریک تھے۔ سکندر لودھی جب مولانا عبد اللہ اجودھنی کی جانب متوجہ ہوا تو مولانا نے پوچھا کہ یہ کورکشیتر کا کنڈ کیا چیز ہے۔ جواب ملا کہ ایک بڑا تالاب ہے جس میں دور دور سے ہندو آکر نہاتے ہیں اور اسے کار ثواب تصور کرتے ہیں۔ مولانا نے پوچھا یہ رسم کب سے جاری ہے جواب ملا کہ ہندوؤں کی قدیم مذہبی رسم ہے۔ مولانا نے فتویٰ دیا کہ "جس طرح قدیم بت خانوں کو توڑنا جائز نہیں اسی طرح اس قدیم تالاب کو تباہ کرنا بھی جائز نہیں اور اسلام مذہبی مداخلت کی اجازت نہیں دیتا"

سکندر لودھی نے فتویٰ کو اپنے ارادے کے خلاف پاکر یہ سمجھا کہ مولانا نے اس کے حکم کی خلاف ورزی کی خاطر یہ فتویٰ دیا ہے اس لئے سکندر لودھی نے غصے سے خنجر پر ہاتھ رکھ کر کہا کہ "تم بھی ہندو کفار کی طرف داری سے میں پہلے تجھے مار دوں گا پھر کورکشیتر کے تالاب کو تباہ کروں گا" مولانا نے بڑی جرأت سے جواب دیا کہ "خدا کے حکم کے بغیر کوئی مرتا نہیں جب کوئی شخص بھی کسی ظالم حاکم کے پاس جاتا ہے تو پہلے ہی موت کے لئے تیار ہو کر آتا ہے۔ آپ نے مجھ سے شرعی مسئلہ پوچھا میں نے بتادیا اگر آپ کو شریعت کی پرواہ نہیں تھی تو پوچھا کس لئے تھا" یہ جرأت مندانہ جواب سنکر سکندر لودھی کا غصہ فرد ہوگیا اور جب مجلس برخواست ہو گئی تو معذرت چاہی اور کہا کہ "میاں عبد اللہ آپ کبھی کبھی مجھ سے ملاقات کرکے نصیحت کرتے رہا کریں۔

(تاریخ فرشتہ ص۱۸۲ جلد اول)

تاریخی افسانہ



ہلاکو کی بیٹی

عباسی حکومت کے آخری دور کی ایک کہانی

(از شوکت علی ہمی)

ذیل کا افسانہ اُس زمانہ کا ایک سچا اور تاریخی واقعہ ہے جبکہ ۶۵۶ ہجری میں ہلاکو خان نے بغداد پر یلغار کر کے خلافت عباسیہ کو بیخ و بن سے اکھاڑ دیا تھا۔ اسی تاریخی واقعہ کو افسانہ کی شکل میں پیش کیا جا رہا ہے۔

ہلاکو خاں کی فوجوں نے بغداد کو چاروں طرف سے محاصرہ کر رکھا تھا سارے بغداد میں کہرام مچا ہوا تھا۔ بغداد کے ہر باشندے کے سامنے موت عریاں ہو کر رقص کر رہی تھی۔ مگر بغداد کا کمزور خلیفہ مستعصم بدستور شاہی محل میں چھپا بیٹھا تھا۔ خلیفہ کی بزدلی سے عوام ہراساں اور پریشان تھے۔ اور اسلامی فوج کے سپاہی دل شکستہ تھے۔

عوام نے عالم اضطراب میں قصر خلافت کو چاروں طرف سے گھیر لیا ہر چہار طرف سے آوازیں بلند ہو رہی تھیں۔

"ہمیں ہلاکو کے ظلم سے بچاؤ"

"خلیفہ کو خود فوج کی کمان کرنی چاہیئے"

"ہماری جان مال اور آبرو خطرہ میں ہے"

"ایسا خلیفہ مسلمانوں کے لئے بیکار ہے۔ جو محل میں چھپ کر بیٹھ جائے"

"اگر خلیفہ محل سے باہر نہ آیا تو ہم محل پر حملہ کر دیں گے"

جوش برابر بڑھتا چلا جا رہا تھا اور حالات نہایت ہی نازک صورت اختیار کر چکے تھے۔ اس بات کا پورا اندیشہ تھا کہ اگر خلیفہ محل سے باہر نہ آیا تو عام طور غصہ سے مغلوب ہو کر قصر خلافت پر حملہ کر دیں گے۔ اور اس طرح بغداد میں ایک نیا فتنہ کھڑا ہو جائے گا۔

خلیفہ کی شیر دل بیٹی یاسمین عوام کے اس اضطراب اور بے چینی کو برداشت نہ کر سکی۔ وہ ان کے دکھ اور تکلیف کو پوری طرح محسوس کر رہی تھی۔ اس لئے وہ عوام کو مطمئن کرنے کے لئے اور اسلامی فوج میں حوصلہ بڑھانے کے لئے فوجی لباس زیب تن کر کے خود قصر خلافت کے باہر نکل کر آن کھڑی ہوئی اور اس نے لوگوں کو تسلی دیتے ہوئے اور خلیفہ کی کمزوری پر پردہ ڈالتے ہوئے کہا۔

"تمہارا خلیفہ بیمار ہے۔ وہ اس قابل نہیں کہ فوج کی کمان کر سکے تم کو ہراساں نہیں ہونا چاہیئے۔ میں خود فوج کی کمان کروں گی۔ اور اس وقت تک چین سے نہ بیٹھوں گی جب تک کہ ہلاکو کے ظلم سے تمہیں نجات نہ دلا دوں گی خواہ مجھے اپنی جان ہی کیوں نہ قربان کر دینی پڑے"

مجمع سے آوازیں آئیں "شہزادی یاسمین زندہ باد خلافت اسلامیہ پائندہ باد"۔ مجمع منتشر ہونے لگا۔ شہزادی یاسمین کے تدبر نے عوام کے دلوں کی بھڑکتی ہوئی آگ کو ٹھنڈا کر دیا تھا

فوجی لباس نے خوبصورت یاسمین کو اور بھی خوبصورت بنا دیا تھا یہ معلوم ہوتا تھا جیسے کسی آسمانی حور نے فوجی لباس زیب تن کر لیا ہو اس کا سرخ سفید رنگ اور سڈول جسم فوجی لباس میں چھپا پڑ رہا تھا۔ یاسمین نے اپنی زندگی کی سترہ بہاریں شاہی محل میں گذاری تھیں گو اسے بچپن ہی سے فن سپہ گری کا شوق تھا۔ لیکن اس کو یہ وہم و گمان بھی نہ تھا کہ بغداد کی تاریخ میں ایک دن ایسا بھی آئے گا جب اسے میدان کارزار میں موت کا کھیل کھیلنا پڑے گا۔

شاہی محل کی وہ کنیزیں جنہوں نے ساہا سال تک یاسمین کی

خلوت میں زندگیاں گزاری تھیں۔ آج اپنی محبوب شہزادی کو موت کے منہ میں جاتا دیکھکر زار و قطار رو رہی تھیں اور سب سے بڑھ کر اناکا برا حال تھا۔ جس نے یاسمین کی ماں کے مرنے کے بعد اُسے اولاد کی طرح پالا تھا۔

اناکی روتے روتے ہچکی بند ہوگئی۔ اُس نے یاسمین کی بلائیں لیتے ہوئے کہا "بیٹی جب ہمارا خلیفہ ہی کمزور ہے تو ہم کیا کرسکتے ہیں۔ اپنی زندگی کو خطرہ میں نہ ڈالو۔ اپنی جوانی پر رحم کرو"

یاسمین بولی "ماں محل میں بےعزتی کی موت مرنے سے بہتر ہے کہ میدانِ جنگ میں جاکر عزت کے ساتھ ملک و وطن پر اپنی جان قربان کردی جائے"

"مگر ہلاکو جیسے خوفناک انسان سے تجھ جیسی لڑکی کا ٹکرانا کوئی دانشمندی نہیں"

"جس ملک کے مردوں میں کمزوری اور آرام طلبی پیدا ہوجائے اُس ملک کی عورتوں ہی کو یہ مشکل کام انجام دینا ہوتا ہے" یاسمین نے پُرجوش لہجہ میں کہا "ہمارا خلیفہ بزدل اور کمزور ہے۔ دشمن نے بغداد کا محاصرہ کررکھا ہے۔ مخلوقِ خدا پریشان ہے [illegible] اسلام کا نام زندہ رکھنا ہے"

انا بولی "یہ سب سچ ہے مگر کیا تم اور تمہارا مٹھی بھر لشکر ہلاکو کی ٹڈی دل فوج کو شکست دے سکیگا"۔

"اگر فتح نہ بھی ہوئی تو چنگیز کے بیٹے کو یہ ضرور معلوم ہوجائے گا کہ اس ملک میں غیرت پر مٹنے والوں کی کمی نہیں" یاسمین نے کہا "شکست کے بعد بھی ہماری سرفروشی کے افسانے قیامت تک دہرائے جائینگے"

یہ کہتے ہوئے یاسمین نے اپنا گھوڑا آگے بڑھادیا۔ بوڑھی انا بیہوش ہوکر گر پڑی۔ سارے محل میں کہرام مچ گیا اور یاسمین اپنے مختصر سے لشکر کو لیکر میدانِ جنگ میں آگ اور خون کا کھیل کھیلنے کے لئے جا پہنچی خلیفہ کی فوج میں اتنا بھی دم نہ تھا کہ وہ آدھ گھنٹہ بھی ہلاکو کے لشکرِ عظیم کا مقابلہ کرسکتی۔ یہ یاسمین ہی تھی جس کی سرفروشی اور غیر معمولی جرأت نے لشکرِ اسلام کے حوصلے بڑھا دئے تھے۔ اور وہ جنگ جو آن کی آن میں ختم ہونے والی تھی۔ شام تک جاری رہی۔ آفتاب کے غروب ہونے سے قبل ہی جنگ کا فیصلہ ہوگیا۔ مسلمانوں کو شکست

ہو گیا اور ہلاکو نے انتہائی بے دردی کے ساتھ خلیفہ کو ہلاک کر کے بغداد پر قبضہ جما لیا۔ اب پوری خلافت اسلامیہ ہلاکو کے رحم و کرم پر تھی۔

بغداد میں کئی روز تک قتل و غارت گری کا بازار گرم رہا۔ جب ہلاکو کو غارت گری سے فرصت ملی تو اُس نے تخت پر بیٹھ کر دربار کیا۔ اِس دربار میں سلطنت عباسیہ کے وہ تمام نمک حرام عمّال بھی شریک تھے جنھوں نے ہلاکو کو بغداد پر حملہ کی دعوت دی تھی۔ اور وہ کمزور امرا بھی شامل تھے جنھوں نے ہلاکو کے بغداد میں قدم رکھنے سے قبل ہی اُس کی خدمت میں پہنچ کر اپنی اطاعت کا یقین دلایا تھا۔

ہلاکو خاں نے اِس موقع پر تقریر کرتے ہوئے کہا "آج کے بعد سے بغداد کے ہر باشندے کی جان و مال محفوظ ہے۔ میں نے مسلمانوں کی شجاعت کے افسانے بہت سنے تھے۔ لیکن مجھے اندازہ ہوا کہ مسلمانوں نے اپنی خصوصیات کو کھو دیا ہے پوری عباسی فوج میں صرف ایک نوجوان میں نے ایسا دیکھا جو کسی خطرہ کو بھی نظر میں نہیں لاتا تھا۔"

ہلاکو خاں نے مجمع پر ایک گہری نظر ڈالتے ہوئے اور اپنی تقریر کو جاری رکھتے ہوئے کہا "میری نگاہیں اِس وقت بھی اُس بہادر نوجوان کو تلاش کر رہی ہیں۔ اگر وہ نوجوان زندہ ہے تو سامنے آئے کیونکہ میں اُسے بغداد کا گورنر بنانا چاہتا ہوں۔ میرے دل میں اُس سرفروش نوجوان کی بڑی عزت ہے۔"

یاسمین زخموں سے چُور فوجی لباس پہنے ہوئے ایک کونے میں کھڑی ہوئی یہ سب تماشہ دیکھ رہی تھی۔ وہ آہستہ آہستہ آگے بڑھی لوگوں نے راستہ چھوڑ دیا سارے مجمع کی نگاہیں یاسمین پر جمی تھیں وہ آگے بڑھتی ہوئی ہلاکو کے تخت کے قریب پہنچ گئی۔ ہلاکو اُسے دیکھتے ہی پہچان گیا۔ اُس نے یاسمین کو اور قریب آنے کا حکم دیا مگر وہ خاموش دم بخود کھڑی رہی

ہلاکو نے اپنی گرجدار آواز میں کہا "بہادر نوجوان اگرچہ تونے ہمارے لشکر کو شدید نقصان پہنچایا ہے۔ لیکن ہلاکو بہادروں کا قدرداں ہے۔ میں تجھے سب سے بڑا اعزاز دینا چاہتا ہوں۔ آج سے میں تجھے بغداد کا گورنر مقرر کرتا ہوں۔"

"مجھ کو اس اعزاز کی ضرورت نہیں۔ یہ اعزاز تم اپنے پاس رہنے دو" یہ تھا یاسمین کا جواب

اِس گستاخانہ جواب پر درباری خوفزدہ ہو گئے۔ اُن کا خیال تھا کہ ہلاکو اس نوجوان کو اسی وقت تہہ تیغ کر دے گا۔ لیکن ہلاکو نے ایسا نہیں کیا۔ واقعی وہ بہادروں کا قدرداں تھا۔ وہ یہ جانتا تھا کہ جو بہادر ہوتے ہیں اُن میں خودداری بھی ہوتی ہے۔ ہلاکو خود تخت سے اتر کر یاسمین کے قریب آیا۔ جب قریب آکر اُس نے یاسمین کو دیکھا تو وہ سب کچھ سمجھ گیا وہ یہ دیکھ کر حیران رہ گیا کہ جسے وہ نوجوان سمجھ رہا تھا وہ ایک حسین لڑکی ہے جو اپنی نسائیت کو چھپانے کی ناکام کوشش کر رہی ہے اُس نے فوراً اپنی کمر کی چادر کھولی۔ اور یاسمین پر ڈال دی اور پھر نہایت احترام کے ساتھ یاسمین کو ساتھ لیکر محل کی طرف روانہ ہو گیا۔

ہلاکو نے یاسمین کو بیٹی بنا لیا تھا۔ ہلاکو بہادر تھا اور وہ بہادروں کی قدر کرتا تھا۔ یاسمین کے ساتھ ہلاکو کی غیر معمولی شفقت اور محبت نے اُسے بھی ہلاکو کا گرویدہ بنا دیا تھا۔ اور وہ [illegible] ہلاکو کو اپنا باپ سمجھنے لگی تھی۔ لیکن ہلاکو کے محل میں آنے کے بعد [illegible] کے بڑے بیٹے قوبلا خاں سے وہ لرزاں اور ترساں رہتی تھی۔ قوبلا خاں بار ہا یاسمین سے اظہارِ محبت کر چکا تھا اور ہمہ وقت اس کوشش میں لگا ہوا تھا کہ جس طرح بھی ہو سکے اِس عباسی شہزادی کو دامِ محبت میں گرفتار کر لے۔

مگر یاسمین کے دل میں قوبلا خاں کی طرف سے انتہائی نفرت تھی کیونکہ اُسے یہ اچھی طرح معلوم تھا کہ قوبلا خاں درپردہ ہلاکو کا بہت بڑا دشمن ہے۔ وہ باپ کو راستہ سے ہٹا کر خود تخت پر قبضہ جمانے کی سازشوں میں برابر لگا رہتا ہے۔ یاسمین کو یہ بھی اندیشہ تھا کہ قوبلا خاں دامِ محبت میں گرفتار کرنے کے بعد اُسے اپنے باپ کے خلاف استعمال کرنا چاہتا ہے۔ اِس لئے قوبلا خاں جتنا یاسمین کی جانب جھک رہا تھا یاسمین کے دل میں اُس کے خلاف اتنی ہی زیادہ نفرت اور حقارت کے جذبات بھڑکتے چلے جا رہے تھے۔

قوبلا خاں ہلاکو کا بیٹا تھا۔ وہ یہ جانتا ہی نہیں تھا کہ دنیا میں کوئی ہستی ایسی بھی ہو سکتی ہے جو اُس کی کسی خواہش کو ٹھکرا سکے —

قتوبلا خاں کے نزدیک ایسے حکم سے سرتابی کی سزا موت تھی لیکن یاسمین پہلی عورت تھی جس نے انتہائی حقارت کے ساتھ قتوبلا خاں کی خواہش کو ٹھکرا دیا تھا۔ یاسمین کے اس سنگین جرم کی سزا قتوبلا خاں کے نزدیک موت تھی۔ مگر یاسمین چونکہ ہلاکو کی منہ بولی بیٹی تھی۔ اس لئے وہ اس پر ہاتھ ڈالتے ہوئے ڈرتا بھی تھا۔ اور ابھی تک اسی کوشش میں لگا ہوا تھا کہ یاسمین نرمی کے ساتھ اس کے قابو میں آجائے۔

قتوبلا خاں برابر یاسمین کے پاس محل میں آتا جاتا رہا اور آج اُسے یاسمین سے آخری جواب لینا تھا۔

وہ حسب معمول یاسمین کے کمرہ میں درّانہ داخل ہوا اور بولا۔

"یاسمین دیکھ رہی ہو آج موسم کتنا خوشگوار ہے۔ کیا اس وقت یہ موزوں نہیں ہوگا کہ ہم دونوں پیمانِ محبت باندھ لیں۔ اور اس طرح پابند ہو لیں کہ مرتے دم تک جدا نہ ہو سکیں؟"

یاسمین کی تیوری پر بل پڑ گئے۔ اور اس نے نہایت ہی سخت لہجہ میں جواب دیا "قتوبلا خاں اب تم ضرورت سے زیادہ آگے بڑھ چلے جا رہے ہو۔ مجھ کو اس کے لئے مجبور نہ کرو کہ میں بابا تک اس معاملہ کو پہنچا دوں"

"کیا تم کو اس معاملہ کو بابا تک پہنچانے کا موقعہ مل سکیگا" قتوبلا خاں نے طنز آمیز لہجہ میں کہا "آج آخری فیصلہ ہونا ہے۔ میری رگوں میں چنگیزی خون ہے۔ میں بالتو زبردستی تجھے اپنی پہلو کی زینت بناؤں گا یا تیرا آج ہی خاتمہ کردوں گا"

"یہ حوصلہ" یاسمین بولی "قتوبلا خاں تم طاقت اور زور کے بل [illegible] فتح کر سکتے ہو۔ لیکن تم کو معلوم ہونا چاہئے کہ اس [illegible] دل فتح نہیں ہوا کرتا"

قتوبلا خاں نے جواب [illegible] دیا "ہم تاتاریوں کے نزدیک عورت کے دل کو فتح کرنے کی کوئی ضرورت نہیں۔ عورت اسی لئے پیدا ہوئی ہے کہ ہمارے حکم کی تعمیل کرے۔ اور ہماری ہر خواہش کے سامنے گردن جھکا دے۔ بتا تو موت چاہتی ہے یا زندگی" یہ کہہ کے قتوبلا خاں نے اپنا خنجر نکال لیا۔

[illegible] نے جلا کر جواب دیا "میں موت سے نہیں ڈرتی۔ [illegible] ایسی زندگی سے موت ہزار درجہ بہتر ہے۔ ہمت ہے تو آگے بڑھو۔ مگر یہ دیکھ لو کہ میرے پاس بھی خنجر ہے"

یاسمین ہمیشہ اپنے پاس خنجر رکھتی تھی۔ وہ اس وقت شیرنی کی طرح بپھری ہوئی کھڑی تھی عین اس وقت جب دونوں جانب سے خنجر نکلے ہوئے تھے ہلاکو آن نکلا۔ اور اس نے فوراً معاملہ کی تہہ تک پہنچتے ہوئے بیٹے سے کہا "قتوبلا تم یہ بھول رہے ہو کہ یہ ہلاکو کی بیٹی ہے اور تیری بہن ہے آج کے بعد دوبارہ تجھے اس کے پاس نہ دیکھوں یہ سمجھ لے کہ جو ہلاکو لاکھوں انسانوں کو تہ تیغ کر سکتا ہے۔ وہ اپنے ایک نااہل بیٹے کو بھی موت کے گھاٹ اتار سکتا ہے"

قتوبلا خاں کچھ جواب دئے بغیر وہاں سے چل دیا۔ اور اس نے یہ فیصلہ کر لیا کہ وہ اس وقت تک چین سے نہیں بیٹھے گا جب تک ہلاکو اور یاسمین کو ٹھکانے نہیں لگا دے گا۔

ہلاکو یہ دیکھ کر حیران رہ گیا کہ اس کی خوابگاہ میں ایک غلام شاہی لباس پہنے ہوئے مسہری پر شراب کے نشہ میں مدہوش پڑا ہے اور یاسمین اس کے قریب بیٹھی ہے۔ ہلاکو نے بڑے استعجاب کے ساتھ یاسمین سے پوچھا "یاسمین یہ کیا معاملہ ہے"

"بابا آج یہی غلام آپ کی مسہری پر سوئے گا۔ آپ کو کسی دوسری جگہ سونا ہوگا" یاسمین نے جواب دیا۔

"کیا پھر میرے قتل کی سازش کی گئی ہے"

"ہاں بابا مخبروں کی یہی اطلاع ہے"

"کیا اس سازش میں قتوبلا خاں بھی شریک ہے"

"بابا صبح کو سب کچھ معلوم ہو جائے گا"

"اور کیا تم بھی اسی خوابگاہ میں رہو گی"

"میں قاتلوں کا انتظار کروں گی۔ اور ان کو بتا دوں گی کہ جب تک ہلاکو کی بیٹی زندہ ہے اس کے بوڑھے باپ پر آنچ نہیں آسکتی"

"مگر بیٹی میری زندگی سے کم تمہاری زندگی بھی قیمتی نہیں۔ کیا یہ مناسب نہیں ہوگا کہ میں بھی اس سازش کے انکشاف میں تمہیں مدد دوں"

"نہیں بابا میں نے پورا انتظام کر لیا ہے۔ بس آپ اس خوابگاہ میں ہرگز نہیں رہیں گے" (باقی صفحہ ۵۲ پر)



عورتوں کے لئے

صرف ظاہری حسن کافی نہیں

عورتوں کی بڑی خوبصورتی انکا باطنی حسن ہے

(از زبیدہ سلطان صاحبہ دہلوی)

ہم کو خوشی ہے کہ دین دنیا کے ناظرین کے حلقہ میں زبیدہ بہن کے اصلاحی مضامین کو پسند کیا جا رہا ہے۔ ذیل میں ہم زبیدہ بہن کا ایک اور کار آمد مضمون پیش کر رہے ہیں۔ امید ہے کہ آجکل کی فیشن زدہ لڑکیاں زبیدہ بہن کے اِس مضمون سے سبق حاصل کریں گی۔

ایسا معلوم ہوتا ہے کہ عورتوں اور لڑکیوں کے ایک خاص طبقہ نے یہ سمجھ لیا ہے کہ عورت کی سب سے بڑی خوبی یہ ہے کہ وہ زیادہ سے زیادہ خوبصورت دکھائی دے۔ چنانچہ اِس ملک کی لڑکیوں اور عورتوں میں خوبصورت بننے کا شوق جنون کی حد تک پہنچ گیا ہے۔ ہر عورت خواہ وہ بدشکل ہی کیوں نہ ہو اِس بات کی پوری کوشش کرتی ہے کہ مصنوعی ذرائع سے اپنے آپ کو زیادہ سے زیادہ خوبصورت بنائے۔ اِس مقصد کے لئے پاؤڈر کریم نیل پالش اور نہ جانے کیا کیا چیزیں استعمال کی جاتی ہیں۔

عورت کا حسبِ ضرورت بناؤ سنگھار کرنا اور صاف ستھرا رہنا کوئی بری بات نہیں۔ لیکن جب یہ معاملہ حد سے تجاوز کر جائے تو اس میں برائیاں بھی پیدا ہو جاتی ہیں۔ پھر اس پر بیکار روپیہ بھی صرف ہوتا ہے۔ اِس کے علاوہ خوبصورت بننے کے جنون کے ساتھ چونکہ عورتوں میں حسن کی نمائش کی وبا بھی بڑھ رہی ہے اِس لئے یہ بناوٹی آرائش اور بھی زیادہ قابلِ اعتراض بن گئی ہے۔ چنانچہ اس پہلو پر توجہ دلاتے ہوئے ایک بہن نے مجھے لکھا ہے:

"ہمارے ملک میں عورتوں کی بے پردگی کی وبا کے ساتھ حسن کی نمائش اور جلوہ آرائی کا شوق تیزی کے ساتھ بڑھ رہا ہے۔ میری سمجھ میں یہ بات بالکل نہیں آتی کہ آجکل کی لڑکیاں چست لباس پہن کر اور خوب بن سنور کر بازاروں اور پارکوں میں کیوں گھومتی پھرتی ہیں۔ اور یہ سولہ سنگھار کر کے آخر گھروں سے کیوں نکلتی ہیں اِن کے اس طرح بن سنور کر نکلنے پر اگر اعتراض کیا جائے تو شاید بیجا نہ ہوگا۔ یہ بات کسی سے چھپی ہوئی نہیں کہ بن ٹھن کر بازاروں اور پارکوں میں گھومنے والی لڑکیوں کے ساتھ آئے دن چھیڑ چھاڑ کے واقعات ہوتے رہتے ہیں۔ اور بعض اوقات تو بڑے بڑے ہنگامے کھڑے ہو جاتے ہیں۔ یعنی یہ نمائشِ حسن ہماری سوسائٹی کے لئے ایک مستقل مصیبت بنتا چلا جا رہا ہے۔ کم از کم ایسی باتوں سے تو لڑکیوں کو روکا جائے۔"

اِن بہن نے جو کچھ کہا ہے وہ بے بنیاد نہیں ہے۔ میں نے خود عورتوں اور لڑکیوں کو دیکھا ہے کہ خوب بن سنور کر بازاروں میں منہ کھولے پھرتی ہیں۔ اور اگر برقعہ بھی اوڑھتی ہیں تو وہ ایسا ہوتا ہے جس کا منشا ملنائد جسم کو پردہ میں رکھنا نہیں ہوتا بلکہ حسن کو اور زیادہ ابھار کر کے دکھانا ہوتا ہے۔ یہ باتیں بظاہر تو نہایت معمولی اور ناقابلِ توجہ معلوم ہوتی ہیں لیکن اکثر اوقات اِن کے نتائج نہایت خطرناک اور رسواکن ثابت ہوتے ہیں۔

نمائشِ حسن اور آرائشِ جمال کی دلدادہ ان عورتوں اور لڑکیوں کو یہ بات فراموش نہیں کرنی چاہئے کہ عورت دنیا میں اس لئے نہیں آئی ہے کہ وہ نمائشِ حسن کرتی پھرے بلکہ اُس کا درجہ دنیا میں بہت

زیادہ اہم ہے۔ جن عورتوں نے حسن اور خوبصورتی ہی کو سب کچھ سمجھ رکھا ہے وہ ایسی عورتیں ہیں جو نسوانیت کے وقار کو گرا رہی ہیں اور اپنے آپ کو صرف مردوں کی تفریح کا ذریعہ اور کھلونا سمجھے بیٹھی ہیں۔ اور اس خام خیالی میں مبتلا ہیں کہ جتنی زیادہ خوبصورت دکھائی دیں گی اتنا ہی زیادہ مرد ان کی قدر کریں گے۔ حالانکہ قدر والی کی چیز ظاہری حسن نہیں ہے بلکہ عورتوں کی وہ باطنی خوبیاں اور سلیقہ مندی ہے جو مردوں کے دلوں میں گھر کرتی چلی جاتی ہیں۔

میرا ہر قسم کی عورتوں سے میل جول رہا ہے۔ میں ایسی بہت سی عورتوں کو جانتی ہوں جو بے حد حسین ہیں ایسی حسین کہ سینکڑوں میں ایک لیکن ان میں چونکہ باطنی جوہر نہیں ہیں اس لئے ان کی نہ تو شوہر کی نظر میں کوئی خاص قدر ہے۔ اور نہ سسرال والوں ہی میں ان کا وقار ہے۔ اس کے برعکس ایسی بہت سی عورتیں بھی میری نظر سے گزری ہیں جو ظاہری حسن سے تو محروم ہیں لیکن ان کی باطنی خوبیوں نے نہ صرف ان کے شوہروں کو ان کا دلدادہ و شیدا بنا رکھا ہے۔ بلکہ سسرال والوں کی آنکھوں کا بھی تارا بنی ہوتی ہیں۔

یاد رکھئے عورت کی ظاہری خوبصورتی اور بناؤ سنگھار ایک خاص وقت تک مردوں کے پست جذبات کو تو ضرور ابھار سکتا ہے۔ لیکن صرف حسن و خوبصورتی سے مردوں کے دلوں میں عورت کی عظمت ہرگز قائم نہیں ہو سکتی۔ اسلئے میں اپنی بیٹیوں اور بہنوں سے کہوں گی کہ وہ ظاہری حسن کو نکھارنے کے لئے جتنی کوشش کرتی ہیں اگر اس سے نصف کوشش وہ باطنی خوبیاں اور جوہر پیدا کرنے کے لئے کریں تو انہیں نہ صرف اپنے شوہروں کی نظر میں بلکہ پورے خاندان میں بہت بڑی عزت۔ عظمت اور محبوبیت حاصل ہو سکتی ہے۔

میں یہ نہیں کہتی کہ عورتیں اور لڑکیاں بناؤ سنگھار نہ کریں۔ اور اچھا لباس نہ پہنیں۔ سنگھار ضرور کریں کیونکہ یہ بھی ایک ضروری چیز ہے لیکن اس کے ساتھ ہی باطنی جوہر پیدا کرنے سے بھی غافل نہ رہیں کیونکہ صرف ظاہری حسن اور خوبصورتی اس وقت تک کاغذ کے پھولوں سے زیادہ اہمیت نہیں رکھتی جب تک کہ کسی عورت میں باطنی خوبیاں نہ ہوں۔ امید ہے کہ میری بہنیں اور بیٹیاں میرے دیرینہ تجربوں سے فائدہ اٹھائیں گی۔

افسانہ



دل ہی تو ہے

جذبات میں ڈوبی ہوئی ایک کہانی

(ہمارے افسانہ نگار کے قلم سے)

ذیل کا افسانہ نہ صرف دلچسپ ہے بلکہ اپنی نوعیت کے اعتبار سے ایک نہایت ہی دلکش افسانہ ہے۔ جس میں کہ ایک لڑکی کے قلب کی عجیب و غریب کیفیت بڑے موثر انداز میں پیش کی گئی ہے۔

کالی کالی مدہوش آنکھیں جیسے شراب سے بھرے ہوئے دو جام چھلکتی ہوئی کمر یا۔ یاسمین تیری چال نہیں ہے قیامت ہے"۔ میری کلاس فیلو لڑکیاں اس طرح مجھے خوب بناتیں کالج کے لڑکے بھی مجھے دیکھ کر اسی قسم کے فقرے کستے۔ ان کالج کے لڑکوں سے مجھے نفرت تھی۔ تہذیب ان کو چھو بھی نہیں گئی تھی۔ یہ بڑے بدتمیز تھے۔

کالج کی بعض لڑکیاں جب مجھے اپنے عشق و محبت کی کہانیاں سناتیں تو میرا جی الجھنے لگتا۔ اور میں سوچنے لگتی کہ یہ لڑکیاں کس طرح جذبات کی رو میں غلط راستہ پر بہتی چلی جا رہی ہیں بہت سی لڑکیوں نے اپنی غیرآل اندلشانہ روش سے اپنے آپ کو تباہ بھی کر لیا تھا۔

کچھ یہ بات نہیں کہ میں جذبات سے بالکل عاری تھی۔ مگر میری جذبات پہ حق عامیانہ جذبات سے مبرا تھی۔ عشقباز لڑکوں اور لڑکیوں کے بارے میں میرا خیال تھا کہ یہ بدتمیز ہوتے ہیں اس لئے ایسی باتوں سے مجھے نفرت تھی۔

لو لگنے سے مجھے بخار ہو گیا۔ سارا گھر پریشان ہو کر بھاگا بھاگا پھرنے لگا۔ اماں جان غم کی تصویر بنی میرے سرہانے بیٹھی تھیں ڈاکٹر حکیم آئے، سر کھپانے پر بھی مطلب کی بات نہیں سمجھے تھے۔ مگر میری بیماری سے اس قدر متاثر تھے کہ اب اشاروں میں کام کرتے تھے۔ پورا ہفتہ ہو گیا۔ درمیان میں بخار ہلکا تو ہوا مگر اترا نہیں آٹھویں دن ابا جان نے جب دیکھا کہ بخار جاتا ہی نہیں تو کچھ

دیر بیٹھے سوچتے رہے۔ پھر عابد بھائی کی طرف دیکھ کر بولے "اسے بھئی عابد جب ہماری کا پٹنہ سے بدلی ہوئی تھی تو ہماری جگہ جو ڈپٹی صاحب آئے تھے اُن کا لڑکا سنا ہے یہاں ڈاکٹر ہو کر آیا ہے بڑے ہسپتال میں؟"

"آپ رشید میاں کو کہہ رہے ہیں؟ عابد بھائی نے کہا" ہاں وہ تو یہاں بڑے ہسپتال میں لگے ہوئے ہیں۔ میرے دوست ہیں ابھی پرسوں تو اُن سے ملاقات ہوئی ہے"۔

"ہاں ہاں" ابا جان نے کہا" سنا ہے بڑا قابل ڈاکٹر ہے شام کو اُسے بلا لاؤ"۔

پانچ بج رہے تھے کہ ڈاکٹر صاحب آگئے۔ ابا جان نے خود انہیں سینے سے چمٹا لیا۔ امی جان نے درجنوں دعائیں دے ڈالیں۔ میں نے بخار کی آگ سے جلتی ہوئی آنکھوں سے نوجوان ڈاکٹر کو دیکھا۔ بڑا خوبصورت اور من موہنا مکھڑا تھا!

میری پٹی کے پاس بیٹھ کر انھوں نے فوراً تھرمامیٹر نکالا اور کہا۔ "منہ کھولیئے۔ ذرا اُسے آپ کے منہ میں لگا دیں۔ اچھا پہلے نبض دکھایئے"۔ کیسی رسیلی اور پیاری پیاری آواز تھی!

ڈاکٹر کی صورت اور ان کی آواز نے میرے دل پہ ایک میٹھا میٹھا سا اثر ڈالنا شروع کر دیا تھا۔ مگر جب میں نے اپنی کلائی انہیں دی اور انھوں نے کلائی تھام کے اور نبض پہ انگلی رکھ کے مجھ کو ان کی طرح آنکھیں پھاڑ پھاڑ کے میری صورت کو تکنا شروع کر دیا تو

میں نے اپنے دل میں کہا "بدتمیز یہ بھی اُن کالج کے لڑکوں ہی جیسا ہے"
میرا یہ خیال اُس وقت اور بھی زیادہ تقویت پکڑ گیا جب اُنھوں نے تھرمامیٹر میرے منہ میں رکھنے کے سلسلے میں اس کی پوزیشن کو ٹھیک کرنے کے بہانے سے بار بار میرے گالوں کو چھوا۔ اور اُن کی اِس حرکت کا خیال کرکے پھر میرے دل میں یہ خیال پیدا ہوا کہ یہ بڑا بدتمیز ہے"
تھرمامیٹر دیکھنے کے بعد ڈاکٹر نے ابا میاں کے پاس جاکر اُن سے کچھ کہا اور پھر میرے سرہانے کے رُخ پر کرسی کھینچ کر برف کے پانی سے تر کرکے رومال میرے ماتھے پر رکھنے لگے۔ آدھے گھنٹے بعد مجھے کچھ سکون محسوس ہوا میں نے آنکھیں کھولیں۔ ڈاکٹر کی نظریں میرے چہرے پر تھیں۔ اُن سے نظریں ملتے ہی میرے سینے میں نجانے کیوں ایک ہلچل سی مچ گئی۔ اور اُن کی نظریں میرے دل میں اترنے لگیں میں نے شرما کے اپنا منہ اُن کی طرف سے موڑ لیا۔
"اِن کا نام؟" اُنھوں نے جیب سے قلم نکالتے ہوئے پوچھا
"یاسمین" بھائی نے مسکرا کر جواب دیا۔
"یاسمین" اُنھوں نے نام دہرایا۔ پھر ایک ہلکی سی مسکراہٹ کے ساتھ پیڈ پر لکھنے لگے۔ "یاسمین" پھر کچھ جھجک کر پوچھنے لگے "اور عمر؟"
اماں جان بولیں "ابھی اٹھارویں ہی میں تو ہیں۔ اسی سال ہائر سیکنڈری میں چڑھی ہیں"
اُنھوں نے پھر میری طرف دیکھا مگر آنکھیں ملتے ہی سنبھل کر لکھنے میں مصروف ہو گئے میں نے دل میں کہا "بدتمیز اِنکے جاتے ہی"
"انہیں لو لگی ہے" نسخہ لکھ کر بولے "فکر کی کوئی بات نہیں دوا بھیجدوں گا۔ چار چار گھنٹے کے بعد خوراک دیجئے"
اماں جان نے کہا "ذرا بیٹھئے۔ ابھی جلدی کیا ہے۔ چلے جانا"
اُنھوں نے بتایا کہ ایک مریض کو دیکھنا ہے۔ ابا جان فیس دینے لگے تو اُنھوں نے فیس لینے سے انکار کر دیا۔

رات کو نو بجے تھے میرا بخار کچھ ہلکا تھا۔ میرا دل بہلانے کے لئے ریڈیو کھول دیا گیا تھا کوئی گا رہا تھا ؎

لوٹ رہا ہے کوئی شاید۔ لوٹ رہا ہے کوئی

ڈاکو بھی ہے بھولا بھالا توڑا جس نے من کا تالا
جاگ رہی ہوں میں دنیا میں جو اب تک تھی سوئی
لوٹ رہا ہے کوئی...

میرے دل میں ایک ہلکی سی کسک اُبھری۔ زندگی میں پہلی بار میں نے اپنے دل میں ایک میٹھی سی تکلیف محسوس کی۔ ایسا معلوم ہوا گویا آسمان سے ستاروں کی طرح چمکتی ہوئی ڈاکٹر کی دو آنکھیں مجھے لوٹ رہی ہیں۔ اُن کے چہرے کے گلابی پن اور لبریز معصومیت نظروں کا خیال کرکے میرا دل دھڑکنے لگا۔ مگر پھر خیال آیا "بدتمیز ہے اُن کالج کے لڑکوں کی طرح"

"کیسی طبیعت ہے" دوسرے دن صبح کو آکر اُنھوں نے پوچھا

"اچھی ہوں"

میں نے نبض دکھانے کے لئے کلائی اُن کی طرف آگے بڑھا دی کمزور ہو جانے کی وجہ سے سونے کی چوڑی نیچے کو ڈھلک پڑی اس پر وہ کچھ مسکرائے اور اُسے اوپر کی طرف چڑھا کر غور سے اُسی کو دیکھنے لگے۔ میں نے دیکھا بیماری سے میرا رنگ اور بھی نکھر گیا ہے۔ اور میری باہنہ کا رنگ سونے کی طرح سنہری نکل آیا ہے۔ اُنھوں نے آہستہ سے میری باہنہ چھوڑ دی اور میری طرف دیکھا۔ چار آنکھیں ٹکرائیں اور پھر فوراً نیچے جھک گئیں کہ کہیں کوئی دیکھ نہ لے میرا دل دھک دھک کرنے لگا۔ انھوں نے کہا "آج کل کی بہ نسبت آرام ہے۔ کل تک بالکل ٹھیک ہو جاؤ گی"

جب وہ چلے گئے تو مجھے اُن کی اُن بھوکی نظروں کا پھر خیال آیا جن سے وہ مجھے گھور رہے تھے۔ میں نے اپنے دل میں حیرت کے ساتھ سوچا "کیا سب ہی نوجوان بدتمیز ہوا کرتے ہیں !!!"

ایک دن صبح اباجان دورے پر تھے۔ بھائی اپنی سسرال گئے ہوئے تھے۔ اماں جان برآمدے میں نماز وغیرہ میں مصروف تھیں سورج ابھی طلوع نہیں ہوا تھا۔ میں برآمدے میں چارپائی پر لیٹی تھی سامنے کی دیوار پہ ایک پھولدار بیل کلیوں کے بوجھ سے جھکی پڑی تھی۔ بادِ سحر کا ایک جھونکا آتا اور کلیوں سے چھیڑ کرتا ہوا گزر جاتا کلیاں اس چھیڑ سے کچھ لہرا کر کچھ جھنجلا کر کھل جاتیں۔ اُسی وقت کہیں سے ایک بھونرا آنکلا اور بیتابی کے ساتھ کلیوں کو چومنے لگا۔

میں چارپائی پر مدہوش سی پڑی اِس نظارے کو دیکھ رہی تھی میرے جسم پر دوپٹہ نہیں تھا۔ صرف ایک ہلکی سی قمیص اور پائجامہ تھا۔

"کیا دیکھا جا رہا ہے اتنی محویت سے؟"

میں چونک پڑی اور فوراً اٹھ کر بیٹھ گئی۔ ڈاکٹر سامنے کھڑے تھے بے ساختہ منہ سے دفعتاً نکلا "آپ"

پھر مجھے اپنی حالت کا خیال آیا۔ مہین قمیص میں سے میرا سارا جسم نظر آرہا تھا۔ میں نے جلدی سے دوپٹہ لپیٹا اور اپنا تمتمایا ہوا منہ بھی دوپٹے کے ایک پلو میں ڈھانپ لیا۔

"کیا ڈر گئیں؟" اُنھوں نے بڑے ہی رسیلے لہجے میں کہا "میں چہل قدمی کرنے آیا تھا میں نے سوچا چلو اپنی مریضہ کو بھی دیکھ لوں"

مجھے ایسا محسوس ہوا گویا پھولوں کی مہک پہلے سے اور بھی زیادہ تیز ہوگئی ہے۔ اور بھونرا کلیوں اور پھولوں سے اور بھی زیادہ بیقراری کے ساتھ چمٹ چمٹ کر رس چوس رہا ہے۔ میرا دل زور زور سے دھڑکنے لگا۔

ڈاکٹر نے ایک خوبصورت سا پھول توڑا۔ پھر اُدھر اُدھر دیکھ کر کہا "دیکھو یہ پھول کتنا پیارا پیارا ہے۔ بالکل تمہارے دل کی طرح نازک اور تمہارے گالوں کی طرح گلابی۔ دل چاہتا ہے کہ اسے تمہارے بالوں میں لگا دوں"

"تو روکتا کون ہے؟" میرے منہ سے بے اختیار نکل گیا۔

"اوہ! تمہارے بال کتنے لمبے اور خوبصورت ہیں۔ اس پھول کی طرح ملائم اور پیارے پیارے" انھوں نے پھول کو میرے بالوں میں لگاتے ہوئے کہا۔

"شکریہ" میں ہنس کر بولی "آپ کرسی پر تشریف رکھیے"

وہ بیٹھ گئے۔ پھر آہستہ سے پوچھا "اماں جان کہاں ہیں؟"

"نماز پڑھ رہی ہیں شاید"

اُنھوں نے اپنی نگاہیں میرے چہرے پر جما دیں اور کہا "ا۔ تم صحتیاب ہو رہی ہو یاسمین مجھے اس کی بڑی خوشی ہے۔ مگر میں خود مریض بن گیا ہوں طبیعت خراب رہنے لگی ہے۔ کسی کام میں جی نہیں لگتا۔ رات رات بھر نیند نہیں آتی۔ میں خود حیران ہوں کہ مجھے کیا ہو گیا ہے"

"اس صد رہنا حال کا سبب" میں نے پوچھا

وہ بولے "یہ سوال تم خود اپنے سے کرو۔ تم نے میرا دل لوٹ لیا میری تسکین لوٹ لی۔"

لاشعوری طور پر میں نے اپنے دل میں کہا۔ حضرت پر عشق بازی سوار ہے یعنی وہی کالج کے لڑکوں جیسی بدتمیزی۔

میں ابھی یہی سوچ ہی رہی تھی کہ انھوں نے آگے بڑھ کے پاگلوں کی طرح میرا ہاتھ پکڑ لیا اور اسے اپنے ہونٹوں کی طرف لیجانے لگے۔ میں نے ایک جھٹکے کے ساتھ اپنا ہاتھ چھڑا لیا۔ اور کہا "بدتمیز" ڈاکٹر کے قدم فوراً پیچھے ہٹ گئے۔ بولے "تو گویا تم مجھ سے محبت نہیں کرتیں۔ معاف کر دینا۔ غلطی ہو گئی۔ میں جا رہا ہوں شاید اب کبھی ملنا نہ ہو۔"

ڈگمگاتے ہوئے قدموں سے وہ پھاٹک کی طرف چلے۔ میرے دل پر ایک گھونسہ سا لگا۔ یہ میں نے کیا کر دیا۔ میری آنکھوں سے آنسو گرنے لگے۔ اتنے میں اماں جان نے پاس والے کمرے کا پردہ اٹھاتے ہوئے انہیں پکارا "بیٹا رشید! میرے پاس آؤ۔"

وہ الٹے قدموں واپس آئے۔ اماں جان نے کہا۔ ہم نے تمہارے والدین کو رشتہ کے بارے میں لکھ دیا تھا۔ اُن کا جواب آیا ہے کہ وہ اس رشتے سے بہت خوش ہیں۔ خدا نے مراد پوری کر دی۔ چلو بڑے ہال میں بیٹھو۔ کچھ کھا پی کے جانا۔"

میں نے چور نظروں سے ڈاکٹر کی طرف دیکھا۔ اُن کی آنکھیں خوشی سے چمک رہی تھیں۔ مگر میں اب بھی ڈر رہی ہوں کہ وہ کہیں کالج کے لڑکوں کی طرح بدتمیز نہ ثابت ہوں۔

ہلاکو کی بیٹی

(باقی مضمون [illegible] سے)

یاسمین بڑی منت سماجت کے بعد ہلاکو کو محل کے دوسرے گوشہ میں بھیجنے میں کامیاب ہوئی کیونکہ وہ اس بات پر بضد تھا کہ وہ خود حملہ آوروں کا مقابلہ کرے گا۔

رات کے دو بجے یکایک ہلاکو کی مسہری پر سونے والے غلام پر حملہ ہو گیا کئی تلواریں ایک ساتھ فضا میں چمکیں اور غلام کے ٹکڑے کر دئے گئے۔ اس کے ساتھ ہی فوراً مشعلیں روشن ہو گئیں۔ یاسمین کی کوشش یہ تھی کہ حملہ آوروں کو زندہ گرفتار کرے۔ لیکن وہ چار آدمیوں میں سے صرف ایک کو زندہ گرفتار کرنے میں کامیاب ہوئی۔ باقی تین محافظوں کی تلوار کے نشانہ ہو گئے۔ چاروں حملہ آور شاہی محل کے خواجہ سرا تھے جو کو گرفتار شدہ خواجہ سرا کو جب ہلاکو کے سامنے پیش کیا گیا تو اُس نے پوری سازش کا انکشاف کر دیا۔ انکشاف کے مطابق ہلاکو خاں کو یہ پتہ چلا کہ یہ سب کچھ اُس کے بیٹے قوبلا خاں کی کارروائی ہے تو اُس نے قوبلا کو اسی وقت گرفتار کر کے قید میں ڈال دیا۔

اس واقعہ کے کچھ ہی دن بعد ہلاکو سخت بیمار ہو گیا اور ایسا بیمار ہوا کہ وہ اس بیماری سے جانبر نہ ہو سکا۔ ہلاکو کے بعد قوبلا خاں بادشاہ بن گیا۔ ہلاکو خاں کی لاش اُس زمانہ کے تاتاری دستور کے مطابق سوا مہینہ تک ایوانِ شاہی میں رکھی رہی جہاں ہر شخص جا کر اُس کی زیارت کرتا تھا۔ سوا مہینے کے بعد لاش کو نہایت قیمتی لباس اور جواہرات سے آراستہ کیا گیا اور اُس کے ساتھ ہی سات بے حد حسین دوشیزہ لڑکیوں کو نہایت ہی اعلیٰ لباس پہنایا گیا۔ اور اُن ساتوں لڑکیوں کو ہلاکو خاں کی لاش کے ساتھ زندہ ایک بہت بڑی قبر میں دفن کر دیا گیا تاکہ یہ لڑکیاں قبر میں ہلاکو کا دل بہلاتی رہیں۔

قوبلا خاں نے باپ کے دفن کے بعد پہلا کام یہ کیا کہ اُس نے یاسمین کو اپنے سامنے طلب کیا۔ یاسمین ہلاکو کی موت کے غم میں آدھی رہ گئی تھی۔ وہ قوبلا خاں کے سامنے گردن جھکا کر کھڑی ہو گئی۔ اُسے یقین تھا کہ قوبلا خاں اُس کی موت کا حکم دئے بغیر نہیں رہے گا۔

مگر یاسمین یہ دیکھ کر حیران رہ گئی کہ اُس نے سزائے موت کا حکم سنانے کے بجائے اُس سے پھر ایک بار شادی کی خواہش ظاہر کی۔ یاسمین نے جب حسبِ معمول انکار کیا تو قوبلا خاں کے صبر کا پیمانہ لبریز ہو گیا۔ اور اُس نے فوراً حکم دیا کہ شادی کا انتظام کیا جائے۔

قوبلا خاں کے حکم کے ٹالنے کی جراُت کسی میں نہ تھی۔ یاسمین اگر بخوشی شادی کے لئے تیار نہ ہوئی تو اُسے بالجبر قوبلا خاں کی آغوش کی زینت بنائے جانے سے کون روک سکتا تھا۔ یاسمین کو فوراً دلہن کی طرح سجایا اور بنایا گیا اور تاتاری دستور کے مطابق ایک گھنٹہ کے بعد قوبلا خاں کی یاسمین کے ساتھ شادی ہو گئی۔ اور اسی رات کو اُسے حجلۂ عروسی میں پہنچا دیا گیا۔

قوبلا خاں کو بڑے سے بڑے ملک کی فتح سے بھی شاید اتنی خوشی

نہ ہوئی ہوگی جتنی کہ اُسے یاسمین پر قابو پانے کے بعد ہوئی تھی۔

وہ اپنے دیرینہ ارمانوں کی تکمیل کے لئے جب حجلۂ عروسی میں داخل ہوا اور یاسمین کے قریب پہنچا تو اُس کے منہ سے بے اختیار ایک دردناک چیخ نکل گئی یاسمین نے اپنے سینہ میں خنجر پیوست کرلیا تھا اور وہ مر چکی تھی۔ فوبلافال سمجھتا تھا کہ وہ طاقت کے ذریعہ یاسمین کو اپنے پہلو کی زینت بنائے گا۔ لیکن یاسمین اب اُس کی دسترس سے باہر تھی۔ وہ ایک ایسی دنیا میں پہنچ چکی تھی۔ جہاں بڑے سے بڑے بادشاہ کی بھی رسائی نہیں ہو سکتی۔

قرآن پاک کے تیسوں پاروں کے جملہ مضامین آپ کی مادری زبان اردو میں

اُردو زبان میں قرآن مجید

کلام پاک کے تمام مضامین اور احکامات ابجد وار سلیس اردو میں شائع کردیے گئے ہیں

یہ اردو زبان کا قرآن مجید ہی ہے اور قرآن مجید کے جملہ مضامین کی ڈکشنری بھی۔ اس عجیب و غریب تالیف کے بعد قرآن مجید کی ورق گردانی کی ضرورت باقی نہیں رہتی۔ سرا اردو داں ایک نظر میں پورے قرآن مجید کے جملہ مضامین پر عبور حاصل کرسکتا ہے اور ہر شخص بڑی آسانی کے ساتھ جس مسئلہ اور جس موضوع کے بارے میں قرآن مجید کا ناطق فیصلہ معلوم کرنا چاہے۔ وہ ایک منٹ میں معلوم کرسکتا ہے۔ اس بے نظیر تالیف نے قرآن مجید کی تعلیم کو آئینہ کی طرح پیش کردیا ہے۔ یہ تالیف حال ہی میں ڈکشنری مضامین القرآن کے نام سے شائع کی گئی ہے۔

ڈکشنری مضامین القرآن

(مرتبہ مفتی شوکت علی فہمی)

فی الحقیقت کتاب نہیں ہے بلکہ ایک مجموعہ ہے جس میں قرآن پاک کے تیسوں پاروں کے جملہ مضامین اور مکمل احکامات اس طرح الف بے ابجد وار درج کیے گئے ہیں کہ ہر شخص قرآن پاک کی تعلیمات سے علماء کی طرح پورا پورا استفادہ کرسکتا ہے اس لاجواب تالیف نے بڑی بڑی تفسیروں اور نہ سمجھ میں آنے والے قرآن مجید کے ترجموں سے مسلمانوں کو بے نیاز کردیا ہے

اس میں قرآن مجید کے جملہ مضامین ذیل کی ترتیب کے ساتھ درج ہیں

(الف) کے تحت قرآن مجید کے وہ تمام مضامین وارشادات درج ہیں جو الف سے شروع ہوتے ہیں۔ مثلاً اللہ۔ ایمان، ایثار، انسان، ابراہیم، اسمٰعیل، اسحاق وغیرہ۔
(ب) کے تحت قرآن مجید کے وہ تمام مضامین وارشادات ہیں جو (ب) سے شروع ہوتے ہیں۔ مثلاً بادشاہی، برق، باطل، بنی اسرائیل وغیرہ
یعنی الف بے اور ت سے لیکری تک قرآن مجید کے تمام مضامین وارشادات ابجد وار اردو میں درج کیے گئے ہیں، اور قرآن مجید کے ہر مضمون کے بعد پارہ رکوع اور آیت کا حوالہ بھی دیا گیا ہے۔ حقیقت یہ ہے کہ اردو زبان میں قرآن مجید کے سلسلہ میں یہ ایک ایسی مکمل اور مستند تالیف ہے جو اردو زبان میں کیا گذشتہ چودہ سو برس میں کسی زبان میں شائع نہیں ہوئی۔ قیمت مجلد مع خوشنما ڈسٹ کور صرف آٹھ روپے۔

اولیاء اللہ کی گذشتہ سات سو سالہ تبلیغی جدوجہد کی مکمل تاریخ

ہند اور پاکستان کے اولیاء

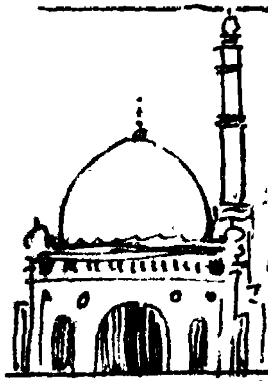
(از شوکت علی فہمی)

اولیائے کرام نے سرزمین ہند میں اسلام کیونکر پھیلایا، کروڑوں ہندوستانی عوام کس طرح حلقہ بگوش اسلام ہوئے، ان مقدس بزرگوں نے تبلیغ اسلام کی خاطر بڑے بڑے حکمرانوں سے کس طرح ٹکر لی اور سخت سے سخت خطرات کا مقابلہ کرنے کے بعد اسلام کی روشنی ہندوستان کے کونے کونے میں کس طرح پھیلائی، اس کے علاوہ ان مقدس ہستیوں نے بلا لحاظ مذہب و ملت ہندوستان کی جملہ اقوام کو کیسی مزاج صلح کلی سے فیض پہنچایا۔ اس کی ولولہ انگیز تفصیل اس کتاب میں درج ہے

یہ اولیائے کرام کی کرامتوں ملفوظات اور حیرت انگیز واقعات کا نادر مجموعہ ہے

اس میں اولیائے کرام کی کرامتیں اور ایسے حیرت انگیز واقعات درج ہیں کہ ان کے مطالعہ کے بعد عقل انسانی حیران رہ جاتی ہے۔ اس پاکیزہ تالیف میں خواجہ عثمان ہارونی حضرت خواجہ معین الدین چشتی اجمیری رح حضرت داتا گنج بخش لاہوری رح حضرت قطب الدین بختیار کاکی رح حضرت شیخ بہاؤ الدین زکریا ملتانی رح حضرت بابا فرید گنج شکر رح حضرت مخدوم صابر کلیری رح حضرت نظام الدین اولیا محبوب الٰہی حضرت شیخ نصیر الدین روشن چراغ دہلوی رح حضرت شیخ شرف الدین قلندر پانی پتی رح حضرت امیر خسرو دہلوی رح حضرت خواجہ باقی باللہ رح حضرت امام ربانی مجدد الف ثانی رح حضرت شیخ کلیم اللہ شاہجہاں آبادی رح حضرت شہباز محمد بھاگلپوری رح حضرت خواجہ محمد سلیمان تونسوی رح حضرت مولانا سید وارث علی شاہ اور دوسرے مقتدر اولیائے کرام کے حالات بڑی تفصیل کے ساتھ درج ہیں۔ یہ ایک ایسی کتاب ہے جس کا ہر گھر میں رہنا ضروری ہے۔ یہ امر واقعہ ہے کہ ایسا مکمل تذکرہ اردو زبان میں اس وقت تک ناپید تھا۔ مجلد مع خوشنما ڈسٹ کور قیمت سات روپے پچاس پیسے

دین دنیا پبلشنگ کمپنی ——— جامع مسجد دہلی ۶



دنیائے اسلام پر ایک نظر

فلسطین کی آزاد حکومت قائم ہو کر رہیگی

صدر افغانستان کا اقدام خودکشی - افغانستان میں عام بغاوت

(ہمارے سیاسی مبصر کے قلم سے)

فلسطین کی آزاد حکومت قائم ہو کر رہیگی

فلسطین کی تنظیم آزادی کے رہنما یاسر عرفات نے بیروت میں فلسطین ادیبوں اور صحافیوں کی ایک کانفرنس کا افتتاح کرتے ہوئے کہا ہے ۔

"اگر اسرائیل نے آج فلسطین پر غاصبانہ قبضہ جما رکھا ہے تو اس کا یہ مطلب نہیں ہے کہ فلسطین ہمیشہ ہی غلام رہے گا ۔ تاریخ ہمیں بتاتی ہے کہ اس سے قبل بھی ۹۲ سال تک مشرکوں کا فلسطین پر غاصبانہ قبضہ رہ چکا ہے مگر آخر ایک دن اُسے آزادی حاصل ہوئی ۔ اور آج بھی ہم اس بات پر یقین رکھتے ہیں کہ فلسطین آزاد ہوگا ۔ اور فلسطینیوں کی آزاد حکومت جلد ہی قائم ہو کر رہے گی ۔"

یاسر عرفات نے اپنی تقریر کو جاری رکھتے ہوئے کہا کہ "فلسطینیوں کے مستقبل کا فیصلہ کانفرنسوں سے نہیں بلکہ بندوق کی نال سے ہوگا ۔ سب کو معلوم ہے کہ کیمپ ڈیوڈ کا معاہدہ تعطل کا شکار ہو چکا ہے اور اب وہ وقت دور نہیں ہے جبکہ فلسطینیوں سے ہمدردی رکھنے والے سب ہی عرب ممالک اسرائیل کے خلاف صف آرا ہونے پر مجبور ہو جائیں گے ۔ یہ بات بھی فراموش نہیں کرنی چاہئے کہ رائے عامہ اس وقت امریکہ اور اسرائیل کے خلاف ہے ۔ کیونکہ دنیا کا کوئی ملک بھی غاصبانہ قبضوں کی حمایت نہیں کر سکتا ۔ بیت المقدس اور فلسطین پر ہمارا حق ہے اُسے تسلیم کرنا پڑے گا ۔ اور ہمارے اِس حق کو ہم سے کوئی نہیں چھین سکتے ۔"

یاسر عرفات کا فرمانا بجا اور درست لیکن ایسی حالت میں جبکہ مصر جیسے عرب ممالک عربوں کے ساتھ غداری کے لئے آمادہ ہو جائیں اور عربوں کے متحدہ محاذ میں شگاف پڑ جائے تو ہم نہیں سمجھ سکتے کہ طاقت کے بل پر فلسطینیوں کے مطالبات کس حد تک پورے ہو سکتے ہیں ۔ بہرحال ہماری دعا ہے کہ خدا فلسطینیوں کو کامیابی عطا فرمائے اور مسلمانوں کا قبلۂ اول انہیں واپس مل جائے

صدر افغانستان کا اقدام خودکشی

ریڈیو پاکستان نے افغانستان سے آنے والی خبروں کا حوالہ دیتے ہوئے بتایا ہے کہ افغانستان کے موجودہ روس نواز صدر ببرک کارمل نے پچھلے دنوں خودکشی کی کوشش کی تھی ۔ لیکن محافظوں نے انہیں ایسا کرنے سے روک دیا ۔ ریڈیو نے یہ بھی بتایا ہے کہ کارمل اِس وقت روسی مشیروں کے عملاً قیدی ہیں ۔ اُن کا باورچی ڈرائیور اور سب ہی ذاتی خادم روسی ہیں ۔

لندن کے مشہور ہفتہ وار اخبار "اکانومسٹ" نے یہ انکشاف کیا ہے کہ روسی زعما کارمل سے خوش نہیں ہیں ۔ اور اب افغانستان میں ببرک کارمل کی جگہ محمد اسلم وطن یار کو صدر بنانے کی تیاریاں شروع ہو گئی ہیں ۔ اسی اخبار نے انکشاف کیا ہے کہ "وزیر مواصلات لفٹنٹ کرنل محمد اسلم وطن یار جو وزیر داخلہ سید محمد گلاب زئی کے قریبی ساتھی ہیں چند روز پیشتر نہایت ہی پر اسرار طور پر اچانک ماسکو گئے تھے ۔ اُن کے متعلق یہ کہا جا رہا ہے کہ انہیں ببرک کارمل کی جگہ سنبھالنے کے لئے تیار کیا جا رہا ہے جہاں تک ببرک کارمل کا تعلق ہے وہ قطعی بے اثر ہو چکے ہیں ۔

یہ بات یاد رہے کہ اس سے قبل افغانستان کے سب ہی روس نواز صدر قتل ہوتے رہے ہیں ۔ ۱۹۷۸ء میں داؤد خاں کے سارے خاندان

کو موت کے گھاٹ اتار دیا گیا تھا ـ نور محمد ترہ کئی کا بھی یہی حشر ہوا اور بابرک کارمل سے پہلے کے صدر حفیظ اللہ امین اور اُن کے سارے خاندان کا صفایا کیا جا چکا ہے ـ اور شاید یہی حشر بابرک کارمل کا بھی ہونے والا ہے ـ اسی لئے انھوں نے خودکشی کی کوشش کی تھی ـ اور یہ بات اب تقریباً یقینی ہے کہ بابرک کارمل کا اقتدار ختم ہونے والا ہے اور نہ جانے اِس روس نواز صدر کا بھی کیا حشر ہو کر رہے گا ـ غالباً وہی جو ملک کے غداروں کا ہوا کرتا ہے ـ

افغانستان میں عام بغاوت

افغانستان روس کے لئے سانپ کی منہ کی چھچھوندر بن گیا ہے ـ نہ وہ افغانستان کو ہضم ہی کر سکتا ہے اور نہ چھوڑ ہی سکتا ہے ـ پورے افغانستان کے باشندے بپھرے ہوئے ہیں ـ ملک میں عام بغاوت کی سی کیفیت پیدا ہو چکی ہے ـ اے ـ ایف ـ پی ـ کی رپورٹ کے مطابق ۸ جون کو افغانستان کے مجاہدین آزادی نے دو روسی جنگی طیاروں کو مار گرایا ہے ـ اسلام آباد سے مغربی سفارت خانوں کی اطلاع کے مطابق مجاہدین کی سرگرمیاں بہت زیادہ بڑھ گئی ہیں جس کی بنا پر روسی فوجوں نے چاروں طرف سے کابل کا محاصرہ کر لیا ہے ـ چنانچہ کابل کے گردونواح سے برابر توپوں اور مشین گنوں کی فائرنگ کی آوازیں آتی رہتی ہیں ـ

مسلم مجاہدین کے ذرائع کا کہنا ہے کہ کابل میں عام بغاوت شروع ہو چکی ہے ـ طلبا بغاوت میں پیش پیش ہیں اور حکومت کے حامی بہت تھوڑے رہ گئے ہیں ـ خود بابرک کارمل کی حکومت ٹوٹ کر رہ گئی ہے ـ حکومت کے حامی گروپ میں بھی ٹکراؤ شروع ہو گیا ہے ـ چنانچہ خود صدر بابرک کارمل نے اعتراف کیا ہے کہ مجھے نظر انداز کیا جا رہا ہے ـ اور میں افسردگی اور بد دلی کا مجموعہ بن کر رہ گیا ہوں ـ

اُدھر سرکاری اور روسی فوجوں کو زبردست نقصانات اٹھانے پڑ رہے ہیں ـ چنانچہ اُن کی بہترین ۱۷ ویں آرمرڈ ڈویژن میں کہ ۵۰ ٹینک تھے اُن میں سے ۳۰ ٹینک مجاہدین نے ہرات میں تباہ کر دیئے ہیں اور ۵۰ ہرات میں تباہ ہو گئے ہیں ـ درہ سالنگ میں ۴۲ مسلح گاڑیاں ٹوٹی ہوئی دیکھی گئی ہیں اور مجاہدین کی سرگرمیاں سب ہی علاقوں میں بڑھ رہی ہیں ـ پشاور کی ایک تازہ اطلاع کے مطابق پکتیا میں مجاہدین آزادی اور روسی فوجوں کے درمیان فیصلہ کن جنگ جاری ہے ـ وادی سلطانی میں مجاہدین نے چار سو فوجی گاڑیاں بمعہ روسی فوجی ڈویژن کو گھیرے میں لے لیا ہے ـ اور کئی فوجی چھاؤنیاں مجاہدین کے محاصرہ میں ہیں ـ

روسی زعما یہ سمجھتے تھے کہ جس طرح انھوں نے روسی ترکستان کے مسلمانوں کو دبا لیا تھا اُسی طرح وہ افغانستان میں بھی کامیاب ہو جائیں گے ـ مگر افغانستان میں انہیں بڑا ہی تلخ تجربہ ہو رہا ہے

سادات پھر اسرائیل سے راضی

پچھلے دنوں معلوم ہوا تھا کہ مصر کے صدر انور سادات اسرائیل سے خفا ہیں اور اُن کی خفگی کا باعث یہ تھا کہ اسرائیل نے اول تو فلسطینیوں کی خود مختاری کے سلسلہ میں سرد مہری کا اظہار کیا تھا ـ دوسرے بیت المقدس کو اسرائیل کا دارالسلطنت بنانے کے لئے ایک بل کا مسودہ وزیر اعظم اسرائیل نے پارلیمنٹ میں پیش کر دیا تھا ـ ان دونوں باتوں پر صدر سادات بے حد خفا تھے اور انھوں نے اعلان کر دیا تھا کہ اب فلسطینیوں کی آزادی کے سلسلہ میں اسرائیل سے گفتگو جاری نہیں رکھ سکیں گے ـ

لیکن اب اچانک پھر انور سادات کی ساری خفگی دور ہو گئی ہے اور وہ دوبارہ فلسطینیوں کی خود مختاری کے سلسلہ میں اسرائیل کے ساتھ گفتگو جاری رکھنے کے لئے پھر آمادہ ہو گئے ہیں ـ حالانکہ نہ فلسطینیوں کے سلسلہ میں وزیر اعظم اسرائیل کی سرد مہری میں کمی ہوئی ہے اور نہ بیت المقدس کو اسرائیل کا دارالسلطنت بنانے کا بل ہی اسرائیل نے واپس لیا ہے ـ مگر اس کے باوجود بھی صدر سادات کی خفگی دور ہو گئی ہے ـ

اصل بات یہ ہے کہ صدر انور سادات نے فلسطینیوں کی خود مختاری کی گفتگو کا جو ڈھونگ رچا رکھا ہے وہ سب دکھاوٹی ہے اور ان کا غصہ بھی عارضی اور دنیا کو فریب دینے کے لئے تھا ـ ورنہ اگر انہیں بیت المقدس یا فلسطینیوں سے کوئی دلچسپی ہوتی تو وہ اُس اسرائیل

سے پینگیں کیوں بڑھاتے جو نہ صرف فلسطینیوں اور بیت المقدس کا سب سے بڑا دشمن ہے بلکہ پوری دنیائے عرب کا سب سے بڑا حریف ہے ہماری دعا ہے کہ خدا انور سادات کو عقل دے اور وہ دوست دشمن میں تمیز کر سکیں

اریٹیریا کے مسلم مجاہدین

اریٹیریا حبش کے شمال میں وہ اہم علاقہ ہے جہاں مسلمانوں کی بہت بڑی اکثریت آباد ہے۔ یہ علاقہ پچاس ہزار مربع میل میں پھیلا ہوا ہے۔ گیارہ لاکھ کی آبادی میں مسلمانوں کا اوسط آبادی پچاس فیصد ہے۔ اور مسلمان تقریباً بیس سال سے اریٹیریا کی آزادی کے لئے جنگ کر رہے ہیں۔ اور اُن کی حوصلہ مندی کا اندازہ اس سے ہو سکتا ہے کہ محدود ذرائع کے باوجود انھوں نے اریٹیریا کا نوے فیصد علاقہ حبش کی حکومت کے قبضہ سے نکال کر آزاد کرا لیا ہے۔ اور باقی علاقہ کی تسخیر کے لئے برابر قربانیاں دئے جا رہے ہیں۔

۱۹۴۱ء سے ۱۹۵۰ء تک اریٹیریا میں برطانوی فوجی نظم و نسق کا عمل دخل رہا۔ لیکن ۱۹۵۲ء میں اقوام متحدہ نے فیصلہ دیا کہ اریٹیریا کو حکومت حبش کے زیر قیادت ایک خود مختار وحدت قرار دے دیا جائے۔ اس غیر اطمینان بخش فیصلہ کا نتیجہ یہ نکلا کہ رفتہ رفتہ اریٹیریا حبش میں جذب ہونے لگا۔ اور اس عمل کے خلاف اریٹیریا کے محبان وطن کی بے چینیاں بڑھنے لگیں اور جب شہنشاہ ہیل سلاسی کے نادری حکم نے ۱۹۶۲ء میں اریٹیریا کو حبش کا ایک صوبہ قرار دے دیا تو اریٹیریا کے مجاہدین آزادی کھل کر میدان میں آ گئے اور برابر گذشتہ اٹھارہ سال سے اریٹیریا کی آزادی کے لئے جنگ کر رہے ہیں۔

یوں تو پورا حبش ہی مسلم علاقہ ہے کیونکہ وہاں مسلمان اکثریت میں ہیں۔ اور اسی لئے آج تک حبش میں مردم شماری نہیں کرائی گئی ہے۔ لیکن جہاں تک اریٹیریا کا تعلق ہے اُس میں تو مسلمانوں کی اکثریت مسلمہ ہے۔ اور مسلمان یہ طے کئے ہوئے ہیں کہ وہ اس اسلامی علاقہ کو حبش کی فوجی حکومت کے حلق سے نکال کر رہیں گے۔

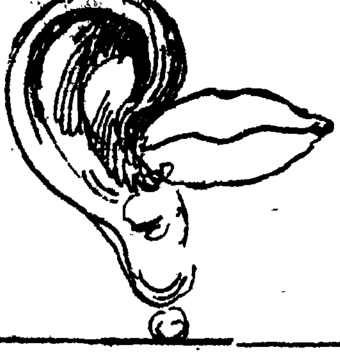
اریٹیریا کے مجاہدین کو کچلنے کے لئے اگرچہ سامراجی طاقتیں حبش کا ساتھ دے رہی ہیں لیکن امید یہ ہے کہ جلد ہی اریٹیریا آزاد ہو جائے گا۔ کیونکہ مسلمان نوے فیصد علاقہ پر اب تک قبضہ جما چکے ہیں دنیا بھر کے مسلمانوں کا فرض ہے کہ وہ اریٹیریا کے مجاہدین آزادی کی کامیابی کے لئے دعا کریں۔

مصر اور لیبیا میں جنگ کا امکان

مصر اور لیبیا میں یوں تو مدت سے کشیدگی چلی آ رہی ہے۔ لیکن اب یہ کشیدگی اس حد تک بڑھ چکی ہے کہ کسی وقت بھی ان دونوں ملکوں میں جنگ چھڑ سکتی ہے۔ اور نوبت یہاں تک پہنچ گئی ہے کہ حکومت مصر نے لیبیا اور مصر کی ریگستانی سرحد پر ہنگامی حالات کا اعلان کر دیا ہے۔

مصر کے وزیر اطلاعات مسٹر منصور حسن نے ایک پریس کانفرنس کو بتایا ہے کہ یہ اقدام لیبیا کے رہنما معمر قذافی کی دھمکیوں کی بنا پر کیا گیا ہے۔ کرنل قذافی مصر کے صدر سادات کو عالم عرب کا غدار سمجھتے ہیں۔ کیونکہ انھوں نے عرب مفاد کے خلاف اسرائیل کے ساتھ صلح کا معاہدہ کر لیا ہے۔ نیز کرنل قذافی نے یہ بھی کہا ہے کہ اگر مصر کی فوج صدر سادات کی حکومت کا تختہ الٹنے کی کوشش کرے گی تو وہ اس کی ہر قسم کی امداد کریں گے۔ اس کے علاوہ کرنل قذافی نے اپنی فوجوں کو بھی کہا ہے کہ وہ اپنی توپوں کا رخ مصر کی طرف کر دیں اس لئے یہ ضروری ہے کہ مصری فوج سرحد پر چوکنی اور ہوشیار رہے۔

مصر اور لیبیا میں ۱۹۷۳ء سے تعلقات خراب چلے آ رہے ہیں۔ اور ۱۹۷۷ء میں ان دونوں ملکوں میں ایک مختصر سی جنگ بھی ہو چکی ہے۔ یہ جنگ زمین اور فضا دونوں میں ہوئی تھی۔ لیکن سب سے بڑھ کر یہ بات ہے کہ معمر قذافی مصر اور اسرائیل کے تازہ روابط پر افروختہ ہیں۔ اور ان کا خیال ہے کہ صدر سادات کی حکومت پوری دنیائے عرب کے لئے خطرہ بن گئی ہے۔ اور اسے جس قدر بھی نقصان پہنچایا جائے گا وہ عربوں کے مفاد میں ہوگا۔ لیکن پھر بھی یہ بات قابل افسوس ہے کہ دو عرب ممالک میں کشیدگی بڑھ رہی ہے۔ جس سے عربوں کے دشمنوں ہی کو فائدہ پہنچ سکتا ہے۔



دلچسپ معلومات

عجیب و غریب اور حیرت انگیز انکشافات

(از ادارہ دین دنیا)

یورپ میں شوہروں کا قحط

دوسری جنگ عظیم کے بعد سے یورپ کے اکثر ممالک میں مردوں کی تعداد عورتوں کے مقابلہ میں کم ہو گئی تھی جس میں کہ ابھی تک کوئی خاص اضافہ نہیں ہوا۔ جس کا نتیجہ یہ ہے کہ کئی یوروپین ممالک کی کنواری لڑکیوں کے لئے شوہر نابید ہو گئے ہیں۔ چنانچہ اس وقت اٹلی میں ایسی لاکھوں لڑکیاں موجود ہیں جو انتہائی کوشش کے باوجود شوہر حاصل کرنے میں ناکام رہی ہیں۔

اٹلی کی لڑکیوں کے لئے ایک یہ بھی دشواری پیدا ہو گئی ہے کہ وہاں کے مرد عام طور پر اس خیال میں مبتلا ہیں کہ اطالوی عورتوں کے مقابلہ میں انگریز عورتیں زیادہ وفادار اور خدمت گذار ثابت ہوتی ہیں۔ لہٰذا وہ کثرت سے انگریز عورتوں سے شادی کر لیتے ہیں۔ اس طرح اٹلی کی لڑکیوں کے لئے اور بھی دشواری پیدا ہو گئی ہے۔ یورپ میں مردوں کی کمی صرف اٹلی ہی میں نہیں ہے۔ بلکہ انگلستان فرانس، جرمنی اور دوسرے یوروپین ملکوں میں بھی مردوں کی کمی ہے اس لئے اب یہ سوچا جانے لگا ہے کہ کیوں نہ مردوں کو ایک سے زیادہ عورتوں سے شادی کرنے کی اجازت دیدی جائے تاکہ غیر شادی شدہ لڑکیوں کو آسانی سے شوہر مل سکیں۔

مادر زاد برہنہ عورتوں کا جلوس

پچھلے دنوں میڈرڈ (اسپین) میں بالکل مادر زاد برہنہ عورتوں کا جلوس نکالا گیا تھا جس میں کہ برہنہ عورتیں نعرہ لگا رہی تھیں کہ "عریانی ہمارا پیدائشی حق ہے یہ حق ہمیں دیا جائے" اور یہ مطالبہ صرف اسپین ہی تک محدود نہیں ہے بلکہ یورپ کے اکثر و بیشتر بڑے شہروں میں عورتیں جلوس نکال کر عریانی کے "حق" کا مطالبہ کر رہی ہیں یورپ و امریکہ میں اس وقت ننگوں کی سینکڑوں انجمنیں ہیں جن کا نظریہ یہ ہے کہ "عریانی انسان کا پیدائشی حق ہے۔ عریانی سے صحت انسانی پر اچھا اثر پڑتا ہے۔ اس لئے عریانی پر کسی قسم کی پابندی لگانا انسانی حقوق کے سراسر خلاف ہے" اس عجیب و غریب مطالبہ سے بخوبی اندازہ لگایا جا سکتا ہے کہ مغربی ممالک دن بدن اخلاقی اعتبار سے کس طرح دیوالیہ ہوتے جا رہے ہیں۔

پیٹرول کے بغیر چلنے والی موٹر کار

پیٹرول کی قلت کے پیش نظر حال ہی میں ایک ایسی کار ایجاد ہوئی ہے جو پیٹرول کے بغیر صرف ہوا کے دباؤ سے چلتی ہے اُسے خشکی پر چلنے والی بادبانی کشتی بھی کہا جا سکتا ہے۔ اس میں ایک بڑا بادبان لگا ہوا ہے۔ برطانیہ میں حال ہی میں ہونے والی موٹر کاروں کی نمائش میں یہ بادبانی کار پیش کی گئی ہے۔

اس بادبانی کار کی خصوصیت یہ ہے کہ اس کے بادبان میں جب ہوا بھر جاتی ہے تو یہ محض ہوا کے دباؤ سے چلتی ہے۔ ہوا اگر تیز ہو تو اُس کی رفتار چالیس سے پچاس میل فی گھنٹہ ہو جاتی ہے لیکن ہوا اگر تیز نہ ہو تو رفتار گھٹ جاتی ہے۔ ہوا کی مخالف سمت میں اس بادبانی کار کے چلانے میں دشواریاں پیش آ رہی ہیں۔ امید ہے کہ یہ جلد دور ہو جائیں گی۔ اور یہ کار نہایت کم خرچ اور کار آمد ثابت ہو گی۔

دین دنیا

دنیا کے بتکدوں میں پہلا وہ گھر خدا کا ہم پاسباں ہیں اُس کے وہ پاسباں ہمارا



ایڈیٹر شوکت علی فہمی



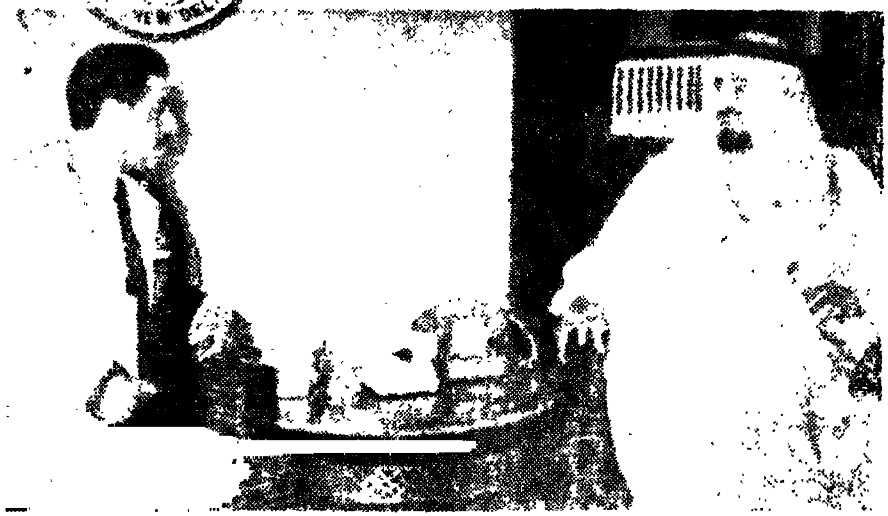
وزیراعظم اندرا گاندھی ''نائب صدر محمد ہدایت اللہ'' سے تبادلہ خیال کر رہی ہیں۔
بیگم ہدایت اللہ بھی موجود ہیں



کویت کے امیر ''شیخ جابر الصباح''
حال ہی میں ہندوستان تشریف لائے تھے



افغانستان کی حکمراں پارٹی۔ سابق شاہ
افغانستان ''ظاہر شاہ'' کو صدر بنانا چاہتی ہیں



"شاہ خالد" اردن کے وزیر داخلہ "علی الحشیر" سے گفتگو کر رہے ہیں۔



متحدہ عرب امارات کے ولیعہد "شیخ خلیفہ بن زاید" عرب امارات کے
اٹارنی جنرل "خلیفہ سیف المہاری" کے ہمراہ

شام کے صدر ''حافظ الاسد''



لیبیا کے سربراہ ''معمر قذافی''



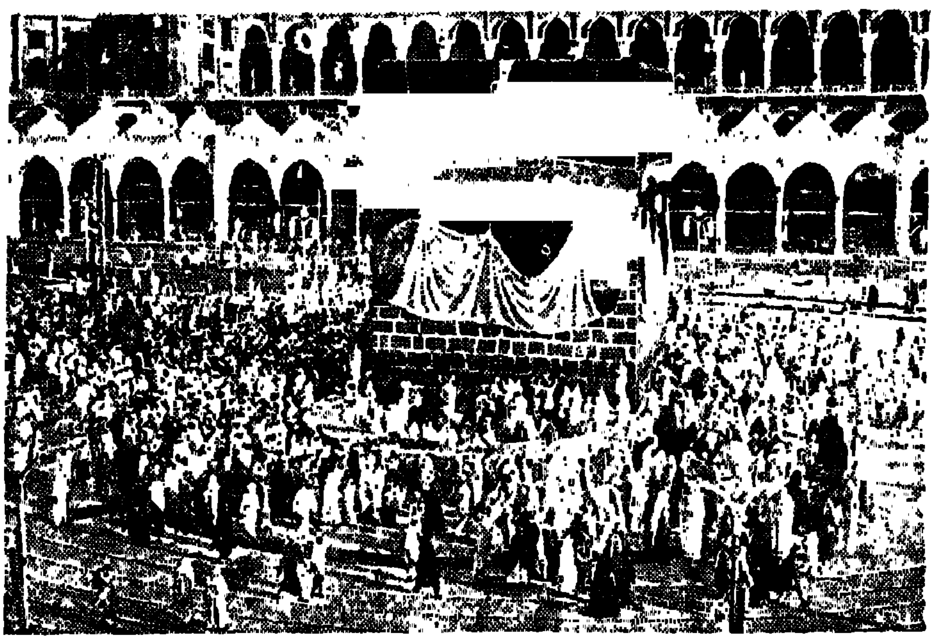
اب شام اور لیبیا کا انضمام ہو چکا ہے دونوں کی فوج ایک ہوگی اور دارالسلطنت بھی ایک ہی ہوگا



عرب مدبرین دمشق میں فلسطین کی آزادی کے مسئلہ پر غور کر رہے ہیں



یہ ہے ''مقدس سنگ اسود'' حضرت شاہ خالد بوسہ دینے کے لئے آگے بڑھ رہے ہیں



خانہ کعبہ کے گرد زائرین کا ہجوم



''[illegible]'' کے مقام پر احرام باندھے ہوئے حاجیوں کا اجتماع

ہندستان کا سب سے قدیم اور کثیر الاشاعت تاریخی اور اصلاحی جریدہ

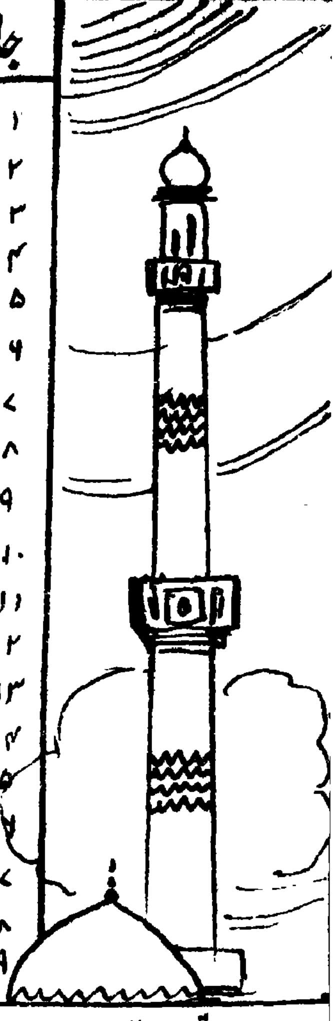
ماہنامہ

دین دنیا

دہلی

(ایڈیٹر شوکت علی فہمی)

نمبر ۱۰	اکتوبر ——— ۱۹۸۰ء	جلد ۶۱



قیمت سالانہ	ترسیل زر کا پتہ	قیمت فی پرچہ
اکیس روپے ششماہی گیارہ روپے	دفتر ماہنامہ دین دنیا دین دنیا ہاؤس ——— متصل جامع مسجد دہلی وی پی منگانے میں تین روپے زائد کا خرچ ہے اسلئے منی آرڈر بھیجئے	دو روپے پاکستان بنگلہ دیش اور برما سے سالانہ روپے غیر ممالک سے آٹھ پونڈ

مفتی شوکت علی فہمی (ایڈیٹر پرنٹر) پبلشر و پروپرائٹر نے اپنے خواجہ پریس میں چھپوا کر دفتر دین دنیا جامع مسجد دہلی سے شائع کیا

حالاتِ حاضرہ پر تبصرے

رفتارِ زمانہ

(از شوکت علی فہمی)

یہ جرائم اور عیاشی کے اڈّے

”ہوٹلوں اور گیسٹ ہاؤسوں“ پر شدید پابندی کی ضرورت

ہمارے ملک میں آجکل جرائم، بدکاری اور بدعملی کے واقعات کا بے حد چرچہ ہے۔ اور یہ امر مسلمہ ہے کہ جرائم اور بدکاری کو فروغ دینے میں ہمارے ملک میں ہوٹلوں اور گیسٹ ہاؤسوں کا بہت بڑا ہاتھ ہے اور اب جبکہ یہ ہوٹل اور گیسٹ ہاؤس تنگ تنگ گلیوں اور رہائشی علاقوں میں کھلنے شروع ہوگئے ہیں۔ اور خصوصاً حکومت کے سابق وزیر سکندر بخت کی سفارش پر دلی کارپوریشن نے تنگ رہائشی علاقوں کے لئے بھی ملٹی اسٹوری ہوٹلوں کے نقشے بلڈنگ بائی لاز کی خلاف ورزی کرتے ہوئے منظور کرنے شروع کردیے ہیں تو اُن علاقوں میں آباد شرفا کا خدا ہی حافظ ہے۔ اور اس کا مطلب یہ ہے کہ ہوٹلوں اور گیسٹ ہاؤسوں کی جو لعنت شرفا کے رہائشی علاقوں سے دور تھی اب وہ رہائشی علاقوں میں پھیل جائے گی اور اس کے جو دوررس برے اثرات ہونگے وہ ظاہر ہیں۔

یہ تو سب ہی کو معلوم ہے کہ ہوٹلوں۔ اور گیسٹ ہاؤسوں کے دروازے شرابیوں، عیاشوں، اسمگلروں، جواریوں، چوروں، بدمعاشوں اور سب ہی قسم کے ناپسندیدہ لوگوں کے لئے ہر وقت کھلے رہتے ہیں اور ان میں ہر قسم کے لوگ آکر ٹھہرتے ہیں۔ اور بعض ہوٹلوں اور گیسٹ ہاؤسوں میں تو عیش پسند، بدا طوار اور جواری اپنی بے عنوانیوں کے لئے مستقل طور پر کمرے ریزرو رکھتے ہیں۔ اس لئے شروع ہی سے حکومت ہند کی یہ پالیسی رہی ہے کہ ہوٹلوں اور گیسٹ ہاؤسوں کو رہائشی علاقوں سے دور صرف کاروباری علاقوں میں چلانے کی اجازت دی جائے۔ تاکہ ہوٹلوں اور گیسٹ ہاؤسوں میں جو بے عنوانیاں ہوتی ہیں اُن کے برے اثرات رہائشی علاقوں میں آباد شرفا کے گھروں پر نہ پڑیں۔ لیکن کچھ مدت سے ایسا ہو رہا ہے کہ بعض چھوٹے چھوٹے ہوٹل اور گیسٹ ہاؤس دلی کی تنگ گلیوں اور رہائشی علاقوں میں بھی کرایہ کی عمارتوں میں کھل گئے ہیں حالانکہ ان کی بھی اجازت نہیں ہونی چاہئے تھی کیونکہ جو غلط لوگ ان ہوٹلوں یا گیسٹ ہاؤسوں میں آکر ٹھہرتے ہیں اُن کے برے اثرات سے رہائشی علاقوں کو بچانا دشوار ہوجاتا ہے۔

اور اب تو دلی کی میونسپل کارپوریشن نے دلی کی تنگ گلیوں اور کوچوں میں بھی جو کہ سلیقۃً رہائشی علاقے میں ملٹی اسٹوری ہوٹلوں کی اجازت دینی شروع کردی ہے۔ مثال کے طور پر چھتہ شیخ منگلو متصل جامع مسجد میں ایک شکستہ رہائشی مکان ۸۹۹ کو ہوٹل یا گیسٹ ہاؤس میں تبدیل کیا جاچکا ہے۔ اور یہاں ملٹی اسٹوری ہوٹل بلڈنگ کی اجازت دیتے وقت نہ جانے کیوں بلڈنگ بائی لاز کو نظر انداز کردیا گیا ہے۔ مثلاً بلڈنگ بائی لاز کی رو سے اس کی ہرگز اجازت نہیں ہے کہ گلی کی چوڑائی سے زیادہ اونچی عمارت کی اجازت دی جائے مگر ایسا ہوا ہے۔ پھر پرانی دلی کے علاقہ میں اس بات کی ہرگز اجازت نہیں ہے کہ تہہ خانہ بنانے کی منظوری دی جائے مگر اس بلڈنگ میں بہت بڑا تہہ خانہ بھی بن چکا ہے۔ پھر

پتلی گلیوں میں نئی عمارت کی اجازت دیتے وقت سیٹ بیک (SET BACK) کے لئے زمین چھوڑنا لازمی ہے۔ تاکہ تنگ گلی کشادہ ہو جائے مگر ایسا نہیں کیا گیا ہے۔ اس کے علاوہ کورڈ اور آن کورڈ ایریا (COVERED AND UNCOVERED AREA) کے تناسب کی خرد کو بھی نظر انداز کر دیا گیا ہے۔

پھر یہ بلڈنگ اتنی اونچی بنائی گئی ہے کہ تمام ہی ملحقہ مکانات کی بے پردگی ہوتی ہے۔ نیز یہ ہوٹل بلڈنگ علاقہ کے شرفا کے مکانات سے بالکل پیوستہ ہے اس لئے ملحقہ مکانات ہی میں نہیں بلکہ پورے علاقہ میں چوریوں اور جرائم کی وارداتوں کے امکانات بہت زیادہ بڑھ گئے ہیں۔ اور پھر تنگ گلی میں ٹریفک کا بھی ایک نیا مسئلہ کھڑا ہو گیا ہے۔ گویا دلی منوسپل کارپوریشن نے ایک تنگ گلی میں ملٹی اسٹوری ہوٹل بلڈنگ کی اجازت دے کر لاانڈ آرڈر کے لئے نئے نئے مسائل پیدا کر دئے ہیں پھر اس خطرہ کو بھی نظر انداز نہیں کیا جا سکتا کہ ایک تنگ گلی میں اگر خدانخواستہ اتنی بڑی بلڈنگ میں آگ لگتی ہے یا بلڈنگ کسی حادثہ کے نشانہ ہو جاتی ہے تو اس سے ملحقہ علاقہ میں کتنی بڑی تباہی برپا ہو سکتی ہے۔

شرفا کے مکانات کے عین وسط میں اور اُن کے مکانات سے بالکل متصل ایک ایسے ہوٹل یا گیسٹ ہاؤس کی تعمیر کی اجازت دینا جہاں نئے نئے ناپسندیدہ لوگوں کی آمد و رفت دن رات جاری رہے گی ایک ایسا غلط اقدام ہے جو کسی بھی معقولیت پسند طبقہ میں پسندیدہ قرار نہیں دیا جا سکتا چنانچہ ہم اس غلط اقدام کی جانب دلی کی لفٹنٹ گورنر مسٹر جگ موہن اور پولیس کمشنر مسٹر بھنڈر کو علیحدہ ایک یادداشت کے ذریعہ توجہ دلا چکے ہیں۔ اور اب ہم خصوصیت کے ساتھ وزیر ہاوسنگ مسٹر سیٹھی۔ مرکزی وزیر داخلہ گیانی ذیل سنگھ کی توجہ بھی اس جانب مبذول کرانا ضروری سمجھتے ہیں اور ساتھ ہی یہ بھی چاہتے ہیں کہ ہمارے ملک کے ممبران لوک سبھا پارلیمنٹ میں اُن بے ضوابطیوں کے خلاف آواز اٹھائیں جو بلڈنگ بائی لاز کے سلسلہ میں دلی منوسپل کارپوریشن کی جانب سے ہو رہی ہیں اور جن کے ذریعہ تنگ گلیوں میں ہوٹلوں کی ملٹی اسٹوری عمارتیں کھڑی کی جا رہی ہیں تاکہ رہائشی علاقوں میں ہوٹلوں اور گیسٹ ہاؤسوں کی لعنت آگے نہ بڑھنے پائے ملک کے زعماء و ممبران پارلیمنٹ سے ہماری گزارش ہے کہ وہ اُن بے ضوابطیوں کی اصلاح کی جانب توجہ کریں جو ہمارے ملک کے ہوٹلوں اور گیسٹ ہاؤسوں میں عام ہیں۔ اور اگر زیادہ نہیں تو کم از کم اتنا ضرور کیا جائے کہ رہائشی علاقوں میں ہوٹلوں اور گیسٹ ہاؤسوں کو قطعی ممنوع قرار دیا جائے۔ اور کسی حالت اور کسی صورت میں بھی شرفا کے مکانات سے متصل گیسٹ ہاؤسوں اور ہوٹلوں کے کھولنے کی اجازت نہ دی جائے بلکہ اس وقت بھی جو ہوٹل اور گیسٹ ہاؤس رہائشی علاقوں میں چل رہے ہیں انہیں بند کر دیا جائے۔ ہمارے ملک کے زعما اور مقتدر حضرات اس بات سے اگرچہ بخوبی واقف ہیں کہ ہمارے ملک کے ہوٹل اور گیسٹ ہاؤس کس طرح شراب نوشی۔ جوے بازی اور عیاشی کے اڈے بنے ہوئے ہیں لیکن پھر بھی ہم مثال کے طور پر چند واقعات ذیل میں پیش کر دینا ضروری سمجھتے ہیں تاکہ بخوبی اندازہ ہو جائے کہ ان ہوٹلوں اور گیسٹ ہاؤسوں کا رہائشی علاقوں سے دور رکھنا کتنا ضروری ہے۔

۲۹ مئی کو اشوک وہار پولیس نے دلی کے ایک گیسٹ ہاؤس پر چھاپہ مار کر بدچلن لڑکیوں اور گیسٹ ہاؤس کے ایک کارکن کو گرفتار کیا تھا۔ اسی طرح ۷ جون کو سنٹرل ڈسٹرکٹ پولیس نے آصف علی روڈ کے ایک ہوٹل پر چھاپہ مار کر چار افراد کو جن میں دو کال گرلز بھی تھیں۔ گرفتار کیا تھا۔ اور سات جون کی شام کو دلی پولیس کرائم برانچ نے "یورپ انٹرنیشنل گیسٹ ہاؤس" پر چھاپہ مار کر کئی لڑکیوں کو انسداد بدکاری قانون کے تحت گرفتار کیا تھا۔ ایسے واقعات آئے دن دلی کے ہوٹلوں اور گیسٹ ہاؤسوں میں ہوتے رہتے ہیں۔ اور ان واقعات کی روشنی میں ہمارا مطالبہ ہے کہ رہائشی علاقوں میں شرفا کے مکانات سے متصل ہر قسم کے ہوٹلوں اور گیسٹ ہاؤسوں کو ممنوع قرار دے دیا جائے۔ اور منوسپل کارپوریشن کے سربراہوں کو ہدایت کی جائے کہ وہ رہائشی علاقوں میں ہوٹلوں کی بلڈنگوں کی تعمیر کی کسی حالت میں بھی اجازت نہ دیں۔ ہمکو امید ہے کہ ہمارے ملک کے زعما رہائشی علاقوں میں ہوٹلوں کی لعنت کو ختم کرنے میں پوری مستعدی کا ثبوت دیں گے اس ضمن میں ہم دلی کے لفٹنٹ گورنر مسٹر جگ موہن اور پولیس کمشنر مسٹر بھنڈر کو خصوصیت کے ساتھ دوبارہ توجہ دلانا چاہتے ہیں۔ اور پوری توقع رکھتے ہیں کہ دلی کے رہائشی علاقوں میں شرفا کے مکانات سے متصل جرائم اور عیاشی کے ان اڈوں کا انسداد ہمیشہ کے لئے کر دیا جائے

" خمینی کی بدولت ایران میں جنگ

ایران کے خمینی جیسے سرپھرے ملاؤں نے اندرونی طور پر تو ایران کو پہلے ہی تباہ کر دیا تھا۔ اور اب عراق جیسے پڑوسی ملک سے جنگ چھیڑ کر ایران کی مزید تباہی کا سامان فراہم کر دیا ہے چنانچہ ایران اور عراق میں جنگ چھڑ چکی ہے۔ دونوں مسلم ملکوں میں گھمسان کی لڑائی ہو رہی ہے۔ دونوں ہی ملکوں کے نہ صرف تیل کے تنصیبات تباہ ہو رہے ہیں بلکہ ایرانی ملاؤں کی نہ بے عقلیوں سے ایران و عراق کے مسلمانوں کا خون پانی کی طرح بہہ رہا ہے۔

ایران و عراق کا سرحدی جھگڑا کوئی نیا نہیں ہے۔ بلکہ وہ زمانہ دراز سے چلا آ رہا ہے۔ لیکن سابق شاہ ایران رضا پہلوی جو ایک صاحب تدبر حکمراں تھے انھوں نے اِس جھگڑے کو کبھی بڑھنے نہیں دیا اور جب بھی یہ جھگڑا اٹھا تو انھوں نے اِسے افہام و تفہیم سے دبا دیا۔ چنانچہ ۱۹۷۵ء میں ایران اور عراق میں اِس سلسلہ میں ایک معاہدہ بھی ہو گیا تھا۔ لیکن علامہ خمینی نے برسر اقتدار آنے کے بعد اس معاہدہ کی دھجیاں اڑانی شروع کر دیں اور اسی کا یہ نتیجہ ہے کہ اِس وقت ایران اور عراق میں ایک خوفناک جنگ چھڑی ہوئی ہے۔

حکومت عراق کے ترجمان نے اِس جنگ کے بارے میں بیان دیتے ہوئے کہا ہے کہ " جب ایران سے شہنشاہی کا خاتمہ ہوا اور نئی حکومت بنی تو ہمکو توقع تھی کہ نئی ایرانی حکومت ۱۹۷۵ء کے معاہدے کا احترام کرے گی لیکن ایسا نہیں ہوا بلکہ ایک طرف تو ہمارے علاقے شط العرب پر نئی حکومت نے اپنے قبضہ کو مضبوط کرنا شروع کر دیا اور دوسری طرف ایران نے ہمارے دوسرے علاقے بھی دبا لئے اور صرف اسی پر اکتفا نہیں کیا گیا بلکہ ایران کے کردوں کو بھی عراق کے خلاف بھڑکایا گیا۔ اور انھوں نے عراق کے علاقوں پر حملے شروع کر دئے آخر عراق کو مجبور ہو کر ۱۹۷۵ء کا معاہدہ ختم کرنا پڑا اور عالم مجبوری میں ایران کے حملوں کا جواب بھی دینا پڑا اب ہم نے عین العوس اور دوسرے علاقے واپس لے لئے ہیں۔ عراق کا موقف یہ ہے کہ جیسے ہی ایران عراق کے علاقوں پر حکومت عراق کا اقتدار تسلیم کریگا عراق ایرانیوں کے علاقے خالی کر کے اِس جنگ کو ختم کر دے گا "

بغداد اور تہران سے جو اطلاعات موصول ہو رہی ہیں ان سے پتہ چلتا ہے کہ بغداد، تہران اور دونوں ہی ملکوں کے اہم شہروں پر بمباری ہو رہی ہے۔ جس سے شدید نقصان پہنچ رہا ہے۔ ایران کے تقریباً دو سو بمبار ہوائی جہاز تباہ کئے جا چکے ہیں۔ اور عراقی فوجیں تیزی کے ساتھ ایرانی علاقوں میں گھستی چلی جا رہی ہیں۔ غرضیکہ اس جنگ نے دو مسلم ممالک میں ایرانی ملاؤں کی بدولت شدید تباہی برپا کر دی ہے۔

ایران اور عراق کی اس جنگ کے نتائج کیا ہوں گے اُس کے بارے میں تو اِس وقت کوئی پیشگوئی نہیں جا سکتی۔ لیکن اتنا ضرور کہا جا سکتا ہے کہ اب ایران سے اُن سرپھرے ملاؤں کے اقتدار کے خاتمہ کا وقت قریب آ گیا ہے۔ جنھوں نے کہ اسلام کا نقاب ڈال کر چنگیز اور ہلاکو کا پارٹ ادا کیا تھا۔ اور جنکی وجہ سے اسلام کی ساری دنیا میں بری طرح رسوائی ہوئی تھی۔

روسی ذرائع سے پچھلے دنوں ایک خبر اخبارات میں شائع ہوئی تھی کہ مصر میں سابق ولیعہد ایران کی سرکردگی میں ایران کی ایک جلا وطن حکومت قائم کی جا رہی ہے۔ اور آجکل ایران کے پرانے فوجی افسر سابق ولیعہد کے گرد جمع ہیں جو جمہوریہ مصر کی مدد سے ایرانی فوج میں بغاوت پیدا کر کے ملاؤں کی حکومت کا تختہ الٹ دینا چاہتے ہیں۔ اگر یہ اطلاع صحیح ہے تو کوئی تعجب نہیں کہ مصر اور امریکہ کی امداد سے عنقریب ایرانی ملاؤں کی حکومت کا تختہ الٹ دیا جائے اور سابق ولیعہد ایران کے لئے راستہ صاف ہو جائے۔

اقلیتیں متحدہ محاذ قائم کریں

ملک کے حالیہ نہ ختم ہونے والے فسادات نے ایک طرف تو مسلم اقلیت میں اور دوسری جانب ملک کی دیگر اقلیتوں میں یہ احساس پیدا کر دیا ہے کہ ایسی حالت میں جبکہ ہمارے ملک کی حکومت فسادات کو روکنے میں اور مفسدوں کو کچلنے میں بھی قطعی بے بس ثابت ہو رہی ہے تو یہ چیز نہایت ضروری ہو گئی ہے کہ اس ملک کی اقلیتیں رجعت پسندوں کے مقابلہ کے لئے خود اپنا متحدہ محاذ قائم کریں۔

شرومنی گوردوارہ پربندھک کمیٹی کے چیرمین سردار گورچرن سنگھ توہڑہ نے ملک کے مختلف مقامات پر رونما ہونے والے تشدد آمیز اور فرقہ وارانہ واقعات پر گہری تشویش ظاہر کرتے ہوئے اِسے

اکثریتی فرقہ کی مسلسل جارحانہ روش کا نتیجہ قرار دیا ہے۔ اور اُنھوں نے یہ الزام بھی لگایا ہے کہ مرکزی حکومت صورت حال سے نمٹنے میں نااہل ثابت ہوئی ہے۔ اور اُنھوں نے ملک کی تمام اقلیتوں سے اپیل کی ہے کہ وہ اکثریتی فرقہ کی جارحیت کا مقابلہ کرنے کے لئے مشترکہ محاذ قائم کریں اور اُنھوں نے کہا کہ اس ملک کی اقلیتیں مسلسل ۲۳ سال سے اِس جارحیت کا شکار ہو رہی ہیں۔

اسی طرح پچھلے دنوں شیڈولڈ کاسٹ لیڈر۔ شری رام سوبیر کا ایک بیان اخبارات میں شائع ہوا تھا جس میں کہ اُنھوں نے کہا تھا کہ یہ اِس ملک کی اقلیتوں اور پس ماندہ طبقوں کے لئے یہ چیز ضروری ہے کہ وہ اپنا مشترکہ محاذ قائم کریں۔ کیونکہ جب تک ایسا نہیں کیا جائے گا اُس وقت تک نہ تو اقلیتوں کا کوئی مسئلہ حل ہو سکے گا اور نہ پس ماندہ طبقوں ہی کی پریشانیاں دور ہو سکیں گی۔

جہاں تک اِس ملک کی مسلم اقلیت کا تعلق ہے وہ تو شروع ہی سے اقلیتوں کے متحدہ محاذ کی بہت بڑی حامی ہے۔ غنیمت ہے کہ اب اس ضرورت کا احساس ہندوستان کی دوسری اقلیتوں کے زعما میں بھی پیدا ہونا شروع ہو گیا ہے۔ ہماری قطعی رائے ہے کہ اگر اِس ملک کی سب ہی اقلیتیں متحد ہو جائیں اور اپنا مشترکہ محاذ قائم کرلیں تو وہ اِس ملک کی ایک ایسی متوازن طاقت بن سکتی ہیں جن کے تعاون کے بغیر ہمارے ملک میں نہ تو کوئی حکومت بن سکتی ہے اور نہ چل سکتی ہے۔

اِس ملک کی اقلیتوں اور پس ماندہ طبقوں کی یہ بڑی بدقسمتی ہے کہ اِس ملک کی سب ہی اقلیتیں منتشر ہیں اور ہمارے ملک میں اکثریتی سیاسی پارٹیاں شروع ہی سے اُن کے انتشار کو بڑھانے کی کوشش میں لگی ہوئی ہیں۔ اس کے علاوہ خود اقلیتوں نے بھی آپس میں متحد ہونے کی کوئی قابل ذکر کوشش نہیں کی اور اُن کے انتشار سے اِس ملک کی سیاسی پارٹیاں گزشتہ ۲۳ سال سے ناجائز فائدہ اٹھاتی رہی ہیں۔ چنانچہ وہ اقلیتوں کے ووٹوں سے لوک سبھا اور اسمبلیوں میں پہنچ جاتی ہیں لیکن وہاں پہنچنے کے بعد اقلیتوں اور پس ماندہ طبقوں کو یہاں تک نظر انداز کر دیتی ہیں کہ اقلیتوں کے خلاف تباہ کرنے والے فسادات تک کو قابل اعتنا نہیں سمجھتیں۔ یہی [illegible] نے کیا تھا اور اب بھی سب کچھ کانگریس کر رہی ہے۔

ہم اس ملک کی اقلیتوں کو بار بار یہ سمجھاتے رہے ہیں کہ یہ ملک اکثریت کا نہیں ہے بلکہ اقلیتوں کا ہے۔ اِس ملک میں بارہ کروڑ مسلمان ہیں سولہ سترہ کروڑ کے قریب ہریجن۔ اور پس ماندہ طبقے ہیں۔ ڈیڑھ کروڑ سے زیادہ سکھ ہیں۔ بودھوں کی تعداد بھی ایک کروڑ تک پہنچ گئی ہے اِس کے علاوہ عیسائی اور دوسری چھوٹی چھوٹی اقلیتوں کی تعداد بھی مجموعی طور پر چار کروڑ سے کم نہیں ہے۔ ذرا غور فرمایئے کہ اگر یہ تمام اقلیتیں متحد ہو جائیں تو وہ کیا کچھ نہیں کر سکتیں۔

مسلمانوں اور اس ملک کی دوسری اقلیتوں کو یہ بات فراموش نہیں کرنی چاہیئے کہ اُن کا کوئی چھوٹے سے چھوٹا مسئلہ بھی اُس وقت تک حل نہیں ہو سکے گا جب تک کہ تمام اقلیتیں اپنا متحدہ محاذ نہیں قائم کریں گی۔ یعنی مسلمانوں کے حقوق پر اِسی طرح ڈاکے پڑتے رہیں گے اور انہیں تباہ کرنے کے لیے برابر فسادات ہوتے رہیں گے ضرورت ہے کہ مسلم زعما اور دوسری اقلیتوں کے رہنما اس معاملہ پر سنجیدگی سے غور کریں اور مسلم زعما کو تو خصوصیت کے ساتھ اس ضمن میں قائدانہ رول ادا کرنا چاہیئے کیونکہ وہ اِس ملک کی سب سے بڑی اقلیت کی نمائندگی کرتے ہیں۔

مسلمانوں کو غدار ثابت کرنے کی کوشش

یوں تو ہمارے ملک میں آئے دن فرقہ وارانہ فسادات ہوتے ہی رہتے ہیں اور اِس ملک کی بدنصیب مسلم اقلیت کو ہر سال تقریباً پانچ سو فرقہ وارانہ فسادات سے واسطہ پڑتا رہتا ہے۔ جن میں کہ مسلمان قتل ہوتے۔ لٹتے ہیں اور برباد ہوتے ہیں۔ لیکن مراد آباد کا سانحہ اپنی نوعیت کے اعتبار سے ایک منفرد سانحہ ہے۔ اِس سانحہ کا سب سے زیادہ جمہوریت کش اور تکلیف دہ پہلو یہ ہے کہ فسطائی لیڈروں اور غیر مسلم اخبارات نے نہایت منظم طریقہ پر اِس قسم کی معاندانہ کوششیں شروع کردی ہیں۔ جن کے ذریعہ ہندوستان کے پورے کے پورے بارہ کروڑ مسلمانوں کو جھوٹے پروپیگنڈے سے کام لیکر اور اُنہیں وطن کا دشمن اور غدار ثابت کرکے ملک کے کونے کونے میں ان کے خلاف منافرت کی آگ بھڑکا دی جائے۔

ڈھٹائی اور دیدہ دلیری کی انتہا ہے کہ اِس ملک کے رجعت پسند خود ہی تو عین عید کی نماز کے وقت نمازیوں کی صفوں میں سور گھسا کر

مسلمانوں کو اشتعال دلاتے ہیں۔ اور ان رجعت پسندوں کی حامی پی۔ اے۔ سی نمازیوں پر اندھا دھند گولیاں برسانی شروع کر دیں اور پھر مسلمانوں ہی پر مسلسل یہ الزام لگایا جا رہا ہے کہ مسلمان ہتھیاروں سے مسلح ہو کر فساد کی غرض سے عید گاہ میں آئے تھے کیونکہ وہ طاقت کے بل پر اس علاقہ کو دوسرا پاکستان بنانا چاہتے ہیں لیکن کوئی اتنا نہیں سوچتا کہ اگر کوئی فرقہ کسی مقام پر ہنگامہ اور فساد برپا کرنے کے لئے جاتا ہے تو کیا وہ اپنے معصوم بچوں کو بھی قتل کرانے کے لئے اپنے ساتھ لیجایا کرتا ہے۔ لیکن حیرت ہے کہ پورا غیر مسلم پریس جس میں کہ انگریزی اخبارات بھی شامل ہیں مسلمانوں کے خلاف یہی جھوٹا اور بے سر و پا پروپگنڈا کر رہا ہے جس کا واحد منشا اور مقصد اس کے سوا اور کچھ نہیں ہے کہ پورے ملک کے سامنے مسلمانوں کو ملک کا غدار قرار دے کر ان کے خلاف اکثریت کو مشتعل کیا جائے۔

پھر اس ملک کے تقریباً سب ہی لیڈر اور اخبارات سوائے کمیونسٹ لیڈروں کے یہ کہہ رہے ہیں کہ یہ فساد کسی غیر ملک کی سازش سے ہوا ہے اور بعض نے تو صاف الفاظ میں یہ کہہ دیا ہے کہ فساد پاکستان نے اپنے پاکستان نواز ہندوستانی مسلمانوں کے ذریعہ کرایا ہے جس کا مطلب یہ ہے کہ اس ملک کے تقریباً سب ہی مسلمان پاکستان کے ایجنٹ اور آلہ کار ہیں۔ اُن کو ہندوستان سے کوئی دلچسپی نہیں وہ پاکستان کے اشاروں پر ناچتے ہیں اور پاکستان کے شہ پر ہندوستان میں فساد برپا کر کے ساری دنیا میں ہندوستان کو رسوا کر رہے ہیں۔ اور اس مسلسل پروپگنڈے کا مقصد اس کے علاوہ اور کیا ہو سکتا ہے کہ ہندوستان کے سو فیصد مسلمانوں کو پاکستان کا جاسوس اور ایجنٹ قرار دے کر اس ملک کے عوام کو اُن کے خلاف بھڑکا کر ہندوستان کے ہر شہر اور علاقہ کو مراد آباد بنا دیا جائے۔

حد یہ ہے کہ مراد آباد کے سچے بھرے حاجیوں کو بھی نہیں بخشا گیا ہے۔ اور یہ کہا جا رہا ہے کہ مراد آباد میں حاجیوں کی بہت بڑی تعداد ہے اور یہ حاجی سعودی عرب کے روپے اور شہ پر مراد آباد کے فساد کے موجب بنے ہیں۔ گویا اس ملک کی اکثریت کے دلوں میں یہ تاثر پیدا کیا جا رہا ہے کہ ہمارے ملک میں جو حاجی زیارت بیت اللہ کے بعد واپس آتے ہیں۔ وہ ہزار ہا روپیہ خرچ کر کے کوئی دینی فریضہ ادا کرنے نہیں جاتے بلکہ سعودی عرب سے ہندوستان کے خلاف جاسوسی کی تعلیم و تربیت حاصل کر کے آتے ہیں۔ اور پھر یہاں آکر فساد برپا کرتے ہیں۔ غور فرمائیے کہ اس سے بڑھ کر جھوٹا اور غلط بیانی کیا ہو سکتی ہے۔

پھر نہایت شد و مد کے ساتھ یہ پروپگنڈا ابھی جاری ہے کہ اس ملک کے مسلمانوں نے اپنے گھروں میں اپنی مسجدوں میں اور تعلیمی اداروں میں گولہ بارود اور ہتھیار ہی نہیں جمع کر رکھے ہیں بلکہ توپیں تک اکٹھی کر رکھی ہیں۔ اور یہ بھی کہا جا رہا ہے کہ یہ اسلحہ سعودی عرب کے روپیہ سے خریدے جا رہے ہیں یا اسمگل ہو کر پاکستان اور عرب ممالک سے ہندوستان میں آ رہے ہیں یعنی اس ملک کے مسلمان مسلح بغاوت کی تیاریوں میں مصروف ہیں۔ اس زہر کے پھیلانے کا مقصد اِسکے سوا اور کیا ہو سکتا ہے کہ مسلمانانِ ہند کی اکثریت کو خوفزدہ کر کے ان کے خلاف مستقل محاذ قائم کیا جا رہا ہے۔

خدا کی شان ہے کہ یہ بے بنیاد الزامات اُن مسلمانانِ ہند پر لگائے جا رہے ہیں جو اس ملک میں جنگ آزادی کے امام ہیں۔ جنکی حریت پسندی کی ایک مستقل تاریخ ہے۔ جنھوں نے اِس ملک کے دوسرے باشندوں کو حریت اور آزادی کا راستہ دکھایا ہے۔ اور جنھوں نے نہ صرف ۱۸۵۷ء اور ۱۸۵۷ء میں ہندوستان کی آزادی کے لئے بے دریغ خون بہایا ہے بلکہ پاکستان کے خلاف بھی کئی لڑائیوں میں بے مثال حب الوطنی کا ثبوت دیا ہے۔ حیرت ہے کہ ہماری حکومت مسلمانانِ ہند کے خلاف نہ صرف اِس زہر افشانی کو خاموشی سے دیکھ رہی ہے بلکہ اکثر و بیشتر حکومت کے زعما اور کانگریسی لیڈروں کے بیانات بھی سخت قابل اعتراض پائے گئے ہیں۔

ناظرین دین دنیا سے گزارش

دین دنیا جس دلیری کے ساتھ ملت اسلامیہ کی خدمت انجام دے رہا ہے وہ ہمارے ناظرین سے پوشیدہ نہیں ہماری ناظرین دین دنیا سے مؤدبانہ اپیل ہے کہ وہ اسکے حلقہ اشاعت کو بڑھا کر اس کی آواز کو اور زیادہ مؤثر بنانے کی پوری کوشش کریں

عربوں کو بدنام کرنے کیلئے جھوٹے الزامات

ہمارے ملک میں بدقسمتی سے ایک ایسی عرب دشمن اسرائیلی لابی موجود ہے جو عربوں کو بدنام کرنے کے لئے کوئی موقعہ بھی ہاتھ سے نہیں جانے دیتی۔ چنانچہ اس اسرائیلی لابی نے حالیہ فساد کی ساری ذمہ داری عربوں کے سر تھوپ دی ہے۔ اور عرب ممالک کے خلاف نہایت شد و مد سے یہ پروپگنڈا کیا جا رہا ہے کہ مراد آباد اور شمالی ہند میں جو فسادات ہوئے ہیں انہیں برپا کرانے کے لئے مسلمانان ہند کو عرب ممالک کی جانب سے روپیہ دیا گیا ہے اور اسلحہ بھی سپلائی کئے گئے ہیں۔

ظاہر ہے کہ یہ ایک ایسا لغو اور بے بنیاد الزام ہے جس سے کہ عربوں کا متاثر ہونا قدرتی امر ہے۔ چنانچہ حال ہی میں ان بے بنیاد الزامات کی تردید کرتے ہوئے نئی دہلی کے سعودی عرب کے سفارت خانہ سے ایک بیان جاری کیا گیا ہے۔ جس میں کہا گیا ہے۔

"ہندوستان کے بعض حصوں میں ہونے والے فرقہ وارانہ فسادات اور خصوصاً مراد آباد میں عیدالفطر کی نماز کے بعد جو فساد شروع ہوا اس کے سلسلہ میں کچھ اخبارات نے ایسی خبریں دی ہیں جن سے یہ تاثر ملتا ہے کہ ان فسادات میں کسی نہ کسی طرح عرب ملکوں کا ہاتھ یا ان کا روپیہ استعمال ہوا ہے۔ یہ امر حیرت انگیز ہے کہ جھوٹی خبریں اور بے بنیاد الزامات نہ صرف غیر اہم اخبارات میں شائع ہوئے بلکہ کچھ ...کردہ قومی اخبارات اور مشہور اخبار نویسوں نے بھی یہی غلط نظریہ ...ش کرنے اور اسے ثابت کرنے کی ہر ممکن کوشش کی ہے جن میں ...گھڑت اور ناقابل یقین دلائل سے کام لیا گیا ہے۔ لہٰذا ان لوگوں ...ن کے کچھ مخصوص مفادات ہیں عرب ملکوں کو عموماً اور خصوصاً سعودی ...کو بدنام کرنے کی پوری طرح کوشش کی ہے۔ انتہائی حیرت کی ...ہے کہ اس سلسلہ میں یہ مضحکہ خیز دلیل بھی دی گئی ہے کہ جو ہندوستانی ...ج کرنے جاتے ہیں وہ واپس آکر فساد کراتے ہیں۔ اس سے یہ ...ہوتا ہے کہ اخبار نویس اور اخبارات کے نمائندے بھی حج کی نوعیت سے ...قف نہیں۔ سعودی عرب کا سفارتخانہ ان بے بنیاد الزامات کی ...مذمت کرتے ہوئے بتانا چاہتا ہے کہ سعودی عرب ایک چھوٹا ...قی پذیر ملک ہے جو کسی بھی ملک کے اندرونی معاملات میں مداخلت ...ں چاہتا۔ اس کے برعکس سعودی عرب کے رہنما حج کے موقعہ پر تمام دنیا کے مسلم لیڈروں کو یہی تلقین کرتے ہیں کہ وہ صحیح اسلامی تعلیمات کے مطابق۔ مذہب رنگ اور نسل کا لحاظ کئے بغیر اپنے برادران وطن کے ساتھ امن و آشتی کے ساتھ زندگی گزاریں۔ عربوں کے خلاف ان الزام تراشیوں اور بہتان طرازیوں کا مقصد یہ ہے کہ جو لوگ فرقہ وار فسادات کرانے کے ذمہ دار ہیں ان کی طرف سے عوام کی توجہ ہٹ جائے اور سعودی عرب اور جمہوریہ ہند کے موجودہ انتہائی دوستانہ تعلقات درہم برہم ہو جائیں"

سعودی عرب کے سفارت خانہ سے جاری کردہ اس بیان سے بخوبی اندازہ لگایا جا سکتا ہے کہ عرب ممالک اپنے خلاف بہتان تراشی سے کس قدر آزردہ خاطر ہیں۔ اور ان عرب دشمنوں نے ہمارے ملک کے مفاد کو کس طرح خطرہ میں ڈال دیا ہے۔ سب ہی کو معلوم ہے کہ ہندوستان کے سعودی عرب ممالک کے ساتھ نہایت گہرے دوستانہ تعلقات ہیں اور ان تعلقات سے ہمیں فائدہ بھی پہنچ رہا ہے۔ کون نہیں جانتا کہ ہندوستان کی پٹرولیم کی تمام ضروریات آج بھی عرب ممالک پوری کر رہے ہیں۔ ایران میں بدامنی کی وجہ سے جب ہندوستان کو پٹرولیم کی درآمد میں دشواری پیدا ہوئی تو ان ہی عرب ممالک نے ہمیں فوراً زیادہ پٹرولیم دینا منظور کر لیا تھا۔ یہ سب کچھ دیکھتے ہوئے بھی اگر ہمارے ملک میں عرب دشمنی کا مظاہرہ ہوتا تو یہ کھلی ہوئی وطن کے ساتھ غداری ہے

پھر اس بات کو بھی نظر انداز نہیں کیا جا سکتا کہ عربوں کے ساتھ ہمارا کروڑوں نہیں بلکہ اربوں کا کاروبار ہے۔ کویت، عراق لیبیا اور دوسرے عرب ممالک میں ہمیں متعدد پروجیکٹ ملے ہوئے ہیں جن سے کہ ہندوستان کو بے اندازہ فائدہ پہنچ رہا ہے اس کے علاوہ عرب ممالک میں تقریباً پندرہ لاکھ ہندوستانی مختلف شعبوں میں کام کر رہے ہیں جن میں کہ نوے فیصد سے بھی زیادہ غیر مسلم ہیں۔ ان سے تقریباً دو کروڑ روپیہ یومیہ کا زرمبادلہ ہمیں موصول ہو رہا ہے۔ اور اس طرح عرب ممالک کے طفیل میں ہندوستان کے لاکھوں غیر مسلم گھرانے مالا مال ہو گئے ہیں۔ عرب ممالک کا زیادہ تر روپیہ اگرچہ حکومت کے خزانہ میں اور غیر مسلموں کے گھرانوں میں آ رہا ہے مگر الزام مسلمانوں پر لگایا جا رہا ہے کہ وہ عرب ممالک سے آئے ہوئے روپیہ سے ہندوستان کے امن کو برباد کر رہے ہیں۔ غلط بیانی اور الزام

تنگ نظری کی انتہا ہے۔ اور اس الزام تراشی سے عرب ممالک کا ناشاد ہونا ایک قدرتی بات ہے۔

ہم حیران ہیں کہ ہماری سرکار ہند اور عرب دوستی کی مخالف اس اسرائیلی لابی کو آخر کیوں برداشت کر رہی ہے جبکہ اُن کی حرکتیں سراسر قومی اور ملکی مفاد کے خلاف ہیں۔

"اسلام خونیوں اور قاتلوں کا مذہب"

ہندوستان کے مسلمانوں کے خلاف ہمارے ملک میں جو زہریلا پروپیگنڈہ جاری ہے اس پر ہم اسی اشاعت میں کسی دوسری جگہ روشنی ڈال چکے ہیں لیکن اس سے بھی بڑھ کر یہ ہے کہ اب براہ راست "اسلام" پر بھی حملے شروع ہو گئے ہیں اور یہ کہا جانے لگا ہے کہ "اسلام خونیوں اور قاتلوں کا مذہب ہے" چنانچہ اخبار پرتاپ مورخہ ۲۶ جولائی میں "اسلام اور قتل" کے عنوان سے ایک ایڈیٹوریل نوٹ شائع ہوا ہے۔ جس کا خلاصہ یہ ہے۔

"اسلام کے متعلق جو کچھ کہا گیا ہے۔ اور اسلام کے نام پر جو کچھ ہوتا رہا ہے اس سے اسلام کے متعلق کچھ اندازہ کیا جا سکتا ہے۔ اس دیش میں مسلمان بادشاہوں کی طرف سے ہندوؤں پر جو جو اتیا چار ہوئے ہیں وہ کسی سے پوشیدہ نہیں۔ آج یہ بات ناقابل تردید ہے کہ مسلمانوں نے اپنا دھرم اس دیش میں طاقت اور تلوار کے زور سے پھیلایا۔ (اتہاس ایسی باتوں سے بھرا ہوا ہے کہ کتنے ہی لوگوں کا سر تن سے جدا کیا گیا کیونکہ وہ اپنا دھرم چھوڑنے کو تیار نہ تھے۔ آج بھی جب اس بات کا چرچہ ہوتا ہے تو مسلمان نیتا گول مول باتیں کر کے معاملہ کو ٹالنے کی کوشش کرتے ہیں لیکن حق یہ ہے کہ جس جس کو قتل کیا گیا اُسے یہ کہا گیا کہ اگر اپنا دھرم چھوڑ کر مسلمان بن جائے تو اُس کی جان بخشی کر دی جائے گی۔ پھر انہیں دنوں میں اسلام کے نام پر جو قتل ہوئے ہیں اُن کی مذمت میں بھی تو کسی ذمہ دار اور سرکردہ مسلمان نے کبھی زبان نہیں کھولی۔ ایسی حالت میں کون یہ نہ مانے گا کہ اسلام میں قتل اور خاص کر مذہبی قتل جائز قرار دیا جاتا ہے اور ان ہی دنوں ایران میں اسلام کا جو پردرشن ہو رہا ہے اُس سے میرے مذکورہ بالا دعوے کی تصدیق ہو جاتی ہے۔ آج تک سنیوں کے اسلام کا نمونہ دیکھا تھا اب شیعوں کے اسلام کا نمونہ دیکھ رہے ہیں"

ملاحظہ فرمائیے کہ تاریخ اور واقعات کو مسخ کر کے کس طرح اسلام کو قاتلوں اور خونیوں کا مذہب ثابت کرنے کی کوشش کی جا رہی ہے۔ ہندو مورخ ایشوری پرشاد۔ سابق صدر ڈاکٹر راجندر پرشاد۔ مسٹر ایم۔ این رائے، ڈاکٹر تارہ چند۔ اور اوپم دتی تندن ہوگا تو اپنی تصنیفات مضامین اور تقریروں میں شاہان ہند کی حکومت کو ایک رحمت قرار دیتے رہے ہیں مگر یہ خود ساختہ مورخ یہ کہہ رہا ہے کہ شاہان ہند نے اپنے دور حکومت میں اسکے سوا اور کچھ نہیں کیا کہ وہ غیر مسلموں کی گردنیں کاٹتے رہے اور یہاں کے باشندوں کو بالجبر مسلمان بناتے رہے حالانکہ شاہان ہند کی رواداری کا اس سے بڑھ کر اور کوئی ثبوت نہیں ہو سکتا کہ اگرچہ یہاں کی اکثریت نے انہیں بھی اچھوت قرار دیدیا تھا مگر انھوں نے طاقت اور حکومت کے ہوتے ہوئے بھی اپنے اچھوت پن تک کو برداشت کر لیا۔ اور حکمراں ہونے کے باوجود اُن لوگوں سے کسی قسم کا تعرض نہیں کیا جو ساری عمر اُنہیں اچھوتوں میں شمار کرتے رہے۔ اب رہا اسلام کے خلاف یہ سنگین الزام کہ وہ قتل و خون کی ترغیب دیتا ہے تو اُسکے صحیح یا غلط ہونے کا اندازہ قرآن پاک کے اس ارشاد سے ہو سکتا ہے۔ قرآن پاک میں باری تعالیٰ کا ارشاد ہے۔

"جس کسی نے سوا اس وجہ کے کسی سے قتل کا قصاص لینا ہو یا ملک میں فساد پھیلانے والوں کو سزا دینی ہو کسی ایک انسان کو قتل کر ڈالا تو گویا اُس نے تمام انسانوں کا خون کر دیا۔ اور جس کسی نے کسی ایک کی زندگی بچالی تو گویا اُس نے تمام انسانوں کی زندگی کی حفاظت کی ———"

(سورہ مائدہ۔ آیت ۳۲)

قرآن پاک کی صرف یہ ایک آیت ایڈیٹر پرتاپ جیسے اُن جاہلوں کی آنکھیں کھول دینے کے لئے کافی ہے جو اسلام سے قطعی ناواقف ہیں۔ حقیقت یہ ہے کہ اسلام سے بڑھ کر کسی مذہب نے بھی قتل و خون کی مذمت نہیں کی۔ چنانچہ ہندوستان ایران یا کسی ملک میں بھی مذہب کے نام پر جب بھی تشدد ہوا ہے تو مسلم زعما نے ہمیشہ ہی اُس کی شدید مذمت کی ہے۔ لیکن ایڈیٹر پرتاپ کو یہ سب کچھ دکھائی ہی نہیں دیتا کیونکہ اُس کی آنکھوں پر تعصب کا پردہ پڑا ہوا ہے۔

میری حامی ہے قدرت

فسطائی عناصر کی تباہکاریوں سے متاثر ہو کر

(از جناب کوکب ضیا جہانپوری)

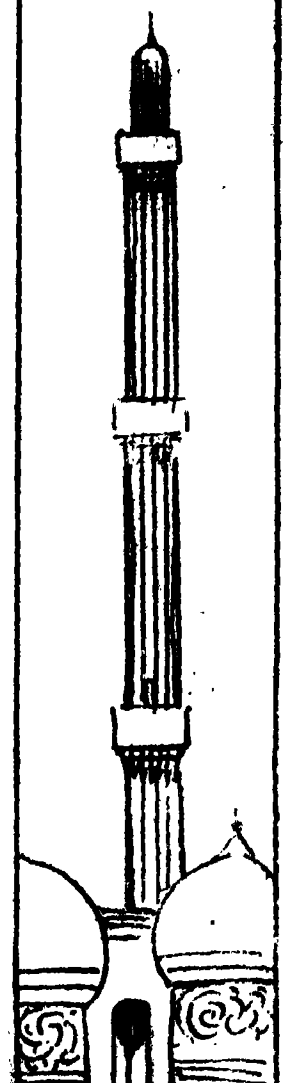
مسلماں ہوں میں میری حامی ہے قدرت — مرے بازوؤں میں ہے [illegible]
دکھائے نہ باطل مجھے اپنی سطوت — مرے شاملِ حال ہے حق کی رحمت
مری آرزو ہے خدا کی مشیت
مسلماں ہوں میں میری حامی ہے قدرت

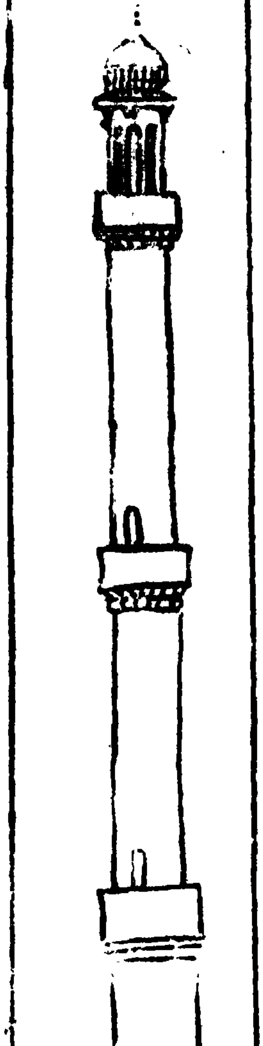
نہیں ظلم کے بس کی میری تباہی — مٹا دوں گا ہر طرۂ کج کلاہی
مری بے کسی ہے وہ بے پناہی — کہ میرا اشارہ ہے قہرِ الٰہی
مرے ہاتھ میں ہے دو عالم کی قوت
مسلماں ہوں میں میری حامی ہے قدرت

وہ ہو شرحِ فسطائیت کا پیمبر — کہ جمہوریت کی لپیٹے ہو چادر
کسی روپ میں ہو کوئی شعبدہ گر — کسی رنگ میں ہو کوئی زار و قیصر
مرا سر جھکا دے یہ ہے کس میں طاقت
مسلماں ہوں میں میری حامی ہے قدرت

غضبناک ہوں میں مخالف گھٹائیں — پر آشوب پر ہول برہم ہوائیں
بیک وقت ارض و سما کی بلائیں — مری ایک ہستی پہ ہر ظلم ڈھائیں
مگر ٹوٹ سکتی نہیں میری ہمت
مسلماں ہوں میں میری حامی ہے قدرت

اُدھر مصلحت اس طرف بے گناہی — اُدھر انحراف اس طرف راست راہی
مرے سامنے سرنگوں ہوگی شاہی — مری ہر ادا ہے قضائے الٰہی
مری ہر صدا شورِ صورِ قیامت
مسلماں ہوں میں میری حامی ہے قدرت





ظلمت کو مٹانا ہے تجھے

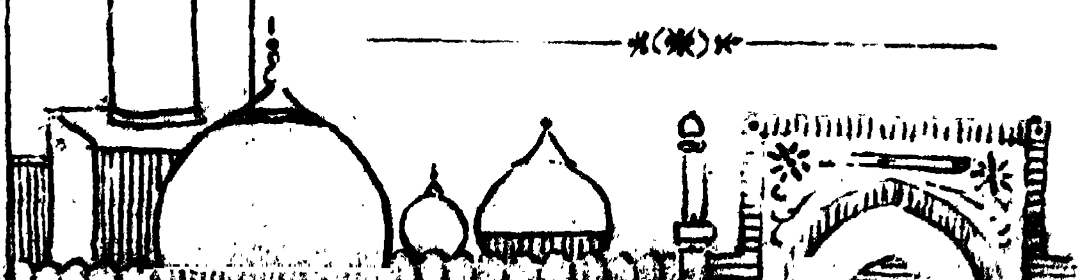
(از سید ابن علی سلیم مراد آبادی)

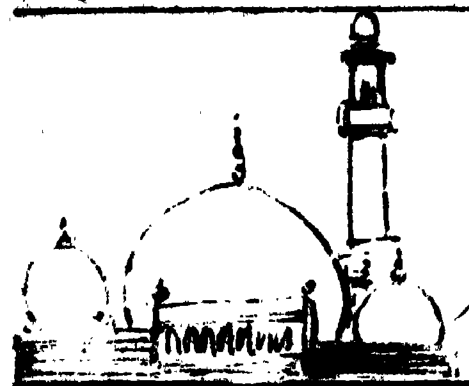
چھوڑ باطل کو رہِ حق کی نگہبانی کر — بڑھ مجاہد کی طرح ترکِ تن آسانی کر
دل میں پھر پیدا وہی جرأتِ ایمانی کر — اپنے اعمال کو آئینۂ قرآنی کر
خوابِ غفلت سے مسلماں کو جگانا ہے تجھے
کفر و الحاد کی ظلمت کو مٹانا ہے تجھے

تو مسلماں ہے تو پھر دور کیوں اسلام سے ہے — دین دنیا کی ہر آبرو جس نام سے ہے
کیوں تجھے واسطہ اغیار کے اکرام سے ہے — کیوں یہ وابستگی جوڑے ہوئے اصنام سے ہے
تو جسے ڈھونڈھتا پھرتا ہے صنم خانوں میں
سر پٹکتی ہے وہ عظمت ترے ویرانوں میں

اپنے کردار کو اسلاف کا آئینہ بنا — خود ہی جھک جائے گی قدموں پہ ترے یہ دنیا
راہِ گم کردہ ہے بشر بہرِ خدا — رہنمائی کے لئے ان کی طرف ہاتھ بڑھا
نورِ ایماں ہو تو ظلمت بھی چراغاں ہو جائے
آگ بھی جذبۂ ایماں سے گلستاں ہو جائے

زعمِ باطل کے لئے تیغ و تبر پیدا کر — فکرِ منزل ہے تو سامانِ سفر پیدا کر
اوج و رفعت کے لئے راہ گذر پیدا کر — شوقِ ایثارِ مجاہد کا جگر پیدا کر
قوتِ عزم سے ہر پست کو بالا کر دے
دہر میں رسمِ محمدؐ سے اجالا کر دے





گذشتہ سے پیوستہ

تعلیم القرآن

چودھواں پارہ — رُبَمَا — سُورۃ الحجر

(از ادارۂ دین دنیا)

دین دنیا کی زیرِ نظر اشاعت میں ہم قرآنِ پاک کے چودھویں پارے کی تعلیمات کی دوسری قسط پیش کر رہے ہیں جس میں کہ اللہ تعالیٰ نے انسان کی پیدائش اور ابلیس کی نافرمانی کے واقعات سے اپنے بندوں کو باخبر کیا ہے تاکہ وہ ان واقعات سے عبرت اور نصیحت حاصل کریں۔

ہم نے انسان کو سڑی ہوئی مٹی سے پیدا کیا

وَلَقَدْ خَلَقْنَا الْاِنْسَانَ ... اَنْ يَّكُوْنَ مَعَ السّٰجِدِيْنَ۝

ترجمہ: ہم نے انسان کو سڑے ہوئے گارے سے بنی ہوئی بجنے والی مٹی سے بنایا ہے۔ اس سے پہلے ہم آگ کے ذریعہ جنات کو بنا چکے تھے۔ تمہارے رب نے فرشتوں سے کہا کہ میں انسان کو سڑے ہوئے گارے سے بنی ہوئی مٹی سے بناؤں گا تو جب میں اُسے مکمل کر لوں اور اُس میں روح ڈال دوں تو تم سب اُس کے سامنے سجدہ میں گر پڑنا۔ (جب انسان کی تکمیل ہو گئی تو) سب فرشتوں نے تو اجتماعی طور پر اُسے سجدہ کیا لیکن ابلیس نے سجدہ کرنے والوں میں شامل ہونے سے انکار کر دیا۔

تشریح: ہم نے انسان کو سڑے ہوئے گارے سے اور بجنے والی مٹی سے پیدا کیا ہے۔ اور اس سے قبل ہم اسی طرح آگ سے جنات کو پیدا کر چکے ہیں۔ اور اے رسول تمہیں معلوم ہونا چاہیئے کہ انسان کو پیدا کرنے سے پہلے تمہارے پروردگار نے فرشتوں سے کہا تھا کہ میں سڑے ہوئے گارے اور بجنے والی مٹی سے ایک انسان بنانے والا ہوں۔ اس بات کا تم خیال رکھنا کہ جب میں انسانی مجسمہ کو مکمل کر لوں اور اس میں روح ڈال دوں تو تم سب اُس کے سامنے جھک کر سربسجود ہو جانا۔ چنانچہ جب انسانی مجسمہ مکمل ہو گیا اور اُس میں روح ڈال دی گئی تو سب کے سب فرشتے تو اُس کے سامنے سربسجود ہو گئے لیکن ابلیس جو ان ہی فرشتوں میں تھا اُس نے سجدہ کرنے والے فرشتوں میں شامل ہونے سے انکار کر دیا۔

ابلیس کو مردود قرار دیدیا گیا

قَالَ يٰٓاِبْلِيْسُ .... لِكُلِّ بَابٍ مِّنْهُمْ جُزْءٌ مَّقْسُوْمٌ

ترجمہ: اس پر اللہ نے فرمایا۔ اے ابلیس تجھے کیا ہو گیا تھا کہ تو سجدہ کرنے والوں میں شامل نہیں ہوا۔ اُس نے کہا میں ایسا نہیں ہوں کہ اُس انسان کو سجدہ کروں جسے تو نے سڑی ہوئی اور بجنے والی مٹی سے بنایا ہے۔ ارشادِ باری ہوا کہ تو یہاں سے نکل جا تو مردود ہے اور قیامت تک تجھ پر لعنت برستی رہے گی۔ ابلیس بولا کہ قیامت کے دن تک مجھے مہلت عطا کی جائے۔ حکم ہوا تجھے مہلت دی جاتی ہے وقتِ معینہ تک۔ پھر ابلیس بولا اے رب اس لئے کہ تو نے مجھے گمراہوں میں شمار کیا ہے میں بھی (اس کے جواب میں) دنیا والوں کو اُن کے گناہوں کو پسندیدہ بنا کر دکھاؤں گا اور اُن سب ہی کو گمراہ کر دوں گا سوائے اُن کے جو تیرے برگزیدہ بندے ہیں۔ فرمایا یہی (برگزیدگی) مجھ تک پہنچنے کی سیدھی راہ ہے۔ جو میرے بندے ہیں اُن پر تیرا ہرگز غلبہ نہ ہوگا۔ مگر جو گمراہوں میں سے تیری پیروی کریں وہ تیرے پیرو ہو جائیں گے اور

اور ان سب کے لئے حسب وعدہ دوزخ ہے جس کے سات دروازے ہیں۔ اور ہر دروازے کے لئے ان لوگوں کے لئے الگ الگ حصے ہیں۔

تشریح:۔ ابلیس کی اس نافرمانی کے بعد اللہ تعالیٰ نے اس سے پوچھا کہ اے ابلیس تجھے کیا ہو گیا تھا کہ تو انسان کو سجدہ کرنے والوں سے الگ رہا۔ ابلیس نے کہا کہ اے پروردگار میں ایسا گیا گذرا نہیں ہوں کہ ایک ایسے انسان کو جسے کہ تو نے سڑے ہوئے گارے اور بجنے والی مٹی سے بنایا ہے سجدہ کروں۔ یہ صاف جواب سن کر حق تعالیٰ سخت ناراض ہوا کہ تو مردود ہے اس نافرمانی کی پاداش میں یہاں سے نکل جا۔ تجھ پر قیامت تک لعنت ملامت پڑتی رہے گی۔

ابلیس نے عرض کیا کہ مجھے روز قیامت تک کے لئے جبکہ لوگ مرنے کے بعد زندہ ہوں گے مہلت دیدی جائے۔ تاکہ اس مدت تک مجھے جو کچھ کرنا ہے کر لوں۔ حکم باری ہوا کہ تو نے جتنے وقت تک کی مہلت مانگی ہے وہ تجھے دی جاتی ہے۔

پھر شیطان بولا کہ اے پروردگار تو نے مجھے مٹی سے پیدا ہونے والے بے حقیقت انسان کی خاطر گمراہ قرار دیا ہے۔ میں اس کا انسان سے اس طرح بدلہ لوں گا کہ روئے زمین کے لوگوں کے گناہ اور برے کاموں کو انھیں دلکش بنا کر دکھاؤں گا تاکہ وہ گناہوں میں مبتلا رہیں میں انھیں برابر راہ حق سے گمراہ کرتا ہونگا ہاں یہ ضرور ہے کہ جو تیرے نیک بندے ہیں ان پر میرا قابو پانا مشکل ہے۔

حق تعالیٰ نے فرمایا کہ تیرے گمراہ کرنے پر بھی جو لوگ نیکی پر قائم رہیں گے یہی نیکی تو مجھ تک پہنچنے کا سیدھا راستہ ہے۔ میرے جو بندے نیکوکار ہیں ان پر تو ہرگز غلبہ نہیں حاصل کر سکے گا لیکن جو گمراہ ہیں وہ ضرور تیرے مقلدین جائیں گے اور حسب وعدہ ان سب کو دوزخ میں ڈال دیا جائے گا دوزخ کے سات دروازے ہیں۔ اور ہر ایک دروازہ میں داخل ہونے کے بعد دوزخ کے مختلف حصے ہیں۔ ان حصوں میں سے گناہوں کے مطابق تقسیم شدہ جماعتیں جہنم میں داخل ہونے کے بعد جہنم میں رہیں گی اور جہنم کا عذاب برداشت کریں گی۔ اور انھیں اپنے گناہوں کی سزا بھگتنی ہوگی۔

نیک بندے جنت کے باغوں میں رہیں گے

اِنَّ الْمُتَّقِيْنَ .... هُوَ الْعَذَابُ الْاَلِيْمُ

ترجمہ:۔ وہ جو متقی ہیں بلاشبہ وہ باغوں اور چشموں میں ہونگے (ان سے کہا جائیگا) امن و سکون کے ساتھ ان میں داخل ہو جاؤ اور ان کے دل میں جو کینہ ہے اسے ہم نکال دینگے سب بھائی بھائی بن کر آمنے سامنے تختوں پر بیٹھیں گے۔ ہم انھیں وہاں کسی قسم کی تکلیف نہیں ہوگی۔ اور وہ وہاں سے کبھی نہ جائینگے۔ میرے بندوں سے کہہ دو کہ میں بخشنے والا مہربان ہوں۔ اور میرا عذاب بھی سخت اور دکھ دینے والا ہے۔

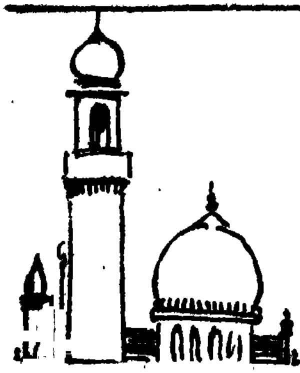
تشریح:۔ اس میں ذرا بھی شک نہیں کہ جو لوگ کہ متقی اور پرہیزگار ہیں جنت کے باغوں اور چشموں میں زندگی گزاریں گے۔ ان سے کہہ دیا جائے گا کہ تم سلامتی اور اطمینان کے ساتھ ان عشرت کدوں میں داخل ہو جاؤ۔ اور دنیاوی معاملات کی بنا پر ان کے دلوں میں ایک دوسرے کے خلاف جو کدورت ہوگی ہم اسے دور کر دینگے تاکہ سب آپس میں بھائیوں کی طرح سے رہیں وہ جنت کی روشوں اور تختوں پر ایک دوسرے کے سامنے بیٹھے ہوئے دکھائی دینگے اور ان کو کبھی کسی قسم کی بھی تکلیف نہیں ہوگی اور یہ نیک بندے ہمیشہ ان ہی راحت کدوں میں رہیں گے۔ اور اے رسول میرے بندوں کو بتا دو کہ میں ان پر بڑا ہی مہربان اور بخشنے والا ہوں لیکن اس کے ساتھ ہی گنہگاروں کے لئے میرا عذاب بڑا سخت ہے۔ اس لئے انھیں چاہئے کہ وہ ہمیشہ گناہ سے اجتناب کریں۔

حضرت ابراہیم کو اولاد کی خوشخبری

وَنَبِّئْهُمْ عَنْ ضَيْفِ اِبْرٰهِيْمَ .... اِلَّآ اٰلَ لُوْطٍ

ترجمہ:۔ (اے رسول) تم انھیں ابراہیم کے مہمانوں کا حال سنا دو جب (مہمان) ان کے پاس آئے تو بولے السلام علیکم۔ وہ بولے ہمیں تم سے ڈر معلوم ہوتا ہے۔ انھوں نے کہا خوف نہ کرو ہم تمہیں ایک صاحب علم فرزند کی بشارت دیتے ہیں۔ ابراہیم بولے تم بشارت دیتے ہو جبکہ مجھ پر بڑھاپا آ چکا ہے۔ انھوں نے کہا ہم تمہیں سچی بشارت دیتے ہیں تم ناامید نہ ہو۔ (باقی صفحہ ۔۔ پر)

تعلیم الحدیث مسلسل



اسلام قتل و خون کا شدید مخالف
دنیاوی جدوجہد بھی جہاد ہے ۔ فیاضی اللہ کو پسند ہے

(از شوکت علی فہمی)

احادیث کی مستند کتب سے ذیل میں رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے وہ قیمتی ارشادات درج کئے جا رہے ہیں ۔ جو نہ صرف مسلمانوں کے لئے بلکہ پوری نوعِ انسانی کے لئے بہترین شمعِ ہدایت ہیں ۔ اُمید ہے کہ مسلمان اِن جواہر پاروں سے استفادہ کریں گے ۔

اسلام قتل و خون کا شدید مخالف

یوں تو دنیا کے سب ہی مذاہب نے قتل و خونریزی کو انتہائی مذموم فعل قرار دیا ہے لیکن اسلام قتل اور خونریزی کا شدید مخالف ہے قرآن پاک کا حکم ہے کہ "جس کسی نے کسی ایک بے گناہ کو قتل کر ڈالا گویا اُس نے پوری نوعِ انسانی کا خون کر دیا" اور حضورِ اکرم کے ارشاد کے مطابق تو قاتل دین سے خارج ہو جاتا ہے ۔ چنانچہ اِس بارے میں صحیح حدیث ہے :-

"ابنِ عمر رضی اللہ عنہ کہتے ہیں کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا ہے کہ جب تک کوئی مسلمان خون حرام (یعنی قتل) کا مرتکب نہیں ہوتا اُس وقت تک وہ دین کی وسعت و کشادگی میں رہتا ہے " (یعنی اس کے بعد وہ خارج ہو جاتا ہے) " (مشکوٰۃ)

پھر رسول مقبول صلعم نے قاتل کے لئے جو سزا تجویز کی ہے وہ اس طرح ترمذی میں درج ہے :-

"عمرو بن شعیب رضہ راوی ہیں کہ رسول اللہ صلعم نے فرمایا ہے جو شخص جان بوجھ کر کسی کو مار ڈالے تو قاتل کو مقتول کے وارثوں کے حوالے کر دیا جائے خواہ اُس کے بدلے میں وہ اُسے مار ڈالیں یا اُس سے خون بہا لیکر اُسے چھوڑ دیں "

اسلام یہ چاہتا ہے کہ دنیا کے سب ہی باشندے آپس میں میل محبت کے ساتھ رہیں ۔ اور حضور صلعم نے اللہ کے سب بندوں کو اللہ کی معنوی اولاد قرار دیا ہے ۔ چنانچہ حضور صلعم کا ارشاد ہے :-

"ساری مخلوق عیالُ اللہ ہے اور اللہ سب سے زیادہ محبت اُس سے کرتا ہے جو اللہ کی مخلوق کو سب سے زیادہ چاہتا ہے " (بیہقی کتاب الایمان) ۔

اور ایک دوسری حدیث میں حضور صلعم نے فرمایا ہے کہ " اللہ کہتا ہے کہ تم اگر میری رحمت کی اُمید کرتے ہو تو میری مخلوق پر رحم کرو " اُوپر کی احادیث سے اندازہ لگایا جا سکتا ہے کہ اسلام نہ صرف قتل و خونریزی کا شدید مخالف ہے بلکہ یہ چاہتا ہے کہ اللہ کے سب ہی بندے بلا امتیاز مذہب و ملت محبت کے ساتھ رہیں ۔

دنیاوی جدوجہد بھی جہاد ہے

اسلام نے اپنے متبعین کو ہدایت کی ہے کہ وہ حلال روزی پیدا کرنے کے لئے پوری جدوجہد کریں اور اسلامی نقطۂ نظر سے جو شخص بھی اپنے اہل و عیال کے لئے جائز طریقہ پر روزی

کماتا ہے وہ گویا جہاد میں حصہ لیتا ہے۔ چنانچہ اس سلسلہ میں رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کا ارشاد ہے:۔

"جو شخص اپنے اہل و عیال کے لئے حلال روزی تلاش کرتا ہے۔ وہ ایسا ہے جیسا کہ راہِ خدا میں جہاد کرنے والا ہوتا ہے" (المدینہ والسلام)۔

ایک دوسری حدیث ہے **طلب الحلال جہاد** یعنی حلال روزی کمانا جہاد ہے۔ پھر ارشاد ہوتا ہے:۔

"دُنیا کے کاموں میں ایسی کوشش کرو گویا تم ہمیشہ زندہ رہوگے اور آخرت کے لئے اس طرح کوشش کرو گویا تم کل ہی مرجاؤ گے" (المدینہ والاسلام)

یعنی ایک طرف تو مسلمانوں کو یہ ہدایت کی گئی ہے کہ وہ دنیا کے کاموں میں سرتوڑ کوشش کریں اور دوسری جانب یہ حکم بھی دیا گیا ہے کہ دُنیا کے کاموں میں اُلجھ کر کہیں آخرت کو نہ بھول جاتا۔

صحابہ کرام کی زندگی کے حالات پر جب ہم غور کرتے ہیں تو وہ ان احادیث کا سچا مرقع نظر آتے ہیں، ایک طرف تو انھوں نے دُنیاوی جدوجہد میں اس قدر حصہ لیا ہے کہ انھوں نے ملک کے ملک فتح کر ڈالے اور دوسری جانب یادِ الٰہی کا یہ عالم تھا کہ کسی حال میں بھی غافل نہ رہے۔ مسلمانوں کو اِن کے پاکیزہ حالات سے سبق لینا چاہئے۔

فیاضی اللہ کو پسند ہے

اسلام جہاں اپنے متبعین کو جدوجہد اور دولت کمانے کی ترغیب دیتا ہے وہاں اس بات کو بھی ناپسند کرتا ہے کہ خوشحال لوگ اپنی کمائی اور دولت کو صرف اپنی ذات کے لئے مخصوص کرلیں بلکہ اسلام نے ہر شخص کی آمدنی میں اُس کے مستحق رشتہ داروں، محتاجوں، ضرورتمندوں اور مسافروں کو بھی حصہ دار قرار دیدیا ہے۔ اسی لئے حضور محترم نے مسلمانوں کو فیاضی اختیار کرنے کی ہدایت فرمائی ہے۔ چنانچہ اِس بارے میں صحیح حدیث ہے:۔

"حضرت اسماء رض کہتی ہیں کہ فرمایا رسول اللہ صلعم نے (نیک کاموں میں) خرچ کرو اور شمار نہ کرو (اگر تم شمار کروگے تو) اللہ بھی دیتے وقت تمہارے لئے شمار کرے گا اور روک کر مال کو نہ (جو تمہاری ضرورت سے زیادہ ہو) ورنہ خدا بھی تمہیں دینے سے مال کو روکے گا۔ اور دو جتنا تم سے دیا جاسکے" (بخاری و مسلم)

ایک طرف تو مندرجہ بالا حدیث میں مسلمانوں کو فیاضی اور دریادلی کی ترغیب دی گئی ہے اور دوسری جانب ان لوگوں کی سخت مذمت کی گئی ہے جو مال کے صرف میں بخل سے کام لیتے ہیں چنانچہ صحیح حدیث ہے:۔

"حضرت جابر رض کہتے ہیں فرمایا رسول اللہ صلعم نے ظلم سے بچو کیونکہ ظلم قیامت کے دن ایک تاریکی بن جائیگا اور بخل سے بچو اِس لئے کہ بخل نے اُن لوگوں کو ہلاک کر دیا ہے جو تم لوگوں سے پہلے تھے۔ انھوں نے دولت کے لالچ میں حرام کو بھی حلال بنالیا تھا" (مشکوٰۃ)

حقیقت یہ ہے کہ بخل جو سرمایہ داری کا نتیجہ ہے دُنیا کا سب سے بڑا فتنہ ہے۔ دنیا کے بیشتر ہنگامے اِسی سے پیدا ہوتے ہیں اسی لئے اسلام نے ایک طرف تو بخل کی مذمت کی ہے اور دوسری طرف مسلمانوں کو حکم دیا ہے کہ وہ بے ضرورت دولت جمع نہ کریں بلکہ اپنی دولت سے مخلوقِ خدا کی خدمت کریں۔

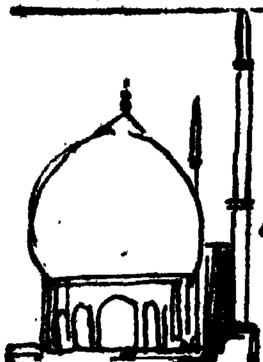
مرنے کے بعد کام آنے والی چیزیں

رسول اللہ صلعم نے سچے مومن کی پہچان یہ بتائی ہے کہ جب تک وہ زندہ رہتا ہے مخلوقِ خدا کو فائدہ پہنچاتا رہتا ہے۔ اور جب مرجاتا ہے تو ایسے کام چھوڑجاتا ہے جن سے کہ اُسے بھی ثواب ملتا ہے اور مخلوق کو بھی فائدہ پہنچتا ہے چنانچہ صحیح حدیث ہے:۔

"حضرت ابوہریرہ رض سے روایت ہے کہ فرمایا، رسول اللہ صلعم نے مردِ مومن کو جن نیک کاموں سے مرنے کے بعد بھی ثواب پہنچتا ہے اُن میں سے ایک تو علم ہے جس نے اُسے سیکھا اور دوسروں کو سکھایا۔ دوسرے نیک اولاد ہے جسے اپنے بعد اس نے نیکی کرنے کے لئے چھوڑا ہے۔ تیسرے قرآن ہے جو اس نے اپنی اولاد کی ہدایت کے لئے چھوڑا ہے

(باقی صـ۔۔۔پر)

اسلامی افکار



اسلام اپنی خوبیوں کی بدولت پھیلا
یہ بات ایک سرے ہی سے غلط ہے کہ اسلام بزورِ شمشیر پھیلا ہے

(از ڈاکٹر ذکی علی)

ڈاکٹر ذکی علی دنیائے اسلام کے ایک نامور مفکر ہیں ذیل کے مضمون میں انھوں نے اسلام کے ان مخالفین کو دندان شکن جواب دیا ہے جو اسلام کے بارے میں یہ کہتے ہیں کہ اسلام بزورِ شمشیر پھیلا ہے۔ انھوں نے یہ بتایا ہے کہ اسلام کی ہر دلعزیزی کے اسباب کیا ہیں، ڈاکٹر ذکی علی کے عربی مقالہ کا ترجمہ ناظرین ترجمان دنیا کی دلچسپی کے لئے ذیل میں پیش کیا جا رہا ہے۔

اسلام کی مقبولیت دنیا کا ایک نہایت ہی حیرت انگیز واقعہ ہے کیونکہ مذاہب کی تاریخ میں اتنی کم مدت میں آج تک کسی مذہب کو اسلام کی طرح فروغ حاصل نہیں ہوا۔ اور یہ چیز قابل غور ہے کہ آخر اسلام میں وہ کونسی جاذبیت ہے جس کی بنا پر اس مذہب نے مختصر سی مدت میں پوری دنیا کا احاطہ کر لیا ہے؟

مخالفین اسلام کا کہنا ہے کہ "اسلام کے فروغ کا سب سے بڑا سبب تلوار ہے" لیکن تاریخ ہمیں بتاتی ہے کہ دنیا کا کوئی مذہب اور کوئی تحریک کسی زمانہ میں بھی طاقت اور قوت کے بل پر فروغ حاصل نہیں کر سکی ہے اور اگر وقتی طور پر طاقت کے ذریعہ کوئی کامیابی حاصل بھی ہوئی ہے تو یہ عارضی ثابت ہوئی ہے۔ اس لئے یہ تصور ایک سرے ہی سے غلط ہے کہ اسلام تلوار کے ذریعہ سے پھیلا ہے۔

تاریخ ہمیں یہ بھی بتاتی ہے کہ طلوع اسلام کے وقت مسلمان بالکل بے سہارا تھے۔ ان کی تعداد بھی سو دو سو سے زیادہ نہیں تھی لیکن بعد میں غیر مسلموں ہی نے اسلام قبول کر کے اس مذہب کو تقویت دی اور ایسی تقویت دی کہ یہ مذہب حیرت انگیز سرعت کے ساتھ ساری دنیا کا مذہب بن گیا۔ اور اس کے بدترین دشمن ہی اس کے سب سے بڑے محافظ اور پاسبان بن گئے۔

اس بات کو سب ہی جانتے ہیں کہ اسلام وہ عظیم مذہب ہے جو دنیا سے الگ تھلگ عرب میں ظاہر ہو کر پوری دنیا میں حیرت انگیز سرعت کے ساتھ پھیلا ہے۔ اور ہر قسم کی شدید ترین مزاحمتوں اور مخالفتوں کے باوجود اب تک نہ صرف قائم ہے بلکہ دنیا کے دور دراز گوشوں تک پھیلتا چلا جا رہا ہے لیکن اس کا یہ پھیلاؤ صرف ان ہی لوگوں کی بدولت ممکن نہیں ہو سکتا تھا جو اسے مذہب کی حیثیت سے مانتے ہیں بلکہ اس کے پھیلاؤ کی سب سے بڑی وجہ یہ ہے کہ اس میں دنیا اور دنیا کے لوگوں کو نفع پہنچانے کی اتنی زبردست صلاحیت موجود ہے کہ وہ لوگ بھی جو کسی شے کو صرف اس کی افادی صلاحیتوں کی بدولت پسند کرتے ہیں اس کے گرویدہ بنتے چلے گئے اور اس طرح اس مذہب کو دنیا کی آبادی کے ایک بڑے طبقہ کی خاموش حمایت حاصل ہوتی چلی گئی۔

افادی زاویۂ نظر سے اسلام پر روشنی ڈالتے ہوئے بہت سے مفکرین اور ارباب قلم نے بہت کچھ لکھا ہے مثلاً ہمارے زمانہ کے ایک عیسائی مفکر جان ڈیون پورٹ نے اسلام کے بارے میں اس رائے کا اظہار کیا ہے کہ "اسلام کی بڑی خوبی یہ ہے کہ یہ اعلیٰ اخلاقی تعلیمات کا مجموعہ ہے۔ اور یہ مذہب گھریلو زندگی سے لیکر بین الاقوامی زندگی تک کسی مرحلہ پر بھی کسی ایسی بات کی اجازت نہیں دیتا جو انسانی معاشرے اور سماج کے لئے نقصان رساں ہو۔"

اس رائے کو نقل کرنے کے بعد کناڈا کے ایک عیسائی فاضل نے

جس کی سربراہی میں کتا گڈا میں اسلام اور اسلامی علوم کی تحقیقات ہو رہی ہے اسی رائے کی تشریح کرتے ہوئے لکھا ہے کہ "اسلام نے خود مسلمانوں کے لئے زندگی کا جو پروگرام بنایا ہے ہمیں یہاں اس پر روشنی ڈالنے کی کوئی ضرورت محسوس نہیں ہوتی۔ بلکہ ہم صرف یہ دیکھنا چاہتے ہیں کہ جن لوگوں نے اس مذہب کو قبول نہیں کیا ہے اُن کے ساتھ اِس مذہب کا معاملہ کیا رہا ہے؟ اور ہمارے اِس سوال کا جواب اِس کے علاوہ اور کچھ نہیں ہو سکتا کہ اِس مذہب نے انسانوں کے درمیان سے اُس مذہبی منافرت کو دور کر دیا ہے جو ہزاروں سال سے قائم چلی آ رہی تھی۔ اور اِس نے رنگ اور نسل کے اُس امتیاز کو بھی ختم کر دیا ہے جس نے کہ نبی نوع انسان کو بے شمار گروہوں میں تقسیم کر رکھا تھا۔ پھر اِس مذہب نے ہر مذہب کے داعی اور بزرگوں کے احترام کو لازمی قرار دیکر مختلف عقائد کے انسانوں کے درمیان رواداری پیدا کی ہے۔"

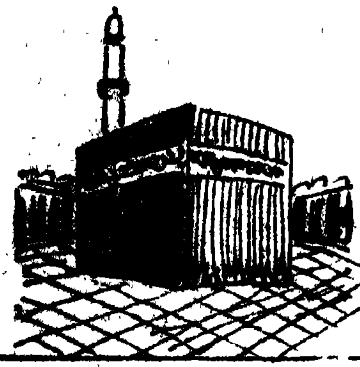
ایک دوسرے مفکر نے اسلام پر رائے زنی کرتے ہوئے لکھا ہے کہ "اسلام اگرچہ توہم پرستی، بُت پرستی اور خدا تعالیٰ کے ساتھ کسی دوسرے کو شریک کرنے کا شدید مخالف ہے لیکن اِس کے باوجود اسلام نے دوسروں پر اپنے اِس عقیدہ کو زبردستی ٹھونسنے کی مخالفت کر کے ایسی رواداری کا ثبوت دیا ہے جس کی مثال نایاب ہے۔ اور یہ بات اِس مذہب کی امن دوستی کا ایک قابل قدر نمونہ ہے۔ اسلام کی تعلیمات اس درجہ وسیع نظری پر محمول ہیں کہ ہم موجودہ اُلجھے ہوئے بین الاقوامی مسائل کے سلجھانے میں بھی اسلام سے مدد لے سکتے ہیں۔"

اور پروفیسر آرنلڈ نے اسی مسئلہ پر کچھ زیادہ تفصیل کے ساتھ روشنی ڈالی ہے وہ لکھتا ہے کہ "اسلام کو ابتدا میں تو اُن ہی لوگوں نے قبول کیا تھا جو اِس کے داعی محمد عربی کی بے داغ زندگی سے واقف تھے۔ لیکن بعد میں اسلام سے اُس کے بدترین مخالف بھی متاثر ہوتے چلے گئے پھر اگر خود اسلام میں دُنیا کو فائدہ پہنچانے کی صلاحیت موجود نہ ہوتی تو ایسی حالت میں جبکہ عرب اور عرب سے باہر اِس مذہب کی شدید ترین مخالفت جاری تھی اِس کا پھیلنا ممکن نہیں ہو سکتا تھا۔ سچ تو یہ ہے کہ اسلام کو اُس کی اخلاقی تعلیمات نے اور غیروں کو بھی فائدہ پہنچانے کی صلاحیتوں نے فروغ دیا ہے۔ چنانچہ جن قوموں نے مذہب کی حیثیت سے اسلام قبول نہیں کیا تھا وہ بھی اِسے اپنے لئے رحمت سمجھنے لگی تھیں۔

"طلوعِ اسلام کے وقت رومن عیسائیوں کی حکومت یورپ ایشیا اور افریقہ میں پھیلی ہوئی تھی لیکن اِس حکومت میں خود عیسائیوں کو بھی امن اور سکون حاصل نہیں تھا اور یہودیوں کی حالت تو بہت ہی ناگفتہ بہ تھی لیکن جب مسلمان فاتح کی حیثیت سے عیسائی ملکوں میں پہنچے تو اُنھوں نے کسی کے مذہب میں کوئی مداخلت نہیں کی۔ سب ہی قوموں کی مذہبی روایات کو برقرار رکھا اور اُن تمام حالات کی اصلاح کر دی جو یہودیوں اور عیسائیوں کی بے اطمینانی کا باعث بنے ہوئے تھے اِسی لئے اُن ملکوں کے باشندوں نے اپنے ہم مذہب عیسائیوں کی حکومت پر مسلمانوں کی حکومت کو ترجیح دی۔"

پروفیسر آرنلڈ نے اسلام کی مزید خوبیوں پر روشنی ڈالتے ہوئے لکھا ہے کہ "اسلام نے انسانوں کو وسعت نظری کی تعلیم دی تھی اسی لئے مسلمانوں نے اپنے تمام فائدوں میں سب ہی کو شریک رکھا تھا چنانچہ مشرق و مغرب میں اُنھوں نے اپنی جو زیر دست و مستحکم حکومتیں قائم کی تھیں اُن میں ہندو بودھ آتش پرست۔ یہودی اور عیسائی سب ہی حصہ دار تھے مسلم حکمراں غیر مسلموں کو اُن کی صلاحیتوں کے لحاظ سے بڑے بڑے عہدوں پر مامور کرتے تھے۔ مسلمانوں کی اِن عظیم حکومتوں نے غیر اسلامی علوم و فنون کے فروغ میں بھی ہمیشہ نمایاں حصہ لیا ہے مسلمانوں نے اپنے دورِ اقتدار میں ہمیشہ عیسائیت کی سرپرستی کیا ہے اور علمی سرپرستی میں یہ ہمیشہ پیش پیش رہے ہیں۔ تاریخ ہمیں بتاتی ہے کہ یورپ کے عیسائی ملکوں سے بے شمار طلبا قرطبہ کی تعلیم گاہوں میں آتے تھے اور مسلمان اُن کے تمام تعلیمی اخراجات برداشت کرتے تھے اِس طرح مسلمانوں نے اپنے مخالف عیسائیوں کے لئے بھی فائدہ رسانی کے دروازے کھول رکھے تھے۔"

مسلم حکمرانوں کی وسیع نظری اور اسلام کی افادی صلاحیتوں کے بارے میں عیسائی مفکرین نے جن خیالات کا اظہار کیا ہے اُن سے بخوبی اندازہ لگایا جا سکتا ہے کہ اسلام تلوار کے ذریعہ پھیلا ہے یا اپنی فائدہ رسانی اور افادیت کی بدولت اِس نے لوگوں کے دلوں میں جگہ کر لی تھی۔ اور یہی چیز اسلام کے فروغ کا سب سے بڑا باعث بنی ہے۔ انڈونیشیا، ملیشیا، فلپائن اور یورپ و امریکہ میں آج اسلام کو جو مقبولیت حاصل ہو رہی ہے وہاں کونسی اسلامی تلوار اپنا کام کر رہی ہے حقیقت یہ ہے کہ اسلام محض اپنی خوبیوں کی بنا پر پھیلا ہے۔



مشاہیر اسلام

سیدنا حضرت اسمٰعیل علیہ السلام

جن کی مقدس قربانی کی یاد میں عیداضحیٰ منائی جاتی ہے

(از ادارہ دین دنیا)

حضرت اسمٰعیل علیہ السلام حضرت ابراہیم علیہ السلام کے اکلوتے فرزند تھے جو حضرت ہاجرہ کے بطن سے پیدا ہوئے تھے۔ حضرت ابراہیم اللہ کے حکم سے جب اُس چٹیل اور بے آب گیاہ میدان میں انہیں چھوڑ کر جانے لگے جہاں اس وقت مکہ معظمہ آباد ہے تو حضرت ہاجرہ نے آگے بڑھ کر آپ کا دامن پکڑ لیا اور آپ سے عرض کیا۔

"آخر آپ کو کس نے مشورہ دیا کہ آپ ایک ایسی جگہ ہمیں چھوڑ کر چلے جائیں۔ جہاں نہ کوئی درخت ہے نہ پانی ہے" حضرت ابراہیم نے فرمایا "مجھے میرے پروردگار نے یہ حکم دیا ہے"

حضرت ہاجرہ یہ بات سن کر بولیں "اگر ایسا ہے تو میں بھی حکم الٰہی کے سامنے گردن جھکاتی ہوں اور مجھے امید ہے کہ وہ مجھے ضائع نہ ہونے دیگا"

حضرت ابراہیم پیغمبر ضرور تھے مگر پھر بھی انسانی جذبات سے خالی نہیں تھے۔ جب وہ محبوب بیوی اور معصوم فرزند سے رخصت ہونے تو اُن کا دل سینے کے اندر دھڑک رہا تھا اور انھوں نے بیوی بچہ پر ایک نظر ڈالی اور بارگاہ الٰہی میں دعا فرمائی "خداوندا میں نے تیرے حکم پر اس ویرانے میں اپنی اولاد کو آباد ہونے کے لئے چھوڑا ہے۔ جو بالکل بے آب و گیاہ ہے جہاں نہ سبزہ ہے نہ پانی ہے۔ میں تیرے حکم پر انہیں چھوڑ کر جا رہا ہوں تاکہ یہاں وہ رہ کر تیری عبادت کریں۔ پروردگار ان کے دلوں کو اپنی طرف متوجہ کر۔ انھیں رزق پہنچا تاکہ یہ تیرا شکر ادا کریں" اور پھر حضرت ابراہیم روانہ ہو گئے۔

حضرت ہاجرہ کے دل کا جو حال ہوا ہوگا اور حضرت ابراہیم کے قلب پر جو گزری ہوگی وہ تصور سے باہر ہے۔ لیکن ایمان کی پختگی ملاحظہ فرمائیے کہ دونوں ہی نے حکم الٰہی کے سامنے گردن جھکا دی جب اللہ جل شانہ کی جانب سے آزمائش ہو چکی، اور بندوں کی طرف سے اطاعت کا پورا اظہار ہو چکا تو رحمت خداوندی جوش میں آگئی وہ بھلا کب اپنے بندے کو مصیبت میں مبتلا رہنے دیتا ہے۔

یہ وہ وقت تھا جب حضرت اسمٰعیل پر تشنگی غالب تھی اور وہ پیاس کی شدت سے ایڑیاں رگڑ رہے تھے۔ اُدھر حضرت ہاجرہ بیقرار ہو کر صفا اور مروہ کی پہاڑیوں پر پانی کی تلاش میں اِدھر سے اُدھر دوڑ رہی تھیں تو بارگاہِ الٰہی سے ایک چشمے کے جاری کئے جانے کا حکم ہوا اور حضرت جبرئیل امین نے حضرت اسمٰعیل کے عین قدموں کے نیچے وہ چشمہ زم زم جاری کر دیا جسے دیکھ کر آپ بہت خوش ہوئیں اور صمیم قلب سے اللہ تعالیٰ کا شکر ادا کیا۔

اِس چشمہ کا جاری ہونا تھا کہ مکہ معظمہ کی آبادکاری کی داغ بیل پڑ گئی اور چشمہ کو بہتا دیکھ کر پرندے آنے شروع ہو گئے اور پرندوں کو اڑتا دیکھ کر ایک خانہ بدوش قبیلہ اُدھر آ گیا اور اُس نے حضرت ہاجرہ سے اجازت لے کر وہیں سکونت اختیار کر لی۔ یہ قبیلہ - قبیلہ جرہم کے نام سے مشہور ہے گویا دیکھتے ہی دیکھتے اُسی میدان میں جو اجڑا پڑا تھا چشمہ بھی جاری ہو گیا اور اچھی خاصی آبادی بھی ہو گئی۔ جس نے کہ بڑھتے بڑھتے ایک عظیم الشان بستی کی صورت اختیار کر لی۔

حضرت اسمٰعیل اسی قبیلہ میں پلنے اور رہنے لگے یہاں تک کہ وہ سنِ بلوغ کو پہنچ گئے۔ قبیلہ والوں کو حضرت اسمٰعیل سے اِس درجہ محبت تھی کہ ایک مرتبہ جب انھوں نے اپنے والد محترم کے پاس شام جانے کا ارادہ کیا تو سب نے مل کر انھیں روک لیا۔ پورا قبیلہ اُن پر جان چھڑکتا ہے۔ اُدھر حضرت ابراہیم کو جب موقعہ ملتا تھا تو وہ شام سے مکہ معظمہ آ جاتے تھے اور بیوی بچہ سے مل کر پھر واپس چلے جاتے تھے۔ لیکن حضرت اسمٰعیل کے جوان ہونے پر حضرت ابراہیم کو بذریعہ وحی ہدایت ہوئی کہ مکہ معظمہ

پہنچ کر وہاں خانہ کعبہ تعمیر کریں چنانچہ آپ مکہ معظمہ آئے بیٹے سے گلے ملے اور دونوں نے مل کر اللہ کے حکم سے بیت اللہ کی تعمیر شروع کر دی حضرت اسمٰعیل گارا اور پتھر اٹھا کر لاتے تھے اور حضرت ابراہیم پتھر جوڑتے اور دیوار بناتے جاتے تھے۔ دونوں اپنے کام کی مشغولیت کے دوران رَبَّنَا تَقَبَّلْ مِنَّا اِنَّكَ اَنْتَ السَّمِيْعُ الْعَلِيْمُ کہتے جاتے تھے۔ جب دیوار بلند ہو گئی تو آپ نے ایک پتھر پر کھڑے ہو کر تعمیر شروع کی اُسی کو مقام ابراہیم کہتے ہیں آخر میں فرمایا کوئی ایسا پتھر لاؤ جسے مقام رکن پر رکھ دوں تاکہ امتیاز ہو سکے۔

مورخین و مفسرین کے بیان کے مطابق حضرت اسمٰعیل حضرت جبرائیل کی نشان دہی پر حجر اسود اٹھا کر لائے جسے حضرت ابراہیم نے اپنے ہاتھ سے مقام رکن پر رکھ دیا یہی وہ مقدس پتھر ہے جس کا طواف کے دوران بوسہ لیا جاتا ہے۔ اور جو دنیا کی سب سے قدیم اور متبرک چیز ہے جس کے ہزار ہا انبیاء اولیاء اور صلحا کے لب ہائے مبارک مس ہوتے رہے ہیں کعبہ کی عمارت نو گز بلند تھی، طول تیس گز اور عرض بیس گز تھا دروازہ کرسی پر تھا اور زمین کے برابر تھا اور چوکھٹ و کواڑ کچھ بھی نہ تھے۔ یہ اتنی سادہ اور مقدس عمارت تھی کہ اُس سے زیادہ مقدس عمارت دنیا میں اور کوئی نہ تھی۔

جب حضرت ابراہیم تعمیر بیت اللہ سے فارغ ہوئے تو مکہ معظمہ کی ایک بلند پہاڑی پر کھڑے ہو کر با آواز بلند اعلان کیا۔ یا ایھا الناس اِنَّ اللّٰهَ قد بنی لکم بیتا و دعاکم الی حجۃ فاجیبوا (لوگو اللہ تعالیٰ نے تمہارے لئے بیشک ایک گھر بنا دیا ہے۔ اور تمہیں اُس کی زیارت اور اُس کے حج کے لئے دعوت دی ہے پس تم اِس دعوت پر لبیک کہو اور اس کی زیارت کے لئے آؤ)

خدا جانے اُس آواز اور اُس دعا میں کیا برقی اثر تھا کہ ہر طرف سے لوگ اُس کی طرف ٹوٹ پڑے اور دیکھتے ہی دیکھتے اُسے ایک عام مقبولیت اور مرکزیت حاصل ہو گئی۔ ہر سال ہزاروں اور لاکھوں کی تعداد میں لوگ اُس کی زیارت کو ہر طرف سے آنے لگے اور خود بھی حضرت ابراہیمؑ جب تک زندہ رہے ہر سال شام سے اس کی زیارت و حج کے لئے آتے رہے۔ حضرت ابراہیم پیغمبر تھے ایک پیکر تبلیغ تھے، جہاں جاتے یہ فریضہ مفروضہ بھی آپ کے ساتھ رہتا اور تبلیغ کرتے کرتے مکہ معظمہ میں بھی بکثرت اسلام پھیلتا گیا۔ حضرت ابراہیم کی زندگی ہی میں بیت اللہ شریف کو ایک مرکزی حیثیت مل چکی تھی۔ اور ہر طرف سے لوگ آنے لگے تھے اور دین ابراہیمی بہت وسعت و عمومیت حاصل کر چکا تھا۔

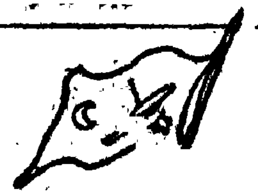
حضرت اسمٰعیل نہایت محبوب اور نہایت خوبصورت فرزند تھے حضرت ابراہیم کا دل انہیں دیکھ کر باغ باغ ہو جاتا تھا۔ تعمیر کعبہ سے قبل آپ سے ایک اور قربانی طلب کی گئی تھی اور قربانی بھی ایسی کہ جس کے محض تصور ہی سے جسم پر لرزہ طاری ہو جاتا ہے حضرت ابراہیم کئی روز تک خواب دیکھتے رہے کہ اللہ تعالیٰ کی راہ میں بہترین چیز قربان کرنے کا مطالبہ ہو رہا ہے۔ اور آپ حضرت اسمٰعیل کو اللہ کی راہ میں قربان کر رہے ہیں۔ آپ نے مسلسل تین شب یہ خواب دیکھا اور آپ کو یقین ہو گیا کہ واقعی یہ خواب بھی وحی کا درجہ رکھتا ہے تو آپ حضرت اسمٰعیل کو اللہ کی راہ میں قربان کرنے کے لئے ہمہ تن تیار ہو گئے۔

حضرت ابراہیم نے حضرت اسمٰعیل کو پاس بلا کر فرمایا کہ چھرا اور رسی لے آؤ کہ ہم دونوں سامنے کے پہاڑ پر لکڑیاں اٹھانے چلیں گے یہ جھوٹ نہ تھا۔ حسن تدبیر تھی کہ اگر پہلے سے معاملہ آشکارا ہو گیا تو قبیلۂ جرہم کے لوگ جو حضرت اسمٰعیل سے بہت محبت رکھتے تھے وہ کبھی اُن کو قربان نہ ہونے دیں گے۔

حضرت ابراہیم اور حضرت اسمٰعیل علیہما السلام روانہ ہوئے تو شیطان لعین ایک پیر مرد کی صورت میں حضرت اسمٰعیل کے پاس آیا اور کہا کہ صاحبزادے کچھ خبر بھی ہے کہ تمہارے باپ تمہیں کس غرض سے لئے جا رہے ہیں۔ لکڑیاں کاٹنا مقصود نہیں ہے بلکہ تمہیں ذبح کرنا چاہتے ہیں۔ انھیں یہ وہم پیدا ہو گیا ہے کہ خدا نے اُن سے تمہاری قربانی کا مطالبہ کیا ہے۔ بھلا خدا کو تمہاری قربانی سے کیا فائدہ ہوگا۔ تم اپنی نوعمری پر رحم کرو۔ اُن کے ساتھ نہ جاؤ اور یہیں سے لوٹ جاؤ۔"

حضرت اسمٰعیل نے فرمایا "اگر اللہ تعالیٰ نے یہی حکم فرمایا ہے تو یہ میری عین سعادت ہے۔" شیطان یہ سن کر خاموش ہو گیا۔ شیطان اب حضرت ابراہیم کے پاس گیا اور بولا حضرت! یہ آپ کو بڑھاپے میں کیا وہم پیدا ہوا ہے۔ کہیں کسی باپ نے اپنے بیٹے کو بھی قربان کیا ہے؟۔ جانوروں کی قربانی تو ہوتی آئی ہے مگر یہ انسان کی قربانی نئی بات ہے خدا خود اِس کا روادار نہیں ہو سکتا۔ اور کہیں آپ بیٹے کے قتل کے گناہ میں معتوب الٰہی نہ ہو جائیں۔ آپ کو غلط فہمی ہوئی ہے۔ خدا کے لئے آپ اِس نوعمر بیٹے کی جان پر رحم کیجئے ابھی اس غریب نے دنیا میں دیکھا ہی کیا ہے۔ اپنے اس عزم سے باز آ جائیے۔"

تاریخ اسلام کا ایک ورق



روسی ترکستان میں اسلامی فتوحات

جب اِس کفرستان پر اسلامی پرچم لہرایا گیا



(از شوکت علی فہمی)

سمرقند، بخارا اور روسی ترکستان کے وہ علاقے جن پر آج روس نے غاصبانہ قبضہ کر رکھا ہے درِ اصل یہ وہ مسلم علاقے ہیں جن پر صدیوں تک اسلامی پرچم لہراتا رہا ہے۔ تاریخ ہمیں بتاتی ہے کہ قرونِ اولیٰ کے مسلمانوں کی فتوحات کا سیلاب ایک ایسا سیلاب تھا جو اپنے ساتھ بڑی بڑی سلطنتوں کو بہا لے گیا تھا۔ ذیل کے مقالہ میں یہی بتایا گیا ہے کہ روسی ترکستان کی فتح میں مسلمانوں نے کیسی جانبازی اور سرفروشی کا ثبوت دیا تھا۔

یہ اُس زمانہ کی بات ہے جبکہ مسلمانوں کی خانہ جنگی کی بنا پر خلافت اسلامیہ میں کمزوری پیدا ہو گئی تھی اور اِس کمزوری کی وجہ سے روسی ترکستان کی وہ غیر مسلم ریاستیں جو خلافت اسلامیہ کی باجگذار تھیں مسلمانوں کے خلاف بغاوت پر آمادہ ہو گئی تھیں۔ اور اِس بغاوت میں صغانیان اور شومان کے ستارہ پرست حکمران سب سے زیادہ پیش پیش تھے۔ یا تو ان حکمرانوں کی حالت یہ تھی کہ وہ باقاعدہ خلافت اسلامیہ کو خراج ادا کرتے تھے یا یہ کیفیت ہو گئی کہ پہلی صدی ہجری کے آخر میں انھوں نے چن چن کر اپنے علاقے کے مسلمانوں کو قتل کرنا شروع کر دیا۔ صغانیان کے حکمران نیزک نے تو مسلمانوں کو حکم دے دیا تھا کہ یا تو وہ دینِ اسلام چھوڑ کر کفر اختیار کر لیں ورنہ مرنے کے لئے تیار ہو جائیں اور اب صغانیان کے مسلمانوں کے لئے اِس کے سوا اور کوئی چارہ کار نہ تھا کہ متحد ہو کر مقابلہ پر آ جائیں۔ چنانچہ مٹھی بھر مسلمان بڑی بے جگری کے ساتھ اِس ظالم حکمران کی فوجوں کا مقابلہ کرتے رہے۔ یہاں تک کہ سب کے سب ایک ایک کرکے اسلام پر قربان ہو گئے۔

صغانیان کی طرح شومان اور کفیان میں بھی مسلمانوں پر بے پناہ مظالم توڑے جا رہے تھے۔ ان مظالم کی اطلاع جب خلیفہ ولید بن عبدالملک کو ہوئی تو انھوں نے اپنے بھتیجے قتیبہ بن مسلم کو لکھا کہ "تمہیں خراسان کا گورنر اِس لئے بنایا گیا تھا کہ تم نہ صرف خراسان کے مسلمانوں کی حفاظت کرو بلکہ خراسان کے قریب روسی ترکستان کا جو علاقہ ہے وہاں کے مسلمانوں کو بھی فراموش نہ کرو۔ تمہیں معلوم ہے کہ روسی ترکستان کے تقریباً تمام حکمران باغی ہو گئے ہیں اور اُن کے ہاتھوں بڑی بے دردی سے مسلمانوں کا خون بہایا جا رہا تھا۔ اِن مظلوم مسلمانوں کی فریاد ہمارے کانوں تک پہنچی ہے۔ یہ خط ملتے ہی تم اِن مسلم دشمن حکمرانوں کو عبرتناک سزا دو۔ میں تازہ دم فوج اُن کی سرکوبی کے لئے بھیج رہا ہوں۔"

قتیبہ بن مسلم کو جب یہ خط ملا تو اُس وقت اُس کے پاس مشکل سے سات ہزار سپاہی تھے۔ اُدھر روسی ترکستان کے باغی حکمرانوں کی حالت یہ تھی کہ اُن کے پاس نہ صرف بے اندازہ فوج موجود تھی بلکہ اُن کے علاقہ کے مشرک باشندے بھی بڑے جوش و خروش سے اُن کے ساتھ شریک ہو گئے تھے جس سے کہ باغیوں کی طاقت میں اور بھی اضافہ ہو گیا تھا۔ اِن حالات میں سیاسی مصلحت کا تقاضہ یہ تھا کہ قتیبہ بن مسلم دمشق سے آنے والی تازہ دم فوج کا انتظار کرتے۔ لیکن مسلم مجاہدین کی ہمیشہ یہ خصوصیت رہی ہے کہ انھوں نے مٹھی بھر سپاہیوں سے بڑے بڑے معرکے سر کئے ہیں اور قتیبہ بن مسلم تو اِس معاملہ میں سب سے آگے تھے۔ لہٰذا اِس مردِ مجاہد نے ایک لمحہ ضائع کئے بغیر اللہ کا نام لے کر روسی ترکستان پر حملہ کر دیا۔

قتیبہ بن مسلم کا روسی ترکستان پر حملہ کرنا تھا کہ سب ہی باغی ترکستانی حکمران متحد ہو گئے۔ اور اِس طرح ایک خوفناک جنگ چھڑ گئی قتیبہ بن مسلم

کا سب سے پہلا حملہ صغانیان پر ہوا تھا۔ صغانیان کا سلطان کیغانوس خود فوج کی کمان کر رہا تھا۔ بے اندازہ لشکر اُسکے ساتھ تھا۔ اور اُس کی امداد کے لیے شومان اور کیفان کی بھی فوجیں موجود تھیں۔

کچھ روز تک بڑا ہی سخت معرکہ گرم رہا۔ ایک طرف تو ستارہ پرست مشرکوں کا لشکر عظیم تھا اور دوسری جانب قتیبہ بن مسلم کے صرف چند ہزار سپاہی تھے۔ اس معرکہ میں اگر قتیبہ بن مسلم کو شکست ہو جاتی تو یہ ایک قدرتی بات تھی۔ لیکن تاریخ کا یہ عجیب و غریب واقعہ ہے کہ مٹھی بھر جانبازوں نے مشرکوں کے نہ صرف لشکرِ جرار کے قدم اکھاڑ دیے بلکہ اس معرکہ میں صغانیان کا جابر حکمران بھی مارا گیا۔ قتیبہ بن مسلم نے اُس کا سر کاٹ کر خلیفہ دمشق کی خدمت میں روانہ کر دیا۔ اور روسی ریاست صغانیان کا علاقہ جو مشرکوں کا سب سے بڑا گڑھ تھا سرفروش مسلمانوں نے وہاں اسلام کا پرچم لہرا دیا۔ یہ واقعہ ۸۶ھ ہجری میں پیش آیا تھا۔

صغانیان کو زیر کرنے کے بعد اسلامی فوج شومان کی جانب بڑھی۔ اب دمشق کی تازہ دم فوج بھی قتیبہ بن مسلم کی فوج کے ساتھ آن ملی تھی اُدھر شومان کا لشکر بھی مسلمانوں کے مقابلہ کے لیے آگیا۔ لیکن صغانیان کے زیر ہونے کی وجہ سے چونکہ مشرکوں کے حوصلے پست ہو چکے تھے۔ اس لئے کسی بڑے معرکہ کے بغیر ہی شومان پر مسلمانوں کا قبضہ ہو گیا

اب مسلمانوں کے جوش کا یہ عالم تھا کہ وہ روسی ترکستان میں سیلاب کی طرح بڑھ رہے تھے شہر پہ شہر اور علاقے پہ علاقے فتح کرتے چلے جاتے تھے۔ حالانکہ وہی ترکستانی مشرک جو اپنی جنگجوئی کے لیے مشہور تھے۔ کسی ایک موقعہ پر بھی مسلمانوں کے مقابلہ پر جم کر نہیں رہ سکے یہاں تک کہ قتیبہ بن مسلم نے روسی ترکستان کی نہایت ہی طاقتور ریاست۔ کفیان کو بھی فتح کر لیا۔

بخارا کا حاکم بھی مسلمانوں کا پہلا نا باجگزار تھا۔ مگر وہ بھی دوسرے مشرک حکمرانوں کے نقشِ قدم پر چلتے ہوئے باغی ہو گیا تھا۔ قتیبہ بن مسلم نے جب ۸۸ھ ہجری میں اس کے خلاف فوج کشی کی تو وہ مقابلہ پر آنے کی ہمت ہی نہیں کر سکا۔ اور اُس نے اطاعت اور معافی کے بعد اپنی ریاست قتیبہ بن مسلم کے رحم و کرم پر چھوڑ دی۔ پھر یہی بخارا آگے چل اسلامی علوم و فنون کا سب سے بڑا مرکز بن گیا تھا۔

اُسی زمانہ میں بادغیس کے حکمراں نے بھی روسی ترکستان کے چند دوسرے مشرک حکمرانوں کو اپنے ساتھ ملا کر مسلمانوں کے خلاف علم بغاوت بلند کر دیا تھا۔ اور نوبت یہاں تک پہنچی کہ اُس نے طخارستان کے مسلم حاکم کو بھی طخارستان سے نکال دیا۔ لیکن قتیبہ بن مسلم نے جب اُس کے خلاف یورش کی تو وہ بھی مقابلہ پر نہ ٹھہر سکا اور اس کے بعد طخارستان، طالقان بادغیس، فاریاب اور جوزجان کے علاقے ایک ایک کرکے قتیبہ بن مسلم نے فتح کر لیے بادغیس کا حکمراں اس معرکہ میں قتل ہوا۔ غرضکہ ۹۲ھ ہجری تک قتیبہ نے روسی ترکستان کے بہت بڑے علاقے پر قبضہ کر لیا تھا۔

سمرقند والوں سے صلحنامہ کے تحت مسلمانوں کے دوستانہ تعلقات زمانہ دراز سے قائم تھے۔ لیکن جب ترکستان کے مشرک حکمرانوں نے مسلمانوں کی جنگ چھیڑی تو سمرقند والے بھی باغی ہو گئے۔ اب مسلمانوں کے لیے ضروری ہو گیا کہ وہ سمرقند والوں کو بھی اُن کی بدعہدی کی سزا دیں۔ لہٰذا قتیبہ نے سمرقند پر بھی فوج کشی کر دی۔ اس جنگ کی خصوصیت یہ تھی کہ اس جنگ میں شکست خوردہ مشرک ریاستوں کے تقریباً تمام سردار مسلمانوں کے مقابلہ پر آ گئے تھے۔ لیکن ایک خوفناک جنگ کے بعد سمرقند والوں کو بھی شکست فاش ہوئی۔

سمرقند بت پرستوں کا علاقہ تھا۔ یہاں کے باشندوں کا یہ عقیدہ تھا کہ جو بھی اُن کے بتوں کو ہاتھ لگائے گا وہ تباہ ہو جائے گا۔ قتیبہ نے اُن کی اس توہم پرستی کو ختم کرنے کے لیے صرف دو بڑے بتوں کو نذرِ آتش کر دیا۔ جب ان بت پرستوں نے دیکھا کہ دو بڑے بتوں کو ضائع کرنے کے باوجود بھی مسلمانوں کو کوئی نقصان نہیں پہنچا تو اُن کا عقیدہ بتوں پر سے ہٹ گیا۔ اور سب کے سب مسلمان ہو گئے۔

قصہ مختصر یہ کہ قتیبہ بن مسلم نے تھوڑے سے عرصے میں ۹۵ھ ہجری تک پورے روسی ترکستان کو فتح کرنے کے بعد مشرکوں کے اس علاقہ پر اسلامی پرچم لہرا دیا۔ ان واقعات سے بخوبی اندازہ لگایا جا سکتا ہے کہ قرونِ اولیٰ کے مسلمانوں کے حوصلے کس قدر بلند تھے کہ وہ مٹھی بھر سپاہیوں کے ذریعہ بڑے سے بڑے علاقہ کو فتح کر لیتے تھے۔

روسی ترکستان کا یہ علاقہ جسے مسلمانوں نے بڑی قربانیاں دے کر فتح کیا تھا۔ صرف جغرافیائی اور فوجی اعتبار سے ہی اہم نہیں تھا بلکہ اسلامی علوم کا بھی بہت بڑا مرکز تھا۔ خصوصیت کے ساتھ سمرقند اور بخارا کو بہت بڑی علمی حیثیت حاصل تھی۔ لیکن افسوس کہ آج ان علاقوں پر روسی بے دینوں کا قبضہ ہے۔

تاریخِ ہند



شاہانِ ہند کی اسٹیٹ پالیسی

غیر مسلم بھی اُن کی حکومت کو اپنی حکومت سمجھتے تھے

(مسٹر ایم۔ این رائے کے قلم سے)

ہندوستان کے نامور مفکر مسٹر ایم۔ این رائے کا یہ تاریخی مضمون اُن فرقہ پرستوں کی آنکھیں کھول دینے کے لئے کافی ہے جنھیں ہندوستان کے مسلم دورِ حکومت میں برائیوں کے سوا اور کچھ دکھائی نہیں دیتا اور جو آئے دن شاہانِ ہند کے بارے میں بے بنیاد واقعات گھڑ کر ہمارے ملک میں منافرت کی خلیج کو وسیع کرنے کی کوشش میں لگے ہوئے ہیں ہم کو توقع ہے کہ یہ مضمون فرقہ پرستوں کے لئے ایک تازیانہ ثابت ہوگا۔

ہندوستان ایک ایسا ملک ہے جہاں مسلمانوں نے مجموعی طور پر کم و بیش ایک ہزار سال تک حکومت کی ہے۔ مسلمانوں کے اس طویل دورِ حکومت کی بڑی خوبی یہ ہے کہ یہ ملک پورے مسلم دور میں فرقہ پرستی کی لعنت سے پاک رہا ہے۔ اور جیسی یکجہتی اور یگانگت اس ملک کے باشندوں میں مسلم دورِ حکومت میں رہی ہے۔ وہ آپ ہی اپنی مثال ہے۔ سوال یہ پیدا ہوتا ہے کہ آخر مسلم دورِ حکومت میں وہ کونسی خوبی تھی جس نے کہ اس ملک کے باشندوں کو شیر و شکر کر دیا تھا۔ اس حقیقت کو سمجھنے کے لئے ہمیں مسلم دورِ حکومت کی تاریخ پر ایک ہلکی سی نظر ڈالنی ضروری ہے مسلمان اقلیت میں ہونے کے باوجود ایک طویل مدت تک اس ملک پر حکومت کرتے رہے ہیں۔ اور یہ بات ظاہر ہے کہ کوئی اقلیت بھی اتنے طویل زمانہ تک اُس وقت تک حکومت نہیں کر سکتی جب تک کہ اُسے اکثریتی طبقہ کی حمایت حاصل نہ ہو۔

اب ہمیں یہ دیکھنا ہے کہ مسلمانوں نے کس طرح اکثریتی طبقہ کی ہمدردیاں حاصل کی تھیں۔ اور وہ ایسے کیا خاص اسباب تھے جن کی بنا پر اکثریتی طبقہ کے لوگ اختلافِ مذہب کے باوجود مسلم اقلیت کے ایسے پشت پناہ بنے رہتے۔ اُن کے لئے ہر وقت اپنا خون تک دینے کے لئے اور جان تک قربان کرنے کے لئے تیار رہتے تھے۔

تاریخی حقیقت یہ ہے کہ مسلمان حکمراں صرف ہندوستان ہی میں نہیں بلکہ دنیا کے جس ملک میں بھی بطور فاتح کے گئے ہیں اُنھوں نے اپنے حسنِ سلوک اور رواداری سے وہاں کے مقامی باشندوں کی ہمدردیاں حاصل کرنے کی پوری کوشش کی تھی۔ اور اس مقصد میں اُنہیں سلطے اور بھی کامیابی ہوئی کیوں کہ اسلام نے اُنہیں دوسروں کے ساتھ رواداری کا سبق دیا تھا اور مسلمانوں کو بتایا تھا کہ اسلامی نقطۂ نظر سے حکومت کا بنیادی منشا لوٹ کھسوٹ نہیں ہے۔ بلکہ اسلام نے ملک کی تعمیر و ترقی اور ضمیر و مذہب کی آزادی کو لازمی قرار دیا تھا چنانچہ ہندوستان میں مسلمانوں کے عہدِ حکومت کی تاریخ بتاتی ہے کہ اُنھوں نے اس مقصد کی تکمیل کی پوری کوشش کی تھی۔

اسلام اُس زمانہ میں ظاہر ہوا تھا جب پوری دنیا میں شخصی حکومت کا نظام قائم تھا۔ اُس زمانہ میں حکمرانوں کی زبان سے نکلے ہوئے الفاظ ہی کو قانون کی حیثیت حاصل تھی یہ شخصی حکومت کا وہ دور تھا جب کہ کمزور قومیں ضمیر اور عمل کی آزادی کے حق سے یکسر محروم تھیں لیکن جب اسلام نے پہلی مرتبہ حکمرانوں کی اس مطلق العنانی پر ضرب لگائی تھی۔ اور قرآن کی تعلیمات کی روشنی میں اُنہیں حکومت اور معاشرت کا ایک مکمل اور مفصل ضابطہ عطا کیا تھا۔ مسلمان اسی ضابطہ کو لے کر ہندوستان میں آئے تھے۔

ہندوستان آنے سے پہلے مسلمانوں کو جن قوموں سے واسطہ پڑا تھا

اُن کے رسم و رواج۔ مذہبی عقائد اور تہذیب و تمدن ہندوستان کے باشندوں سے بالکل مختلف تھے۔ لیکن چونکہ اسلام نے مسلمانوں کو انسانی قدروں کو مدِ نظر رکھنے کی ہدایت کی تھی۔ اس لئے اُنھوں نے ہندوستان کے باشندوں کو بھی۔ عیسائیوں اور یہودیوں جیسی اُن قوموں کے درجے میں شامل کر لیا تھا۔ جنھیں وہ اہلِ کتاب قرار دے کر اُن کے ساتھ برابری کا سلوک کرتے تھے۔

ہمیں اس بات کا کھلے دل کے ساتھ اعتراف کرنا چاہئے کہ مسلمانوں نے ہندوستان میں فاتح کی حیثیت سے داخل ہونے کے بعد ہندوستان کے باشندوں کے ساتھ ہمیشہ برابری کا سلوک کیا ہے۔ چنانچہ ہندوستان کا کوئی غیر مسلم مورخ بھی اس بات سے انکار نہیں کرتا کہ جب مسلمانوں نے محمد بن قاسم کی سرکردگی میں سندھ میں پہلی اسلامی حکومت قائم کی تھی تو اس حکومت میں سندھ کے باشندوں کو کامل مذہبی اور سماجی آزادی دی گئی تھی اور اس آزادی کی حفاظت کو مسلمان اپنا فرض سمجھتے تھے۔ اُنھوں نے سندھ میں اسلامی حکومت کے قیام کے بعد بھی ہندوؤں کے پرانے مذہبی اور سماجی نظام کو جوں کا توں برقرار رکھا تھا۔ اور تبدیلیٔ حکومت کے زمانہ میں ہندوؤں کو جو کچھ نقصان پہنچا تھا مسلمانوں نے بڑی فیاضی اور دریا دلی سے اس کی تلافی کر دی تھی۔

محمد بن قاسم کے اس پہلے دور کے بعد جب دوسرے دور میں مسلمانوں کو ہندوستان کے دوسرے حصوں میں اپنی مستقل حکومتوں کے قیام کا موقع ملا تو ہندوستان ہی کی تاریخ کا مطالعہ ہمیں بتاتا ہے کہ اُنھوں نے اپنی ان حکومتوں کو بیرونی اسلامی ممالک کے اثرات سے بالکل پاک رکھا تھا۔ اور اُنھوں نے ہندوستان کو اپنا وطن قرار دے کر اسلامی حکومت کے بنیادی اصولوں کو کچھ اس طرح نافذ کیا تھا کہ مسلمانوں کی حکومت اس ملک کی قومی حکومت بن گئی تھی۔

ہم اس بات سے انکار نہیں کر سکتے کہ مسلمانوں کے ہندوستان میں آنے سے اس ملک کی تعمیر و ترقی میں بڑی مدد ملی ہے۔ مسلمان ہندوستان میں آنے سے پہلے دنیا کے دوسرے بہت سے حصوں میں بھی پہنچ چکے تھے اس لئے جب وہ یہاں آئے تھے تو اُن کے پاس تجربات مشاہدات اور دنیا کی ترقی کے متعلق معلومات کا ایک ایسا ذخیرہ موجود تھا جس سے اُس وقت کا ہندوستان بالکل محروم تھا۔ مسلمانوں کے ہندوستان میں آنے کے بعد مسلمانوں نے اپنی تمام تر واقفیت اور تجربات سے اِس ملک کو بے حد فائدہ پہنچایا۔ اور اس ملک کے باشندوں کو تعمیر و ترقی کے اُس راستہ پر ڈال دیا جس سے آج ہم فائدہ حاصل کر رہے ہیں۔

بہر حال مسلمانوں نے اس ملک میں آنے کے بعد اسے ایک متحدہ اور ترقی یافتہ ملک بنا دیا تھا اور اُس کی وسعت اور عظمت کے تصورات کو حقیقت میں بدل دیا تھا۔ اُنھوں نے اپنی تہذیب اور تمدن میں اس ملک کی تہذیب اور تمدن کو شامل کر کے ہندوستان کی ایک مشترکہ تہذیب اور تمدن کی تخلیق کی تھی۔ اور اس طرح حاکم و محکوم اور ہندو و مسلم کا امتیاز ختم کر کے ایک متحدہ قوم کی تشکیل کے لئے مسلمانوں نے میدان ہموار کر دیا تھا۔

اور صرف اسی پر مسلمانوں نے اکتفا نہیں کیا بلکہ ہندوستان کو خوشحال بنانے میں بھی اُن کا نمایاں حصہ رہا ہے۔ چنانچہ اُنھوں نے ہندوستان میں اُس زمانہ کی صنعت و حرفت کو بھی فروغ دیا۔ اور نقل و حمل کے وسائل فراہم کر کے تجارت کا ایسا مکمل نظام قائم کیا جس کی بدولت اس ملک کے باشندے سونے میں کھیلنے لگے اور ہندوستان دنیا بھر میں سونے کی چڑیا کے نام سے مشہور ہو گیا تھا۔

اسلامی نظام حکومت کی بڑی خوبی یہ ہے کہ مسلمانوں نے اس ملک کے قدیم سماجی روایات میں کبھی کوئی مداخلت نہیں کی کیونکہ وہ یہاں کے سماجی نظام کو ہندوؤں کے مذہب کا ایک جزو خیال کرتے تھے اور اس کی بعض برائیوں کو جانتے ہوئے بھی صرف اس لئے اُن کی مخالفت نہیں کرتے تھے کیونکہ اسلام نے اُنھیں کسی کے مذہب یا رسم و رواج میں مداخلت کی اجازت نہیں دی تھی۔ لیکن پھر بھی اُنھوں نے اپنے پاکیزہ سماجی نظام کا جو نمونہ پیش کیا تھا قدرتی طور پر یہاں کے لوگ اُس سے متاثر ہوئے تھے۔ چنانچہ مسلم دورِ حکومت میں ہندو سماج کی اصلاح کی جتنی تحریکیں بھی عالمِ وجود میں آئیں وہ مسلمانوں کے سماجی نظام ہی سے متاثر ہو کر شروع کی گئی تھیں۔

مسلمانوں نے حکمراں قوم ہونے کے باوجود اپنی کوئی امتیازی حیثیت ہندوؤں سے الگ مقرر نہیں کی۔ اسی لئے مسلم حکومت کے ہر دور میں ہمیں سلطنت کے ذمہ داروں میں ہندوؤں کے نام ہی نہیں بلکہ اُن کی ایک بڑی تعداد نظر آتی ہے۔ مالی انتظام قطعاً ہندوؤں کے ہاتھوں میں تھا۔ اور اُنھیں فوج کے اعلیٰ عہدوں پر مامور کیا جاتا تھا

اور انہیں وہ تمام اعزازات دیئے جاتے تھے جو مسلمانوں کو مل سکتے تھے۔ اور ہم اس معاملہ میں کسی مسلمان حکمراں کے زمانہ کو دوسرے مسلمان بادشاہوں اور سلاطین کے زمانوں سے مختلف نہیں پاتے تقریباً سب ہی مسلم حکمرانوں کا مسلک وسیع نظری تھا جس کی بنا پر اس ملک کے ہندوؤں نے ہمیشہ ہی مسلم حکمرانوں کے دورِ حکومت کو اپنا قومی دورِ حکومت سمجھا ہے۔

اصل بات یہ ہے کہ اسلام کا مزاج رواداری انصاف۔ امن پسندی۔ اور وسیع النظری کے اجزا سے بنا ہے اور ہمیں ہندوستان کی تاریخ میں قدم قدم پر اسلام کے اِسی مزاج کی کارفرمائیاں نظر آتی ہیں۔ اور اسی رواداری کا وسیع نظری۔ انصاف اور امن پسندی کی بدولت مسلمان اس قدر طویل مدت تک اس ملک پر حکومت کر سکے تھے۔ اور ان کی اسٹیٹ پالیسی ہمیشہ ہی قابل تعریف رہی ہے۔

سیدنا حضرت اسمٰعیل علیہ السلام

(باقی صفحہ ۲۲ سے)

حضرت ابراہیمؑ معمولی انسان نہ تھے بڑے دانشور اور بہت بڑے پیغمبر تھے، آپ نے فرمایا "ملعون! تو مجھے راہِ حق سے ہٹانے کے لئے آیا ہے۔ میں تیرے بہکانے میں نہ آؤں گا"

شیطان مایوس ہو کر واپس چلا گیا اور آپ نے کچھ دور جاکر بیٹے سے کہا "لختِ جگر! میں نے خواب میں دیکھا ہے کہ میں تمہیں ذبح کر رہا ہوں۔ اب بتاؤ کہ اِس امر میں تمہاری کیا رائے ہے؟" حضرت اسمٰعیل علیہ السلام نے فرمایا "اباجان آپ کو جو حکم ملا ہے آپ بے تکلف اس کی تعمیل کریں انشاءاللہ میں استقلال سے کام لوں گا"

حضرت ابراہیمؑ سعادت مند فرزند کی اِس آمادگی پر بے حد مسرور ہوئے۔ اور منیٰ میں پہنچ کر جہاں آج بھی حج کے موقعہ پر قربانی ہوتی ہے بیٹے کو ذبح کرنے کیلئے تیار ہو گئے۔ دونوں اللہ کے مخلص بندے تھے۔ دونوں کے قلب میں محبت الٰہی کا سمندر موجزن تھا۔ ایک کو تعمیل امرِ رب کی عجلت تھی اور دوسرا راہِ خدا میں جلد از جلد باپ کے ہاتھوں قربان ہونے کے لئے مضطرب و بیقرار بن گیا تھا۔ چنانچہ حضرت اسمٰعیل نے عرض کیا "اباجان مناسب یہ ہے کہ آپ مجھے اوندھا کر کے لٹا دیں اور اپنی آنکھوں پر پٹی باندھ کر ذبح کریں تاکہ ذبح کے وقت میرے چہرہ پر نظر پڑ کر کہیں پدری محبت جوش میں نہ آجائے اور آپ متامل ہو جائیں اور میرے ہاتھ پاؤں بھی باندھ دیں تاکہ میں تڑپ نہ سکوں"

حضرت ابراہیمؑ نے یہ سب کچھ کر کے چھری تیز کی اور بیٹے کے حلق پر پھیر کر اِس خیال سے الگ کھڑے ہو گئے کہ لاش ٹھنڈی ہو جانے پر آنکھیں کھولوں گا۔ آنکھیں کھولیں تو کیا دیکھتے ہیں کہ سامنے ایک دنبہ ذبح ہوا پڑا ہے۔ ایک طرف لختِ جگر اپنا سر جھکائے خاموش کھڑا ہے اور دوسری طرف جبریل امین کھڑے مسکرا رہے ہیں آپ کو متحیر دیکھ کر اُنھوں نے کہا "اللہ فرماتا ہے کہ آپ نے اپنے عشق و طاعت کا پورا امتحان دے دیا ہم نے اپنی طرف سے دنبہ کی قربانی قبول کر لی" یہ عین وقت پر حضرت جبریل نے حضرت اسمٰعیل کی جگہ دنبہ رکھ دیا تھا اور وہ ذبح ہو گیا تھا۔

یہ ہے راہ حق میں حضرت ابراہیم اور حضرت اسمٰعیل علیہ السلام کی وہ عظیم قربانی جس کی یاد میں ہر سال پوری دنیائے اسلام میں عید اضحیٰ منائی جاتی ہے۔

تعلیم القرآن

(باقی مضمون صفحہ ۱۲ سے)

ابراہیم بولے اپنے رب کی رحمت سے گمراہوں کے سوا کون ناامید ہو سکتا ہے۔

تشریح :۔ اے رسول میرے بندوں کو ابراہیم کے مہمانوں کا یہ حال سنادو کہ جب مہمان ابراہیم کے ہاں آئے تو انھوں نے داخل ہوتے ہوئے کہا السلام علیکم۔ مگر اُن کی ہیئت عجیب و منع قطع کے پیش نظر ابراہیم سلام کا جواب دیتے ہوئے بولے ہمیں تو تم سے ڈر لگتا ہے۔ مہمانوں نے کہا کہ ہم سے کسی قسم کا خوف نہ کرو ہم تو تمہیں ایک عالم اور دانشور فرزند (حضرت اسمٰعیل) کی پیدائش کی خوشخبری دینے آئے ہیں۔ ابراہیم نے یہ سن کر کہا کہ جب بڑھاپے نے مجھے زیر کر لیا ہے تو تم یہ خوشخبری دینے آئے ہو اس عمر میں اس قسم کی خوشخبری دینے سے کیا فائدہ۔ فرشتوں نے کہا کہ ہم جو خوشخبری دے رہے ہیں وہ واقعی سچی خوشخبری ہے۔ تمہیں ناامید نہیں ہونا چاہئے۔ ابراہیم بولے کہ اپنے رب کی رحمت سے گمراہوں کے سوا بھلا کون ناامید ہو سکتا ہے۔ میں ناامید نہیں ہوں (مگر سوچ رہا ہوں کہ اس بڑھاپے میں ایسا کیونکر ہو سکتا ہے)



اسلام اور غیر مسلم

اسلام ایک انگریز مفکر کی نظر میں

ڈاکٹر فرانسیس چیرالڈ کے اسلام کے بارے میں احساسات

(ڈاکٹر فرانسیس کے انگریزی مقالہ سے ماخوذ)

اسلام کی حقانیت اور صداقت کا اس سے بڑھ کر اور کیا ثبوت ہو سکتا ہے۔ کہ وہ مذہب جو اسلام کا سب سے بڑا مخالف ہے اس کے مفکرین بھی آج اسلام کی خوبیوں کے سامنے سرنگوں ہو گئے ہیں۔ چنانچہ ہم ذیل میں ایک نامور انگریز مفکر ڈاکٹر فرانسیس کے ایک مقالہ کے بعض حصے درج کر رہے ہیں جس میں کہ اس مفکر نے اس بات کا اعتراف کیا ہے کہ اسلام نے صرف مسلمانوں ہی کی رہنمائی نہیں کی ہے بلکہ اس نے پورے انسانی معاشرہ پر اپنا گہرا اثر ڈالا۔

یہ مقالہ اسلامک ریویو لندن سے ماخوذ ہے۔

اسلام نے بنی نوع انسان کے مکمل اور آخری مذہب ہونے کا جو دعویٰ کیا ہے۔ دنیا میں ایسے لوگ بھی موجود ہیں جنہیں یہ دعویٰ بڑا عجیب و غریب معلوم ہوتا ہے۔ لیکن اس دعوے کا اگر ایمانداری کے ساتھ تجزیہ کیا جائے تو اس کی صحت اور صداقت کا اعتراف کرنا پڑتا ہے

اسلام نے اپنے متعلق جو مذکورہ بالا دعویٰ کیا ہے اس کی صحت یا عدم صحت کا فیصلہ کرنے کے لئے ہمیں اس بات پر غور کرنا ہوگا کہ اسلام نے آج سے چودہ سو سال پہلے انسانی زندگی کا جو ضابطہ دنیا کے سامنے پیش کیا تھا۔ اب چودہ سو سال بعد بھی اس میں کوئی تبدیلی ہوئی ہے یا نہیں۔ اور اگر نہیں ہوئی ہے تو اس کی وجہ کیا ہے۔ اور گذشتہ چودہ سو سال کی طویل مدت میں دنیا بھر کے اصحاب فکر و فہم نے اسلامی ضابطہ حیات سے بہتر کوئی ضابطہ پیش کیا ہے یا نہیں؟

اس سلسلہ میں یہ بتا دینا بھی ضروری ہے کہ مسلمانوں کے عقیدہ کے مطابق اسلام کا دستور حیات کوئی دنیاوی دستور نہیں ہے بلکہ یہ ضابطہ الٰہی ہے جسے کوئی انسان بھی خود پیغمبر اسلام ہی کیوں نہ ہوں اسے تبدیل نہیں کر سکتے۔ اس لئے اسلام کا مرتب کیا ہوا ضابطہ حیات آج بھی ٹھیک اسی طرح برقرار ہے جس طرح کہ وہ آج سے چودہ سو سال پہلے تھا۔ لیکن یہ بات صرف مسلمانوں کے عقیدہ کے ساتھ تعلق رکھتی ہے۔ جہاں تک غیر مسلموں کا تعلق ہے ان کے لئے اس دلیل میں کوئی وزن نہیں۔

مگر پھر بھی دنیا کے ارباب فکر اس بات پر ضرور متفق الرائے ہیں کہ اسلام کے وضع کردہ ضابطہ حیات میں کوئی تبدیلی نہ ہونے کا ایک سبب یہ بھی ہو سکتا ہے۔ کہ جس دور میں اسے نافذ کیا گیا تھا۔ وہ نہ صرف اسی دور میں زندگی کے دوسرے ضابطوں سے اعلیٰ اور ترقی یافتہ تھا۔ بلکہ وہ آج چودہ سو سال بعد بھی ترقی یافتہ انسانوں کی تمام تر ضرورتوں کو پورا کرتا ہے۔ اور اس میں بعض ایسی خصوصیات ضرور موجود ہیں جو زندگی کے دوسرے ضابطوں میں نظر نہیں آتیں۔

پھر زندگی کے اسلامی ضابطہ کے برقرار رہنے کی یہی ایک وجہ نہیں ہے کہ وہ گذشتہ چودہ سو سال سے ہر دور میں انسانی ضرورتوں کو پورا کرتا رہا ہے۔ بلکہ اس حقیقت سے بھی انکار نہیں کیا جا سکتا۔ کہ اس طویل مدت میں انسان کے روبرو اس سے بہتر کوئی ضابطہ حیات لایا ہی نہیں جا سکا ہے۔ جس کے ثبوت میں یہ بات بھی پیش کی جا سکتی ہے کہ دنیا کے دوسرے سماجی ضابطوں کی تکمیل کے لئے آج بھی اسلام کے نظام حیات سے فائدہ اٹھایا جا رہا ہے۔ اور جب تک

اس کے احکام اور ہدایات کو آجکل کے سماجی ضابطوں میں شامل کرنے کا عمل جاری ہے۔

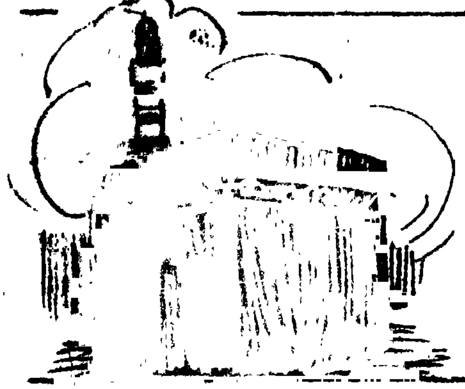
یہ بات کسی تشریح کی محتاج نہیں کہ مسلمان دنیا کے ہر حصہ میں پھیلے ہوئے ہیں اگرچہ وہ مذہبی حیثیت سے ایک ہی رشتہ میں بندھے ہوئے ہیں لیکن قومیت اور وطنیت کے اعتبار سے ان میں زمین و آسمان کا فرق پایا جاتا ہے۔ لیکن اس فرق کے باوجود سب ہی مسلمان انسانی مساوات معاملات کی صفائی۔ معاشرت کے آداب اور اپنی سماجی ذمہ داریوں کو محسوس کرنے میں ایک ہی سطح پر نظر آتے ہیں۔ اور وہ ان معاملات میں جن اسلامی ہدایات پر عمل کرتے ہیں انہیں دنیا کے کسی گوشہ میں بھی پست یا غیر ترقی یافتہ نہیں کہا جا سکتا۔ بلکہ پوری دنیا میں مسلمانوں کو بحیثیت مجموعی ایک شائستہ اور تہذیب یافتہ قوم تسلیم کیا جاتا ہے۔ اور اس بات کا کھلا ثبوت ہے کہ اُن کا نظام حیات زندگی کا ایک مکمل عالمگیر اور ابدی ضابطہ ہے۔ اور یہ ضابطہ ہر دور اور ہر ملک کی انسانی ضرورتوں کو پورا کرنے پر قادر ہے۔ لیکن سوال یہ پیدا ہوتا ہے کہ کیا اس ضابطہ کی یہ خصوصیت صرف مسلمانوں ہی تک محدود ہے۔ لہٰذا جب تک یہ بات واضح نہ ہو جائے کہ وہ مسلمانوں کے دائرہ سے باہر بھی انسانوں کی رہنمائی کرتا ہے۔ اور غیر مسلموں کی زندگی پر بھی اثر ڈالتا ہے تو اُس کا یہ دعویٰ ادھورا رہ جاتا ہے کہ وہ بنی نوع انسان کا مکمل مذہب ہے۔

اسلام عرب میں ظاہر ہوا تھا۔ لیکن دوسرے مذاہب کے برعکس اُس نے کل بنی نوع انسان کا مذہب ہونے کا جو دعویٰ کیا تھا۔ اُس کا مطلب یہ تھا کہ وہ مسلمان ہو جانے والے عربوں کی ضرورتوں ہی کو پورا نہیں کرتا ہے۔ بلکہ وہ عرب کے غیر مسلموں نیز دنیا کے ہر حصہ کے اُن تمام لوگوں کی ضرورتوں کو بھی پورا کرتا ہے جو اس کے احکام پر چلتے ہیں۔ اور اس میں شک نہیں کہ یہودیت اور ہندو دھرم کے برعکس اسلام میں یہ صلاحیت اور خصوصیت بہت زیادہ موجود ہے چنانچہ چودہ سو سال کے تجربات نے یہ بات ثابت کر دی ہے کہ اسلام کے ضابطہ حیات کے اخلاقی پہلو گرچہ ایسے بھی ہیں جو اُن لوگوں پر بھی اثر انداز ہو رہے ہیں جو مذہبی لحاظ سے اسلام کی تصدیق نہیں کرتے اور اس طرح اسلام کا یہ دعویٰ کہ وہ بنی نوع انسان کا مذہب ہے صحیح ثابت ہو جاتا

اس سلسلہ میں کچھ زیادہ تحقیقات کی ضرورت نہیں ہے بلکہ بعض معمولی سی باتوں ہی سے اسلام کی اس خصوصیت کا اندازہ ہو جاتا ہے۔ مثال کے طور پر اسلام نے مسلمان مردوں کو بعض سخت شرائط کے ماتحت ایک سے زیادہ شادیاں کرنے کی جو اجازت دی ہے یورپ کے مسیحی حلقوں میں یہ اجازت ہمیشہ اعتراض کا نشانہ بنی رہی ہے۔ لیکن اب اہل یورپ کو بھی اس بات کا احساس ہوتا جا رہا ہے کہ اسلام کی یہ اجازت ایک طرف تو جنسی بے راہ روی کو روکنے کا مؤثر ذریعہ ہے۔ اور دوسری طرف جن ممالک میں عورتوں کی آبادی کی کثرت ہے اُن کو کھپانے کا بہترین طریقہ یہی ہے کہ مرد ایک سے زیادہ شادیاں کر لیں۔ یہ واقعہ ہے کہ اکثر و بیشتر مغربی ممالک ایسے ہیں جہاں عورتوں کے لئے شوہر نا پید ہیں اس لئے وہ بے راہ روی پر مجبور ہو جاتی ہیں۔ اور اس کا بہترین علاج وہی ہے جو اسلام نے تجویز کیا ہے پھر جنگ زدہ ممالک جہاں مردوں کی کمی ہو جاتی ہے وہاں بھی اس مسئلہ کا بہترین حل یہی ہے کہ مرد ایک سے زیادہ عورتوں سے شادیاں کر لیں۔

اسی طرح اسلام ہی وہ پہلا مذہب ہے جس نے کہ سب سے پہلے سماج میں عورت کا ایک باعزت مقام متعین کیا تھا اور آنحضرت نے پہلی بار اُسے ورثہ کا حقدار قرار دیا تھا عیسائیت اور ہندو دھرم دونوں ہی اس خصوصیت سے خالی تھے۔ لیکن آج ان دونوں مذہبوں کی اس کمزوری کو عورت کے درجہ اور حقوق کے تعین کے لئے قوانین بنا کر دور کرنے کی کوشش ہو رہی ہے اور یہ بات بھی اسلام کے پوری بنی نوع انسان کے مکمل دین ہونے کا ایک کھلا ثبوت ہے۔

اسی طرح آج سیاسی ضرورتوں کے پیش نظر انسانی مساوات کے اصول کو تسلیم کیا جا رہا ہے۔ رنگ نسل مذہب اور قومیت کے اختلافات کے خلاف آواز اٹھائی جا رہی ہے۔ لیکن اسلام آج سے چودہ سو سال پہلے ہی ان تمام باتوں کو نہ صرف انسانی معاشرہ کا جزو بنا چکا ہے۔ بلکہ ان تمام باتوں پر عمل کر کے بھی دکھا چکا ہے۔ جس سے یہ بات بالکل واضح ہو جاتی ہے کہ اسلام صرف مسلمانوں ہی کا نہیں بلکہ پوری نوع انسانی کا مذہب ہے۔ اور اس نے مسلمانوں ہی کو نہیں بلکہ پوری نوع انسانی کی رہنمائی کی ہے۔ اور میرا خیال ہے کہ دنیا جتنی آگے بڑھتی جائے گی اسلام کے بین الاقوامی مذہب ہونے کے اتنے ہی زیادہ ثبوت فراہم ہوتے چلے جائیں گے۔



جب بیت اللہ کی تعمیر مکمل ہو گئی

"دنیا کے بتکدہ میں پہلا وہ گھر خدا کا"

(از جناب حبیب ریحان ندوی)

بیت اللہ کی تعمیر تقریباً مکمل ہو چکی ہے۔ حضرت ابراہیم اور حضرت اسمٰعیل کے چہرے دل پر مسرت کے آثار ہیں اور دونوں ہی اِس نیک کام کی تکمیل پر اللہ تعالیٰ کے شکر گزار ہیں۔

حضرت ابراہیم: اللہ کا ہزار ہزار شکر ہے کہ یہ کام اِس طرح پایہ تکمیل کو پہنچ گیا کہ ہمیں محسوس تک نہ ہوا۔ آج میں بہت خوش ہوں۔

حضرت اسمٰعیل: مگر آپ معاف فرمائیں تو یہ معلوم کرنا چاہتا ہوں کہ خدائے تعالیٰ نے اِس بے آب و گیاہ مقام کو ہماری ہجرت کے لئے اور بیت اللہ کے لئے کیوں منتخب فرمایا۔

حضرت ابراہیم: اپنی مصلحتوں کو ہمارا پروردگار ہی بہتر سمجھتا ہے۔ بیٹے کیا اس خشک و بنجر علاقہ میں تمہارا دل گھبراتا ہے۔

حضرت اسمٰعیل: بالکل نہیں۔ میں اِس قطعہ ارض سے اتنی محبت کرتا ہوں کہ اگر روئے زمین کے سارے باغات، بادشاہتیں یہاں تک کہ جنتیں بھی مجھ دے دی جائیں تو میں اِس ارض پاک کو اُن سب پر ترجیح دوں گا۔ اِس مقدس سرزمین سے میری محبت کے لئے صرف یہی چیز کافی ہے کہ یہ خدا کا گھر ہے۔ میری ماں نے یہاں زندگی گزاری ہے وہ یہاں مدفون ہیں۔ اور اُنھوں نے اِس سرزمین پر قدرت الٰہی کی وہ نشانیاں دیکھی ہیں جنھوں نے کہ اُن کے غریب الوطنی کے سب ہی دکھوں کو بھلا دیا تھا۔

حضرت ابراہیم: اور سب سے بڑھ کر یہ کہ اِس سرزمین کے صدقہ میں اللہ تعالیٰ نے تمہاری ماں ہاجرہ کا مقام بلند فرمایا اُن کا درجہ دنیا کی تمام عورتوں سے بلند کیا یہاں تک کہ پانی کی تلاش میں کوہ صفا اور مروا کے درمیان تمہاری ماں جو دوڑتی رہی تھیں اُن کے اِس سعی کو اللہ تعالیٰ نے مناسک حج میں شامل فرما دیا اور مسلمانوں کو ہدایت کر دی کہ وہ تمہاری ماں کے نقش قدم پر قیامت تک چلا کریں۔

حضرت اسمٰعیل: واقعی اللہ تعالیٰ کا ہم پر بڑا کرم اور احسان ہے۔

حضرت ابراہیم: اور اُس کا سب سے بڑا کرم یہ ہے کہ اُس نے مجھے بشارت دی ہے کہ اِسی سرزمین میں تمہاری اولاد میں سے ایک بہت بڑا پیغمبر مبعوث ہوگا۔ جو خاتم المرسلین ہوگا اور وہ دنیا میں حق کی آواز اس بلند آہنگی کے ساتھ بلند کرے گا کہ وہ قیامت تک گونجتی رہے گی اور دین اسلام کو اُس ذات کی بدولت فروغ حاصل ہوگا۔ اور یہ دین دنیا کے گوشے گوشے اور چپے چپے میں پھیل جائے گا۔

حضرت اسمٰعیل: مگر یہ بات ابھی تک میری سمجھ میں نہیں آئی کہ اتنے بڑے پیغمبر کے لئے اللہ تعالیٰ نے اِس بنجر زمین کو کیوں منتخب فرمایا۔

حضرت ابراہیم: اسمٰعیل اِس معاملہ میں وحی الٰہی کے ذریعہ کوئی رہنمائی نہیں کی گئی ہے۔ مگر میں سمجھتا ہوں کہ اللہ تعالیٰ کو شاید یہ دکھانا منظور تھا کہ ہم بنجر اور غیر معروف علاقوں میں بھی اپنے کیسے کیسے بلند مرتبہ ہادی پیدا کر سکتے ہیں۔

حضرت اسمٰعیل: مگر یہ علاقہ صرف بنجر ہی تو نہیں ہے بلکہ اِس کی آبادی بھی محدود ہے۔ بس آب زمزم کی وجہ سے چند قبیلے آباد ہو گئے ہیں اور اس کا مطلب یہ ہے کہ سید رسول اعظم صرف مٹھی بھر لوگوں ہی میں تبلیغ حق کر سکیں گے۔

حضرت ابراہیم: نہیں بیٹا ایسا نہیں ہے بلکہ مجھے بشارت دی گئی ہے کہ اس پیغمبر کا دین صرف اِس علاقہ ہی تک محدود نہیں رہے گا۔ بلکہ

دنیا میں ہر طرف پھیل جائیگا۔ مشرق و مغرب میں۔ خشکی اور تری میں۔ دنیا کے دور دراز ملکوں میں اس دعوتِ حق کا چرچا ہوگا۔

حضرت اسمٰعیل [illegible] آپ میرے سوالات سے اکتائے تو نہیں۔ اگر [illegible]۔

حضرت ابراہیم [illegible] بلکہ تمہارے سوالات سے خوشی ہوئی کہ [illegible] میں بھی [illegible] شباب میں [illegible] سے یہ سوال کرتا تھا کہ "اے میرے رب مجھے آنکھوں سے دکھا دے کہ تو مُردوں کو کس طرح زندہ کر سکتا ہے" اس پر بارگاہ الٰہی سے صدا آئی تھی کہ "کیا تجھے یقین نہیں آتا" اس پر میں نے کہا تھا کہ "یقین تو سو فیصدی آچکا ہے لیکن اطمینانِ قلب کے لئے یہ سب کچھ آنکھوں سے بھی دیکھنا چاہتا ہوں"۔

حضرت اسمٰعیل:۔ اور پھر آپ کو خدا نے چار مردہ پرندوں کو زندہ کرکے دکھا دیا تھا

حضرت اسمٰعیل:۔ شائد یہ قصہ تمہاری ماں نے تمہیں سنایا ہوگا وہ ایسی باتیں بہت یاد رکھتی تھیں۔ ہاجرہ بڑی ہی نیک خاتون تھیں۔ انہوں نے صدہا مصائب کیسی کیسی تکلیفیں برداشت کی ہیں۔ اور شائد انہیں یہ بات معلوم بھی نہ تھی کہ جو سرزمین اُن کے لئے تکالیف کا گہوارہ بنی ہوئی ہے۔ وہیں سے ایمان کی روشنی ساری دنیا میں پھیل جائے گی۔ یہ بیت اللہ انہی کی کلفتوں کا ثمرہ ہے آج وہ مجھے بہت یاد آرہی ہیں

حضرت اسمٰعیل:۔ کیا ہی اچھا ہوتا کہ وہ آج زندہ ہوتیں اور اپنی آنکھوں سے اس بیت اللہ کو دیکھ سکتیں جو اس سرزمین پر بنا ہے۔ جہاں وہ تن تنہا اور بے سہارا اللہ کے بھروسہ پر زندگی گذار رہی تھیں۔

یہ کہتے ہوئے حضرت اسمٰعیل علیہ السلام کی آنکھیں پُرنم ہو جاتی ہیں پھر وہ اپنے باپ حضرت ابراہیم کے ہمراہ چٹان سے اترتے ہیں اور تعمیرِ کعبہ کے باقی کام میں مصروف ہو جاتے ہیں اور حضرت اسمٰعیل تعمیر کی تکمیل کے لئے ایک بہت بڑا پتھر اٹھانا چاہتے ہیں۔

حضرت ابراہیم: یہ پتھر زیادہ وزنی ہے تم نہ اٹھاؤ۔

حضرت اسمٰعیل:۔ نہیں ابا جان یہ زیادہ بھاری نہیں ہے میں اسے آسانی سے اٹھا سکتا ہوں

حضرت ابراہیم:۔ کیا تم مجھ سے زیادہ ثواب حاصل کرنا چاہتے ہو

حضرت اسمٰعیل:۔ ثواب کے تو بس آپ ہی مستحق ہیں آپ ہی کی وہ بزرگ ذات ہے جنہ نے کفر و دجیسے ملحد کو نیچا دکھا دیا آپ ہی کو یہ سعادت حاصل ہے کہ آپ کے لئے آتشِ نمرود گلزار بن گئی اور آپ ہی نے مجھے قربانی اور ایثار کا سبق پڑھایا ہے۔ اور آپ ہی کے طفیل و صدقہ میں بیت اللہ کی تعمیر پایۂ تکمیل کو پہنچ چکی ہے۔ میں تو صرف اللہ کے حکم سے آپکا ایک معمولی سا مددگار ہوں

حضرت ابراہیم:۔ اے نورِ نظر تعمیرِ کعبہ کا حکم ہم دونوں کو دیا گیا ہے تم برابر کے ثواب کے مستحق ہو خدا کا شکر ہے کہ اس نے مجھے تم جیسا اطاعت شعار فرزند عطا کیا اور کتنی اچھی تھی وہ خاتون جس نے تمہیں جنم دیا اور اپنا دودھ پلایا۔

حضرت اسمٰعیل:۔ ہمارے لئے یہی سب کچھ ہے کہ بیت اللہ کی عمارت اب بن چکی ہے۔ اور اس طرح بن گئی کہ ہمیں پتہ تک نہ چل سکا۔

حضرت ابراہیم:۔ ہاں بیٹے اللہ کا ہزار ہزار شکر ہے کہ ہمارا کام ختم ہو چکا ہے۔ صرف ایک کالے پتھر کو بطور نشان کے اس جگہ نصب کرنا باقی ہے۔

حضرت اسمٰعیل: ابا جان لیجئے کالا پتھر حاضر ہے مگر اس کی کیا ضرورت ہے۔

حضرت ابراہیم: یہی کالا پتھر تو ہمیں اس جگہ نصب کرنا ہے تاکہ وہ لوگوں کے لئے نشان کا کام دے اور وہ طواف کی ابتدا اسی سے کریں اور ان میں نظم پیدا ہو۔

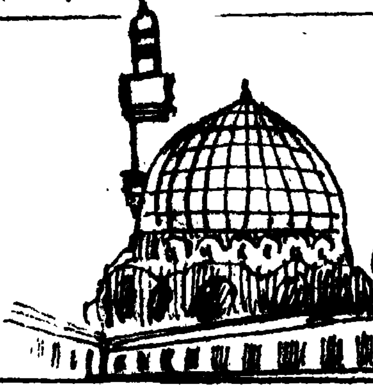
حضرت ابراہیم اور حضرت اسمٰعیل دونوں مل کر حجرِ اسود کو نصب کرتے ہیں۔

حضرت ابراہیم:۔ (حجر اسود کو بوسہ دیتے ہوئے) اے حجر اسود تجھے خوشخبری اور بشارت ہو کہ تیرا مقدر جاگنے والا ہے۔ رحمٰن کا حبیب ایک دن تجھے بوسہ دیگا۔

حضرت اسمٰعیل: یہ رحمٰن کا حبیب کون ہے

حضرت ابراہیم: تمہاری اولاد میں سے دنیا کا سب سے [illegible]

(باقی مضمون صفحہ ۴۸ پر)



کلکی اوتار محمد صلعم

رسول محترم کا تذکرہ ہندوؤں کی مقدس کتابیں

(از ایس۔ ایم۔ قیم رضوی قتیل۔ پٹنہ)

ہندوؤں کی مقدس کتب پرانوں میں ایک "کلکی اوتار" کا تذکرہ بڑی تفصیل کے ساتھ موجود ہے۔ کلکی اوتار کے بارے میں یہ کہا گیا ہے کہ وہ آخری زمانہ میں ظاہر ہوں گے لیکن حال ہی میں ایک ہندی کتاب "کلکی اوتار" جس کے مصنف پنڈت وید پرکاش ہیں شائع ہوئی ہے جس میں کہا گیا ہے کہ جس "کلکی اوتار" کا انتظار کیا جا رہا ہے وہ ملک عرب میں پیدا ہو چکے ہیں۔ اور ان کا نام "محمد" ہے۔ اس سلسلہ میں جناب قیم رضوی کا ایک انگریزی مقالہ اخبار "ریڈینس" مورخہ ۳ اگست میں شائع ہوا ہے۔ جس کا خلاصہ ہم ذیل میں مسلمانوں کی معلومات میں اضافہ کی غرض سے پیش کر رہے ہیں۔

حال ہی میں میری نظر سے ایک ہندو عالم کی لکھی ہوئی کتاب "کلکی اوتار" گذری ہے۔ یہ کتاب ہندی میں ہے اور اس کے مصنف ہیں "پنڈت وید پرکاش اپادھیائے ایم۔ اے" جو پریاگ یونیورسٹی الہ آباد کے سنسکرت کے ریسرچ اسکالر تھے۔ اس کے علاوہ اس ہندی کتاب کے مستند ہونے کی ہمارے ملک کے دیگر آٹھ پنڈتوں نے بھی تصدیق کی ہے۔

اس کتاب کے لائق مصنف پنڈت وید پرکاش اپادھیائے نے یہ دعویٰ کیا ہے کہ "پیغمبر محمد" اور "کلکی اوتار" دونوں ایک ہی مقدس بزرگ کے نام ہیں۔ یہ سمبل دیش یعنی ملک عرب میں پیدا ہوئے تھے۔ اور اسی ملک میں آپ وفات پا چکے ہیں۔ لہٰذا جو لوگ کہ اب بھی "کلکی اوتار" کے ظہور کا انتظار کر رہے ہیں۔ اُن کو معلوم ہونا چاہئے کہ اب یہ انتظار لاحاصل ہے۔ اور مزید برآں یہ بات بھی سمجھ لینا چاہئے کہ پیغمبر اور اوتار دونوں ہم معنی لفظ ہیں۔

آگے چل کر اس کتاب کے مصنف نے کسی ہچکچاہٹ کے بغیر اس بات کا اعتراف کیا ہے کہ حضرت محمد (صلعم) بلاشبہ نبی آخرالزماں ہیں اور یہ وہی "کلکی اوتار" تھے جن کی آمد کی پیشگوئی کتب مقدسہ میں موجود ہے۔ اور جن کی آمد کا لوگ ابھی تک غلطی سے انتظار کر رہے ہیں۔

اور اس کتاب میں مصنف نے مقدس پرانوں کے حوالہ سے یہ بات پورے وثوق کے ساتھ دہرائی ہے کہ جن "کلکی اوتار" کے بارے میں پیشگوئیاں موجود ہیں وہ محمد صاحب ہی ہیں۔ بلاشبہ "محمد" اور "کلکی اوتار" ایک ہی بزرگ شخصیت کے دو نام ہیں۔ جن کا کہ وقت معینہ پر دنیا میں ظہور ہو چکا ہے اور اب وہ وفات بھی پا چکے ہیں۔ اور اس معاملہ کی مزید وضاحت کرتے ہوئے پنڈت وید پرکاش اپادھیائے لکھتے ہیں

۱۔ کلکی اوتار کے بارے میں کہا گیا ہے کہ وہ دنیا کے آخری پیغمبر ہوں گے اور یہ قول محمد صاحب پر صادق آتا ہے۔ کتب مقدسہ میں بھی۔ ان کا تذکرہ موجود ہے کہ وہ نبی آخرالزماں ہوں گے۔ اور ان کی ولادت کا زمانہ مقام اور تاریخ پیدائش بھی مقدس کتب میں ایک ہی ہے۔

۲۔ کہا گیا ہے کہ آخری پیغمبر کی پیدائش سمبل دیپ میں ہوگی اور یہ امر مسلمہ ہے کہ یہ ملک عرب ہی ہے۔

۳ کلکی اوتار کے باپ کے بارے میں بتایا گیا ہے کہ ان کا نام "وشنو یش" (وشنو بھگت) ہوگا وشنو اللہ کو کہتے ہیں اور بھگت کے معنی ہیں بندہ یا عبد یعنی "عبداللہ" اور یہی حضرت محمد کے والد کا نام تھا۔

۴۔ کلکی اوتار کی ماں کے بارے میں کہا گیا ہے کہ ان کا نام سمتی ہوگا جس کے معنی ہیں امن والی چنانچہ حضرت محمد کی والدہ کا نام آمنہ تھا۔

۵۔ کلکی اوتار کے بارے میں کہا گیا ہے کہ ان کی خوراک کھجور اور انار ہوگی اور یہ کہ وہ اپنے ماننے والوں کے گناہوں کو دھو دیں گے۔ چنانچہ حضرت محمد کی خوراک کھجور اور انار ہی تھی۔ اور انہوں نے اپنے ماننے والوں کے گناہوں کو دھو دیا تھا۔ یعنی شرک و کفر سے نجات دلا کر نیز بداخلاقیوں سے پاک کر کے انہیں پاکبازی کے راستہ پر ڈال دیا تھا۔

۶۔ کلکی کے متعلق کہا گیا ہے کہ وہ ایسے گھر میں پیدا ہوں گے جو اس مقام کے سب سے معزز شخص کا ہوگا۔ حضرت محمد کی پیدائش اپنے دادا کے گھر میں ہوئی تھی جو وہاں کی سب سے معزز شخصیت تھے۔ کیوں کہ وہ خانہ کعبہ کے متولی تھے۔

۷۔ کلکی اوتار کے بارے میں کہا گیا ہے کہ وہ پرسورام (خدا) سے پہاڑ پر تعلیم حاصل کریں گے اور حضرت محمد نے بھی اپنی تعلیم پرسورام سے پہاڑ پر جا کر حاصل کی تھی۔

۸۔ کلکی کو ایک گھوڑا شیو کی وساطت سے ملیگا اور محمد کو براق نامی گھوڑا اللہ تعالیٰ نے بھیجا تھا۔ (جس کے ذریعہ آپ شب معراج میں آسمانوں پر تشریف لے گئے تھے۔

۹۔ کلکی اوتار اپنے چار معتقدین کے ساتھ مل کر شیطان کو شکست دیں گے۔ چنانچہ محمد صاحب نے اپنے چار معتقدین کے ذریعہ جو کہ ان کے خلیفہ ہوئے یعنی ابوبکرؓ، عمرؓ، عثمانؓ، اور علیؓ کے ذریعہ بت پرستی کو ہمیشہ کے لئے ختم کر دیا جو شیطان کی ترغیبات میں سے اہم ترین ترغیب ہے۔

۱۰۔ کلکی کے حسن کے بارے میں کہا جاتا ہے کہ وہ بے مثال ہوگا اور جسم معطر ہوگا۔ اور محمد صاحب کا حسن بے مثال تھا۔ اور ان کا جسم اسقدر معطر تھا کہ پسینہ سے بھی خوشبو آتی تھی۔

۱۱۔ کلکی اوتار کی پیدائش کے متعلق کہا گیا ہے کہ وہ مہینہ کی بارہ تاریخ کو پیدا ہوں گے چنانچہ محمد صاحب کی پیدائش ۱۲ ربیع الاول کو ہوئی تھی۔

۱۲۔ کلکی گھوڑے پر سواری کریں گے اور اپنے ساتھ تلوار بھی رکھیں گے اور محمد صاحب بہت اچھے شہسوار تھے اور عموماً اپنے پاس تلوار رکھتے تھے۔ کلکی اوتار کے بارے میں مصنف نے جو بہت سی نشانیاں بیان کی ہیں ان میں سے یہ چند نشانیاں درج کی گئی ہیں۔

لائق مصنف۔ ان کے ساتھی پنڈت اور راسکالر ان تمام حقائق پر غور کرنے کے بعد اس نتیجہ پر پہنچے ہیں کہ کلکی اوتار جن کا کہ مقدس پرانوں میں ذکر ہے اور جن کی چند نشانیاں اوپر درج کی گئی ہیں۔ وہ درحقیقت عرب کے پیغمبر ہیں جنکا کہ ظہور ہو چکا ہے اور جو وفات بھی پا چکے ہیں چنانچہ جو لوگ کہ ابھی تک کلکی اوتار کے ظہور کے منتظر ہیں۔ انہیں اب انتظار نہیں کرنا چاہئے۔ کیونکہ وہ عرب قریش میں پیدا ہو چکے ہیں۔ ان کا نام محمد ہے اور ان کا آج سے چودہ سو برس قبل ظہور ہو چکا ہے۔

جب بیت اللہ کی تعمیر مکمل ہوگئی

(باقی مضمون صفحہ ۲۲ سے)

اور اشرف انسان..انبیا کا سرتاج جن کا میں نے پہلے بھی ذکر کیا ہے وہی رحمان کا حبیب ہے۔ آج میں اُس جگہ ہونٹ لگا رہا ہوں جہاں کل وہ نبی آخر الزمان اور سرتاج مخلوقات اپنے لب مبارک مَس کریگا۔

پھر حضرت اسمٰعیل بھی باپ کی سنت پر عمل کرتے ہوئے سنگ اسود کو بوسہ دیتے ہیں۔ اچانک ایک آواز خلا میں سے سنائی دیتی ہے —

سبوحٌ قدوسٌ۔ خدا پاک اور بہ تمہ

حضرت اسمٰعیل:۔ ابا جان یہ آواز کیسی ہے

حضرت ابراہیم:۔ بیٹے یہ جبریئل کی آواز ہے

جبریئل:۔ (صرف آواز سنائی دیتی ہے) اے ابراہیم اللہ رب العزت نے حکم دیا ہے کہ میں آپ کو سلام پہنچا دوں۔ اور یہ پیغام بھیجا ہے کہ میں تم سے اور تمہارے لڑکے سے راضی ہوں کہ تم نے تعمیر کعبہ کی خدمت بڑی لگن اور محنت سے کام کیا ہے۔ اور بیت اللہ کو طواف کرنے والوں اور رکوع و سجود کرنے والوں کے لئے پاک و صاف کر دیا ہے۔

حضرت ابراہیم:۔ اے پروردگار تو ہی لائق تعریف ہے۔ ہم دونوں کی کیا بساط تھی کہ تیرے گھر کی تعمیر کرتے اور بلند و بالا دیواروں اور ستونوں کو اٹھاتے۔ اگر تیری مدد شامل نہ ہوتی اور ہمارے لئے یہ چیز باعث فخر ہے۔ کہ تو نے یہ اہم کام اپنی قدرت سے ہم حقیر بندوں سے لے لیا

جبریئل:۔ اے ابراہیم خدائے پاک نے یہ بھی حکم دیا ہے کہ آپ دنیا کی ساری مخلوق کے سامنے حج کے لئے آپ ندا لگائیں۔

حضرت ابراہیم:۔ (حیرت کے ساتھ) اے جبریئل یہاں مخلوق کہاں ہے یہاں تو صرف چند خیمے لگے ہوئے ہیں جن میں کہ گنے چنے انسان زندگی بسر کر رہے ہیں۔ میں صرف ان ہی چند لوگوں کو حج کی دعوت دے سکتا ہوں

جبریئل:۔ اللہ کا حکم یہی ہے کہ آپ دنیا کے سب آدمیوں کو حج کے لئے دعوت دیں۔ آپ کا کام صرف دعوت دینا اور نعرہ حق بلند کرنا ہے اور خدا کا کام اس آواز کو دنیا کے دور دراز گوشوں تک پہنچانا ہے آپ کی آواز قدرت الٰہی سے نہ صرف دنیا کے تمام گوشوں میں پہنچ جائے گی بلکہ ان تک بھی پہنچ جائے گی جو شکم مادر میں ہیں۔ یا آئندہ دنیا میں پیدا ہونے والے ہیں۔ اور پھر آپ دیکھیں گے کہ ساری دنیا لبیک اللّٰھم لبیک کہتی ہوئی بیت اللہ کی جانب دوڑ پڑے گی۔

حضرت ابراہیم حکم الٰہی سے باآواز بلند لوگوں کو حج کی دعوت دیتے ہیں۔ اور اس دعوت پر ساری دنیا حج بیت اللہ کے لئے لوٹ پڑتی ہے یہی ہزاروں برس سے ہو رہا ہے۔ یہی آج بھی ہو رہا ہے اور یہی قیامت تک ہوتا رہے گا۔

تعلیم الحدیث

(باقی مضمون ص)

چوتھے مسجد ہے جسے اس نے اپنی زندگی میں بنایا یا پانچویں سرائے یا مسافر خانہ ہے جسے اُس نے کار خیر کے لئے تعمیر کیا۔ چھٹے نہر ہے جسے اُس نے جاری کیا۔ اور ساتویں خیرات ہے جسے اپنی زندگی میں اُس نے مال سے نکالا ہو ان سب چیزوں کا ثواب مرنے کے بعد بھی اُسے پہنچتا ہے۔" (ابن ماجہ)

مقصد یہ ہے کہ سچا مسلمان اپنی زندگی میں ایسے کام کرجاتا ہے جس سے کہ مرنے کے بعد بھی مخلوق خدا کو فائدہ پہنچتا ہے۔



ساٹھ نہایت مستند اسلامی کتابوں کی روح

ایک زبردست اور شاندار

اسلامی انسائیکلوپیڈیا

علم تعلیم اور مذہب سے ناواقف ہونے کی وجہ سے مسلمان دین و مذہب سے دور ہوتے جا رہے ہیں اور ناواقفیت کی بنا پر وہ ایسے کام کر بیٹھتے ہیں جو کفر یا شرک ہوتا ہے۔ مسلمانوں کو گمراہی اور بے دینی سے بچانے کے لئے ہم نے حال ہی میں ساٹھ مستند کتابوں کی مدد سے ایک ایسی جامع کتاب شائع کی ہے جس میں ہر قسم کی دینی اور دنیاوی معلومات پر بحث کی گئی ہے جن سے ہر مسلمان کو ہر زمانہ واسطہ پڑتا رہتا ہے۔ یہ مستند اور ضخیم کتاب حال ہی میں

فلاح دین دنیا (جدید اضافہ شدہ ایڈیشن) کے نام سے شائع کی گئی ہے جس میں جدید ترتیب سے نئے عنوانات کا اضافہ کر دیا گیا ہے۔ اس میں مسلمانوں کے لئے کوئی ایسی دینی اور دنیاوی معلومات نہیں جو موجود نہ ہو۔ اس میں اسلام کے بنیادی عقائد کی تفصیل ہے۔ اس میں عبادات اعمال و وظائف کا جواب ذخیرہ ہے۔ اسلامی تہذیب اور اسلامی معاشرت کا مفصل موجود ہے غرض کہ اس کتاب میں ایک مسلمان کے لئے پیدائش سے لیکر موت تک کے تمام دینی اور دنیوی معاملات پر پوری طرح روشنی ڈالی گئی ہے۔ یہاں تک کہ اسلامی نقطہ نظر سے کھانے پینے اور رہائش میل جول اور حفظان صحت تک کے اصول درج کر دیئے گئے ہیں۔ جس گھر میں یہ کتاب ہوگی اس گھر میں ایک زبردست عالم دین اور تجربہ کار دنیاوی مشیر مشورہ دینے کے لئے ہر وقت موجود رہے گا۔ یہ کتاب نہیں ہے بلکہ ایک زبردست اسلامی انسائیکلوپیڈیا ہے جس میں پوری اسلامی لائبریری کے برابر مواد موجود ہے۔

اس کتاب میں چودہ ابواب ہیں جن میں سے ہر باب اپنی جگہ ایک مستقل کتاب کی حیثیت رکھتا ہے

باب اول: فضائل اسلام۔ جس میں اسلام کے فضائل، اسلام دین فطرت ہونے کا ناقابل تردید ثبوت اور اسلام کے بارے میں غیر مسلم مشاہیر کے بلند و بالا خیالات درج ہیں۔

باب دوم: عقائد اہل سنت والجماعت:۔ اس میں اسلامی عقائد کے بنیادی اصول اور یہ مضامین درج ہیں ذات و صفات الٰہی، عرش و کرسی، لوح و قلم، فرشتے مثلاً جبرئیل و میکائیل، اسرافیل و عزرائیل، منکر نکیر، کراماً کاتبین، قبر میں سوال منکر نکیر، علامات قیامت ظہور امام مہدی، دجال اور حضرت عیسیٰ کا نزول، یاجوج ماجوج، مغرب سے طلوع آفتاب، قیامت صغریٰ، قیامت کبریٰ، صور پھونکنا، ذکر میدان حشر، حساب کتاب، پل صراط، دوزخ، جنت، رسول مقبول صلعم کی فضیلت آپ کی زندگی کے حالات۔ ازواج مطہرات، خلفائے راشدین، اولیاء اللہ، پیران طریقت موت و حیات

باب سوم: اسلامی عبادات:۔ اس میں عبادات پر پوری طرح روشنی ڈالی گئی ہے مثلاً وضو، غسل، تیمم، نماز پنجگانہ، نماز مسافر، نماز جمعہ، نماز عیدین، نماز اشراق، نماز چاشت، جنازے کی نماز، اعتکاف، فضائل ماہ رمضان المبارک، روزہ، زکوٰۃ، حج وغیرہ کے جملہ مسائل اور ارکان درج ہیں۔

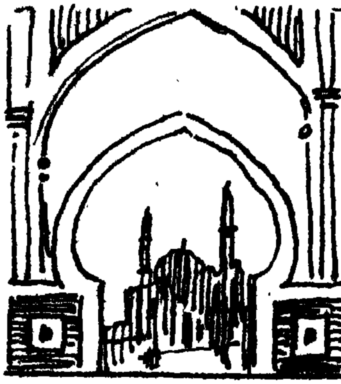
باب چہارم: اعمال و وظائف:۔ اس میں سال کے تین سو ساٹھ دن تاریخوار پڑھنے کے لئے وہ مستند اعمال و وظائف درج ہیں جو بزرگان دین اور اولیاء اللہ کا معمول رہے ہیں۔ نیز بزرگان دین کی ولادت اور رحلت کی تاریخیں بھی موجود ہیں۔

باب پنجم: حلال و حرام جانور ذبح و شکار:۔ اس میں حلال و حرام جانور اور ذبح و شکار کے مسائل بڑی تفصیل کے ساتھ درج ہیں

باب ششم: اللہ اور اللہ کے بندوں کے حقوق:۔ اس میں حقوق اللہ، حقوق آنحضرت صلعم، حقوق صحابہ، حقوق اہل بیت، حقوق پیران طریقت و الدین اور بیوی بچوں کے حقوق، اعزہ و اقرباء کے حقوق ملازم کے حقوق غرضکہ ایک مسلمان پر جتنے حقوق عائد ہوتے ہیں وہ سب درج ہیں۔

دیگر ابواب: باقی آٹھ ابواب میں سے ایک باب میں اسلامی معاشرت پر مکمل روشنی ڈالی گئی ہے مثلاً خورد و نوش اور لباس کے مسائل پیدائش، عقیقہ، شادی بیاہ نکاح و طلاق تجہیز و تکفین۔ عدت، ماتم پرسی وغیرہ کے بارے میں جملہ مسائل درج ہیں ایک علیحدہ باب میں میلاد شریف کا جواز اور حضور کی ولادت کا مفصل بیان ہے۔ جو مکمل میلاد نامے کا کام دیتا ہے۔ اس کے علاوہ ایک علیحدہ باب میں خواجہ معین الدین چشتی اجمیری رح اور دیگر اولیائے کرام کی سوانح حیات درج ہیں اور آخری باب میں ضروری نصائح اور حفظانِ صحت کے جملہ اصول اور اہم بیماریوں کے علاج درج ہیں غرضکہ اس کتاب میں وہ سب کچھ موجود ہے جو مسلم لائبریری میں ہو سکتا ہے۔ ضخامت تقریباً نو سو صفحات کاغذ سفید نہایت اعلیٰ لکھائی چھپائی عمدہ تائیٹل رنگین منگانے کے بعد اگر ناپسند ہو تو واپس کر دیجئے، قیمت مجلد مع خوشنما گرد پوش صرف پچاس روپے

دین دنیا پبلشنگ کمپنی ——— جامع مسجد دہلی ۶



اسلام نے جمہوریت سے آشنا کیا

اسلامی نظام حکومت آج بھی بے مثال ہے

(احمد سمیع خالدی کے عربی مقالہ سے ماخوذ)

احمد سمیع خالدی یروشلم کے ایک اسلامی مفکر ہیں جو یروشلم پر اسرائیلی قبضہ کے بعد لبنان میں آباد ہو گئے ہیں ذیل میں اس لائق مفکر کے عربی مقالہ کا ترجمہ پیش کیا جا رہا ہے۔ اس مقالہ میں یہ بتایا گیا ہے کہ اسلام ہی دنیا کا وہ واحد مذہب ہے جس نے کہ دنیا کو جمہوری نظام حکومت سے آشنا کیا ہے۔

دنیا کی قدیم تاریخ یہ بتاتی ہے کہ دنیا میں ہمیشہ ہی اقلیت میں ہونے کے باوجود مٹھی بھر دولت مند غریبوں اور کمزور طبقوں پر حکومت کرتے رہے ہیں۔ یہ اُن کا خون چوستے رہے ہیں۔ اور اُنہیں اپنا آلہ کار بناتے رہے ہیں۔ چنانچہ اسلام کے ظہور سے قبل دنیا میں جتنی بھی حکومتیں قائم ہوتی رہی ہیں اُن سب پر دولتمندوں کا ہی طبقہ قابض رہا ہے۔

اسلام کے ظہور کے وقت جزیرہ نمائے عرب کے گرد و پیش رومیوں اور ایرانیوں کی ایسی ہی حکومتیں قائم تھیں اور ان حکومتوں کے تمام تر اختیارات دولتمندوں کے ایک مخصوص گروہ کے ہاتھوں میں تھے۔ لیکن اسلام نے دنیا کو پہلی مرتبہ ایک ایسے نظام حکومت سے آشنا کیا تھا۔ جس میں کہ غریب عوام کو اقتدار حاصل تھا۔ اور جسے غریب عوام کے نمائندے ہی چلاتے تھے۔ اس طرح اسلام کا لایا ہوا نظام حکومت دنیا کا وہ پہلا نظام حکومت ہے جسے موجودہ زمانہ کی اصطلاح میں جمہوری اور سیکولر نظام حکومت کہا جا سکتا ہے۔ اور جب ہم اسلام کے پیش کردہ جمہوری نظام حکومت کو آج سے چودہ سو سال قبل کے پس منظر میں دیکھتے ہیں تو یہ نظام ہمیں اسلام کا بہت بڑا کارنامہ نظر آتا ہے۔

پھر جب ہم رسول مقبول صلعم کی وفات کے بعد اُن کے چاروں خلفا کے انتخاب پر غور کرتے ہیں تو یہ بات تسلیم کرنی پڑتی ہے کہ اسلام نے عملی طور پر دنیا میں سب سے پہلے شخصی اور خاندانی حکومت کے طریقے کو ختم کر کے انتخابی حکومت کا طریقہ رائج کیا تھا۔ چنانچہ تاریخ بتاتی ہے کہ چاروں خلفائے راشدین انتخاب ہی کے ذریعہ اس عظیم منصب پر فائز کئے جاتے رہے تھے۔ اور اُن میں سے کسی ایک بزرگ نے بھی یہ خواہش اور کوشش نہیں کی تھی کہ اُن کے بعد اُن ہی کے خاندان کے کسی فرد کو خلافت کے جلیل عہدہ پر فائز کیا جائے۔

اسلام نے صرف مذکورہ بالا طریقہ ہی سے بادشاہت پر ایک کاری ضرب نہیں لگائی تھی۔ بلکہ اپنی مجوزہ حکومت کو زیادہ سے زیادہ جمہوری بنانے کی غرض سے انہوں نے اول تو اسلامی حکومت کے سربراہ یعنی خلیفہ کو اہل الرائے اصحاب کی ایک مجلس شوریٰ سے مشورہ کرنے کا پابند بنایا تھا۔ اور دوسرے خلفائے راشدین نے عوام کو ریاست کے کاموں میں حصہ دار بنانے کا طریقہ بھی اختیار کیا تھا۔ چنانچہ مسلمانوں کے پہلے اور دوسرے خلیفہ عام مجمعوں میں لوگوں کو نہ صرف حکومت کے کاموں پر نکتہ چینی اور اظہار خیال کی دعوت ہی دیا کرتے تھے۔ بلکہ وہ عوام کے صحیح مشوروں پر عمل بھی کیا کرتے تھے۔ پھر اگر حکومت کے عہدہ داروں کے خلاف عوام کی شکایات درست ثابت ہوتی تھیں تو انھیں سزا تک بھی دی جاتی تھیں۔ اور اس طرح اسلامی حکومت صحیح معنوں میں ایک جمہوری حکومت بن گئی تھیں۔

اسلامی حکومت کے سربراہ یا خلیفہ کو اگرچہ موجودہ زمانہ کی طرح باقاعدہ استصواب رائے کے ذریعہ سے منتخب نہیں کیا جاتا تھا۔ لیکن پھر بھی عوام کو اس بات کا پورا حق حاصل تھا کہ اگر خلیفۂ وقت ریاست کے نظم و نسق یا ذاتی معاملات میں اسلام کے متعین کردہ حدود سے معمولی سا انحراف بھی کرے تو عوام اسے اس منصب سے علیحدہ کر دیں۔

اسلامی حکومت کے جمہوری کردار کا ایک زبردست ثبوت یہ ہے کہ اس حکومت کے لئے جن بزرگوں کو سربراہ کی حیثیت سے منتخب کیا جاتا رہا ہے۔ وہ اپنے اخلاق اور کردار کے اعتبار سے ایک طرف تو سماج میں اعلیٰ ترین مقام رکھتے تھے۔ دوسری طرف اُن کا شمار دولت مندوں میں نہیں کیا جاتا تھا۔ اور اگر اُن میں سے کسی کے پاس کوئی سرمایہ موجود بھی تھا تو وہ اُنھوں نے سب کا سب قومی ضرورتوں اور ضرورت مندوں کی امداد کے لئے وقف کر دیا تھا۔

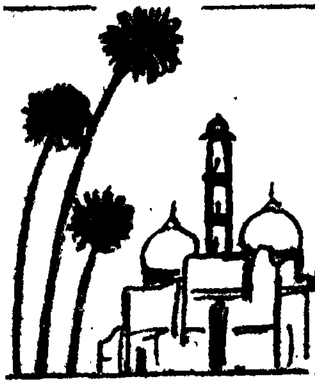
پھر ان خلفا کی جمہوریت پسندی کا یہ عالم تھا کہ وہ غریبوں جیسی نہایت سادہ زندگی گزارتے تھے۔ غریبوں جیسا کھانا کھاتے تھے۔ اور غریبوں جیسے کپڑے پہنتے تھے۔ اور لوگوں کی معمولی سے معمولی خدمت کی انجام دہی کو اپنا فرض منصبی سمجھتے تھے۔ غرضیکہ اسلامی حکومت ایک ایسی حکومت تھی جسے بجا طور پر غریبوں اور عوام کی حکومت کہا جا سکتا ہے۔ اور اس اسلامی حکومت کے سربراہوں کی کیفیت یہ تھی کہ اگر کسی اقلیتی طبقہ کو یا کسی واحد فرد کو ذرا سی تکلیف بھی ہوتی تھی تو خلیفہ وقت مضطرب ہو جاتا تھا۔

اسلامی حکومت صرف جمہوری ہی نہیں تھی بلکہ وہ سیکولر بھی تھی۔ اسلام نے اگرچہ خود اپنی قائم کردہ حکومت کے لئے سیکولر یا غیر مذہبی حکومت کے الفاظ استعمال نہیں کئے ہیں۔ بلکہ اُسے خالص مذہبی حکومت قرار دیا ہے۔ لیکن اس میں ذرا بھی شک نہیں کہ اسلامی حکومت کا کردار نہ صرف سیکولر ہی رہا ہے بلکہ اُس نے قدم قدم پر اپنے سیکولر ہونے کا ثبوت بھی دیا ہے۔

اسلامی حکومت کے سیکولر ہونے کا اِس سے بڑھ کر اور کیا ثبوت ہو سکتا ہے کہ اس حکومت میں ہر مذہب اور اُس کے ماننے والوں کو پھولنے پھلنے اور ترقی کرنے کی کامل آزادی حاصل رہی ہے۔ حکومت اپنے ہر شہری کے مذہبی سماجی اور اقتصادی حقوق کا پورا تحفظ کرتی رہی ہے۔ اُس نے قانون اور انصاف کے زاویہ نظر سے ہر شہری کی مساوات کو تسلیم ہی نہیں کیا ہے بلکہ عملی طور پر مساوات قائم کر کے دکھا دی ہے اور وہ قومی سرمایہ کو کسی ایک فرقہ سے فائدہ پہنچانے کے لئے نہیں بلکہ ہر شہری کو فائدہ پہنچانے کے لئے استعمال کرتی رہی ہے۔

اسلام اور اسلامی زندگی کے پورے نظام کی بنیاد قرآن کریم کی ہدایات پر رکھی ہوئی ہے۔ اس لئے ہم اسلامی نظام حکومت کو اسلام سے الگ نہیں کر سکتے اور جب ہم اسلامی حکومت کے جمہوری اور سیکولر کردار کو دیکھتے ہیں تو ہمیں اس بات میں کوئی شبہ باقی نہیں رہ جاتا۔ کہ جس طرح اسلامی حکومت دنیا میں غریبوں کی واحد یا پھر سیکولر جمہوری حکومت تھی اسی طرح اسلام بھی ایک ایسا مذہب ہے جس نے دنیا میں پہلی بار عام انسانی رواداری۔ انسانی احترام اور انسانوں کی خدمت گزاری کا علم بلند کیا ہے۔

اسلامی نظام حکومت جس کا بہترین نمونہ خلفائے راشدین نے پیش کیا ہے۔ ایک ایسا طرز حکومت ہے جس سے ہر زمانہ میں فائدہ اٹھایا جا سکتا ہے۔



اسلام دنیا کا واحد مذہب بن جائیگا
صرف یہی مذہب ترقی یافتہ دنیا کا ساتھ دے سکتا ہے

(از علامہ ابوریحان)

دنیا کے مختلف مذاہب کا مطالعہ کرنے کے بعد محققین اس نتیجہ پر پہنچے ہیں کہ دنیا کے جملہ مذاہب میں صرف اسلام ہی ایک ایسا مذہب ہے جو ترقی یافتہ دنیا کا ساتھ دے سکتا ہے۔ چنانچہ علامہ ابوریحان نے ذیل کے مضمون میں اسلام کے اسی پہلو پر بحث کی ہے۔

علوم وفنون کے میدان میں آجکل جو تحقیقاتی کام جاری ہے اُس میں مذہب کی تحقیقات ہو رہی ہے۔ کہ مختلف مذاہب نے ماضی میں انسانی تاریخ اور دنیا کی تعمیر و ترقی میں کیا حصہ لیا ہے۔

علمائے مذاہب اور محققین نے مذکورہ بالا زاویہ نظر سے اسلام کا جو مطالعہ کیا ہے اُس سے وہ اس نتیجہ پر پہنچے ہیں کہ اگر چھٹی صدی عیسوی میں اسلام کا ظہور نہ ہوا ہوتا تو نہ صرف دنیا کی ترقی ہی رک جاتی بلکہ ماضی اور مستقبل میں کوئی رشتہ باقی نہ رہتا کیونکہ اسلام نے علمی اور فنی اعتبار سے بنی نوع انسان کے ارتقا میں بہت زیادہ مدد دی ہے۔

محققین اور علمائے مذاہب کے مذکورہ بالا نتیجہ کی اہمیت اس بات سے بھی واضح ہو جاتی ہے کہ اسلام کے ظہور سے پہلے مشرق میں بودھ مت موجود تھا۔ اور مغرب میں مسیحی مذہب کا دور دورہ تھا مگر یہ دونوں مذاہب دنیاوی زندگی میں عوام کی رہنمائی کرنے میں کامیاب نہیں ہوئے تھے۔ چنانچہ جہاں تک بودھ مت کا تعلق ہے اُس کی تمام تر تعلیمات صرف "نروان" یعنی۔ نجات حاصل کرنے ہی کے مقصد تک محدود ہو کر رہ گئی تھیں۔ اور عیسائی علما نے ایک طرف تو "ترک دنیا" کا سبق دے کر عیسائیوں کو ناکارہ بنا دیا تھا۔ اور دوسری طرف انھوں نے عیسائیوں کے لئے علوم کے حصول کو خصوصیت کے ساتھ یونانی علم وحکمت کے مطالعہ کو ایک ناقابل معافی گناہ قرار دے رکھا تھا۔ جس سے انسانی ارتقا کی راہیں بڑی حد تک بند ہو گئی تھیں۔

اسکے برخلاف اسلام نے نہ صرف انسان کو "نجات" ہی کے راستہ پر آنے کی دعوت دی تھی بلکہ اُس نے مسلمانوں کے لئے ایک طرف تو دنیاوی جدوجہد کو لازمی قرار دے دیا تھا۔ اور دوسری جانب اسلام نے علم کی تلاش اور حصول کو بھی فرض قرار دیدیا تھا اور اس طرح مسلمانوں کو علمی تحقیق اور تفتیش کی جو ترغیب دی گئی تھی۔ اُس کی بدولت انھوں نے نہ صرف مغرب کے مدفون علمی خزانوں ہی کو نکال کر دنیا کے روبرو رکھ دیا تھا۔ بلکہ مشرق کے علوم وفنون کو بھی مغرب میں پھیلانے کا ذریعہ بن گئے تھے۔ پھر اسی قدر نہیں بلکہ مسلمانوں نے خود جو ایجادیں اور انکشافات کئے تھے۔ اُن کی بدولت ایک طرف تو سابقہ علوم وفنون میں قابلِ قدر اضافے ہوئے تھے۔ اور دوسری طرف ترقی کی وہ بنیادیں قائم ہوئی تھیں۔ جن پر بعد کے زمانہ میں ارتقا کی زبردست عمارتیں بنائی گئی ہیں۔

اسلام کے اس کردار کی روشنی میں تحقیقات کے بعد علمار اور محققینِ مذاہب اس نتیجہ پہنچے ہیں کہ اسلام نے اپنے ظہور کے بعد ہی سے انسان کی ترقیوں میں ایک زبردست محرک اور رہنما کی حیثیت سے کام کیا ہے۔ اور چونکہ آج چودہ سو برس گزر جانے کے بعد بھی اسلام کی بنیادی تعلیم اور انسانی ترقی کے متعلق اُس کے نظریہ میں کوئی تبدیلی نہیں ہوئی ہے۔ اس لئے محققین مذاہب کی رائے ہے کہ اسلام مستقبل میں بھی اپنا یہی کردار ادا کرتا رہیگا۔ لیکن اس کے

ساتھ ہی یہ بات بھی فراموش نہیں کرنی چاہئے کہ یورپ میں عیسائی علما کا ایک ایسا طبقہ بھی موجود ہے جو اسلام کو کشادہ دلی کے ساتھ دیکھنے کی بجائے اُسے عیسائیت کے ایک زبردست حریف کی حیثیت سے دیکھتا ہے۔

خصوصیت کے ساتھ اِس وقت افریقہ میں اسلام اور عیسائیت کے درمیان جو کشاکش جاری ہے۔ وہ پوری عیسائی دنیا کے لئے تشویش کا باعث بنی ہوئی ہے۔ اور وہاں اسلام کو عیسائیت کا بہت بڑا حریف تصور کیا جاتا ہے۔ چنانچہ افریقہ کے متعلق یورپ کے مذہبی رسالوں اور خصوصیت کے ساتھ رومن کیتھولک مرکز "وٹاکن" کے اخبارات میں عیسائی مبلغین کی جو رپورٹیں شائع ہوتی رہتی ہیں اُن سے اِس بات پر روشنی پڑتی ہے کہ پچھلے بیس سال کی مدت میں وہاں جس سرعت کے ساتھ اسلام پھیلا ہے اُس نے عیسائیوں کی گزشتہ صد سالہ کوششوں پر ہی پانی ہی نہیں پھیر دیا ہے بلکہ مستقبل میں بھی اُن کی تبلیغی کامیابی کو مشتبہ بنا دیا ہے۔ چنانچہ وہاں کے بے دین قبائل میں اسلام نہایت تیزی سے پھیلتا چلا جا رہا ہے۔ اور افریقہ کی تقریباً سب ہی ریاستوں میں کسی خاص کوشش کے بغیر اسلام کو غیر معمولی مقبولیت حاصل ہو رہی ہے۔

افریقہ میں اسلام کی اِس مقبولیت پر تبصرہ کرتے ہوئے اٹلی کے ایک مذہبی رسالہ میں افریقہ کے ایک مسیحی مبلغ پادری جان ہنگٹن نے لکھا ہے "افریقہ میں اسلام کی مقبولیت اور تیز رفتاری کو دیکھ کر ایسا معلوم ہوتا ہے کہ کچھ مدت کے بعد نہ صرف افریقہ بلکہ پوری دنیا کا مذہب اسلام ہی ہو جائے گا۔ میرا خیال ہے کہ اگر ہم نے مسیحیت کی خامیوں کو دور کرکے اُسے اسلام کی سطح پر لانے کی کوشش نہ کی تو پھر ہمیں اسلام کے مقابلہ میں اپنی شکست قبول کر لینے کے لئے تیار رہنا چاہئے"

عیسائیت کے اِس مبلغ نے یہ سوال کیا ہے کہ آخر اسلام میں وہ کون سی خوبی ہے جو افریقہ کے لوگوں کے لئے کشش کا باعث بنی ہوئی ہے۔ اور پھر خود ہی اِس سوال کا جواب دیتے ہوئے لکھا ہے کہ "یہاں افریقہ میں اسلام کی کئی باتوں کو خصوصیت کے ساتھ پسند کیا جاتا ہے۔ مثلاً پہلی بات تو یہ ہے کہ ہم اُن کے درمیان عیسائیت کی تبلیغ کے ساتھ اُنہیں مغربی ڈھنگ کی زندگی بسر کرنے کے لئے مجبور کرتے ہیں۔ اِس کے برعکس مسلمان مبلغین اپنے مذہب کی تبلیغ کے بعد اُن کے معاشرتی معاملات میں کوئی مداخلت نہیں کرتے۔ دوسرا امر یہ ہے کہ افریقہ کے باشندے محسوس کرنے لگے ہیں کہ اسلام نجات کا پیغام دینے کے ساتھ ساتھ انسان کی معاشرتی آزادی کا بھی داعی اور محافظ ہے۔ اس طرح افریقی باشندوں میں اسلام کا اعتماد بڑھ رہا ہے۔

اور یہی مسیحی مبلغ آگے چل کر لکھتا ہے کہ "دوسری بات یہ ہے کہ ہم عیسائیوں نے اب تک افریقہ کے عیسائی باشندوں کے ساتھ مساوات نہیں برتی اور وہ گرجاؤں میں بھی اِس بات کو محسوس کرتے ہیں ہم اُنہیں پست درجہ کا انسان سمجھتے ہیں۔ اور اُن کے ساتھ محکوموں جیسا سلوک کرتے ہیں۔ لیکن ہمارے اس طرزِ عمل کے خلاف وہ دیکھتے ہیں مسلمانوں کی مسجدوں میں افریقی اور غیر افریقی میں کوئی امتیاز نہیں ہے۔ سب ہی مسلمان بلا امتیاز رنگ و نسل ایک ہی صف میں کھڑے دکھائی دیتے ہیں۔ اور اکثر ایسا بھی ہوتا ہے کہ نماز کے دوران کالے اور نومسلم افریقی امامت تک کے فرائض انجام دیتے ہیں۔ پھر افریقی یہ بھی دیکھتے ہیں کہ افریقہ میں آئے ہوئے مسلم علماء اور دیگر مسلمان صرف نومسلم افریقی باشندوں ہی سے نہیں بلکہ ملحد اور عیسائی افریقیوں کے ساتھ بھی برادرانہ سلوک کرتے ہیں۔ وہ اُن سے نفرت نہیں کرتے اور سماجی تعلقات میں اُنہیں برابر کا درجہ دیتے ہیں۔ اور اس طرح افریقہ کے لوگوں پر اِس کا اثر یہ پڑتا ہے کہ اسلام مساوات کا داعی ہے۔ اور اُن کو سماجی برابری صرف اسلام ہی میں داخل ہونے سے حاصل ہو سکتی ہے۔"

مختصر یہ کہ خود مسیحی مبلغین کی یہ رائے ہے کہ اسلام ایک ایسا مذہب ہے جو صرف نجات ہی کا راستہ نہیں بتاتا ہے بلکہ اُس کے ساتھ ہی وہ بنی نوع انسان کی دنیا کو بھی سنوارتا ہے اس کے علاوہ وہ انسان کی دنیاوی ترقی اور کامیابی کا ضامن ایک مکمل نظام حیات بھی ہے پھر اسلام چونکہ بنی نوع انسان کی فطرت اور مزاج کے مطابق ہے اس لئے کوئی تعجب نہیں کہ آگے چل کر یہی مذہب ساری دنیا کا واحد مذہب بن جائے اور تمام دیگر مذاہب اسلام کے مقابلہ میں ماند پڑ جائیں۔ غرضکہ خود عیسائی مبلغین کی یہ رائے ہے کہ وہ زمانہ دور نہیں جبکہ اسلام دنیا کا واحد مذہب بن جائے گا



افسانہ

نوبہار

مالوہ کی تاریخ سے متعلق ایک کہانی

(از جناب مائل ملیح آبادی)

مالوہ کے سلطان غیاث الدین خلجی کی حرم سرا خوبصورت عورتوں سے بھری ہوئی تھی۔ اِن ہی عورتوں میں ایک نئی لڑکی نوبہار کا اضافہ ہوا تھا۔ یہ افسانہ اسی واقعہ سے تعلق رکھتا ہے جسے نامور افسانہ نگار جناب مائل ملیح آبادی نے اپنے مخصوص رنگ میں پیش کیا ہے۔

شادی آباد مالوہ کے شاہی محل میں سلطان غیاث الدین خلجی کے عبادت خانے کا پردہ ہٹا اور ابھی نیرِ اعظم گوشۂ مشرق سے نمودار نہیں ہوا تھا کہ حافظ عورتوں نے قرآن پاک ختم کر کے سلطان پر دم کیا

سلطان عبادت خانے سے نکل کر شاہی محل کے دروازے کے قریب ایک کمرے میں داخل ہوا، جہاں ابھی تک شمعیں روشن تھیں اور وہ لوگ سلطان کے انتظار میں بیٹھے تھے۔ جنہیں رات بھر کی خبریں حضورِ سلطانی میں پیش کرنی تھیں، خدام مؤدب ہو کر کھڑے ہو گئے اور سلطان مسہری پر نیم دراز ہو کر اُن کاغذات کو پڑھنے لگا۔ جو ترتیب سے رکھے ہوئے تھے۔

اُس نے ایک کاغذ الگ رکھ دیا اور دوسرا کاغذ دیکھ کر اپنے ایک خادم کو دیتے ہوئے کہا ــــ "اِنھیں محافظ خانے میں لے جاؤ۔"

خادم اٹھ گئے اور کمرے میں سلطان اکیلا رہ گیا۔ تب اُس نے وہ کاغذ اٹھایا ــــ

ــــ "آج رات کو آفتابِ اجین کے جوہریوں کے محلے میں ایک حادثہ ہو گیا کرشن مراری نامی ایک جوہری کی لڑکی آفتِ روزگار تھی۔ شاہی فوج کا ایک سردار جے رام اُس پر عرصے سے عاشق تھا۔ آج جب لڑکی کی شادی کے مہمان آئے ہوئے تھے تو جے رام اپنے چند ساتھیوں کے ساتھ جوہری کے گھر میں گھس کر اپنی محبوبہ کو نکال لایا اس پر ہنگامہ ہو گیا اہلِ محلہ نے جے رام کو روکا۔ نوبت جنگ تک پہنچ گئی جے رام مارا گیا۔ اُس کے کچھ ساتھی زخمی ہوئے کچھ بھاگ گئے۔ لیکن تعجب کی بات یہ ہے کہ جوہری کی بیٹی چیخ مار کر جے رام کی لاش پر گر پڑی اور اُس کا بھی دم نکل گیا۔"

سلطان نے ٹھنڈی سانس لیکر پرچہ رکھ دیا اور سوچنے لگا کہ حسن و عشق بھی کیسی عجیب چیز ہے۔ اور محبت کا جذبہ بھی کیسا بے پناہ جذبہ ہے پھر یکایک اُس کا ذہن اپنی حرم سرا کی عورتوں کی طرف متوجہ ہو گیا اُس نے چھڑی اٹھا کر ایک چھوٹے سے نقارے پر دو ضربیں لگائیں ایک لمحہ بعد سلطان کا محافظ خاص نظام احمد کمرے میں داخل ہوا اور جھک کر سلطان کو سلام کیا سلطان نے اُس سے پوچھا ــــ

"ہمارے حرم میں کتنی عورتیں ہوں گی؟"

نظام احمد نے جواب دیا "تقریباً پانچ ہزار"

سلطان نے پوچھا ــــ "اِن میں سے کوئی ایسی بھی ہے جو کسی کی محبت میں مبتلا ہو اور جانا چاہتی ہو؟ ہم کسی پر جبر نہیں کرنا چاہتے"

نظام احمد نے جواب دیا ــــ "سلطان معظم۔ اس کا جواب محافظ حرم دے سکتی ہے۔ لیکن میرا خیال ہے کہ سلطانی حرم کی کوئی عورت بھی حرم کی عشرتِ بے اندازہ کو چھوڑ کر جانے کے لئے تیار نہ ہو گی"

سلطان نے تھوڑی دیر خاموش رہ کر کہا "محافظ حرم کو بلاؤ"

نظام احمد چلا گیا اور پھر محافظ حرم آئی۔ سلطان نے پوچھا ــــ

"ڈگتی! ہمارے حرم کی کوئی عورت حرم سے جانا چاہتی ہے"

دلکشی نے بہت ہی تعجب کے ساتھ جواب دیا — "نہیں سلطان معظم وہ اس جنت کو چھوڑ کر کہاں جائیں گی؟"

سلطان نے ایک ٹھنڈی سانس لیکر کہا "واقعی یہ عورتوں کی جنت ہے۔ ہم نے حسن کی تلاش میں اپنے امکان بھر کوشش کی۔ ملک کا کوئی علاقہ ایسا نہیں ہے جہاں کی حسین ترین عورتیں ہمارے حرم میں نہ ہوں" پھر اُس نے ایک لمحہ ٹھہر کر کہا — "لیکن دلکشی کیا ہم حسن کے جمع کرنے میں کامیاب ہو چکے ہیں؟"

دلکشی نے سلطان کی طرف دیکھ کر کہا — "کیوں نہیں سلطان اعظم جب میں سلطان کے حرم کے کسی حصہ میں جاتی ہوں تو ایسا محسوس ہوتا ہے جیسے زندہ گلاب خوبصورت فرش پر رقصاں ہوں۔ اُن کے نغمے بہشتی ہیں۔ اُن کے مزاج پیارے ہیں۔ اُن کا رقص اندر کی محفل کو شرمندہ کرتا ہے — اور وہ عالم و فاضل عورتیں جن کے سامنے مرد زانوئے ادب طے کریں یعنی حافظہ، مفتیہ، شہسوار، صاحب فن اور ماہر جنگ سب ہی اس قابل ہیں کہ اُن پر ناز کیا جائے۔ پانچسو ترک عورتوں کی سپاہ جب ہتھیاروں سے مسلح ہو کر نکلتی ہے تو اُن کا حسن اور جوش دیکھ کر دل دہلتے ہیں۔ اور آنکھیں سیراب ہوتی ہیں؟" دلکشی نے فخر کے ساتھ کہا۔

"سلطان معظم، یہ سب سلطان کی عنایت سے شادی آباد ہیں۔ ممکن ہے ہندوستان کے کسی بادشاہ کے یہاں ایسا حرم ہو تو مقابلے کا دعویٰ کرکے دیکھے"

لیکن سلطان خاموشی کے ساتھ یہ سب کچھ سنتا رہا۔ کچھ دیر خاموش رہ کر بولا۔ "یہ سب ٹھیک ہے۔ دلکشی لیکن وہ مجسمۂ حسن وہ پیکر ناز جو میرے ذہن کے اندر موجود ہے۔ ابھی تک حرم کی زینت نہیں بن سکا۔ نہ جانے وہ حسن بہشتی کہاں ہے۔ جو نہ زینت محفل بن سکا ہے۔ اور نہ زینت پہلو۔ یہ کھٹک اس وقت تک میرے دل میں موجود رہے گی"

دلکشی خاموشی کے ساتھ سلطان کی باتیں سنتی رہی۔ پھر بولی — "سلطان معظم کا خیال صحیح ہے حسن بے مثال سے ابھی تک حرم خالی ہے"

سلطان نے اُس کی طرف دیکھ کر کہا — "کیا تیرا بھی یہی خیال ہے۔ دکھنی؟"

"ہاں —" دکھنی نے کہا — "اور اگر سلطان اجازت دیں تو کسی نہ کسی طرح حضور کی طبع سلیم کے موافق حسن تلاش کر کے خدمت عالی میں پیش کر دوں۔"

سلطان نے پوچھا — "تو حسن کو کس طرح پہچانے گی؟"

دکھنی بولی — "خوبصورت وہ ہے کہ جس کے کسی عضو کو انسان دیکھے تو پھر دوسرے عضو کو دیکھنے کا ہوش باقی نہ رہے۔ مثلاً اگر کوئی شخص اُس کا قامت دیکھے تو اُس پر ایسا فریفتہ ہو جائے کہ چہرہ دیکھنے کی خواہش نہ رہ جائے۔"

سلطان نے مسکرا کر اُس کی طرف دیکھ کر کہا — "دکھنی میں تجھے تلاش حسن کی اجازت دیتا ہوں۔ تجھ میں حسن تمیز ہے۔ اگر میری پسند کے مطابق کوئی حسینہ حاصل ہو گئی تو تیری مرضی کے مطابق انعام و اکرام سے نواز دوں۔"

دکھنی روانہ ہو گئی۔ ایک تاجر کا بھیس بدلا اور شہر شہر گاؤں گاؤں گھومنے لگی۔ گھومتے گھومتے ایک مہینہ ہو گیا مگر دُرِ مقصود نہ مل سکا۔ دکھنی سفر سے تھک گئی۔ اُس کا دل بجھ گیا اور مایوسی نے دل توڑ دیا۔ وہ شادی آباد مالوہ کے لیے روانہ ہو گئی لیکن نگاہیں حسن کی تلاش و جستجو سے نہیں تھکیں۔

ایک چھوٹے سے گاؤں سے گزرتے وقت یکایک اُس کی نظر ایک لڑکی پر پڑی جو پانی کا گھڑا سر پر رکھے اپنے گھر کی طرف جا رہی تھی۔ دکھنی نے پیچھے سے اُس کے قامتِ رعنا کو دیکھا۔ اُس کی کیفیت رفتار اور حسن قامت کو دیکھ کر دکھنی فریفتہ ہو گئی۔ سامنے جا کر چہرے پر نظر ڈالی تو جیسا وہ چاہتی تھی ویسا ہی پایا۔ دکھنی گاؤں میں ٹھہر گئی اور چند روز گاؤں میں رہ کر اُس پیکرِ جمال کو لے اڑی اور سلطان کی خدمت میں حاضر ہوئی۔

سلطان لڑکی کو دیکھ کر بے خود ہو گیا۔ اُس نے پوچھا — "دکھنی یہ غنچہ نورس تجھے کس چمن سے ہاتھ لگا؟"

دکھنی نے جواب دیا — "سلطانِ معظم، میں نے اس پھول کو بہارستانِ مالوہ ہی سے حاصل کیا ہے۔ جن لوگوں کو اس کی قیمت کا اندازہ نہیں تھا انھوں نے ایک کثیر رقم لے کر یہ حورِ بہشتی میرے ہاتھ فروخت کر دی ہے۔"

سلطان نے خوش ہو کر کہا — "ہم تجھے سرفراز کرتے ہیں دکھنی اس کو سلطانی حرم کے آداب کی تعلیم دے کر ہمارے سامنے پیش کرنا۔"

نوبہار کے والدین اپنی بیٹی کے غم میں دربدر خاک چھانتے پھرے اور جب نوبہار کا کہیں پتہ نہ چلا تو راجدھانی مالوہ کا رخ کیا، جہاں انصاف ملتا تھا اور رعایا کے لئے غم حرام قرار دیدیا گیا تھا۔

راجدھانی عیش و عشرت میں ڈوبی ہوئی تھی ہر طرف سے نغمہ و آہنگ کی صدائیں آ رہی تھیں اور عشق و محبت کے گیت فضا میں گونج رہے تھے۔ دونوں دیہاتی مالوے کی بہشت میں ادھر اُدھر پھر رہے تھے اور کسی کو فرصت نہ تھی کہ اُنکے دل کے زخم کی طرف دیکھتا کیوں کہ پھولوں سے کھیلنے والوں کو زخموں کے دیکھنے کی نہ ضرورت تھی نہ فرصت تھی۔

شادی آباد میں یہی دو غریب الوطن تھے جو آنسو بہاتے پھر رہے تھے۔ اور انہیں معلوم نہیں تھا کہ سلطان سے اپنی بیٹی کے لئے کس طرح فریاد کریں۔

ایک دن دونوں ماں باپ مالوے کی ایک سڑک سے گزر رہے تھے کہ یکایک سواروں کا ایک دستہ آیا اور لوگوں کو راستے سے ہٹانے لگا۔ نوبہار کے باپ رضا نے بھی سنا کہ سلطان کی سواری اس سڑک سے گزرنے والی ہے۔ اُس نے اپنی بیوی کا ہاتھ پکڑ کر کہا — "میں سلطان کے گھوڑے کی لگام پکڑ کر فریاد کروں گا۔"

بیوی نے غمگین لہجے میں منع کیا — "ایسا نہ کرنا۔ سلطان کے سپاہی تمہیں قتل کر ڈالیں گے۔"

"کچھ بھی ہو" رضا نے کہا — "میں جان پر کھیل کر اپنی فریاد سلطان کے کانوں تک پہنچا کر رہوں گا۔"

بیوی نے زور سے اُس کا ہاتھ پکڑ لیا — "نہیں — میرے اوپر رحم کھاؤ۔"

اُسی وقت نقیب نے ہٹو بچو کا اعلان کیا اور سلطان کا سفید گھوڑا رضا کے سامنے سے نکلنے لگا۔ بیوی نے زور سے اُس کا دامن پکڑ لیا لیکن رضا نے جھٹکا دے کر دامن چھڑا لیا۔ اور بجلی کی طرح جھپٹ کر سلطان کے گھوڑے کی لگام پکڑ لی اور پوری طاقت سے چیخا — "سلطان میری بیٹی نوبہار کہاں ہے؟"

سلطان نے گھوڑا روک لیا۔ ایک نظر کسان کو دیکھ کر پوچھا —

کون نوبہار؟ اُسے کیا ہوا؟"

رضا کی آنکھیں بھیگ گئیں اُس نے روتے ہوئے کہا — "سلطان، ہمارے علاقے کے ایک بچے کو بھیڑیا اُٹھا لے گیا تھا۔ سلطان کے حکم سے پورا علاقہ بھیڑیوں سے خالی کر دیا گیا۔ میری لڑکی کو ایک چور بھگا لے گیا ہے۔ میں اُسے سلطان سے لینے آیا ہوں۔"

سلطان نے ہمدردی کے ساتھ پوچھا — "چور کا پتہ نشان بھی تو بتاؤ فریادی؟"

رضا نے کہا — "وہ ایک نوجوان تاجر تھا۔ حسین اور قبول صورت اُس کی داہنی آنکھ کے قریب زخم کا سفید نشان ہے۔ وہ ایک ٹانگ سے کچھ لنگ کر کے چلتا ہے۔"

سلطان نے پوچھا — "لڑکی کی صورت بیان کرو۔"

رضا نے جواب دیا — "وہ ہماری اور ہمارے گاؤں کی آنکھ کا تارا تھی۔ سلطان جتنی خوبصورتی کسی عورت میں ہو سکتی ہے، وہ میری نوبہار میں ہے۔ اُس کے داہنے گال پر دہانے کے کچھ اوپر سیاہ تل کا نشان ہے سلطان۔"

سلطان ایک لمحہ خاموش کھڑا رہا۔ پھر گھوڑے سے اتر پڑا اور زین کے اوپر سے پڑی ہوئی شال کھینچ کر سڑک پر بچھائی۔ بیٹھتے ہوئے بولا "فریادی، تمہارا مجرم مل گیا ہے۔ مجھے اُس کا پتہ معلوم ہے۔ تمہاری لڑکی تمہیں مل جائے گی بس فیصلہ ہونے کی دیر ہے۔"

سلطان کا محافظ دستہ بھی اتر پڑا جس کے افسر کو سلطان نے حکم دیا — "قاضی کو بلا لاؤ کیونکہ ایک اہم مقدمہ کا فیصلہ آج ہی اور اسی جگہ ہونے والا ہے۔"

جب قاضی آگیا تو سلطان نے اُسے اپنی جگہ پر بیٹھنے کا حکم دیا اور خود سامنے کھڑے ہو کر بیان دینے لگا — "محترم قاضی صاحب! اِس فریادی کی لڑکی ایک شخص کی اجازت اور مرضی سے اغوا کر کے شادی پر آمادہ کی گئی۔ اُس شخص نے بغیر باپ کی مرضی کے لڑکی کے ساتھ شادی کر لی اور اِس طرح ہمارے قوانین کو توڑ کر مجرموں کی صف میں کھڑا ہو گیا۔ اُس کا جرم اُس وقت اور بھی بڑھ جاتا ہے جب ہم دیکھتے ہیں کہ وہ خود اِن قوانین کا نگراں ہے اور نافذ کرنے والا ہے۔ اُس کا نام غیاث الدین ہے اور لوگ اُسے سلطان کے خطاب سے پہچانتے ہیں۔"

سب کے چہرے زرد پڑ گئے، قاضی حیرت سے سلطان کو دیکھتا رہ گیا۔

سلطان نے سختی کے ساتھ کہا "قاضی صاحب! رعایت کی ضرورت نہیں سلطان اپنے قوانین کو تماشہ نہیں بنائے گا۔ وہ سلطان کے لئے بھی ہیں اور رعایا کے لئے بھی۔ انصاف کے راستے کی ہر چیز کو ٹھکرا دو۔"

"سلطان ایسا ہی ہوگا مجرم کو پوری سزا دی جائے گی" یہ کہہ کر قاضی نے قلم اٹھایا۔ وہ سلطان کو سزا دینا ہی چاہتا تھا کہ یکایک رضا کی بیوی چیخ اٹھی — "ہمیں سلطان کے خلاف ہمارا کوئی دعویٰ نہیں ہے۔"

رضا نے بھی آگے بڑھ کر کہا "قاضی صاحب! اگر سلطان نے ہماری بیٹی سے شادی کر لی ہے تو ہم خوش ہیں اور ہمارا خدا راضی ہے یہ رشتہ ہمارے لئے باعث سعادت ہے۔"

قاضی نے سلطان کی طرف دیکھا۔ لیکن اُس کی آنکھیں آنسوؤں سے بھری ہوئی تھیں۔ آہستہ آہستہ کہا "میں نے اِن لوگوں کی معافی کو قبول کر لیا۔ لیکن اِن کے احسان کا معقول بدلہ دیا جائے گا اور آئندہ کے لئے بارگاہِ خداوندی میں توبہ و استغفار سے کام لوں گا۔"

اور اُس رنگین مزاج اور منصف سلطان نے ہمیشہ کے لئے حسن کی تلاش سے توبہ کر لی۔ نوبہار اُس کی زندگی میں بہار بن کر داخل ہوئی۔ جس نے اُسے پیار بھی دیا اور عبادت و ریاضت بھی۔ سلطان کی زندگی کا رخ عشق و عاشقی سے دین و مذہب کی طرف مڑ گیا۔



عورتوں کے لئے

"تہذیب جدید"
"ہماری معاشرتی زندگی کے لئے زہر ہے"

(از زبیدہ سلطان صاحبہ دہلوی)

زبیدہ بہن کا یہ مضمون اسلئے بے حد مفید ہے کیونکہ اس مضمون کے ذریعہ انھوں نے عورتوں اور لڑکیوں کو یہ بتایا ہے کہ "تہذیب جدید" جو دراصل مغربی تہذیب کی نقالی ہے ہماری معاشرتی زندگی کے لئے کس طرح ایک زہر کی حیثیت رکھتی ہے۔

ملک کے آزاد ہونے کے بعد ہمارے ملک کی تعلیم یافتہ اور ترقی پسند عورتوں کے طبقہ میں یہ رجحان تیزی کے ساتھ بڑھ رہا ہے کہ ان کو بھی امریکی اور یورپین عورتوں کی طرح "آزادانہ زندگی بسر کرنی چاہیئے" گویا ہمارے ملک کی عورتیں بھی "تہذیب جدید" کی دلدادہ بنتی چلی جا رہی ہیں۔

اس بات سے انکار نہیں کیا جا سکتا کہ "تہذیب جدید" میں بلاشبہ بڑی چمک دمک ہے۔ یہ دور سے بڑی خوشنما معلوم ہوتی ہے لیکن حقیقت یہ ہے کہ تہذیب جدید ہماری معاشرتی زندگی کے لئے ایک زہر کی حیثیت رکھتی ہے۔

امریکہ میں تہذیب جدید کیسے کیسے گل کھلا رہی ہے اس کا اندازہ ان اعداد و شمار سے بخوبی ہو سکتا ہے جو حال ہی میں امریکہ کے شادی شدہ جوڑوں کے بارے میں اخبارات میں شائع ہوئے ہیں۔

ان سرکاری اعداد و شمار سے یہ پتہ چلتا ہے کہ باوجودیکہ امریکی باشندے نہایت خوشحال ہیں اور وہاں کے لوگوں کا اوسط آمدنی ہمارے ملک کے مقابلہ میں پچاس گنا ہے۔ لیکن اس خوشحالی کے باوجود ان کی معاشرتی زندگی نہایت خراب ہے۔ ان میں سے بہت ہی کم گھرانوں کو گھر کا سکون حاصل ہے اور یہ سب کچھ اسی "تہذیب جدید" کی کرشمہ سازیاں ہیں۔ جو دور سے بہت خوشنما معلوم ہوتی ہے لیکن اندرونی طور پر نہایت کھوکھلی ہیں۔ چنانچہ امریکی گھرانوں کے بارے میں جو سرکاری رپورٹ اخبارات میں شائع ہوئی ہے وہ ہمارے لئے عبرت انگیز ہے۔

امریکہ دنیا کا ایک نہایت ہی خوشحال ملک ہے وہاں ہر شخص کا اوسط آمدنی بہت زیادہ ہے۔ اور انکی خوشحالی کو دیکھتے ہوئے ہم یہی سمجھتے ہیں کہ اہل امریکہ بڑے سکون اور اطمینان کی زندگی بسر کر رہے ہوں گے لیکن ایسا نہیں ہے۔ بلکہ دولت کی فراوانی کے باوجود وہاں کے لوگ پرسکون معاشرتی زندگی کے لئے ترس رہے ہیں اور سکون قلب کے لئے نہایت ہی مضطرب اور بے چین ہیں۔ امریکہ کی سائنسی صنعتی اور اقتصادی ترقی ایک مسلمہ امر ہے۔ لیکن امریکی عوام کی گھریلو زندگی نہایت ہی ناخوشگوار ہے۔ چنانچہ خود امریکن گورنمنٹ کے تازہ ترین اعداد و شمار امریکیوں کی ناخوشگوار زندگی کی منہ بولتی تصویر ہیں۔

سرکاری رپورٹ میں کہا گیا ہے کہ "گزشتہ دس سال میں امریکی باشندوں کا خانگی انتشار اس قدر بڑھ گیا ہے کہ امریکہ میں تیس لاکھ سے لیکر پچاس لاکھ تک ایسے بدنصیب خاندان موجود ہیں جہاں بچوں کی مائیں تو موجود ہیں مگر یہ بچے باپ کے سایہ سے محروم ہو گئے ہیں کیونکہ ان کے ماں باپ کے تعلقات شادی کے ابتدائی پانچ سال کے اندر ہی خراب ہو گئے تھے۔ اور انھوں نے معصوم بچوں کو ماؤں کے سر ڈال کر بیوی سے علیحدگی اختیار کر لی ہے۔ چنانچہ امریکہ میں ایسے گھرانے مشکل ہی سے مل سکیں گے جہاں میاں بیوی کے تعلقات خوشگوار ہوں" اور یہ سب کچھ "تہذیب جدید" کی کرشمہ سازی کا نتیجہ ہے۔

(امریکی خاندانوں میں طلاق کا اوسط کس تیزی کے ساتھ بڑھتا

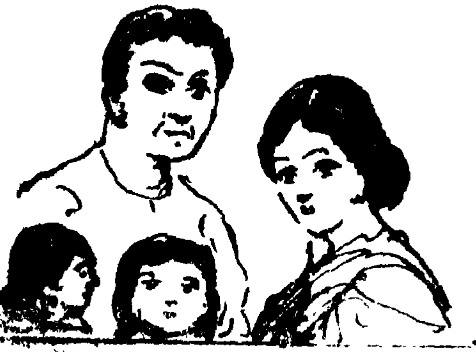
ہے۔ اس پر روشنی ڈالتے ہوئے اسی سرکاری رپورٹ میں بتایا گیا ہے کہ "امریکہ میں طلاق کی شرح انتہائی خوفناک ہے" ہر تیسری شادی کا طلاق پر ختم ہو جاتی ہے۔ اس صورت حال کا بچوں پر کتنا برا اثر پڑتا ہے یہ محتاج بیان نہیں ہے۔ تقریباً پچاس فیصد لڑکے اور لڑکیاں باپ کا سایہ نہ ہونے کی بنا پر مایوس کن ماحول میں طرح طرح کی ذہنی بیماریوں میں مبتلا ہو جاتے ہیں۔ بغاوت اور سرکشی اُن کا شیوہ بن گیا ہے۔ یہ یتیموں سے بھی بدتر زندگی گذار رہے ہیں۔ اور بچوں میں یہ احساس ختم ہو گیا ہے کہ کوئی اُن کا سرپرست بھی ہے۔"

امریکہ کے نوجوان لڑکوں اور لڑکیوں میں خودکشی کی بھی لعنت بڑھ رہی ہے اس بارے میں رپورٹ میں کہا گیا ہے کہ "باپ کی سرپرستی سے محروم ہونے کے بعد نوجوان لڑکوں اور لڑکیوں میں مایوسی بڑھ گئی ہے۔ چنانچہ پندرہ سال کی عمر سے لیکر چوبیس سال کے نوجوان لڑکوں اور لڑکیوں میں خودکشی کی وارداتیں بڑھ رہی ہیں چنانچہ ۱۹۷۵ء اور ۱۹۷۶ء کے ایک سال میں لڑکے اور لڑکیوں کی خودکشی کی تعداد دس گنی بڑھ گئی ہے اور لڑکیوں میں خودکشی کے علاوہ آوارگی کا مرض بھی بڑھ رہا ہے۔ بیشتر لڑکیاں باپ کی سرپرستی نہ ملنے کی وجہ سے گھروں سے فرار ہو جاتی ہیں۔ اور آوارگی میں مبتلا ہو کر اپنی زندگیاں برباد کر لیتی ہیں۔"

یہ ہیں دنیا کے ایک ترقی یافتہ اور دولتمند ملک کے باشندوں کی معاشرتی زندگی کی بربادی کے سلسلہ میں اعداد و شمار جن سے بخوبی اندازہ ہو سکتا ہے کہ وہ "تہذیب جدید" جس کی جانب دنیا دوڑ رہی ہے اندر سے کس قدر کھوکھلی ہے۔ اور تہذیب جدید کی وہ چمک جس سے کہ دنیا کی آنکھیں خیرہ ہو جاتی ہیں اُس کے پردے میں کتنی تاریکیاں پوشیدہ ہیں۔ اور ان اعداد و شمار سے ان لوگوں کی آنکھیں کھل جانی چاہئیں جنھوں نے "تہذیب جدید" ہی کو سب کچھ سمجھ رکھا ہے۔

میں اپنے ملک کی بہنوں اور بیٹیوں کو خصوصیت کے ساتھ ان اعداد و شمار کی جانب توجہ دلاتے ہوئے بتانا چاہتی ہوں کہ "تہذیب جدید" ایک فریب اور دھوکہ ہے اس سے انہیں ہوشیار رہنا چاہئے۔

افسانہ



بھولی ہوئی یادیں

جذبات میں ڈوبی ہوئی ایک کہانی

(از جناب ساجد اعظم بی اے ۔ بی ۔ او ۔ ایل)

میرا ذہن بوجھل ہے اور جسم تھکا ہوا ۔ شاہینہ میری بیوی آج سارے دن مصروفیت جتاتی ہوئی کل کے پروگرام کی مختصر جھلک دکھا کر سوگئی ہے میرے تینوں بچے اپنی شرارتوں اور معصومیت کو لئے خوبصورت اور انوکھے خوابوں میں آنے والے کل سے بے خبر ہو کر کھو چکے ہیں ۔ میری ماں اپنے کمرے میں شاید جاگ رہی ہے اور گھر میں کام کرنے والی لڑکی سے اپنے پاؤں دبوا رہی ہے ۔ آج کا دن بھی ہر دن کی طرح گزرا ۔ وہی یکسانیت ۔ صبح ہوئی ۔ ناشتہ کی تیاری ۔ شاہینہ کی شدید مصروفیت ۔ بچوں کی اسکول کی روانگی ۔ میری اخبار بینی ۔ دن بھر کی مصروفیت اور دن کی مصروفیت کے بعد حسب معمول رات کا کھانا اور پھر سوجانا ۔

لیکن آج سارا دن ہر دن کی طرح ہوتے ہوئے بھی میرے لئے ہر روز کی طرح نہ تھا ۔ ہاں میرے گھر کے سارے افراد کے لئے روز ہی کی طرح تھا ۔ لیکن صرف آج میں اپنے میں بکھر سا گیا تھا ، ٹوٹ سا گیا تھا ۔ میں خارجی طور پر اپنے گھر کے ہر فرد کے لئے وہی تھا ۔ لیکن داخلی طور پر ٹکڑوں میں بٹ گیا تھا ۔

آج دوپہر کو ریسٹوران میں خالد نے مجھے ایک اطلاع دی تھی ۔ ایک ایسی اطلاع جس کا میں منتظر تھا اور منتظر نہیں بھی تھا ۔ یعنی نجو آرہی ہے وہی نجو جو میرا سرمایۂ حیات تھی دوپہر سے اب تک میری زبان کچھ اور کہتی رہی اور میرا ذہن کچھ اور سوچتا رہا ۔ نجو کے تصور ہی نے مجھے بے چین کر دیا تھا ۔

جسم کی ساری رگ و پے میں سوز و گداز میں ڈوبے ہوئے احساسات جاگتے رہے ۔ اور میں شکستہ دل کے ساتھ گزرے ہوئے خوابناک دنوں کی فلم بناتا رہا ۔ منظر پر منظر ، واقعات پر واقعات گزرنے لگے ۔

کبھی ہم میں تم میں بھی چاہ تھی تمہیں یاد ہو کہ نہ یاد ہو

آپا کی شادی کا ہنگامہ ہے پہلے بنگلے میں ایک دھما چوکڑی مچی ہے

ایک آدھی روشن اور آدھی تاریک گیلری میں میں نے اُس کا ہاتھ تھام لیا تھا

"چھوڑیئے ——— پلیز ! چھوڑ دیجئے نا"

"سنو ——— نجو ——— ایک بات ——"

"کیا ہے ——— جلدی کہئے نا ——— پلیز ! کوئی دیکھ لے گا تو ہماری خیر نہیں !"

"اپنے مہندی لگے ہاتھ تم نے وعدہ کیا تھا نا ۔ ان ہاتھوں پر گستاخی کی اجازت دو گی ؟"

"آپ بہت بے شرم ہیں ۔ چھوڑیئے !"

ایک رات مجھے بہت تیز بخار تھا ۔ سارا گھر سویا پڑا تھا اور میں اپنے کمرے میں آنکھیں بند کئے کراہتا ہوا لیٹا تھا ۔ میرے ماتھے پر کسی کے ہاتھوں کا احساس ہوا میں نے آنکھیں کھول دیں ۔ نجو مجھ پر جھکی ہوئی تھی ۔ اُس کی آنکھوں سے بے پناہ پیار اور ہمدردی کا آنسو بن کر چھلک رہی تھی ۔ وہ میرے ماتھے کو آہستہ آہستہ دبانے لگی ۔ خاموش سی رات ، تیز سانسوں کی لے ، میرا جلتا ہوا جسم اُس رات مجھے محسوس ہوا جیسے ساری کائنات سمٹ کر میرے سرہانے آگئی ہے ۔ اور میں ساری کائنات کا حسن آہستہ آہستہ اپنے میں جذب کر رہا ہوں ۔

اسٹیشن سے گاؤں کا فاصلہ دس میل تھا اور دس میل کچے راستے سے بیل گاڑی کا سفر ہوا کرتا تھا ۔ گرما کا ڈھلتا دن ، بیل گاڑیوں کا چرخ چوں سفر ۔ لمبی چھٹیوں کی بے فکری ۔ ہم تمام بے فکروں کی بیل گاڑی میں قہقہے ہیں مسکراہٹیں ہیں اور اس میں وہ اچانک مجھ سے فرمائش کرتی ہے ۔

"کوئی گیت سنائیے نا آپ !"

"کون سا گیت ——— ؟"

"جو آپ کو سب سے زیادہ پسند ہو!"

"تمہیں کون سا پسند ہے — ؟"

"مجھے تو تم میں ڈوبے نہیں اچھے معلوم ہوتے ہیں، لیکن اسوقت تو آپ ایسا گیت گائیے جو اِس ہچکولے دار سفر کو اور مزیدار کر دے۔"

میں گیت گا رہا ہوں۔ بیلوں کی کمر اور گردن میں بندھے گھنگرو بج رہے ہیں۔ اور وہ ٹکٹکی لگائے سب سے بے پروا مجھے تک رہی ہے۔ یہ گزرے ہوئے واقعات مجھے یاد آرہے ہیں

بڑا سا املی کا درخت ہے، جس کی ایک موٹی سی شاخ پر جھولا پڑا ہے مجھے خوب یاد ہے باری باری سب جھول رہے ہیں۔ جب اُس کی باری آتی ہے تو میں اُسے جھولا دے رہا ہوں اُس کی نرم باہنوں کی حدّت میری انگلیوں سے میرے جسم میں سرایت کرتی جا رہی ہے اُسے جھولا جھلاتے ہوئے ہلکی سی گُدگُدی کر دیتا ہوں، وہ ہنس پڑتی ہے۔

"شرارت نہیں چھوڑیں گے آپ؟"

موسم گرما کی دوپہر ہے۔ آموں کے باغ میں پکنک ہو رہی ہے۔ باغ سے لگی بہتی ندی کے شفاف پانی میں ہم "پانی سے" کھیل رہے ہیں۔ وہ ساری کی ساری بھیگ چکی ہے اور اُس کے چہرے پر اپنے بھیگے سراپا کے احساس سے سُرخی پھیل گئی ہے۔ کالی کالی آنکھیں جھکی ہوئی ہیں اور میں ہنس رہا ہوں۔ سب کھیل میں مصروف ہیں اور وہ تیزی سے ندی سے باہر نکل کر اپنے آپ کو تولیہ میں لپیٹ رہی ہے۔ کھانا کھا کر سب پڑے سستا رہے ہیں۔ اور ہم ٹولیوں میں پکّے آم کی ڈالیوں پر چڑھ کر کچّے پکّے آم توڑ رہے ہیں۔ کھا کم رہے ہیں اور پھینک زیادہ رہے ہیں میرے ہاتھوں میں چھوٹی سی درانتی ہے آم کی ایک موٹی سی ڈال پر اپنے نام کا پہلا حرف کھود رہا ہوں اور میرے حرف کی بغل میں وہ اپنے نام کا پہلا حرف کھود رہی ہے اور دبے لفظوں میں وہ مجھ سے کہہ رہی ہے۔ "میں جب یہاں سے دُور چلی جاؤں گی! تو اِس پیڑ کو دیکھ کر مجھے یاد کروگے نا؟"

"لیکن تم کہاں جاؤ گی —— مجھے چھوڑ کر —— ؟" میں پوچھ رہا ہوں

"سرحد کے اُس پار — بابا لینے آئیں گے تو مجھے جانا ہی پڑے گا"

"میں تمہیں تمہارے بابا سے مانگ لوں گا" میں نے یقین کے ساتھ کہا تھا۔

"لیکن ——— آپ ابھی اس قابل کہاں ہوئے ہیں"

"تم میرے قابل ہونے تک نہیں ٹھہر سکتی کیا ——— ؟"

"نا بابا نا ——— میں تو ایک بوجھ کی طرح یہاں ہوں۔ ماں میری ماں زندہ ہوتی تو کبھی اپنے بابا کے پاس وہاں نہ جاتی"

پھر اپنے یہ خواب، یہ خواہش، ساری زندگی ساتھ رہنے کی قسمیں۔ ان کا کیا ہو گا؟ میری آنکھوں میں غالباً آنسو آگئے تھے اور شاید شکست کا سامنا کرنے کا حوصلہ اپنے میں پیدا کر رہا تھا۔ تب اس نے بہت پیار سے کہا تھا۔

"تم وہاں آجانا ——— میں تمہارا انتظار کروں گی۔ کیا تم میرے لئے کچھ بن کر وہاں نہ آؤ گے؟"

"ہاں میں آؤں گا ——— ضرور آؤں گا!" میری آواز شاید کہیں دور سے آرہی تھی۔

رات بڑھتی جارہی ہے۔ میں نے ریڈیو بند کر دیا ہے، ٹیوب بجھا کر شب خوابی کی بتی جلا دی ہے۔ دو گھونٹ پانی پیا ہے اور لیٹ کر آنکھیں بند کرلی ہیں۔ لیکن میں جاگ رہا ہوں اور میرے ساتھ عہد رفتہ کے لمحات بھی جاگ رہے ہیں ———

پھر کیا ہوا تھا، بہت کچھ ہوا تھا۔ تنہائی ہم دونوں کو جب بھی ملتی ہم ایک دوسرے کے لئے ہی ہوتے۔ رومانی محبتوں کے محل بناتے اور صرف ایک دوسرے کے لئے جینے کی قسمیں کھاتے خواہشوں، ارمانوں اور کوششوں کے باوجود نجو اور میں ایک نہ ہوسکے اور نجو کے بابا آکر نجو کو اپنے ساتھ لے کر سرحد کے اُس پار چلے گئے۔

ہماری جدائی کا وقفہ جب شروع ہوا تو ہم "خطوط" کے ذریعہ ایک دوسرے کی وفا جانچتے رہے۔ جب وقفہ بڑھتا گیا، "خطوط کے الفاظ" اپنی مانوسیت کھوتے رہے اور وقفہ جب طویل تر ہوگیا تو یہ لفظ اجنبی سے معلوم ہونے لگے اور پھر تحریری لفظوں کا سلسلہ بھی ٹوٹ گیا۔ صرف وقفہ طویل ترین ہوگیا۔

میرے ذہن میں ہم پھٹ رہے ہیں میرا جسم خاردار تاروں کی باڑھ میں پھنس گیا ہے اور میں چیخ رہا ہوں اور مجھ سے دور "اُس پار" نجو چلتی دوپہر میں، جلتی ریت پر برہنہ پا بگولوں کے درمیان آنکھوں میں آنسو لئے کھڑی ہے۔

ہاں ہم دونوں نے شکست تسلیم کرلی تھی محرومیوں اور ناکامیوں کی چادر اوڑھ لی تھی اور شاید یہ بھی سچ ہے کہ ہم اجنبی بن گئے تھے۔

آج خالد نے ریسٹوران میں مل کر کہا تیرہ سال بعد نجو آرہی ہے کل صبح کے پلین سے! میں کیسے سوؤں۔ مجھے کیسے نیند آئے گی؟ کیا مجھے ایرپورٹ جانا ہے؟ نہیں نہیں، میں نہیں جاؤں گا۔ نجو اب میری نہیں ہے

صبح ہوچکی ہے۔ میرا گھر ہے اور روز کی یکسانیت ہے ———

پلین آچکا ہوگا۔ نجو اپنے شوہر اور بچوں کے ساتھ اتر چکی ہوگی۔ اس کی نظریں ایرپورٹ پر مجھے ڈھونڈ رہی ہونگی لیکن مجھے سب کچھ بھول جانا چاہئے اور نجو ملے بھی تو آج کی نجو کی خیریت پوچھنا ہے کل کی نجو کی نہیں میں گھر سے باہر نکل چکا ہوں۔ میرا آج کا سفر شروع ہوچکا ہے، میں اپنے میں ایک پتھر ہی۔ ایک ٹھہراؤ محسوس کر رہا ہوں، اب کوئی جذبہ مجھے جھنجھوڑتا نہیں۔ اب میں جاگتی آنکھوں سے کوئی خواب نہیں دیکھتا۔

ہاں میں صرف اپنے اور اپنے گھر کے لیے زندہ ہوں

میرے گھر مجھ سے میری ماں سے ملنے نجو اپنے بچوں کو لیے ابھی ابھی اچانک آئی ہے۔ میں اُسے تیرہ سال بعد دیکھ رہا ہوں۔ لیکن تیرہ سال پہلے والی نجو نہیں ہے۔ یہ تو کوئی گوری سی موٹی سی عورت ہے جس کے رکھ رکھاؤ میں بڑا پن اور تمکنت جھلک رہی ہے۔ جس کا لہجہ جس کی گفتگو، ساری کی ساری باتیں بدلی ہوئی ہیں۔ یہ ہر موضوع پر بہت روانی سے بول رہی ہے۔ شاید۔ شاید میری طرح یہ بھی اپنی جیتی جاگتی آنکھوں سے کوئی خواب نہیں دیکھتی اور جو شاید میری طرح اپنے شوہر اور اپنے بچوں کے لئے زندہ ہے۔

"کہئے کیسے ہیں آپ ——— ؟" وہ مجھ سے پوچھ رہی ہے۔

"ٹھیک ہوں، آپ کی دعائیں ہیں" میں اسے ماضی کے کسی بھی گوشے میں جھانکنے دینا نہیں چاہتا۔

"کتنے بچے ہیں آپ کے ——— ؟"

"آپ ہی کی طرح تین" میں اُس کے سوال کی طرح جواب دیتا ہوں

وہ میری بیوی سے مخاطب ہے۔

"آپ سے مل کر بہت خوشی ہوئی بھابی (اچھا یہ بتلائیے" میری طرف اشارہ کرتی ہوئی وہ کہہ رہی ہے" ان سے تو کوئی شکایت نہیں آپ کو! بہت بے پروا انسان ہیں۔ تیرہ سالوں میں بھی بالکل نہیں بدلے" حالانکہ میں سرتاپا بدل چکا ہوں؟

نجو میری بیوی سے بات کرتے کرتے اچانک مجھ سے پوچھتی ہے۔

"ایرپورٹ نہیں آئے آپ ہمیں لینے؟"

"نہیں نجو دراصل ——" میرے پاس کوئی جواب نہ تھا۔

"خیر مجھے آئے ہوئے ایک ہفتہ ہو رہا ہے۔ آنٹی کے ہاں بھی تو نہیں آئے آپ!؟"

"آنٹی کے پاس تو تم جاتی ہو ——" میں اپنی بات کا رخ بدل دیتا ہوں اور شاہینہ سے کہتا ہوں۔

"کب تک یونہی بٹھائے رکھو گی —— برسوں بعد آئی ہیں کچھ خاطر تواضع نہ کرو گی؟" —— اور شاہینہ بہت تیزی سے اٹھ کر چلی گئی۔ میرے بچے اور نجو کے بچے دوست بن چکے ہیں اور آپس میں گھل مل کر کھیل رہے ہیں۔ نجو خاموش ہے میں اس سے پوچھتا ہوں۔

"یہاں کب تک رہو گی نجو ——؟" نجو فوراً جواب دے رہی ہے۔

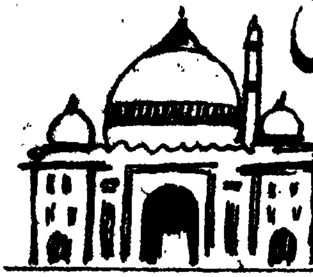
"وہ میرے ساتھ نہیں آئے ہیں۔ وہ آجائیں تو بتا سکوں گی کب تک رہ سکوں گی۔ وہ ایک دن میں آجائیں گے"

میرے اندر کچھ ٹوٹ پھوٹ رہا ہے اور شاید نجو کے اندر بھی۔ دالان میں ہم دونوں کے بچے مل کر شور کر رہے ہیں۔ ہم دونوں خاموش ہیں اور بچوں کی طرف دیکھ رہے ہیں اور شاید ہم دونوں ایک ساتھ یہی سوچ رہے ہیں ——

ہمارے ادھورے خوابوں کے مرجھائے پھول ان ننھی کونپلوں سے پھوٹ کر اور پھول بن کر کیا پھر مسکرا سکتے ہیں؟

اور جب بھی ہم نے ایک دوسرے کو بہت گہری نظروں سے دیکھا ہے اور نظروں سے تیرہ سال بعد ہم نے ایک دوسرے سے بات کی ہے تو یہ محسوس ہوتا ہے جیسے بھرے ہوئے زخم تازہ ہو گئے ہوں اور بھولی بسری یادیں ہمیں تڑپا رہی ہوں۔

دنیائے اسلام پر ایک نظر



عراق میں حضرت ابراہیم علیہ السلام کے بارے میں تحقیق

ایران اور عراق میں زبردست جنگ۔ ترکی میں فوجی انقلاب

(ہمارے سیاسی مبصر کے قلم سے)

عراق میں حضرت ابراہیم کے بارے میں تحقیق

بغداد کی اطلاع ہے کہ آجکل عراق کے ماہرین آثار قدیمہ اُس جگہ کی تلاش اور جستجو میں لگے ہوئے ہیں جہاں خدائی کے دعویدار شاہ نمرود نے حضرت ابراہیم خلیل اللہ کو آگ میں ڈالنے کے لئے اور اُنہیں بت شکنی کی سزا دینے کی غرض سے آتش نمرود روشن کی تھی۔ چنانچہ حضرت ابراہیم کو جب اس آگ میں ڈالا گیا تھا تو وہ قدرت الٰہی سے گلزار بن گئی تھی۔

حکومت عراق یہ چاہتی ہے کہ اگر اس مخصوص جگہ کی تلاش میں کامیابی ہو جائے تو وہاں پر حضرت ابراہیم خلیل اللہ کی یاد میں ایک عظیم الشان مسجد اور ایک بڑی عمارت بنا دی جائے تاکہ اہم تاریخی مقام کو اس طرح محفوظ کیا جا سکے۔

گمان غالب یہ ہے کہ یہ جگہ قدیم شہر بابل کے قریب کسی مقام پر واقع ہے۔ اور عام خیال یہ ہے کہ یہ جگہ جدید بغداد سے تقریباً ۹۰ کلومیٹر جنوب میں ہے چنانچہ حکومت عراق کی جانب سے آجکل اس علاقہ کی کھدائی ہو رہی ہے۔ تاکہ یہ معلوم کیا جا سکے کہ شاہ نمرود کے محلات کن مقامات پہ واقع تھے اور وہ جگہ کونسی ہے جہاں حضرت ابراہیم علیہ السلام کو آگ میں ڈالا گیا تھا۔

اِس علاقہ میں جو کھدائی کی جارہی ہے اُس کھدائی میں قدیم زمانہ کی عمارتوں کے آثار برآمد ہوئے ہیں اور خصوصیت کے ساتھ ایک بڑے مینار کا حصہ ملا ہے۔ جس کے بارے میں ماہرین کا خیال ہے کہ یہ وہی نمرود کے محل کا تاریخی مینار ہے جس پر کھڑے ہو کر نمرود نے اپنی خدائی کا اعلان کیا تھا۔

اس کھدائی میں پتھر کے کچھ جانوروں کے مجسمے بھی ملے ہیں جن میں کہ دو پتھر کے بنے ہوئے شیر بھی برآمد ہوئے ہیں جن کی بابت ماہرین آثار قدیمہ کی یہ رائے ہے کہ شیر کے اسی قسم کے مجسمے اُس مقام پر لگے ہوئے تھے جہاں نمرود دربار کیا کرتا تھا۔ عراق کے آثار قدیمہ کے ماہرین کا خیال ہے کہ وہ اِس تاریخی مقام کی تلاش میں جلد ہی کامیاب ہو جائیں گے۔

ایران اور عراق میں زبردست جنگ

ایران اور عراق میں کئی ماہ سے جو کشیدگی چلی آرہی تھی اب اُس نے ایک زبردست جنگ کی صورت اختیار کر لی ہے۔ چنانچہ رائٹر کے نمائندہ نے بیروت سے اطلاع دی ہے کہ عراق نے ایران کے تیل کے کارخانوں والے آبادان کے علاقہ کے فوجی اڈوں پر حملہ کر کے ایران کے پانچ جنگی جہازوں کو تباہ کر دیا ہے۔

اِس کے علاوہ عراق کی سرکاری خبر ایجنسی نے بغداد میں وزارت دفاع کے ایک ترجمان کے حوالے سے خبر دی ہے کہ عراق کی بحری فوج نے خرم آباد میں ایران کے فوجی تنصیبات بھی تباہ کر دیئے ہیں عراق نے جن علاقوں پر حملے کئے ہیں وہ شط العرب کے متنازعہ بحری علاقے ہیں اور عراق اِن علاقوں کو اپنا علاقہ قرار دیتا ہے ترجمان نے عراق اور ایران کی بارہ سو کلومیٹر سرحد پر جنگ جاری ہونے کی اطلاع دی ہے۔

شط العرب کے علاقہ میں دونوں طرف سے درمیانی اور بھاری توپ خانے استعمال کئے جا رہے ہیں۔ شط العرب کے جن علاقوں میں جنگ جاری ہے اُن علاقوں میں ایران اور عراق دونوں کے تیل کی تنصیبات موجود ہیں۔ عراق نے دھمکی دی ہے کہ اگر ایران نے اُسکے علاقہ پر گولہ باری بند نہ کی تو ایرانی تیل کی تمام تنصیبات کو تباہ کر دیا جائے گا۔

حالات اس حد تک تشویشناک ہو چکے ہیں کہ سرحدوں کی کمان بنی صدر نے سنبھال لی ہے اور انھوں نے اعلان کر دیا ہے کہ عراق کے ساتھ ایران کی ایک ہزار کلومیٹر طویل سرحد پر جنگ کی حالت موجود ہے اور عام اندیشہ یہ ہے کہ عراق اور ایران کی یہ جنگ ملحقہ عرب ممالک میں بھی نہ پھیل جائے اور اگر ایسا ہوا تو اس سے اسرائیل ہی کو فائدہ پہنچے گا۔ ہماری دعا ہے کہ مسلم ممالک کی یہ آپس کی خانہ جنگی ختم ہو۔ جس سے کہ پوری دنیائے اسلام کو نقصان پہنچ جانے کا اندیشہ ہے۔

ترکی میں فوجی انقلاب

ترکی میں آخر وہی ہوا جس کا کہ اندیشہ سلیمان ڈیمرل کی کمزور حکومت کے بارے میں کیا جا رہا تھا۔ یعنی ۱۲ ستمبر کی رات کو ترکی میں فوجی انقلاب ہو گیا اور ترکی کی مسلح فوجوں نے بغاوت کر کے اقتدار پر قبضہ جما لیا ہے۔ ترکی کے اس فوجی انقلاب کے سربراہ جنرل کنعان ایوان ہیں۔ انقلاب کے فوراً ہی بعد ایک نیشنل سیکورٹی کونسل قائم کر دی گئی ہے۔ حکومت اور پارلیمنٹ دونوں کو برطرف کر دیا گیا ہے۔ مارشل لا نافذ ہے۔ تمام سرحدوں کو بند کر دیا گیا ہے۔

امریکی دفتر خارجہ کے ایک اعلان میں ترکی کے اس فوجی انقلاب کے بارے میں کہا گیا ہے کہ انقلاب بغیر کسی خون خرابہ کے ہوا ہے۔ وزیر اعظم مسٹر سلیمان ڈیمرل کی بابت کچھ نہیں معلوم کہ اُن کا کیا حشر ہوا۔ پچھلے دنوں ترکی میں جو تصادم ہوتے رہے تھے یہ انقلاب اسی کا نتیجہ ہے یہ بات یاد رہے کہ یہ فوجی انقلاب ترکی میں کوئی پہلا انقلاب نہیں ہے۔ یہاں فوجوں نے تیسری مرتبہ بغاوت کی ہے۔ اس سے قبل ۱۹۶۰ء میں اور پھر ۱۹۷۱ء میں ترکی میں فوجی بغاوت ہو چکی ہے۔

ریڈیو کا بیان ہے کہ جس وقت فوجی بغاوت ہوئی ہے ترکی میں لوگ سوئے ہوئے تھے رات ہی کو وزیر اعظم ڈیمرل کے گھر کو فوجوں نے گھیر لیا تھا۔ اور صبح ۶ بجے فوج کی حراست میں انہیں گھر سے لیجایا گیا۔ اب وہ کہاں ہیں اس کا کسی کو بھی علم نہیں پارلیمنٹ کے ممبر اور حکومت کے دوسرے عہدہ داروں کو بھی نظر بند کر دیا گیا۔ حکومت کا کام چلانے کے لئے جو نیشنل سکورٹی کونسل قائم کی گئی ہے اُس کے لئے چھ ممبر نامزد کئے گئے ہیں۔ جنرل کنعان ایوان نے یہ کونسل قائم کی ہے جس میں کہ بحری اور فضائی افواج کے کمانڈروں کو بھی شامل کیا گیا ہے۔ بہرحال ترکی میں جو غیر یقینی حالات جاری تھے اُس کے نتیجہ میں یہ فوجی انقلاب رونما ہوا ہے۔

افغانستان میں روسی فوج کا نقصان عظیم

مجاہدین افغانستان مستحق ہیں مبارکباد کے کہ وہ بے سروسامانی کے باوجود بڑی حوصلہ مندی کے ساتھ روسی غاصبوں کا مقابلہ کر رہے ہیں اور بڑی جرأت کے ساتھ مادر وطن کی آزادی کے لئے دنیا کی ایک بہت بڑی طاقت سے ٹکرا رہے ہیں۔

پشاور کی ایک مصدقہ اطلاع ہے کہ کابل کے جنوب میں مجاہدین افغانستان نے روس کی فوج کے حملوں کو پسپا کر کے ایک سو ساٹھ کلومیٹر کے علاقہ پر قبضہ جما لیا ہے۔ یہ بھی معلوم ہوا ہے کہ کابل کے جنوبی علاقے کی جنگ میں جو دو ہفتے سے چل رہی تھی روسی فوج کو زبردست نقصان پہنچا ہے۔ سینکڑوں روسی فوجی ہلاک ہو چکے ہیں۔ اور مجاہدین نے ایک سو سے زیادہ روسی ٹینکوں اور بکتر بند فوجی گاڑیوں کو تباہ کر دیا ہے۔

ایک ترجمان کے حوالے سے اے۔ ایف۔ پی نے خبر دی ہے کہ درہ تنگ میں زبردست جنگ جاری ہے مجاہدین نے حملہ آور روسی فوج کا محاصرہ کر لیا ہے۔ درہ تنگ کے دونوں جانب اونچے پہاڑ ہیں اور ان پہاڑوں کے درمیان روس کے ڈیڑھ سو ٹینک پھنس کر رہ گئے ہیں اور اس علاقہ میں روس کے لئے شدید دشواری پیدا ہو گئی ہے۔

اس سے قبل خبر موصول ہوئی تھی کہ مجاہدین آزادی نے سڑک کے راستہ سے کابل کو درہ خیبر سے ملانے والے شہر جلال آباد پر قبضہ کر لیا ہے۔ اور مجاہدین بڑی بے جگری کے ساتھ بے دین روسیوں کا مقابلہ کر رہے ہیں۔ خصوصیت کے ساتھ پہاڑی مورچوں پر مجاہدین کا قبضہ ہے۔ اور وہ یہ یقین رکھتے ہیں کہ جلد ہی انہیں روسی بے دینوں سے نجات مل جائے گی۔

ہماری دعا ہے کہ خدا مجاہدین کو کامیابی عطا فرمائے۔ اور اسلامی ملک افغانستان کو جلد ہی رجعت پسند روسیوں سے نجات حاصل ہو۔

شام اور لیبیا کا انضمام

دمشق کی ایک اطلاع ہے کہ ۱۰ ستمبر کو شام اور لیبیا کا انضمام ہوگیا ہے چنانچہ دمشق اور طرابلس سے ایک ساتھ اعلان کیا گیا ہے کہ اب یہ دونوں ملک سرکاری طور پر متحد ہونے کے بعد ایک ملک بن گئے ہیں اعلان کے ذریعہ عہد کیا گیا ہے کہ اب یہ دونوں ملک سرکاری طور پر متحد ہونے کے بعد ایک ملک بن گئے ہیں۔ اعلان کے ذریعہ عہد کیا گیا ہے کہ آئندہ سے شام اور لیبیا سیاسی۔ اقتصادی اور فوجی طور پر متحد شمار کئے جائیں گے

شام کے صدر حافظ حافظ الاسد کے لیبیا کے دوروزہ سرکاری دورے سے واپسی کے فوراً بعد یہ اعلان کیا گیا ہے۔ حافظ الاسد طرابلس میں لیبیا کے سربراہ مملکت کرنل معمر قذافی سے تبادلہ خیال کے بعد اس اتحاد کے لئے آمادہ ہوئے ہیں۔

اس ضمن میں جو اعلان ہوا ہے۔ اُس کی رو سے یہ طے پایا ہے کہ دونوں ملکوں کا اقتدار کسی ایک شخص کے سپرد کیا جائے گا۔ دونوں ملک متحد ہونے کے بعد خود مختار ہوں گے۔ دونوں ملکوں کی راجدھانیوں میں انضمام کی اس تجویز کو نہ صرف سراہا گیا ہے۔ بلکہ یہ کہا جا رہا ہے کہ شام و لیبیا کا یہ انضمام اسرائیل کے خلاف ایک مضبوط قدم ہے۔ اور دوسرے عرب ممالک بھی اگر چاہیں تو اس انضمام میں شامل ہو سکتے ہیں۔

یہ بات ذہن نشین کر لینی چاہیئے کہ اگرچہ ان دونوں ملکوں کا انضمام ہو چکا ہے۔ مگر معمر قذافی کی تلون مزاجی سے ہمیں اندیشہ ہے کہ شائد یہ انضمام قائم نہ رہ سکے گا کیونکہ معمر قذافی اس سے قبل مصر کے ساتھ بھی اسی قسم کا انضمام کر چکے ہیں۔ بہرحال ہماری دعا ہے کہ شام اور لیبیا کا یہ نیا اتحاد قائم رہے اور دونوں ملک اپنے نیک مقاصد میں کامیاب ہوں۔

اسرائیل کے خلاف جہاد

بیت المقدس کی بازیابی کے سلسلہ میں حال ہی میں مراکش میں اسلامی وزرائے خارجہ کی جو کانفرنس منعقد ہوئی تھی اس میں متفقہ طور پر یہ امر طے پایا گیا ہے کہ بیت المقدس کو آزاد کرانے کے لئے سب ہی مسلم ممالک جہاد کے لئے تیار ہیں اس کانفرنس کا افتتاح مراکش کے شاہ حسین ثانی نے کیا تھا۔ اور تقریباً سب ہی اسلامی ممالک کے وزرائے خارجہ اس میں شریک ہوئے

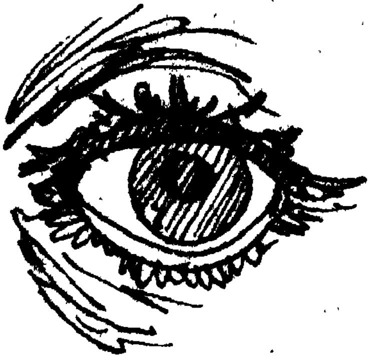
یہ بات یاد رہے کہ بیت المقدس کو اسرائیل کا مستقل دارالسلطنت قرار دینے کے فیصلہ کے بعد سعودی عرب نے سب سے پہلے اسرائیل کے خلاف جہاد کا اعلان کرنے کی تجویز پیش کی تھی جہاد کی یہی تجویز اس کانفرنس میں پیش کی گئی جسے کانفرنس نے منظور کرتے ہوئے نہایت ہی اہم قرار دیا ہے۔

اس کانفرنس میں۔ پی ایل او۔ اور شام کی طرف سے ایک تجویز پیش کی گئی ہے جس میں کہا گیا ہے کہ اسرائیل کے خلاف فوراً جہاد کا اعلان کر دیا جائے اور دنیا کے تمام مسلم ملکوں میں اسرائیل کے خلاف جہاد کے لئے بھرتی کی جائے۔ اسلامی سربراہ کانفرنس کے سیکریٹری جنرل مسٹر حبیب شطی نے کانفرنس میں تقریر کرتے ہوئے کہا کہ: کیمپ ڈیوڈ معاہدہ ناکام ہو چکا ہے۔ اب مسلمانوں کا کام یہ ہے کہ وہ اسرائیل کو دنیا سے الگ تھلگ کرنے کے لئے معاشی پابندیاں نافذ کرانے کی کوشش کریں۔

اس میں کوئی شبہ نہیں کہ اسرائیل کی رعونت کا واحد علاج یہی ہے کہ اُس کے خلاف اعلان جہاد کر دیا جائے۔ لیکن یہ اعلان اُس وقت تک قطعی بے اثر ثابت ہوگا جب تک کہ سب ہی مسلم ممالک فوجی محاذ پر متحد نہ ہو جائیں۔ اور یہ سمجھ لیں کہ اُن کو اسرائیل سے نہیں بلکہ امریکہ سے جنگ کرنی ہے بہرحال ہماری دعا ہے کہ خدا کرے مسلمان اس قابل ہو سکیں کہ وہ اپنے قبلۂ اوّل کو مشرکوں کے قبضہ سے نکالنے میں کامیاب ہوں۔

دین دنیا کی بنیادوں کو مستحکم کیجئے

دین دنیا جس دلیری اور بے جگری کے ساتھ ملت اسلامیہ کی خدمت انجام دے رہا ہے وہ سب ہی پر روشن ہے۔ یہ جریدہ آپ ہی کے خیالات اور جذبات کا ترجمان ہے بلکہ یہ آپ ہی کے دل کی آواز ہے۔ اس لئے آپ کا فرض ہے آپ برابر اس کی توسیع اشاعت میں حصہ لیتے رہیں تاکہ اس کا حلقہ اشاعت زیادہ سے زیادہ وسیع ہو سکے۔



دلچسپ معلومات
حیرت انگیز اور عجیب و غریب انکشافات

(از ادارہ دین دنیا)

چاند پر نوآبادی قائم کرنے کا منصوبہ

روس اور امریکہ دونوں اس کوشش میں لگے ہوئے ہیں کہ کسی نہ کسی طرح چاند اور مریخ پر قبضہ جمالیں اور وہاں راکٹوں کے ذریعہ پہنچ جائیں چنانچہ امریکہ چاند پر انسان کو اتار چکا ہے۔ اور آجکل اس کوشش میں لگا ہوا ہے کسی طرح وہ مریخ پر بھی انسان کو اتار دے۔

اب معلوم ہوا ہے کہ ان دونوں ہی ملکوں کے سائنس دانوں کا منصوبہ یہ ہے کہ راکٹوں کے ذریعہ انسانوں کو چاند اور دیگر ستاروں پر اتار کر وہاں انسانی نوآبادیاں قائم کریں لیکن اُن کی راہ میں سب سے بڑی دشواری یہ ہے کہ اکثر ستاروں کی فضا اس قسم کی ہے کہ وہاں کوئی جاندار مخلوق زندہ ہی نہیں رہ سکتی جیسا کہ چاند پر جانے کے بعد تجربہ ہو چکا ہے لیکن پھر بھی ان دونوں ملکوں کے سائنس داں ستاروں کی تسخیر کی جدوجہد میں برابر مصروف ہیں۔

روحوں کا زندہ عزیزوں سے تعلق

امریکہ کے ماہر روحانیات پروفیسر کوک نے انکشاف کیا ہے کہ مرنے والوں کی روحیں عام طور پر اپنے زندہ عزیزوں سے تعلق رکھتی ہیں۔ اور ان روحوں نے بہت سے معاملات میں اپنے زندہ عزیزوں کی رہنمائی اور مدد کی ہے۔

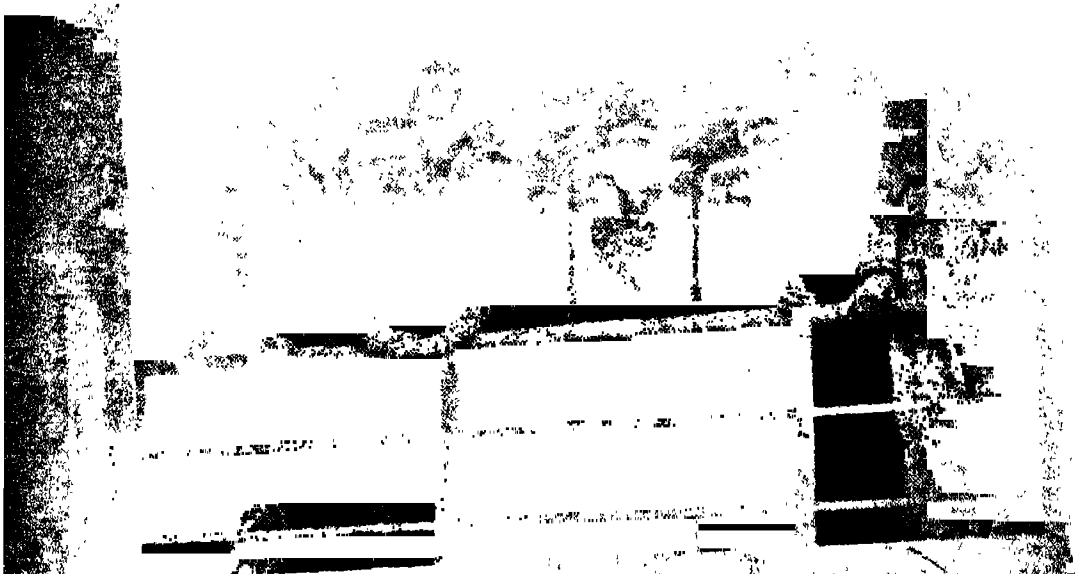
پروفیسر کوک نے اپنے ایک مقالہ میں جارجیہ کے ایک واقعہ کا ذکر کیا ہے کہ ایک پٹرول پمپ کا خزانچی جب دن بھر کی کمائی لے کر رات کے وقت اپنے گھر جا رہا تھا۔ تو غنڈوں نے راستہ میں پکڑ کر قتل کر دیا اور ساری رقم لے گئے۔ پولیس انتہائی کوشش کے باوجود قاتلوں کا پتہ نہ لگا سکی۔ لیکن خزانچی کی روح نے اپنی غمزدہ بیوی کے پاس جا کر سب کچھ بتا دیا جس کا نتیجہ یہ ہوا کہ قاتل گرفتار کر لئے گئے۔

اسی طرح اس ماہر روحانیات نے لکھا ہے کہ شکاگو کا ولیم نامی شخص ایک حادثہ میں ہلاک ہو گیا۔ ہلاک ہونے کے بعد اُس کی روح نے اپنی بیوی کو بتایا کہ اُس نے ایک بڑی رقم بنک میں جمع کر رکھی ہے اور بیوی کو بنک کی پاس بک کے بارے میں بھی پتہ بتا دیا۔ جس کے ذریعہ یہ رقم اُس کی بیوی کو مل گئی۔

چھ سو بیٹے بیٹیاں چھوڑ کر مرا

ایک آدمی کے کتنے بچے ہو سکتے ہیں اُس کے متعلق جو اعداد و شمار جمع کئے گئے ہیں اُن سے معلوم ہوتا ہے کہ قاہرہ کے ایک شخص کے ڈھائی سو لڑکے لڑکیاں اور پوتے پوتیاں تھے۔ اور ایران کے ایک شخص نے تو بچے پیدا کرنے میں ریکارڈ قائم کر دیا۔ اس شخص کا نام فتح علی تھا۔ یہ ایک کسان گھرانے میں پیدا ہوا تھا۔ پندرہ سال کی عمر میں اُسکی پہلی شادی ہوئی تھی اور ۱۰۵ سال کی عمر تک وہ کئی شادیاں کر چکا تھا کھیت میں سے اُسے ایک دفینہ مل گیا تھا جس سے وہ مالا مال ہو گیا تھا۔ جب وہ مرا تو اُس کے چھ سو بیٹے بیٹیاں اور اُن کی اولادیں تھیں جن میں سے بیشتر اُس کے جنازہ کے ساتھ تھے۔


فاتح اسلام "سلطان
سلطنت عثمانیہ ترکیہ کا وہ نامور حکمران
صدی ہجری کے وسط میں
اور وہ مرد مومن ہے جس نے



عراق کے نائب صدر صالح مہدی کرد لیڈروں کے ہمراہ



عراق کے صدر [illegible] حسن [illegible] سعودی عرب کے بادشاہ [illegible]

[illegible]



کویت کے امیر "شیخ جابر الصباح" مسز اندرا گاندھی کے ہمراہ
امیر موصوف حال ہی میں ہندوستان آئے تھے



ایران کے سپریم رہنما "آیت اللہ خمینی"
انہوں نے ایران کو جنگ میں جھونک دیا



ایران کے صدر "ابوالحسن بنی صدر" جو خمینی
کی جنگجویانہ پالیسی کے مخالف ہیں



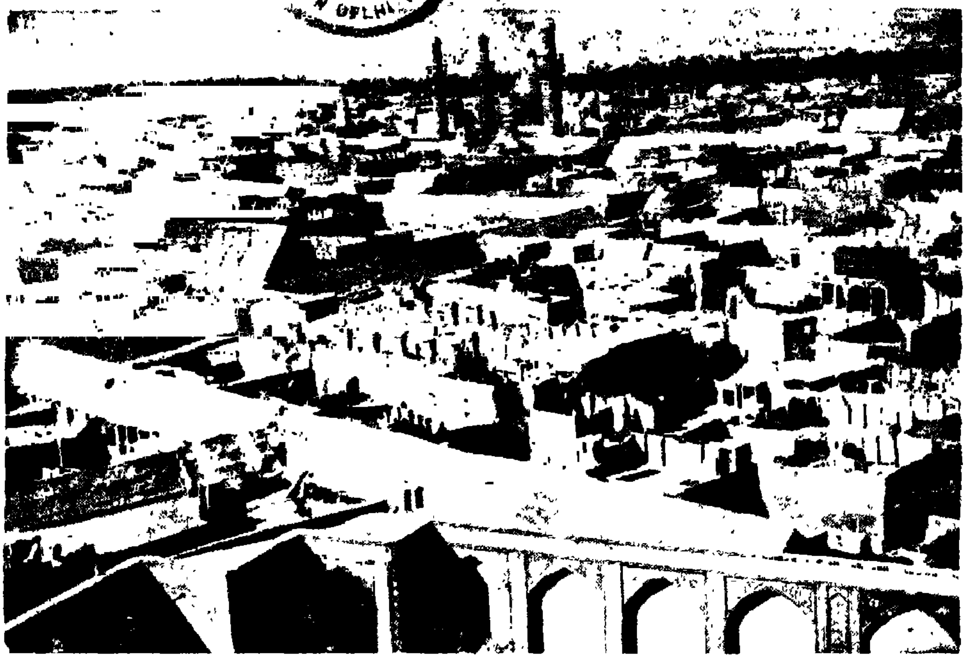
جمہوریہ عرب امارات کے صدر "شیخ زاید بن سلطان" فجیرہ کے حکمراں
"شیخ حماد بن شرقی" کے ہمراہ ابوظہبی میں



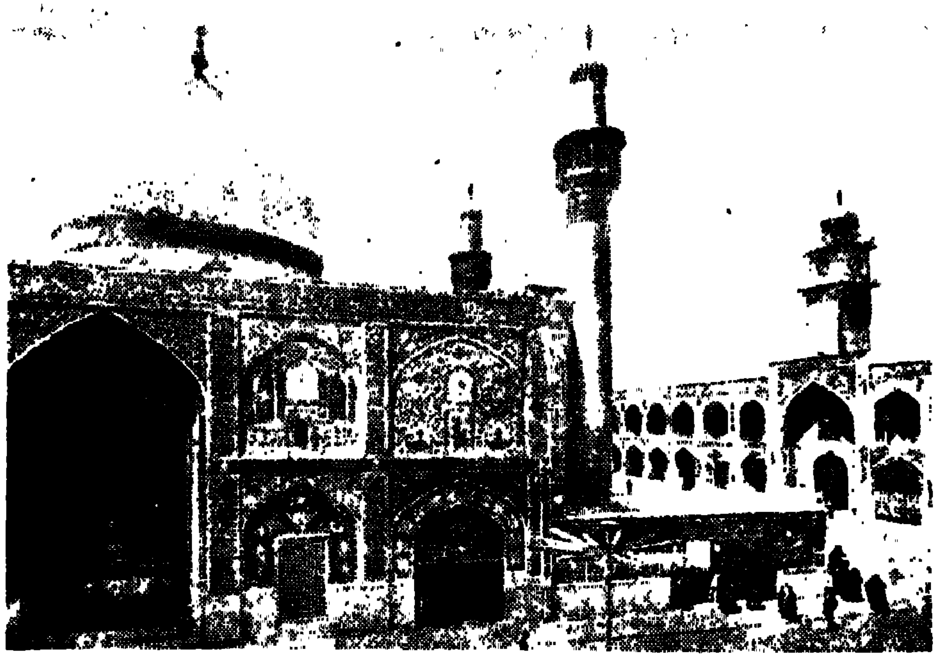
نئے وزیر مملکت "خورشید عالم خاں"
سابق چیرمین کانگریس آئی اقلیتی سیل



مشہور مکے باز محمد علی اور انکی بیوی
انہیں حالیہ مقابلہ میں شکست ہو گئی



''کربلائے معلی'' وسط میں حضرت امام حسین کا مزار مبارک نظر آرہا ہے۔



نجف اشرف (عراق) میں ''حضرت علی کرم اللہ وجہہ'' کا روضہ مبارک



شاہانِ اودھ کی حرم سرا کی ایک قلمی تصویر کا فوٹو

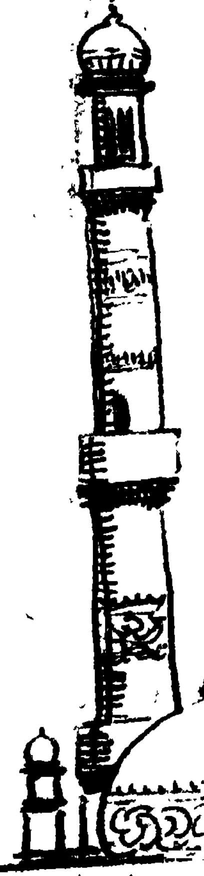
ٹیلیفون نمبر ۲۶۲۴۵۰
اشاعت کا ساٹھواں سال

ہندوستان کا سب سے قدیم اور کثیر الاشاعت تاریخی اور اصلاحی جریدہ

ماہنامہ دین دنیا دہلی

(ایڈیٹر شوکت علی فہمی)

جلد ۶۰ | نومبر ——— ۱۹۸۰ء | نمبر ۱۱



قیمت سالانہ
اکیس روپے
ششماہی
گیارہ روپے

ترسیل زر کا پتہ
دفتر ماہنامہ دین دنیا
دین دنیا ہاؤس .... متصل جامع مسجد دہلی
وی پی منگانے میں تین روپے زائد کا خرچ ہے اس لئے منی آرڈر بھیجئے

قیمت فی پرچہ
دو روپے
پاکستان بنگلہ دیش اور یورپ سے پچاس روپے اور
دیگر ممالک سے سو روپے سالانہ

مفتی شوکت علی فہمی ایڈیٹر پرنٹر، پبلشر و پروپرائٹر نے اپنے .... پریس میں چھپوا کر دفتر .... ماہنامہ .... سے شائع کیا

۷۸۶

حالات حاضرہ پر تبصرے

رفتارِ زمانہ

(از شوکت علی فہمی)

"مسلمانوں سے شدید خطرہ"
"یتیم اور بے سہارا" ہندوؤں کی حفاظت کے لئے "ہندو منچ"

اِس ملک میں پچاس اور پچیس کروڑ کی تعداد میں ہندو آباد ہیں۔ مجموعی آبادی میں اُن کا اوسط ۸۵ فیصد ہے۔ سیاسی اور سماجی پارٹیوں پر اِن کا غلبہ ہے۔ پارلیمنٹ اور اسمبلیوں پر ہندوؤں کا کامل تسلط ہے ملک کی مرکزی اور ریاستی حکومتیں اِن کے ہاتھوں میں ہیں۔ صنعت و تجارت پر بھی اِن کا غلبہ ہے۔ لیکن اِس کے باوجود ایڈیٹر پرتاپ کا فقط نظریہ ہے کہ اِس ملک کا ہندو یتیم ہے۔ بے سہارا ہے اور اُسے ایک طرف تو اِس ملک کی مٹھی بھر مسلمانوں سے شدید خطرہ ہے اور دوسری جانب اُسے شکایت ہے کہ مسلمانوں کی چاپلوسی کی وجہ سے حکومت اِس ملک کے ہندوؤں کے ساتھ ناانصافی کر رہی ہے۔ اِس لئے ایڈیٹر پرتاپ نے بھارت اور بھارت کے ہندوؤں کو بچانے کی غرض سے "ہندو منچ" کے نام سے ایک نئی پارٹی قائم کر دی ہے۔ جس کے صدر۔ سیکریٹری اور سب کچھ خود مسٹر کے نریندر ایڈیٹر پرتاپ ہیں اس پارٹی کے قیام کے سلسلہ میں اِنھوں نے تقریباً ۳۶ لیڈنگ آرٹیکل لکھے ہیں جن کے مطالعہ سے اندازہ ہوتا ہے کہ یہ پارٹی خواہ ہندوؤں کے حق میں کوئی کام کر سکے یا نہ کر سکے۔ لیکن یہ اِس ملک میں تفریق پیدا کرنے میں اہم پارٹ ادا کریگی۔ گویا اب تک تو ایڈیٹر پرتاپ محض اپنے اخبار ہی کے ذریعہ ملک میں زہر پھیلاتے رہے ہیں لیکن اب انھوں نے "ہندو منچ" کے نام سے ایک ایسی نئی فرقہ پرست پارٹی کی بھی بنیاد رکھ دی ہے جو اِس ملک کی اکثریت کو اقلیتوں کے خلاف بھڑکانے ہیں اور اخبار پرتاپ کے مشن کو پورا کرنے میں بڑی مددگار ثابت ہوگی۔ ایڈیٹر پرتاپ نے اِس پارٹی کے قیام کے سلسلہ میں جو ۳۶ آرٹیکل لکھے ہیں۔ اُن میں سے کچھ ہندوؤں کی مظلومیت کے مفروضہ داستانوں سے بھرے ہوئے ہیں۔ مگر زیادہ تر اِن آرٹیکلوں میں اسلام اور مسلمانوں کے خلاف زہر افشانی کر کے پرتاپ کے دیرینہ مشن کو پورا کیا گیا ہے۔ چنانچہ ایڈیٹر پرتاپ ہندوؤں کی مظلومیت کا رونا روتے ہوئے اپنے پہلے ہی ارٹیکل میں لکھتا ہے۔

"دہلی میں ایک "ہندو منچ" کی ستھاپنا کی گئی ہے یہ کس لئے اِس لئے کہ ہر جگہ یہ محسوس ہو رہا ہے کہ اِس دیش کا ہندو یتیم ہو گیا ہے۔ کوئی اِس کا نام لینے والا نہیں رہا۔ کوئی سنستھا، کوئی نیتا، کوئی راجنیتک پارٹی ہندوؤں پر ہو رہی ناانصافی کے خلاف آواز اٹھانے کے لئے تیار نہیں۔ کہنے کو کہا جا رہا ہے کہ مسلمانوں کو سرکار سے شکایت ہے مگر ایسا محسوس ہوتا ہے کہ سب جگہ بزدلی چھا گئی ہے۔ اِن کی جڑیں دیش میں کاٹی جا رہی ہیں۔ اُن شکتیوں کی مدد کی جا رہی ہے جو پہلے بھی اور اب بھی اس دیش سے غداری کی مجرم ہیں۔ یہ بھی کہا جا رہا ہے کہ مسلمانوں کو سرکار سے شکایت ہے۔ پولیس سے شکایت ہے لیکن قتل ہندو ہو رہے ہیں مالی نقصان ہندوؤں کا ہو رہا ہے۔ سرکار بزدلوں کی

کی طرح ہاتھ پر ہاتھ رکھے بیٹھی ہے - اور ہندوؤں پر کیا گزر رہی ہے اُس سے اُسے سروکار نہیں۔ اگر اُسے سروکار ہے تو مسلمانوں اور عیسائیوں کے ووٹوں سے - ہندوؤں میں بے بسی اور مایوسی پھیلتی جارہی ہے اور وہ یہ سمجھنا شروع ہو گئے ہیں کہ اِس ملک میں ہندو ہونا بھی گناہ ہے - جو لوگ اِن سے ووٹیں لے کر کرسیاں سنبھالتے ہیں وہ راج گدیوں پر بیٹھنے کے بعد انہیں بھول جاتے ہیں اور اُن ہی لوگوں کی قدم بوسی کرنا شروع کر دیتے ہیں جن کا پرانا ریکارڈ اُن کے سامنے ہے - اور جن کا موجودہ ریکارڈ دیکھ کر کوئی بھی کہہ دے گا کہ اِن پر بھروسہ کرنا اپنی تباہی کو دعوت دینا ہے - (پرتاپ ۱۴ ستمبر)

مطلب یہ ہے اس ملک میں ۸۵ فیصد ہونے کے باوجود ہندو تو بے سہارا اور مظلوم ہیں لیکن یہاں کی حکومت اُن غدار مسلمانوں کی چاپلوسی کر رہی ہے - جن پر بھروسہ کرنا ملک کو تباہی کی طرف لے جانا ہے -

پھر ۲۰ ستمبر کی اشاعت میں ہندو عوام کو یہ کہہ کر خوف زدہ کیا جاتا ہے کہ اگر وہ نہ سنبھلے تو بے عمل حکمرانوں کی غلطیوں سے پورا ہندوستان پاکستان بن جائے گا - لہٰذا ارشاد ہوتا ہے "۱۹۴۷ء میں ہندوستان آزاد ہو گیا لیکن ذلیل ہو کر یہ سب ہمارے کانگریسی نیتاؤں کی مسلم نوازی اور ہندوؤں سے غداری کا نتیجہ تھا - آگے چل کر ایڈیٹر پرتاپ لکھتا ہے کہ "کوئی وقت تھا کہ جب ہندوستان کے مسلم لیگی نعرہ لگاتے تھے کہ ہنس کے لیا ہے پاکستان لڑ کے لیں گے ہندوستان میں سمجھتا ہوں کہ انہیں لڑنے کی ضرورت ہی نہیں پڑے گی کیونکہ ہندوستان کے خود غرض اور عاقبت نا اندیش لیڈر انہیں خود ہی ہندوستان پیش کر دیں گے" (پرتاپ ۲۰ ستمبر)

پھر آگے چل کر ایڈیٹر پرتاپ کا وہی اصلی معاندانہ مشن شروع ہو جاتا ہے جس کے لئے "ہندو سمیٹ" کی بنیاد رکھی گئی ہے - یعنی اسلام اور مسلمانوں کے تاریخی واقعات کو توڑ مروڑ کر اُن کے ذریعہ اس ملک کے ہندو اور مسلمانوں میں منافرت پیدا کرنا - چنانچہ ایڈیٹر پرتاپ ۲۵ ستمبر کی اشاعت میں لکھتا ہے "دیکھنا یہ ہے کہ وہ کونسی باتیں تھیں جنھوں نے اِس دیش میں پاکستان کے قیام کو ممکن بنا دیا - امر واقعہ یہ ہے کہ ہندو اور مسلمانوں کے درمیان کون بنیادی اختلاف ہے - اِس اختلاف کو کوئی دور نہیں کر سکتا - ہر دیش کی اپنی سنسکرتی اور سبھیتا ہوتی ہے - اسلام کا جنم جس ماحول میں ہوا اُس میں بت شکنی لازمی بات تھی - اِس کے مقابلہ میں ہندوستان میں بت پرستی کا دور دورہ تھا - گویا دونوں ملکوں کے نظریات متضاد تھے - جن دنوں میں ہندوستان پر مسلمانوں کے حملے شروع ہوئے اُن دنوں اسلام کا جنون اپنے جوبن پر تھا - یورپ میں بھی مسلمانوں کی پیش قدمی ہو رہی تھی اور ایشیا میں بھی یہ آگے بڑھ رہے تھے - کتنی ہی بار یہ حملے ہندوستان پر بھی ہوئے - ہر ایک اتہاس کی کتابوں میں دیکھ سکتا ہے کہ یہ حملے دراصل ہندوستان کی دولت لوٹنے کے لئے ہوئے تھے - بعد میں اِنہیں دھارمک روپ دیدیا گیا تھا - بعض لوگوں کا تو یہ بھی کہنا ہے کہ جہاں اسلام نے جنم لیا ہے وہاں کی سنسکرتی اور سبھیتا کچھ ایسی تھی کہ جن لوگوں کو لوٹا جاتا تھا انہیں یا تو اسلام قبول کرنا پڑتا تھا یا انہیں تہہ تیغ کیا جاتا تھا - جو لٹیرے تھے وہ غازی بن کر نمودار ہو رہے تھے اِن لوگوں کو اپنا پیٹ بھرنے کے لئے ریگستان سے باہر نکلنا پڑتا تھا" گویا اس طرح یہ تاثر پیدا کرنے کی کوشش کی جا رہی ہے کہ اسلام ڈاکوؤں اور لٹیروں کا مذہب ہے - اس کے متبعین ایک طرف تو لوٹ مار کیا کرتے تھے اور دوسری جانب اسلام کی تبلیغ بھی کرتے رہتے تھے -

پھر اسی غلط بیانی اور الزام کا اعادہ کرتے ہوئے ایڈیٹر پرتاپ ۲۶ ستمبر کی اشاعت میں لکھتا ہے "عرب دیش جہاں اسلام کا جنم ہوا ریگستانی علاقہ تھا - جہاں لوگ اپنا پیٹ بھرنے کے لئے کھجوریں کھا لیتے تھے - یا روپیہ کمانے کے لئے بھیڑ بکریاں پال لیتے تھے - اس کا نتیجہ یہ ہوا کہ ان لوگوں کو زندہ رہنے کے لئے جدوجہد کرنا پڑی - انھوں نے پہلے اپنوں پر اور بعد میں دوسروں پر حملے کرنے شروع کر دیے اِن حملوں میں لوٹ مار قتل اور غارتگری معمولی بات تھی اور عورت کی عزت تو کسی حملہ آور کے ہاتھوں محفوظ نہیں رہی اور عرب کے مسلمانوں میں یہ باتیں عام ہو گئیں اور ان کی زندگی کا ایک حصہ بن کر رہ گئیں اور ایک دن ایسا آگیا کہ ایک عرب لیڈر سینکڑوں میل دور سے اپنے کچھ ساتھیوں کے ساتھ آتا ہے اور سومنات میں پہنچ جاتا ہے اور وہاں اندھا دھند لوٹ مار کر کے اس دیش کا خزانہ اپنے ساتھ لے گیا ہے - لطف یہ ہے کہ آج یہ محمد غوری مسلمانوں کا پیشوا بنا ہوا ہے - مسلمانوں کے جو جلوس نکلتے ہیں کہ اُن [illegible] سب سے بڑھ کر [illegible] کا

لیا سمجھیں کہ مسلمان نوجوان پیدا کرتے ہیں۔ اور لٹیرے محمد غوری کو مسلمان غازی بھی کہتے ہیں۔" ایڈیٹر پرتاپ کی اس بکواس کی حقیقت کیا ہے اُس کا اندازہ اس سے لگایا جاسکتا ہے کہ سومناتھ پر نہ کبھی عربوں نے حملہ کیا ہے اور نہ محمد غوری نے جس نے سومناتھ پر حملہ کیا وہ محمود غزنوی تھا جس کا عرب دیشوں سے دور کا بھی تعلق نہ تھا۔ جس جاہل کو یہ بھی معلوم نہ ہو کہ سومناتھ کا حملہ آور کون تھا۔ اُس کی تاریخ دانی سب پر روشن ہے۔

کیسی عجیب بات ہے کہ پرتاپ کے یہ لیڈنگ آرٹیکل لکھے تو جارہے ہیں "ہندو مینچ" کے قیام کے سلسلہ میں لیکن اِن آرٹیکلوں میں ہندو مینچ کا ذکر تک نہیں۔ عقیدتاً بار بار جار رہا ہے عرب قاتلین پر اُنہیں لٹیرا، ڈاکو عورتوں کی عصمت کا دشمن ظاہر کیا جارہا ہے۔ ذرا غور فرمائیے کہ اس سے اُس ہندو قوم کو کیا فائدہ پہنچ سکتا ہے جسے مضبوط بنانے کے لیے "ہندو مینچ" کا قیام عمل میں لایا گیا ہے۔ ایڈیٹر پرتاپ کی اس تمام بکواس سے یہ بات ثابت ہوتی ہے کہ "ہندو مینچ" محض اس لیے قائم کیا گیا ہے تاکہ اُس کے پلیٹ فارم سے فرقہ پرستی کا زہر اس ملک میں زیادہ سے زیادہ پھیلایا جاسکے۔

قابل افسوس بات یہ ہے کہ اس بدنام ایڈیٹر نے اپنے آرٹیکلوں میں نہ اسلام کو چھوڑا ہے اور نہ قرآن پاک کو چنانچہ یہ اخبار پرتاپ کی ۱۹ اکتوبر کی اشاعت میں لکھتا ہے "جب مسلمان یہ کہتے ہیں کہ قرآن شریف انہیں زندگی سے بھی زیادہ عزیز ہے تو یہ بات صاف ہے کہ جو کوئی قرآن کو وہ رتبہ نہیں دیتا جو مسلمان دیتے ہیں یا جو قرآن میں درج کسی بات سے اختلاف کرتا ہے تو اُس کے ساتھ کیا سلوک ہوگا۔ مسلمان بت شکنی میں وشواس رکھتے ہیں اور ہندو بت پرستی میں۔ محمود غزنوی اور محمد غوری نے جب ہندوستان کے بت توڑے تو انہیں غازی کہا گیا۔ جب سومناتھ کے مندر لوٹے اور دوسرے مندروں کو توڑا گیا تو سب کار ثواب قرار دیا گیا۔ اورنگزیب نے جب ہندوؤں کا عرصہ حیات تنگ کیا۔ تو سب مسلمانوں نے اس کا سمرتھن کیا۔ پھر جتنے بھی ہندو نیتاؤں کو قتل کیا گیا کسی ایک مسلمان کی طرف سے بھی اس کی نندا نہ ہوئی۔ ایسی حالت میں کیا یہ سمجھنا غلط ہوگا کہ مسلمانوں کی نظروں میں اسلام نہ قبول کرنے والے کے لیے موت کی سزا دینا لازمی اور ضروری ہے۔" لیکن اِس جاہل کو کون بتائے کہ اسلام مذہب کے معاملہ میں جبر واکراہ کو بدترین گناہ قرار دیتا ہے۔ اور اسلام کے نزدیک کسی ایک بے گناہ کا قتل پوری انسانیت کا قتل ہے۔

پھر مسلمانوں پر اس پر انے علیحدگی پسندی کے گھسے پٹے الزام کو دہراتے ہوئے ۱۹ اکتوبر کے پرتاپ میں یہ لکھتا ہے کہ "مسلم لیڈر آج اعلانیہ یہ کہتے سنے جاتے ہیں کہ وہ کسی حالت میں بھی اپنی علیحدہ ہستی یا انفرادیت کو ختم کرنے کے لیے تیار نہیں ہیں۔ اُن کا دھرم اُنہیں اِس بات کی اجازت نہیں دیتا کہ وہ دوسروں کے ساتھ مل جل کر رہیں۔ کیونکہ ایسی حالت میں اسلام وہ نہیں رہے گا جس کا قرآن شریف میں ذکر ہے۔ مسلمانوں کا کہنا ہے کہ اُن کا دھرم الگ ہے اُنکی بھاشا الگ ہے اُنکی تہذیب الگ ہے۔ ایسی حالت میں وہ ہندوؤں کے ساتھ مل کر ایک قوم کیسے بن سکتے ہیں۔" غور فرمائیے کہ علیحدگی پسندی کا الزام اُن مسلمانوں پر لگایا جارہا ہے۔ جو اس ملک کی جنگ آزادی کے امام ہیں۔ اور جنہوں نے اس ملک کی جنگ آزادی میں اس ملک کے باشندوں کے دوش بدوش۔ بے اندازہ قربانیاں دی ہیں۔

ہندوستان کے مسلمانوں کے لیے یہ چیز انتہائی تکلیف دہ ہے کہ اس ملک میں کھلے بندوں مسلمانوں ہی پر نہیں بلکہ اسلام اور مرکز اسلام پر حملے کیے جارہے ہیں۔ اور ہماری حکومت یہ سب کچھ خاموشی کے ساتھ دیکھ رہی ہے۔ ہم ہندوستان کے وزیر داخلہ گیانی ذیل سنگھ کو خصوصیت کے ساتھ اخبار پرتاپ کی اس خرافات کی جانب توجہ دلانا چاہتے ہیں۔ اور ان سے پوچھنا چاہتے ہیں کہ پرتاپ جیسے اخبارات کو اس طرح افتراق انگیزی اور مسلم آزاری کیلئے آخر کیوں آزاد چھوڑ دیا گیا ہے

پی اے سی کو اہم رول ادا کرنا ہے

پی۔ اے۔ سی نے مراد آباد کے نہتے نمازیوں پر اندھادھند گولیاں برسا کر جس درندگی اور بربریت کا ثبوت دیا ہے اُس کے پیش نظر کانگریس کا یہ مطالبہ حق بجانب ہے کہ اِس بدنام اور ناکارہ پولیس فورس کو توڑ دیا جائے۔ لیکن نہ ہمارے ملک کی وزیر اعظم اندرا گاندھی اسے توڑنے کے حق میں ہیں اور نہ یو۔پی۔ کے وزیر اعلیٰ مسٹر وی پی سنگھ نا تھ پرتاپ سنگھ اس بدنام زمانہ پولیس فورس کو توڑنے کیلئے تیار ہیں۔ چنانچہ

انھوں نے لکھنؤ میں ایک بیان دیتے ہوئے نہ صرف پی۔ اے۔ سی کے توڑے جانے کے امکانات کو رد کر دیا ہے۔ بلکہ یہ بھی فرما دیا ہے کہ

"ریاست میں لا اینڈ آرڈر کے سلسلہ میں۔ پی۔ اے۔ سی کو پولیس کو مدد دینے کے معاملہ میں نہایت ہی اہم رول ادا کرنا ہے"

مگر وزیر اعلیٰ یوپی سے یہ پوچھا جا سکتا ہے کہ کیا۔ پی۔ اے سی کا اس سے بھی بڑھ کر کوئی رول ہو سکتا ہے۔ کہ اُس نے نہتے نمازیوں پر ہندوستان میں پہلی مرتبہ گولیاں برسا کر ہندوستان اور ہندوستان کی حکومت کو ساری دنیا میں ذلیل کر دیا ہے۔ اور خصوصیت کے ساتھ حکومت ہند کی جو رسوائی دوست عرب ممالک میں ہوئی ہے اُسکا اندازہ تو ان ممالک کے ہندوستانی سفارت خانے ہی کر سکتے ہیں۔ جنکو کہ نہ جانے ہندوستان کی پوزیشن صاف کرنے میں اس سانحہ کے بعد کتنی دشواریاں محسوس ہو رہی ہونگی۔ اگر سنجیدگی کے ساتھ غور کیا جائے تو یہ ایک ایسی بدنام پولیس فورس ہے جسکا وجود ہندوستان کے دامن پر ایک ایسا بدنما داغ ہے کہ جتنی جلد بھی ممکن ہو اُسے دور کر دیا جائے۔ یوپی کی مسلح پولیس فورس اسلئے قائم کی گئی تھی کہ یہ فرقہ وارانہ فسادات میں فسادیوں اور غنڈوں سے عوام کا تحفظ کریگی لیکن یہ عوام کا تحفظ تو کیا کرتی خود فسادیوں اور غنڈوں کے ساتھ شامل ہو کر پوری دیدہ دلیری کے ساتھ لوٹ مار اور غارتگری میں حصہ لیتی رہی ہے۔

ہم حیران ہیں کہ پی۔ اے۔ سی کی جانب دارانہ اور مجرمانہ روش کو آخر کیوں گوارہ کیا جا رہا ہے۔ حالانکہ اگر جائزہ لیا جائے تو۔ پی اے۔ سی۔ کی غنڈہ گردی اور جرائم پیشگی کی ایک مستقل تاریخ ہے۔ اس نے صرف مرادآباد ہی میں نہیں بلکہ یوپی میں جہاں بھی فسادات ہوئے ہیں ہمیشہ ہی ظالمانہ۔ سفاکانہ جانب دارانہ اور مسلم کش رول ادا کیا ہے۔ یہ ایک ایسی جماعت ہے جو وقت آنے پر اپنی حکومت کے خلاف بھی بغاوت پر آمادہ ہو جاتی ہے۔ مثال کے طور پر۔ ۱۹۷۳ء میں جبکہ لکھنؤ یونیورسٹی کے طلباء نے غنڈہ گردی شروع کی تو یہ بھی لوٹ مار اور غنڈہ گردی میں اُن کے ساتھ شامل ہو گئی اور نوبت یہاں تک پہنچ گئی کہ پی۔ اے۔ سی کی اس غنڈہ گردی کو دبانے کے لیے جب فوج بلانی پڑی تو۔ پی۔ اے سی نے بالکل دشمن فورس کی طرح مختلف مقامات پر فوج کا مقابلہ کیا۔ تب۔ پی۔ اے۔ سی کی اس بغاوت کو بڑی مشکل سے دبایا گیا۔

مرکزی حکومت اور یوپی کی حکومت اگر ٹھنڈے دل سے غور کرے گی تو پی۔ اے۔ سی کا وجود کسی طرح بھی ہمارے ملک کے لئے مفید نہیں ہے بلکہ رسوا کن ہے۔ اور اسے جتنی جلد بھی ختم کر دیا جائے وہ ہمارے ملک کے مفاد میں ہے۔

ہندوستان کے پاکستان بن جانے کا اندیشہ

ہمارے ملک میں کس کس طرح سے ہندوستان کی اکثریت کو مسلمانوں کے خلاف بھڑکایا جاتا ہے اُس کا اندازہ اس سے کیا جا سکتا ہے کہ۔ یہاں کے رجعت پسند اخبارات بڑے شدومد کے ساتھ مسلمانان ہند کے خلاف یہ پروپگنڈہ کر رہے ہیں کہ اِس ملک میں مسلمان جان بوجھ کر ایک پروگرام کے تحت اپنی آبادی محض اِس لئے بڑھا رہے ہیں تاکہ وہ اکثریت میں آنے کے بعد ہندوستان کو بھی دوسرا پاکستان بنا لیں۔ چنانچہ اخبار پرتاپ لکھتا ہے کہ

"اِس دیش میں جس طرح ہندوؤں کی آبادی کم ہو رہی ہے اُسے دیکھتے ہوئے کسی کو تعجب نہیں ہونا چاہئے اگر آئندہ بیس پچیس سال میں ہندو اتنے کم ہو جائیں کہ طاقت کا توازن دوسرے فرقوں کے ہاتھوں میں چلا جائے اور آئندہ چل کر ہندو اکثریت بالکل ختم ہو جائے۔ پریوار نیوجن کا دن رات چرچہ ہے۔ لیکن کن کے لئے صرف ہندوؤں کے لئے مسلمان اعلانیہ کہتے ہیں کہ وہ اِسے سویکار نہ کریں گے۔ کیونکہ یہ اُن کے دھرم کے خلاف ہے۔ اور عیسائی بھی کہتے ہیں کہ یہ اُن کے دھرم کے خلاف ہے۔ ایسی حالت میں رہ گئے ہندو انکی آبادی کم ہوتی جائے گی۔ اور مسلمان اس پوزیشن میں ہو جائیں گے کہ دیش کی حکومت پر قابض ہو جائیں مقامی اخبار ٹائمز آف انڈیا کے خاص نامہ نگار مسٹر جے ڈی سنگھ مرادآباد کا دورہ کرنے گئے تو وہاں اُنھوں نے ہوٹل کے ایک بیرے سے پوچھا اتنے بچے کیوں پیدا کرتے ہو جب تم اُن کی پرورش نہیں کر سکتے اُس کا جواب انہیں دیا گیا کہ اُس سے اُن کے لیڈر کہتے ہیں جتنے بچے ہو سکتے ہیں پیدا کرو چنانچہ اِس شخص کے ۲۶ بچے ہیں۔ جو لوگ یہ کہتے ہیں کہ اب مسلمانوں کے حالات پیدا نہیں ہو سکتے۔ اُن سے میں کہوں گا ایک سال

رک جائیے اگلے سال جن گنا کے آنکڑے آتے ہیں پھر پتہ چلے گا کہ اس دیش میں ہندو آبادی کتنی گھٹی ہے اور غیر ہندو کتنے بڑھے ہیں۔"
(پرتاپ ۴ ستمبر)

ملاحظہ فرمائیے کہ ایک بے بنیاد اندیشے کا اظہار کر کے کس طرح اس ملک کی اکثریت کو مسلمانوں سے خوفزدہ کیا جا رہا ہے۔ گزشتہ مردم شماری کے اعداد و شمار پر اگر غور کیا جائے تو یہ سارا اندیشہ قطعی بے بنیاد ثابت ہو جاتا ہے۔ کیونکہ گزشتہ مردم شماری کے اعداد و شمار سے یہ بات صاف طور پر واضح ہے کہ اس ملک میں اگر مسلمانوں کی آبادی بڑھی ہے تو ہندوؤں کی آبادی میں بھی معقول اضافہ ہوا ہے۔ لیکن ایڈیٹر پرتاپ کی دریافت یہ ہے کہ ہندو آبادی گھٹ رہی ہے اور مسلمانوں کی تعداد دن بدن تیزی کے ساتھ بڑھ رہی ہے۔ جس سے کہ یہ اندیشہ ہے کہ ہندوستان جلد ہی دوسرا پاکستان بن جائے گا۔

اس وقت پورے ہندوستان کی آبادی تقریباً پینسٹھ کروڑ ہے جس میں کہ مسلمانوں کی تعداد مشکل سے دس گیارہ کروڑ ہوگی۔ ایسی حالت میں کوئی احمق بھی اس بات کا تصور کر سکتا ہے کہ صرف چند سال کے اندر مسلمان چھ سات گنے سے بھی زیادہ اپنی آبادی بڑھا لیں گے۔ اصل بات یہ ہے کہ یہ بے بنیاد خوف محض اس لئے ظاہر کیا جا رہا ہے تاکہ ایک طرف تو ہندو اکثریت کو مسلمانوں سے خوفزدہ کیا جائے اور دوسری جانب اس پروپیگنڈے سے ناجائز فائدہ اٹھاتے ہوئے یکساں سول کوڈ مسلمانوں کے سر تھوپنے کی کوشش کی جائے۔

کانگریس آئی سے عوام مایوس

وزیر اعظم مسز اندرا گاندھی نے وزارت عظمیٰ کا عہدہ سنبھالنے کے بعد حال ہی میں اپنی پہلی پریس کانفرنس میں کہا ہے کہ "یہ بات سراسر غلط ہے کہ گورنمنٹ اپنی اعلان کردہ پالیسیوں اور پروگراموں سے ادھر ادھر سرک رہی ہے۔ یا بے عملی کا شکار ہے۔" انھوں نے کہا ہے کہ "گزشتہ نو ماہ میں افراط زر کے عمل میں کمی ہوئی ہے۔ زراعتی اور صنعتی پیداوار میں اضافہ ہوا ہے۔" لیکن جب اُن سے ناقابل برداشت گرانی کے بارے میں سوال کیا گیا تو وہ کوئی قابل اطمینان جواب نہ دے سکیں انھوں نے موجودہ گرانی کی ساری ذمہ داری سابق جنتا حکومت اور لوک دل سرکار پر ڈال دی۔

ہمارے دل میں مسز اندرا گاندھی کا جو احترام ہے اُس کا اندازہ اس سے لگایا جا سکتا ہے کہ جس زمانہ میں کہ مسز اندرا گاندھی اقتدار سے محروم تھیں ہم حتی المقدور اُن کے حق میں آواز بلند کرتے رہے ہیں کیونکہ ہماری ہمیشہ سے یہ رائے رہی ہے کہ مسز اندرا گاندھی کا وجود ہمارے ملک کے لئے نہایت اہم اور ضروری ہے۔ چنانچہ ۱۹۸۰ء میں مسز اندرا گاندھی کے دوبارہ اقتدار میں آنے کے بعد ہم نے اطمینان کا سانس لیا تھا۔ اور یہ توقع قائم کی تھی کہ جنتا اور لوک دل حکومتوں کے دور میں ہمارے ملک کو جو دھکا لگا ہے اب اُس کی تلافی ہو جائے گی۔ اور ملک کو جلد ہی گلا گھونٹ دینے والی گرانی سے نجات مل جائے گی اور اُس لاقانونیت کا خاتمہ ہو جائے گا جس نے کہ اس ملک کے عوام کی جان و مال اور آبرو تک کو خطرہ میں ڈال دیا ہے۔

لیکن ہمیں نہایت افسوس کے ساتھ کہنا پڑتا ہے کہ کانگریس آئی کی تقریباً ایک سالہ حکومت نے صرف ہمیں ہی نہیں بلکہ ہندوستانی عوام کو بڑی حد تک مایوس کر دیا ہے۔ چنانچہ اس ایک سال میں ملک میں گرانی اتنی بڑھی ہے کہ ہندوستان کی تاریخ میں اس سے قبل کبھی دیکھنے میں نہیں آئی۔ گرانی کے معاملہ میں ہم جنتا حکومت کی برابر گزشتہ تین سال تک سخت ترین الفاظ میں مذمت کرتے رہے ہیں۔ لیکن جنتا حکومت میں شکر کا بھاؤ تین یا ساڑھے تین روپیہ سے اوپر نہیں گیا۔ لیکن موجودہ حکومت میں دس روپیہ کلو میں بھی شکر نا پید ہے۔ شکر کے علاوہ تقریباً سب ہی ضروریات زندگی کی قیمتیں بڑھ رہی ہیں یعنی سب ہی اشیاء کی قیمتوں میں بیس فیصد سے لیکر پچیس فیصد تک اضافہ ہوا ہے۔

اب رہا لا اینڈ آرڈر کا معاملہ تو اُس کی حالت اسقدر خراب ہے کہ اب نمازیوں پر بھی گولیاں چلنے لگی ہیں۔ ہندوستان کی ہزاروں برس کی تاریخ میں یہ پہلا موقعہ ہے کہ مرادآباد میں نہتے نمازیوں پر گولیاں برسائی گئیں اور پھر گولیاں برسانے والوں یعنی پی اے سی کی کھلم کھلا پشت پناہی کی گئی۔ اور ایک مرادآباد ہی پر کیا موقوف ہے تقریباً پورے شمالی ہند میں امن و انتظام کی حالت اسقدر ناقابل اطمینان ہے کہ کسی کو اس بات کا اطمینان ہی نہیں تھا کہ عید الضحیٰ اور

دسہرے کے تہوار خیریت سے گزر سکیں گے۔ غنیمت ہے کہ یہ نازک مرحلہ جوں توں کرکے گزر گیا۔

اِن افسوس ناک حالات کی موجودگی میں بھی اگر مسز اندرا گاندھی اپنی پہلی ہی پریس کانفرنس میں کانگریس کی حکومت کی کارکردگی پر اطمینان کا اظہار کرتی ہیں تو کون یہ توقع کرسکتا ہے کہ کانگریس آئی آگے چل کر ملک کو مستحکم حکومت دے سکے گی۔ مسز اندرا گاندھی نے اپنی پریس کانفرنس میں یہ بھی کہا ہے کہ حکومت اپنی اعلان کردہ پالیسیوں اور پروگراموں پر بدستور قائم ہے۔ لیکن سوال یہ پیدا ہوتا ہے کہ جب پالیسیاں اور پروگرام عملی شکل نہ اختیار کرسکیں تو اُن سے ملک کو کیا فائدہ پہنچ سکتا ہے۔

سچ تو یہ ہے کہ ہمارا ملک کئی سال سے نہایت ہی نازک دور سے گزر رہا ہے۔ یہاں نئی نئی حکومتیں بن رہی ہیں اور ٹوٹ رہی ہیں ہماری دعا ہے کہ خدا کانگریس آئی کے زعما کو عقل دے۔ اور انہیں اُن کوتاہیوں سے بچائے جو سابقہ حکومت سے سرزد ہوتی رہی ہیں کیونکہ اگر جنتا لیڈروں کے بقول کانگریس آئی کی حکومت بھی جلد ہی ختم ہوگئی۔ تو ہم نہیں سمجھ سکتے کہ اس ملک کا انجام کیا ہوگا کیونکہ ہمیں اب کوئی بھی سیاسی پارٹی ایسی نہیں دکھائی دے رہی ہے جو اِس ملک کو مستحکم حکومت دے سکے

"مسجدیں ناجائز اسلحہ کے اڈے"

ہمارے ملک میں مسجدوں کو بدنام کرنے کا سلسلہ زمانہ دراز سے جاری ہے۔ چنانچہ ہمیشہ ہی یہ کہا جاتا رہا ہے کہ اِس ملک کی مسجدیں ہتھیاروں کو جمع کرنے کے اڈے بنے ہوئے ہیں۔ جب بھی ہمارے ملک میں کوئی بڑا فساد ہوتا ہے تو پروپگنڈا شروع ہوجاتا ہے کہ مسلمانوں نے مسجدوں میں ناجائز طور پر ہتھیار جمع کر رکھے ہیں۔ یہی علیگڈھ کے فساد کے دوران ہوا اور اب یہی مسجدوں کو بدنام کرنے والا پروپگنڈا مرادآباد کے فسادات کے بعد سے جاری ہے۔

اور اس کی تازہ ترین مثال یہ ہے کہ ہندوستان کے تقریباً سبھی اخبارات میں بڑی بڑی شاہ سرخیوں کے ساتھ یہ خبر شائع ہوئی ہے کہ یہ لکھنؤ کی ایک مسجد کے تہہ خانے سے پندرہ سو ہزار بم برآمد ہوئے ہیں معلوم ہوا ہے کہ مسجد کے نیچے زیر زمین ناجائز اسلحہ سازی کا ایک بہت بڑا کارخانہ قائم ہے"۔ حالانکہ اصل حقیقت یہ ہے کہ اِس واقعہ سے لکھنؤ کی کسی مسجد کا دور کا بھی تعلق نہیں لیکن اِس واقعہ کو غلط طریقہ پر مسجد کے ساتھ اِس لئے جوڑ دیا گیا ہے تاکہ اِس سے یہ تاثر پیدا کیا جاسکے کہ واقعی اِس ملک کی مسجدیں ناجائز اسلحہ سازی کے اڈے ہیں۔

لیکن مسجدوں کو بدنام کرنے والے اِن شرارت پسندوں سے ہمیں ہمدردی ہے کہ انگریزی اخبارات، نیشنل ہیرالڈ اور پیٹریاٹ کے نامہ نگاروں نے اِس بے بنیاد پروپگنڈے کی ساری قلعی کھول دی اِن اخبارات کے نامہ نگاروں کا بیان ہے کہ یہ لکھنؤ کی ایک پرانی بستی ہے جو کہ امام باڑہ کے قریب واقع ہے پولیس نے پندرہ ہزار سے بیس ہزار تک بڑے پٹاخے جن کو پولیس بم قرار دے رہی ہے برآمد کئے ہیں۔ اِس سلسلہ میں ایک عورت سمیت سات افراد کو گرفتار کیا گیا ہے۔ معلوم ہوا ہے کہ دو نوجوان راجو اور نریش پانچ بم ایک سائیکل پر لئے ہوئے جا رہے تھے کہ ایک حادثہ کی وجہ سے تھیلے میں رکھے ہوئے بم پھٹ گئے اور پولیس نے جہاں بم رکھے ہوئے تھے چھاپہ مارا۔ نریش اور راجو جو زخمی ہوگئے ہیں اُنھوں نے کہا کہ یہ بم ہم نے دیوالی کے پٹاخے سمجھ کر خریدے تھے۔ پولیس کو شبہ ہے کہ راجو اور نریش کا تعلق بم بنانے والے گروہ سے ہے۔ نیشنل ہیرالڈ کے مطابق یہ بم ٹینس کی گیندوں کی برابر ہیں۔ اِن کا معائنہ کیا گیا تو اِن کے اندر پتھروں کے چھوٹے چھوٹے ٹکڑے ملے۔

اصل حقیقت یہ ہے کہ ہمارے ملک میں جرائم پیشہ لوگوں کا ایک ایسا بڑا طبقہ پیدا ہوگیا ہے جو چھوٹے چھوٹے بم اور ناجائز اسلحہ تیار کرکے حرام کی روزی پیدا کر رہا ہے۔ اِس طبقہ کا نہ مسلمانوں سے تعلق ہے اور نہ ہندوؤں سے بلکہ چوروں ڈاکوؤں اور اسمگلروں کی طرح یہ جرائم پیشہ لوگوں کا ایک گروہ ہے۔ جس میں کہ ہر فرقہ کے لوگ شامل ہیں۔ چنانچہ پچھلے دنوں وزارت داخلہ کے وزیر مملکت مسٹر یوگیندر مکوانا نے عوام کو وارننگ دی تھی کہ ملک میں ناجائز اسلحہ سازی نہایت وسیع پیمانہ پر ہورہی ہے۔ اور اُنھوں نے یہ بھی انکشاف کیا تھا کہ صرف ریاست بہار میں چالیس ناجائز اسلحہ بنانے والی فیکٹریاں برآمد ہوئی ہیں جن میں کہ پستول، ریوالور اور بندوقیں تک تیار ہو رہی ہیں۔ اسی طرح وزارت داخلہ کے

سیکریٹری سید مظفر حسین برنی نے ایک سرکلر ہر یونین کے زیر انتظام علاقوں اور ریاستوں کو بھیج کر اس بات پر تشویش کا اظہار کیا تھا کہ ملک کے مختلف حصوں میں بلا لائسنس ہتھیاروں کا استعمال بڑھتا چلا جا رہا ہے۔ انھوں نے ریاستوں کی حکومتوں پر زور دیا تھا کہ وہ اس خرابی کے انسداد کے لئے موثر کارروائی کریں۔

ہمارے نزدیک صرف یہ حکومت ہی کا فرض نہیں ہے کہ وہ ملک میں بڑھتے ہوئے اس تباہ کن اور خطرناک رجحان کو روکے بلکہ عوام کا بھی فرض ہے کہ وہ اس فتنہ کو روکنے میں حکومت سے پورا پورا تعاون کریں تاکہ قاتلوں اور خونیوں کے اُس گروہ کا خاتمہ کیا جا سکے جو روپیہ کی خاطر عوام کی جانوں کے ساتھ کھیل رہے ہیں۔

لیکن ہمارے ملک کی یہ بدقسمتی ہے کہ وہ اس فتنہ کو بھی ہندو مسلم سوال بنا کر اس جرائم پیشہ طبقہ کے معاون بنے ہوئے ہیں۔ حالانکہ یہ طبقہ اس ملک کے سب ہی باشندوں کے لئے ایک بہت بڑی مصیبت کا پیش خیمہ ہے۔ آخیر میں ہم صرف اتنا کہیں گے اگر ملک کے عوام اس ضمن میں اور کچھ نہیں کر سکتے تو کم از کم اتنا تو کریں کہ اس فتنہ کو ہندو مسلم فتنہ بنا کر مجرموں کو تو بدنام نہ کریں۔ کاش ہمارے ملک کے باشندوں کو ہوش آ سکے۔ اور وہ یہ سمجھ سکیں کہ فرقہ وارانہ جذبات سے مغلوب ہو کر وہ خود اپنے ہی وطن کی بنیادوں کو کھود رہے ہیں۔

مسلمانوں کا قتل عام بھی جہاد

ان دنوں ایران پر ایسے سرپھرے ملاؤں کا اقتدار ہے جنکی حرکتوں نے ساری دنیا میں نہ صرف اسلام کو بدنام کر کے رکھ دیا ہے بلکہ اب ان ملاؤں کی بدولت دو مسلم ملکوں میں شدید تصادم برپا ہے۔ اور اس تصادم میں ایک طرف تو مسلمانوں کا اربوں روپیہ کا مالی نقصان ہو رہا ہے اور دوسری جانب ہزاروں بے گناہ مسلمانوں کی جانیں ضائع ہو رہی ہیں۔

ان ایرانی ملاؤں کے مزید پاگل پن کا اندازہ اس سے لگایا جا سکتا ہے کہ ایران کے قائد اور مذہبی رہنما علامہ خمینی نے فرمایا ہے کہ "عراق کے خلاف تمام اسلامی ملکوں کو جہاد کا اعلان کر دینا چاہئے اور یہ جہاد اُس وقت تک جاری رکھنا چاہئے جب تک کہ صدر صدام حسین کفر سے اسلام کی طرف رجوع نہ ہو جائے" گویا صدر صدام کو محض اسلئے علامہ خمینی نے کافر قرار دیا ہے کیونکہ انھوں نے علامہ خمینی کے سامنے گردن جھکانے سے انکار کر دیا ہے۔

سب ہی کو معلوم ہے کہ "جہاد" ایک اسلامی فریضہ ہے جس کی ادائیگی اُس وقت مسلمانوں پر فرض ہوتی ہے۔ جب کہ کفار اسلام یا مسلمانوں کو مٹانے پر آمادہ ہو جائیں یعنی اسلام اور مسلمانوں کے کافروں سے تحفظ کے لئے اسلام نے جہاد کی اجازت دی ہے۔ لیکن ایرانی ملاؤں کا اسلام یہ ہے کہ اللہ اکبر کہہ کر اپنے ہی بھائیوں کا خون بہانا بھی جہاد ہے۔ ایران نے عراق کے علاقوں کو دبا رکھا تھا۔ عراق اپنا وہ جائز حق مانگ رہا تھا جس کی شرائط سابق شاہ ایران کے عہد میں طے پا چکی تھیں۔ اور چونکہ اُس نے اپنا جائز حق طلب کیا تھا۔ اس لئے ایران کے ملاؤں کے نزدیک اس جائز حق کو دبانا اور عراقی مسلمانوں سے لڑنا بھی جہاد بن گیا ہے۔

ایران و عراق کی جنگ میں جو کچھ ہو رہا ہے ہمارے نزدیک اس میں ایران و عراق ہی کا نقصان نہیں ہے بلکہ یہ دنیائے اسلام کی خودکشی کے ہم معنی ہے۔ مشرقِ وسطیٰ میں یہ دو مسلم ملک فوجی اعتبار سے کافی طاقتور سمجھے جاتے تھے۔ سابق شاہ ایران کے زمانہ میں ایران کی فوجی طاقت اس پورے خطے کے لئے ایک چیلنج بنی ہوئی تھی لیکن موجودہ برسرِ اقتدار ایرانی ملاؤں نے خود ہی اپنی طاقت ختم کر لی تمام سینیر فوجی جنرلوں کو موت کے گھاٹ اتار دیا۔ اب ایران میں دوسرے اور تیسرے درجہ کے فوجی افسران ہیں۔ جنھیں قدم قدم پر عراق کے مقابلہ پر شکست ہو رہی ہے۔

اُدھر عراق کی فوجی طاقت دوسرے عرب ملکوں کے مقابلہ میں کافی اہمیت رکھتی ہے۔ اگر یہ دونوں فوجی طاقتیں کسی اسلامی بلاک کے لئے مشترکہ طور پر اپنی فوجی خدمات پیش کرتیں تو یقیناً اس سے دنیائے اسلام کو بے حد فائدہ پہنچتا۔ مگر آج یہ ہو رہا ہے کہ یہ دونوں ملک ایک دوسرے پر وحشیانہ بمباری کر رہے ہیں۔

اس جنگ سے صرف ایران اور عراق ہی کو نقصان نہیں پہنچا ہے بلکہ پوری دنیائے اسلام کو دھکا لگا ہے ہمارے جو اسلحہ اور فوجیں دشمنِ اسلام اسرائیل کے خلاف کام آنے والی تھیں وہ آپس میں ہی ٹکرا کر تباہ ہو رہی ہیں۔ یہ مسلمان قوم کی بہت بڑی بدقسمتی ہے۔ اور اس کے ذمہ دار وہ سرپھرے ایرانی ملا ہیں جو اپنے بھائیوں کے قتل عام کو بھی جہاد قرار دے رہے ہیں۔

جوشِ شجاعت

(از جناب عبرت صدیقی بریلوی)

مرے ہر عزم میں جوشِ شجاعت کار فرما ہے
جرأتِ دل جرأتِ حق ہر قدم پر ہمت افزا ہے

ظفر مندی مری عنوان ہے بابِ شجاعت کا
مرا افسانہ خواں دشت و جبل کا ذرہ ذرہ ہے

کیا مسمار میں نے نخوتِ کسریٰ کے ایواں کو
زبانِ خلق پر میری شجاعت کا فسانہ ہے

کچل ڈالا ہے میں نے پاؤں سے تاجِ سرِ دارا
مرے ہی حوصلوں نے دشمنوں کی نخوتوں کا تختہ الٹا ہے

فسانوں سے مرے پُر ہیں ورق تاریخ عالم کے
درِ خیبر کو میں نے اک اشارے سے اکھاڑا ہے

عیاں چتون سے رعبِ بوذری و شانِ عباسی
مرے دل میں فروزاں طارق و خالد کا جذبہ ہے

رگوں میں خونِ حیدر بازوؤں میں زورِ فاروقی
مرا جوشِ تہور امتیازی شان رکھتا ہے

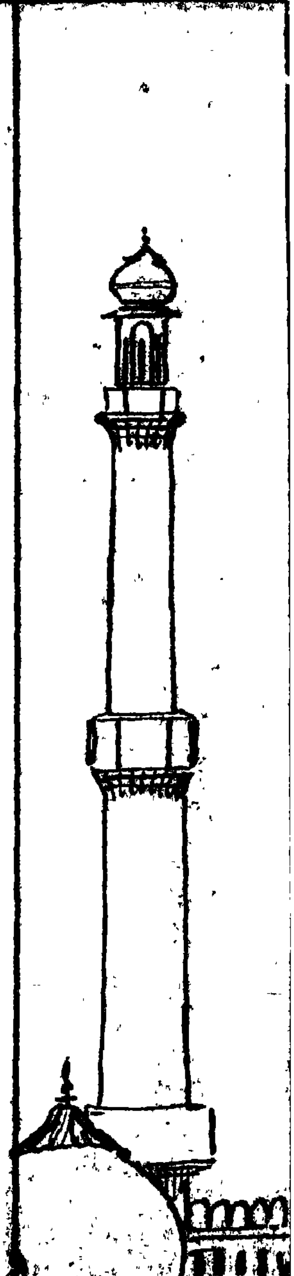
ہوئی جنبش نہ میرے پائے استقلال کو رن میں
مرا احساسِ جرأت آگ زنجیروں سے کھیلا ہے

متانت لب پہ آنکھوں میں تحمل دل میں خودداری
مری فطرت میں اک جوشِ حمیت کار فرما ہے

مرے دل میں ہے وہ کیفیتِ وجد آفریں پنہاں
کہ ہر نغمہ پہ سازِ حریت قربان ہوتا ہے

جبیں میری تجلیٔ حقیقت کا ہے گہوارہ
مری خوددار فطرت بے نیازِ مرتبہ ہے

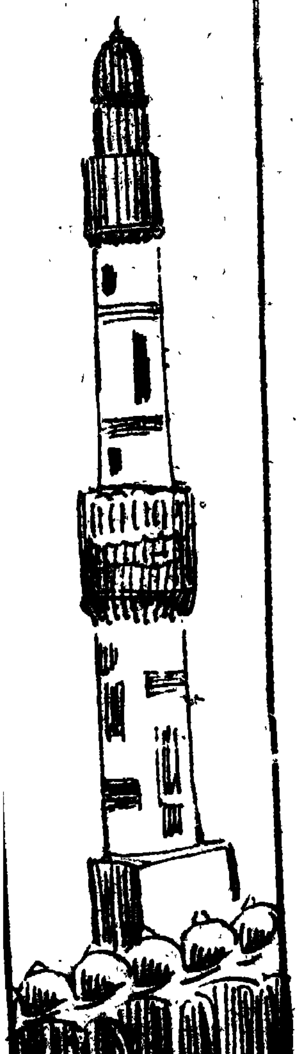
مٹا ڈالے زمانہ مجھ کو ناممکن ہے ناممکن
نگاہِ دہر نے جانبازیوں کو میری دیکھا ہے




شیرِ خدا

حضرت علی کرم اللہ وجہہ

(از جناب توصیف علوی عاصی بی، اے کیرانوی)

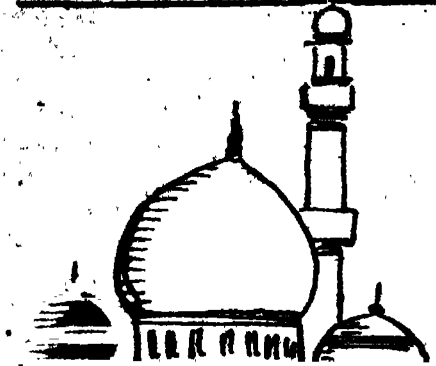


منزلِ حق جادۂ ایماں کے سرور آپ ہیں — آپ ہیں شیرِ خدا جانِ پیمبر آپ ہیں
عظمتِ دیں عظمتِ انساں ہے جسکے نام سے — مصطفےٰ کی بزم انور کے وہ گوہر آپ ہیں
کائناتِ زندگی ممنون ہے جس نور کی — آج بھی اُس نورِ حقانی کے پیکر آپ ہیں
ہے مزین جس کی تابانی سے قصرِ دینِ حق — نورِ ایمانی کی وہ شمع منور آپ ہیں
اُس سفینہ کے لئے گرداب کیا طوفان کیا! — آپ جس کے ناخدا ہیں جسکے یاور آپ ہیں
اُن کا ہر نقشِ قدم ہے سجدہ گاہِ قدسیاں — مسلکِ صبر و رضا میں جنکے رہبر آپ ہیں
جن شہیدوں کے لہو نے دین کو بخشی حیات — پیشوا ہیں آپ اُن کے اُنکے سرور آپ ہیں
رشکِ انجم ہوگئے ذرے بھی جسکے نور سے — آسمانِ حق کے وہ ماہِ منور آپ ہیں
جسکے در کا ہے سوالی ہر کوئی شاہ و گدا — امن بھرے سنسار میں بندہ پرور آپ ہیں
پرچمِ حق کو بلندی جس کے ہاتھوں سے ملی! — کاروانِ دین و ایماں کے وہ سرور آپ ہیں
علم و عرفاں سے ہے روشن جسکے ساری کائنات — عالمِ قدسی کے وہ ماہِ انور آپ ہیں
نسلِ آدم کو جہاں میں فخر ہے جس نام سے — فخرِ انساں آپ ہیں وہ نامِ اطہر آپ ہیں

کیوں رہے پھر عاصیِ ناکام ہی محرومِ جام
آپ میرِ میکدہ ہیں، میرِ کوثر آپ ہیں



گذشتہ سے پیوستہ



تعلیم القرآن

چودھواں پارہ — رُبَمَا — سورۃ الحجر

(از ادارہ دین دنیا)

زیر نظر اشاعت میں ہم قرآنِ پاک کے چودھویں پارہ کی تعلیمات کی تیسری قسط پیش کر رہے ہیں۔ جس میں کہ اللہ تعالیٰ نے قومِ لوطؑ اور دوسری گمراہ قوموں کا تذکرہ فرماتے ہوئے اپنے بندوں کو متنبہ فرمایا ہے کہ وہ گمراہی سے بچیں۔

قومِ لُوط کی تباہی اور بربادی

فَلَمَّا جَآءَ اٰلَ لُوۡطِ ...... مَقۡطُوۡعٌ مُّصۡبِحِيۡنَ ۝

ترجمہ:۔ پھر جب وہ فرشتے خاندانِ لُوط کے پاس آئے تو (لُوط) کہنے لگے کہ تم تو اجنبی لوگ معلوم ہوتے ہو۔ انھوں نے (فرشتوں نے) کہا نہیں ہم تو تمہارے پاس وہ چیز لے کر آئے ہیں جس پر یہ (گمراہ) لوگ شک کرتے تھے (یعنی عذابِ الٰہی) اور ہم تمہارے پاس حق ثابت کرنے والی چیز لائے ہیں۔ ہم بالکل سچے ہیں (تمہیں چاہیے کہ) جب کچھ رات باقی رہ جائے تو تم اپنے گھر والوں کو لے کر نکل جانا اور خود اُن کے پیچھے پیچھے چلنا۔ اور تم میں سے کوئی بھی پلٹ کر نہ دیکھے۔ اور جس جگہ کا تمہیں حکم ہوا ہے وہاں چلے جانا۔ اور ہم نے لوط کو بتا دیا کہ صبح ہوتے ہی ان لوگوں کی جڑ کٹ جائے گی۔

تشریح:۔ حضرت ابراہیم کو خوشخبری دے کر قومِ لوط کی تباہی کی خبر پہنچا کر جب اللہ کے بھیجے ہوئے فرشتے پیغمبر لوط کے گھر پہنچے تو لوطؑ نے انھیں دیکھ کر کہا کہ تم لوگ ہمیں اجنبی سے معلوم ہوتے ہو۔ اس پر فرشتوں نے کہا کہ ہمیں اجنبی نہ سمجھو بلکہ ہم تو آپ کے پاس وہ چیز لیکر آئے ہیں جس کے بارے میں آپ کی قوم کے گناہگار لوگ زمانہ دراز سے شک میں مبتلا تھے یعنی عذاب الٰہی جس کا کہ یہ لوگ یقین ہی نہیں کرتے تھے اور بے خوف ہو گئے تھے اب ہم آپ کے پاس اللہ تعالیٰ کا قطعی اور فیصلہ کن حکم لے کر آئے ہیں۔ آپ یقین کیجئے کہ ہم جو کچھ کہہ رہے ہیں وہ بالکل سچ ہے۔

آپ کی گنہگار قوم پر اب عذابِ الٰہی نازل ہونے والا ہے، آپ کے لئے اب مناسب یہ ہے کہ کچھ رات رہے آپ اپنے گھر والوں کو لے کر اِس بستی سے نکل جائیں۔ اور گھر والوں کے پیچھے پیچھے چلیں اور اِس بات کا خیال رکھیں کہ سب میں سے کوئی بھی پیچھے مڑ کر نہ دیکھے۔ اور جہاں جانے، آپ کو حکم ملا ہے وہاں چلے جائیں۔ غرضکہ ہم نے پیغمبر لوطؑ کو اس حکم سے مطلع کر دیا کہ صبح ہوتے ہی ان پر ایسا عذاب نازل ہوگا کہ ان گناہ پسند لوگوں کی جڑ اور بنیاد ختم ہو جائے گی۔

قومِ لوط کا عبرتناک انجام

وَجَآءَ اَهۡلُ الۡمَدِيۡنَةِ ...... لَبِاِمَامٍ مُّبِيۡنٍ ۝

ترجمہ:۔ (فرشتوں کی آمد پر) شہر کے لوگ خوش خوش لوط کے ہاں آئے۔ لُوط نے ان سے کہا کہ یہ لوگ میرے مہمان ہیں۔ پس مجھے رُسوا نہ کرو۔ خدا سے ڈرو۔ اور میری آبرو کو برباد نہ کرو

وہ لوگ کہنے لگے کیا ہم نے تمہیں دنیا جہان کی (خواہ مخواہ کی) حمایت سے (پہلے بھی) نہیں روکا تھا۔ لوطؑ بولے میری (قوم کی) بیٹیاں موجود ہیں اگر تم میرا کہنا مانو (تو ان سے اپنی رغبت ظاہر کرو) لیکن تمہاری جان کی قسم وہ تو مستی میں مدہوش تھے پھر سورج نکلتے نکلتے انھیں ایک خوفناک آواز نے آن دبایا اور ہم نے اُس بستی کو تہہ و بالا کر دیا۔ اور اُن پر کھنگر کی قسم کے پتھر برسائے بلاشبہ اِس قصہ میں اہلِ نظر کے لئے نشانیاں موجود ہیں اور یہ بستیاں (اب بھی) ایک آباد سڑک پر ملتی ہیں۔ ان بستیوں (کی تباہی میں) اہلِ ایمان کے لئے بڑی عبرت ہے اور بن والے بھی ظالم تھے۔ پس ہم نے اُن سے بھی بدلہ لیا اور یہ دونوں بستیاں صاف سڑک پر ہیں۔

تشریح:۔ (جب حضرت لوطؑ کی اُمت کے بدچلن لوگوں کو اطلاع ملی کہ اُن کے ہاں کچھ خوبصورت لڑکے آئے ہوئے ہیں کیونکہ فرشتے لڑکوں کی شکل میں تھے تو وہ ان لڑکوں سے اپنی نفسانی خواہشات کو پورا کرنے کے لئے) شہر کے یہ لوگ دوڑے دوڑے آئے۔ لوطؑ نے انھیں دیکھ کر سب کچھ سمجھ لیا اور کہا کہ یہ میرے مہمان ہیں۔ ان کے ساتھ کوئی نازیبا حرکت کر کے مجھے رُسوا نہ کرو۔ اللہ سے ڈرو اور میری بے آبروئی نہ کرو۔ اِس پر لوطؑ کی اُمت کے بدچلن لوگوں نے کہا تم خواہ مخواہ ساری دُنیا کے ٹھیکیدار بنتے ہو کیا ہم تمہیں اِس بات سے پہلے ہی منع نہیں کر چکے ہیں کہ سارے جہان کی بے جا طرفداری نہ کیا کرو۔ پھر تم اِن لڑکوں کی طرفداری کیوں کر رہے ہو۔ بس ہمیں ہمارے حال پر چھوڑ دو اور ہمارے معاملہ میں دخل نہ دو۔

حضرت لوطؑ نے اپنی قوم کے لوگوں سے کہا کہ خدا کے لئے ہمارے اِن مہمانوں کے ساتھ بد تہذیبی نہ کرو۔ اگر تمہیں اپنی نفسانی خواہشات کو پورا ہی کرنا ہے (تو لڑکوں کی جانب کیوں راغب ہوتے ہو) اِس مقصد کے لئے میری قوم کی لڑکیاں بھی تو موجود ہیں۔ ان سے جاکر نکاح کر لو۔ مگر اے رسولِ عربی تمہاری جان کی قسم وہ تو اپنی مستی میں مدہوش ہو رہے تھے بھلا لوطؑ کی بات کیا سنتے۔ غرضکہ اُن کی تباہی کا وقت آ گیا تھا چنانچہ سورج نکلتے نکلتے ایک خوفناک آواز کی گرج نے انھیں اپنی گرفت میں لے لیا اور ہم نے اُس بستی پر اور اُن لوگوں پر بڑے بڑے اور وزنی پتھر برسا کر نیست و نابود کر دیا۔

بلاشبہ اِس واقعہ میں اہلِ نظر اور صاحبانِ ایمان کے لئے عبرت کی نشانیاں موجود ہیں چنانچہ وہ تباہ شدہ علاقہ ابھی تک ایک آباد سڑک پر درسِ عبرت دے رہا ہے اور اِس بستی کے کھنڈرات میں اہلِ ایمان کے لئے سامانِ عبرت ہے۔ اور (قوم لوطؑ کی طرح) بن والوں یعنی شعیب کی اُمت کے لوگ بھی نہایت سرکش تھے چنانچہ اُن سے بھی ہم نے نافرمانی کا بدلہ لے لیا۔ اور اِن دونوں گمراہ قوموں کی تباہ شدہ بستیاں ایک صاف سڑک پر واقع ہیں۔

(قوم لوطؑ کی جو بستی تباہ کی گئی تھی اُس کا نام سدوم اور قوم شعیب کی بستی وادی مدین کہلاتی تھی۔)

وادیٔ حجر والوں کی بربادی

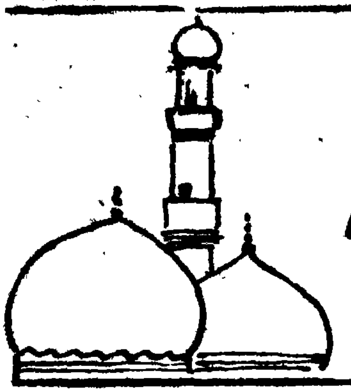
وَلَقَدْ كَذَّبَ .... وَالْقُرْاٰنَ الْعَظِيْمَ ۝

ترجمہ:۔ اور حجر والوں نے پیغمبروں کو جھوٹا بتایا ہم نے انھیں اپنی نشانیاں دی تھیں لیکن وہ اُن سے روگردانی کرتے رہے۔ اور پہاڑوں کو تراش تراش کر اطمینان سے گھر بناتے رہے آخر صبح کے وقت ایک خوفناک آواز نے انھیں گرفت میں لے لیا اور اُن کی ہنرمندی اُن کے کچھ بھی کام نہ آئی۔ اور ہم نے آسمانوں اور زمین کو اور جو کچھ اُن کے درمیان ہے سب کو ٹھیک ٹھیک پیدا کیا ہے اور وہ گھڑی ضرور آنے والی ہے۔ بس تم خوبی کے ساتھ درگذر سے کام لیتے رہو۔ بے شک تمہارا رب بڑا خالق اور صاحبِ علم ہے۔ اور ہم نے تمہیں سبعہ مثانی (سورہ فاتحہ) اور قرآنِ عظیم دیا ہے۔

تشریح:۔ دوسری گمراہ قوموں کی طرح وادیٔ حجر کے رہنے والوں نے بھی پیغمبروں کی تکذیب کی تھی حالانکہ ہم نے انھیں اپنی نشانیاں دکھلا دی تھیں مگر وہ پھر بھی روگردانی کرتے رہے۔ اور پہاڑوں کو تراش تراش کر گھر بناتے رہے تاکہ وہاں امن اور سکون سے زندگی گزار سکیں لیکن جب اُن کی سرکشی حد سے بڑھی تو ایک خوفناک آواز کی گرج نے انھیں صبح ہوتے ہوتے آن دبایا غرضکہ پہاڑوں میں مکان تراش تراش کر انھوں نے اپنی حفاظت کی جو تدبیریں کی تھیں وہ سب دھری کی دھری رہ گئیں اور اُن کا بھی وہی حشر ہوا جو دوسری گمراہ قوموں کا ہو چکا ہے۔

یہ بات ہمیشہ یاد رکھو کہ ہم نے آسمانوں اور زمین کو اور اُن میں جو مخلوقات ہے اُسے ٹھیک طریقہ پر پیدا کیا ہے اور (باقی ص۲۶ پر)

تعلیم الدین سلسلہ



یہود کا فتنہ قیامت کی علامت

جنگ میں بھی زندگی سے بچو۔ اسلام عشرت پسندی کا مخالف

(از شوکت علی فہمی)

احادیث کی مستند کتب سے ذیل میں رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے وہ قیمتی ارشادات درج کئے جاتے ہیں جو مسلمانوں کے لئے بہترین شمع ہدایت ہیں۔ یہ جواہر پارے ہر ماہ پابندی کے ساتھ شائع کئے جاتے ہیں تاکہ مسلمان ان سے عبرت اور نصیحت حاصل کریں۔

یہود کا فتنہ قیامت کی علامت

کئی سو برس قبل رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے پیشین گوئی فرمائی تھی کہ جب مسلمانوں سے یہودیوں کی جنگ چھڑ جائے تو یہ سمجھ لینا چاہیئے کہ قیامت بالکل قریب آگئی ہے۔ اور اسی حدیث میں یہودیوں کی شکست کی بھی پیشین گوئی ہے چنانچہ مسلم کی صحیح حدیث ہے۔

"ابی ہریرہ رضی اللہ عنہ کہتے ہیں کہ رسول اللہ صلعم نے فرمایا ہے کہ قیامت اس وقت تک نہیں آئے گی جب تک کہ، مسلمان یہودیوں سے نہیں لڑیں گے (یعنی جب قیامت قریب ہوگی تو یہودیوں کے ساتھ مسلمانوں کی جنگ چھڑ جائے گی) جس میں مسلمان یہودیوں کو یہاں تک ماریں گے کہ یہودی پتھروں کے پیچھے چھپتے پھریں گے۔" (مسلم)

اس حدیث کی روشنی میں جب ہم مشرق وسطیٰ کے موجودہ حالات پر غور کرتے ہیں تو پتہ چلتا ہے کہ حضورؐ کی پیشین گوئی کے مطابق مسلمانوں اور یہودیوں کے درمیان جنگ چھڑ چکی ہے۔

یہودی یعنی اسرائیلی یورپ کی استعماری طاقتوں اور امریکہ کی شہ پر لبنان پر مسلسل حملے کر رہے ہیں۔ اور مسلمانوں کے ساتھ ان کی کئی بڑی لڑائیاں بھی ہو چکی ہیں اس کے علاوہ عام خیال ہے کہ عنقریب عربوں اور اسرائیل میں ایک اور خوفناک جنگ ہونے والی ہے اس آنے والی جنگ کا نتیجہ کیا نکلے گا اس کا کسی کو علم نہیں لیکن حضور اکرم کی پیشین گوئی کے مطابق یہودیوں یعنی اسرائیل کی تباہی کا وقت قریب آچکا ہے۔ اور بجا طور پر یہ توقع کی جاسکتی ہے کہ یہودیوں کی شیطنت کے خاتمہ کا وقت قریب آگیا ہے۔ ایک دوسری حدیث میں رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے قیامت کے قریب زمین سے دولت کے ابلنے کی بھی پیشین گوئی فرمائی ہے چنانچہ مسلم ہی کی ایک دوسری حدیث ہے:-

"حضرت ابی ہریرہ رضی اللہ عنہ راوی ہیں کہ فرمایا رسول اللہ صلعم نے نہیں قیامت قائم ہوگی اس وقت تک جبکہ زمین اپنے جگر کے قیمتی ٹکڑے باہر نہیں ڈال دیگی۔" (مسلم)

یعنی زمین سے جب قیمتی معدنیات برآمد ہونے لگیں گی تو یہ قرب قیامت کی علامت ہوگی چنانچہ ہم دیکھ رہے ہیں کہ عرب ممالک اور دوسرے مشرقی ممالک کی زمینوں سے تیل کی صورت میں بے اندازہ دولت نکلنی شروع ہوگئی ہے جس نے کہ عرب ممالک اور چند دوسرے ملکوں کو مالامال کر دیا ہے۔ اور یہی تیل کی دولت آج ایک بہت بڑے فتنہ کا سبب بن گئی ہے۔

اسی تیل کے حصول کے لئے مغربی ممالک تیل پیدا کرنے والے ممالک کے خلاف جوڑ توڑ میں لگے ہوئے ہیں۔ چنانچہ امریکہ کی شہ پر جو ملک کے خلاف اسرائیل نئے نئے فتنے اٹھاتا رہتا ہے وہ سب تیل ہی کی خاطر

ہیں۔ تیل کے علاوہ سونا اور دیگر قیمتی معدنیات بھی سعودی عرب اور دیگر عرب ممالک میں موجود ہیں۔ گویا مشرقِ وسطیٰ کے اکثر ممالک کی زمین سونا اگل رہی ہے۔ اور اس سے بڑے بڑے فتنے کھڑے ہو رہے ہیں۔

مختصر یہ کہ حضور اکرم کی اِن دونوں پیشین گوئیوں سے یہ چیز واضح ہے کہ اب قیامت قریب ہے مسلمانوں کو چاہیئے کہ وہ اِن احادیث سے عبرت اور نصیحت حاصل کریں۔

جنگ میں بھی درندگی سے بچو

صرف اسلام ہی دنیا کا ایک ایسا مذہب ہے جس نے کہ دورانِ جنگ میں بھی درندگی سے بچنے کی ہدایت کی ہے۔ چنانچہ رسول مقبول صلعم نے جہاں دنیا کے سامنے بہترین نظامِ حیات اور نظامِ سیاست پیش فرمایا ہے۔ وہاں ایک ایسے شریفانہ دستورِ جنگ سے بھی دنیا کو روشناس کیا ہے جو آپ ہی اپنی مثال ہے حضور اکرم نے مجاہدینِ اسلام کو ہدایت کر رکھی تھی کہ وہ دورانِ جنگ میں بھی ہرگز کوئی ایسی حرکت نہ کریں جس میں کہ درندگی اور بربریت کا مظاہرہ ہو چنانچہ ابنِ عمر رضؓ بیان کرتے ہیں۔

"رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے ساتھ کسی لڑائی میں ہم نے دیکھا کہ مقتولین میں ایک عورت بھی ہے۔ اس سے آپ آزردہ خاطر ہوئے اور آپ نے عورتوں اور بچوں کے قتل سے منع فرمایا۔" (نسائی)

بعض محدثین نے اِس حدیث میں مزید یہ اضافہ کیا ہے کہ "مقتول عورت کی لاش دیکھ کر رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کا چہرہ غصہ سے سُرخ ہو گیا تھا۔"

حقیقت یہ ہے کہ رسولِ محترم اِس چیز کو سخت ناپسند فرماتے تھے کہ جنگ کے دوران گوشہ نشین عابدوں، بوڑھوں، بیماروں، عورتوں اور بچوں پر کسی قسم کی زیادتی کی جائے۔ ان حقائق سے یہ بات ثابت ہے کہ حضور نے آج سے چودہ برس قبل دنیا کے سامنے جنگ کا جو شریفانہ دستور پیش کیا تھا اُس کی نظیر آج بھی ناپید ہے۔

حضور اکرم کے علاوہ خلیفہ اول حضرت ابو بکر صدیق رضؓ حضرت عمر فاروق رضؓ کی بھی فوجی سرداروں کے لئے یہی ہدایت تھی کہ وہ اِن

شہریوں کے ساتھ انتہائی مہربانی کا سلوک کریں۔ سرسبز کھیتوں اور نخلستانوں کو برباد نہ کریں سوائے ضرورت مویشیوں کے ذبح سے بھی پرہیز کریں۔ اور غیر مسلموں کے مفتوحہ علاقوں سے قیمت کے بغیر سامان ہرگز نہ حاصل کریں۔

اسلام عشرت پسندی کا مخالف

اسلام چاہتا ہے کہ اس کے ماننے والے نہایت سادہ زندگی اختیار کریں۔ نہ تو سرمایہ داری سے کوئی غرض رکھیں اور نہ عشرت پسندی کی لعنت میں مبتلا ہوں اِسی لئے رسولِ محترم نے مسلمانوں کو ہدایت فرمائی ہے کہ وہ نہایت ہی سادہ زندگی بسر کریں چنانچہ اِس بارے میں صحیح حدیث ہے حضرت عثمان رضؓ راوی ہیں۔

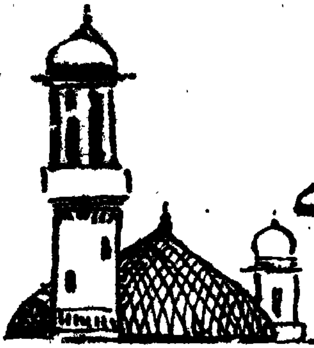
"نبی صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا ہے کہ آدم کے بیٹوں کو ان چیزوں کے علاوہ کسی چیز پر کوئی حق نہیں ہے — (۱) رہنے کے لئے مکان ہو (۲) تن ڈھانکنے کے لئے کپڑا ہو۔ (۳) پیٹ بھرنے کے لئے خشک روٹی ہو اور (۴) پانی یعنی اِن چیزوں کے علاوہ انسان کو کسی چیز کی ضرورت نہیں —" (ترمذی)

اِس کا مطلب یہ ہے کہ جو مسلمان بھی مندرجۂ بالا چار چیزوں سے زیادہ حاصل کرنے کی کوشش کرتا ہے وہ اپنے جائز حق سے زیادہ لیتا ہے۔ اور اُسے ایسا ہرگز نہیں کرنا چاہیئے۔

اِس حدیث سے بخوبی اندازہ لگایا جا سکتا ہے کہ جس سوشلزم کا آج بہت زیادہ چرچا ہے اُسے اسلام آج سے چودہ سو برس قبل پیش کر چکا ہے سچ تو یہ ہے کہ زمانہ حاضرہ کا سوشلزم دراصل اسلام کے پیش کردہ حقیقی سوشلزم کا ایک ناقص چربہ ہے کیونکہ موجودہ زمانہ کا سوشلزم بھی عشرت پسندی اور سرمایہ داری سے خالی نہیں ہے۔

سچا سوشلزم دُنیا کے سامنے صرف صحابۂ کرام نے پیش کیا ہے، دولت اور سب کچھ ہونے کے باوجود وہ نہایت سادہ اور غریبانہ زندگی بسر کرتے تھے۔ معمولی مکان، موٹا کپڑا اور غریبوں جیسی غذا سے زیادہ ہر چیز کو اپنے لئے ناجائز تصور کرتے تھے ان کے پاس ضروریاتِ زندگی سے زیادہ جو کچھ ہوتا تھا وہ غریبوں اور محتاجوں کے لئے وقف تھا۔

اسلامی افکار



اسلام کی دوسرے مذاہب کے ساتھ رواداری

یہ مذہب ساری دُنیا کے لئے محبت کا پیغام لے کر آیا ہے

(از جناب طالب الرحمٰن سلیم۔ ایم۔ اے)

اسلام دنیا کا پہلا اور آخری مذہب ہے جو صرف مسلمانوں ہی کے لئے نہیں ہے بلکہ ساری دنیا کے لئے محبت کا پیغام لے کر آیا ہے اور جس کا مقصد یہ ہے کہ کل نوعِ انسانی کو بلا امتیاز مذہب و ملت محبت کے رشتہ میں منسلک کر دے۔ ذیل کے فاضلانہ مقالہ میں اسلام کے اسی امتیازی پہلو پر روشنی ڈالی گئی ہے اور اُن مخالفین اسلام کو دندان شکن جواب دیا گیا ہے جو اسلام پر علیحدگی پسندی کا الزام لگاتے رہتے ہیں۔ اُمید ہے کہ یہ مضمون ہمارے ناظرین کے حلقہ میں دلچسپی کے ساتھ پڑھا جائے گا۔

اسلام سے قبل ساری دُنیا مختلف فرقوں اور قبیلوں بٹی ہوئی تھی۔ اور مذہبی منافرت اس حد تک بڑھی ہوئی تھی کہ ایک مذہب کے ماننے والے دوسرے مذہب والوں کو صفحۂ ہستی سے مٹا ڈالنا چاہتے تھے۔ چنانچہ اسی مذہبی تفریق کی بنا پر بڑی بے دردی کے ساتھ نہ صرف بنی نوعِ انسان کا خون بہہ رہا تھا۔ بلکہ بے شمار بستیاں ویران ہوگئی تھیں لیکن اسلام کا یہ کارنامہ بے مثال ہے کہ اُس نے جلوہ گر ہوکر مذہبی تفریق کو ختم کر دیا۔ اور نوعِ انسانی کو ایک ایسی رواداری اور محبت کا پیغام دیا جو دنیا کی تاریخ میں آگے چل کر ایک زبردست انقلاب کا باعث بنا۔

اسلام کے اِس عظیم اور بے مثال کارناموں کا ذکر کرتے ہوئے ایک مغربی [illegible] ڈی اسکاٹ نے لکھا ہے "اسلام ایک طرف تو اپنے بنیادی عقائد میں معمولی سی لچک کو بھی برداشت نہیں کرسکتا۔ لیکن دوسری جانب اِس مذہب کی رواداری کا یہ عالم ہے کہ وہ اپنے عقائد کے مخالفین کو پوری آزادی دیتا ہے اور اپنی مملکت میں اُن کے لئے ہر قسم کے تحفظ کی گارنٹی بھی دیتا ہے۔ ویسے عام لوگوں کو اسلام کے دو متضاد کرداروں کو سمجھنے میں اکثر دشواری پیش آتی ہے۔ لیکن اگر وہ اسلام کا مطالعہ کریں تو پھر یہ بات بالکل صاف ہو جاتی ہے کہ اسلام جہاں اپنے عقائد کی صحت کا علمبردار ہے۔ وہاں وہ دوسرے مذاہب کے ماننے والوں کے عقیدہ کی آزادی کو بھی تسلیم کرتا ہے۔ وہ مذہب کو خدا اور انسان کے درمیان لوگوں کا ذاتی اور نجی معاملہ تصور کرتا ہے۔ اور اُس کی رائے یہ ہے کہ ہر شخص کو اس بات کی پوری آزادی حاصل ہے کہ وہ جس طرح چاہے اپنے پروردگار کے ساتھ معاملہ رکھے۔ اسی لئے اسلام دوسرے مذہب کے ماننے والوں سے نفرت کی تعلیم دینے کی بجائے اُن کے ساتھ دوستی اور محبت کی ترغیب دیتا ہے۔ اور شمشیر کے ذریعہ سے نہیں بلکہ تبلیغ کے ذریعہ سے اُنھیں سیدھے راستہ پر لانے کی ہدایت کرتا ہے۔"

ڈی ڈی اسکاٹ نے اسلام کے دوسرے مذاہب کے ساتھ جس رواداری کے کردار پر اظہار خیال کیا ہے اگر اُسے مذاہب کی تاریخ کی روشنی میں دیکھا جائے تو اسلام کے اِس کردار کی اہمیت اور بھی بڑھ جاتی ہے۔ اسلام سے پہلے دُنیا میں جو دوسرے مذاہب رُونما ہوتے رہے ہیں اُن میں عیسائیت یہودیت۔ بدھ مت اور ہندو مذہب خصوصیت کے ساتھ

قابلِ ذکر ہیں۔ چنانچہ تاریخ بتاتی ہے کہ دیگر مذاہب کے ساتھ اِن کا طرزِ عمل اسلام سے بالکل مختلف تھا۔ مثلاً عیسائیت نے مذہب کی حیثیت سے کسی زمانہ میں بھی دوسرے مذاہب کے ساتھ رواداری کا برتاؤ نہیں کیا حتیٰ کہ دورِ وسطیٰ میں عیسائیوں کو دوسرے مذہبوں، قدیم فلسفوں اور تہذیبوں کے مطالعہ تک کی اجازت نہیں تھی۔ یہودیت نے تمام دیگر مذاہب کو کمتر درجہ کا قرار دیدیا تھا۔ بودھوں نے اپنے مذہب کو ایک ایسے دائرہ میں محدود کر دیا تھا کہ وہ دیگر مذاہب سے بےتعلق ہوگئے تھے۔ اور جہاں تک ہندو دھرم کا تعلق ہے اُس میں اُن لوگوں کے ساتھ بھی رواداری کی کوئی گنجائش موجود نہیں تھی جو ہندو کہلانے کے باوجود کسی نیچی ذات سے تعلق رکھتے تھے۔

اِس سے یہ بات بالکل واضح ہو جاتی ہے کہ ظہورِ اسلام کے وقت پوری دُنیا مذہبی منافرت کا شکار بنی ہوئی تھی۔ اور اسلام کو مذہبی نفرت دُور کرنے کا کام اِن ہی ناموافق حالات میں شروع کرنا پڑا تھا۔ لیکن اُس نے اِس بڑے اور مشکل کام کو محض مذہبی رواداری کے اعلان ہی تک محدود نہیں رکھا تھا بلکہ عملی طور پر دیگر مذاہب کے ساتھ رواداری قائم کر کے دکھا دی تھی۔

اِس سلسلہ میں اسلام کی تاریخ کا روشن ترین واقعہ یہ ہے کہ خود آنحضرت صلعم نے مسجدِ نبویؐ میں یہودیوں کو اُن کے اپنے طریقہ پر نماز دُعا ادا کرنے کی اجازت عطا فرما دی تھی۔ اور خلفائے راشدین رضؓ نے نہ صرف اپنی زندگی ہی میں ہمیشہ غیر مسلموں کی مذہبی آزادی کا تحفظ کیا تھا بلکہ وہ اپنی وفات کے وقت اُن تمام مذہبی رواداریوں کے معاہدوں کی پابندی کی وصیت بھی کر گئے تھے جو آنحضرتؐ کے زمانہ سے یہودیوں اور عیسائیوں کے ساتھ کئے جاتے رہے تھے اور جن میں سے بیشتر کا مقصد اُن کی مذہبی خصوصیات کو برقرار رکھنا اور اُس کا تحفظ کرنا تھا۔

مسلمان اپنے اقتدار کے زمانے میں اپنی اِس مذہبی رواداری کو جس طرح برقرار رکھتے تھے تاریخ اُس کے تذکروں سے بھری پڑی ہے۔ مثال کے طور پر حضرت عمر بن عبدالعزیز رضؓ کے دورِ خلافت میں دمشق کے ایک عیسائی اور ایک مسلمان حسان بن مالک کے درمیان اُس گرجا کی ملکیت پر تنازعہ کھڑا ہو گیا تھا جسے ایک عیسائی امیر نے بطورِ عطیہ حسان بن مالک کو دیدیا تھا۔ عیسائیوں کا دعویٰ یہ تھا کہ گرجا عیسائیوں کی عبادت گاہ ہے اس لئے اُس پر کسی غیر عیسائی کا قبضہ نہیں ہو سکتا۔ یہ معاملہ جب حضرت عمر بن عبدالعزیز رضؓ کے رُوبرو پیش ہوا تو اُنھوں نے اس کا فیصلہ اِسی بنا پر عیسائیوں کے حق میں فرما دیا کیونکہ اسلام کے عام اعلان اور مختلف معاہدوں کی بنیاد پر غیر مسلموں کی عبادت گاہوں کے تحفظ اور عبادت کرنے کی آزادی کو برقرار رکھنے کی ذمہ داری مسلمانوں پر عائد ہوتی ہے۔ اور اِس لئے اِس گرجا پر کسی مسلمان کی ملکیت کو تسلیم نہیں کیا جا سکتا تھا۔ لہٰذا اِس گرجا کو حسان بن مالک کی جائیداد سے خارج کر کے اُسے عیسائیوں کے حوالے کر دیا گیا تھا۔

ولید بن ہشام بیان کرتے ہیں کہ حضرت عمر بن عبدالعزیز رضؓ نے مجھے علاقہ قنسرین کا حاکم مقرر کیا تھا۔ میرے وہاں جانے کے کچھ روز بعد وہاں کے غیر مسلموں نے خلیفۂ وقت کے پاس یہ شکایت بھیجی کہ بہت سے مسلمانوں نے ہمارے مکانات پر ناجائز طریقہ پر قبضہ کر لیا ہے۔ لہٰذا ہمارے اِن مکانات کو مسلمانوں سے خالی کرایا جائے۔ اِس شکایت کی بنا پر حضرت عمر بن عبدالعزیز رضؓ نے مجھے حکم دیا کہ اِس علاقہ کے مکانات پر مسلمانوں کی حکومت کے قیام کے بعد سے اب تک جن مسلمانوں نے ناجائز طریقہ سے قبضہ کیا ہے اُن سب کو وہاں سے بےدخل کر دیا جائے۔

ولید بن ہشام کا بیان ہے کہ جانچ پڑتال کے بعد جب اِن مسلمانوں کو نکالا جانے لگا جنہوں نے کہ ناجائز طور پر غیر مسلموں کے مکانات پر قبضہ کر رکھا تھا تو اِن مکانات کے مالک غیر مسلموں نے خود ہی اُنہیں یہ کہہ کر مکانات کے خالی کرنے سے روک دیا کہ ہمارا مقصد اِن مکانات کا خالی کرانا نہیں تھا بلکہ یہ دیکھنا تھا کہ مسلمان ہمارے حق کو تسلیم کرتے ہیں یا نہیں۔ اب ہم مسلمانوں سے مطمئن ہوگئے اور بخوشی اِن مکانات میں مسلمانوں کو آباد رہنے کی اجازت دیتے ہیں۔

تاریخ کا یہ واقعہ اگرچہ براہِ راست مذہبی رواداری اور تحفظ کے ساتھ تعلق نہیں رکھتا کیونکہ یہ ایک معاشرتی معاملہ تھا لیکن اِس سے اِس بات کی تصدیق ضرور ہو جاتی ہے کہ مسلمانوں میں غیر مسلموں کے ساتھ

(باقی صفحہ ۴۹ پر)

مشاہیر اسلام



فاتح اسلام میں سلطان ارخان

اس مرد مجاہد نے پورے یورپ پر شہنشاہی کی ہے

(از شوکت علی فہمی)

اسلام نے کیسے کیسے با حوصلہ اور مایۂ ناز حکمراں پیدا کیے ہیں۔ اس کا اندازہ سلطنتِ عثمانیہ کے نامور فرمانروا سلطان ارخاں کے حالات سے بخوبی کیا جا سکتا ہے۔ اس مرد مجاہد نے آٹھویں صدی ہجری کے وسط میں سلطنتِ عثمانیہ ترکیہ کی بنیادوں کو اس قدر مستحکم کر دیا تھا کہ اسے پورے یورپ کے شہنشاہ کی حیثیت حاصل ہو گئی تھی۔ یہ جسے چاہتا یورپ میں تخت پر بیٹھا دیتا اور جسے چاہتا تھا معزول کر دیتا تھا۔ یہاں تک کہ قیصر قسطنطنیہ بھی ہر وقت اُس کی نظر کرم کا محتاج دکھائی دیتا تھا۔

یورپ کے تنگ نظر عیسائیوں کے لئے یہ چیز بے حد تکلیف دہ تھی کہ یورپ کی سرزمین پر بھی "سلطنت عثمانیہ ترکیہ" کے نام سے ایک اسلامی سلطنت قائم ہے اور اسی لئے اس اسلامی سلطنت کو بیخ و بن سے اکھاڑ پھینکنا چاہتے تھے۔ چنانچہ سلطان عثمان خاں غازی کے مرنے کے بعد جب اُن کا لائق فرزند ارخاں تخت نشین ہوا تو پورے یورپ میں اسلام اور مسلمانوں کے خلاف پروپگنڈا شروع ہو گیا اور یہ کہا جانے لگا کہ مسلمان درندے اور وحشی ہیں یہ عیسائیوں کو غلام بنانا چاہتے ہیں۔ لہٰذا پورے یورپ کو متحد ہو کر سلطنتِ عثمانیہ ترکیہ کا تختہ الٹ دینا چاہیے اور اس پروپگنڈے کا نتیجہ یہ نکلا کہ ایک طرف تو یورپ کی عیسائی حکومتیں سلطنتِ عثمانیہ ترکیہ کے خلاف جنگ کی تیاریوں میں مصروف ہو گئیں اور دوسری جانب ایشیائے کوچک میں قیصرِ قسطنطنیہ کے پٹھوؤں نے سلطان ارخاں کے خلاف بغاوت برپا کر دی۔

سلطان ارخاں اپنے دور کا بہت بڑا مدبر اور حوصلہ مند حکمراں تھا اُس نے ایک طرف تو ایشیائے کوچک کی تمام بغاوتوں کو دبا دیا۔ اور دوسری جانب سلطنتِ عثمانیہ ترکیہ کو فوجی اعتبار سے اس قدر مستحکم بنا لیا کہ وقت آنے پر پورے یورپ کا مقابلہ کیا جا سکے۔ اس کے علاوہ اس مدبر نے مسیحی پروپگنڈے کا توڑ کرنے کیلئے یہ عام اعلان کر دیا:

"سلطنتِ عثمانیہ ترکیہ میں عیسائیوں کو وہی درجہ اور حقوق حاصل ہوں گے جو مسلمانوں کو حاصل ہیں۔ اُن کے گرجے اور معابد محفوظ رہیں گے۔ نئے گرجوں اور معابدوں کی تعمیر کی کامل آزادی ہوگی۔ عیسائیوں کی جان اور مال اور آبرو کے تحفظ کی سلطنت ترکیہ ذمہ دار ہوگی۔ اگر کسی عیسائی کو ایک خراش بھی آئے گی تو ایسا کرنے والے کو سخت سزا دی جائے گی اور عیسائیوں کو اُن کے نقصانات کا معاوضہ دیا جائے گا۔"

سلطان ارخاں نے صرف یہ اعلان ہی نہیں کیا بلکہ عیسائیوں کو سلطنتِ عثمانیہ میں ایسی سہولتیں دیں جو انہیں خود عیسائی حکومتوں میں بھی حاصل نہ تھیں۔ جس کا نتیجہ یہ ہوا کہ پادریوں کا اسلام کے خلاف سارا پروپگنڈا ناکارہ بن کر رہ گیا۔ اور سلطنتِ عثمانیہ کے عیسائی اُس سلطنت کو خود اپنی سلطنت سمجھنے لگے۔ اس کے بعد سلطان نے ایک اور اعلان کیا۔

"میں اپنے لئے عیسائی نوجوانوں کی ایک ایسی فوج تیار کرنا چاہتا ہوں۔ جس کا ہر فرد میرا بیٹا تصور کیا جائیگا ان نوجوانوں کو وہی سہولتیں حاصل ہونگی جو میری اولاد کو حاصل ہو سکتی ہیں

اس کے علاوہ وہ سلطنت خود ان کی پرورش اور تربیت کی ذمہ دار ہوگی انھیں اسلامی تعلیمات سے بھی آگاہ کیا جائے گا اور ان کی تربیت اسلامی اصول پر کی جائے گی۔ ان کو اختیار ہوگا خواہ اپنے آبائی مذہب پر قائم رہیں یا اسلام قبول کرلیں لیکن ہر حال میں یہ میرے دست راست شمار کئے جائیں گے

سلطان ارخاں کے اس اعلان کے بعد ہزاروں عیسائی نوجوان سلطان کی ذاتی فوج میں شامل ہوگئے۔ اس ذاتی فوج کا نام "ینگ چری" رکھا گیا تھا۔ اس فوج میں جو نوجوان شامل تھے انہیں غیر معمولی شان اور عظمت حاصل تھی۔ یہ سب کے سب سلطان کے بیٹے سمجھے جاتے تھے۔ اور ان سب نے بخوشی دین اسلام قبول کرلیا تھا۔ عام عیسائیوں کا تو ذکر ہی کیا ہے۔ عیسائی امرا کی بھی یہ کوشش رہتی تھی کہ سلطان ان کے نوجوان بیٹوں کو قبول کرلیں۔ اور انہیں بڑی دشواری سے کامیابی حاصل ہوتی تھی۔ چنانچہ آگے چل کر اس "ینگ چری" فوج نے عظیم الشان کارنامے انجام دیئے ہیں وہ ہمیشہ تاریخ میں یادگار رہیں گے۔

حقیقت یہ ہے کہ سلطان ارخاں نے جیسی رواداری کا نمونہ یورپ کے سامنے پیش کیا ہے وہ آپ ہی اپنی مثال ہے۔ چنانچہ حالت یہ تھی کہ ہزاروں عیسائی مسیحی ممالک سے ترک وطن کرنے کے بعد سلطنت ترکیہ میں آکر آباد ہوگئے تھے۔ ترکی میں جتنے بھی مدارس تھے وہ مسلمانوں اور عیسائیوں کے لئے عام تھے۔ ان مدارس میں مسلمان طلبا کی طرح عیسائی طلبا کو بھی مفت تعلیم دی جاتی تھی۔ اور ہر مدرسہ میں عیسائیت کی تعلیم کے لئے مخصوص انتظام تھا۔ تاکہ عیسائی اپنی مذہبی تعلیم سے بھی واقف ہوسکیں۔

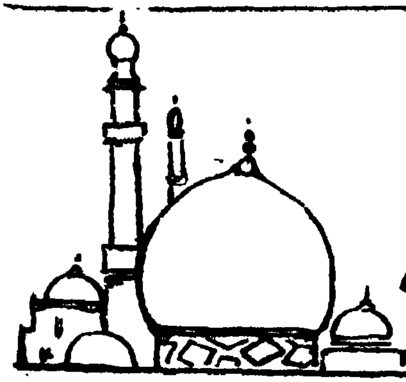
سلطان ارخاں کے محل میں ملکہ تھیوڈرا کو غیر معمولی عظمت حاصل تھی۔ یہ ملکہ قیصر قسطنطنیہ کی بیٹی تھی۔ جو ہنوز مسیحی مذہب پر قائم تھی۔ قیصر قسطنطنیہ نے خود سلطان ارخاں سے اس بات کی خواہش کی تھی کہ وہ اپنی بیٹی تھیوڈرا کی شادی سلطان کے ساتھ کرنا چاہتا ہے۔ جسے سلطان نے قبول کرلیا تھا۔ چنانچہ سلطان ملکہ تھیوڈرا کو بیاہنے کے لئے خود قسطنطنیہ گیا تھا۔ اور بڑے عزت اور احترام کے ساتھ اسے بیاہ کر لایا تھا

سلطان ارخاں کے دربار میں نہ صرف قیصر قسطنطنیہ بلکہ فرانس جرمنی، اٹلی اور دوسرے یورپین ممالک کے سفرا برابر حاضر رہتے تھے اور سلطان کا ایک شہنشاہ کی طرح احترام کرتے تھے۔ سلطان بھی ان کے ساتھ بڑی رواداری اور محبت کے ساتھ پیش آتا تھا۔ یورپ کے اگر دو ملکوں میں کوئی جھگڑا کھڑا ہوتا تھا تو سلطان ارخاں ہی کو ثالث بنایا جاتا تھا۔ اور سلطان جو بھی فیصلہ کرتا تھا اسے فریقین بے چون و چرا تسلیم کرلیتے تھے۔

اس زمانہ میں سلطنت قسطنطنیہ سب سے بڑی اور سب سے طاقتور عیسائی سلطنت شمار کی جاتی تھی۔ لیکن اس کے باوجود بھی اس کے حکمراں سلطان ارخاں کی نظر کرم کے محتاج دکھائی دیتے تھے۔ سابق قیصر قسطنطنیہ چونکہ سلطنت عثمانیہ کے خلاف برابر سازشیں کرتا رہا تھا۔ اس لئے سلطان ارخاں نے شہزادہ کنٹا کوزینس کو مدد دیکر بغاوت کیلئے آمادہ کردیا اور قیصر کو تخت سے معزول کرکے شہزادہ کنٹا کوزینس کو قسطنطنیہ کا قیصر بنا دیا تھا۔ ملکہ تھیوڈرا اسی کنٹا کوزینس کی بیٹی تھی

۱۳۵۶ء میں وینس اور جینوا کی سلطنتوں میں بحر روم کے ساحلی علاقوں اور بندرگاہوں کی نسبت جھگڑا پیدا ہوا۔ وینس اور جینوا دونوں ہی اس زمانہ کی بہت بڑی بحری طاقتیں شمار کی جاتی تھیں اور ان دونوں نے پورے بحر روم پر اپنا قبضہ اور اقتدار قائم کر رکھا تھا۔ ان دونوں میں جب جھگڑا بڑھا تو دونوں ہی نے سلطان ارخاں سے مدد کی درخواست کی لیکن سلطان ارخاں وینس والوں کو اچھی نظر سے نہیں دیکھتا تھا کیونکہ وینس والے بار بار سلطنت عثمانیہ کے ساحلی علاقوں پر لوٹ مار کرچکے تھے۔ لہٰذا سلطان ارخاں نے وینس والوں کو مدد دینے سے انکار کردیا اور جینوا والوں کا پشت پناہ بن گیا۔ چنانچہ سلطان کی بدولت جینوا والوں کو عظیم الشان فتح حاصل ہوئی اور وینس والوں کو شکست اور ناکامی کا منہ دیکھنا پڑا۔ حقیقت یہ ہے کہ سلطنت عثمانیہ اس زمانہ میں یورپ بیچ یورپ کی سب سے بڑی سلطنت تھی۔ یورپ کے ملکوں کی قسمتیں سلطان ارخاں کے ہاتھ میں تھیں۔ یہ حوصلہ مند سلطان جو چاہتا تھا یورپ میں کرگزرتا تھا اور واقعی اسے پورے یورپ میں ایک شہنشاہ کا درجہ حاصل تھا۔

سلطان ارخاں اسلام کا وہ مایہ ناز حکمراں ہے جس نے سلطنت عثمانیہ کو وسعت دے کر یورپ کے ساحل تک پہنچا دیا تھا۔ اس نے اپنی مملکت میں نئے نئے شہر آباد کئے تھے۔ (باقی مضمون صـ۲۹ پر)



تاریخ اسلام کا ایک ورق

دختران اسلام کی سرفروشی

میدان جنگ میں خواتین اسلام کے کارنامے

(از شوکت علی فہمی)

اسلام کی مجاہدانہ تعلیم نے مردوں ہی میں نہیں بلکہ مسلم خواتین میں بھی کس بلا کا دینی جوش اور ولولہ پیدا کر دیا تھا اس کا اندازہ ذیل کے مقالہ سے ہو سکتا ہے - تاریخ ہمیں بتاتی ہے کہ دور اول اور دور وسطیٰ میں مسلم خواتین نے بڑی پامردی کے ساتھ مردوں کے دوش بدوش میدان کارزار میں بڑے ہی عظیم الشان کارنامے انجام دیئے ہیں -

آج دنیا کے مختلف حصوں میں مسلم سلطنتوں کا جو وسیع جال پھیلا ہوا ہے اُن کی بنیادوں میں مردوں کی طرح مسلم خواتین کا بھی خون موجود ہے یہ ایک تاریخی حقیقت ہے کہ طلوع اسلام کے بعد ہی سے مسلم خواتین نے جیسی سرفروشی اور جانبازی کا ثبوت دیا ہے وہ آپ ہی اپنی مثال ہے

پندرہویں صدی ہجری میں یرموک کا معرکہ گرم تھا - دمشق کی شکست کے بعد رومی عیسائی بری طرح بپھرے ہوئے تھے - اور اُنھوں نے ایک لشکر عظیم مسلمانوں کے مقابلہ پر لا کر کھڑا کر دیا تھا حضرت خالد بن ولید بڑی پامردی کے ساتھ اُن کا مقابلہ کر رہے تھے لیکن اس جنگ میں سب سے زیادہ پیش پیش حضرت خالد بن ولید کی بھانجی صفیہ بنت وہب تھیں جو بڑھ بڑھ کر دشمن پر وار کر رہی تھیں - وہ اگرچہ زخمی ہو چکی تھیں لیکن پھر بھی اُن کی تلوار بجلی کی طرح چمک رہی تھی - اور اُن کی ہمت اور شجاعت نے پورے اسلامی لشکر میں ایک نئی زندگی اور روح پھونک دی تھی آخر اس جنگ کا نتیجہ یہ نکلا کہ رومیوں کو شکست فاش ہوئی -

صفیہ بنت وہب کا جذبۂ جہاد اس قدر بڑھا ہوا تھا کہ اُنہیں یہ جذبہ گھر میں آرام سے بیٹھنے ہی نہیں دیتا تھا - جب بھی اُنہیں موقع ملتا تھا وہ کسی نہ کسی معرکہ میں ضرور شریک ہو جاتی تھیں - چنانچہ قنسرین کی جنگ میں اُنھوں نے بڑے ہی عظیم الشان کارنامے انجام دیئے ہیں حضرت خالد بن ولید ایک باپ کی طرح اپنی اس بھانجی سے محبت کرتے تھے - اور کہا کرتے تھے کہ "صفیہ کا وجود پوری عرب قوم کے لئے باعث فخر ہے"

حبیبہ بنت ہاشم بھی اسلام کی ایک مایہ ناز بیٹی تھیں - انھوں نے سنہ ۲۲ ہجری میں آذربائیجان کے معرکہ میں بڑی ہی جانبازی کا ثبوت دیا ہے یہ عین عالم جوانی میں بیوہ ہو گئیں تھیں - بیوہ ہونے کے بعد انھوں نے نکاح ثانی نہیں کیا بلکہ اپنی باقی زندگی اسلام کے لئے وقف کر دی تھی -

سنہ ۲۲ ہجری میں جب ایرانی آتش پرستوں کے ساتھ مسلمانوں کی جنگ جاری تھی تو یہ متعدد معرکوں میں حصہ لیتی رہی ہیں - آذربائیجان کے معرکہ میں ان کے والد ہاشم بن عتبہ اسلامی لشکر کے ایک دستہ کے سپہ سالار تھے - اور یہ بھی اس معرکہ میں اپنے والد کے ہمراہ جنگ میں مصروف تھیں - اس جنگ میں جب ایرانیوں نے پوری طاقت سے مسلمانوں پر حملہ کیا تو حبیبہ بنت ہاشم تلوار سونت کر میدان میں آگئیں اور اُنھوں نے بڑی ہی پامردی اور جانبازی کا ثبوت دیا - حبیبہ نے ایرانیوں کے قلب لشکر میں گھس کر اُن کی فوجوں کو درہم برہم کر دیا اور آخر مسلمانوں کو آتش پرستوں پر فتح حاصل ہوئی -

ان کی شادی نامور صاحب سیف عثمان بن حارث سے ہوئی تھی - جب حارث کا انتقال ہو گیا - تو انھوں نے تلوار سنبھال لی اور کہا کرتی تھیں کہ میرے شوہر کو سپاہیانہ زندگی بے حد پسند تھی - اس لئے

میرا عقیدہ ہے کہ میری سپاہیانہ زندگی سے ایک طرف تو میرے شوہر کی روح کو سکون حاصل ہوگا اور دوسری جانب میں اس طرح اسلام کی خدمت بھی انجام دے سکوں گی۔ غرضکہ جب تک یہ زندہ رہیں برابر مختلف معرکوں میں حصہ لیتی رہیں۔

اسی طرح عاصمہ بنت عدی بھی بڑی دلیر خاتون تھیں۔ ان کے والد عدی اپنے زمانہ کے ایک نامور مجاہد تھے۔ انھوں نے اپنی بیٹی عاصمہ کی اس انداز سے تربیت کی تھی کہ وہ جوان ہونے کے بعد ایک نہایت ہی حوصلہ مند سپاہی ثابت ہوئیں۔ عاصمہ فنون جنگ سے خوب واقف تھیں۔ شہ سواری اور تیر اندازی میں اپنا جواب نہیں رکھتی تھیں۔ انھوں نے متعدد معرکوں میں نہایت ہی عظیم الشان کارنامہ انجام دئے ہیں۔

سنہ ۱۹ھ میں جب قیساریہ کے مورچہ پر رومیوں سے جنگ جاری تھی تو اس وقت اس مایہ ناز خاتون نے جو عظیم الشان کارنامے انجام دئے ہیں وہ ہمیشہ تاریخ میں یادگار رہیں گے۔ اس معرکہ میں سپہ سالاری کے فرائض عاصمہ کے باپ عدی انجام دے رہے تھے کہ اچانک رومیوں نے بے شمار فوج مسلمانوں کے مقابلہ پر لاکر جھونک دی جس کا نتیجہ یہ نکلا کہ مسلمان پیچھے ہٹنے لگے۔ اور یہ اندیشہ پیدا ہو گیا کہ مسلمانوں کو شکست ہو جائے گی۔

عاصمہ بنت عدی نے یہ کیفیت دیکھی تو وہ گھوڑے پر سوار شمشیر برہنہ سونتے ہوئے اگلے مورچہ پر جا پہنچیں اور انھوں نے پیچھے ہٹنے والے مجاہدین کو للکار کر کہا کہ یہ نہ سمجھو کہ تمہارا یہ قدم جو پیچھے ہٹ رہا ہے تمہیں جہنم کی طرف لئے جا رہا ہے۔ موت یقینی ہے پھر موت سے کیوں ڈرتے ہو۔ اگر جان ہی دینی ہے تو پیچھے ہٹ کر نہیں بلکہ آگے بڑھ کر دو تا کہ تمہیں دین کی سعادت نصیب حاصل ہو سکے اور یہ کہتے ہوئے دشمنوں کی صفوں پر عاصمہ ٹوٹ پڑیں۔ ان کی تقریر اور جرأت نے اسلامی لشکر میں نیا حوصلہ پیدا کر دیا۔ اور پھر اس کے بعد مجاہدین اسلام نے ایسی ہمت اور جرأت سے حملہ کیا کہ دشمنوں کی صفوں میں زلزلہ آ گیا۔ اور بڑی ہی گھمسان کی جنگ چھڑ گئی۔ عاصمہ کی حالت یہ تھی کہ اس مجاہدہ خاتون کی تلوار بجلی کی طرح اپنا کام کر رہی تھی۔ وہ جدھر بھی جاتی تھیں لاشوں کے پشتے لگا دیتی تھیں۔ غرضکہ عاصمہ بنت عدی کے استقلال اور ہمت نے جنگ کا پانسہ ہی پلٹ دیا۔ کئی روز تک شدید خونریز جنگ جاری رہی۔ آخرکار رومی فوج کے قدم اکھڑ گئے اور عاصمہ بنت عدی کی حوصلہ مندی کی بدولت مسلمانوں کو عظیم الشان فتح حاصل ہوئی۔

عاصمہ کی طرح سلمیٰ بنت زارع بھی اسلام کی ایک مایہ ناز خاتون ہوئی ہیں۔ جنھوں نے کہ میدان کارزار میں بڑے ہی شاندار کارنامے انجام دئے ہیں۔ یہ ابتدا میں زخمی سپاہیوں کی مرہم پٹی کیا کرتی تھیں۔ اُن کے لئے کھانا تیار کراتی تھیں۔ اور اُن کے آرام و آسائش کا اہتمام ان کے ذمہ تھا۔ لیکن بعد میں تلوار لے کر میدان جنگ میں نکل آئی تھیں۔

سنہ ۱۹ھ میں جبکہ سنجورا کے میدان میں کفار مسلمانوں پر ٹوٹ پڑے تھے تو انھوں نے ایسی جرأت اور بہادری کے ساتھ دشمنان اسلام کا مقابلہ کیا تھا۔ کہ بڑے بڑے ماہرین جنگ بھی انکی جرأت کو دیکھ کر حیران رہ گئے تھے۔ انھوں نے صرف دو ڈھائی سو مجاہدین کو ساتھ لے کر نہایت خاموشی سے کفار کے لشکر پر پیچھے سے جا کر اچانک حملہ کر دیا۔ ان کے حملہ سے کفار نے یہ سمجھا کہ مسلمانوں کی تازہ دم کوئی بڑی فوج عقب سے حملہ آور ہوئی ہے۔ کفار گھبرا گئے اور انہیں بری طرح شکست ہوئی۔

حمنہ بنت جحش اُم المومنین حضرت زینب کی بہن تھیں۔ یہ بڑی ہی بہادر خاتون تھیں جو اکثر معرکوں میں شریک رہی ہیں۔ اُحد کی لڑائی میں یہ مجاہدین کو پانی پلایا کرتی تھیں۔ زخمیوں کو میدان جنگ سے اٹھا کر لیجایا کرتی تھیں۔ اور اُن کی مرہم پٹی کیا کرتی تھیں یہ خیبر کی لڑائی میں بھی شامل تھیں۔ انہیں مجاہدین کی خدمت کا بڑا شوق تھا۔

حسین بن ادریس ترکمان کی بیٹی سُندہ بنت حسین نہایت ہی ہوشمند اور جانباز خاتون ہوئی ہیں انھوں نے اپنی زندگی میں بڑے بڑے انقلابات دیکھے تھے۔ انہوں نے اپنے شوہر کی موت کے بعد خود بغداد کے تخت پر قبضہ کر لیا تھا۔ محمد شاہ کاتر اہ یوسف نے جب بغداد پر چڑھائی کی تو انھوں نے مسلسل ایک سال تک مردانہ وار اُس کا مقابلہ کیا۔ بصرہ میں الحراب کے ساتھ یہ بڑی بہادری سے لڑیں اور جزیرہ واسط پر بزور شمشیر قبضہ کر لیا۔ جس کے بعد پوری قلمرو میں اُن کے نام کا سکہ اور خطبہ جاری ہوا (باقی صـ ۲۹ پر)

تاریخ ہند



غیر مسلموں کے عقائد کا احترام

شاہان ہند کی رواداری اور جزیہ کی حقیقت

(از جناب خلیق احمد نظامی)

یہ مضمون اُن متعصب مورخوں کی آنکھیں کھول دینے کے لئے کافی ہے۔ جو شاہان ہند کو غیر مسلموں کا دشمن نمبر اول ثابت کرنے کے لئے بے بنیاد واقعات کی تشہیر کر رہے ہیں۔ یہ تاریخی مقالہ جناب خلیق احمد نظامی کی کتاب "سلاطین دہلی کے مذہبی رجحانات" سے ماخوذ ہے۔ ہمکو امید ہے کہ یہ مقالہ ہمارے ناظرین کے حلقہ میں مزید معلومات کا باعث ہوگا

علاقہ سندھ کو مملکت اسلامیہ میں شامل کرنے کے بعد محمد بن قاسم نے اِس ملک کے ہندو باشندوں کے ساتھ جو حسن سلوک روا رکھا تھا وہ تاریخ کا ایک ایسا واقعہ ہے جسے کسی زمانہ میں بھی فراموش نہیں کیا جاسکتا۔ لیکن اِس کے بعد جب مسلمانوں نے ہندوستان کے دیگر علاقوں کو فتح کرنے کے بعد وہاں اپنی حکومتیں قائم کرنی شروع کیں تو یہ سوال پیدا ہوا کہ ہندوؤں کے ساتھ مستقل طور پر کیا سلوک کیا جائے۔

خلفائے راشدین کے عہد میں جب مسلمانوں نے روم اور ایران کی قدیم اور عظیم الشان سلطنتوں کو فتح کیا تھا تو اُس وقت بھی یہی سوال پیدا ہوا تھا کہ اِن ممالک کے غیر مسلموں کے ساتھ اسلامی حکومت کا طرز عمل کیا ہونا چاہیئے اور اُس وقت اس سوال کا جواب اِس طرح دیا گیا تھا کہ غیر مسلم مختلف گروہوں میں منقسم ہیں۔ اور یہ گروہ اہل کتاب مشابہ اہل کتاب اور مشرکین پر مشتمل ہیں۔ اِن گروہوں کو پیش نظر رکھتے ہوئے خلفائے راشدین نے اسلامی ریاست کے لئے جو ضوابط مرتب کے رکھے اُن میں اہل کتاب اور مشابہ اہل کتاب کو تقریباً ایک ہی سطح پر رکھا گیا تھا۔ چنانچہ جب ہندوستان کی فتح کے بعد ہندوستان میں بھی یہی سوال پیدا ہوا تو یہاں کے مسلمان بادشاہوں نے خصوصاً سلاطین دہلی نے بھی یہ ہی فیصلہ کیا کہ ہندوؤں کو بھی مشابہ اہل کتاب کے گروہ میں [illegible] کے اُنہیں [illegible] حقوق دیئے جائیں جو اسلام نے مشابہ اہل [illegible] دئے تھے [illegible] اہل کتاب وہ گروہ ہے جو بظاہر تو اہل کتاب [illegible] نہیں ہے۔ لیکن اُن سے ملتا جلتا ہے۔

علمائے ہند اور سلاطین اسلام کے اِس فیصلہ کے بعد اس ملک کے ہندو باشندوں کو وہ تمام حقوق حاصل ہو گئے۔ جو خود مسلمانوں کو حاصل تھے۔ لیکن اُنہیں مسلمان نہ ہونے کی وجہ سے چونکہ فوجی خدمات انجام دینے کے لئے مسلمانوں کی طرح مجبور نہیں کیا جاسکتا اس لئے اُنہیں جزیہ کے نام پر ایک چھوٹی سی رقم ادا کرنی پڑتی تھی۔ لیکن اگر غیر مسلم اپنی رضامندی سے فوجی خدمات انجام دینے کے لئے تیار ہو جاتے تھے۔ تو اُنہیں جزیہ کی یہ رقم ادا نہیں کرنی پڑتی تھی اور اِس کے ثبوت میں مشہور مورخین طبری اور بلاذری نے ایسے بہت سے فرمان نقل کئے ہیں جن سے معلوم ہوتا ہے کہ جو غیر مسلم فوجی خدمات انجام دیتے تھے اُن سے جزیہ نہیں لیا جاتا تھا۔

اِس سلسلہ میں حضرت مولانا ابوالکلام آزاد نے ترجمان القرآن جلد دوم میں جزیہ کی بحث کے دوران لکھا ہے کہ "اگر ایک غیر مسلم فوجی خدمات سے انکار نہ کرے (جو خود اُس کے وطن کی حفاظت کے لئے ہوگی) تو وہ اسلامی حکومت میں آزادی اور حقوق کی ٹھیک ویسی ہی زندگی بسر کرے گا جیسی کہ ایک مسلمان بسر کرتا ہے۔ لیکن مسلمانوں

کی طرح اُسے کوئی ٹیکس مثلاً زکوٰۃ و صدقات ادا کرنے نہیں پڑیں گے۔"

پھر یہ بات بھی فراموش نہیں کرنی چاہیئے کہ اسلام نے غیر مسلموں کے لیے جزیہ کی جو رقم مقرر کی ہے وہ اسقدر قلیل ہے کہ جس کا اس گرانقدر ٹیکسوں کے زمانہ میں تصور بھی نہیں کیا جا سکتا۔ جزیہ کی مقدار حضرت امام ابو حنیفہؒ کے قول کے مطابق امرا کے لیے ۴۸ درہم سالانہ — متوسطین کے لیے ۲۴ درہم سالانہ اور کمانے والے غربا کے لیے ۱۲ درہم سالانہ اور بیکاروں، محتاجوں اور غریبوں کو جزیہ معاف تھا۔ درہم ایک چاندی کا سکہ تھا۔ جس کی مالیت ایک روپیہ سے بھی کم تھی۔

یہاں اس بات کو بھی ذہن نشین کر لینا چاہیئے کہ جزیہ کچھ مسلمانوں کی ایجاد نہیں تھی بلکہ یہ ٹیکس ظہور اسلام سے پہلے ہی رائج ہو چکا تھا — چنانچہ ایران اور روم میں بھی ایسے ٹیکس لیے جاتے تھے نوشیرواں عادل نے تو جزیہ کے ضوابط بھی مرتب کیے تھے۔ فرانس، جرمنی اور انگلستان میں بھی مختلف ناموں سے یہ ٹیکس وصول کیے جاتے تھے۔ حتٰی کہ خود ہندوستان میں قنوج کا گہرواڑ خاندان بھی ترشکی ڈنڈا کے نام سے جو ٹیکس وصول کرتا تھا۔ اُس کے بارے میں خیال ہے کہ وہ صرف مسلمانوں سے وصول کیا جاتا تھا۔ لیکن مسلمانوں نے اس ٹیکس کے سلسلہ میں جو کچھ کیا وہ یہ تھا کہ اول تو یہ بے حد کم تھا پھر اس کے بدلہ میں اُنھوں نے غیر مسلموں کو فوجی خدمات سے مستثنیٰ کر دیا تھا۔ اور اُنہیں اس بات کی اجازت دیدی تھی کہ اگر وہ اپنی رضامندی سے فوجی خدمات قبول کریں تو اُن سے یہ ٹیکس وصول نہیں کیا جائے گا۔

جزیہ کی اس معمولی سی رقم کو وصول کرنے کے بعد جزیہ ادا کرنے والے غیر مسلموں کے سلسلہ میں اسلام نے مسلمانوں پر جو ذمہ داری عائد کی ہے اُس کے مطابق مسلمانوں کے لیے ذمیوں کا خون اور مال مسلمانوں کے خون اور مال کی طرح حرام ہو جاتا ہے۔ اور وہ اِن غیر مسلموں کی مذہبی آزادی اور شہری حقوق کی حفاظت کے ذمہ دار سمجھے جاتے ہیں۔

ہندوستان کے مسلم سلاطین اسلام کے اس حکم پر جس سختی کے ساتھ عمل کرتے رہے ہیں اُس کا اندازہ اِس بات سے بخوبی کیا جا سکتا ہے کہ دارالسلطنت دہلی میں ہندو باشندے بادشاہوں کے محلوں اور بزرگانِ دین کی خانقاہوں اور مزارات کے قریب بے خوف و خطر مندر تعمیر کرتے رہے ہیں جہاں وہ بتوں کی پوجا کرتے تھے۔ جیسے کہ عین لال قلعہ دہلی کے سامنے ہندو مندر قائم تھے جو آج تک موجود ہیں اِن مندروں میں ناقوس بجائے جاتے تھے۔ اور قلعہ سے متصل دریا میں ہندو نہاتے تھے۔ لیکن کوئی مسلمان بھی ان کاموں میں مزاحم نہیں کرتا تھا۔ چنانچہ سلطان جلال الدین خلجی نے اپنے عہد حکومت کے حالات قلم بند کرتے ہوئے لکھا ہے "ہر روز ہندو ڈھول اور کرنا بجاتے ہوئے میرے محل کے نیچے سے گزرتے ہیں اور دریائے جمنا پر آکر بت پرستی کرتے ہیں اور احکام شرک کو ہماری آنکھوں کے سامنے رواج دیتے ہیں۔ مگر یہ سب کچھ ہمیں گوارہ کرنا پڑتا ہے۔"

صرف اسی قدر نہیں بلکہ مسلمانوں کے عہد حکومت میں ہندوؤں کے مذہبی معاملہ کی تبلیغ و اشاعت پر بھی کوئی پابندی نہیں تھی۔ حتیٰ کہ بعض مسلم اکابر خود بھی ہندو مذہب کی گہرائیوں کو سمجھنے کی جستجو کرتے رہتے تھے۔ چنانچہ تاریخ فرشتہ کے مصنف نے لکھا ہے کہ سکندر لودھی کے عہد حکومت میں ایک ہندو برہمن مسلمانوں کو درسی کتابیں بھی پڑھایا کرتا تھا۔

ہندوؤں کے مذہبی اجتماعات اور ان کی عبادت گاہوں کی تعمیر پر بھی مسلم سلاطین اور مسلم علما کی جانب سے کوئی پابندی نہیں تھی۔ چنانچہ دہلی کے پرانے قلعہ میں فارسی اور سنسکرت کا ایک کتبہ پایا گیا تھا جس سے معلوم ہوتا ہے کہ وہاں بارہ بیگم ارامی پر مسلمانوں کے عہد حکومت میں سری کرشن جی کا ایک مندر تعمیر کیا گیا تھا۔ غرضکہ مسلمانوں نے اپنے دور حکومت میں ہندوؤں کو جو مذہبی اور شہری آزادی دی تھی وہ تاریخ میں آپ ہی اپنی مثال ہے۔ اور ان کی اس مذہبی رواداری کی بدولت ہی اُس دور میں ہندو اور مسلمان میں مذہبی تفرقات کا کبھی کوئی مظاہرہ نہیں ہوا۔

بیاضِ کبیر کی ضرورت

جناب کبیرالدین کی مولفہ کتاب "بیاضِ کبیرؒ" کی ضرورت ہے۔ اگر کسی صاحب کے پاس موجود ہو تو قیمتاً عنایت فرمادیں۔ ایک طالب علم کیلئے ضرورت ہے۔ ح۔ الف معرفت ماہنامہ دین دنیا دہلی

فاتح اسلام سلطان ارخان

(باقی مضمون صفحہ ۲ سے)

تمام شہروں قصبوں اور دیہاتوں میں مسجدیں، مدرسے، سرائیں اور شفاخانے تعمیر کرائے تھے دریاؤں پر پل اور سڑکوں پر حفاظتی چوکیاں بنوائی تھیں۔ نئی سڑکیں بنوائیں تاکہ فوجوں اور تاجروں کی نقل و حرکت میں سہولت پیدا ہو۔ مختصر یہ کہ سلطان ارخان نے حکومت ترکیہ کی بنیادوں کو اس طرح مستحکم کر دیا تھا کہ یہ سلطنت آج تک یورپ میں ایک امتیازی حیثیت رکھتی ہے۔

سلطان ارخان صرف ایک نامور فاتح اور لائق مدبر ہی نہیں تھا۔ بلکہ ایک باعظمت حکمراں ہونے کے ساتھ ایک سچا اور پکا مسلمان بھی تھا۔ اُس کی دولت غریبوں کے لئے وقف تھی غریبوں کو کھانا تقسیم کرنے اور اُن کے ساتھ بیٹھ کر کھانے میں اُسے خاص لطف حاصل ہوتا تھا۔ علوم و فنون کی سرپرستی میں بھی وہ پیش پیش تھا۔ اُس کے گرد ہمیشہ علما اور فضلا کا ہجوم رہتا تھا۔ یہ نیک دل حکمراں ۳۲ سال حکومت کرنے کے بعد ۷۵۹ھ ہجری میں فوت ہو گیا اور اپنے پیچھے ایسے زریں نقوش چھوڑ گیا جو تاریخ میں ہمیشہ یادگار رہیں گے

دختران اسلام کی سرفروشی

(باقی مضمون صفحہ ۲ سے)

اسلام کی چند جانباز بیٹیوں کے مندرجہ بالا واقعات سے بخوبی اندازہ لگایا جا سکتا ہے کہ اسلام نے کیسی کیسی بہادر خواتین پیدا کی ہیں۔ ذرا غور فرمائیے کہ جو مسلم قوم ان بہادر خواتین کی گود میں پلی ہو اُس کی جرأت اور شجاعت کا کیا عالم ہو سکتا ہے — ان ہی بہادر خواتین کی گودوں میں پلنے والی قوم نے مختصر سی مدت میں مسلمانوں کو دنیائے معلومہ کے بیشتر حصہ کا حکمراں بنا دیا تھا۔

اسلام کی دوسرے مذاہب کے ساتھ رواداری

(باقی مضمون صفحہ ۲۲ سے)

ن سلوک اور رواداری کا جو جذبہ موجود رہا ہے وہ صرف اُن کی مذہبی رواداری یا عبادت گاہوں کے تحفظ ہی تک محدود نہیں تھا بلکہ وہ

غیر مسلموں کے ہر شہری حق اور سماجی آزادی کی حفاظت کو بھی اپنا فرض سمجھتے تھے۔ اور ہر ملک اور ہر زمانہ میں مسلمان اپنے اس فرض کو نہایت ذمہ داری اور خلوص کے ساتھ انجام دیتے رہے تھے۔ اور واقعہ یہ ہے کہ یہ اسلام کا اتنا بڑا کارنامہ ہے جس نے کہ بعد کے زمانہ میں لوگوں کی ذہنیتوں میں انقلاب برپا کر دیا تھا۔

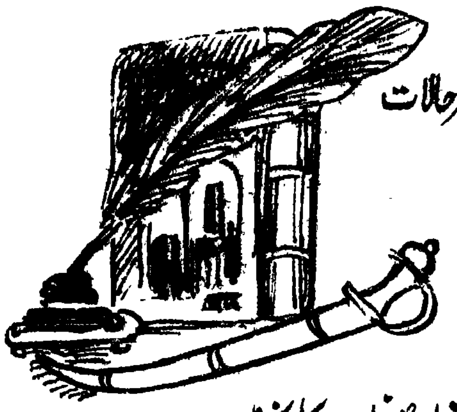
تعلیم القرآن

(باقی مضمون صفحہ ۲ سے)

یہ بات بھی نہ بھولو کہ قیامت ضرور آ کر رہے گی۔ لہٰذا اے رسول کریم تم کافروں کی شرارتوں کا خیال نہ کرو۔ بلکہ حسن و خوبی کے ساتھ ان کی شکایتوں سے درگزر کرتے رہو۔ اس میں ذرا بھی شک نہیں کہ تمہارا پروردگار ہی سب کچھ پیدا کرنے والا اور صاحب علم ہے اور اے رسول ہم نے تمہیں سورہ فاتحہ کی سات آیتیں عطا فرمائی ہیں جو نماز میں برابر پڑھی جاتی ہیں۔ اور قرآن عظیم بھی عطا فرمایا ہے۔

رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم اور خلفائے راشدین

اور سینکڑوں شاہانِ اسلام کی فتوحات اور زندگیوں کے ولولہ انگیز حالات



مکمل تاریخ اسلام

عربی، فارسی، انگریزی اور فرانسیسی تاریخوں کے پچاس ہزار صفحات کا نچوڑ۔

(از مفتی شوکت علی فہمی)

یہ تاریخ نہیں ہے بلکہ سمندر کو کوزے میں بند کر دیا گیا ہے ایک ہزار صفحات کی یہ عظیم الشان تاریخ عربی، فارسی انگریزی اور فرانسیسی زبانوں کے مستند تاریخوں کے پچاس ہزار صفحات کا نچوڑ ہے۔ اس عظیم الشان تاریخ کے ذریعہ بتایا گیا ہے کہ اسلام کس طرح ساری دنیا پر چھا گیا۔ رسول مقبول صلی اللہ علیہ وسلم اور خلفائے راشدین اور شاہانِ اسلام نے مختصر سے عرصہ میں کافروں اور مشرکوں کی بڑی سے بڑی سلطنتوں کو فتح کر کے دنیا کے بیشتر حصہ پر کس طرح اسلامی حکومت قائم کر دی تھی۔

یہ عظیم الشان تاریخ چودہ ابواب پر مشتمل ہے۔ اس کا ہر باب اپنی جگہ پر ایک مستقل کتاب کی حیثیت رکھتا ہے۔ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے زمانہ سے لیکر دورِ آخر تک کی تمام اسلامی حکومتوں کی یہ مکمل تاریخ چودہ ابواب میں یکجا طور پر پیش کر دی گئی ہے۔ چنانچہ اس میں حکومتِ اسلامیہ کے بانی رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی سوانح مبارک اور جنگی کارنامے موجود ہیں۔ حضرت ابوبکر صدیق رضی اللہ عنہ، حضرت عمر فاروق رضی اللہ عنہ، حضرت عثمان غنی رضی اللہ عنہ، حضرت علی کرم اللہ وجہہ اور حضرت امام حسن رضی اللہ عنہ یعنی خلفائے راشدین کے دورِ خلافت کے مکمل حالات درج ہیں۔ اور خلفائے بنی اُمیہ اور خلفائے بنو عباس کی پوری تاریخ موجود ہے۔ اس کے علاوہ عرب، ایران، اعراق، شام، فلسطین، افریقہ، روم، ترکستان، اسپین اور دنیائے اسلام کے سینکڑوں حکومتوں کا تذکرہ موجود ہے۔ یہاں تک کہ ہندوستان کے مسلم فرمانرواؤں کے بھی حالات درج ہیں۔

یہ تاریخ مندرجہ ذیل چودہ ابواب پر مشتمل ہے

پہلا باب:- حکومت اسلامیہ کے بانی رسول مقبول صلی اللہ علیہ وسلم کی سوانح مبارک

دوسرا باب:- رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی جنگی سرگرمیاں اور فتوحات

تیسرا باب:- حضرت ابوبکر صدیق رضی اللہ عنہ کا عہد حکومت اور فتوحات

چوتھا باب:- حضرت عمر فاروق رضی اللہ عنہ کا دورِ حکومت اور فتوحات

پانچواں باب:- حضرت عثمان غنی رضی اللہ عنہ کا عہد حکومت اور فتوحات

چھٹا باب:- حضرت علی کرم اللہ وجہہ کا دورِ حکومت اور فتوحات

ساتواں باب:- امیر معاویہ اور خلفائے بنی امیہ کا عہد حکومت اور فتوحات

آٹھواں باب:- خلفائے بنو عباس کا طویل دورِ حکومت

نواں باب:- اسپین اور یورپ کی اسلامی حکومتیں۔

دسواں باب:- مراکش، تیونس، الجزائر اور افریقہ کی اسلامی حکومتیں۔

گیارھواں باب:- مصر و شام کی اسلامی حکومتیں، غازی صلاح الدین ایوبی کی لڑائیاں

بارھواں باب:- ایران افغانستان اور ماوراء النہر کی اسلامی حکومتیں

تیرھواں باب:- شاہان سلجوق اور سلاطین ترکیہ کا دورِ حکومت۔

چودھواں باب:- ہندوستان کی خودمختار اسلامی سلطنتوں کی تاریخ

حقیقت یہ ہے کہ یہ ایک ایسی مکمل اور جامع تاریخ ہے جو اب تک اردو زبان میں شائع نہیں ہوئی تھی۔ اندازِ تحریر ناول کی طرح عام فہم اور دلکش صفحات تقریباً ایک ہزار۔ کاغذ سفید۔ نہایت اعلیٰ رنگین ٹائیٹل اگر نا پسند ہو تو قیمت واپس مثالیں جدید اڈیشن حال ہی میں طبع ہوا ہے۔ چودہ ابواب کی مکمل تاریخ ہے

مجلد مع خوشنما ڈسٹ کور صرف سترہ روپے پچاس پیسے

دین دنیا پبلشنگ کمپنی — جامع مسجد — دہلی ۶



اسلام غیر مسلموں کی نظر میں

ایک نومسلم امریکن

پروفیسر اے۔ ایچ۔ ہیوٹ کے تاثرات

(پروفیسر اے۔ ایچ۔ ہیوٹ کے مقالہ سے ماخوذ)

برمنگھم سے شائع ہونے والے پندرہ روزہ اردو اخبار "صراط مستقیم" میں ایک نومسلم امریکن پروفیسر اے۔ ایچ۔ ہیوٹ کا ایک مقالہ شائع ہوا ہے جس میں کہ انھوں نے یہ بتایا ہے کہ وہ کون سے محرکات تھے جن سے متاثر ہو کر انھوں نے اسلام قبول کیا۔ یہ مقالہ ناظرین دین دنیا کی دلچسپی کے لئے ذیل میں پیش کیا جا رہا ہے۔

میرا آبائی مذہب عیسائی ہے اور اب میں نے عیسائیت کو چھوڑ کر اسلام قبول کر لیا ہے۔ اگرچہ میں اسلام قبول کر چکا ہوں لیکن پھر بھی یہ کہے بغیر نہیں رہ سکتا کہ عیسائیت میں بھی مفید اصول موجود ہیں۔ اور میرا خیال ہے کہ اگر عیسائیت سے وہ تمام بدعتیں دور کر دی جائیں جو پادریوں نے پیدا کر دی ہیں۔ تو یہ مذہب بھی انسانیت کے لئے مفید ثابت ہو سکتا ہے۔ لیکن ان بدعتوں نے اس مذہب کی اصل صورت کو بگاڑ کر رکھ دیا ہے۔ اور اسے بالکل بے جان بنا دیا ہے۔ اس کے برعکس اسلام آج بھی اسی شکل میں موجود ہے جس میں کہ وہ جلوہ گر ہوا تھا۔ اور چونکہ میں زمانہ دراز سے ایک ایسے مذہب کا متلاشی تھا جو آمیزش سے پاک ہو اس لئے میں نے اسلام قبول کر لیا۔

اسلام صرف آمیزش ہی سے پاک نہیں بلکہ اس کی حقانیت اور سادگی نے بھی مجھے بے حد متاثر کیا ہے۔ آپ کسی عیسائی کلیسا میں چلے جائیے وہاں نقش و نگار اور مورتیوں کے سوا آپ کو کچھ نہیں ملے گا اس کے علاوہ ذرا پادریوں کے زرق برق لباس پر نظر ڈالئے سرتاپا بناوٹ اور ظاہرداری دکھائی دیتی ہے۔ پھر اُن کے طور طریق اور راہبوں کے افعال پر غور کیجئے تو محسوس ہوگا کہ روحانیت کا ان سے دور کا بھی تعلق نہیں۔ ایسا معلوم ہوتا ہے کہ ہم کسی عبادت گاہ میں نہیں ہیں بلکہ کسی نمائش گاہ میں ہیں جو رنگ برنگ کی مورتیوں اور تصویروں سے سجی ہوئی ہے۔

پھر جب ہم مساجد پر نظر ڈالتے ہیں تو وہاں روحانیت کا ایک پرکیف ماحول نظر آتا ہے۔ سچ تو یہ ہے کہ نماز میں رکوع و سجود کا منظر ایسا پرکشش ہوتا ہے کہ کوئی انسان بھی اُس سے متاثر ہوئے بغیر نہیں رہ سکتا اسلام کی جہاں دوسری خوبیوں نے میرے قلب پر اثر کیا ہے وہاں میں نماز سے بھی بے حد متاثر ہوا ہوں چنانچہ اسلام قبول کرنے سے قبل جب میں مسلمانوں کو نماز ادا کرتے ہوئے دیکھتا تو یہ منظر مجھے بہت ہی پرکیف معلوم ہوتا تھا۔ امیر و غریب چھوٹے اور بڑے جب شانہ سے شانہ ملا کر اپنے پروردگار کے روبرو استادہ نظر آتے تھے تو میں اس منظر میں بڑا ہی کیف محسوس کرتا تھا۔

اگر غور کیا جائے تو مسجد کی پوری فضا اور اسلامی نماز کے رکن روحانیت کی جانب انسان کی رہنمائی کرتے ہیں۔ نہ یہاں تصنع ہے اور نہ بناوٹ کی قسم کی کوئی چیز ہے۔ اس کے برخلاف کلیسا کی تمام چیزوں میں مادّی دنیا کی جھلک پائی جاتی ہے۔ میری یہ بات سنکر میرے عیسائی دوست کہیں گے کہ پروٹسٹنٹ مذہب تو ان عیوب سے پاک ہے اُس نے تو گرجوں سے بت اور تصویریں نکال کر پھینک دی ہیں پھر تم نے اسلام کے بجائے اس اصلاح پسند عیسائی مذہب کو کیوں نہ قبول کر لیا ؟

اس میں کوئی شبہ نہیں کہ پروٹسٹنٹ مذہب حقیقی مسیحیت سے مدت زیادہ قریب ہے۔ مگر حضرت عیسیٰ کے بارے میں وہ بھی گمراہ ہے وہ بھی حضرت مسیح کے خدا کا بیٹا ہونے میں یقین رکھتا ہے۔ مسیح علیہ السلام بلاشبہ ا[illegible]

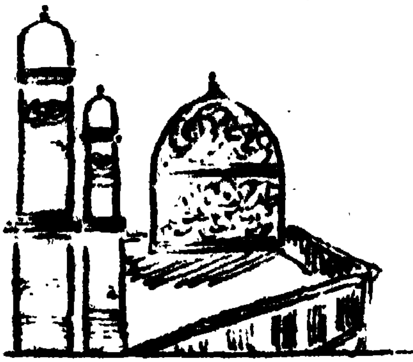
جلیل القدر پیغمبر تھے مگر میں اُن کے خدا یا خدا کا بیٹا ہونے کا قائل نہیں۔ میرا یہ کوئی نیا عقیدہ نہیں ہے بلکہ ابتدا ہی سے حضرت مسیح کے الوہیت سے میں انکار کرتا رہا ہوں۔ حضرت مسیح کا حقیقی وہ درجہ ہی ہے جو اسلام نے اُنہیں دیا ہے۔ اسلام نہ صرف حضرت مسیح علیہ السلام کا پورا پورا احترام کرتا ہے بلکہ دوسرے تمام مذاہب کے بانیوں کے احترام کی بھی دعوت دیتا ہے۔ اور یہ بات اسلام میں ایسی ہے جو دنیا کے کسی مذہب میں بھی موجود نہیں۔

میں یکایک مسلمان نہیں ہوا ہوں بلکہ زمانہ دراز سے اسلام کی جانب رجوع تھا۔ لیکن میرا ایمان اسقدر پختہ نہیں ہوا تھا کہ میں بے دھڑک اپنے مسلمان ہونے کا اعلان کر دیتا۔ اور اس کی بڑی وجہ یہ تھی کہ میں پوری طرح اسلام کی خوبیوں اور خصوصیتوں سے واقف نہ تھا۔ میں مدتوں اسلام کے بارے میں اسلامی کتابوں کے ذریعہ معلومات حاصل کرتا رہا۔ اور جوں جوں میں اسلام کا مطالعہ کرتا گیا میری آنکھیں کھلتی گئیں اور مجھے صاف طور پر اس دین متین کی خوبیاں اور اس کے پیغمبر محمد صلی اللہ علیہ وسلم کے پاکیزہ حالات زندگی سے واقفیت ہوتی گئی اور میں اِس نتیجہ پر پہنچا کہ پیغمبر اسلام صرف مسلمانوں کے پیغمبر نہیں ہیں بلکہ وہ پوری کائنات کے پیغمبر ہیں اور انھوں نے گمراہ انسانوں کو حق کا راستہ دکھا کر انسانیت کی بہت بڑی خدمت انجام دی ہے۔

اسلام دنیا کا پہلا مذہب ہے جس نے کہ انسان کو توہمات سے بیشمار الٰہ اور خرافات کی پرستش سے روک کر اُسے خدائے واحد کی جانب رجوع کیا۔ اسلام میں جو توحید پرستی میں نے پائی ہے۔ وہ کسی دوسرے مذہب میں موجود نہیں اور اسلام کی اِسی توحید پرستی کی تعلیم نے مجھے سب سے پہلے اس مذہب کی جانب رجوع کیا۔ توحید پرستی کے علاوہ اسلام میں جو سب سے بڑی خوبی میں نے پائی وہ یہ ہے کہ اسلام صرف روحانی ترقی کا نہیں بلکہ دنیاوی ترقی میں بھی انسان کا بہت بڑا ممد و معاون ہے۔ وہ انسان کو گوشہ نشینی اختیار کر کے زندگی گزارنے کی تعلیم نہیں دیتا بلکہ وہ انسان کو کارگاہ حیات میں آگے بڑھنے کی ترغیب دیتا ہے۔ وہ صرف دینی معاملات میں ہی انسان کی رہنمائی نہیں کرتا بلکہ دنیا کے ہر معاملہ میں بھی انسان کو راستہ بتاتا ہے۔ اور قدم قدم پر بنی نوع انسان کو روشنی دکھاتا ہے۔ اسلام نے دنیا کو عاقبت کی کھیتی قرار دیا ہے۔ اور حکم دیا ہے کہ وہ دین کے ساتھ دنیا کو بھی فراموش نہ کریں۔ سچ تو یہ ہے کہ موجودہ سائنسی دور میں اسلام ہی ایک ایسا مذہب ہے جو ترقی یافتہ دنیا کا ساتھ دے سکتا ہے۔

اسلام کا ایک اہم ترین کارنامہ یہ ہے کہ اُس نے انسان کے کردار کو بلند کرنے میں نمایاں حصہ لیا ہے وہ میل محبت اور بھائی چارہ کا سب سے بڑا حامی ہے۔ اور تنگ نظری و تعصب کا شدید مخالف ہے اسلام کی وسیع نظری کا یہ عالم ہے کہ وہ صرف اپنے ہم مذہبوں ہی کے ساتھ مروت یا محبت کی ترغیب نہیں دیتا بلکہ وہ کل بنی نوع انسان کے ساتھ بلا امتیاز مذہب و ملت ہمدردی اور مساوات کا حکم دیتا ہے۔ وہ تفریق کا نہیں بلکہ اتحاد انسانی کا قائل ہے۔ سچ تو یہ ہے کہ اِس مذہب نے پہلی مرتبہ انسان کو انسانیت کا سبق پڑھایا ہے۔

میں نے کسی ترغیب یا لالچ سے نہیں بلکہ اسلام کو اُس کی خوبیوں کی بدولت قبول کیا ہے۔ میں گزشتہ سات سال سے اسلام کے زیر سایہ بڑے سکون اور اطمینان کی زندگی بسر کر رہا ہوں۔ اسلام اور عیسائیت میں بڑا فرق یہ ہے کہ اگر کوئی شخص سچا عیسائی بننا چاہے تو اُسے دنیا چھوڑ کر راہبانہ زندگی گزارنی ہوگی۔ لیکن ایک شخص اسلام میں رہ کر دنیا کی تمام راحتوں اور نعمتوں سے مستفید ہو سکتا ہے۔ اگر انسان کو اِس لیے دنیا میں بھیجا گیا ہے کہ وہ گوشہ نشینی میں اپنی زندگی برباد کرے تو ہماری سمجھ میں نہیں آتا کہ پھر انسان کی زندگی کا مقصد ہی کیا ہے۔ یہ صرف اسلام نے بتایا ہے کہ انسان کارگاہ حیات میں رہ کر قدرت کی ہر نعمت سے فائدہ اٹھاتے مگر ساتھ ہی کسی حال میں بھی اپنے پروردگار کو نہ بھولے۔ اسلام کی اِن ہی خوبیوں نے مجھے آبائی مذہب ترک کر کے اسلام قبول کرنا پر مجبور کر دیا تھا۔



ایک یادگار رات
جس کی صبح حضرت امام حسین شہید کئے گئے

(از جناب عزت حسین خان میرٹھی)

دنیا میں ہزاروں راتیں آتی ہیں اور گزر جاتی ہیں۔ نہ اُن میں کوئی خصوصیت ہوتی ہے اور نہ انہیں کوئی یاد ہی رکھتا ہے۔ لیکن کچھ راتیں ایسی بھی ہیں جو اپنی خصوصیت کی وجہ سے ہمیشہ کے لئے انسانی دلوں میں محفوظ رہ جاتی ہے۔ ماہ محرم کی ایک رات بھی اِن یاد رہ جانے والی راتوں میں سب سے زیادہ ممتاز رات ہے۔

یہ وہ رات ہے جس کی صبح کو دنیا کے سب سے بڑے شہید ہمارے نبیٔ اکرم کے پیارے نواسے جناب امام حسین علیہ السلام اور اُن کے جانثار ساتھیوں نے اپنی بے مثال قربانیاں پیش کی ہیں۔ اُن شہیدوں کے لئے یہ رات آخری رات تھی۔ اور ایسی حالت میں جبکہ یہ رات موت کے بھیانک بھیب اور ڈراؤنے نقشے آنکھوں کے سامنے لا رہی ہو بڑے بڑے بہادروں اور سورماؤں کے کلیجے دہلا دینے کے لئے کافی ہے۔

آیئے اور دیکھئے کہ اسلام کے لئے جاں نثاری کے یہ مکمل نمونے اپنی زندگی کی یہ آخری رات کس طرح بسر کرتے ہیں۔ صبح ہوتے ہی جن قیامت خیز مصیبتوں کا آغاز ہونے والا ہے اُن کا تصور کہیں اِن جانبازوں کے دلوں میں خوف و ہراس تو پیدا نہیں کر رہا کیونکہ آخر یہ مجاہدین بھی انسان ہی ہیں۔ ممکن ہے کہ موت کو اپنی طرف بڑھتا ہوا دیکھ کر گھبرا رہے ہوں لیکن یہاں منظر ہی دوسرا ہے جوں جوں رات گھٹتی جاتی ہے اور موت کا وقت قریب آتا جاتا ہے۔ اِن جانبازوں کا اطمینان اور استقلال بڑھتا ہی جاتا ہے۔ خوف و ہراس کیسا یہ شہادت کے اشتیاق میں سینہ سپر کئے ہوئے ہیں چنانچہ جب رات کا بڑا حصہ گزر چکا تو سردار لشکر حضرت امام حسین علیہ السلام نے اپنے جانفروشوں سے فرمایا۔

"اے میرے جاں نثارو! کل یزید کی فوج سے مقابلہ ہے یاد رکھو ان ظالموں کو صرف میرے خون سے کام ہے۔ تم سے اِن کو کوئی غرض نہیں ہے۔ اِن کی خواہش ہے کہ یا تو میں اپنے نانا کے مسلک کو چھوڑ کر اس فاسق کی بیعت کر لوں۔ یا قتل ہونا گوارا کر لوں۔ میں اپنی بیعت تمہاری گردنوں سے اٹھائے لیتا ہوں۔ رات کی تاریکی پردہ دار ہے تم بری الذمہ ہو۔ خدا اور رسولؐ کا کوئی عتاب تم پر نہ ہوگا۔ جدھر جی چاہے چلو جاؤ۔"

حضرت امام حسین نے صرف اسی پر اکتفا نہ کیا بلکہ جلتی ہوئی شمع پر ہاتھ رکھ کر اُسے بھی خاموش کر دیا اور فرمایا "ممکن ہے کہ یہاں سے جانے میں کسی کو شرم معلوم ہو اس لئے اب بالکل اندھیرے میں جس کا جی چاہے چلا جائے کسی کو خبر بھی نہ ہوگی۔"

سردار کی تقریر ختم ہوئی حضرت امام حسین کے ساتھی چاہتے تو اپنی جانیں بچا لیتے لیکن شہادت کا شوق کچھ اس طرح بیخود کئے ہوئے تھا کہ تیر و سنان کھانا عین راحت اور خدا کی راہ میں سر دینا حیات جاوداں سمجھتے تھے۔ سردار کی اِس تقریر سے بہادروں میں سرفروشی کا جوش و خروش اور بھی بڑھ گیا۔ وفاداروں نے تلواریں نیاموں سے باہر نکال کر رکھ دیں۔

ایک نے کہا "آپ کی رفاقت میں ہم اپنی جان و مال کو آپ پر فدا کرتے رہیں گے۔ اور ہم مرتے دم تک آپ کا ساتھ نہ چھوڑیں گے۔"

دوسرا بولا "واللہ ہم آپ سے جدا نہ ہوں گے جب تک کہ خدا بزرگ و برتر پر اِس بات کو ظاہر نہ کر دیں کہ ہم نے رسول اللہ کی وفات کے بعد دین کی حفاظت کیلئے کیا کوشش کی۔ خدا کی قسم اگر میں یہ جان لوں کہ آپ کی رفاقت میں قتل ہونے کے بعد پھر زندہ کیا جاؤں گا اور زندہ ہونے کے بعد جلا کر خاک کر دیا جاؤں گا۔ اور اسی طرح ستر بار میرے ساتھ عمل کیا جائے گا تب بھی میں آپ کا ساتھ نہ چھوڑوں گا حتیٰ کہ آپ کے سامنے موت سے گلے مل جاؤں گا۔"

تیسرے نے کہا :" خدا کی قسم میں اس بات کو پسند کرتا ہوں کہ قتل کیا جاؤں پھر زندہ ہوں۔ پھر قتل کیا جاؤں اسی طرح ہزار مرتبہ قتل ہوں اور اللہ تعالیٰ میرے قتل ہونے کو قبول فرما لے "

یہ تھے بہادر وں اور حق پر جان دینے والوں کے ارادے اور یہ تھی تیاری جو کہ شب عاشور کربلا کی زمین پر کی جا رہی تھی - یہ جوابات تھے حسینی لشکر کے بڈھوں اور جوانوں کے، اب ایک ۱۱ سال کے بچے قاسم بن حسن علیہ السلام کی زبان سے شوقِ شہادت کا حال سن لیجئے۔ لشکر کا سردار ایک بچے کی طرف متوجہ ہوا جو بڑی حیرت سے یہ باتیں سن رہا تھا اور پوچھا " جانِ عم! تم موت کو کیسا سمجھتے ہو ؟ ایمان والیوں اور بہادر ماؤں کی گودیوں کے پلے ہوئے بچے نے جواب دیا :" شہد سے زیادہ میٹھا اور مزیدار "

اب دیکھنا ہے کہ آخر عورتوں نے عاشور کی رات کیا کام کیا - سردار لشکر سرکٹ دلیروں سے رخصت ہو کر اہلبیت کے خیموں میں داخل ہوا - ایک ماں یعنی حضرت شہر بانو زوجہ امام حسین علیہ السلام کو دیکھا جو اپنے اٹھارہ برس کے لال کو حق پہ قربان کرنے کے لئے آراستہ کر رہی ہیں - اور حضرت زینب اپنے چھوٹے چھوٹے بچوں کو اس طرح سمجھا رہی ہیں کہ :" بچو ! کل امتحان کا دن ہے - ایسا نہ ہو کہ تم پر خوف و دہشت غالب آجائے - خدا کے لئے ماں کو سب کے سامنے شرمندہ نہ کرنا " اُدھر حضرت علی کی ایک صاحبزادی ام کلثوم افسردہ نظر آتی ہیں کہ کل جب سب اپنی اپنی قربانیاں دیں گے تو وہ کونسی قربانی پیش کرے گی دنیا میں یوں تو ہزاروں جنگیں ہوئیں اور ہوتی رہتی ہیں لیکن حق و باطل کی ایسی بے مثال جنگ کبھی نہیں ہوئی کہ ایک طرف صرف بہتر سر فروش اور خدا کاران حق ہیں جن میں بچے، بوڑھے اور جوان ہیں اور وہ بھی تین دن کے بھوکے اور پیاسے اور دوسری طرف ایک لشکرِ عظیم

لڑائیوں میں عموماً یہ ہوا کرتا ہے کہ دونوں طرف کے ہزاروں جانباز میدان میں آکر زور آزما ہوتے ہیں۔ کسی کو فتح ہوتی ہے اور کسی کو شکست مگر کربلا کی جنگ دنیا کی عام لڑائیوں سے بالکل مختلف ہے۔ یہاں صرف ۷۲ مردان حق ہیں۔ جو لاکھوں کے ٹڈی دل لشکر سے ٹکرانے کے لئے مضطرب ہیں - دنیا کو یہ سبق دینے کے لئے کہ حق کے لئے پہاڑوں سے ٹکرا جاؤ - صداقت پر اپنے آپ کو قربان کردو۔ اور اپنے آپ کو قربان کرکے دائمی اور ابدی فتح حاصل کرلو

پھر معرکہ کربلا یہ بھی سبق دیتا ہے کہ حق کا راستہ بے حد کٹھن ہے اسے طے کرنے کے لئے ایمان محکم کی ضرورت ہے بھوک، پیاس اور دنیا کی بڑی سے بڑی تکلیفیں بھی حق پرستوں کو راہ حق سے نہیں روک سکتی ہیں - اور بڑی سے بڑی جابر حکومت کو بھی حق پرستوں کی قربانیوں کے مقابلہ میں ذلیل اور خوار ہونا پڑتا ہے - اور اس قدر ذلیل و خوار کہ یہ ذلت قیامت تک اور اس کے بعد بھی اُن پر مسلط رہے گی

پھر سانحہ کربلا نے یہ بھی بتایا ہے کہ راہ حق میں قربانی دینے والے حق شناسی اور حق گوئی کے پیکر تھے - چنانچہ جب حضرت امام حسین کی بہن زینب اسیر ہو کر ابن زیاد کے دربار میں مع دیگر اہلبیت پیش ہوئیں تو ابن زیاد آپ کی جانب متوجہ ہو کر بولا " تم نے دیکھ لیا کہ خدا نے تمہارے ساتھ کیا کیا "

حضرت زینب نے یہ سنکر جواب دیا :" اللہ نے جو کچھ کیا اچھا کیا اُن کو تو راہ حق میں قتل ہونا ہی تھا مجاہدین کی طرح میدان میں آکر گردنیں کٹا دیں اور اپنے خون میں لوٹ کر سرخرو ہوئے - اب بعد حساب حاکم حقیقی کے سامنے ہماری اور تمہاری پیشی ہوگی اور اُس کی عدالت میں مقدمہ دائر ہوگا اُس روز دیکھنا ! جیت کس کی ہوتی ہے - اور روسیاہ کون ہوتا ہے "

امام حسین علیہ السلام کے ایک بیٹے امام زین العابدین جو بیمار اور علیل تھے کربلا کی جنگ میں زندہ بچ گئے تھے اُن کو غم تھا کہ وہ دوسرے خدا کاران اسلام کے ساتھ راہ حق میں شہید ہونے سے کیوں محروم رہے ساتھ کربلا کے بعد جب اپنی ماں بہنوں اور پھوپھیوں کے ساتھ ابن زیاد کے دربار میں پیش کئے گئے تو ابن زیاد نے اُن کے قتل کا بھی حکم دیدیا - آپ نے نہایت بے جگری سے فرمایا -

" کیا تو مجھے قتل سے ڈراتا ہے - کیا تو نہیں جانتا کہ قتل ہونا ہمارا شیوہ ہے اور شہادت ہی میں ہماری بزرگی ہے "

یہ ہیں وہ چند اصول سبق جو ہمیں کربلا کی جنگ سے ملتے ہیں ضرورت ہے کہ ہم انہیں اصولوں کو پیش نظر رکھیں پھر دیکھئے کہ مسلمان ترقی کے راستہ میں دیکھتے ہی دیکھتے کہاں سے کہاں جا پہنچتے ہیں اور ان کے ایثار و قربانیاں مسلمان قوم کو کیا سے کیا بنا دیتی ہے -

---



اورنگزیب ہندو مورخوں کی نظر میں

وہ مغل شہنشاہ جسے سب سے زیادہ بدنام کیا گیا ہے

(ڈاکٹر ایم - اے - بی - بیگم صغیر مسعود صوی)

شاہان ہند میں اورنگزیب عالمگیر کو سب سے بڑا "ہندو کش" ثابت کرنے کی کوشش کی گئی ہے - حالانکہ تاریخی حقائق سے یہ بات ثابت ہے کہ اُس کا تعصب اور تنگ نظری سے دور کا بھی واسطہ نہ تھا - ہمکو محترمہ بیگم صغیر کا ممنون ہونا چاہیئے کہ اُنھوں نے اورنگزیب کے بارے میں یہ محققانہ تاریخی مقالہ لکھ کر اورنگزیب کے بدنام کرنے والوں کو ایک نہایت ہی دندان شکن جواب دیا ہے -

"دنیا میں نہ کوئی بادشاہ پیدا ہوا ہے نہ کوئی فقیر حالات اُسے جو چاہتے ہیں بنا دیتے ہیں - اس لئے ہمیں حکومت اور سلطنت پر مغرور نہیں ہونا چاہیئے" یہ خیالات ہیں اُس فقیر منش بادشاہ اورنگزیب کے جس نے کہ اپنی ساری زندگی بندگان خدا کی خدمت میں گزار دی خزانہ شاہی سے ذاتی خرچ کے لئے کبھی ایک پیسہ بھی نہیں لیا - تخت شاہی پر ہونے کے باوجود محنت مزدوری سے ہمیشہ غریبانہ زندگی بسر کی - سب کو ایک سمجھا اور ایک جانا - مسلم ہو یا ہندو یا سکھ کبھی کسی میں کوئی امتیاز نہ کیا - لیکن پھر بھی اُسے بدنام کیا جاتا ہے اور متعصب بتایا جاتا ہے -

اورنگزیب نے مسند حکومت سنبھالتے ہی سب سے پہلے جنوبی ہند کی خود مختار مسلم ریاستوں پر نگاہ ڈالی - اور چاہا کہ گول کنڈہ اور بیجاپور کی اسلامی ریاستوں کو جلد از جلد اپنی حکومت میں شامل کر لیا جائے ہندوستان میں سینکڑوں غیر مسلم ریاستیں بھی موجود تھیں اگر وہ متعصب ہوتا تو سب سے پہلے ہندو ریاستوں پر ہاتھ صاف کرتا -

گول کنڈہ اور بیجاپور کی مسلم ریاستوں پر اورنگزیب کے حملہ پر تبصرہ کرتے ہوئے مہتہ آنند کشور اپنی کتاب "گورو گوبند سنگھ" کے صفحہ ۹ اور ۱۰ میں رقمطراز ہیں کہ "ان مسلم ریاستوں کو ختم کرنے کے لئے اورنگزیب مسلسل بیس سال تک جنگ کرتا رہا اِس سے صاف ظاہر ہے کہ وہ متعصب نہ تھا بلکہ اقتدار پسند تھا - اگر وہ متعصب ہوتا تو سب سے پہلے اِن اسلامی ریاستوں کو زیر کرنے کا ارادہ کیوں کرتا واقعہ یہ ہے کہ اُس کے سامنے ہندو مسلم سوال نہیں تھا بلکہ وہ چھوٹی چھوٹی ریاستوں کو ختم کر کے ایک عظیم ہندوستان کی تعمیر میں مصروف تھا -

ہندوستان کے ایک مورخ نے لکھا ہے کہ "اصلیت یہ ہے کہ گرو جی کے لڑکوں کو دیوان سچا نند نے مروا دیا تھا - اِس میں بادشاہ یا حکومت کا کچھ بھی قصور نہ تھا - نہ شاہی حکم سے ایسا ہوا تھا -
(گرو گوبند سنگھ)

مہتہ آنند کشور اپنی کتاب "سوانح عمری گوبند سنگھ" کے صفحہ ۱۱ پر لکھتے ہیں "گرو گوبند سنگھ اور اورنگزیب کی لڑائی خالص سیاسی وجوہ پر ہوئی تھی اگر یہ لڑائی مذہبی نقطہ نظر سے ہوتی تو پھر گرو گوبند سنگھ کے خلاف پہاڑی علاقہ کے تمام ہندو راجاؤں نے کیوں جنگ کی - اس کے علاوہ سید بدھو شاہ فقیر جو ایک با اثر مسلم درویش تھے - گرو کے خاص رفیق اور دوست تھے جنھوں نے اِس جنگ میں گرو مہاراج کو کافی مدد دی تھی - اور اسی جنگ کے دوران سید بدھو شاہ مارے بھی گئے تھے"

قابل غور بات یہ ہے کہ اگر اورنگزیب سے گرو گوبند سنگھ کی یہ جنگ ہندو مسلم جنگ تھی تو سید بدھو شاہ گرو جی کی جانب سے جنگ میں کیوں شریک ہوئے۔ اور یہ بھی تاریخ سے ثابت ہے کہ کالے خاں نظامت خاں۔ اور حیات خاں وغیرہ مسلم سردار مع پانچ سو مسلمان سپاہیوں کے گرو گوبند سنگھ کے پاس ملازم تھے۔ اگر تعصب سے بلند ہو کر سوچا جائے تو یہ بات بالکل واضح ہو جاتی ہے کہ شہنشاہ اورنگزیب کو گرو سے کوئی مذہبی عناد نہیں تھا۔ بلکہ باغیانہ کارروائیوں کو دور کر کے سلطنت میں امن و امان قائم کرنا مقصود تھا۔ جو ہر بادشاہ اور حکمران کا فرض ہے۔

مہنت جینی جی آنند بے۔ اے۔ ایک مشہور ہندو عالم ہوئے ہیں جن کے اکثر مضامین بندے ماترم اور دوسرے اخبارات میں نکلتے رہے ہیں۔ وہ ایک مضمون میں تحریر فرماتے ہیں کہ "اورنگزیب اپنے زمانہ کا ایک نمونہ کا بادشاہ گزرا ہے۔ وہ امور سلطنت میں مذہبی تعصب سے بالا تر تھا۔ اگر اس کے نقش قدم پر اُس کے لڑکے بھی چلتے تو ہند کی عنان حکومت خاندان مغلیہ سے ہرگز نہ نکلتی۔"

مشہور ہندو مورخ جناب ایشوری پرشاد اپنی مشہور کتاب "تاریخ ہند" میں اورنگزیب کے بارے میں لکھتے ہیں "یہ ماننا کی شان ہے کہ اورنگزیب جتنا اپنی رعایا کا خیر خواہ تھا اتنا ہی اُسے بدنام کیا گیا ہے۔ کوئی اُسے ظالم کہتا ہے۔ کوئی اُسے خونی کہتا ہے لیکن حقیقت یہ ہے کہ وہ عالمگیر کے لقب کا مستحق تھا اور تعصب سے اُس کا دور کا بھی تعلق نہ تھا۔"

ڈاکٹر سر سی پی رائے تحریر فرماتے ہیں کہ "بلا وجہ لوگ اورنگزیب کو بدنام کرتے ہیں۔ حالانکہ اُس کے عہد حکومت میں لیوں الفنسٹن ایسا کبھی نہیں ہوا کہ کسی ایک ہندو کو بھی اختلاف مذہب کی بنا پر جان یا مال کا نقصان پہنچایا گیا ہو۔ یا کسی شخص سے اُس کے طریق پرستش کے بارے میں باز پرس کی گئی ہو۔ البتہ اورنگزیب نے مفسدوں کی ضرور سرکوبی کی ہے۔ اور یہ ہر ذمہ دار حکمران کا فرض ہے۔"

منشی حکم چند اسسٹنٹ کمشنر بندوبست نے ۱۸۸۴ء میں "تاریخ ملتان" شائع کی تھی۔ اس تاریخ میں وہ لکھتے ہیں کہ "اورنگزیب نے کلیاں داس مہر کے نام پر مندر ملوطلا بائی واقع شہر ملتان کے لیے ایک سو

روپیہ ماہانہ وظیفہ حکومت کی طرف سے منظور کیا تھا۔ اس کے علاوہ ضلع حصار کے موضع ہانسی میں بالجگناتھ پوری گوسائیں کی سمادھی اور شوالہ کے لیے اُن کے منتظمین کو آراضیات بطور جاگیر اورنگزیب نے عطا کی تھیں۔ جسے انگریزوں نے ۱۸۵۸ء میں ضبط کر لیا تھا۔"

ہندھیل کھنڈ یو پی کے سب سے بڑے تیرتھ استھان چترکوٹ میں بھی شاہان مغلیہ کا بنوایا ہوا بالاجی کا مندر اب تک قائم ہے اور پجاری کے پاس شاہی فرمان موجود ہے کہ موضع مانکپور ضلع الہ آباد میں مہنت بالمکند داس کی روحانی خدمات کا اعتراف کرتے ہوئے شہنشاہ اورنگزیب نے موضع سراتھرا اُسے جاگیر میں عطا کیا تھا۔

ہندو امرا اگر اورنگزیب کو مدعو کرتے تھے تو وہ بڑی خوشی سے جاتا تھا۔ چنانچہ کوڑہ جہان آباد کے ایک سیٹھ متھرا مل نے اورنگزیب کی دعوت کی تھی۔ اور وہ ہندو رعایا کی دلداری کی خاطر دور دراز کا سفر کرنے کے بعد اس دعوت میں شریک ہوا تھا۔ جس کی خوشی میں اس سیٹھ نے "باغ شہنشاہ" کے نام پر ایک عظیم الشان باغ لگوایا تھا۔

شہنشاہ اورنگزیب پر یہ الزام قطعی بے بنیاد ہے کہ اُس نے ہندوؤں کو بالجبر مسلمان بنایا تھا۔ تاریخ ہمیں بتاتی ہے کہ اورنگزیب کی بیگمات میں ایک ہندو راجپوت خاتون بھی تھی جو اُس کے چہیتے بیٹے معظم کی ماں تھی۔ اورنگزیب نے جبکہ اپنی اس ہندو بیگم کو مسلمان بنانے پر زور نہیں دیا تھا تو ہندو عوام پر مذہبی دباؤ کیسے ڈال سکتا تھا۔ ہندو بیگم سے مذہب کے معاملہ میں اورنگزیب کا تعرض نہ کرنا اُس کی مذہبی وسیع نظری کی ایک بے نظیر مثال ہے۔

بابو رام نرائن سابق منیجر ریاست رام نگر اپنے رسالہ مطبوعہ اکتوبر ۱۹۲۴ء میں تحریر فرماتے ہیں کہ "سلطان محی الدین اورنگزیب کو غلط طریقہ پر لوگ بدنام کرتے ہیں۔ حالانکہ اُس کے دور حکومت میں مذہبی تعصب کی بنا پر کسی مندر کو کبھی نقصان نہیں پہنچایا گیا اس کے علاوہ سیتاپور میں سرکھہ کے مہنتوں کو اورنگزیب نے مندروں کے اخراجات کے لیے جاگیریں عطا کی تھیں۔ متھرا سے چند میل کے فاصلہ پر بلدیو دوار میں بلدیو جی کے مندر کے مصارف کے لیے بھی اورنگزیب نے بہت سے مواضعات معافی میں دئیے تھے۔



ساٹھ نہایت مستند اسلامی کتابوں کی روح

ایک زبردست اور شاندار

اسلامی انسائیکلو پیڈیا

مغربی تعلیم اور مذہب سے ناواقف ہونے کی وجہ سے مسلمان دن بدن اسلام سے دور ہوتے چلے جا رہے ہیں اور ادب نا واقفیت کی بنا پر ایسی حرکتیں کر بیٹھتے ہیں جو کھلا ہوا شرک اور کفر ہوتا ہے مسلمانوں کو گمراہی اور بے دینی سے بچانے کے لئے ہم نے علمائے دین سے مقبول ساٹھ مستند کتابوں کی مدد سے ایک ایسی جامع کتاب شائع کی ہے جس میں دس ہزار سے زیادہ ایسے دینی اور دنیاوی معاملات پر بحث کی گئی ہے جن سے ہر مسلمان کا روزانہ واسطہ پڑتا رہتا ہے۔ یہ مستند اور ضخیم کتاب حال ہی میں

فلاح دین دنیا

(جدید پر اضافہ شدہ اڈیشن)

کے نام سے شائع کی گئی ہے اس جدید ایڈیشن میں بہت سے عنوانات کا اضافہ کر دیا گیا ہے۔ اس میں مسلمانوں کے لئے کوئی ایسی دینی اور دنیاوی معلومات نہیں جو موجود نہ ہو اس میں اسلام کے فضائل اور عقائد کی تفصیل ہے۔ اس میں عبادات اور اعمال و وظائف کا لاجواب ذخیرہ ہے اسلامی تہذیب اور اسلامی معاشرت کا درس موجود ہے غرضکہ اس کتاب میں ایک مسلمان کے لئے پیدائش سے لیکر موت تک کے تمام دینی اور دنیاوی معاملات پر پوری طرح روشنی ڈالی گئی ہے۔ یہاں تک کہ اسلامی نقطۂ نظر سے کھانے پینے رہنے سہنے، میل جول اور حفظان صحت کے اصول درج کر دیئے گئے ہیں جس گھر میں یہ کتاب ہوگی اس گھر میں ایک زبردست عالم دین اور تجربہ کار دنیاوی مشیر مشورہ دینے کے لئے ہر وقت موجود رہے گا۔ یہ کتاب نہیں بلکہ ایک زبردست اسلامی انسائیکلو پیڈیا ہے جس میں پوری اسلامی لائبریری کے برابر مواد موجود ہے۔

اس میں چودہ ابواب ہیں جن میں سے ہر باب اپنی جگہ ایک مستقل کتاب کی حیثیت رکھتا ہے

باب اول: فضائل اسلام:- اس میں اسلام کے فضائل اسلام کے دین فطرت ہونے کا ناقابل تردید ثبوت اور اسلام کے بارے میں غیر مسلم مشاہیر کے ملفوظات بالخیالات

باب دوم: عقائد اہل سنت والجماعت:- اس میں اسلامی عقائد کے بنیادی اصول اور یہ مضامین درج ہیں ذات و صفات الٰہی عرش و کرسی، لوح و قلم فرشتے۔ حضرت جبرئیل و میکائیل، اسرافیل، عزرائیل، منکر نکیر، سجین، و علیین، قبر میں سوال نکیرین علامات قیامت ظہور امام مہدی، دجال اور حضرت عیسیٰ کا نزول یاجوج ماجوج، مغرب سے طلوع آفتاب، قیامت صغریٰ، قیامت کبریٰ صور پھونکنے کا ذکر، میدان حشر حساب کتاب پلصراط دوزخ و جنت، رسول مقبول صلعم کی فضیلت آپ کی زندگی کے حالات ازواج مطہرات، خلفائے راشدین، اولیاء اللہ، بیان طریقت موت و حیات وغیرہ

باب سوم:- اسلامی عبادات:- اس میں عبادات پر پوری طرح روشنی ڈالی گئی ہے مثلاً وضو، غسل، تیمم، نماز پنجگانہ، نماز مسافر، نماز جمعہ۔ نماز عیدین، نماز اشراق نماز چاشت، جنازے کی نماز، اعتکاف، فضائل ماہ رمضان المبارک، روزہ، زکوٰۃ، حج وغیرہ کے جملہ مسائل اور ارکان درج ہیں۔

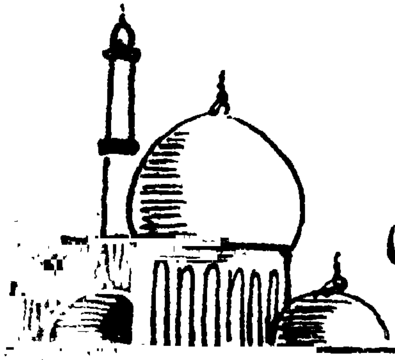
باب چہارم:- اعمال و وظائف:- اس میں سال کے تین سو ساٹھ دن میں تاریخ وار پڑھنے کے لئے وہ مستند اعمال و وظائف درج ہیں جو بزرگان دین اور اولیاء اللہ کا معمول رہے ہیں نیز بزرگان دین کی ولادت اور رحلت کی تاریخیں بھی درج ہیں۔

باب پنجم:- حلال و حرام جانور ذبح و شکار:- اس میں حلال و حرام جانور اور ذبح و شکار کے مسائل بڑی تفصیل کے ساتھ درج ہیں۔

باب ششم:- اللہ اور اللہ کے بندوں کے حقوق:- اس میں حقوق اللہ حقوق آنحضرت صلعم، حقوق صحابہ حقوق اہلبیت، حقوق پیران طریقت والدین اور بیوی بچوں کے حقوق اعزہ و اقرباء کے حقوق، حقوق ملازم غرضکہ ایک مسلمان پر جتنے حقوق عائد ہوتے ہیں وہ سب درج ہیں

دیگر ابواب: سب ہی ابواب میں سے ایک باب میں اسلامی معاشرت پر مکمل روشنی ڈالی گئی ہے مثلاً خورد و نوش اور لباس کے مسائل پیدائش، عقیقہ، شادی بیاہ نکاح و طلاق، تجہیز و تکفین، عدت، ماتم پرسی وغیرہ کے بارے میں جملہ مسائل درج ہیں ایک علیحدہ باب میں میلاد شریف کا جواز اور حضورؐ کی ولادت کا مفصل بیان ہے جو مکمل میلاد نامے کا کام دیتا ہے۔ اس کے علاوہ ایک علیحدہ باب میں خواجہ معین الدین چشتی اجمیریؒ اور دیگر اولیائے کرام کی سوانح درج ہیں اور آخری باب میں مزید نصائح اور حفظان صحت کے جملہ اصول اور اہم بیماریوں کے علاج درج ہیں غرضکہ اس کتاب میں وہ سب کچھ موجود ہے جو مسلم لائبریری میں ہو سکتا ہے۔ ضخامت تقریباً نو سو صفحات کاغذ سفید نہایت اعلیٰ لکھائی، چھپائی عمدہ ٹائیٹل رنگین۔ منگانے کے بعد اگر کتاب ناپسند ہو تو واپس کر دیجئے۔ قیمت مجلد مع خوشنما ڈسٹ کور صرف سولہ روپے۔

دین دنیا پبلشنگ کمپنی — جامع مسجد دہلی۔



مسلمانوں کے زمانہ کا اسپین
جہاں سے یورپ میں علم و تہذیب کی روشنی پھیلی

(از شوکت علی فہمی)

بہت کم حضرات کو اِس بات کا علم ہوگا کہ مسلمانوں کے علمی اور تہذیبی کارنامے اُن کی ملکی فتوحات سے بھی کہیں زیادہ اہم ہیں۔ چنانچہ ہم ذیل میں فرانسیسی مورخ موسیو سیدیو کی "تاریخ عرب" کے حوالہ سے مسلمانوں کی اُن علمی اور تہذیبی ترقیوں پر روشنی ڈال رہے ہیں جو انھوں نے آج سے نو سو برس قبل اپنے زمانہ اقتدار میں اسپین میں کی تھیں اور جنکی بدولت پورے یورپ میں علم کی روشنی پھیلی تھی۔

چوتھی صدی ہجری میں جبکہ انگلستان، فرانس، جرمنی اور پورا یورپ جہالت کی تاریکی میں ڈوبا ہوا تھا۔ اُس زمانہ میں مسلم اسپین علم اور تہذیب کی روشنی سے جگمگا رہا تھا۔ اسپین کو ۹۲ھ ہجری میں طارق بن زیاد اور موسیٰ بن نصیر نے فتح کیا تھا۔ اور اِس کے بعد ۱۳۸ھ میں عبدالرحمٰن بن معاویہ نے اِس یورپین ملک میں خلافت اسلامیہ سے بالکل الگ مسلمانوں کی ایک آزاد اور خود مختار حکومت قائم کرلی تھی جو تقریباً سات سو سال تک پورے یورپ کو علم اور تہذیب کا سبق پڑھاتی رہی تھی۔

نامور فرانسیسی مورخ سیدیو اسپین کی اِس خود مختار اسلامی حکومت کے بارے میں لکھتا ہے "اہل یورپ کو اسپین کے مسلم سلاطین کا ممنونِ احسان ہونا چاہیے کہ اُن ہی کی بدولت علوم و فنون اور صنعت و حرفت کی روشنی صرف اسپین ہی میں نہیں بلکہ پورے یورپ میں پھیلی۔ اور اِس بات میں ذرا بھی شبہ نہیں کہ اسپین کے عرب علوم و فنون اور صنعت و حرفت میں کہیں آگے تھے۔ اِس کے علاوہ یہی اسپین کے فاتح کردار اور اخلاق میں بھی اہل یورپ سے کہیں زیادہ بلند اور برتر تھے۔ عزتِ نفس کا جذبہ اُن میں شدت کے ساتھ پایا جاتا تھا۔ سچ تو یہ ہے کہ اہل یورپ نے علوم و فنون کی تربیت ہی عربوں سے حاصل نہیں کی ہے بلکہ تہذیب و اخلاق کا سبق بھی عربوں ہی سے سیکھا ہے۔ ورنہ اِس سے قبل اہل یورپ کی اخلاقی حالت نہایت پست تھی۔ چنانچہ اُس زمانہ میں یوروپین ممالک میں یہ عام دستور تھا کہ وہ اپنے ملک کے طلبا کو علم و تہذیب کے حصول کے لیے قرطبہ (اسپین) بھیجا کرتے تھے اور اسپین میں جاکر تعلیم حاصل کرنے والے اِن ہی طلبا کی بدولت تقریباً سب ہی یورپ کے ملکوں میں علوم و فنون کی روشنی پھیلی تھی"

"اسپین کے نامور مورخ ادریسی کے بیان کے مطابق مسلمانوں نے اپنے زمانہ اقتدار میں پورے اسپین کو جنت کا نمونہ بنا دیا تھا۔ ہر شہر ایک گلدستہ کی طرح خوشنما تھا۔ دارالسلطنت قرطبہ کی حالت یہ تھی کہ وہاں کی بیشتر سربفلک عمارتیں سنگ مرمر کی بنی ہوئی تھیں۔ قرطبہ کی آبادی دس لاکھ سے بھی زیادہ تھی۔ یہی حالت اسپین کے دوسرے شہروں کی بھی تھی۔ علم دوستی کا یہ عالم تھا کہ صرف قرطبہ میں بارہ مدرسے تھے۔ اسپین میں جہالت کو عیب تصور کیا جاتا تھا۔ قرطبہ اور اشبیلیہ کی یونیورسٹیوں میں یورپ کے طلبا تحصیل علم کے لیے برابر آتے رہتے تھے"

تمام شہروں اور قصبوں میں محتاج خانے اور یتیم خانے قائم تھے۔ پوری مملکت میں تلاش کے باوجود ایک بھی گداگر نہیں دکھائی دیتا تھا۔ ہر طرف خوشحالی اور فارغ البالی کا دور دورہ تھا۔ طلبا کے لیے

جا بجا اقامت خانے موجود تھے۔ جن کے اخراجات اسپین کی اسلامی حکومت برداشت کرتی تھی۔ یہاں تک کہ اُن کے لئے کتابیں بھی حکومت کی جانب سے فراہم کی جاتی تھیں۔ تمام چھوٹے بڑے شہروں میں عدالتیں قائم تھیں جہاں اہلِ معاملہ کو مقدمات کے سلسلہ میں ایک پیسہ بھی خرچ نہیں کرنا پڑتا تھا۔ پولیس کا انتظام نہایت اعلیٰ پیمانہ پر تھا شفاخانے بھی پوری مملکت میں ہزاروں کی تعداد میں موجود تھے۔ تمام بڑے بڑے شہروں میں نلوں کے ذریعہ آب رسانی کا معقول انتظام تھا۔ سچ تو یہ ہے کہ نلوں کے ذریعہ شہروں میں آب رسانی کی ابتدا مسلم اسپین ہی سے ہوئی ہے۔ اور اسپین کی دیکھا دیکھی دوسرے یورپین ممالک نے بھی آب رسانی کا یہ کامیاب طریقہ اختیار کیا تھا۔ ڈاک کا انتظام بھی اسقدر مکمل تھا کہ ڈاک ملک کے ایک گوشہ سے دوسرے گوشہ [illegible] کے ساتھ پہنچ جاتی تھی۔

زراعت میں مسلم اسپین نے اسقدر [illegible] کہ ملک بھر میں زمین کا کوئی ایک ٹکڑا بھی ایسا نہیں تھا جہاں کاشت نہ ہوتی ہو۔ اور باغوں کی اس قدر کثرت تھی کہ پورا اسپین رشکِ ارم بنا ہوا تھا۔"

موسیو سیدیو مسلم اسپین کی صنعتی اور کاروباری ترقی پر تبصرہ کرتے ہوئے لکھتا ہے کہ "مسلم اسپین کے باشندے پورے یورپ میں صنعت و حرفت میں ایک امتیازی مقام رکھتے تھے۔ پارچہ بافی کی صنعت میں یہ ملک آپ ہی اپنی مثال تھا۔ قرطبہ کے مضافات میں دو ہزار سے زیادہ کپڑے کے کارخانے تھے اور ان کارخانوں کا تیار کردہ کپڑا پورے یورپ میں بے حد مقبول تھا۔"

"دباغت کے کام میں بھی انہیں کمال حاصل تھا۔ یورپ کے کئی ملکوں نے مسلم اسپین ہی سے دباغت کا فن سیکھا تھا۔ روئی کے علاوہ سن کو صاف کرکے اسپین میں ایسا عمدہ کپڑا تیار ہوتا تھا جس پر ریشمی کپڑے کا دھوکہ ہوتا تھا۔ اس کے علاوہ اونی کپڑے کی تیاری میں بھی اسپین اوجِ کمال کو پہنچا ہوا تھا۔ یورپ کے تقریباً سب ہی ملکوں میں اسپین ہی کا گرم کپڑا استعمال ہوتا تھا۔"

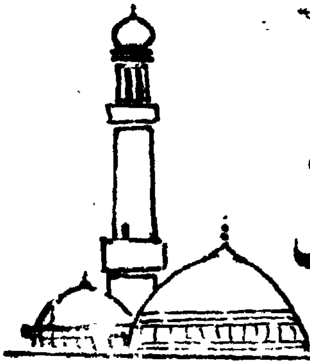
"یورپ کے علاوہ ایشیائی اور افریقی ممالک میں لوگ جب کبھی کسی اچھی اور عمدہ صنعت کا ذکر کرتے تھے۔ تو طلیطلہ کی تلواریں اور نیزے غرناطہ کا ریشم، اور قرطبہ کے چمڑے کے سامان کی بہت تعریف کی جاتی تھی۔ اور جس زمانہ میں کہ دنیا بینکنگ کے کاروبار سے بھی ناواقف تھی۔ مسلم اسپین میں بینکنگ کا سسٹم جاری ہو چکا تھا۔

ہنڈیوں کا استعمال پورے اسپین میں عام تھا۔ اہلِ اسپین اپنے یہاں کی اشیاء سے تجارت کو ایشائی ممالک میں بھیجا کرتے تھے اور اُن کے تبادلہ میں کچا مال کافی مقدار میں حاصل کر لیتے تھے۔ ایران کے قالین بھی بہت زیادہ اسپین میں درآمد کئے جاتے تھے۔ جن کا استعمال وہاں عام تھا۔"

موسیو سیدیو آگے چل کر لکھتا ہے کہ "آب پاشی کے معاملہ میں بھی اسپین دنیا کے تقریباً تمام ممالک سے آگے تھا۔ اسپین میں یہ عام قاعدہ تھا کہ وہاں جتنے بھی بڑے بڑے دریا تھے اُن پر بند لگا کر پانی کو سمندر میں جانے سے روک دیا جاتا تھا۔ اور ہر دریا سے درجنوں نہریں نکال دی گئی تھیں۔ اور ہر نہر کی متعدد شاخیں اس طرح کاٹ دی گئی تھیں کہ پورے ملک میں چھوٹی بڑی نہروں کا جال پھیل گیا تھا۔ غرضکہ کوئی گاؤں اور کوئی کھیت نہری پانی سے محروم نہیں رہا تھا۔ نہری پانی کی اس بہتات نے پورے مسلم اسپین کو ایک چمن بنا دیا تھا۔ چنانچہ وہاں غلہ اور ترکاریاں اس کثرت سے پیدا ہوتی تھیں کہ دوسرے ممالک میں برآمد کی جاتی تھیں۔ اس کے علاوہ اسپین میں کپاس کی پیداوار بھی بہت زیادہ تھی۔"

"فنِ تعمیر میں بھی مسلم اسپین ساری دنیا سے آگے تھا۔ اس ملک کی عمارتیں اپنے انوکھے فنِ تعمیر اور حسن و خوبصورتی میں بے مثال تصور کی جاتی تھیں۔ قرطبہ کی جامع مسجد روئے زمین پر اپنا جواب نہیں رکھتی تھی۔ اس کا طول ۶۰۰ گز اور عرض ۲۰۰ گز تھا۔ اس مسجد میں ایک ہزار تیرانوے ستون تھے۔ جو سنگِ مرمر کے بنے ہوئے تھے اور اس مسجد کے ۲۱ دروازے تھے جن پر طلائی چادریں چڑھی ہوئی تھیں۔ مسجد کے وسط میں ایک جھاڑ لٹکا ہوا تھا۔ جس میں کہ بیک وقت چار ہزار سات سو شمعیں جلا کرتی تھیں۔ اور محراب میں ایک جھاڑ رکھا ہوا تھا۔ جو خالص سونے کا تھا۔"

"قصرِ زہرا بھی مسلم اسپین کی ایک نادر الوجود عمارت تھی۔ یہ بے نظیر محل قرطبہ کے قریب تعمیر کیا گیا تھا۔ محل کیا تھا ایک پورا شہر تھا پچیس سال میں یہ عظیم الشان محل تعمیر ہوا تھا۔ لیکن اسپین کی مسلم حکومت کے زوال کے بعد اس ملک پر عیسائیوں کا قبضہ ہوا تو انھوں نے اس عجوبہ روزگار عمارت کو مسمار کرکے پیوندِ خاک بنا دیا۔ قصرِ زہرہ چار ہزار ستونوں پر قائم تھا۔ اور یہ تمام ستون سنگِ رخام کے (باقی صفحہ ۶۴ پر)



کروڑوں مسلمان کہاں سے آگئے

ہندوستان میں اسلام کی رفتار ترقی پر حیرت

(از مولانا سید سلیمان ندوی)

مسلمانوں پر ایک الزام یہ بھی لگایا جاتا ہے کہ انھوں نے اسلام کو تلوار کے زور سے پھیلایا ہے ذیل کے مقالہ میں علامہ سید سلیمان ندوی نے الزام لگانے والوں کو دندان شکن جواب دیا ہے۔

ہمارے بعض غیر مسلم دوستوں کو تعجب ہے کہ ایک ہزار سال کے اندر ہندوستان میں جہاں اول اول ایک بھی مسلمان نہ تھا آٹھ نو کروڑ مسلمانوں کی تعداد کیونکر ہو گئی ؟ لیکن کیا اُن کو کبھی اس کا بھی تعجب ہوا ہے کہ ہندوستان جہاں کبھی ویدک دھرم کے ماننے والے مطلق نہ تھے یہاں کی کروڑوں سال پرانی قومیں کیونکر اس دھرم میں آگئیں پھر وہ یہ بھی بھولے ہوئے ہیں کہ بودھ مذہب نے اس سرزمین میں ویدک دھرم کو کیونکر شکست دی - اور پھر اس کے بعد ویدک دھرم نے بودھ مذہب کو تلوار اور زبان سے کیونکر نیست و نابود کر دیا ؟ یہ سب پرانی باتیں ہیں ان کو جانے دیجئے - چند صدیاں پہلے یہاں ایک عیسائی بھی نہ تھا مگر اب یہاں نصف کروڑ سے زیادہ عیسائی آبادی پیدا ہو گئی ہے - اور روز بروز عیسائیوں کی تعداد بڑھتی ہی جا رہی ہے - یہ کیوں ہو رہا ہے ؟

عیسائی مشنریوں نے تمام دنیا میں یہ پھیلا رکھا ہے کہ مسلمانوں نے تلوار کے زور سے اپنا مذہب پھیلایا حالانکہ خود عیسائیوں کو یہ اچھی طرح معلوم ہے کہ رومی سلاطین نے عیسائی مذہب کی اشاعت کے لیے کیا کچھ نہ کیا تھا - اسپین پرتگال، ہالینڈ اور خصوصاً دوسری یورپ کی سلطنتوں نے تبلیغ عیسائیت کے لیے کیا کیا روا نہ رکھیں - اس کے علاوہ خود ہندو راجہ دھرم کی خاطر کیا کچھ نہ کر گزرے - اسی طرح اگر بعض مسلمان بادشاہوں سے ایسی باتیں سرزد بھی ہوئیں ہیں تو صرف وہی سرزنش اور ملامت کے مستحق کیوں قرار دئے گئے۔

تمام دنیا کے مذاہب میں صرف اسلام ہی ایک ایسا مذہب ہے جس نے یہ فلسفہ دنیا پر ظاہر کیا ہے کہ مذہب یقین کا نام ہے - اور یقین تلوار کی دھار اور نیزہ کی نوک سے نہیں پیدا کیا جا سکتا ہے " لَا اِكْرَاهَ فِي الدِّيْنِ - یعنی مذہب میں کوئی زبردستی نہیں " اللہ جل شانہ کی جانب سے آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کو تنبیہ ہوئی ہے " اے پیغمبر کیا تم لوگوں کو مجبور کر دوگے کہ وہ ایمان والے ہو جائیں " خدا نے فرمایا ہے " پیغمبر کا کام جبر و اکراہ نہیں بلکہ نرمی سے صرف دعوت اور تبلیغ ہے - اے پیغمبر تم لوگوں پر حاکم بنا کر نہیں بھیجے گئے ہو - تم پر صرف تبلیغ ہی فرض ہے " پھر قرآن نے یہ بھی بتا دیا ہے کہ مذہب کی تبلیغ دنیا میں کیوں کر کی جائے - اور تبلیغ کا طریقہ بتایا گیا ہے کہ " اپنے رب کے راستہ کی طرف تم لوگوں کو دانائی سے اور اچھی نصیحت سے بلاؤ اور اُن سے مناظرہ کرو تو اُس طریقہ سے جو بہترین ہے - یعنی نرمی کے ساتھ۔

اگر یہ سچ ہے کہ اسلام صرف تلوار کے زور سے پھیلا ہے تو کارلائل کے اس سوال کا کیا جواب ہے کہ " اگر محمد نے تیغ زن سپاہیوں کے زور سے اسلام کو پھیلایا ہے تو اس سے قبل ان تیغ زن سپاہیوں کو کس تلوار سے مسلمان بنایا گیا تھا " اس اصول کی بنا پر تو چاہیئے تھا کہ اُن ملکوں پر تو اسلام کا سایہ بھی نہ پڑتا جہاں تلوار نے اُن کا ساتھ نہیں دیا حالانکہ سب کو معلوم ہے کہ ملک حبش پر مسلمانوں نے اُس کے اس احسان کے بدلے میں کبھی تلوار نہیں اٹھائی کہ حبش نے ایک دفعہ اسلام کے تحت

مصیبت کے دنوں میں مسلمانوں کو اپنے پایۂ تخت دہلی ہی تک محدود رہنا پڑا تھا مگر پھر بھی آج وہاں نصف آبادی مسلمان ہے ۔ افریقہ کے اُن خطوں میں جہاں مسلمان سپاہیوں کا گزر کبھی نہیں ہوا تھا وہاں حلقہ بگوشانِ اسلام کی اتنی بڑی تعداد کیوں نظر آتی ہے ۔ چین پر مسلمانوں نے فوج کشی کبھی نہیں کی ، مگر تین چار کروڑ مسلمان وہاں کہاں سے آگئے تھے ۔ جزائر ملایا اور انڈونیشیا مسلم سلاطین کی تاخت و تاراج سے ہمیشہ محفوظ رہے مگر وہاں کی بیشتر آبادی کیسے مسلمان بن گئی ۔ اور مشرقِ اقصیٰ کے دوسرے ملکوں اور جزیروں میں جہاں کسی مسلمان سپاہی کا قدم تک نہیں پہنچا اسلام اُن پر کس طرح چھا گیا ۔ ترک و تاتار نے خود مسلمانوں پر تلوار چلائی تھی ۔ اور مسلم سلطنتوں کو اجاڑا تھا ۔ اُن پر تلوار کس نے چلائی اور اُن کو مسلمان کس نے بنا دیا ۔ ؟

دوسرے ملکوں کو جانے دو خود ہندوستان کو لو یہاں اسلامی فتوحات کا سیلاب درہ خیبر سے ہو کر آیا اور پنجاب سے گزر کر آسام تک پہنچ گیا ۔ مگر درحقیقت اُن کی قوت کا مرکز صوبہ دہلی ، آگرہ ، اودھ اور دکن رہا مگر قابل غور بات یہ ہے کہ ان ہی مرکزی مقامات میں مسلمانوں کی تعداد سب سے کم رہی ہے یعنی آٹھ سو برس کے بعد بھی وہاں مسلمانوں کی آبادی پندرہ فی صد سے زیادہ نہ بڑھ سکی ۔ برخلاف اس کے جہاں اُن کا اقتدار حکومت زیادہ مضبوط نہیں تھا وہاں وہ حیرت انگیز اکثریت میں ہیں ، مثال کے طور پر بنگال ، کشمیر اور سندھ جیسے مرکز سے دور دراز مقامات میں اُن کی آبادی بہت زیادہ بڑھی ہوئی ہے ۔

دکن پر مسلمانوں کا ہمیشہ ہی قبضہ رہا بہمنی حکومت پوری قوت سے مسلط رہی ۔ اس کے بعد پانچ اسلامی سلطنتیں ایک [illegible] دکن میں قائم رہیں پھر مدتوں دکن کے بیشتر علاقہ پر نظام دکن کو اقتدار حاصل رہا ۔ تاہم وہاں مسلمانوں کی تعداد بہت ہی کم ہے ۔ اس کے برخلاف سب ہی اہلِ تاریخ یہ بات مانتے ہیں کہ راجپوتانہ کی ہندو ریاستوں کو کلی طور پر کوئی مسلمان بادشاہ بھی زیر نہ کرسکا — انگریزوں کے عہد تک وہاں ہندوؤں کے ہاتھوں میں مسلمانوں کے [illegible] کے لیے تلواریں رہی ہیں ۔ مگر اس کے باوجود راجپوتانہ کی کوئی ہندو ریاست ایسی نہیں ہے جہاں مسلمانوں کی قابلِ ذکر آبادی موجود نہ ہو ۔ سیلون اور برما پر کبھی مسلمان فاتحوں نے قبضہ نہیں کیا مگر وہاں بھی مسلمانوں کی خاصی تعداد ہے ۔

اِن گزشتہ واقعات کو بھی جانے دو انگریزی عہد کے زمانہ میں جب ہندوستان میں مسلمانوں کی تلوار چھننے کے لئے کند ہو چکی اور انگریز مسلمانوں کو دبانے اور مٹانے میں مصروف تھے تو ۱۸۵۷ء کے بعد کی پہلی مردم شماری سے لیکر ۱۹۲۱ء کی مردم شماری تک ہر ایک دس سالہ تعداد پر غور کرو تو مسلمانوں کی تعداد برابر بڑھتی رہی ہے — یعنی ۷۰ ، ۸۰ برسوں میں مسلمانوں کی آبادی چار کروڑ سے سات کروڑ تک کیونکر پہنچ گئی ۔ یعنی ۱۸۹۱ء کی مردم شماری میں یہاں مسلمانوں کی تعداد پانچ کروڑ ستر لاکھ ہوگئی اور ۱۹۰۱ء میں ۶ کروڑ ۲۵ لاکھ ہوگئی اور ۱۹۲۱ء کی مردم شماری میں ۶ کروڑ ۷۰ لاکھ ہوگئی ذرا سوچئے کہ صرف تیس برس کے مختصر سے عرصہ میں ایک کروڑ مسلمان کس محمود اور عالمگیر کی تلوار کے زور سے بڑھ گئے ۔ پھر آج بھی ہندوستان کے ہر گوشہ میں مسلم آبادی میں جو حیرت انگیز اضافہ ہو رہا ہے وہ آخر کونسی جابرانہ طاقت کا نتیجہ ہے ۔

ہمارے غیر مسلم دوستوں کو ہندوستان میں اسلام کے فروغ پر سخت استعجاب اور حیرت ہے ۔ اور وہ اپنی لاعلمی یا تعصب کی بنا پر اس کا باعث کبھی غزنوی کی تلوار کو اور کبھی عالمگیر کے جبر کو قرار دیتے ہیں ۔ لیکن یہ بات کبھی نہیں سوچتے کہ دنیا کے دور دراز حصوں میں یہاں تک کہ یورپ و امریکہ میں بھی اسلام کو جو فروغ حاصل ہو رہا ہے وہ آخر کس مسلمان فاتح کی تلوار کا نتیجہ ہے ۔ اصل بات یہ ہے کہ اسلام اپنی خصوصیات کی بنا پر پھیلا ہے ۔ اور چونکہ یہ مذہب عین فطرت انسانی کے مطابق ہے اس لیے پھیل رہا ہے ۔ اور پھیلتا رہیگا ۔ اور غیر مسلم اس کے فروغ پر حیرت کا اظہار کرتے رہیں گے

سب سے زیادہ حیرت انگیز بات یہ ہے کہ دنیا کے وہ حصے جو بے دینی کے سب سے بڑے مرکز ہیں وہاں بھی اسلام کو غیر معمولی مقبولیت حاصل ہو رہی ہے ۔ مثلاً خاص پیرس میں مسلمانوں کی کئی لاکھ کی آبادی ہے — انگلستان میں بڑی تیزی کے ساتھ اسلام کو فروغ حاصل ہو رہا ہے ۔ شمالی امریکہ میں اس زمانہ میں اشاعت اسلام کی رفتار غیر معمولی ہے ۔ سوچنے کی بات یہ ہے کہ بے دینی کے اِن مرکزوں میں آخر کس تلوار کے خوف سے اسلام پھیل رہا ہے ۔ ان حقائق پر بھی غور کرنا چاہئے ۔

افسانہ



ترک حسینہ

خودداز ترکوں کی زندگی سے متعلق ایک کہانی

(ترکی افسانہ کا ترجمہ ــــ مترجم محشر عابدی)

ترکی افسانوں میں حُسن وعشق سے کہیں زیادہ سپاہیانہ اسپرٹ پائی جاتی ہے یہی خصوصیت اِس افسانہ میں بھی ہے۔ ہم کو اُمید ہے کہ ہمارے ناظرین کے حلقہ میں یہ افسانہ پسند کیا جائے گا۔

راشد بک گھوڑے سے اُتر کر "سلطانی مسجد" میں داخل ہوا۔ مغرب کا وقت قریب ہو چکا تھا۔ اِس لئے اُس نے نماز پڑھی اور دعا مانگنے لگا۔

"اے خدائے بزرگ وبرتر! مجھے اپنے ارادوں میں کامیابی عطا کر۔ اور فریدہ آفندی کے مقابلہ میں مجھے نصرت وفتحمندی نصیب ہو۔ اے خالقِ آسمان وزمین میں تیرے بھروسے پہ آیا ہوں۔ اور اِس انتقام میں تیری دستگیری اور امداد کا محتاج ہوں۔ تو میری قوت میں اضافہ کردے تاکہ مجھے فتح حاصل ہو اور میں فریدہ آفندی سے اپنی ذلّت کا بدلہ لے سکوں"

راشد بک دُعا مانگ کر اُٹھا اور مسجد کے باہر آیا۔ اُس کو مسجد کے ایک تاریک گوشے میں کوئی متحرک شے نظر آئی۔ اور پھر غائب ہو گئی وہ فوراً اُسکی طرف بڑھا اور اس متحرک شے کو چند لمحوں میں جالیا۔ یہ ایک سیاہ پوش انسان تھا۔ جس کا چہرہ دیکھ کر راشد بک متحیر ہو گیا۔ لیکن ساتھ ہی ساتھ خوفزدہ بھی۔ اُسے ایسا معلوم ہوا گویا وہ خواب دیکھ رہا ہے۔

راشد نے گھبرائے ہوئے لہجہ میں کہا "برجیس قدر۔ فریدہ آفندی کی بیٹی! میرے دشمن کی لختِ جگر"

برجیس قدر۔ جو اِس وقت ایک ترکی لباس میں تھی۔ ایک اجنبی سے اپنا نام سن کر متحیر ہو گئی۔ مگر اُس نے کوئی جواب نہ دیا۔

راشد بک بولا "بول اے حسین لڑکی کیا تو فریدہ آفندی کی لڑکی برجیس قدر نہیں ہے"

برجیس قدر جو اپنے اِس طرح گرفتار ہو جانے پر مبہوت ہو رہی تھی اور بے حد پریشان انداز سے راشد کو دیکھ رہی تھی جھجکتے ہوئے بولی "ہاں! مگر تمہیں میرا نام کیسے معلوم ہو گیا؟"

راشد بک نے پھر جذبات آمیز لہجہ میں کہا "اے معصوم حسینہ تو مجھے نہیں پہچان سکتی کیونکہ میں اب بالکل بدل گیا ہوں۔ اُس وقت سے جبکہ تیری محبت کا جنون میرے سر میں سمایا ہوا تھا۔ اور تیرے حُسنِ عالم آرا کی تنویروں نے مجھے اپنی دنیا اور سارے سرمایۂ حیات سے بے نیاز کردیا تھا۔ ہاں تو نہ پہچانیگی۔ اُس وقت میں ایک ترک تھا۔ اور اب یوسینائی بن گیا ہوں۔ اُس وقت داڑھی مونچھیں موجود نہ تھیں، اور اب یہ دونوں ہیں۔ اے لڑکی، کیا تو اپنے محبت کے دیوانے راشد بک کو بھول گئی۔ اپنے اُس پرستارِ محبت کو جو تیری محبت کے جرم میں شہر بدر کردیا گیا۔ اور ذلیل ہوا"

برجیس قدر متفکرانہ انداز سے بولی "راشد۔ میں راشد کا نام کبھی نہیں بھول سکتی۔ کیا تم واقعی راشد ہو"

راشد بک نے جواب دیا "ہاں میں راشد ہوں۔ مگر وہ دلِ فریفتہ محبت اور سودائی راشد نہیں رہا۔ اب بدل چکا ہوں"

برجیس قدر نے حیرت سے پوچھا "کیوں وہی کیوں نہیں ــــ کیا عیسائی ہو گئے ہو؟"

راشد بک نے جواب دیا "عیسائی نہیں ہوا۔ مگر تیرے لئے اب عیسائی سے زیادہ خوفناک ہو گیا ہوں۔ جو دل تیری محبت کے بے پناہ تنویروں سے فردوسِ نور بنا ہوا تھا۔ اُسی

دل میں تیری نفرت اور دشمنی کے لاتعداد چشمے اُبل نکلے ہیں اور میرے سینے میں انتقام کی موجوں نے ناقابلِ ضبط تلاطم برپا کر رکھا ہے۔ یہ تلاطم نہ صرف مجھے بلکہ تیرے خاندان اور تیری قوم کو بھی اُس توہین کا مزہ چکھائے گا جو تیرے والد نے کئی سال پہلے کی تھی۔"

برجیس قدر نے نرمی سے کہا "راشد یہ سب صحیح ہے۔ مگر میرے والد آفندی مجبور تھے کہ وہ تم کو شہر بدر کردیں۔ کیونکہ یہ بات ہمارے خاندان کی شان و عظمت کے خلاف تھی کہ کوئی شخص آفندی کی لڑکی سے محبت کا اظہار کرے۔"

راشد بک نے غصہ سے جواب دیا "برجیس قدر ظالم باپ کی ظالم بیٹی اب میرے قلب کی تاریکیاں آتش انتقام کے فلک رس شعلوں سے معمور ہو چکی ہیں۔ اور جب تک تیری قوم اور تیرے ملک میں خون کی ندیاں نہ بہنے لگیں گی میری روح کو تسکین نہ ہو گی۔ اور چونکہ تو نے میری دُعا سن لی ہے۔ اور میرے ارادوں سے واقف ہوگئی ہے۔ اس لئے تجھے قتل کردینا میرا فرض ہے کیونکہ دشمن کے گروہ کا ہر فرد دشمن سمجھا جاتا ہے۔"

برجیس قدر نے دلبرانہ انداز سے کہا "راشد! اگر میرا قتل تم فرض سمجھتے ہو تو مجھے قتل کر دو میں اپنے وطن اور باپ کی خاطر اپنی جان قربان کرنے کے لئے تیار ہوں۔ لیکن راشد تم کو ایک معصوم روح کے خون سے اپنا دامن تر کرکے ساری عمر کفِ افسوس ملنے کے سوا کچھ حاصل نہ ہوگا۔ کیونکہ میں کسی سازش میں شریک نہیں ہوں۔" یہ کہہ کر اُس نے انتہائی معصومانہ انداز سے راشد بک کو دیکھا اور سر جھکا لیا۔

اُس کی یہ ادا، یہ رنگین ادا، یہ دلکش ادا۔ ایک پیغام تھی محبت کا راشد کے لئے جس نے اُس کے خفتہ جذباتِ محبت اور ولولوں کو بیدار کردیا۔ اور یہ اُس کے بس کی بات نہ تھی کہ اُن سے متاثر نہ ہوتا راشد بولا "برجیس برجیس! تیری باتوں میں سچائی اور تاثیر کے بے پناہ سمندر موجزن ہیں۔ جو میرے عزم و استقلال کی بنیادوں کو متزلزل کئے دیتے ہیں۔ اے حُسن کی ملکہ اے آفندی کی لختِ جگر تیری باتوں نے مجھ پر سحر کردیا ہے۔ اور اب میں تیرے قتل سے اپنے دامن کو داغدار نہیں بنا سکتا۔ اے حُسن کی پیکر بے مثال تیرے حسن کی سحر کاریوں

نے میری مُردہ رُوح میں جان ڈالدی ہے۔ اور تیری سحر بیانی کے اعجاز نے میری محبت موہوم کے نقوش میں مکرر رنگ آمیزی کردی ہے۔ جا اب میں تجھے کوئی صدمہ نہ پہنچاؤں گا۔ اور اپنی اُس دیرینہ محبت کا احساس کرتے ہوئے اب میں اپنے آپ کو اس قدر بے بس اور مجبور پا رہا ہوں کہ تجھ سے اپنے عزائم کا راز پوشیدہ نہیں رکھ سکتا۔ جا اپنے شہر اور اپنی فوجوں کو جنگ کے لئے آمادہ کر میرے ساتھ بہت بڑا لشکر ہے جو رات کو اس رات تیرے قلعہ تک پہنچکر اُس پر حملہ کردے گا اور پھر کیا حشر ہوگا۔ یہ نہ تجھے معلوم ہے نہ مجھے، مگر اے ترکی کے آبدار موتی۔ آج سے تو مجھے اپنا دوست تصور کر "

برجیس قدر بولی " اے ترکی کے نامور فرزند میں تیرے اس عزم اور جرأت کو پسند کرونگی اور انتہائی تشکر کی نظر سے دیکھونگی اور تو نے میرے ساتھ جو سلوک کیا اُسے کبھی دل سے محو نہ کرونگی میں تیری اس مردانہ ہمت اور صداقت گوئی کے لئے سراپا سپاس ہوں تو بھی مجھے اپنا مددگار پائیگا۔ اچھا خدا حافظ "

یہ کہہ کر برجیس قدر نے اپنا ہاتھ راشد بک کی طرف بڑھا دیا اُس نے انتہائی خلوص اور احترام سے اُس کے ہاتھ کو بوسہ دیا اور پھر برجیس قدر اپنے گھوڑے پر سوار ہوکر فضا کی لامحدود تاریکیوں میں گم ہوگئی۔

راشد بک نے ایک بار پھر ہاتھ دُعا کے لئے اٹھایا اور کہا " اے پروردگار! مجھے برجیس سے محبت ہوگئی ہے۔ مجھے اس قابل بنا کہ میں کل میدانِ جنگ میں اس گوہر گرانمایہ کو ہر آفت و مصیبت سے محفوظ رکھ سکوں۔

فضا میں تاریکی مستولی ہوتی جا رہی تھی۔ اور ابھی راشد بک مسجد ہی میں دست بدعا ہی تھا کہ گھوڑوں کے ٹاپوں کی آواز سنائی دی۔ اور پھر چند ہی لمحوں میں دو جنگی سوار مسجد کے دروازے پر اتر پڑے۔ راشد اُن کو دیکھ کر چھپنے کے لئے اٹھا کیونکہ وہ سوار دشمن معلوم ہوتے تھے۔ اسی اثنا میں ایک سوار کی نظر راشد بک پر جا پڑی اور اس نے کڑک کر کہا " کون جا رہا ہے "؟

راشد بک یہ سُن کر اور زیادہ چھپا۔ لیکن دوسرے سپاہی نے اس کی وضع و قطع کو پہچانتے ہوئے چلا کر کہا " یہ سینائی جاسوس

پکڑو اس بدمعاش کو۔ جانے نہ پائے "

راشد بک نے کمر سے چھوٹا خنجر نکال کر اُن پر حملہ کرنے کی کوشش کی لیکن بہت جلد دونوں سواروں نے بڑھ کر اُس کو اپنے آہنی ہاتھوں میں گرفتار کر لیا۔

ایک بولا " دغا باز تو سینائی جاسوس ہے "

راشد بک " نہیں میں تمہارے دشمنوں کا سردار ہوں "

دوسرا بولا " اچھا تو اُس سرداری اور دشمنی کا مزہ بھی بہت جلد مل جائیگا۔ چلو "

یہ کہہ کر دونوں نے راشد بک کے ہاتھ پاؤں باندھے اور گھوڑوں پر لاد کر چلدیئے۔

[illegible] رات [illegible] پھر کہ توپوں اور بندوقوں کی دل ہلا دینے والی بلند آوازیں فضا کے سکون میں تلاطم اور شور برپا کر رہی تھیں [illegible] اور توپوں کی دھواں دھار بارش سے [illegible] پیدا ہوگیا۔ آسمان پر ستارے دھوئیں کے بادلوں میں چھپ گئے اور خاک لرزہ براندام ہوگیا۔

برجیس قدر نے قلعہ میں پہنچ کر فوج تیار کی اور رات ہی رات وہاں سے روانہ ہوکر ترکوں پر حملہ کر دیا۔ ستارے ساری رات رقص و امید کے دیکھنے میں مستغرق رہے۔ اور اس وقت خمار میکدہ آنکھوں میں لئے ہوئے بزم فلک سے [illegible] بعد بگرے رخصت ہو رہے تھے۔ آفتاب کی آمد آمد اور طلوعِ سحر کے ساتھ جنگ کی گرم بازاری بڑھتی گئی باغیوں نے جان توڑ کوشش کی اور اپنی ساری قوت صرف کر دینی چاہی۔ لیکن ترکوں کے بڑھتے ہوئے اور طوفانی جوشِ جہاد کے سامنے اُن کی ایک نہ چلی۔ اور آخر کار وہ پسپا ہوکر فرار ہوگئے۔

برجیس قدر اپنے لشکر کے ہمراہ فتح و نصرت کے ساتھ اپنے قلعہ کی طرف واپس ہوئی۔ اس وقت وہ اپنے دل میں سوچ رہی تھی کہ اس کامیابی اور فتح کا سبب راشد بک کی صداقت گوئی اور شرافت ہے۔ ورنہ اگر باغی اچانک حملہ کر دیتے تو اُن کا مقابلہ کرنا دشوار ہو جاتا۔ مگر افسوس اب راشد بک کہاں مل سکتا ہے۔ ورنہ شاید وہ

اُس کے ہمدردانہ سلوک کے معاوضہ میں اُسے اپنے صوبہ کا کوئی بڑا سردار مقرر کر دیتی۔

اِس فتحمندی کی خوشی میں فرید آفندی نے عوام و خواص کا ایک جلسہ منعقد کیا۔ تاکہ ہر شخص حسب خواہش اپنی مسرت کا اظہار کرے عین اُس وقت جبکہ رعایا اپنے دلی جذبات کا اظہار بذریعہ سپاسنامہ کرنا چاہتی تھی۔ دو فوجی سردار ایک شخص کو لئے ہوئے داخل ہوئے سب کی نظریں آنے والوں کی طرف اُٹھ گئیں مگر اِن لوگوں کی حیرت کی کوئی انتہا نہ رہی جب برجیس قدر راشد! راشد کہتی ہوئی اپنی جگہ سے اٹھی۔ اور قیدی سے لپٹ گئی۔ اُس وقت برجیس قدر کی آنکھوں میں اظہار تشکر کے لئے آنسو ڈبڈبا رہے تھے۔ راشد یک یہ دیکھ کر سکتہ میں آ گیا اور کسی کی سمجھ میں نہ آیا کیا راز ہے۔

پھر آفندی نے اپنے بارعب لہجہ میں کہا برجیس اس کا کیا مطلب ہے برجیس نے اس کے جواب میں حاضرین جلسہ کو مخاطب کر کے ایک طویل تقریر کرتے ہوئے بتایا کہ کس طرح وہ راشد سے ملی اور اُس سے کیا گفتگو ہوئی اور اُس نے کس قدر شریفانہ سلوک کیا۔ آفندی اور تمام حاضرین راشد بک کی اس جرأت سے مسرور ہوئے اس کے بعد آفندی نے راشد کو "غازی راشد پاشا" کا خطاب دیا۔ اور برجیس جس کی وجہ سے دو بیادر قبائل میں دشمنی پیدا ہو گئی تھی۔ وہ ہی ان دونوں قبائل میں دائمی اتحاد کا باعث بن گئی۔

مسلمانوں کے زمانہ کا اسپین

(باقی مضمون ص۴ سے)

بنے ہوئے تھے۔ اس قصر کی چھتوں میں لاجوردی اور طلائی کام کی پچہ کاری کی گئی تھی۔ محل کے اندر جا بجا سنگ مرمر کی بے شمار نہریں جاری تھیں غرضکہ یہ عمارت سلاطین اسپین کے فن تعمیر کا ایک نادر نمونہ تھی۔"

یہ امر واقعہ ہے کہ مسلم اسپین میں آج سے نو سو سال قبل وہ خصوصیات موجود تھیں جو شائد زمانہ حاضرہ کی کسی بڑی سے بڑی ترقی یافتہ حکومت میں بھی ملنی ناممکن ہے واقعہ یہ ہے کہ مسلمانوں نے اپنے دور اقتدار میں اسپین کو جنت کا نمونہ بنا دیا

عورتوں کے لیے



ایک لڑکی کی پریشانی

اس لڑکی کو اپنے والدین کی بے توجہی کی بہت شکایت ہے

(از زبیدہ سلطان صاحبہ دہلوی)

زبیدہ بہن نے ذیل کے مضمون میں بتایا ہے کہ جب لڑکی جوان ہو جائے تو والدین کو سب سے زیادہ اُس کی شادی کی فکر کرنی چاہیے۔ کیونکہ زیادہ عمر کی لڑکیوں کو گھر میں بٹھانا کسی طرح بھی درست نہیں ہے۔

والدین کو اِس بات کا احساس ہو یا نہ ہو لیکن یہ امر واقعہ ہے کہ ہر لڑکی جوان ہونے کے بعد اپنے مستقبل کے بارے میں سوچنے لگتی ہے۔ وہ زبان سے کچھ کہے یا نہ کہے لیکن چاہتی ہے کہ اُس کا بھی ایک گھر ہو۔ اُس سے بھی کوئی محبت کرے اور وہ بھی کسی کے ساتھ پرکیف زندگی گزارے۔ اور ایسی لڑکیاں جن کی عمریں کچھ زیادہ ہو جاتی ہیں اُن کا یہ جذبہ تو اور بھی زیادہ بڑھ جاتا ہے اور بعض اوقات تو اُن کا یہ بڑھا ہوا جذبہ اُنہیں غلط راستے پر بھی ڈال دیتا ہے۔ چنانچہ حال ہی میں مجھے ایک پڑھی لکھی لڑکی کا خط ملا ہے اِس لڑکی کی عمر تیس سال کے قریب پہنچ چکی ہے لیکن پھر بھی اُس کے والدین اُس کی شادی کی جانب سے بے فکر ہیں۔ جو بھی رشتہ آتا ہے اُسے ناپسند کر دیتے ہیں جس سے کہ یہ لڑکی آزردہ خاطر ہے اور کبھی کبھی یہ سوچنے لگتی ہے کہ وہ کسی ایسے عیسائی مشن میں چلی جائے جہاں جوان لڑکیوں کی شادیوں کا بندوبست کیا جاتا ہے۔

اِس موقع پر یہ بتا دینا بھی ضروری ہے کہ بعض عیسائی اداروں نے ایسے مشن کھول رکھے ہیں جن میں کہ غیر عیسائی جوان لڑکیوں کی شادی کا بندوبست کیا جاتا ہے۔ ان لڑکیوں پر اگرچہ اپنا مذہب تبدیل کرنے پر زور نہیں دیا جاتا لیکن اِس مشن کے ذریعہ چونکہ عموماً عیسائی نوجوان ہی شادی کے لیے مل سکتے ہیں۔ اس لئے لڑکیاں ان سے شادی کرنے کے بعد خود ہی اپنا مذہب تبدیل کر لیتی ہیں۔ چنانچہ اس لڑکی نے اپنے خط میں اِسی قسم کے مشن کا تذکرہ کیا ہے۔

اس مضمون کے پڑھنے والی بہنیں اور بھائی یہ سوچ رہے ہوں گے کہ کیا زمانہ آ گیا ہے کہ لڑکیاں خود ہی اپنی شادیاں کرنے کی الٹی سیدھی تدبیریں سوچنے لگی ہیں۔ اور لڑکیوں نے اب تو شرم و حیا کو بالکل ہی بالائے طاق رکھ دیا ہے۔ خود میں بھی سوچتی ہوں کہ یہ آثار کچھ اچھے نہیں ہیں۔ لیکن اِس کے ساتھ ہی ہمیں یہ بھی سوچنا چاہیے کہ یہ بیداری اور آزادی کا زمانہ ہے۔ اس نازک زمانہ میں غیر ضروری طور پر لڑکیوں کو گھروں میں گھوٹ کر رکھنا درست نہیں اور خصوصیت کے ساتھ ایسی لڑکیوں کو جو تعلیم یافتہ بھی ہیں۔ اُن کی عمریں بھی زیادہ ہو گئی ہیں اور جو زمانہ کے رنگ سے بھی پوری طرح متاثر ہیں۔

جس لڑکی نے مجھے خط لکھا ہے وہ واقعی اپنے والدین کی بے توجہی کا شکار ہے۔ ایسا معلوم ہوتا ہے کہ یہ خط اُس نے اُس وقت لکھا ہے جبکہ اُس کے ضبط اور تحمل کا پیمانہ لبریز ہو چکا ہے یہ لڑکی لکھتی ہے:

”میں تیس سال کی ایک گریجویٹ لڑکی ہوں شکل و صورت کے لحاظ سے بھی مجھے خوبصورت لڑکیوں میں شمار کیا جاتا ہے مگر پھر بھی میری شادی نہیں ہو سکی ہے۔ میرا کردار بھی نہایت مضبوط ہے آج تک مجھ سے کسی قسم کی لغزش نہیں ہونے پائی ہے۔ مگر والدین کے غلط رویہ سے مجبور ہو کر میں غلط باتیں سوچنے لگی ہوں۔ میرے والد نہایت سخت مزاج آدمی ہیں۔ اور میری شادی نہ ہونے

کی ساری ذمہ داری اُن پر ہے کوئی لڑکا بھی دس سال کے اندر اُن کو ... کہتے ہیں کہ کوئی مہمان سے اتر کر ... لے محبت سے پیغام آئے۔ لیکن سب ہی لڑکوں ... عیب نکال کر جواب دے دیا گیا۔ اس لئے اب کہیں سے بھی کوئی بات نہیں آتی اور میں تاریکی میں پڑی ہوئی بھٹک رہی ہوں۔"

لڑکی کے خط کی اِس عبارت کو پڑھئے اور غور کیجئے کہ زیادہ عمر تک لڑکیوں کو گھروں میں بٹھانے کا نتیجہ کیا ہوتا ہے۔ آگے چل کر یہ لڑکی لکھتی ہے

"میں چونکہ نیک طبع لڑکی ہوں اِس لئے میں نے ہمیشہ شرافت بھرے خواب دیکھے ہیں۔ جن کا یہ حشر دیکھ کر سوچتی ہوں کہ مجھ سے اچھی تو وہ لڑکیاں رہیں جنھوں نے ہر قسم کھیل کھیلے اور اب شریفانہ زندگی گزار رہی ہیں۔ اور میں ہوں کہ بس گھر میں پڑی ہوئی سڑ رہی ہوں۔ میرے والد مجھے نوکری بھی نہیں کرنے دیتے۔ جھوٹے وقار میں مبتلا ہیں اب بتائیے کہ میں کیا کروں۔ کبھی کبھی تو ایسا بھی جی چاہتا ہے کہ عیسائی مشن میں جا کر مدد حاصل کروں۔ مگر مجھے ڈر ہے کہیں بھٹک نہ جاؤں۔ دعا کیجئے کہ خدا مجھے ہر قسم کی لغزش سے بچائے مہربانی فرما کر اپنے مضامین کے ذریعے میرے والدین میں احساس پیدا کیجئے گا۔"

اِس لڑکی کے خط کو پڑھنے کے بعد ہم سب کو یہ سوچنا چاہئے کہ جن گھروں میں زیادہ عمر تک لڑکیوں کو بٹھائے رکھا جاتا ہے اُن گھروں کی لڑکیاں کیسی کیسی باتیں سوچنے لگتی ہیں۔ یہ خط اُن والدین کے لئے تازیانہ عبرت ہے جنھوں نے کہ زیادہ عمر کی لڑکیوں کو گھروں میں بٹھا رکھا ہے۔ اور ان لڑکیوں کی عمریں تیس تیس اور پینتیس پینتیس سال تک پہنچ گئی ہیں۔ لیکن یہ ابھی تک اُنہیں نادان بچیاں ہی سمجھ رہے ہیں۔ اور اُنہیں اس کا پتہ تک نہیں کہ اِن لڑکیوں کے احساسات اور جذبات کیا ہیں۔ یہ بھی انسان ہیں۔ اِن کے سینہ میں بھی دل ہے۔ اِن کا دل بھی امنگوں اور آرزوؤں سے بھرا ہوا۔ اور جب اِن کی امنگوں اور آرزوؤں کو کچل کر رکھ دیا جائے گا تو اُس کے نتائج کس قدر خطرناک نکل سکتے ہیں یہ درست ہے کہ تقسیم ملک کے بعد سے مسلمان لڑکیوں کے رشتوں کے سلسلہ میں دشواریاں پیدا ہو گئی ہیں۔ لیکن پھر بھی یہ نہیں کہا جا سکتا کہ رشتے موجود نہیں ہیں۔ جو بھی رشتے ہیں اُن ہی میں سے کوئی نہ کوئی بہتر رشتہ منتخب کر لینا چاہئے۔ اور لڑکیوں کو بہت زیادہ عمر تک گھروں میں نہیں بٹھانا چاہئے۔ میرے نزدیک تو اس لڑکی نے خط لکھ کر اُن والدین کی آنکھیں کھولی ہیں جو زیادہ عمر کی لڑکیوں کو لئے بیٹھے ہیں اور اُن کے مستقبل کی جانب سے بے فکر ہیں۔

آخر میں چند باتیں میں اِس خط لکھنے والی لڑکی سے بھی کرنا چاہتی ہوں بیٹی تم نے اب تک جس ضبط اور تحمل سے کام لیا ہے۔ یہی اچھی اور نیک بیٹیوں کا شیوہ ہے۔ لیکن یہ معلوم کر کے افسوس ہوا کہ اب تم جو غلط باتیں سوچنے لگی ہو وہ تمہاری شرافت اور بلند کردار کے منافی ہے۔ ممکن ہے کہ تمہاری بروقت شادی نہ ہونے میں تمہارے والدین کی کوئی مجبوری ہو لیکن رکھو کہ والدین کیسے ہی کیوں نہ ہوں مگر اولاد کیلئے اپنے دل میں درد رکھتے ہیں زیادہ مناسب یہ ہے کہ تم کسی مقامی اسکول میں ملازمت کر لو تاکہ کسی اچھے شغل میں لگ جاؤ اور اس کے بعد جب کوئی مناسب رشتہ آئے تو اپنے قریب ترین عزیزوں کے ذریعہ والدین کو توجہ دلاؤ۔ وہ ضرور تمہارے مستقبل کے بارے میں غور کریں گے۔ مگر ہمیشہ اس کا خیال رکھو کہ کوئی ایسا غلط قدم نہ اٹھنے پائے جس سے کہ بعد میں پشیمانی ہو

آخیر میں پھر ایک بار میں اُن والدین کو جن کے گھروں میں زیادہ عمر کی لڑکیاں بیٹھی ہوئی ہیں اس لڑکی کے معاملہ کی جانب توجہ دلانا چاہتی ہوں۔ کیونکہ میں سمجھتی ہوں کہ بعض اوقات لڑکیوں کی جانب سے بے توجہی کے نتائج بڑے ہی خطرناک اور رسوا کن ثابت ہوتے ہیں۔

اکثر ایسا بھی دیکھنے میں آیا ہے کہ جھوٹی انا اور خاندان کے بے جا افتخار کی بنا پر بھی بعض والدین اچھے رشتوں کو بھی ٹھکرا دیتے ہیں۔ لڑکیوں کی شادی کے معاملہ میں ہمیں نہ جھوٹی انا کو سامنے رکھنا چاہئے اور خاندان کے بیجا افتخار کو بلکہ یہ ایک فریضہ ہے جسے جتنی جلد بھی ادا کر دیا جائے بہتر ہے۔

کتابیں منگانے کا آسان طریقہ

افسانہ



عجیب عورت

ایک نہایت دلکش معاشرتی کہانی

(از ڈاکٹر محمد احسن فاروقی کراچی)

تم کو شاید یہ محسوس ہو گیا ہو گا کہ میں تم پر عاشق ہو گیا ہوں؟ میں نے اُس سے کہا۔

یہ ہاں پہلے ہی دن سے تم مجھ کو غور سے دیکھتے آ رہے ہو۔ مجھے یہ محسوس ہوا کہ تمہاری توجہ ضرورت سے زیادہ ہے۔

یہ میں بھی محسوس کرتا رہا کہ تم زیادہ سے زیادہ حسین ہوتی جا رہی ہو۔

یہ تو کیا یہ پہلی نگاہ کا یعنی پہلی نظر کا عشق نہیں ہے؟

وہ پہلی نظر میں ہاں کچھ نہ کچھ ضرور ہوا میں نے عموماً دیکھا ہے کہ پہلی نظر میں جو اچھی معلوم ہوئی وہ غور کی نظر میں بری لگی اور پھر بری ہی لگتی رہی یہاں تک کہ اُس سے دل ہٹ گیا۔ مگر تمہارے معاملہ میں یہ نہیں ہوا۔ ہر بار ملاقات میں تم زیادہ سے زیادہ اچھی معلوم ہوئیں اور اب تو ایسی اچھی معلوم ہو رہی ہو جیسی کبھی بھی کوئی نظر نہیں آئی۔

یہ اچھا تو معاملہ یہاں تک پہونچا ہے۔ مجھے یہ نہیں معلوم تھا۔ اور اُسے ہنسی آئی جس سے مجھے محسوس ہوا کہ وہ مجھے اور میرے عشق کو ایک مذاق سمجھ رہی ہے۔

وہ کسی طرح حسین نہیں کہی جا سکتی تھی اور سب سے پہلی ملاقات میں وہ مجھے حسین نہیں معلوم ہوئی تھی۔ کالا رنگ رات میں کالا نہیں معلوم ہوتا تھا۔ اور آنکھ ناک اور چہرہ کی ساخت میں بھی کوئی ایسی بات نہ تھی کہ جاذب نظر ہوتی۔ پھر دن کی روشنی میں دیکھا تو کافی ڈھلی ڈھلی معلوم ہوئی۔ اُس نے ایسی ہیبا کی تھی کہ وہ قریب سے قریب تر آتی گئی اور اُس کے چہرے کے نقائص مٹتے گئے۔ اُس کے پاس جانے میں کوئی رکاوٹ نہیں تھی۔ بلکہ اُس کے دل کے دروازے ہمیشہ پاٹوں پاٹ کھلے تھے اور ہر وقت وہ مجھے اُن میں داخل کرنے کو تیار تھی۔ یہ

لگاؤ مجھے پہلے کبھی کسی عورت میں محسوس نہیں ہوا تھا۔

ہم دونوں مصروف تھے اور اپنے کاموں میں آٹھ بجے صبح سے دس بجے تک مشغول رہتے۔ ہمارے دفاتر کے درمیان پانچ میل کا فاصلہ ضرور تھا مگر ہم ایک ہی بلڈنگ کے دو فلیٹوں میں رہتے تھے۔ اُس کا فلیٹ میرے فلیٹ کے بالکل اوپر تھا۔ اُس میں اُس کے ساتھ ایک عورت اور ایک لڑکا رہتا تھا۔ جو کسی طرح اُس کے عزیز خاص تھے۔

دفتر سے آ کر ہم دونوں آرام کرتے اور سہ پہر کی چائے کے بعد وہ سنگھار کئے ہوئے میرے فلیٹ میں اتر آتی۔ ہم دونوں شطرنج کھیلتے رہتے اور پھر ساتھ ٹہلنے نکل جاتے۔

اُس کے چہرہ اور جسم کے نقائص ایک ایک کر کے غائب ہوتے گئے اور اُن پر عجیب حسن چھاتا گیا۔ میں اُس کے ساتھ شطرنج کھیلنے اور ٹہلنے میں زیادہ سے زیادہ محو ہوتا گیا اور دفتر میں کام کرتے وقت دھیان اُس کی طرف جاتا اور اُس کا چہرہ ذہن کی آنکھوں کے سامنے صاف صاف کھنچ جاتا۔ سیاہ رنگ میں ایک خاص چمک آ جاتی ناک کی اٹھان آسمان کی طرف لے جاتی ہوئی معلوم ہوتی تھی۔ منہ کا خط اور خاص طور پر مسکراہٹ سے اُس کا کھلنا دل کو باغ باغ کر دیتا اور دل میں ہوک اٹھتی کہ اپنے دفتر کا سب کام چھوڑ کر اُس کے دفتر میں جاؤں اور اُس کو دیکھنے میں محو ہو جاؤں۔

چنانچہ میں نے ایک دن ایسا ہی کیا اور وہاں جا کر عجیب سماں میرے سامنے آیا۔ وہ اپنی میز پر بیٹھی تھی اور متعدد کلرک اُس کے پاس آتے جاتے رہتے وہ اِن سب سے نہایت بیبا کی سے بات کرتی۔ ایک آدھ ہنسی مذاق کی بھی بات ہوتی اور پھر وہ چلے جاتے۔ میں کافی دیر بیٹھا رہتا مگر اُس

سے کہا "ہمارا بوس بننا چاہتا ہے اور مجھ سے تو خاص طور پر فرینڈشپ چاہتا ہے۔ اس نے اگر تم چھ ماہ کا تو اچھا ہے اور اب یہاں آنے کی کوشش نہ کرنا۔"

جب وہ یہ کہہ رہی تھی تو مجھے اس کے چہرہ پر ایک سختی محسوس ہوئی اور اُس سختی کی وجہ سے اُس کی شکل کے وہ سب نقائص جو میرے جذبۂ عشق نے چھپائے تھے ابھر آئے۔ میرے دل کی عجیب کیفیت ہوئی اور اُس کے پاس سے بھاگ آنا ہی اچھا معلوم ہوا۔

میں نے اپنے دفتر سے چھٹی لے لی تھی اور اب وہاں جانے کی بجائے میں نئی جیٹی کے جل پر پہنچا اور وہاں پڑی ہوئی ایک بنچ پر بیٹھ گیا۔ میرے دل کو ایک سناٹے سا لگا تھا۔ مگر یہ کچھ زیادہ نہیں تھا اس لیئے کچھ ہی دیر کے بعد جیٹی کی لہروں پر اُس کا ہنسی سے کھکھلاتا ہوا چہرہ نظر آنے لگا اور میں اُسے دیکھتا رہا۔

پھر خراماں خراماں ٹاور تک آیا۔ یہاں بسیں آجا رہی تھیں۔ میرا جی چاہا کہ اپنے گھر جانے والی بس پر بیٹھ لوں مگر ٹاور کی گھڑی پر نظر پڑی تو محسوس ہوا کہ ابھی جلدی ہے اور میکلوڈ روڈ کے بائیں فٹ پاتھ پر خراماں خراماں چلتا ہوا مڑا اور فریئر روڈ پر آگیا۔ یہاں صدر کو جانے والی ایک قریب قریب خالی بس پر لپک کر بیٹھ گیا اور صدر میں ریگل کے بس اسٹاپ پر اُترا۔ مجھے کسی چیز کو دیکھنے سے سروکار نہ تھا۔ اور نہ کسی چیز کو دیکھتا تھا۔ میں اُسی کے خیال میں گم تھا۔ اُس کا ناراض چہرہ کافی دھلا ہوا نظر آیا تھا۔ مگر اب اُس کا تصور رنگ سے بھر گیا تھا اور جو نقائص کچھ لمحوں کے لیئے ابھرے تھے غائب ہو گئے تھے۔ اور وقت نے اور سب سے زیادہ جذبات نے اُن پر ایسا رنگ چڑھا دیا تھا کہ وہ دنیا کی حسین ترین چیز معلوم ہوتے تھے۔ دفتر میں اُس کے رویہ نے اسکی حسین ترین تصویر پر پانی ضرور پھیر دیا تھا۔ مگر اب پانی پھرنے کے بعد زیادہ روشن تصویر آنکھوں کے سامنے آئی تھی۔ اور ناراضگی سے تنی ہوئی بھویں اور شکن دار ماتھا ایک بالکل نیا اچھوتا کرشمہ نظر آنے لگے تھے۔ میرے تصور کی تصویر اور بھی زیادہ دلکش ہو گئی اور اس کو ذہن میں لئے ہوئے میں پیدل اپنے فلیٹ کی طرف چلتا رہا۔

میں اُس کے فلیٹ پر یہ سمجھ کر گیا تھا کہ اب وہ ضرور آگئی ہوگی اور کھانا کھانے کے بعد سو کر اُٹھ بیٹھی ہوگی اور کچھ دیر شطرنج کھیل کر ہم ٹہلنے جائیں گے مگر فلیٹ میں پہنچتے ہی وہ عورت سامنے آئی جو اُس کے ساتھ رہتی تھی۔ وہ پہلے مسکرائی اور پھر زور سے ہنستی رہی۔

میں کچھ غصے میں واپس ہونے والا تھا کہ اُس نے سنجیدہ چہرہ بناتے ہوئے کہا "تھوڑی دیر بیٹھ جاؤ ـــــ وہ تو آج شام کو بلکہ رات گئے آئے گی۔ کیا معلوم رات بھر نہ آئے ـــــ مجھے تم پر ترس آتا ہے۔"

میں اس طرح صوفے پر گر گیا جیسے بہت تھکا ہوا تھا۔ اُس نے سامنے بیٹھ کر کہنا شروع کیا "تم بالکل جوان ہو، تم پر مجھ کو ترس آتا ہے۔"

"میں نے اُس سے پوچھا "آپ کا اور اُن کا کیا رشتہ ہے؟"

"وہ میری بڑی بہن کی لڑکی ہے۔ اُس نے مجھے اپنے لڑکے کی دیکھ بھال کے لیئے رکھ لیا ہے۔"

"اُس کا لڑکا؟"

"یہ لڑکا دیکھتے نہیں ہو۔ یہ اُسی کا ہے۔ بارہ برس کا ہے۔ تم اُسے جوان سمجھ رہے ہو۔ تم سے بارہ پندرہ برس بڑی ہوگی۔ کاٹھی اچھی ہے اِس لیئے معلوم نہیں ہوتی۔ کالے رنگ کے لوگ بہت دیر میں ڈھلتے ہیں۔ تم اُس کے پیچھے جان دے رہے ہو۔ میری ایک اور بھانجی ہے کالج میں پڑھتی ہے۔ اُس کے ساتھ نکاح کر لو۔ وہ تمہارے جوڑ کی ہے رنگ بھی صاف ہے۔ چلو تو آج ہی اُس سے ملا دوں۔ تمہارے جوڑ کی ہے۔ یہ سب چکر چھوڑ دو بلکہ یہ آپ ہی آپ چھوٹ جائے گی۔"

میں عجیب عالم میں آگیا۔ اور بجائے کچھ کہنے کے ایک دم سے اُٹھ کر فلیٹ سے باہر آگیا۔ اُس کا لڑکا ہاکی اسٹک لیئے ہوئے آیا اور میرے پاس سے گزرتا ہوا باہر چلا۔

بلڈنگ سے باہر نکل رہا تھا کہ وقار صاحب جو سب سے نیچے کے فلیٹ میں رہتے تھے ساتھ ہو لئے اور ہنس کر بولے "آج وہ تمہاری استانی ساتھ نہیں ہے؟"

"اُستانی؟" میں نے چونک کر کہا

"ہاں وہ استانی ہی ہے تم کو ابتک نہیں معلوم۔ میں عرصے سے جانتا ہوں۔ وہ صحیح استانی تھی۔ ایک اسکول میں عرصہ تک پڑھاتی رہی پھر ملک سے باہر چلی گئی اور ایک لڑکا لیکر آئی۔ کہتی ہے کہ امریکہ میں ایک شخص سے شادی ہوئی تھی۔ جو یہاں آنے کو تیار نہیں ہوا اس لیے لڑکا لے کر چلی آئی۔ اسکول کی نوکری چھوڑ کر اب ایک فرم میں نوکر ہے۔ مگر

نظرت سے استاق ہو جے تم ایسے نوخیز لڑکوں کو درس دیتی ہو۔ دو چار دن تم بھی درس دیا اب اور کوئی پٹھا مل گیا ہوگا اُسے اپنا شکار بنا رہی ہوگی مگر تم فکر مت کرو تم کو وہ چھوڑنے والی نہیں ہے۔ اور تم بھی اسے چھوڑ نہ سکو گے۔ آج نہیں کل پھر لے گی اور تم زندگی بھر اس کے پیچھے ہی رہو گے دیکھا ہی جائے گا کہ کتنے آئے اور کتنے گئے مگر تم بھی کبھی الگ نہ ہو سکو گے ——— اچھا اب مجھے ادھر جانا ہے۔“

وہ لپکتے ہوئے بس اسٹینڈ کی طرف گئے اور میں سوچتا ہوا خراماں خراماں آگے بڑھا۔ میرے خیالات میں اب ایک ہیجان برپا ہو گیا تھا۔ تصور میں اُس کا چہرہ آیا تو کافی بدنما معلوم ہوا۔ مجھے کسی اور عورت کا تجربہ نہیں تھا۔ اور اسی کے تجربے کو میں عام سمجھ رہا تھا مگر اب محسوس ہو رہا تھا کہ اُس سے بہتو بھی عورتیں ہیں ہر معنی میں بہتر۔ میں بازار میں آیا جہاں بڑی بھیڑ اور چہل پہل تھی۔ کثرت سے عورتیں آجا رہی تھیں۔ ہر عورت کو غور سے دیکھتا اور یہ کہتا: ”یہ اُس سے تو اچھی ہے۔“ دو چار تو بہت اچھی معلوم ہوئیں اور وہ اُن کے سامنے ڈھلی ہوئی معلوم ہوئی ———

کافی رات گزر چکی تھی مگر میں نے اپنے فلیٹ کا دروازہ نہیں بند کیا تھا کہ اک دم سے وہ دندناتی ہوئی میرے فلیٹ میں آئی اور نہایت بیباکی سے میرے پلنگ پر آکر بیٹھ گئی۔ میرا یہ عالم ہوا کہ

کیا وفورِ شوق میں بھی نکلا پڑتا ہے
قیامت کا اثر رکھتا ہے آنکھیں چار ہو جانا

میرے ذہن میں اُس کا جو بدنما تصور قائم ہوا تھا وہ اک دم سے مٹ گیا اور اُس کا چہرہ بالکل نئی طرح پر روشن ہو گیا۔

”تم مجھ سے خفا ہو گئے۔ اس میں آخر بات ہی کیا ہے؟“

”نہیں خفگی کا کوئی سوال نہیں ہے۔ میں زندگی بھر تم سے خفا نہ ہونگا مگر جب سے تمہارا سا تھ رہنے لگا ہے میں یہ چاہتا ہوں کہ تم میرے ہی ساتھ رہو۔“

”یہ تمہاری غلطی ہے اور ناتجربہ کاری۔“

”ہاں تم تو بڑی تجربہ کار ہو۔ استانی رہ چکی ہو۔“

”ہاں مجھے استانی ہی سمجھو میں تم کو اور تمہارے ایسے لڑکوں کو جنسی تربیت دیتی ہوں نہ معلوم کتنے لڑکوں کو راہ پر لگا دیا۔ تم کیا سب ہی لڑکے سے مختلف ہوتے ہیں۔ جتنے جوان ہوتے جاتے ہیں زیادہ دھوکے میں آتے ہیں مگر یوں یوں بڑھتے جاتے ہو اور تجربہ کرتے جاتے ہو ویسے ویسے دھوکے سے نکلنے کے زیادہ قابل ہوتے جاتے ہو۔ میں اس لیے چاہتی تھی کہ تم ایسے نوخیز لڑکوں کی مددگار رہوں۔ یہی میرا مشن ہے۔ میری خالہ اور سب ہی عورتیں اس بات کو نہیں سمجھتیں۔“

جب وہ یہ سب کچھ کہہ رہی تھی تو میں اُسے غور سے دیکھ رہا تھا اُس کے جسم اور چہرہ کے نقائص جن پر زیادہ توجہ ہو گئی تھی ایک ایک کر کے غائب ہوتے گئے اور پھر وہ اتنی ہی اچھی لگنے لگی جتنی پہلے لگی تھی۔ اور پھر میں وارفتہ ہو گیا ———

یہ یقین ہو چکا تھا کہ وہ میری نہیں ہو سکتی اور وہ کسی ایک کی ہونا بھی نہیں چاہتی تھی۔ میرے ایسے مجھ سے کچھ بڑے یا کچھ چھوٹے لوگ نہ معلوم کتنے اُس کے پاس آتے اور وہ ان کے ساتھ سیر کو نکلتی ان لوگوں کے ساتھ جاتے ہوئے میں نے اُسے بار بار دیکھا اور اُس نے مجھ سے اس طرح رُخ پھیر لیا کہ جیسے مجھے جانتی ہی نہیں تھی۔ ایسے نہ معلوم کتنے موقعے آئے۔ پہلے پہلے مجھے برا لگا مگر پھر میں اُن کا بڑی آسانی سے روادار ہوتا گیا اور ان لوگوں سے الگ ہو کر وہ نہایت درجہ کھل کر مجھ سے ملتی۔ میرے فلیٹ میں بڑی بیباکی سے گھستی ہوئی چلی آتی۔ دروازہ بند کر دیتی اور میرے پاس مجھ سے مل کر بیٹھ جاتی۔ ہر بار وہ کچھ نہ کچھ زیادہ حسین معلوم ہوتی۔ سیاہ رنگ پر بڑی خاص رونق نظر آتی کبھی وہ مجھ سے بڑی معلوم ہوتی اور میں اُس کے سامنے جھک جاتا کبھی وہ مجھ سے بہت زیادہ معصوم نظر آتی اور میں اس پر حاوی ہو جاتا۔ یہ عجیب بات تھی۔ اُس کا چہرہ ہی وہ کرشمہ نہیں تھا جو مجھے سب کچھ بھلا دیتا تھا بلکہ اُس کا سارا وجود ایک ایسا کرشمہ تھا جو حقیقت کی دنیا سے بہت دور ایک عجیب اور دلکش عالم کا نمائندہ معلوم ہوتا تھا میں سوچنے لگا تھا کہ اُس کے کثرت سے لوگوں سے تعلق سے کیا فرق پڑتا تھا اور لوگ اُس کے پاس آتے تھے اور چلے جاتے تھے مگر میرے پاس وہ خود آتی تھی اور ہر پھیرے میں مجھے زیادہ سے زیادہ متاثر کر جاتی تھی۔

اُس کی صورت کے وہ نقائص جن کو میں نقائص مانتا تھا رفتہ رفتہ اوصاف میں تبدیل ہوتے گئے۔ پختہ سیاہ رنگ میں ایسی چمک [illegible] کہ مجھے گورے اور سانولے رنگوں سے نفرت ہونے لگی [illegible] اس کا [illegible] نقشہ ہی میرے لیے ایسا ماڈل ہو گیا جس سے میں اور عورتوں کو [illegible]

مجھ ملاتا اور نا قص پاتا۔ مجھے کسے ہوئے جسم کی جوان لڑکیاں بھی دکھائی دیتیں۔ اُس کی خالہ نے اپنی دوسری بھانجی سے بھی مجھ کو ملوایا۔ یہ گورے رنگ کی چھوٹے قد کی بالکل جوان لڑکی تھی۔ مجھ سے بہت جلد بڑی شرمیلی اور پھر گھلتی گئی۔ اس کا امتحان قریب آیا تو میں اُسے اُس کے گھر پڑھانے جانے لگا۔ اُس کا دبلا کسا ہوا جسم اُس کی خالہ زاد بہن کے ڈھلے ہوئے جسم کے مقابلہ میں بہت زیادہ دلکش نظر آتا۔ وہ مسکراتی بھی تھی مگر اُس کی مسکراہٹ میں وہ بے باکی اور لگاوٹ نہیں تھا۔ جو اُس کی بہن کے یہاں دل کے لیے مقناطیس کا کام کرتا ہے۔ رفتہ رفتہ میں دونوں کی ہر چیز کا شعوری اور لاشعوری دونوں طور پر مقابلہ کرتا گیا۔

دونوں سے ملا تو مجھے ایک خاص فرق نظر آیا۔ ایک دل میں زور کے ساتھ داخل ہوتی تھی مگر تھوڑی دیر میں پھر پھڑا کر نکل جاتی تھی بلکہ اڑ کر غائب ہو جاتی تھی۔ دوسری دل میں گھستے ہوئے ڈرتی رہی بلکہ وہ اگر گھس آئی تو وہاں ہمیشہ کے لیے دبک کر بیٹھ جاتی اور وہیں رہتی

اُسی زمانہ میں ایک ملاقات میں اُس نے مجھ سے کہا "ہم لوگوں کو ہر سال چھٹی ملتی ہے۔ ایک مہینہ کی تاکہ تفریح کریں اور میں اب ایک مہینہ کے لیے لاہور وغیرہ جا رہی ہوں"

میں اُسے اسٹیشن پہنچانے گیا۔ جب گاڑی چلی تو وہ کھڑکی سے جھانک رہی تھی۔ جوں جوں گاڑی آگے کھسکتی ووں ووں اُس کے چہرے کا تاثر زیادہ دلکش ہوتا گیا۔ مسکراتا ہوا چہرہ غور سے دیکھتی ہوئی بڑی بڑی آنکھیں میرے تصور میں ایسی جم گئیں کہ پورے مہینے میں ان پر سرد مقناطیس اُس کی خالہ زاد بہن باوجود بھری جوانی اور گٹھے ہوئے جسم کے اچھی نہ لگی اور اس کا ڈھلا جسم تصور میں زیادہ سے زیادہ لذیذ ہوتا گیا۔

وہ مہینہ عجیب کشمکش کا تھا۔ ایک طرف اُس کا جاتے وقت کا چہرہ سر پر سوار رہتا۔ دوسری طرف اُس کی خالہ زاد بہن نے اپنی کوشش تیز کر دی تھی۔ اور نوبت یہاں تک پہنچی تھی کہ دونوں میرے فلیٹ میں آ جاتیں اور ایسا بھی ہوا کہ خالہ بھانجی کو چھوڑ کر چلی بھی جاتی۔ میرے تخیل کی صورت اور سامنے کی حقیقی صورت میں ایک کشمکش رہتی۔ ایک ڈھلی ہوئی دوسری کسی ہوئی۔ مگر میرے لیے کون دلکش تھی پہلی جیسا کہ تھی اور اسی تعلق کے سبب کسی طرح کی پابندی عائد نہیں کرتی تھی۔ دوسری ایک جال یا پھندا تھی جو ایسا گلے میں پڑتی کہ دم گھٹ کر ہی رہ جاتا۔ میں اُسے چھونا تو کیا غور سے دیکھتے ہوئے بھی ڈرتا تھا۔

مجھ سے زیادہ وقت دفتر میں گزرتا اور اُس کے بعد اکیلا نہ نکلتا تھا۔ اب ایک ہی نہیں دونوں کی تصویریں سامنے آتیں معلوم ہوتا کہ دونوں ہی اپنی طرف کھینچنے کی کوشش کر رہی ہیں اور میں دونوں سے بھاگ سکتا ہوں یا یوں کہیے کہ پہلی کے سلسلہ میں پکڑے جانے کا سوال ہی نہیں۔ کوئی ذمہ داری نہیں جب جی چاہے ملے جب جی چاہے الگ مگر دوسری جال میں ایسا گرفتار کرنا چاہتی ہے کہ کبھی نہ نکل سکوں پہلی دور تھی اور تخیل میں اُس کی تصویر زیادہ سے زیادہ حسین ہوتی جا رہی تھی دوسری حقیقت میں اُس سے زیادہ حسین تھی مگر برابر بدنما ہوتی جا رہی تھی۔ پہلی سے شروع ہی سے کھل کر مل گیا تھا۔ دوسری کے ساتھ گھلنے میں ڈر لگتا تھا۔ پہلی کے ساتھ شادی کا سوال ہی نہ تھا۔ دوسری شادی ہی کے لیے میری طرف دوڑائی گئی تھی۔

اسی دوران میں نہ معلوم کس طرح میرے والدین کو خبر ہو گئی۔ انھوں نے مجھے سکھر بلایا اور باتوں کے بعد ایک دن والد نے کہا "میں نے سید صاحب کی لڑکی کے ساتھ تمہاری شادی طے کر لی ہے۔ مجھے معلوم ہوا ہے کہ تم کراچی میں واہی تباہی پھر رہے ہو۔ ایک بدمعاش عورت کے فلیٹ میں جاتے ہو۔ وہ کہیں چلی گئی اب اس کی بہن تمہارے فلیٹ میں آتی ہے۔ میں تمہاری زندگی تباہ ہوتے نہیں دیکھ سکتا۔ میرا فرض ہے کہ تم کو راہ پر لگاؤں۔ یا تم اپنی رائے سے اُن دونوں کو چھوڑ کر کسی سے شادی کر لو یا پھر میرے کہنے پر چلو"

میں نے سید صاحب کی لڑکی انجم کو بھی کالج سے آتے ہوئے دیکھا۔ میں اُسے پہلے بھی دیکھ چکا تھا وہ ان دونوں سے زیادہ دلکش معلوم ہوئی جو چیز ہے، ذہن میں عجیب طرح کشمکش پیدا کر رہی تھی۔ میں نے آٹھ دن کے اندر یہ محسوس کیا کہ انجم اُن دونوں کو دھکیل کر میرے ذہن پر حاوی ہو گئی ہے۔

چلتے وقت میں نے والد سے کہا "میں کراچی کی زندگی سے عاجز ہوں اگر یہاں کوئی کاروبار یا آمدنی کا ذریعہ نکلے تو فوراً یہاں آ جاؤں گا"

کراچی واپس آ کر میں نے اُس کی خالہ سے بھی کہہ دیا کہ میں اب یہاں کی نوکری چھوڑ دوں گا۔ سکھر میں ہی رہوں گا اور کوئی کاروبار کروں گا

خالہ اور بھانجی دونوں دنگ رہ گئیں اور بھانجی فلیٹ سے اپنے گھر چلی گئی اور میرے ذہن سے غائب ہو گئی مگر اُس کی بڑی بھانجی کا جو لاہور گئی تھی جاتے وقت کا تصور میرے ذہن پر حاوی رہا۔ ظاہر تھا

کہ انجم اور اُس کے ساتھ شادی کر کے سکھ میں رہنے کا خیال غالب آ گیا [illegible] خیال آیا کہ اُس کی [illegible] دیکھ [illegible] تھی۔

کیسے [illegible] کا [illegible] رہا تھا۔ کیوں وہ آ رہی تھی۔ اُس سے کیا غرض تھی؟ [illegible] ملازمت سے بھی میں نے چھٹی لے لی تھی۔ اپنے فلیٹ کا [illegible] صاحب سے سودا کر لیا تھا۔ میں چلا بھی گیا ہوتا۔ مگر اُس کا [illegible] کا چہرہ ایسا سر پر سوار تھا کہ اُسے ایک دفعہ اور دیکھے بغیر نہیں جا سکتا تھا۔ دل کہہ رہا تھا بس ایک دفعہ اور آخری دفعہ۔ آنے کی اطلاع اُس نے مجھے بھی دی تھی میں نے اُس کی خالہ کو بتایا تھا تو وہ بولی تھیں "آپ آ جائے گی اسٹیشن جانے کی کیا ضرورت ہے" میں نے اپنی سکھ کو رد انگی اُس کے آنے تک ملتوی کرا دی تھی۔ اُس کے ساتھ گزری ہوئی سب ہی یادیں آ رہی تھیں۔ اُس کا ہمیشہ سے اُس کا مقابلہ بھی ہو رہا تھا۔ انجم بھی یاد آتی اور اُس کے ساتھ زندگی کے خواب بھی اُبھرتے۔ مگر ایک آخری ملاقات۔ آخری دیدار کے لئے دل تڑپ رہا ہے۔ اُس کا حسن اور اُس کے سن کی وجہ سے [illegible] کا بھی پورا

احساس تھا اُس کے ساتھ مستقبل [illegible] کا خیال ہی ممکن نہ تھا مگر [illegible] دیکھ لینا ضروری تھا۔

گھنٹی بجی دہلی آنے والی گاڑی۔ سب مسافر کھڑے ہو گئے۔ انجن میرے سامنے سے سنسناتا ہوا گزرا کھڑکیوں سے بہت سی شکلیں [illegible] رہی تھیں۔ گاڑی رک گئی۔ میں ڈبے والے کمپارٹمنٹ میں جھانکتا ہوا آخر تک پہنچ گیا۔ ایک کمپارٹمنٹ میں وہ نظر آئی۔ کیا وہی تھی؟ وہی جس کو میں نے اتنی بار دیکھا تھا اور جس کا اتنی دیر سے بیقراری سے انتظار کرتا رہا تھا۔

"اچھا تم آ گئے؟" اُس نے ڈبے سے اترتے ہوئے کہا۔ میں اُس کا چہرہ غور سے دیکھنے لگا۔ وہ سب نقائص جن کو میری نظر ٹال جایا کرتی تھی بہت زیادہ نمایاں تھے۔ چہرہ کی کھال لٹکی ہوئی سیاہ رنگ کی جھلک پر لکیری پڑی ہوئی تھی۔ گالوں میں گڑھے صاف نمایاں تھے۔ دل نے کہا "کیا اسی کو دیکھنے کیلئے بیقرار تھے" جی چاہا کہ اس کی طرف [illegible] قلی نے اُس کا سامان اٹھایا اور وہ باہر کی طرف چلی میں بھی ساتھ ہو لیا۔ اُس کے جسم پر نگاہ جاتی تو وہ کافی ڈھلا معلوم ہوتا۔ اسٹیشن سے نکلتے ہوئے میں نے کہا "میں نے لمبی چھٹی لے لی ہے اور [illegible] بھی جاتا جہاں میں ہمیشہ رہنے کا طے کر چکا ہوں فلیٹ ایک دوست کو دے دیا ہے"

اُس نے نہایت بے پروائی سے کہا "اچھا اچھا"

"اور وہاں میری کزن انجم سے شادی بھی ہو جائے گی"

"یہ تو بہت ہی اچھا ہوگا۔ مبارک ہو بہت مبارک ہو"

اُس نے ایک ٹیکسی میں اپنا سامان رکھوایا اور خود بھی بیٹھ گئی۔

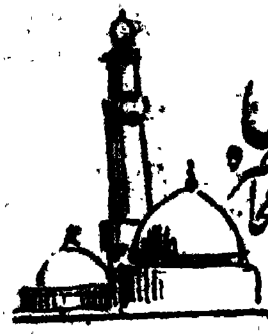
حالانکہ میرا جی نہیں چاہ رہا تھا کہ اُس کے چھوڑ کر جاؤں مگر میں امید کر رہا تھا کہ وہ مجھے اپنے ساتھ چلنے کو کہے گی مگر اُس نے بیٹھ کر ٹیکسی ڈرائیور سے کہا چلو اور نہایت سنجیدہ چہرہ بناتے ہوئے کہا "اچھا خدا حافظ"

"خدا حافظ" میرے منہ سے بھی نکلا۔ ٹیکسی طرح پھر نکل گیا۔ اور میں سوچنے لگا کیسی عجیب عورت ہے۔ محبت کرتی ہے تو بے تحاشا اور بے رخی اختیار کرتی ہے تو حد سے زیادہ ———

اب اُس کی ایک ایک بات مجھے یاد آ رہی تھی۔

———

دنیائے اسلام پر ایک نظر



ایران سے ملاؤں کی حکومت کا خاتمہ یقینی

سعودی عرب کی فوجی تیاریاں۔ کابل کے گرد مجاہدین کا محاصرہ

(ہمارے سیاسی مبصر کے قلم سے)

ایرانی ملاؤں کی حکومت کا خاتمہ یقینی

ایران کے سابق وزیر اعظم شاہ پور بختیار جو عراق و ایران کی جنگ کے چھڑنے کے بعد پیرس سے عمان پہنچے تھے اور غالباً عمان سے بغداد گئے تھے انھوں نے اپنے ایک بیان کے ذریعہ پیشگوئی کی ہے کہ اب ایران سے ملاؤں کی حکومت کا خاتمہ یقینی ہے۔

شاہ پور بختیار ایران کے آخری وزیر اعظم تھے جن کا تعلق سابق شاہ ایران سے تھا۔ انھوں نے اپنے ایک بیان میں بتایا ہے کہ۔ "شاہ کے ایران چھوڑنے کے بعد سے ایران کی ایک جلا وطن حکومت کام کر رہی ہے۔ اس جلا وطن حکومت کو ایران میں خواہ اقتدار حاصل ہو یا نہ ہو لیکن یہ بات یقینی ہے کہ اب ایران سے خمینی جیسے ملاؤں کی حکومت کا دور ختم ہو چکا ہے" شاہ پور بختیار کا کہنا ہے کہ "جو حالات اس وقت ایران میں رونما ہیں ان کے دیکھتے ہوئے کوئی تعجب نہیں کہ ایران میں جلد ہی فوجی حکومت قائم ہو جائے"

سابق شاہ ایران میں اگرچہ بہت سی کمزوریاں اور خامیاں تھیں لیکن اس سے انکار نہیں کیا جا سکتا کہ انھوں نے ایران کی حکومت کو ایک نہایت ہی مستحکم حکومت بنا دیا تھا۔ اور ان کے زمانہ میں ایران نے بہت سے شعبوں میں نمایاں ترقی کی تھی۔ ایران کی یہ بدقسمتی ہے کہ اگر اس ملک سے شہنشاہیت کا خاتمہ ہوا تو اس کی جگہ اس ملائیت نے لے لی جو شہنشاہیت سے بھی زیادہ ملک کے عوام کے لئے خطرناک ہے۔

ان ملاؤں نے اقتدار سنبھالنے کے بعد ملک کے تقریباً سب ہی سینیئر اور فوجی افسروں کو موت کے گھاٹ اتار دیا تھا۔ جس کا نتیجہ یہ ہے کہ ایران کو عراق کے مقابلہ میں دوگنی فوج رکھنے کے باوجود تقریباً ہر مورچہ پر شکست ہو رہی ہے۔ اور حالات یہ بتا رہے ہیں کہ ایران کی مکمل شکست یقینی ہے۔ اور اس شکست کے بعد ایران سے ملاؤں کی حکومت کا دور ہمیشہ کے لئے ختم ہو جائے گی۔

سعودی عرب کی فوجی تیاریاں

اسرائیل کے جارحانہ عزائم اور سعودی عرب کے گرد و پیش جو حالات رونما ہو رہے ہیں۔ انھوں نے سعودی عرب کو بھی اس بات کے لئے مجبور کر دیا ہے کہ وہ اپنی فوجی طاقت میں اضافہ کرے تا کہ جب بھی سعودی عرب کے سرحدوں کے لئے خطرہ پیدا ہو تو اس کا سعودی عرب آسانی کے ساتھ مقابلہ کر سکے۔

سعودی عرب میں فوجی تیاریاں کس قدر بڑے پیمانہ پر ہو رہی ہیں اس کا اندازہ پیرس کی اس اطلاع سے ہو سکتا ہے کہ حال ہی میں سعودی عرب اور فرانس کے درمیان تقریباً چار کھرب کے سامان کا معاہدہ ہوا ہے چنانچہ فرانس کے دفتر خارجہ کی ایک اطلاع کے مطابق فرانس اور سعودی عرب کے درمیان ۳ کھرب اسی ارب روپے کی مالیت کے اسلحے کے ایک معاہدہ پر دستخط ہو گئے ہیں۔ جس کے تحت فرانس سعودی عرب کو بم بار اور جنگی جہاز سپلائی کرے گا ساحلی دفاع کا سامان اور بحری جنگ میں استعمال ہونے والے ہیلی کوپٹر مہیا کرے گا۔ وزارت خارجہ فرانس نے کہا ہے کہ یہ سب سے بڑا سمجھوتہ ہے جو کہ فرانس اور کسی دوسرے ملک کے درمیان ہوا ہے۔

یہ بھی معلوم ہوا ہے کہ سعودی عرب اس کوشش میں بھی ہے کہ عراق کے ساتھ مل کر بغداد میں ایک بڑا اسلحہ ساز کارخانہ قائم کرے

[illegible] سعودی عرب کی تحریک پر قاہرہ میں اسلحہ ساز کارخانے قائم کئے گئے تھے۔ لیکن مصر کے اسرائیل کے ساتھ سمجھوتے کے بعد یہ کارخانے معدوم ہو گئے ہیں۔ اس لئے سعودی عرب کی یہ کوشش ہے کہ خود عرب ممالک میں اسلحہ سازی کے کارخانے قائم کئے جائیں تاکہ عرب ممالک اسلحہ کے معاملے میں دوسرے ممالک کے محتاج نہ رہیں۔

عربوں کو خدا نے بے اندازہ دولت دی ہے وہ اگر چاہتے تو ۱۹۶۷ء میں اسرائیل کی تباہ کاری کے بعد اب تک کئی اسلحہ ساز کارخانے قائم کر چکے ہوتے لیکن ہمیں افسوس ہے کہ اس ضمن میں ابھی تک کوئی قدم نہیں اٹھایا گیا ہے۔

کابل کے گرد مجاہدین کا محاصرہ

ہندوستان کے نامور صحافی کلدیپ نیر جو حال ہی میں افغانستان کا دورہ کر کے ہندوستان آئے ہیں ان کا کہنا ہے کہ " باغیوں نے کابل کے گرد گھیرا ڈال رکھا ہے۔ اگر آپ کابل سے باہر جانا چاہیں تو افسران آپ کو وارننگ دیں گے کہ آپ محافظ کے بغیر کابل سے دس کلومیٹر کے فاصلے سے آگے نہ جائیں " انھوں نے بتایا ہے کہ کابل میں قیام پذیر ایک ہندوستانی مجھے اپنی مرسیڈیز کار میں پندرہ کلومیٹر کے فاصلہ پر واقع پغمان لے گیا لیکن وہ جگہ اجاڑ پڑی تھی۔ حالانکہ اس روز جمعہ تھا۔ اور جمعہ کو افغانستان میں چھٹی ہوتی ہے چار بجے شام کو جب ہم واپس آ رہے تھے تو کسی نے ہماری کار پر گولی چلائی لیکن کار میں سوار تین آدمیوں میں سے کوئی زخمی نہیں ہوا البتہ ہمیں بتایا گیا کہ چونکہ یہ مرسیڈیز کار تھی اس لئے اس کو سرکاری سمجھ کر اس پر گولی چلائی گئی ایسی ہی کاریں وزیروں کے پاس ہیں "

مسٹر کلدیپ نیر کے اس بیان سے بخوبی اندازہ لگایا جا سکتا ہے کہ روس نواز کارمل حکومت کے خلاف عوام میں نفرت اور حقارت کس قدر پھیلی ہوئی ہے۔ اگر انہیں ذرا بھی یہ شبہ ہوتا ہے کہ کسی کار میں کوئی وزیر یا سرکاری افسر جا رہا ہے تو وہ اس پر گولیاں برسانا شروع کر دیتے ہیں۔

ان حالات میں کون یہ توقع کر سکتا ہے کہ روس کی کٹھ پتلی حکومت کے قدم کبھی افغانستان جیسے غیور ملک میں جم سکیں گے۔ عام خیال یہ ہے کہ افغانستان روسیوں کے لئے دوسرا ویتنام ثابت ہوگا۔ جو حشر امریکنوں کا ویتنام میں ہوا ہے شاید کہ روس کا افغانستان میں اس سے بھی بدتر ہوگا۔

وزیر اعظم مصر کی یوروپین ممالک سے فریاد

حسنی مبارک نے یوروپین ملکوں سے اپیل کی ہے کہ وہ اسرائیل پر دباؤ ڈالیں کہ وہ اعتدال پسندی سے کام لے کیونکہ اسرائیل کی حالیہ دراز دستیوں نے فضا کو مکدر کر دیا ہے۔ حسنی مبارک نے اسرائیل کی جارحانہ حرکتوں پر تبصرہ کرتے ہوئے کہا ہے کہ " گولان کی چوٹیوں جنوبی لبنان اور یروشلم کے سلسلہ میں اسرائیل جو کچھ کرتا رہا ہے اس سے اس کا اعتماد اٹھتا جا رہا ہے۔ اس لئے ضرورت ہے۔ کہ یوروپین برادری اسے راہ راست پر لانے کی کوشش کرے "

حسنی مبارک جو آج یوروپین ممالک سے فریاد کر رہے ہیں کیا انھوں نے یہ بھی سوچا ہے کہ اسرائیل کی جارحانہ حرکتوں کا سب سے بڑا محرک کون ہے۔ یہ محرک انور سادات ہیں جنھوں نے تیل کے چند چشموں اور سینا کے مختصر سے علاقہ کے لئے عرب مفاد کو اسرائیل کے ہاتھ فروخت کر دیا ہے۔ کیسی عجیب بات ہے کہ کیمپ ڈیوڈ کے معاہدہ کے بعد مصر خود بھی تو اسرائیل کی گود میں جا بیٹھا ہے اور اسرائیل کے بازو مضبوط کرتا رہا ہے۔ اور اپنے عرب بھائیوں سے غداری کر کے اب یوروپین ممالک سے فریاد کر رہا ہے۔ حسنی مبارک کو معلوم ہونا چاہئے کہ عرب ممالک کا مستقبل یوروپین ممالک یا امریکہ کے ہاتھ میں نہیں ہے بلکہ وہ خود مصر کے ہاتھ میں ہے کاش کیمپ ڈیوڈ کے معاہدہ کے ناکام ہونے کے بعد صدر سادات کی آنکھیں کھل گئی ہوتیں اور وہ امریکی اور صیہونی کیمپ سے رشتہ توڑ کر پھر عرب ممالک کی صف میں شامل ہو گئے ہوتے۔ یہی اسرائیل کی جارحیت کا اصل علاج ہے۔

سچ تو یہ ہے کہ اسرائیل کے حوصلے بڑھ جانے میں محمد انور سادات کا بہت بڑا ہاتھ ہے۔ اگر وہ بدستور عرب کیمپ میں رہتے تو حالات بالکل مختلف ہوتے۔ خدا کرے کہ وہ اپنی غلطی کو محسوس کر سکیں۔

شام کمیونزم کی گرفت میں

روس نے بہت پہلے ایشیائی ممالک کو اپنی گرفت میں لینا شروع کر دیا ہے۔ جنوبی یمن تو پہلے ہی سے روس کی گرفت میں تھا۔ اب معلوم ہوا ہے کہ شام کے ساتھ بھی روس کا بیس سال کے لئے دوستی کا معاہدہ ہو گیا ہے۔

ماسکو کی اطلاع ہے کہ ۸ر اکتوبر کو روس اور شام کے سربراہوں نے باہمی دوستی کے ایک بیس سالہ معاہدہ پر دستخط کر دئے ہیں۔ معاہدہ کی رو سے دونوں ملک بیرونی اور داخلی خطرہ کے وقت ایک دوسرے کی حفاظت کریں گے کسی تیسرے ملک سے ایسا کوئی معاہدہ نہیں کریں گے جس سے کہ دوسرے فریق کو نقصان پہنچے۔ دونوں ملک ایک دوسرے کی ترقی میں معاونت کریں گے۔ شام کے صدر حافظ الاسد سرکاری دورے پر کل ہی ماسکو پہنچے تھے۔ ان کے پہنچنے پر ہی اس معاہدہ کی تکمیل ہوئی ہے۔

اس معاہدہ کے بعد دونوں ملکوں کے سربراہوں نے مشرق وسطیٰ میں حقیقی امن قائم کرنے کے ارادہ کا اظہار کیا ہے۔ اور روس کے صدر مسٹر بریژنیف نے کہا ہے کہ خلیجی ملکوں میں سامراجی طاقتوں کی دھونس اور عرب ممالک کو بلیک میل کرنے کی سازش کو ناکام بنانے کے لئے اس معاہدہ کی شدید ضرورت تھی۔

لیکن روس کے صدر سے پوچھا جا سکتا ہے کہ اس وقت افغانستان میں خود روس کی طرف سے جس جارحیت کا مظاہرہ ہو رہا ہے وہ اگر سامراجیت نہیں ہے تو اور کیا ہے۔ بہر حال شام اور روس میں بیس سالہ معاہدہ ہو گیا۔ اب دیکھنا ہے کہ شام کے باشندوں کو اس کی کیا قیمت ادا کرنی پڑتی ہے۔

جاوا میں اسلامی ریاست کا قیام

جکارتہ کی تازہ اطلاعات سے پتہ چلتا ہے کہ ایران میں اسلامی احیاء کی تحریک کے اثرات انڈونیشیا میں بھی محسوس کئے جانے لگے ہیں۔ چنانچہ انڈونیشیا کی ایک خبر رساں ایجنسی کی اطلاع ہے کہ مشرقی جاوا میں مسلمانوں نے علیحدگی کی ایک نئی تحریک شروع کر دی ہے جس کا مقصد یہ ہے کہ انڈونیشیا کے اس علاقہ میں ایک ایسی اسلامی ریاست کا قیام عمل میں لایا جائے جس کے جملہ قوانین شریعت اسلامیہ کے مطابق ہوں گے۔

خبر رساں ایجنسی کے مطابق مشرقی جاوا کے فوجی کمانڈر جنرل ویٹارسو نے کہا ہے کہ اس علاقہ میں اسلامی تحریک کا احیاء کا رجحان پایا جاتا ہے۔ جس سے کہ یہ بات بالکل واضح ہے کہ اس علاقہ کے مسلمان ایک نئی اسلامی ریاست کے قیام کے لئے برابر کوشاں ہیں۔

یہ بات تو سب ہی کو معلوم ہے کہ انڈونیشیا دنیا کا سب سے بڑا مسلم ملک ہے جس کی مسلم آبادی تیرہ چودہ کروڑ کے درمیان ہے۔ اس ملک میں مسلم آبادی کا تناسب نوے فیصد سے بھی زیادہ ہے لیکن ایسا معلوم ہوتا ہے کہ اب اس ملک میں بھی مذہب پرستوں کا ایک ایسا طبقہ ابھر رہا ہے جو قرآن اور احادیث کی روشنی میں اس ملک کا آئین تیار کرنا چاہتا ہے۔ اور اس کی تحریک جاوا سے شروع ہو گئی ہے۔ اب دیکھنا ہے کہ اس اسلامی تحریک سے انڈونیشیا میں اسلام سے دلچسپی بڑھتی ہے یا اسلام کے نام پر تفریق پیدا کی جاتی ہے۔

لبنان پر اسرائیل کے حملے جاری

لبنان اسرائیل کا پڑوسی ملک ہے۔ اسرائیل چاہتا ہے کہ اس ملک کے جنوبی حصہ پر اپنا اقتدار قائم کرکے اپنی سرحدوں کی مزید توسیع کرے۔ اور جنوبی لبنان میں چونکہ عیسائیوں کی اکثریت ہے اس لئے اسے امید ہے کہ وہ جلد ہی اپنے مقصد میں کامیاب ہو جائے گا۔

اسی ناپاک مقصد کے تحت تھوڑے تھوڑے وقفہ کے بعد برابر اسرائیل جنوبی لبنان پر حملے کرتا رہتا ہے چنانچہ حال ہی میں اسرائیلی فوج نے ہوائی جہازوں کی مدد سے جنوبی لبنان کے ان علاقوں پر جہاں فلسطینی اڈے ہیں ایک حملہ کیا تھا جسے کہ پسپا کر دیا گیا ہے فلسطینی خبر ایجنسی نے ایک فوجی ترجمان کے حوالے سے بتایا ہے کہ فلسطینیوں نے حملہ آوروں کا سخت مقابلہ کیا۔ اور اس مقابلہ میں ۲۷ اسرائیلیوں کو موت کے گھاٹ اتار دیا۔

دلچسپ معلومات
حیرت انگیز اور عجیب و غریب انکشافات

(از ادارہ دین دنیا)

آذان دینے والی گھڑی

اب ایسی گھڑیاں بھی بننی شروع ہوگئی ہیں جو نمازیوں کو نماز کے لئے تیار کرنے کے لئے آذان دینے لگی ہیں۔ چنانچہ حال ہی میں جاپان کی ایک فرم نے ایک ایسی گھڑی تیار کی ہے جس میں الارم کی جگہ آذان بھری ہوئی ہے۔ تاکہ نمازی نماز کے لئے جس وقت پہ چاہیں سوئی لگا دیں گھڑی سے اسی وقت مقررہ پہ آذان کی آواز بلند ہونے لگے گی۔

یہ گھڑی خصوصیت کے ساتھ صبح کی نماز کے لئے زیادہ مفید ہے چنانچہ فجر کی نماز کے وقت آذان دینے والی یہ گھڑی اذان دے کر نمازی کو جگا سکتی ہے۔ یہ گھڑی ٹائم پیس کی صورت میں ہے۔ جس طرح کہ ٹائم پیس میں کسی خاص وقت کے لئے الارم لگایا جاسکتا ہے بالکل اسی طرح اس ٹائم پیس میں نماز کے لئے سوئی لگادی جاتی ہے۔

عورت کی قیمت صرف چند بھیڑیں

اس تہذیب و ترقی کے زمانہ میں بھی دنیا میں ایسے علاقے موجود ہیں جہاں عورتیں نہایت ہی سستے داموں میں فروخت ہوتی ہیں چنانچہ کینیا میں ایسے بہت سے قبائل آباد ہیں جہاں ایک جوان لڑکی کی قیمت صرف پانچ چھ بھیڑیں ہوتی ہے۔

ان قبائل میں شادی کرنے کا بھی رواج نہیں ہے بلکہ صورت یہ ہے کہ ایک مرد اپنی حیثیت کے مطابق جتنی چاہے عورتیں خرید سکتا ہے۔ چنانچہ ایک ایک مرد کے پاس بیس بیس اور پچیس پچیس عورتیں موجود ہیں

اس علاقہ میں عورتوں کی تجارت کیلئے نہ صرف ہوتی ہے باقاعدہ عورتوں کا بازار لگتا ہے جہاں سے ان عورتوں کو معمولی قیمت میں بھیڑ بکری کے بدلے میں حاصل کیا جاسکتا ہے کینیا کی عورتیں شکل و صورت کے اعتبار سے تو اچھی نہیں ہوتیں۔ لیکن ان کے جسم نہایت مضبوط اور سڈول ہوتے ہیں۔

یورپ میں آنکھوں کے بینک

جسطرح دنیا کے مختلف حصوں میں "بلڈ بینک" یعنی خون کے بینک کھل گئے ہیں۔ بالکل اسی طرح یورپ کے مختلف ملکوں میں آنکھوں کے بینک بھی کھلنے شروع ہوگئے ہیں۔ ان بینکوں میں مردہ انسانوں کی آنکھیں نکالکر محفوظ کرلی جاتی ہیں۔ اور ان لوگوں کے یہ آنکھیں لگا دی جاتی ہیں جو بینائی سے محروم ہیں۔

آنکھوں کے ان بینکوں کے ذریعہ اب تک بہت سے اندھوں کو بینائی کی دولت سے مالا مال کیا جاچکا ہے۔ آنکھوں کے بینک میں زیادہ تر ایسے مردہ انسانوں کی آنکھیں رکھی جاتی ہیں۔ جو جوان اور تندرست ہونے کے باوجود کسی حادثہ میں ہلاک ہوجاتے ہیں۔

آنکھوں کے علاوہ جسم کے دوسرے اعضاء کو بھی محفوظ کرنے کا مسئلہ زیر غور ہے۔ خصوصیت کے ساتھ اس بات پر غور کیا جارہا ہے کہ کیا مردہ انسانوں کے گردے اور پھیپھڑے بھی کام میں لائے جاسکتے ہیں۔ اسکے علاوہ مصنوعی اعضا بھی مریضوں کے جسم میں پیوست کئے جارہے ہیں جو نہایت ہی کارآمد ثابت ہوئے ہیں

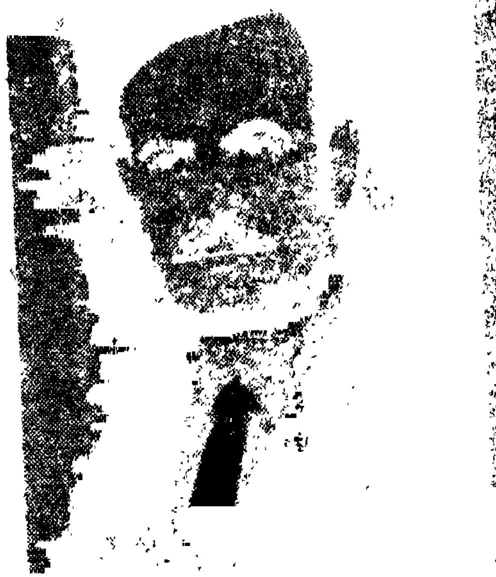

PRICE



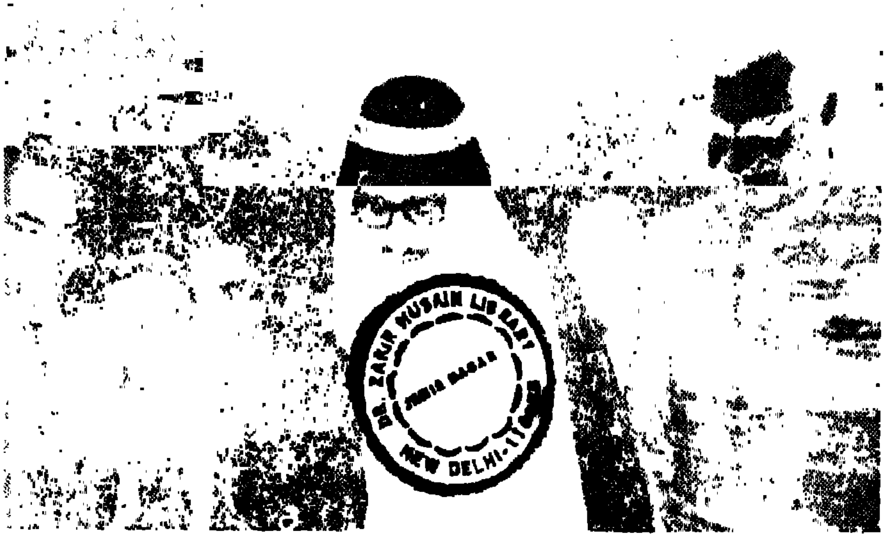
کویت کے وزیر خارجہ ''شیخ احمد'' (بائیں جانب)
ایک دوسرے عرب شیخ کے ساتھ تبادلہ خیال کر رہے ہیں



صدر ''انورسادات'' دشمن اسلام
اسرائیل سے سازباز کرنے پر خوش ہیں



شام کے صدر ''حافظ الاسد''
یہ بھی روس کی ڈپلومیسی کے شکار ہو گئے



مرحوم شاہ سعود کے فرزند ''شہزادہ فواد'' ریاض میں
چند ہندوستانی سربراہوں کے ہمراہ



''فلسطین کو آزاد کرائیں گے'' (دائیں سے بائیں) لبنان کی فوج کے کمانڈر
فلسطینی رہنما ''یاسر عرفات'' اور جارج حباش سب کا ایک ہی نعرہ ہے۔



وزیر خارجہ نرسمہاراؤ- مسز اندرا گاندھی اور صدر سنجیوا ریڈی
قبرص کے صدر ''کپرانوف'' کا خیر مقدم کر رہے ہیں



اسمعیلی فرقہ کے رہنما ''سر کریم آغا خان'' اور ان کی اہلیہ ''سلیمہ بیگم''
حال ہی میں ہندوستان تشریف لائے تھے



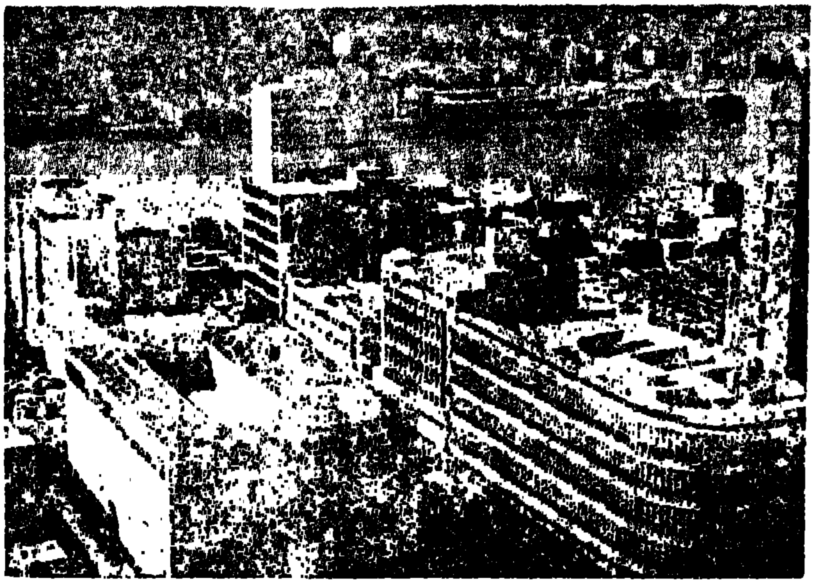
لندن میں تعلیم حاصل کرنے والی ہندوستانی لڑکیوں کی بکنگھم پیلیس لندن میں
انگلستان کی ملکہ "کوئن الزبتھ" سے ایک ملاقات



امریکہ کے سابق وزیر خارجہ "ہنری کسنجر"
نئی امریکی حکومت میں انہیں شامل کرلیا گیا ہے



روس کی کمیونسٹ پارٹی کے سربراہ
"بریژنیف" ہندوستان آرہے ہیں



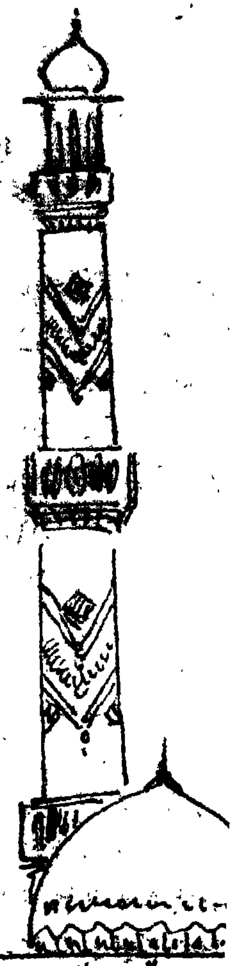
عراق کا دارالسلطنت "جدید بغداد" حالیہ برسوں میں کیونکر بن گیا ہے

مسلمانوں کا سب سے قدیم اور کثیر الاشاعت تاریخی اور اصلاحی جریدہ

ماہنامہ دین دنیا دہلی

(ایڈیٹر شوکت علی فہمی)

جلد ۹ | دسمبر —— ۱۹۸۰ء | نمبر ۱۲



قیمت سالانہ	ترسیل زر کا پتہ	قیمت فی پرچہ
اکیس روپے ششماہی گیارہ روپے	دفتر ماہنامہ دین دنیا دین دنیا ہاؤس .... متصل جامع مسجد دہلی وی پی منگانے میں تین روپے زائد کا خرچ ہے اس لئے منی آرڈر بھیجئے	دو روپے پاکستان بنگلہ دیش اور برما سے پچاس روپے غیر ممالک سے سو روپیہ سالانہ

مفتی شوکت علی فہمی - ایڈیٹر پرنٹر پبلشر و پروپرائٹر نے اپنے خواجہ پریس میں چھپوا کر دفتر دین دنیا جامع مسجد دہلی ۶ سے شائع کیا

رفتارِ زمانہ

(از شوکت علی فہمی)

پندرھویں صدی کا خیر مقدم

مسلمانوں کی چودہ سو سالہ تاریخ آپ ہی اپنی مثال ہے

پوری دنیائے اسلام میں پندرھویں صدی ہجری کا پُرجوش خیر مقدم کیا جا رہا ہے۔ پندرھویں صدی کا جشن منانے کے لیے سبھی مسلم ممالک میں عظیم الشان تیاریاں ہو رہی ہیں۔ اور ان تیاریوں کے ساتھ ہی اس عزم و ارادے کا بھی اظہار کیا جا رہا ہے کہ اس نئی صدی کو تاریخ اسلام میں سنہری صدی بنا کر پیش کیا جائے گا۔

آج سے چودہ سو سال قبل جب رسول مقبول صلی اللہ علیہ وسلم کو منصب نبوت پر سرفراز ہوئے بارہ سال گزر چکے تھے تو اللہ جل شانہٗ کی جانب سے حضور اکرم کو حکم ملا کہ آپ مکہ سے ہجرت فرما کر مدینہ منورہ تشریف لے جائیں۔ اور وہاں سے پوری دنیا میں اسلام کی روشنی پھیلائیں۔

اسلام کی تاریخ میں وہ دن ایک انقلابی اور تاریخی دن تھا جبکہ رسول محترم سلہ ہجری میں حکم الٰہی کے مطابق حضرت ابوبکر صدیق رضی اللہ کی معیت میں مدینہ منورہ کی جانب روانہ ہوئے تھے۔ اسلام کے دو اولین معمار اپنی اپنی اونٹنیوں پر سوار تیزی کے ساتھ مدینہ منورہ کی جانب بڑھ رہے تھے۔ اور ان کا ہر قدم بے دینی جہالت اور گمراہی کو پامال کرتا چلا جا رہا تھا۔ دو بزرگ انوار الٰہی کی ان تجلیوں کی جانب بڑھ رہے تھے جو ایک روز ساری دنیا کو نورِ حق سے منور کرنے والی تھیں۔

عاشقانِ رسول کئی دن سے مدینہ کے باہر آ کر رسول محترم کی آمد کا انتظار کر رہے تھے۔ اور جب انہیں اطلاع ہوئی کہ حضور کریم تشریف لا رہے ہیں۔ تو دیوانہ وار استقبال کے لئے دوڑ پڑے اور خوشی سے نعرے بلند کرنے لگے۔ ساری فضا اللہ اکبر کے نعروں سے گونج گئی اور عاشقانِ رسول پروانوں کی طرح حضور کے گرد جمع ہو گئے۔

رسول محترم مدینہ سے باہر ہی قبا کے مقام پر ٹھہر گئے کیونکہ آپ کو حضرت علی کرم اللہ وجہہ کی آمد کا انتظار تھا۔ اور آپ اُس وقت تک شہر مدینہ کے باہر ہی ایک خیمہ میں مقیم رہے جب تک کہ چودہ روز کے بعد حضرت علی بخیریت حضور سے نہ آن ملے۔ قبا کے قیام کے دوران آپ نے ایک مسجد کی بنیاد رکھی اور اس کی تعمیر میں خود مزدوروں کے ساتھ کام کیا اور اس طرح چودہ دن کے اندر یہ تاریخی مسجد تعمیر ہو گئی یہ اسلام میں بیت اللہ کے بعد سب سے پہلی مسجد تھی۔

قبا میں چودہ روزہ قیام کے بعد رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم حضرت علی کو ہمراہ لے کر شہر مدینہ کی جانب روانہ ہوئے۔ یہ جمعہ کا دن تھا جب آپ بنی سالم کے محلہ میں پہنچے تو دوپہر کا وقت تھا۔ آپ نے جمعہ کی نماز وہیں ادا فرمائی۔ نماز سے فارغ ہو کر ناقہ پر سوار ہو کر جب آپ مدینہ کی شاہراہوں سے گزرے تو انصار ہتھیار باندھے

دونوں طرف خیر مقدم کی غرض سے صفیں باندھے کھڑے تھے۔ پردہ نشین عورتیں اور کمسن لڑکیاں چھتوں پر کھڑی حضورؐ کے خیر مقدم کی خوشی میں گیت گا رہی تھیں۔ غرضکہ آپ کی آمد کی خوشی میں پورا مدینہ مسرت سے جھوم رہا تھا۔ یہ تھا پہلی صدی ہجری کا شاندار آغاز۔

مدینہ کا ہر شخص اس بات کا متمنی تھا کہ رسول صلعم کی میزبانی کا فخر کسی طرح اُسے حاصل ہو جائے۔ چنانچہ لوگوں نے جب حضورؐ سے اس خواہش کا اظہار کیا۔ تو آپ نے فرمایا میری اونٹنی حکم الٰہی سے جہاں بیٹھ جائے گی۔ وہی میری جائے قیام ہوگی۔ چنانچہ اونٹنی چلتے چلتے جب حضرت ابو ایوب انصاری رضؓ کے مکان کے پاس پہنچی تو خود ہی بیٹھ گئی اور اس طرح مدینہ میں پہلی میزبانی کا شرف حضرت ابوایوب انصاریؓ کو حاصل ہوا۔ آپ نے اُن ہی کے ہاں اُس وقت تک قیام فرمایا جب تک کہ آپ کے لئے مسجد اور رہنے کا مکان نہ بن گیا

رسول اللہ صلعم کی ہجرت اور مدینہ میں قیام کے بعد اسلام اور پیغمبر اسلام کی زندگی کا ایک نہایت ہی عظیم الشان اور شاندار دور شروع ہوا۔ کیونکہ رسول محترم کے مدینہ میں قدم رکھنے کے بعد ہی سے اسلام پھولا پھلا اور بڑھا اور اُسے اس قدر وسعت حاصل ہوئی کہ مسلمان مختصر سے عرصہ میں آدھی دنیا پر چھا گئے۔ رسول اللہ صلعم اپنی عمر کے ترپنویں سال اور نبوت کی تیرھویں سال ۸ ربیع الاول مطابق ۲۰ ستمبر ۶۲۲ء کو قبا میں داخل ہوئے تھے یہی وہ مبارک تاریخ جس سے کہ اسلام کا عروج شروع ہوا۔ مسلمانوں کا سال ہجری اسی مبارک دن سے شروع ہوتا ہے جو دراصل مسلمانوں کے عروج اور ترقی کی غیر فانی یادگار ہے۔

مدینہ منورہ میں قیام فرمانے کے بعد رسول مقبول صلعم نے جو سب سے پہلا کام کیا ہے وہ مسجد نبوی کی تعمیر تھی جس طرح قبا کی مسجد کی تعمیر میں آقائے دوجہاں نے مزدوروں کے ساتھ خود کام کیا تھا۔ اسی طرح آپ مسجد نبوی کی تعمیر میں بھی بنفس نفیس مزدوروں کے ساتھ شریک رہے۔ اور آپ ہی کی طرح مہاجرین اور انصار بھی بڑے ذوق و شوق کے ساتھ اس نیک کام میں اُس وقت تک لگے رہے جب تک کہ مسجد نبوی اور مسجد سے متصل رسول اللہ صلعم کے لئے ایک مختصر سا مکان تعمیر نہیں ہو گیا۔ اور اس کے بعد حضورؐ نے اپنی صاحبزادیاں اور حرم نبوی کو مکہ سے بلا لیا تھا۔

رسول اللہ صلعم مسلمانوں کی باہمی اخوت کو اسلام کے فروغ کے لئے نہایت ضروری سمجھتے تھے۔ اس لئے آپ نے ہجرت کے پہلے ہی سال انصار اور مہاجرین کے درمیان اخوت کا ایک ایسا رشتہ قائم کیا جس کے بعد انصار مہاجرین کے لئے اور مہاجرین انصار کے لئے بھائی بن گئے اور نوبت یہاں تک پہنچ گئی کہ انصار نے مکہ سے ہجرت کرنے والے مہاجرین کو اپنی املاک اور جائدادوں میں برابر کا شریک کر لیا۔ اُدھر مہاجرین کی خودداری کا یہ عالم تھا۔ وہ کسی طرح بھی انصار پر اپنا بار ڈالنا پسند نہیں کرتے تھے۔ بلکہ محنت مزدوری اور تجارت سے اپنی روزی کماتے تھے۔ اور اِس تجارت اور ذاتی محنت سے بعض مہاجر نے لاکھوں پیدا کئے تھے۔

انصار اور مہاجرین میں رشتہ اخوت قائم کرنے کے بعد رسول مقبول صلعم نے باشندگان مدینہ کو جن میں کہ یہودی اور عیسائی بھی شامل تھے متحد کرنے کی کوشش فرمائی تاکہ مدینہ کے ہزاروں باشندے متحد ہونے کے بعد ایک ایسی مستحکم طاقت بن جائیں جس کے ذریعہ آسانی کے ساتھ بیرونی مخالفین اور دشمنوں کا مقابلہ کیا جا سکے۔ مختصر یہ کہ پہلی ہی صدی ہجری میں رسول صلعم نے مدینہ میں ایک ایسی حکومت کی داغ بیل ڈال دی جو ظلم و جبر اور نا انصافی کے مقابلہ میں اللہ کے بندوں کی حفاظت کر سکے۔

رسول مقبول صلعم اور آپ کے ساتھیوں کا خیال تھا کہ مکہ سے مدینہ ہجرت کرنے کے بعد مشرکین مکہ کا بغض و عناد سرد پڑ جائے گا۔ مگر ایسا نہیں ہوا بلکہ مسلمانوں کے مدینہ منورہ میں محفوظ اور مامون ہونے کے بعد مخالفین اسلام اور مشرکین مکہ کا غیض و غضب بہت زیادہ بڑھ گیا اور اب مشرکین مکہ نے باقاعدہ مدینہ کے مٹھی بھر مسلمانوں کے خلاف جنگی تیاریاں شروع کر دیں اور یہ طے کیا کہ اچانک مدینہ پر حملہ کر کے ایک ایک مسلمان کو تہ تیغ کر دیا جائے۔

جب رسول مقبول صلعم کو مدینہ میں کفار مکہ کے اِن ناپاک ارادوں کا علم ہوا تو آپ نے یہ سمجھ لیا کہ اسلام جہاں امن آشتی اور صلح جوئی کا پیغام لے کر آیا ہے۔ وہاں دین اسلام۔ اور مظلوموں کی حفاظت کے لئے مسلمانوں کے لئے تلوار اٹھانا بھی ضروری ہے۔ چنانچہ آپ نے فدا کاران اسلام کی ایک ایسی جماعت پیدا کر دی جو کسی دنیاوی لالچ کے لئے نہیں بلکہ اللہ کے دین کی حفاظت کے لئے اور مخلوق خدا کے حقوق

[illegible] ایک [illegible] کر کے [illegible] اسلام [illegible] کو
[illegible] کر دیا۔

[illegible] اسلام میں رسول اللہ صلعم کی سرکردگی میں مسلمانوں کو جو پہلا معرکہ پیش آیا تھا وہ جنگ بدر تھی۔ یہ معرکہ بدر کے مقام پر ہوا تھا جس میں تین سو تیرہ مسلمانوں نے مشرکین مکہ کے لشکر عظیم کو ایک عظیم شکست فاش دی تھی جو تاریخ میں ہمیشہ یادگار رہے گی۔ جنگ بدر سنہ ۲ ہجری میں لڑی گئی تھی اور پھر اس کے بعد تو مسلمانوں کو شدید معرکوں میں بار بار دشمنان اسلام کا مقابلہ کرنا پڑا جن میں سے جنگ احد، غزوہ تبوک، جنگ خندق، جنگ خیبر خاص طور پر قابل ذکر ہیں۔ یہاں تک کہ ۸ ہجری میں رسول مقبول صلعم اور مجاہدین اسلام نے مکہ کو بھی فتح کر لیا۔ اور ان تمام مشرکین کو اور دشمنان اسلام کو معافی دے دی جن کے ظلم و ستم سے مجبور ہو کر رسول اللہ صلعم اور مسلمانوں کو مکہ سے ترک وطن کرنا پڑا تھا اور اس طرح پورے جزیرہ نمائے عرب میں مسلمانوں کی ایک باقاعدہ حکومت قائم ہو گئی اور ملک عرب کے بیشتر قبائل نے اسلام قبول کر لیا۔

سنہ ۱۱ ہجری میں رسول مقبول صلعم کی وفات کے بعد تاریخ اسلام کا دوسرا اہم دور حضرت ابوبکر صدیقؓ، حضرت عمر فاروقؓ، حضرت عثمان غنیؓ اور حضرت علی کرم اللہ وجہہ کا دور خلافت ہے۔ جو تاریخ میں خلافت راشدہ کے نام سے مشہور ہے۔ یہ دور تقریباً تیس سال تک باقی رہا۔ اس تیس سال کے مختصر سے زمانہ میں مسلمانوں کو اس قدر فتوحات حاصل ہوئیں جن کی کوئی مثال تاریخ عالم میں موجود نہیں۔ جزیرہ نمائے عرب کا بیشتر علاقہ تو رسول اللہ صلعم کے زمانہ حیات ہی میں زیر ہو چکا تھا جو باقی اور قبائل باقی رہ گئے تھے انہوں نے حضرت ابوبکر صدیق کے دور خلافت میں اطاعت قبول کر لی اور حضرت عمر فاروق کے دور کی فتوحات پر غور کرنے کے بعد تو عقل انسانی حیران ہو کر رہ جاتی ہے۔ عہد فاروقی کی فتوحات کا اندازہ اس سے لگایا جا سکتا ہے کہ جو ممالک آپ کے دور خلافت میں فتح ہوئے ان کا رقبہ بائیس لاکھ مربع میل تھا۔ اس بائیس لاکھ مربع میل کے اندر ۳۶ ہزار شہر اور قلعے مسلمانوں کے قبضہ میں آئے۔ عراق، شام، فلسطین، مصر، ایران، خراسان، مکران اور آرمینیہ جیسے ممالک آپ ہی کے عہد حکومت میں سلطنت اسلامیہ میں شامل ہوئے۔ ان ممالک میں دین اسلام کو خوب فروغ حاصل ہوا۔ مورخین کی رائے ہے کہ دنیا کی تاریخ میں کوئی بھی

[illegible] فتوحات [illegible] کا اندازہ فتوحات [illegible] گئیں۔ لیکن آپ نے نظام حکومت میں جو اصلاحات کیں وہ ہمیشہ یادگار رہیں گی۔ [illegible] کے عہد میں اسلامی فتوحات کا سلسلہ مشرق و مغرب [illegible] فتوحات کا [illegible] اور سسلی پر مسلمانوں نے حکومت کی [illegible] فرانس کے ایک حصہ کو بھی مسلمانوں نے زیر کر لیا تھا۔ اور [illegible] سلطنت [illegible] سائپرس اور متعدد جزیروں پر اسلام کا پرچم صدیوں تک لہراتا رہا تھا اس کے علاوہ ہندوستان کا ایک علاقہ بھی خلافت اسلامیہ میں شامل ہو گیا تھا۔

اسلامی فتوحات سے بھی بڑھ کر یہ کہ مسلمانوں نے دنیا کو پہلی مرتبہ جمہوری نظام حکومت سے آشنا کیا ہے۔ اور خلفائے راشدین کی حکومت تو نہ صرف جمہوری تھی بلکہ زمین پر حکومت الٰہیہ کا سچا نمونہ تھی۔ خلفائے راشدین دو عظیم مملکتوں کے حکمران ہونے کے باوجود غریبانہ زندگی بسر کرتے تھے۔ پھٹے اور پیوند لگے کپڑوں میں انہوں نے زندگی بسر کی ہے۔ اور شکستہ مکانوں میں انہوں نے زندگی بسر کی ہے اور انہوں نے خلافت کے خزانہ کو ہمیشہ مخلوق خدا کی امانت سمجھا ہے۔ اور ہر وقت خوف الٰہی سے لرزاں اور ترساں رہتے تھے۔ حقیقت یہ ہے کہ خلفائے راشدین کا دور حکومت دنیا کی تاریخ میں مثالی دور ہے۔ ان بزرگوں نے تخت شاہی پر بیٹھ کر درویشانہ اور فقیرانہ زندگی بسر کی ہے۔

اس کے علاوہ علمی میدان میں مسلمانوں نے جو کارنامے انجام دئے ہیں وہ بھی ہمیشہ تاریخ میں یادگار رہیں گے۔ مسلمانوں کی علمی سرگرمیاں اگرچہ خلفائے راشدین کے دور ہی میں شروع ہو چکی تھیں۔ لیکن خلفائے عباسیہ اور خلفائے اسپین کے دور حکومت میں یہ اوج کمال پر پہنچ گئی تھیں۔ بغداد اور قرطبہ دنیا کے بڑے علمی مرکز تھے۔ جہاں سے علم و سائنس کی شعاعیں ساری دنیا میں پھیل رہی تھیں۔ چنانچہ خلفائے اسلام کی علمی اور فنی سرگرمیوں پر تبصرہ کرتے ہوئے نامور مورخ ایس۔ پی۔ اسکاٹ لکھتا ہے۔

"عربوں کے کبھی نہ تھکنے والے دماغوں نے علم کے ہر شعبہ کو مکمل کر دیا تھا۔ مسلمانوں نے جس ملک کو بھی فتح کیا وہاں علوم و فنون کے دریا بہا دئے اور اس ملک کو علم کا گہوارہ بنا دیا بلکہ حقیقت یہ ہے کہ

[illegible] ... ہے ...
جانتے ہیں ... [illegible]
... [illegible] ... سنسکرت، عبرانی، ... [illegible]
کی ... [illegible] ... اُنھوں نے ان کتابوں کو ... [illegible]
... [illegible] کر کے بہت بڑا کارنامہ انجام دیا ہے۔"

یہ ایک تاریخی حقیقت ہے کہ بغداد اور اسپین سے لیکر مراکش، مصر اور افغانستان اور خراسان تک علوم و فنون کے بڑے بڑے مرکز مسلمانوں ہی نے قائم کئے تھے۔ جہاں سے علوم و فنون کی کرنیں نکل کر مشرق و مغرب پر پھیلی تھیں۔ مسلمانوں نے سینکڑوں یونیورسٹیاں ہزاروں کالج و کتب خانے اور مدارس قائم کئے۔ مسلمانوں نے علوم و فنون سیکھنے میں نئے نئے علوم دریافت کرنے میں اور پھر اُن کی نشر و اشاعت میں جو ان تھک کوشش کی ہیں وہ دنیا کی تاریخ میں ہمیشہ یادگار رہیں گی اور یہ بات ماننی پڑے گی کہ جس وقت سارا یورپ جہالت کی تاریکی میں غرق تھا۔ اُس وقت مسلمانوں ہی نے اُسے روشنی دکھائی تھی۔ گزشتہ چودہ سو سال کے مسلم کارناموں پر جب ہم نظر ڈالتے ہیں تو یہ بلا شبہ محیر العقول ہیں۔ اِس بات کا ہمیں اعتراف ہے کہ گزشتہ دو تین صدیاں مسلمانوں کے لئے بڑی ہی صبر آزما گزری ہیں۔ ان میں مسلمانوں کے اندر جمود بھی پیدا ہو گیا تھا یہاں تک کہ خلافت تحریک کی شکست و ریخت کے بعد ہمارے بیشتر عرب ممالک پر مغربی طاقتوں نے قبضہ جما لیا تھا۔ لیکن خدا کا شکر ہے کہ گزشتہ صدی کے اندر ملتِ عالم میں بیداری پیدا ہوئی ہے۔ اُنھوں نے مغربی طاقتوں کی غلامی کا جوا اپنے کاندھے سے اتار کر پھینک دیا ہے اور ہم بجا طور پر اس بات کی توقع کر سکتے ہیں کہ آنے والی پندرھویں صدی ہمارے لئے نیک فال ثابت ہوگی۔ اور اب ہم اپنے اُن بھولے ہوئے کارناموں کو احیا کر سکیں گے۔ جنھوں نے پوری دنیا میں انقلاب پیدا کر دیا تھا۔

اور ساتھ ہی ہمیں اس بات کا بھی کامل یقین ہے کہ ہم ان یہودی اور [illegible] طاقتوں کے چنگل سے جلد ہی نکل آئیں گے جنھوں نے نہ صرف ہمارے قبلۂ اول پر قبضہ کر رکھا ہے۔ بلکہ جو عرب ممالک [illegible] کو للچائی ہوئی نظروں سے دیکھ رہے ہیں۔ اِس مقصد کے حصول میں اب تک جو چیز رکاوٹ بنی ہوئی ہے وہ عرب ممالک کے اختلافات ہیں جو انشاء اللہ جلد ہی دور ہو جائیں گے۔ اِن الفاظ کے ساتھ ہم ... [illegible] ... کرتے ہیں کہ ... [illegible] ... کو توفیق دے کہ وہ ... [illegible] ... کو کام ... [illegible] ... شاندار تاریخ گزشتہ چودہ صدی ... [illegible]

"ہماری مسجدیں بم سازی کے کارخانے"

پچھلے چند ماہ سے اخبارات میں کچھ اِس انداز سے مقالات اور خبریں بڑی بڑی سرخیوں کے ساتھ شائع کی جا رہی ہیں جن سے کہ معلوم ہوتا ہے کہ اب اِس ملک کے مسلمانوں کو اِس کے سوا اور کوئی کام ہی نہیں رہا ہے کہ وہ اپنی مسجدوں، تعلیمی اداروں اور گھروں میں بم اور ہتھیار جمع کرتے رہیں یہاں تک کہ اب تو یہ الزام بھی لگایا جانے لگا ہے کہ مسلمانوں کی مسجدوں میں بم کے کارخانے قائم ہو گئے ہیں

سب ہی کو معلوم ہے کہ پچھلے دنوں بڑی بڑی سرخیوں کے ساتھ یہ خبر شائع ہوئی تھی کہ لکھنؤ پولیس نے ایک ایسی بم فکٹری کا سراغ لگایا ہے جو لکھنؤ کی ایک مسجد کے تہہ خانہ میں قائم تھی اور اِس بم فکٹری سے بیس ہزار بم برآمد ہوئے ہیں اور یہ ایسے ہی بم تھے جیسے کہ مرادآباد اور علیگڑھ کے فسادات میں استعمال ہوئے ہیں۔ لیکن چند ہی روز کے بعد سرکاری ذرائع سے اِس بے بنیاد خبر کی تردید ہو گئی اور یہ معلوم ہوا کہ یہ بم نہیں تھے بلکہ دیوالی میں کام آنے والے معمولی پٹاخے تھے جو ایک آتش بازی بنانے والے مسلمان آتش باز کی کوٹھری سے برآمد ہوئے ہیں۔ اور اِن پٹاخوں کا کسی مسجد یا امام باڑے سے دور کا بھی تعلق نہیں ہے۔

اصل بات یہ ہے کہ اِس قسم کے بے سر و پا اور بے بنیاد پروپگنڈے کے ذریعہ مسلمانوں کے خلاف یہ تاثر پیدا کرنے کی کوشش کی جا رہی ہے۔ کہ اِس ملک کے مسلمان کسی بیرونی طاقت کے اشارے پر اِس ملک میں بغاوت پیدا کرنے کی تیاریوں میں مصروف ہیں۔ یا وہ اِس ملک میں فسادات اور بد امنی پیدا کرنے کے لئے ہتھیار اور بم جمع کر رہے ہیں لیکن جب خبروں کی تفصیل سامنے آتی ہے تو معاملہ کچھ اور ہی نکلتا ہے اور یہ پتہ چلتا ہے کہ یہ بم اور ہتھیار جمع کرنے والے مسلمان نہیں ہیں بلکہ کچھ دوسرے ہی لوگ ہیں۔

مثال کے طور پر پچھلے دنوں ۱۲/ اگست کو میرٹھ سے رام دہن نامی

ایک نوجوان کو گرفتار کیا گیا تھا۔ اُس کے قبضہ سے ۱۲ نئے اور کارآمد بم برآمد ہوئے تھے جن میں سے ہر ایک بم پر ہندی اور انگریزی میں ایک چٹ پر بموں کے استعمال کا طریقہ اور ہدایتیں بھی لکھی ہوئی تھیں۔ اسی طرح پچھلے دنوں امرتسر میں سرجن سنگھ اور امریک سنگھ نامی دو شخص گرفتار کئے گئے تھے۔ جن کے قبضے سے پولیس نے ۹۵ پاکستانی مارکہ ریوالور اور چند کارتوس برآمد کئے تھے۔ اسی قسم کی ایک اور اطلاع ہے کہ مظفر نگر (یوپی) کے ایک گاؤں تیجا کھیر تھانہ پرقاضی میں چودھر ویر سنگھ کے گھر میں ۱۶ ستمبر کو بم کا دھماکہ ہوا جس سے کہ چھت اڑ گئی۔ اور دیواریں شق ہوگئیں۔ کہا جاتا ہے کہ ویر سنگھ یا آسا رام چودھری کے مکان کے اندرونی کوٹھے میں بموں سے بھرا ہوا ایک بورا چھپایا گیا تھا۔ مگر کسی وجہ سے بم پھٹ گئے اور یہ حادثہ پیش آگیا۔

ان حقائق اور واقعات سے مسلمانوں کے خلاف پروپیگنڈا کرنے والوں کی آنکھیں کھل جانی چاہئیں۔ اور اُن سے پوچھا جا سکتا ہے آخر یہ غیر مسلم عناصر کس لئے ہتھیار اور بم جمع کر رہے ہیں۔ بات یہ ہے کہ ہمارے ملک میں ایک ایسا منظم گروہ پیدا ہو گیا ہے جو ناجائز طور پر بموں اور ہتھیاروں کی تجارت کر رہا ہے۔ لیکن سیاسی اغراض کے لئے بدنام صرف مسلمانوں کو کیا جا رہا ہے۔ یہاں تک کہ مسجدوں کو بھی بم سازی کی فیکٹری بتانے سے گریز نہیں کیا جا رہا ہے۔ اور مسلمانوں کے خلاف نفرت پھیلانے کی مہم پورے زور و شور کے ساتھ جاری ہے۔

ہم حیران ہیں کہ جبکہ حکومت یوپی نے خود اس بات کا اعتراف کر لیا ہے کہ لکھنؤ کی مسجد میں بم فیکٹری کا پروپیگنڈا قطعی بے بنیاد ہے تو اس وقت تک اُن عناصر کے خلاف کوئی قدم کیوں نہیں اٹھایا گیا جنھوں نے کہ مسلمانوں اور مساجد کے خلاف بے بنیاد پروپیگنڈا کر کے اس ملک کی فضا کو مکدر کرنے کی کوشش کی ہے۔ اور حیرت ہے کہ اس ضمن میں وہ یکجہتی کونسل بھی خاموش ہے جو اندرا جی کی زیر قیادت اس نوعیت کی زہر افشانی کو روکنے کے لئے دوبارہ قائم کی گئی ہے۔

حقیقت یہ ہے کہ ہمارے ملک میں بدقسمتی سے ایک مسلم دشمن لابی پیدا ہوگئی ہے جس کا واحد منشا یہ ہے کہ جس طرح بھی ممکن ہو مسلمانوں کو بدنام کیا جائے اور اس لابی میں سرکاری محکمے کے بعض افراد بھی شامل ہیں چنانچہ لکھنؤ کا یہ پورا افسانہ لکھنؤ کے ایک پولیس افسر کا گھڑا ہوا ہے۔ اگر ہمارے ملک کی یکجہتی کونسل ان بالغ سرکاری ملازموں کی بھی اصلاح نہیں کر سکتی تو آخر کس مرض کی دوا [illegible]

ایرانی ملاؤں کا مددگار اسرائیل

ایران کے ملا آیت اللہ الخمینی اور اُن کے دوسرے ساتھی اسلام کے واحد ٹھیکیدار بنے ہوئے ہیں چنانچہ انھوں نے عراق کے صدر صدام حسین ہی کو نہیں بلکہ سعودی عرب کے شاہ خالد۔ اور اردن کے بادشاہ شاہ حسین اور اُن سب ہی عرب سربراہوں پر کفر کا فتویٰ لگا دیا ہے جو عراق و ایران کی جنگ میں عراق کے حامی ہیں۔ لیکن یہ نام نہاد ملا اسلام کے محافظ اور علمبردار ہونے کے باوجود کس طرح اسلام کی گردن پر چھری چلا رہے ہیں۔ اس کا اندازہ اس سے ہوسکتا ہے کہ انھوں نے حالیہ جنگ میں عراق کو شکست دینے کے لئے اسرائیل سے بھی ساز باز کر لی ہے جو اسلام کا سب سے بڑا دشمن ہے۔ اور جس نے کہ مسلمانوں کے قبلہ اول یعنی بیت المقدس پر صرف قبضہ ہی نہیں جما رکھا ہے۔ بلکہ بیت المقدس سے ایک ایک کرکے تمام اسلامی آثار مٹا رہا ہے۔

باوثوق ذرائع سے اطلاع ملی ہے کہ حالیہ عراق و ایران کی جنگ میں اسرائیل کے فینٹم ہوائی جہاز ایران کی مدد کر رہے ہیں اور عراق کی تباہی پر تلے ہوئے ہیں۔ چنانچہ انھوں نے حال ہی میں عراقی ایٹمی ری ایکٹر پر راکٹوں سے حملہ کیا ہے یہ راکٹ اسرائیل کے فینٹم جہازوں کے ذریعہ پھینکے گئے ہیں۔ عراق کا یہ ایٹمی ری ایکٹر بغداد کے قریب شہر تیموز سے متصل واقع ہے اسرائیلی حملہ سے اس ری ایکٹر کو شدید نقصان پہنچا ہے۔ ماہرین کی رائے ہے کہ یہ حملہ یقینی طور پر اسرائیل نے کیا ہے۔ کیونکہ ایرانی فضائیہ میں یہ صلاحیت ہی نہیں ہے کہ وہ اس قسم کے راکٹ چلا سکے

فرانسیسی انٹیلی جینس کی رپورٹ بھی یہی ہے کہ عراق کے ایٹمی ری ایکٹر پر یہ حملہ اسرائیل ہی نے کیا ہے۔ عراق کے محکمہ خفیہ کا کہنا ہے کہ صرف اسرائیل کے فینٹم جہازوں ہی میں اس نوعیت کے حملہ کی صلاحیت موجود ہے یہ ایک ہزار کلومیٹر کا فاصلہ طے کرکے بہت اونچی اوڑان پر اڑ سکتے ہیں۔ تاکہ راڈار ان کا پتہ نہ لگا سکے ان جہازوں کے ذریعہ گائیڈڈ میزائل۔ اور راکٹ یکے بعد دیگرے ایک ہی نشانہ پر لگائے گئے۔ یہ بات بھی یاد رہے کہ عراق و ایران جنگ شروع ہونے سے پہلے اسرائیل نے ایران کی امداد کی پیشکش کی تھی۔ یہ غالباً اِن

تاہم منصفانہ ایرانی ملاؤں نے قبول کر لی ہو۔

اور اب یہ حقیقت دنیا کے سامنے آ رہی ہے کہ ایران ایرانی ملاؤں نے صرف اسرائیل سے ہی سازباز نہیں کر رکھی ہے بلکہ امریکہ سے بھی ان کا سودا ہو چکا ہے۔ چنانچہ کویت کے ایک اخبار کی اطلاع ہے کہ امریکہ نے حال ہی میں ترکی کے راستے ایران کو بہت بڑی مقدار میں اسلحہ اور گولہ بارود روانہ کیا ہے۔ مذکورہ اخبار نے واشنگٹن میں ایک سرکاری افسر کے حوالے سے لکھا ہے کہ امریکہ عراق و ایران جنگ میں غیر جانبدار رہنے کی پالیسی پر قائم نہیں رہا۔ اسی فوجی افسر نے کہا ہے کہ یہ اسلحہ ترکی کے امریکی فوجی اڈے سے براہ تبریز روانہ کئے گئے ہیں۔ افسر مذکور نے مزید کہا ہے کہ سابق شاہ ایران نے جن ہتھیاروں کا آرڈر دیا تھا۔ اسے پورا کرنے کا امریکن کمپنیوں کو حکم دے دیا گیا ہے۔ ادھر لندن کے اخبار ابزرور کا بیان ہے کہ امریکہ نے فاضل پرزے بھی ایران روانہ کردئے ہیں جو درحقیقت اسرائیل کو بھیجے جانے والے تھے۔ لیکن اب اسرائیل کی رضامندی سے ایران بھیج دئے گئے ہیں۔ اس کے علاوہ عراق و ایران جنگ پر حال ہی میں سلامتی کونسل میں جو بحث ہوئی تھی اس میں بھی امریکی نمائندے نے جس بے شرمی کے ساتھ ایران کی حمایت کی ہے۔ اس سے یہ بات یقینی ہو گئی ہے کہ ایرانی ملاؤں نے ایران کو امریکہ کے پاس رہن رکھ دیا ہے

علامہ خمینی اور ان کے ساتھی تقریباً ایک سال سے ایران میں اسلامی انقلاب لانے کے نعرے لگا رہے تھے۔ لیکن ان کا اسلامی انقلاب یہ ہے کہ انھوں نے ایران کو دشمن اسلام اسرائیل و امریکہ کے رحم کرم پر ڈال دیا ہے۔ ہماری دعا ہے کہ خدا جلد ان "عاشقان اسلام" ملاؤں کے پنجے سے ایران کو نجات دے۔

جنرل ضیا کا "اسلامی مشن"

ایسا معلوم ہوتا ہے کہ جنرل ضیا کے خلاف پاکستان میں عوامی تحریک زور پکڑ رہی ہے اسی لئے انھوں نے عوام کو احمق بنانے کے لئے پھر "خدمت اسلام" کا نعرہ لگانا شروع کر دیا ہے۔ چنانچہ حال ہی میں انھوں نے ایک استقبالیہ کے موقع پر تقریر کرتے ہوئے کہا ہے۔

"میں اس وقت تک اقتدار سے دست بردار نہیں ہونگا جب تک کہ میں پاکستان میں اسلامی نظام کے مشن کو پایۂ تکمیل تک نہیں پہنچا دوں گا۔ دنیا میں کوئی ایسی طاقت نہیں ہے جو مجھے میرے اس نیک اور پاک مشن سے ہٹا سکے۔ اور کوئی اس خیال میں نہ رہے کہ میں اپنے اسلامی مشن کو ادھورا چھوڑ کر اقتدار سے دست بردار ہو جاؤں گا"

پاکستان کی اس سے بڑھ کر بدقسمتی اور کیا ہو سکتی ہے کہ وہاں اسلام کے فروغ کا بیڑا ایک ایسے فوجی نے اٹھا رکھا ہے جو قرآن مجید کی چند آیتیں بھی صحیح نہیں پڑھ سکتا۔ اور جو اول تا آخر فوجی ہے اور اس نے ساری عمر گولیاں چلائی ہیں۔ اور بے گناہوں کو اپنی گولیوں سے بھونا ہے۔ یہ بات سب ہی کو معلوم ہے کہ جب پاکستان میں بھٹو کا دور تھا۔ اور سرحدی علاقہ کے مسلمانوں نے اپنے حقوق کے لئے آواز بلند کی تھی تو بھٹو نے ان ہی جنرل ضیا کو انھیں گولیوں کا نشانہ بنانے کے لئے بھیجا تھا اور انھوں نے سیکڑوں بے گناہ مسلمانوں کا ڈھیر کر دیا تھا۔ لیکن آج یہی مسلمانوں کا قاتل نمبر اول اپنی اقتدار کی کرسی کو برقرار رکھنے کے لئے "خادم اسلام" ہونے کا دعویٰ کر رہا ہے۔

پھر اس خادم اسلام سے یہ بھی پوچھا جا سکتا ہے آپ نے ان دنوں جس اقتدار پر قبضہ جما رکھا ہے وہ کس حد تک اصول اسلام کے مطابق ہے۔ کیونکہ جہاں تک اسلام کا تعلق ہے وہ تو ایک سرے ہی سے فوجی ڈکٹیٹر شپ کو حرام قرار دیتا ہے سب ہی کو معلوم ہے کہ اسلام جمہوریت کا بہت بڑا حامی ہے۔ لیکن آپ نے تو پاکستان میں ہمیشہ کے لئے جمہوریت کا گلا گھونٹ کر رکھ دیا ہے۔ اور جمہوریت پسندوں کو جیلوں میں ٹھونس دیا ہے کیسی عجیب بات ہے کہ جنرل ضیا کی حرکتیں تو چنگیز خاں، ہلاکو اور ہٹلر جیسی ہیں لیکن دعویٰ یہ ہے کہ میں سب سے بڑا "خادم اسلام" ہوں

جنرل ضیا اپنی اقتدار کی کرسی کو برقرار رکھنے کے لئے روزانہ نئے نئے پینترے بدلتے رہتے ہیں۔ پچھلے دنوں انھوں نے اعلان کیا تھا کہ وہ پاکستان میں ایک نئی نمائندہ سیول حکومت کی داغ بیل ڈال رہے ہیں۔ لیکن اس نام نہاد سول حکومت کے تمام نمائندوں کو یہ انتخاب کے ذریعہ نہیں بلکہ اپنی پسند سے حکومت میں لانے کے خواہشمند تھے۔ اور اس مقصد کے لئے سردار ولی خان اور مصطفیٰ جتوئی

[illegible] جانتے ہیں سب جانتے ہیں [illegible]
کونسل میں شامل ہونے سے انکار کر دیا ہے۔

اصل بات یہ ہے کہ پاکستان میں جمہوریت کی بحالی کا مطالبہ زور پکڑتا جا رہا ہے۔ آئے دن جنرل ضیا کی حکومت کے خلاف خونریز جھڑپیں ہوتی رہتی ہیں۔ اس کے علاوہ پاکستان کی تقریباً سب ہی پارٹیوں نے جنرل ضیا کی ڈکٹیٹرشپ کے خلاف تحریک چلانے کا اعلان کیا ہے۔ جس سے جنرل ضیا گھبرائے ہوئے ہیں۔ اور انھوں نے اپنی کرسی کو بچانے کے لیے حکومت اسلامی کا نعرہ بلند کرنا شروع کر دیا ہے۔ اب دیکھنا ہے کہ جنرل ضیا اپنے خلاف بڑھتے ہوئے طوفان کو روکنے میں کہاں تک کامیاب ہوتے ہیں۔

ہمکو اس بات کا اعتراف ہے کہ جنرل ضیا ایک نہایت ہی چالاک شخص ہے۔ لیکن انہیں یہ نہیں بھولنا چاہیے کہ [illegible] بھی ان سے زیادہ چالاک تھے۔ ان کا جو حشر ہوا ہے شاید جنرل ضیا کا اس سے بھی بدتر ہو گا۔

ہندوستان میں جمہوریت کا خاتمہ

مہاراشٹر کے وزیر اعلیٰ شری عبدالرحمٰن انتولے کی اس رائے سے ہمیں پوری طرح اتفاق ہے کہ "ہمارے ملک میں جمہوریت ناکام ہو چکی ہے"۔ ذرا غور فرمائیے کہ اس ملک کو کون جمہوری ملک کہہ سکتا ہے جہاں اکثریتی طبقہ کی ڈکٹیٹرشپ ہو اور اقلیتوں کا گلا گھونٹا جا رہا ہو۔ ان کے حقوق جو انہیں آئین کی رو سے حاصل ہیں انہیں نظر انداز کر دیا گیا ہو۔ جمہوریت تو وہ ہے جس میں کہ ملک کا کوئی چھوٹا سا چھوٹا طبقہ اور اس کے جملہ حقوق محفوظ رہیں۔ لیکن یہاں تو حالت یہ ہے کہ دس بارہ کروڑ کی سب سے بڑی مسلم اقلیت تک محفوظ نہیں۔ مسلمانوں کے خلاف چار ہزار سے زیادہ فرقہ وارانہ فسادات برپا ہو چکے ہیں۔ اور اب بھی ہو رہے ہیں۔ سرکاری ملازمتوں میں مسلم اقلیت کیلئے تقریباً دروازے بند ہیں پھر کیوں کر یہ دعویٰ کیا جا سکتا ہے کہ اس ملک میں جمہوریت موجود ہے۔

شری عبدالرحمٰن انتولے نے بمبئی میں جمہوریت کی اس ناکامی کا دوسرے پہلو سے ذکر کیا ہے انھوں نے کہا ہے کہ "ہم ایک ایسی قوم

[illegible] جو جمہوری [illegible] کو بہتر نہیں بنا سکے تو اگر جمہوری نظام [illegible] کے درمیان [illegible] کہ آبادی کے سترہ فیصد [illegible]

[illegible] ہندوستان میں سیاسی [illegible] عام ہو چکی ہیں۔

پچھلے دنوں جنتا پارٹی میں انتشار کے بعد وزارت عظمیٰ کی جنگ جو مرارجی اور چرن سنگھ میں لڑی گئی تھی اس جنگ میں پارلیمنٹ کے ممبر مختلف پارٹیوں کے ہاتھوں بڑی بڑی قیمتوں میں بکتے رہے ہیں اور خریدے جاتے رہے ہیں۔ پھر دل بدلی کی وبا تو پارلیمنٹ کے ممبروں میں عام ہے۔ چنانچہ حال ہی میں اندرا کانگریس کی کامیابی کے بعد بہت سی دوسری پارٹیوں کے لیڈر عہدوں کے لالچ میں کانگریس آئی میں شامل ہو گئے ہیں۔ یہ جمہوریت کی ہنسی نہیں ہے تو اور کیا ہے۔

ان تمام حقائق کو پیش نظر رکھتے ہوئے یہ بات ماننی پڑتی ہے کہ ہمارے ملک میں جمہوریت قطعی ناکام ہو چکی ہے۔ اور شاید اسی لئے اب صدارتی نظام لانے کے چرچے شروع ہو گئے ہیں۔ لیکن صدارتی نظام ہو یا جمہوری نظام یہ اس وقت تک کامیاب نہیں ہو سکتا جب تک کہ ہمارے ملک کے لیڈروں میں کردار کی پستی موجود ہے

ہمارے ملک کو سب سے زیادہ جس چیز سے نقصان پہنچا ہے وہ اقتدار کی بھوک اور ہوس ہے۔ اور چونکہ ہمارے لیڈروں کا کوئی کیرکٹر نہیں ہے۔ اس لئے صدارتی نظام شاید موجودہ جمہوری نظام سے بھی بدتر ثابت ہوگا۔ کیونکہ اسمیں اقتدار کے مواقع جمہوری نظام سے زیادہ ہیں

[redacted]

زندگی دی ہے نئی اسلام نے

پندرھویں صدی کے آغاز پر شاعر کے محسوسات

(از جناب توصیف علوی کیرانوی)

زندگی دنیا کو دی ہے ایک نئی اسلام نے
ظلمتوں میں جگمگائی روشنی اسلام نے

جس سے دنیا کو ملیگا تا ابد فکر و شعور
علم و حکمت کی وہ بخشی آگہی اسلام نے

اشرف المخلوق ہو کر بھی تھا پامالِ جہاں
دی ہے انساں کو حقیقی برتری اسلام نے

ہو چکا تھا سارا عالم بربریت کا شکار
آدمی کو کر دکھایا آدمی اسلام نے

جب بھی بھٹکا یہ زمانہ راہ منزل سے کبھی
کی صحیح معنوں میں اس کی رہبری اسلام نے

بن گیا صد رشک نوری بزم عالم کے لئے
دی ہے اس خاکی کو وہ تابندگی اسلام نے

اب نہ مرجھائیگا کوئی غنچہ انسانیت
گلشنِ عالم کو دی وہ تازگی اسلام نے

مل گیا انساں کے سجدوں کو حقیقی آستاں
اس طرح بخشا شعور بندگی اسلام نے

جس سے دنیا میں ہوا انسانیت کا سر بلند
نوعِ انساں کو عطا کی وہ خودی اسلام نے

دی حریفوں کو بھی اس نے اپنے دامن میں پناہ
دشمنوں سے بھی سکھائی دوستی اسلام نے

ہو گیا ہے چور ہر ایک شیشۂ پندار پھر
جب سے وحدت کی بخشی بیخودی اسلام نے

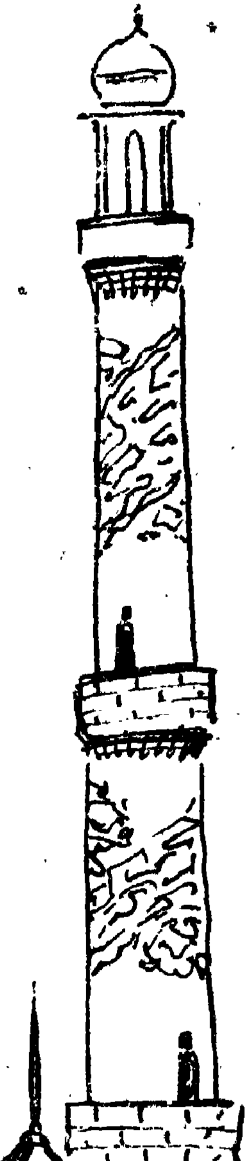
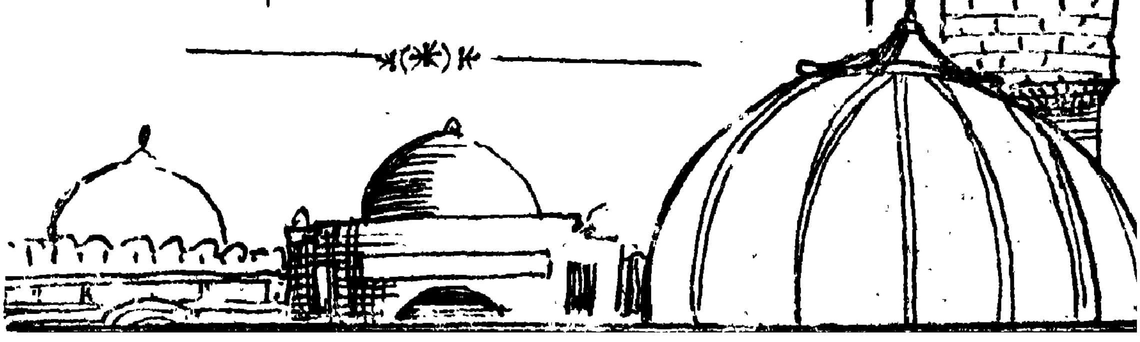
شورشیں سب مٹ گئیں تفریق رنگ و نسل کی
وہ دیا پیغام صلح و آشتی اسلام نے

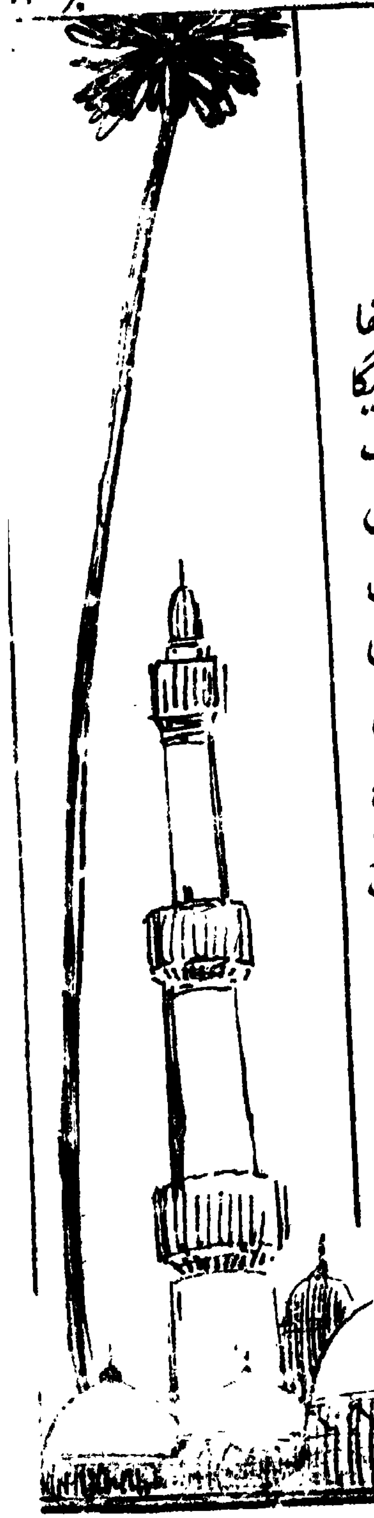
ہے گلوں کا بھی تبسم اُسی کا ممنونِ کرم
دی ہے خاروں کو بھی شانِ دلبری اسلام نے

مضمحل جب بھی ہوا ہے قلب انسانی کہیں
اُس کو آگے بڑھ کے دی آسودگی اسلام نے

دے کے دنیا کو مساوات و اخوت کا سبق
بخشدی انساں کو شانِ زندگی اسلام نے

منحصر عاصی ہے جن قدروں پہ یہ نظم جہاں
دی حقیقت میں انھیں تابندگی اسلام نے



یہ ہلاکت باریاں

(از محترمہ رابعہ پنہاں)

آج تک چشمِ جہاں نے یہ سماں دیکھا نہ تھا
مجھ کو اتنا سنگ دل اور فتنہ گر سمجھا نہ تھا

یہ نظامِ دہر کیا مٹ کر فنا ہو جائے گا
عالمِ امکاں میں حیراں ہوں کہ کیا ہو جائیگا

ریزہ ریزہ ٹوٹ کر بکھرا ہوا جامِ حیات
یا الٰہی دیکھئے کیا ہوگا انجامِ حیات

پردۂ تہذیب میں یہ خون کی گل کاریاں
اور ترقی کی بدولت یہ ہلاکت باریاں

آہ حیوانوں کی قربانی بھی یوں ہوتی نہیں
دیکھنا! یہ اشرف المخلوقات ہیں صد آفریں

کس کی چشمِ فتنہ گر کی ہیں کرشمہ سازیاں
کس نے کی ہیں جنبشِ لب سے ستم انگیزیاں

خونِ معصومیت سے رنگیں کس کی پیشانی ہوئی
ہوگئی قربان کس کے آستاں پر زندگی

ہے ہوس کے دیوتا کی آہ یہ قربان گاہ
مانگتا ہے آسماں جس کے تظلّم سے پناہ

گردنِ انسانیت پر تیز ہے دندانِ آز
خونِ عالم کر رہا ہے حرص کا دستِ دراز

یہ نتیجہ ظالم ہوس کا اور نظامِ کائنات
آگئی ہے دستِ شیطاں میں زمامِ کائنات

علم و حکمت نے اڑا دیں دھجیاں تقدیر کی
چاک کر ڈالی ترقی نے قبائے زندگی

یہ دغا یہ مکر و فن اور یہ فریب آرائیاں
نت نئی عیاریوں کی یہ شگوفہ کاریاں

ہے خجل ابلیس بھی انساں کی حکمت دیکھ کر
یہ تدبر دیکھ کر یہ سیاست دیکھ کر

بندۂ بے دام ہے شیطان کا انسان آج
حکمراں نظمِ جہاں پر ہو گیا شیطان آج



گذشتہ سے پیوستہ



تعلیم القرآن

چودہواں پارہ — رُبَمَا — سُورۃ النحل

(از ادارہ دین دنیا)

دین دنیا کی زیرِ نظر اشاعت میں ہم قرآن پاک کے چودھویں پارے کی تعلیمات کی چوتھی قسط پیش کر رہے ہیں جس میں کہ اللہ تعالیٰ نے اپنے بندوں کو بتایا ہے کہ اس نے اُن کے لئے کیسی کیسی قابلِ قدر نعمتیں پیدا کی ہیں۔

انسان اپنے خالق کیلئے جھگڑنے لگا

اَتٰی اَمْرُ اللّٰہِ .... ھُوَ خَصِیْمٌ مُّبِیْنٌ ٥

ترجمہ:۔ خدا کا حکم آیا ہی چاہتا ہے بس اُس کے لئے تم جلدی نہ کرو۔ وہ لوگوں کے شرک سے پاک اور برتر ہے۔ وہی اپنے حکم سے فرشتوں کو وحی دے کر اپنے بندوں میں سے جس کی طرف چاہتا ہے بھیجتا ہے تاکہ وہ ڈریں کہ میرے سوا کوئی معبود نہیں ہے۔ بس مجھ سے ڈرو۔ اُس نے آسمانوں اور زمین کو حکمت سے پیدا کیا۔ وہ اُن کے شرک سے پاک ہے۔ اُس نے انسان کو نطفہ سے پیدا کیا۔ مگر وہ کھلم کھلا لڑنے اور جھگڑنے لگا۔

تشریح:۔ اے کافرو! عذابِ الٰہی کے لئے جلدی نہ کرو، بس وہ آنے ہی والا ہے۔ کافروں نے اللہ کے جو شریک بنا رکھے ہیں اُن کے شرک سے وہ پاک اور بلند [illegible] کو اپنا پیغام دے کر اپنے حکم سے اپنے بندوں میں سے جس کے پاس چاہتا ہے بھیجتا ہے۔ تاکہ وہ اُنھیں عذابِ الٰہی سے ڈرائے اے رسول کریم لوگوں کو بتا دو کہ میرے سوا کوئی معبود نہیں ہے بس مجھ سے ہی ڈرو۔

اُسی قادرِ مطلق نے بڑی حکمت سے آسمانوں اور زمین کو پیدا کیا ہے۔ یہ کافر لایعنی چیزوں کو اُس کا شریک بنا کر ظلم کرتے ہیں۔ مگر یہ بات سراسر غلط ہے کیونکہ وہ شرک سے بلند و بالا ہے۔ اور اُسی نے انسان کو حقیر نطفہ سے پیدا کیا ہے لیکن یہ عجیب بات ہے کہ یہ پیدا ہونے کے بعد اچانک اپنے خالق اور مالک کے بارے میں کھلم کھلا لڑنے جھگڑنے لگا۔ اور اپنے پروردگار کے ساتھ بے حقیقت چیزوں کو شریک کرنے لگا۔

چوپائے اور نئی نئی سواریاں بنائیں

وَالْاَنْعَامَ .... لَھَدٰکُمْ اَجْمَعِیْنَ ٥

ترجمہ:۔ اور تمہارے لئے چوپائے پیدا کئے۔ ان کے ذریعہ تمہارے لئے جاڑے کا سامان بھی ہے۔ اس کے علاوہ کئی اور فائدے بھی ہیں۔ ان میں سے بعض کو تم خوراک بنا لیتے ہو پھر تمہارے لئے ان سے رونق بھی ہے جبکہ شام کو تم انھیں (جنگل سے) لاتے ہو ... صبح کو چرانے جاتے ہو۔ پھر وہ تمہارا بوجھ بھی بستی تک لیجاتے ہیں جہاں تم جان توڑ مشقت کے بغیر نہیں پہنچ سکتے۔ بے شک تمہارا رب مشفق اور مہربان ہے۔ اُس نے گھوڑے خچر اور گدھے تمہاری سواری اور زینت کے لئے پیدا کئے ہیں۔ اور وہ (سواری کے لئے) ایسی چیزیں بناتا ہے جن کی تمہیں خبر بھی نہیں۔ اور یہ سیدھا راستہ اللہ تک پہنچتا ہے۔ اور بعض راستے ٹیڑھے بھی ہیں اگر وہ چاہتا تو تم سب کو ہدایت عطا کر دیتا۔

تشریح:۔ اُسی قادرِ مطلق نے چوپایوں کو پیدا کیا ہے جن کے

ذریعہ تمہارے واسطے جاڑے کا سامان یعنی اُون بھی حاصل ہوتا ہے۔ اس کے علاوہ اِن سے اور بھی بہت سے فائدے ہیں۔ ان میں سے بعض کو تم خوراک کے لئے بھی کام میں لے آتے ہو۔ ان چوپایوں کو جب تم شام کو جنگل سے لاتے ہو یا جب صبح کو چرانے کے لئے جنگل لے جاتے ہو تو ان سے ایک رونق سی پیدا ہو جاتی ہے۔ پھر اس کے علاوہ جن شہروں اور بستیوں تک تم سخت مشقت اُٹھائے بغیر نہیں پہنچ سکتے وہ تمہارا بوجھ وہاں اُٹھا کر لے جاتے ہیں۔ بے شک تمہارا رب تم پر بڑا شفیق اور مہربان ہے۔ اُس نے گھوڑے، خچر اور گدھے تمہاری سواری اور زینت کے لئے پیدا کئے ہیں۔ اور وہ (سواری اور بار برداری کے لئے) ایسی دوسری چیزیں بھی پیدا کرتا ہے جن کی تم کو خبر تک نہیں۔

تمہارے لئے راستے دو قسم کے ہیں ایک تو وہ سیدھا راستہ جو خدا تک جا پہنچتا ہے۔ دوسرے بعض راستے ٹیڑھے بھی ہیں جو گمراہی کی جانب تمہیں لے جاتے ہیں۔ اب تمہیں اختیار ہے کہ ان دو راستوں میں سے جو راستہ تم چاہو اختیار کر لو۔ وہ اگر چاہتا تو جبراً تم سب کو سیدھے راستے پر بھی چلا سکتا تھا لیکن اُس نے ہر کسی شخص کو ایک حد تک اختیار دیا ہے تاکہ وہ نیک و بد میں تمیز کر کے اپنے مناسب راستہ اختیار کر لے۔

اوپر کی آیت میں ارشاد فرمایا گیا ہے کہ تمہارا پروردگار سواری اور بار برداری کی ایسی چیزیں بھی پیدا کرتا ہے جن کی کہ تمہیں خبر تک نہیں ہے۔ یہ اشارہ سائنس کی اُن ایجادات کی جانب ہے جو گذشتہ ایک صدی میں بنائی گئی ہیں۔ مثلاً ریل، موٹر کار، ہوائی جہاز، اور بڑے بڑے سمندری جہاز گویا آج سے چودہ سو برس قبل ہی اللہ تعالیٰ نے اپنے بندوں کو سائنس کی اِن جدید ایجادات سے مطلع کر دیا تھا۔

اُس نے طرح طرح کی نعمتیں عطا کیں

هُوَ الَّذِيٓ اَنۡزَلَ .... وَلَعَلَّكُمۡ تَشۡكُرُوۡنَ ۝

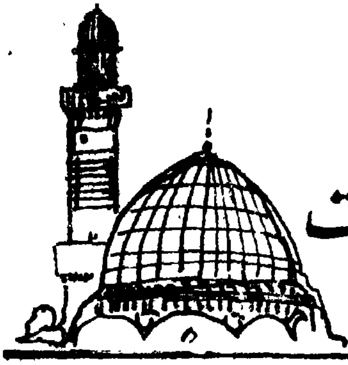
ترجمہ:۔ وہ ایسا ہے جس نے تمہارے لئے آسمان سے پانی برسایا جس میں سے تم پیتے بھی ہو۔ اور اُس سے درخت بھی پیدا ہوتے ہیں۔ (اور سبزہ بھی پیدا ہوتا ہے)۔ جہاں تم جانور چراتے ہو۔ اسی پانی سے وہ تمہارے لئے کھیتی، زیتون، کھجوریں، انگور اور ہر قسم کے پھل اُگاتا ہے بے شک غور کرنے والوں کے لئے اس میں نشانی ہے۔ اور تمہارے لئے رات دن نیز سورج و چاند کو اُس نے مسخر کر دیا ہے۔ اور ستارے اُس کے حکم کے تابع ہیں۔ بے شک اہلِ خرد کے لئے اس میں نشانیاں ہیں۔ اور اُس نے تمہارے لئے زمین سے جو رنگ برنگ کی چیزیں پیدا کی ہیں بلاشبہ ان میں نصیحت حاصل کرنے والوں کے لئے نشانی ہے۔ اور وہی ہے جس نے دریا کو قابو میں کیا تاکہ تم اُس کے ذریعہ تازہ گوشت (یعنی مچھلی) کھاؤ اور تم اس میں سے زیور (موتی) نکالو جسے کہ تم پہنتے ہو۔ اور تم دیکھتے ہو کہ دریا میں کشتیاں پانی کو چیرتی ہوئی چلتی ہیں تاکہ تم اُس کے فضل سے (بذریعہ تجارت) روزی تلاش کر سکو اور تم اُس کے شکر گزار رہو۔

تشریح:۔ اور وہی قادرِ مطلق ہے جس نے کہ آسمان سے پانی برسایا جسے تم پیتے بھی ہو جس سے درخت بھی شاداب ہوتے ہیں اور سبزہ پیدا ہوتا ہے جو تمہارے مویشیوں کے چارے کے کام آتا ہے۔ اسی پانی سے اللہ تعالیٰ تمہارے لئے کھیتی پیدا کرتا ہے۔ اس کے علاوہ زیتون انگور، کھجور اور طرح طرح کے پھل اسی پانی کے ذریعہ وہ تمہارے لئے پیدا کرتا ہے۔ غور کرنے والوں کے لئے اِن سب چیزوں میں قدرت کی نشانیاں موجود ہیں۔

اُسی نے تمہارے لئے رات اور دن بنائے ہیں۔ سورج اور چاند کو تمہارے لئے مسخر کر دیا ہے اُسی کے حکم سے ستارے بھی گردش میں ہیں اور اپنی منزلیں طے کر رہے ہیں۔ بلاشبہ صاحبانِ فہم کے لئے ان چیزوں میں قدرتِ الٰہی کی نشانیاں موجود ہیں۔ اُسی نے زمین سے رنگ برنگ کی چیزیں پیدا کی ہیں۔ عبرت و نصیحت حاصل کرنے والوں کے لئے اِن میں بھی قدرتِ الٰہی کی نشانیاں پائی جاتی ہیں۔

اور وہی قادرِ مطلق ہے جس نے دریا اور سمندر تمہیں قدرت عطا فرمائی ہے تاکہ تم اُس سے تازہ مچھلی کا گوشت حاصل کر سکو۔ اور موتی جیسے قیمتی جواہر تمہیں سمندر کے ذریعہ مل جائیں اور ان موتیوں کو تم زیور اور آرائش کے کام میں لا سکو۔ تم یہ بھی دیکھتے ہو کہ کشتیاں پانی کو چیرتی پھاڑتی چلی جاتی ہیں۔ تاکہ تم اللہ کے فضل سے بحری تجارت کے ذریعہ اپنی روزی پیدا کر سکو۔

تعلیم الحدیث مسلسل



اسلام فتنہ وفساد اور تعصب کا مخالف
مال ودولت جمع نہ کرو۔ حکومت کا بوجھ ایک مصیبت

(از شوکت علی فہمی)

احادیث کی مستند کتب سے ذیل میں رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے قیمتی ارشادات درج کئے جاتے ہیں
یہ جواہر پارے ہر ماہ مسلمانوں کی رہنمائی کے لئے پابندی کے ساتھ شائع کئے جاتے ہیں۔

اسلام فتنہ وفساد اور تعصب کا مخالف

اسلام فتنہ وفساد اور تعصب کا شدید مخالف ہے اسلام کے نزدیک جو شخص تعصب کی بنا پر کسی کو نقصان پہنچاتا ہے یا فتنہ وفساد برپا کرتا ہے وہ مسلمان ہی نہیں ہے چنانچہ تعصب کے بارے میں ابوداؤد کی صحیح حدیث ہے۔

"جبیر بن مطعمؓ بیان کرتے ہیں کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا وہ شخص ہماری جماعت میں سے نہیں ہے جو لوگوں کو تعصب پر آمادہ کرے اور نہ وہ ہماری جماعت میں سے ہے جو تعصب کی وجہ سے لڑے اور نہ ہماری جماعت میں سے وہ شخص ہے جس کی موت تعصب کی وجہ سے واقع ہوئی ہو۔ (ابوداؤد)

اس حدیث سے بخوبی اندازہ لگایا جا سکتا ہے کہ اسلام تعصب اور تنگ نظری کا کتنا بڑا مخالف ہے۔ اسی طرح رسول محترم نے مسلمانوں کو ہدایت فرمائی ہے کہ "نیک بخت وہ شخص ہے جو فتنہ سے الگ رہے اور اگر فتنہ میں مبتلا کر دیا جائے تو صبر سے کام لے۔ اور حضورؐ نے یہ بھی نشان دہی فرمائی ہے کہ دنیا میں فتنہ فساد کیوں ہوتے ہیں، چنانچہ ترمذی کی حدیث ہے:۔

"نبی صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا ہے کہ دو بھوکے بھیڑیئے جو بکریوں میں چھوڑ دئے جائیں وہ اس قدر فساد برپا نہیں کرتے جس قدر کہ انسان کی دولت اور مرتبہ کی حرص فساد برپا کراتی ہے۔" (ترمذی)

حضورؐ نے جو کچھ فرمایا ہے وہ بالکل درست ہے۔ دنیا میں جہاں جہاں بھی فساد ہوتے ہیں وہ یا تو دولت کے لئے ہوتے ہیں یا اقتدار کے لئے اور صرف فساد ہی نہیں بلکہ دولت اور اقتدار کے لئے تو مختلف ممالک آئے دن ایک دوسرے سے ٹکراتے رہتے ہیں جیسا کہ آجکل عراق اور ایران میں ہو رہا ہے۔ یہ اقتدار کی جنگ نہیں ہے تو اور کیا ہے۔

مال ودولت جمع نہ کرو

اسلام اپنے متبعین کو اس بات کی اجازت تو دیتا ہے کہ وہ جائز طریقہ پر زیادہ سے زیادہ دولت پیدا کریں لیکن اس کے ساتھ ہی اس نے مسلمانوں کو ہدایت کی ہے کہ وہ بے ضرورت مال ودولت کو جمع نہ کریں بلکہ اس سے ہم وطنوں، قریبی رشتہ داروں، قرضداروں اور غریبوں کی مدد کریں۔ کیونکہ ایک مسلمان کی کمائی میں دوسرے حقداروں کا بھی حصہ ہے اسی لئے رسول محترم نے مسلمانوں کو اپنی ذاتی غرض کے لئے مال جمع کرنے سے منع فرمایا ہے۔ اس بارے میں صحیح حدیث ہے۔

"ابوہریرہؓ کہتے ہیں کہ نبی صلی اللہ علیہ وسلم حضرت بلال رضؓ کے ہاں گئے تو ان کے پاس کھجوروں کا ڈھیر لگا ہوا تھا۔ آپ نے پوچھا بلال یہ

پیدا کیا ہے۔ بلالؓ نے عرض کیا کہ ان کھجوروں کو میں نے آئندہ کیلئے جمع کیا ہے۔ آپ نے بلالؓ سے کہا کیا تم اس بات سے نہیں ڈرتے کہ یہ کھجوریں قیامت کے دن دوزخ کی آگ بن جائیں۔ بلالؓ انھیں خرچ کردو (یعنی خیرات کردو) اور عرشِ عظیم کے مالک سے افلاس اور فقر و فاقہ کا خوف نہ کرو۔" (بیہقی)

گویا ہمارے رسولِ محترم کو یہ بات بھی ناپسند تھی کہ اسلام کے متبعین کھجور جیسی حقیر چیز کو بھی کل کے لئے جمع کریں۔ اس حدیث سے بخوبی اندازہ لگایا جاسکتا ہے کہ اسلام سرمایہ داری۔ اور دولت جمع کرنے کا کتنا بڑا مخالف ہے۔

اسلام چاہتا ہے کہ دولت کسی خاص طبقہ کے پاس جمع نہ ہونے پائے۔ بلکہ ہر وقت گردش میں رہے تاکہ دنیا میں کوئی شخص بھی غریب نہ رہنے پائے۔ اور سرمایہ داری کی وہ لعنت بڑھنے نہ پائے جو دنیا کے امن اور سکون کے لئے سب سے بڑا خطرہ ہے سچ تو یہ ہے کہ آج دنیا میں جس سوشلزم کا چرچہ ہے۔ یہ تحریک اسلام ہی سے مستعار لی گئی ہے۔

حکومت کا بوجھ ایک مصیبت

جس حکومت اور اقتدار کے لئے دنیا کے مدبرین آج جوڑ توڑ میں لگے ہوئے ہیں۔ رسولِ خدا صلی اللہ علیہ وسلم نے اُسے بہت بڑی مصیبت قرار دیا ہے۔ اور اللہ کے نیک بندوں کو ہدایت فرمائی ہے کہ وہ حتی المقدور حکومت کے کاموں سے دور ہی رہیں۔ چنانچہ اس سلسلہ میں حدیث ہے:-

"رسولِ خدا صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا ہے جس شخص کو اللہ تعالیٰ صاحبِ رعیت یعنی حکمران بنا دے اور وہ رعایا کے حقوق ادا کرنے سے غافل رہے تو اللہ تعالیٰ اُس پر جنت حرام کر دے گا۔" (بخاری و مسلم)

یعنی ایسے حکمران جو اپنے فرائض کو ذمہ داری سے پورا نہیں کرینگے اُن کا ٹھکانا دوزخ ہوگا اور اسی سلسلہ میں ایک دوسری حدیث ہے:

"مقدام بن معدی رضہ روایت کرتے ہیں کہ رسولِ خدا صلعم نے میرے کندھوں پر ہاتھ مارا اور فرمایا۔ اے مقدام اگر تم مرتے دم تک حاکم نہ بنے تو یہ سمجھ لو کہ بڑے مزے میں ہے اور بہت بڑی مصیبت سے بچ گئے۔" (ابوداؤد)

چنانچہ تاریخ گواہ ہے کہ جب حضرت عمر فاروق کی خدمت میں حکومت پیش کی گئی تو بے حد گھبرائے اور اسی طرح جب حضرت عمر بن عبدالعزیز کو خلیفہ نامزد کیا گیا تو وہ اس قدر روئے کہ ان کی داڑھی آنسوؤں سے تر ہوگئی لیکن آج حالت یہ ہے کہ لوگ بری طرح سے لیڈری وزارت کے دیوانے بنے ہوئے ہیں خواہ وہ حکومت کے فرائض انجام دے سکیں یا نہ دے سکیں۔

مُعاہدہ کی پابندی مسلمان پر فرض

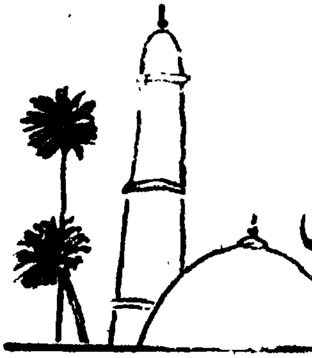
معاہدہ ہر حالت میں معاہدہ ہے خواہ وہ مسلمان کے ساتھ کیا جائے یا غیر مسلم کے ساتھ۔ ایک سچے مسلمان کا دینی اور اخلاقی فرض یہ ہے کہ وہ ہر حالت میں معاہدہ کی پابندی کرے چنانچہ حضورِ اکرم کا ارشاد ہے:-

"جس شخص نے ایسے غیر مسلم کو جس کے ساتھ معاہدہ ہو چکا ہے کسی وجہ کے بغیر قتل کر دیا تو خدا تعالیٰ نے اُس کے لئے جنت حرام کر دی۔" (ابوداؤد)

ہمارے رسولِ محترم کا تو حکم یہ ہے کہ غیر مسلموں کے ساتھ بھی معاہدہ شکنی نہ کرو لیکن آج کل کے مسلمانوں کی حالت یہ ہے کہ غیر مسلموں کا تو ذکر ہی کیا ہے وہ اپنے بھائیوں کے ساتھ بھی معاہدہ کی پابندی کو ضروری نہیں خیال کرتے جس کا نتیجہ یہ ہے کہ آج مسلمانوں کے قول و فعل کا اعتبار اُٹھتا چلا جا رہا ہے۔ ورنہ ایک زمانہ وہ تھا کہ جب مسلمان کسی سے کوئی معاہدہ کر لیتا تھا تو جان دیدیتا تھا مگر کبھی معاہدہ کی خلاف ورزی نہیں کرتا تھا۔

اسلام نے معاہدہ شکنی کو بدترین گناہ قرار دیا ہے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا ہے کہ "جو شخص معاہدہ کو توڑیگا اس کی قیامت میں بری طرح رسوائی ہوگی۔" اسی طرح ایک دوسری حدیث میں رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا ہے "اپنے بھائی سے نہ جھگڑا کرو اور نہ کوئی ایسا وعدہ کرو جسے تم پورا نہ کرسکو۔"

اسلامی افکار



اسلام مذہب سے زیادہ اصلاحی تحریک ہے

مسلمانوں کی طرح غیر مسلم بھی اس سے فائدہ اُٹھا سکتے ہیں

(از جناب محمد اکبر ایم ۔ اے)

محمد اکبر برلن یونیورسٹی کے اسکالر ہیں۔ اُنھوں نے ذیل کے مضمون میں اسلام پر ایک نئے زاویئے سے روشنی ڈالی ہے اور یہ بتایا ہے کہ اسلام صرف ایک مذہب ہی نہیں ہے بلکہ ایک عالمگیر اصلاحی تحریک ہے جس سے کہ مسلم اور غیر مسلم یکساں طور پر استفادہ کر سکتے ہیں۔

دُنیا کے تمام مذاہب میں صرف اسلام ہی ایک ایسا مذہب ہے جس کی تعلیمات صرف اُس کے مقلدین تک ہی محدود نہیں ہے بلکہ اس کی تعلیمات سے مسلمانوں کی طرح غیر مسلم بھی پورا پورا فائدہ حاصل کر سکتے ہیں اور اسی لئے اسلام کو "دین فطرت" کہا جاتا ہے۔

اسلام کا سب سے بڑا مقصد یہ ہے کہ وہ ایک ایسا پاکیزہ سماج قائم کر دینا چاہتا ہے جس میں کہ کردار کی بلندی اور اخلاق کی شائستگی ہو۔ اور اُس کا پیدا کردہ سماج پوری طرح نوعِ انسانی کے لئے بے مثال ہو۔ اور اسی لئے اسلام نے عبادات سے کہیں زیادہ معاملات پر زور دیا ہے۔ اور اُس نے اپنے ماننے والوں کو سختی کے ساتھ ہدایت کی ہے کہ وہ ہمیشہ اپنے اخلاق اور کردار کو بلند رکھیں۔ بلا امتیاز مذہب و ملت کُل نوعِ انسانی کے ساتھ شفقت اور محبت سے پیش آئیں۔ ظلم اور نا انصافی کو دُنیا سے مٹا دیں اور مظلوموں کو سینہ سے لگائیں۔ واقعہ یہ ہے کہ اسلام مذہب سے کہیں زیادہ ایک نہایت ہی مؤثر اصلاحی تحریک ہے۔

اسلام کے اِن بُنیادی حقائق کی روشنی میں جب ہم اس مذہب کی تعلیمات پر غور کرتے ہیں۔ تو یہ ماننے پر مجبور ہو جاتے ہیں کہ اسلام واقعی دیگر مذاہب کی طرح صرف روحانی اور دینی ہدایات کا مجموعہ نہیں ہے بلکہ وہ ایک ایسی اصلاحی تحریک ہے جس کا مقصد ایک زندہ پاکیزہ اور ترقی یافتہ تہذیب کو جنم دینا ہے۔ اور اسی لئے اسلام نے اپنی تعلیمات کو ایسے سہل انداز میں پیش کیا ہے جس سے جملہ مذاہب کے ماننے والے یکساں طور پر متاثر ہو سکتے ہیں۔

دنیا میں کسی اصلاحی تحریک کی ضرورت اُس وقت محسوس کی جاتی ہے جب انسانی سماج کی بُرائیاں اور کوتاہیاں اعتدال کی حد سے گزر جاتی ہیں۔ اور اسلام ایک ایسے ہی زمانہ میں ظاہر ہوا تھا جبکہ پورا سماج بگڑا ہوا تھا۔ اور اسلام نے اپنے ظہور کے فوراً ہی بعد یہ دعویٰ کیا تھا کہ صرف یہی مذہب بگڑے ہوئے معاشرہ کی خامیوں اور بُرائیوں کو دُور کر سکتا ہے۔ اور تاریخ نے اسلام کے اِس دعوے کو صحیح ثابت کر کے دکھا دیا ہے۔

اسلام کے اِس اصلاحی مشن پر روشنی ڈالتے ہوئے ایک جرمن محقق نے لکھا ہے کہ "اسلام نے زمانہ وسطیٰ کے سماج کو اخلاق سوز خرابیوں سے پاک کرنے میں جو اہم کردار ادا کیا ہے اُس کی مثال پوری عیسائیت کی تاریخ میں بھی نہیں ملتی۔ اُس نے مسلمانوں ہی کو نہیں بلکہ دنیا کی تمام قوموں کو اتحاد اور مساواتِ انسانی کی راہ دکھائی ہے۔ سماج سے ادنیٰ و اعلیٰ اور امیر و غریب کے فرق کو کم کیا ہے۔ غلاموں کی آزادی کا راستہ ہموار کیا ہے۔ اور اُس وقت کے تنگ نظری کے ماحول کے برعکس عورت کے سماجی حقوق کو نہ صرف تسلیم ہی کیا ہے۔ بلکہ اُسے سماج میں وہ مقام دیا ہے جس سے وہ صدیوں تک محروم رکھی گئی تھی۔ اسی لئے ہم پوری ذمہ داری کے ساتھ کہہ سکتے ہیں کہ اسلام کا مقصد کسی

خاص گروہ یا طبقہ کی ترقی اور بھلائی تک محدود نہیں ہے بلکہ وہ پورے نوعِ انسانی کی بھلائی چاہتا ہے اور اسلام کے اس نیک اور بے غرضانہ مقصد نے اُس میں ایک ایسی رُوحانی۔ اخلاقی اور عقلی قوت پیدا کر دی ہے جس سے کوئی بھی سلیم الطبع انسان متاثر ہوئے بغیر نہیں رہ سکتا۔"

اسلام کے عملی اور اصلاحی کارناموں پر تبصرہ کرتے ہوئے لبنان کے ایک عیسائی عالم ڈیوڈ مولس نے لکھا ہے کہ "۔۔۔ اسلام کی ایک بہت بڑی اور دوسرے مذاہب سے مختلف خصوصیت یہ ہے کہ اس مذہب نے انسان کو اعلیٰ اخلاق اور کردار کے بلند مقام پر پہنچنے کے وہ راستے بھی دکھائے ہیں جو قیامت تک کھلے رہیں گے۔ اسلام نے سب سے پہلے مسلمانوں کو خدائی وحدانیت پر ایمان لانے کی دعوت دی ہے۔ اسلام کے اس بنیادی عقیدہ کا مقصد یہ ہے کہ اوّل تو انسان کے دل سے اُس نفرت کو نکال دیا جائے جو بہت سے خداؤں کے ماننے کے باعث انسانوں کے مختلف گروہوں کے درمیان عام تھی۔ اور دوسرے یہ کہ انسان عقلی طور پر اس بات کو سمجھ جائے کہ جو خدا واحد زندہ اور قائم رہنے والا ہے۔ اُس کے احکام اور اُس کی ہدایات بھی ہمیشہ زندہ اور برقرار رہیں گی۔ اور اس لئے اسلام کے تمام بنیادی احکام دائمی حیثیت رکھتے ہیں اور اُن میں کبھی بھی کوئی تبدیلی نہیں کی جا سکتی۔ پھر اسلام نے انسانی اخلاق اور کردار کو بلند بنانے کے لئے اُسی واحد زندہ اور قائم رہنے والے خدا کے احکام کو رہنما بنایا ہے۔ اور اسی لئے ہم اس مذہب کے معاشرتی نظام کے ہر گوشہ کو مکمل پاتے ہیں۔ چنانچہ اُس کی تعلیمات میں عبادات سے لے کر معاملات تک زندگی کا کوئی ایک گوشہ بھی ایسا نہیں ملتا جس میں کہ اخلاق کی اعلیٰ قدریں موجود نہ ہوں اور اُس کا کوئی حکم بھی ایسا نہیں ہے جو انسان کے اخلاق کو بلند کرنے میں مدد نہ دیتا ہو۔"

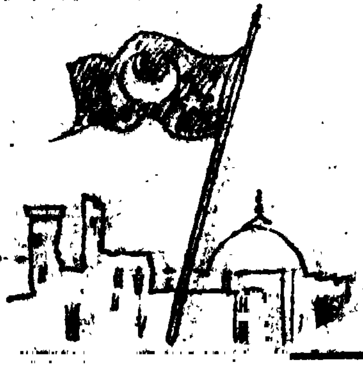
حقیقت یہ ہے کہ اسلام نے سماج کی اصلاح میں نہایت ہی اہم کارنامہ انجام دیا ہے۔ یہاں تک کہ اسلامی عبادات میں بھی اصلاحی پہلو دکھائی دیتے ہیں۔ مثلاً اسلامی عبادات میں نماز اسلامی سماج کی مساوات کی تصویر پیش کرتی ہے۔ روزہ کی بدولت معاشرہ کے خوش حال طبقہ میں حاجت مندوں کی پریشانیوں اور تکلیفوں کا احساس پیدا ہوتا ہے۔ زکوٰۃ امداد باہمی کا ایک ایسا طریقہ ہے کہ غریبوں کی ضرورتیں پوری کرنے میں مدد ملتی ہے۔ اور حج بین الاقوامی اتحاد کی ایک ایسی مثال پیش کرتا ہے جس کی دنیا میں کوئی نظیر نہیں ملتی۔ اسلام کی یہ عبادات صرف خدا اور بندہ کے درمیان تعلق پیدا کرنے ہی کا وسیلہ نہیں ہیں۔ بلکہ وہ طریقے بھی بتاتی ہیں جو انسان کو اعلیٰ اخلاق اور کردار کے بلند مقام پر پہنچانے میں بھی معاون ثابت ہوتے ہیں۔

پھر معاملات کے بارے میں بھی اسلام نے زندگی کا ایک مکمل اور جامع نظام پیش کیا ہے۔ اس نظام میں ذاتی اور گھریلو زندگی سے لے کر شہری، قومی اور بین الاقوامی زندگی تک ہر معاملہ میں انسان کی رہنمائی کی گئی ہے لیکن یہاں صرف چند پہلوؤں ہی پر روشنی ڈال دینا کافی ہوگا مثلاً انسان کو سب سے پہلا واسطہ اپنے والدین سے پڑتا ہے۔ اسلام نے والدین کی اطاعت کو انسان کا سب سے بڑا فریضہ قرار دیا ہے۔ اور یہاں تک حکم دیا ہے کہ اگر والدین کافر اور بے دین بھی ہوں تو دینی معاملات کو چھوڑ کر تمام دوسرے معاملات میں اُن کی پوری طرح اطاعت کی جائے۔ والدین کے بعد ایک انسان کا واسطہ بیوی بچوں سے پڑتا ہے۔ اس کے لئے بھی اسلام کا مکمل ضابطہ موجود ہے۔ اور ہدایت کی گئی ہے کہ میاں بیوی اپنے فرائض خوش اسلوبی کے ساتھ انجام دیں۔ پھر اولاد کی تعلیم و تربیت کے معاملہ میں بھی اسلام کی مکمل ہدایات درج ہیں۔ ساتھ ہی اسلام نے شہری اور وطنی حقوق کی ادائیگی کو بھی ہر انسان کا ایک فریضہ قرار دیا ہے۔

اسلام نے لین دین کے معاملہ میں دیانت پر بے حد زور دیا ہے۔ نیز لین دین کے معاملہ میں مسلمانوں اور غیر مسلموں کے درمیان کسی امتیاز کی اجازت نہیں دی۔ اُس نے سب ہی کے ساتھ کئے جانے والے وعدوں اور معاہدوں کی پابندی کو لازمی قرار دیا ہے۔ اور عدل و انصاف کے معاملہ میں بھی سب کو ایک ہی سطح پر رکھا ہے۔

پھر اسلام صرف عبادت اور ریاضت ہی کا حامی نہیں ہے بلکہ اُس نے جائز دنیاوی جدوجہد کو بھی عبادت قرار دیا ہے۔ اسلام کے نزدیک وہ شخص جو صبح سے شام تک محنت کر کے اپنے اہل و عیال کی پرورش کا سامان مہیا کرتا ہے۔ اُس عابد شب زندہ دار کی طرح ہے جو عبادت و ریاضت میں مصروف رہتا ہے۔ اسلام نے دُنیا کو عاقبت کی کھیتی قرار دیا ہے اسلام یہ ہرگز نہیں چاہتا کہ کوئی شخص دُنیا سے الگ تھلگ ہو کر عبادتِ الٰہی میں مصروف رہے بلکہ اُس نے جائز دُنیاوی جدوجہد کو بھی عبادت قرار دیا ہے اسلام دین کے ساتھ دنیاوی جدوجہد کا بھی بہت بڑا حامی ہے۔ اسی لئے صحابہ کرام جہاں (باقی صفحہ ۲۸ پر)

تاریخ اسلام کا ایک ورق



"رکتا نہ تھا کسی سے سیل رواں ہمارا"

اسلامی فتوحات دنیا کے نامور مفکرین کی نظر میں

(از مولوی محمد حفیظ اللہ پھلواری)

اب جبکہ پندرھویں صدی ہجری شروع ہو چکی ہے۔ تو یہ ضروری معلوم ہوتا ہے کہ پہلی صدی ہجری میں اسلامی فتوحات پھر ایک سرسری روشنی ڈال دی جائے۔ اسلامی فتوحات تاریخ عالم کا ایک ایسا عجیب و غریب واقعہ ہے جو آپ ہی اپنی مثال ہے۔ دنیا میں بڑی بڑی اور بہادر قومیں پیدا ہوئی ہیں لیکن کسی نے بھی پچاس سال کی مختصر سی مدت میں دنیا کے نصف سے زیادہ حصہ کو زیر نہیں کیا یہ خصوصیت صرف مسلمانوں ہی کو حاصل ہے چنانچہ ہم ذیل میں اسلام کے ابتدائی دور کی فتوحات پر روشنی ڈال رہے ہیں۔

مسلمانوں کی عظیم الشان فتوحات اور اسلام کی رفتارِ ترقی پر آج بھی دنیا کے بڑے بڑے مفکرین حیران ہیں۔ یہ امر واقعہ ہے دنیا کی تاریخ میں کوئی مذہب اتنی سرعت کے ساتھ نہیں پھیلا جس سرعت کے ساتھ اسلام کو فروغ حاصل ہوا ہے۔ اور کوئی قوم اس تیزی کے ساتھ کبھی نہیں بڑھی جس تیزی کے ساتھ مسلمان قوم کو عروج حاصل ہوا ہے۔

کون نہیں جانتا کہ جس وقت حضرت محمد صلی اللہ علیہ وسلم نے دنیا کی سب سے جاہل قوم میں اسلام کی تبلیغ شروع کی تو حلقۂ اسلام میں شامل ہونے والوں کی تعداد اتنی بھی نہیں تھی کہ وہ علی الاعلان خدائے وحدہٗ لاشریک کی عبادت بھی کر سکتے۔ حتیٰ کہ دشمنانِ اسلام کے مظالم سے تنگ آکر رسول محترم اور آپ کے ہمنواؤں کو اپنا وطن عزیز مکہ معظمہ چھوڑ کر سلسہ ہجری میں مدینہ ہجرت کرنی پڑی تھی۔ لیکن سشہ ہجری میں آپ جب مکہ معظمہ میں فاتحانہ حیثیت سے داخل ہوئے تو حضور کے ساتھ دس ہزار سے بھی زیادہ مجاہدین تھے۔ اور کفارِ قریش جنھوں نے رسول صلعم اور ان کے ماننے والوں کی تباہی میں کوئی دقیقہ نہیں اٹھا رکھا تھا۔ اُس وقت خوفزدہ اور گردن جھکائے ہوئے کھڑے تھے۔

پھر ۹ھ ہجری میں جب غسانی عیسائیوں کے حملہ کی خبر سن کر تبوک کی طرف چلے تو آپ کے ساتھ تیس ہزار کا لشکر عظیم تھا۔ اور سنلہ ہجری میں حجۃ الوداع کے موقع پر ایک لاکھ چودہ ہزار اصحاب آپ کے ہمراہ تھے ان سب کا ایک خدا اور ایک نبی تھا۔ یہ ایک قوم تھی اور اُن کی ایک ہی شاہراہ زندگی تھی۔

جرمنی کا ایک مشہور مستشرق ڈاکٹر جوزف لکھتا ہے کہ "جب محمد (صلعم) آخری حج میں شامل ہوئے تو اُن لاکھوں آدمیوں میں سے جو آپ کا خطبہ سننے کے لیے جمع ہوئے تھے ایک بھی مشرک نہیں تھا عربوں نے ایک مرکز واحد کے علم پر اور ایک بہتر مذہب و اخلاق کے سامنے گردن جھکا دی تھی۔ صرف یہی نہیں بلکہ عربوں کے سامنے دنیا کی تسخیر کا راستہ کھل گیا تھا۔ اور ایک بڑی سلطنت کی سرحدوں پر فوج کشی کی تیاریاں ہو رہی تھیں۔ کہ ۸ جون ۶۳۲ء کو آنحضرت صلعم کا انتقال ہو گیا (عربوں کا تمدن صفحہ ۱۶۲)"

سللہ ہجری میں رسول خدا صلعم اس دنیا سے تشریف لے گئے تو سارا جزیرہ نما عرب آپ کے زیر نگیں تھا۔ اور وہ مسلمان جو صرف دس گیارہ سال قبل مجبور اور بے سروسامان تھے۔ ایک طرف تو کسریٰ ایران کی طاقت کو دھتکار رہے تھے اور دوسری طرف قیصر روم کی بے پناہ قوت سے ٹکر لے رہے تھے۔

رسول مقبول صلی اللہ علیہ وسلم کی وفات کے بعد پندرہ سال بھی

نہیں گذرے تھے کہ آپ کے نام لیوا عراق، ایران، شام، فلسطین، مصر طرابلس اور آرمینیا میں پھیل گئے تھے۔ اور ساری دنیا میں مسلمانوں کی فتوحات کا ڈنکا بجنے لگا تھا

اور چالیس سال کی مدت میں یعنی جب خلافتِ راشدہ کا دور ختم ہو چکا تھا تو اسلام کے نام لیوا بحر ہند کے دہانہ سے لیکر اٹلانٹک کے ساحل تک پھیل گئے تھے اور اسپین میں بیٹھے ہوئے پورے یورپ کو للکار رہے تھے۔ غرضیکہ ایک صدی کے پورے ہونے تک پیروان اسلام کی تعداد کروڑوں تک پہنچ گئی تھی اور انھوں نے اپنے جوشِ ایمانی کی طاقت کی بنا پر دنیا کی بڑی سے بڑی حکومتوں سے ٹکر لی اور اپنے گھوڑوں کی ٹاپوں سے سسلی، اٹلی، یونان، روم، افریقہ، ہندوستان اور یورپ کے میدانوں کو روند ڈالا۔ یہاں تک کہ ملک عرب سے تین ہزار چھ سو میل کے فاصلہ پر قلعہ لائر پر جو کہ جنوبی فرانس میں واقع تھا پرچم اسلام نصب کر دیا تھا۔ اور اس طرح دنیا کے بیشتر حصہ میں مسلمانوں کی عظیم الشان سلطنتیں قائم ہو گئی تھیں۔ وہ زمانہ تھا جب اُن کی اقبال مندی کا آفتاب ساری دنیا کو منور کر رہا تھا۔ اور دنیا کی تقریباً سب ہی حکومتوں نے اُن کے سامنے اپنی گردنیں جھکا دی تھیں۔

اسلام کا یہ عروج اور اسلامی فتوحات کے حیرت انگیز واقعات ایسے نہ تھے کہ جنھیں نظر انداز کیا جا سکتا۔ چنانچہ دنیا کے بڑے بڑے مفکرین اسلام کی فتوحات پر حیران ہیں۔ لہٰذا مشہور امریکی مصنف پروفیسر ہمفری لکھتا ہے "دنیا میں عربوں کی پیش قدمی ایک عجیب و غریب واقعہ ہے۔ کہ جزیرہ نما عرب کے گمنام اور منتشر قبیلے جنھیں حکمرانی اور جنگ کا کوئی تجربہ نہ تھا صرف چند سال کے اندر مذہبی جوش کی بھٹی میں سے گزر کر ایک طاقتور قوم بن گئے اور پھر اس قوم نے ایک صدی کے اندر اندر اپنی وسیع سلطنت مشرق میں ہندوستان تک اور مغرب میں افریقہ اور اسپین تک پھیلا دی یہ تاریخ کا بڑا ہی عجیب واقعہ ہے۔"

اسی طرح ریورینڈ راڈویل اپنے ترجمہ قرآن پاک کے دیباچہ میں لکھتا ہے۔ عرب کے سیدھے سادے بکریاں چرانے والے خانہ بدوش لوگ محمد (صلعم) کی تلقین سے ایسے بدل گئے جیسے کسی نے اُن پر سحر یا جادو کر دیا ہو۔ دیکھتے ہی دیکھتے یہ لوگ مملکتوں کے بانی۔ شہروں کے آباد کرنے والے، اور علوم و فنون کے مبلغ بن گئے۔ فسطاط، بغداد، قرطبہ، اور اشبیلیہ (سپین) کے شہروں کو وہ عظمت اور طاقت حاصل ہوئی کہ انھوں نے پورے یورپ کو اپنی ہیبت اور طاقت سے تھرا دیا۔"

آرچر اور کنگز فورڈ اپنی "تاریخ کروسیڈز" میں مسلمانوں کے مقابلہ میں عیسائیوں کی شکست پر تبصرہ کرتے ہوئے لکھتے ہیں "کسی زبان میں بھی ایسے الفاظ نہیں مل سکتے جن کے ذریعہ ایک نئی ملت اسلامیہ کے دینی جوش کا ٹھیک طریقہ پر اظہار کیا جا سکے۔ حضرت محمد (صلعم) کو وفات پائے ابھی کچھ دن بھی نہیں گزرے تھے کہ مسلمانوں نے عراق شام، اور مصر کو فتح کر لیا تھا۔ اور ایرانی شہنشاہیت کا خاتمہ کر کے ایک ایسی عظیم الشان سلطنت قائم کر لی تھی۔ جو ناقابل تسخیر تھی اور ایک صدی کے اندر تو اس نئے مذہب نے سندھ کے کنارے سے لیکر اسپین اور فرانس تک اپنا اقتدار قائم کر لیا تھا۔ اور ۷۳۲ء میں تو یہ معلوم ہوتا تھا کہ اسلامی تہذیب کے مقابلہ میں ایرانی اور عیسائیت تہذیب دونوں ہی باسفورس کے کنارے پر دم توڑ دیں گی۔"

فرانسیسی مورخ میجاڈ مسلمانوں کی ابتدائی دور کی فتوحات کا ذکر کرتے ہوئے لکھتا ہے "مسلمانوں کی فتوحات بڑی حیران کن ہیں انھوں نے شام و ایران کے مالک بن کر جلد ہی مصر پر بھی قبضہ کر لیا۔ اُن کی افواج کی فتح و نصرت کا سیلاب افریقہ تک جا پہنچا اور انھوں نے اسلام کا جھنڈا کارتھیج پر بھی گاڑ دیا۔ اور بحر ہند کے کناروں سے لیکر بحر روم تک انھوں نے زبان، تہذیب، مذہب اور ہر چیز میں انقلاب پیدا کر دیا۔"

مسٹر ایچ اے ایل فشر اپنی تاریخ یورپ میں لکھتا ہے کہ "سرزمین عرب پر نہ کوئی باقاعدہ حکومت تھی نہ نظم فوج اور نہ کوئی مشترکہ سیاسی نظم نظر تھا۔ تقریباً سب ہی عرب قبائل تخیل پرست اور شاعر تھے یہ نہ مذہبی تھے۔ اور نہ کسی مذہب کے ذریعہ ان میں اتحاد تھا۔ اصنام پرستی ان میں عام تھی۔ لیکن ایک ہی صدی کے اندر گمنام عربوں نے اسلام کی بدولت زبردست طاقت حاصل کر لی انھوں نے دیکھتے ہی دیکھتے عراق، شام اور مصر کو فتح کر لیا۔ فارس ان کے حملوں کی تاب نہ لا سکا۔ مغربی ترکستان۔ اور پنجاب و سندھ ان کے قلمرو میں شامل ہو گئے۔ بازنطینیوں اور بربریوں کے ہاتھ سے افریقہ اور المانیوں کے ہاتھ سے اسپین نکل گیا۔ مغرب میں فرانس اور مشرق میں قسطنطنیہ اُن کے نام سے کانپ رہے تھے۔ اسکندریہ اور شام کی بندرگاہوں سے اُن کے سمندری بیڑے (باقی ص ۲۹ پر)



تاریخ ہند

شاہان ہند کو بدنام کیا جارہا ہے

ہم شاہان ہند کے احسانات کو فراموش نہیں کر سکتے ہیں

(سر سی آر ریڈی کے انگریزی مقالہ سے ماخوذ)

سر سی آر ریڈی نے اس بات پر افسوس کا اظہار کیا ہے کہ ہمارے ملک میں شاہان ہند کو بدنام کیا جارہا ہے اور تاریخ ہند کو بری طرح مسخ کرنے کی کوشش کی جارہی ہے۔ حالانکہ ہم اس ملک پر شاہان ہند کے احسانات کو کسی طرح بھی فراموش نہیں کر سکتے۔" سر سی آر ریڈی کا مقالہ ان فرقہ پرستوں کے لئے دندان شکن جواب ہے۔ جو اس ملک کے اکثریتی طبقہ میں مسلمانوں کے خلاف نفرت پیدا کرنے کی غرض سے شاہان ہند کو ہندو کش اور جابر و ظالم ثابت کرنے کی کوشش میں لگے ہوئے ہیں۔ یہ تاریخی مقالہ ٹوڈیٹھ سنچری لندن میں ۱۹۲۳ء میں شائع ہوا تھا۔ جس کا خلاصہ ہم ذیل میں پیش کر رہے ہیں۔

دنیا کے جن ملکوں میں مسلمانوں کو صدیوں تک مسلسل حکومت کرنے کا موقع ملا ہے اُن میں ہندوستان بھی شامل ہے۔ اس لئے مسلمان بادشاہوں کے قومی کردار پر کوئی رائے قائم کرنے کے لئے اس ملک کے مسلمان بادشاہوں اور سلاطین اسلام کی تاریخ ایک خاص اہمیت رکھتی ہے۔

عرب، عراق، شام، ایران اور دوسرے ملکوں میں مسلمانوں کی جو حکومتیں رہی ہیں اُن میں سے بیشتر حکومتوں کا نظم و نسق مسلسل ایک ہی فرقے یا خاندان کے ہاتھوں میں رہا ہے اس لئے اُن کے متعلق یہ بات کہی جا سکتی ہے کہ اُن کی اسٹیٹ پالیسی اور رواداری انہیں ورثہ میں ملی تھی۔

اس کے برعکس ہندوستان میں مسلسل کسی ایک ہی خاندان کی حکومت قائم نہیں رہی۔ یہاں عرب سرداروں نے بھی حکومت کی ہے افغانستان سے آئے ہوئے غزنوی اور غوری خاندان بھی حکمراں رہے ہیں۔ خاندان غلامان کو بھی اقتدار حاصل رہا ہے اس کے علاوہ خلجیوں تغلقوں اور لودھیوں کے مختلف پٹھان خاندان بھی حکومت کرتے رہے۔ اور آخر میں مغل خاندان نے بھی ہندوستان پر سینکڑوں سال تک حکومت کی ہے۔ لیکن خاندانوں کے اختلافات کے باوجود سب کی ہی اسٹیٹ پالیسی فراخ دلی اور رواداری پر مبنی ہے۔

اس سے بجا طور پر یہ نتیجہ نکالا جا سکتا ہے کہ اِن سب کی اسٹیٹ پالیسی اسلامی تعلیمات پر مبنی تھی اسی لئے اِن کی پالیسی میں غیر معمولی یکسانیت پائی جاتی ہے۔ اور ہندوستان کے مسلمان حکمرانوں کی تاریخ کے مطالعہ کے بعد یہ کہنا پڑتا ہے کہ اس ملک پر اگرچہ مختلف مسلم خاندانوں کے حکمرانوں کو اقتدار حاصل رہا ہے۔ لیکن ان سب ہی نے اس ملک کی تعمیر و ترقی اور یہاں کے باشندوں کی فلاح و بہبود کی جو حکمت عملی اختیار کی تھی وہ اُن کے اسلامی کردار کی مظہر تھی۔

مسلمان ہندوستان پر کم و بیش ایک ہزار سال تک حکومت کرتے رہے ہیں اس لئے یہ بات ممکن نہیں ہو سکتی کہ صرف چند سطروں میں اُن کے تمام کارناموں کا احاطہ کر لیا جائے۔ لیکن پھر بھی اتنا ضرور کہا جا سکتا ہے کہ اُن کا کردار قابل تعریف اور مثالی کردار تھا۔ اور کسی ملک کی قومی حکومت میں جو خوبیاں ہو سکتی ہیں وہ ساری خوبیاں اُن میں موجود تھیں۔ اِن کا تعصب یا تنگ نظری سے دور کا بھی تعلق نہ تھا لیکن اِس کے باوجود یہ دیکھ کر افسوس ہوتا ہے کہ آج ہمارے ملک میں ان ہی مسلم بادشاہوں اور سلاطین کے کردار کو تاریک بنا کر دکھایا جارہا ہے۔ اور مسلمانوں کے قومی کردار پر طرح طرح کے الزامات

[illegible] جا رہے ہیں جو سراسر ناانصافی ہے۔ حالانکہ ضرورت اس
کی تھی کہ [illegible] کی صحیح تصویر پیش کی جائے [illegible]
[illegible]

[illegible] مغلوں کے ماتحت مسلمانوں [illegible]
وہ ان کے خلاف [illegible] الزامات لگاتے رہے جن میں سے
ایک بڑا الزام یہ [illegible] شاہان ہند نے ہندوستان کی ترقی
کی [illegible] نہیں دیا لیکن تاریخ بتاتی ہے کہ مسلمان جب اس ملک میں
آئے تھے تو یہ ملک دنیا سے بالکل الگ تھلگ تھا اور اسے تجارت
صنعت اور حرفت کے اعتبار سے کوئی اہمیت حاصل نہیں تھی۔
لیکن مسلمانوں نے یہاں آکر کیونکہ بیرونی دنیا سے اپنے تعلق کو صرف
قائم ہی نہیں رکھا تھا۔ بلکہ اسے ترقی بھی دی تھی۔ اس لئے دنیا کے
ساتھ ہندوستان کے تجارتی اور علمی تعلقات بھی قائم ہو گئے
تھے۔ ہندوستان کی تجارت کو بھی فروغ حاصل ہوا تھا۔ اور یہ
صنعتوں نے بھی ترقی کی تھی اور اس طرح اہل ملک کو وہ خوشحالی اور
فراغت حاصل ہو گئی تھی جو اس سے پہلے کبھی حاصل نہیں ہو سکی تھی۔
چنانچہ اس سلسلہ میں شیر شاہ سوری کے عہد حکومت کی تاریخ کا مطالعہ
کافی ہے جس سے کہ بخوبی اندازہ ہو سکتا ہے کہ مسلم دور حکومت
ہمارے ملک کے لئے کس طرح ایک رحمت اور نعمت ثابت ہوا ہے

پھر مغلوں کے عہد حکومت میں تو ہندوستان اوج کمال کو پہنچ
چکا تھا۔ اس ملک کی خوشحالی کا چرچہ ساری دنیا میں ہونے لگا تھا۔
چنانچہ ہندوستان کی ترقیات اور خوشحالی ہی کی بنا پر یورپین قوموں
کو اس ملک پر قبضہ کرنے کا خیال پیدا ہوا تھا۔ کیسی عجیب بات ہے کہ
شاہان ہند کو بدنام کرنے والے لوگ ایک طرف تو اس بات کا اعتراف
کرتے ہیں کہ یورپین قومیں ہندوستان کی بے قیاس دولت حاصل کرنے
کے لئے ہندوستان آئی تھیں اور دوسری طرف وہی لوگ مسلمانوں کو
بدنام کرنے کے لئے یہ بات بھی کہتے ہیں کہ شاہان ہند نے ہندوستان
کو ترقی دینے اور خوشحال بنانے پر کوئی توجہ نہیں کی تھی۔ ان لوگوں
سے پوچھا جا سکتا ہے کہ اگر مسلمان ہندوستان کی ترقی دینے پر توجہ
نہ کرتے تو یہ ملک اسقدر خوشحال اور دولتمند کس طرح بن سکتا تھا۔
اور ہندوستان کی وہ خوشحالی جو یورپی قوموں کی کشش کا سبب
بنی تھی اگر مسلمانوں کی حکومت کی زمانہ کی پیدا کردہ نہیں تھی تو پھر

[illegible] کی پیدا کردہ قرار دیا جا سکتا ہے۔

[illegible]
[illegible]
[illegible]
کی [illegible] اور [illegible]
[illegible] ملک کی تہذیب [illegible] اور [illegible]
سے اس درجہ متاثر ہے کہ اگر اس میں سے انہیں خارج کر دیا جائے تو
خود ہماری تہذیب کا کوئی وجود ہی باقی نہیں رہتا۔

یہ دیکھ کر اور بھی تعجب ہوتا ہے کہ ہمارے ملک میں مسلمان بادشاہوں
اور سلاطین کو ان کی مذہبی حکمت عملی کے لئے بھی اعتراضات کا نشانہ
بنایا جاتا ہے۔ حالانکہ مسلمانوں نے اپنے ایک ہزار سالہ عہد حکومت میں
اس ملک کے باشندوں کو اختلاف مذہب کی بنا پر کبھی کوئی تکلیف
نہیں پہنچائی۔ ملک کے حکمران ہونے پر بھی انھوں نے اس ملک کے باشندوں
کے مذہبی احساسات کے احترام کو اپنا شعار بنائے رکھا۔ اور زندگی
کے کسی میدان میں بھی خود کو اس ملک کے باشندوں پر کبھی فوقیت اور
برتری نہیں دی۔

اس میں شک نہیں کہ مسلمان ایک ایسے مذہب پر ایمان رکھتے ہیں
جس کا ظہور ہندوستان میں نہیں بلکہ عرب میں ہوا تھا۔ لیکن صرف مذہبی
اختلاف کی بنا پر ان کی ان کوششوں کو نظر انداز کر دینا جو انھوں نے
ہمارے ملک کو ترقی دینے کے لئے کی ہیں کہاں تک درست ہے۔ اور ایسی
حالت میں جبکہ آریوں کی طرح انھوں نے بھی ہندوستان کو اپنا وطن قرار
دے دیا تھا۔ تو ہمارا ان کو غیر ہندوستانی قرار دینا کسی طرح بھی مناسب
نہیں ہمیں انصاف اور رواداری سے کام لینے کی ضرورت ہے۔

ہمیں اس بات کو فراموش نہیں کرنا چاہئے کہ مذہبی اختلافات کے
باوجود ہمیشہ ہی مسلمانوں نے اپنے دور اقتدار میں ہمارے ملک کے باشندوں
کے ساتھ انتہائی رواداری کا ثبوت دیا ہے۔ ان کی مذہبی رواداری کا
کا اندازہ اس سے لگایا جا سکتا ہے کہ نہ صرف انھوں نے اس ملک
کے باشندوں کو کامل مذہبی آزادی دی تھی بلکہ اسلامی حکومت کے قیام
سے پہلے اس ملک کے ہندو راجہ ملکی آمدنی میں سے جو حصہ برہمنوں کو
دیا کرتے تھے مسلمانوں نے نہ صرف اس حصہ کو برقرار رکھا تھا بلکہ ہندو راجاؤں
کی طرح وہ خود بھی برہمنوں کی بے حد عزت کرتے تھے۔ (باقی صفحہ ۲۹ پر)

اسلام اور عیسائیت



اسلام آئیرلینڈ کے مفکر کی نظر میں

اسلام کے بارے میں پروفیسر جان کورنٹ کے خیالات

(پروفیسر جان کورنٹ کے انگریزی مقالہ کا ترجمہ)

پروفیسر جان کورنٹ آئیرلینڈ کے ایک مفکر ہیں۔ انھوں نے دنیا کے مختلف مذاہب کا مطالعہ کیا ہے اور مذاہب کے مطالعہ کے بعد پروفیسر مذکور اسلام سے بے حد متاثر ہوئے ہیں۔ انکا ذیل کا مقالہ جو اسلامک ریویو ووکنگ میں شائع ہوا ہے۔ اس میں انھوں نے اسلام کے بارے میں اپنے تاثرات کا اظہار کیا ہے جس کا ترجمہ ہم ناظرین دین دنیا کی دلچسپی کے لئے ذیل میں پیش کر رہے ہیں

ہم کو اگر سچائی کی تلاش ہے تو ہمارا فرض ہے کہ ہم تعصب سے بلند ہو کر دنیا کے مختلف مذاہب کا مطالعہ کریں اور ان سب مذاہب میں سچائی کو تلاش کریں۔ ہمارے ذاتی عقائد خواہ کچھ ہی کیوں نہ ہوں مگر ہم کو ہمیں دیگر مذاہب کے عقائد اور دیگر اقوام کے معاشرہ اور زندگی کا جائزہ لینا چاہئیے لیکن یہ جائزہ خامیاں اور برائیاں تلاش کرنے کی غرض سے نہ ہو بلکہ اپنی واقفیت بڑھانے کے لئے ہو۔

اسی نیک جذبہ کے ماتحت میں نے دنیا کے مختلف مذاہب کا بڑے غور سے مطالعہ کیا ہے۔ اور مختلف مذاہب کے مطالعہ کے بعد میں اس نتیجہ پر پہنچا ہوں کہ سب ہی مذاہب میں کچھ نہ کچھ اچھی باتیں موجود ہیں لیکن میں نے تمام مذاہب میں اسلام کو سب سے بہتر پایا ہے کیونکہ اسلام کے مطالعہ کے بعد میں نے یہ محسوس کیا ہے کہ اس مذہب نے ایک طرف تو ہماری روحانی اور اخلاقی قدروں کو بلند کرنے کی کوشش کی ہے اور دوسری جانب دنیاوی زندگی میں بھی ہماری پوری طرح رہنمائی کی ہے۔ اسلام کا اگر بغور مطالعہ کیا جائے تو پتہ چلتا ہے کہ اس نے نوع انسانی کی زندگی میں ایک صحت مند انقلاب برپا کر دیا ہے اسلام کی بڑی خوبی یہ بھی ہے کہ چودہ صدیوں کے گذر جانے کے بعد بھی یہ اپنی اصلی حالت میں موجود ہے۔ دیگر مذاہب کی طرح اس میں تبدیلیاں نہیں کی گئیں اس لئے ہمارے لئے اسلام کے بارے میں واقفیت حاصل کرنا آسان ہو گیا ہے۔

ایک راسخ العقیدہ عیسائی کی حیثیت سے اگرچہ مجھے اپنا آبائی دین عیسائیت میں بھی کوئی خامی محسوس نہیں ہوتی۔ لیکن ایک سچے عیسائی کی حیثیت سے مجھے ان خوبیوں کو بھی تسلیم کرنا چاہئیے جو اسلام میں موجود ہیں۔ اور جہاں تک میں نے اسلام کا مطالعہ کیا ہے میں پوری ذمہ داری کے ساتھ یہ کہہ سکتا ہوں کہ اسلام مذہب ہی نہیں ہے بلکہ زندگی کا ایک ایسا مکمل نظام ہے جو ہر زمانہ اور ہر دور میں انسانیت کی اعلیٰ قدروں کو برقرار رکھتا ہے اور انہیں مضبوط بھی بناتا ہے۔

میرے خیال میں دنیا میں اسلام ہی ایک واحد مذہب ہے جس نے انسانوں کے مختلف گروہوں کی مذہبی آزادی اور سماجی آزادی کو برقرار رکھتے ہوئے انہیں مل جل کر رہنے کی ترغیب دی ہے اور اس طرح اسلام نے دنیا کو جنت کا نمونہ بنانے کی ایک قابل قدر کوشش کی ہے۔ اور اس مقصد کو حاصل کرنے کے لئے اس نے زندگی کے جو اصول مقرر کئے ہیں وہ ایسے پاکیزہ، سہل اور بے خطر ہیں جن پر ہر شخص خواہ وہ کسی مذہب و ملت سے کیوں نہ تعلق

رکھتا ہو آسانی سے عمل کرسکتا ہے۔

اسلام کی بڑی خوبی یہ ہے کہ یہ مذہب دنیا کے سب ہی مذاہب اور اس کے بانیوں کے احترام کا حکم دیتا ہے۔ اس نے نہ صرف دنیا کے تمام بڑے مذہبوں اور ان کے بانیوں کی سچائی کی تصدیق ہی کی ہے بلکہ یہ اعلان عام بھی کیا ہے کہ دنیا کا کوئی گوشہ خدا تعالیٰ کے پیغامبروں سے خالی نہیں رکھا گیا ہے اور اس طرح اسلام نے مسلمانوں کے لئے تمام مذہبوں کے رہنماؤں کی تعلیم کو ضروری قرار دیا ہے اور اس سے اندازہ لگایا جاسکتا ہے کہ یہ مذہب کس قدر وسیع نظر واقع ہوا ہے۔ اس کے علاوہ اسلام نے دوسرے مذاہب کے احترام کو برقرار رکھتے ہوئے یہ اعلان بھی کیا ہے کہ سب مذہبوں کے ماننے والے اپنے عقائد پر قائم رہتے ہوئے بھی انسان کی حیثیت سے ایک ہی خدا کے بندے ہیں اور آپس میں بھائی بھائی ہیں اور اس کی روشن تعلیم نے انسانوں کو ایک دوسرے سے علیحدہ رکھنے والی تمام پرانی دیواروں کو گرا کر انھیں انسانی مساوات کے وسیع میدان میں لاکر کھڑا کر دیا ہے۔

ہمیں اسلام کی اس خوبی کا بھی اعتراف کرنا چاہیئے کہ وہ پست اور بلند نیز ادنیٰ اور اعلیٰ کے تصور سے بالکل پاک ہے اور اسلامی معاشرہ میں نسل اور رنگ قومیت اور وطنیت نیز امارت و غربت کا کوئی فرق موجود نہیں ہے اور اسلام نے اپنے سماج میں خدا و گدا اور غلام و آقا کے درمیان کوئی فرق اور امتیاز قائم نہیں رکھا ہے۔ بلکہ انسان کی نیکوکاری کو امتیاز کا وسیلہ قرار دے کر پورے سماج کی اخلاقی قدروں کو بلند کرنے کی دعوت دی ہے۔

اسلام نے اعلیٰ قدروں اور رفاہ و رسانی کو صرف مسلمانوں ہی کے لئے مخصوص نہیں کیا ہے بلکہ ان کی برکتوں اور فائدوں کو سب ہی کے لئے عام بنا دیا ہے۔ چنانچہ جب ہم ہمسایہ کے متعلق اسلام کی ہدایات پر نظر ڈالتے ہیں تو ہمیں اس مذہب کی انسانیت نوازی اور انسان دوستی کا اعتراف کرنا پڑتا ہے اور ہمیں یہ دیکھ کر اور بھی حیرت ہوتی ہے کہ اس نے یہ تعلیم اس دور میں دی تھی جب خود مسلمانوں پر عرصہ حیات تنگ تھا اور وہ ہر طرف سے دشمنوں میں گھرے ہوئے تھے۔ لیکن ان نازک حالات کے باوجود مسلمانوں کے لئے اسلام کا حکم یہ تھا کہ انھیں بلا امتیاز مذہب و ملت اپنے ہمسایوں کی تکلیفوں کو اپنی ہی تکلیفیں سمجھ کر انہیں دور کرنے کی ہر ممکن کوشش کرنی چاہیئے۔ حالانکہ ابتدائے اسلام میں ہمسائے ہی مسلمانوں کو زیادہ سے زیادہ تکلیفیں پہنچاتے رہے تھے۔

یوں تو عیسائیت میں بھی امن پسندی پر زور دیا گیا ہے اور یہ کہا گیا ہے کہ اگر کوئی تمہارے دائیں رخسار پر طمانچہ مارے تو بایاں رخسار بھی اس کے سامنے پیش کر دو مگر ہنگامہ آرائی سے گریز لیکن اسلام نے جس انداز سے انسانوں کو امن پسندی کی جانب بلایا ہے وہ فطرتِ انسانی کے مطابق ہے چنانچہ اسلام کی تاریخ کے جس واقعہ کو صلح حدیبیہ کے نام سے موسوم کیا گیا ہے۔ وہ اسلام کی امن پسندی کی ایک روشن مثال ہے اس صلح سے پہلے کے واقعات سے ثابت ہوتا ہے کہ فریضہ حج کے روکنے پر وہ جنگ کرسکتے تھے کیونکہ ان کے ساتھ بہت بڑی جمعیت موجود تھی حج کرنا تو در کنار وہ مکہ بھی فتح کرسکتے تھے لیکن انہوں نے صرف قتل اور خونریزی سے بچنے کے لئے ایک ایسا صلح نامہ منظور کرلیا تھا جو بظاہر اُن کی کمزوری ثابت کرتا تھا پھر اس کے بعد دوسرے ہی سال فتح مکہ کے بعد مسلمانوں نے اپنے بدترین دشمنوں کے ساتھ جس نرمی اور رواداری کا سلوک کیا ہے وہ تاریخ میں آپ ہی اپنی مثال ہے۔ اور اس سے یہ بات بالکل واضح ہے کہ مسلمان امن پسندی کو ہمیشہ جنگ پر ترجیح دیتے رہے ہیں اور انہوں نے ہمیشہ ہی جنگ کے مقابلہ میں صلح کو پسند کیا ہے۔

پھر اسلام کے مطالعہ کے بعد ہر شخص اس بات کا اعتراف کرنے پر مجبور ہو جاتا ہے کہ اسلام کی تعلیمات اور مسلمانوں کی تاریخ اعلیٰ اخلاقی اور سماجی قدروں کا ایک بیش بہا مجموعہ ہے۔ اور ہر شخص خواہ وہ کسی مذہب سے بھی کیوں نہ تعلق رکھتا ہو اسلام کی اخلاقی اور سماجی تعلیم سے مسلمانوں ہی کی طرح فائدہ اٹھا سکتا ہے۔

اسلام مذہب سے زیادہ اصلاحی تحریک

(بقیہ مضمون صفحہ ۲۲ سے)

عبادت و ریاضت میں انہماک وقت گزارتے تھے وہاں دنیاوی جد و جہد میں بھی ہمہ تن مصروف رہتے تھے۔ حضور کا ارشاد ہے کہ "دنیا کے جد و جہد میں اس طرح مصروف ہو جاؤ گویا تمہیں ہمیشہ ہی دنیا میں رہنا ہے اور دینی کاموں میں اس طرح لگ جاؤ گویا کل ہی تمہیں مرنا ہے"۔

رکتا نہ تھا کسی سے سیل رواں ہمارا

(باقی مضمون صفحہ ۱۲ سے)

بادِ مخالف کے تھپیڑوں کو چیرتے ہوئے بحرِ روم کے ممالک پر حملے کر رہے تھے۔ اور انھوں نے سب ہی یونانی جزائر کو تاراج کر ڈالا تھا۔ اور بازنطینی بحری طاقت کو پاش پاش کر کے رکھ دیا تھا۔ اب دنیا کی کوئی بھی طاقت ان کے مقابلہ پر نہیں ٹھہر سکتی تھی۔

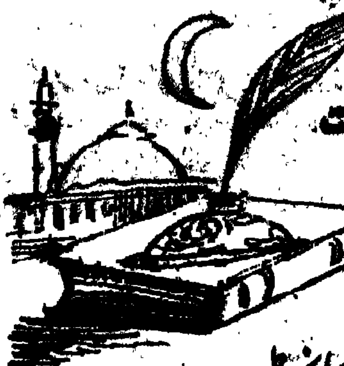
حقیقت یہ ہے کہ اسلامی فتوحات کا یہ سیلاب ایک ایسا سیلاب تھا جو رُکنے ہی میں نہیں آتا تھا۔ لیکن یہ سیلاب دنیا کی تباہی کے لئے نہیں آیا تھا۔ بلکہ اس نے ساری دنیا میں علم اور تہذیب کی روشنی پھیلا کر اسے اعلیٰ تمدن اور انسانیت سے مالا مال کر دیا تھا۔

شاہانِ ہند کو بدنام کیا جا رہا ہے

(باقی مضمون صفحہ ۲۶ سے)

پھر اسی قدر نہیں بلکہ ہندوؤں کو نئے مندر تعمیر کرنے کی کھلی آزادی حاصل تھی۔ زندگی کے تقریباً ہر شعبہ میں ہندوؤں کو وہی حقوق حاصل تھے جو مسلمانوں کو تھے۔ چنانچہ مشہور جرمن مورخ وان کریمر نے لکھا ہے کہ "سندھ کے عرب فاتحین نے وہاں کے ہندوؤں کے ساتھ جس رواداری اور بے تعصبی کا برتاؤ کیا وہ دنیا کی تاریخ میں واحد مثال ہے"۔

اس کے علاوہ قومی یکجہتی کے لئے بھی یہ بات ضروری ہے کہ ہم شاہانِ ہند کی رواداری کو زیادہ سے زیادہ نمایاں کر کے دکھائیں نہ یہ کہ ہم ان پر بے بنیاد الزامات لگا کر تفریق کی اس لعنت کو بڑھائیں جو ہمارے ملک کے روشن مستقبل کے لئے زہر کا حکم رکھتی ہے۔



رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم و خلفائے راشدین

اور سلاطین و شاہان اسلام کی فتوحات اور زندگیوں کے دلولہ انگیز حالات

مکمل تاریخ اسلام

عربی، فارسی، انگریزی اور فرانسیسی تاریخوں کے پچاس ہزار صفحات کا نچوڑ

(از مسٹر شوکت علی فہمی)

یہ تاریخ نہیں ہے بلکہ سمندر کو کوزے میں بند کر دیا گیا ہے ایک ہزار صفحات کی یہ عظیم الشان تاریخ عربی، فارسی، انگریزی اور فرانسیسی زبانوں کے مستند تاریخوں کے پچاس ہزار صفحات کا نچوڑ ہے۔ اس عظیم الشان تاریخ کے ذریعہ بتایا گیا ہے کہ اسلام کس طرح ساری دنیا پر چھا گیا رسول مقبول صلعم اور خلفائے راشدین اور شاہان اسلام نے مٹھی بھر عربی افراد اور عربوں کی بدولت بڑی بڑی سلطنتوں کو فتح کر کے دنیا کے بیشتر حصہ پر کس طرح اسلامی حکومت قائم کر دی تھی۔ یہ عظیم الشان تاریخ چودہ ابواب پر مشتمل ہے۔ اس کا ہر باب اپنی جگہ پر ایک مستقل کتاب کی حیثیت رکھتا ہے۔ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے زمانہ سے لیکر دورِ آخر تک کی تمام اسلامی حکومتوں کی یہ مکمل تاریخ چودہ ابواب میں یکجا طور پر پیش کر دی گئی ہے چنانچہ اس میں حکومتِ اسلامیہ کے بانی رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی سوانح مبارک اور غزوات کا سلسلہ موجود ہیں۔ حضرت ابوبکر صدیق، حضرت عمر فاروق، حضرت عثمان غنی، حضرت علی کرم اللہ وجہہ اور حضرت امام حسن، یعنی خلفائے راشدین کے دورِ خلافت کے مکمل حالات درج ہیں۔ اور خلفائے بنی امیہ اور خلفائے بنو عباس کی پوری تاریخ موجود ہے۔ اس کے علاوہ مغرب، ایران، عراق، شام، فلسطین، افریقہ، روم، ترکستان، اسپین اور دنیائے اسلام کے سینکڑوں حکومتوں کا تذکرہ موجود ہے یہاں تک کہ ہندوستان کے مسلم فرمانرواؤں کے بھی حالات درج ہیں۔

یہ تاریخ مندرجہ ذیل چودہ ابواب پر مشتمل ہے

پہلا باب:۔ حکومت اسلامیہ کے بانی رسول مقبول صلی اللہ علیہ وسلم کی سوانحیات

دوسرا باب:۔ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی جنگی سرگرمیاں اور فتوحات

تیسرا باب:۔ حضرت ابوبکر صدیق رضی کا عہد حکومت اور فتوحات

چوتھا باب:۔ حضرت عمر فاروق رضی کا عہد حکومت اور فتوحات

پانچواں باب:۔ حضرت عثمان غنی رضی کا عہد حکومت اور فتوحات

چھٹا باب:۔ حضرت علی کرم اللہ وجہہ کا عہد حکومت اور فتوحات

ساتواں باب:۔ امیر معاویہ اور خلفائے بنی امیہ کا عہد حکومت اور فتوحات

آٹھواں باب:۔ خلفائے بنو عباس کا طویل دورِ حکومت

نواں باب:۔ اسپین اور یورپ کی اسلامی حکومتیں

دسواں باب:۔ مراکش، تیونس، الجزائر اور افریقہ کی اسلامی حکومتیں

گیارہواں باب:۔ مصر و شام کی اسلامی حکومتیں، فاطمی خلفاء اور ایوبی سلطنتیں

بارہواں باب:۔ ایران، افغانستان اور ماوراء النہر کی اسلامی حکومتیں۔

تیرھواں باب:۔ شاہان سلجوق اور سلاطین ترکیہ کا دورِ حکومت۔

چودھواں باب:۔ ہندوستان کی خود مختار اسلامی سلطنتوں کی تاریخ

حقیقت یہ ہے کہ یہ ایک ایسی مکمل اور جامع تاریخ ہے جو اب تک اردو زبان میں شائع نہیں ہوئی تھی۔ انداز تحریر ناولوں کی طرح عام فہم اور دلکش صفحات تقریباً ایک ہزار کاغذ سفید نہایت اعلیٰ، تکمیل کا ملکل اگر نا پسند ہو تو قیمت واپس منگا لیں۔ جدید ایڈیشن حال ہی میں طبع ہوا ہے۔

چودہ ابواب کی مکمل تاریخ کے مجلد مع خوشنما ڈسٹ کور صرف سترہ روپے پچاس پیسے

دین دنیا پبلشنگ کمپنی ـــــ جامع مسجد ـــــ دہلی ۶



اسلام نے نظامِ عدل سے آشنا کیا

اسلام سے قبل کوئی باقاعدہ نظامِ عدل نہ تھا

(از سید برہان الدین عراقی)

سید برہان الدین عراقی - اسلام کے ایک نامور مفکر ہیں جو برلن یونیورسٹی اور یورپ کے مختلف علمی مرکزوں میں اسلام کے نظام عدل کا مطالعہ کرتے رہے ہیں - ذیل کا مضمون اُن ہی کے ایک طویل مقالہ سے ماخوذ ہے - اُن کی رائے ہے کہ اسلام نے دنیا کو جو سب سے بڑی نعمت دی ہے وہ ایک باقاعدہ نظام عدل ہے - کیونکہ اسلام سے قبل کوئی یہ جانتا تک نہ تھا کہ نظام عدل بھی کوئی ضروری چیز ہے -

قوموں کی ترقی بقا اور استحکام کے لیے اُن کا نظام عدل غیر معمولی اہمیت رکھتا ہے - اور دنیا میں وہی قومیں ترقی یافتہ شمار کی جاتی ہیں جن کا نظام عدل مستحکم ہوتا ہے - لیکن بہت کم لوگوں کو اس کا علم ہے کہ اسلام سے قبل دنیا میں کسی جگہ اور کسی ملک میں بھی باقاعدہ نظام عدل موجود نہیں تھا -

اسلام کے ظہور سے پہلے دنیا میں بڑی بڑی اور عظیم الشان سلطنتیں بنتی اور بگڑتی رہی ہیں - لیکن ان سب ہی حکومتوں میں بادشاہوں کا حکم اور حکمرانوں کی زبان قانون تھی - وہ جو چاہتے تھے کر گزرتے تھے - اُن کا حکم اٹل ہوتا تھا - اور اُن کے احکامات ہی کو قانون کی حیثیت حاصل تھی یہ اسلام ہی ہے جس نے پہلی مرتبہ دنیا کو باقاعدہ نظام عدل سے آشنا کیا - اور یہ اسلام ہی کا طفیل ہے کہ اُس نے عدالت کے اندر بادشاہ اور فقیر کو ایک کٹہرے میں لا کر کھڑا کر دیا -

مغرب کے ایک ممتاز مفکر اور مستشرق نے اسلام کے تاریخی اور سماجی کردار کا جائزہ لیتے ہوئے لکھا ہے کہ "انسان کے پاس ظہور اسلام سے پہلے عدل و انصاف کا کوئی تحریری ضابطہ اور نظام عدل موجود نہ تھا اور جس زمانہ میں کہ اسلام ظاہر ہوا ہے - اُس زمانہ میں تو رومن لا بھی ایک بے جان نوشتہ بن کر رہ گیا تھا - سب ہی اُسے بھول چکے تھے - اور ساری دنیا میں برسر حکومت افراد کی زبان سے نکلے ہوئے الفاظ ہی کو قانون کا درجہ حاصل تھا - لیکن اسلام نے اس غیر منصفانہ طریق کار کو مسترد کر کے ایک ضابطۂ عدل پیش کیا تھا جو اپنی جگہ نہایت مکمل تھا - اور جس نے سماج کے ہر گروہ اور ہر فرد میں یہ اعتماد پیدا کر دیا تھا کہ اس ضابطۂ عدل کے ہوتے ہوئے کسی کے ساتھ ناانصافی نہ ہو سکے گی - غیر مسلموں کو مسلمانوں پر بھروسہ کرنے کی طرف اس نے بہت زیادہ مائل کیا تھا -"

اسلام کا نظام عدل اپنی جن خصوصیات کے باعث تاریخی اہمیت اور منفرد حیثیت رکھتا ہے اُنہیں بہت سے صاحبانِ قلم کی تحریروں سے یکجا کر کے اختصار کے ساتھ اس طرح بیان کیا جا سکتا ہے " اس نظام کو ایک ایسے دور میں قائم کیا گیا تھا - جب سماج میں انصاف کا کوئی باقاعدہ دستور العمل موجود نہیں تھا - اور اُس وقت پوری دنیا پر ایک ایسا خودسر گروہ برسر اقتدار تھا جو کسی دستورِ عدل کی عدم موجودگی ہی کو اپنی قوت اقتدار کا ذریعہ سمجھتا تھا - اس کے برخلاف اسلامی نظام عدل نے آقا اور غلام مسلم اور غیر مسلم کو ایک ہی صف میں لا کھڑا کر دیا تھا اور اس نظام میں ایسے اصول شامل کر دیے گئے تھے جن کے ہوتے ہوئے کسی کے ساتھ بھی ناانصافی نہیں ہو سکتی تھی "

یہ بات سب ہی کو معلوم ہے کہ اسلام کا تمام تر نظام قرآن کریم اور احادیث نبوی پر مبنی ہے - اور چونکہ قرآن مجید اور احادیث نبوی میں عدل و انصاف کے ضابطوں کا بہت بڑا ذخیرہ موجود ہے - اس لئے

نظامِ عدل کے تشکیل دینے میں بڑی آسانی کا سہارا ہو گیا تھا اور انہوں نے ایک ایسا مناسب نظامِ عدل قرآن اور احادیث کے ذریعے سے مرتب کر لیا جو دنیا میں آپ ہی اپنی مثال ہے۔

اسلام اپنے ظہور کے بعد حضرت فاروق اعظمؓ کے سنِ خلافت سنبھالنے تک جس دور سے گزر رہا تھا۔ اس کے ابتدائی حصہ میں نظامِ عدل کی اتنی ضرورت نہیں ہو سکی تھی مگر خود نبی کریمؐ کی ہدایات سے اسلام کے نظامِ عدل کی اہمیت کا اندازہ حضورؐ کے اس ارشاد سے ہو جاتا ہے کہ اگر میری بیٹی فاطمہؓ سے بھی چوری کا ارتکاب ہوتا تو میں اس کے بھی ہاتھ کاٹنے کی سزا دینے میں تامل نہ کرتا۔ مگر پھر بھی اسلام کا نظامِ عدل حقیقی معنوں میں حضرت عمرؓ کے دورِ خلافت میں مرتب اور نافذ ہوا تھا اس لئے اسلامی نظامِ عدل کو سمجھنے کے لئے ہمیں حضرت عمرؓ کے ہدایات اور عمل کا مطالعہ کرنا چاہیے

خلیفہ دوم حضرت عمر فاروقؓ کے فرامین اور مکتوبات آج بھی موجود اور محفوظ ہیں۔ اور انہیں دورِ رسالت کے تاریخی اور علمی سرمائے میں ایک امتیازی درجہ حاصل ہے۔ ان مکتوبات کے مطالعہ سے معلوم ہوتا ہے کہ حضرت عمرؓ نے آج سے چودہ سو سال قبل عدلیہ اور انتظامیہ کو ایک دوسرے سے بالکل الگ کر دیا تھا اور اس طرح اسلام نے عدلیہ کو ایک مستقل آزاد اور برتر حیثیت دی تھی۔

اگرچہ خلیفہ دوم کے عہد میں باقاعدہ نظامِ عدل مرتب ہو چکا تھا لیکن جب حضرت عمرؓ کسی شخص کو قاضی مقرر فرماتے تھے تو اسے اپنا نائب اور اس کی ذمہ داریوں سے فوراً آگاہ کر دیتے تھے۔ منصف کا ایک بڑا کام ہے جس میں خدا تعالیٰ کی نیابت کا فرض انجام دینا ہوتا ہے اس لئے عدالت کے فیصلے حق کے زیادہ سے زیادہ قریب ہونے چاہئیں۔ عدالت کی سماعت کے دوران فریقین کے ساتھ مساوی سلوک ہونا چاہئے تاکہ ضعیف کے دل میں مایوسی کا احساس پیدا نہ ہو اور طاقتور فریق ناجائز فائدہ اٹھانے کی کوشش نہ کر سکے اور تمام مقدمات کو قرآن کریم اور احادیث نبوی کی ہدایات اور روشنی میں فیصل کرو۔ اور کسی معاملہ میں اگر تمہیں خود ہی فیصلہ کرنا پڑے تو غور سے کام لو اور یہ فیصلہ حقائق کے زیادہ سے زیادہ قریب ہونا چاہئے۔

اسلام نے سب سے پہلے اپنے نظامِ عدل میں شہادت کو بہت بڑی اہمیت دی ہے۔ لیکن اس کے ساتھ ہی گواہوں کی صداقت کو جانچنے کے لئے ایک معیار بھی مقرر کر دیا تھا۔ یعنی صرف ایسے ہی لوگوں کی شہادت قبول کی جاتی تھی جو شبہ سے بالاتر ہوتے تھے۔ چنانچہ جن لوگوں کی صداقت اور حق گوئی کے متعلق معمولی سا شبہ بھی ہوتا تھا ان کی گواہی قبول نہیں کی جاتی تھی۔

حضرت فاروق اعظمؓ قاضیوں کے تقرر میں بڑی احتیاط سے کام لیتے تھے۔ اور ان ہی افراد کو عدلیہ کے کسی منصب پر مامور فرماتے تھے جن کی دیانت داری قوم میں مسلم ہوتی تھی اور جن کی حق پسندی پر کوئی ایک شخص بھی انگلی نہ اٹھا سکے۔ پھر قاضی اور عمال حکومت کو اس دور کے معیارِ زندگی کے مطابق معقول مشاہرے دئے جاتے تھے انہیں تحائف اور ہدیئے قبول کرنے کی اجازت نہیں تھی۔ اس کے علاوہ قاضیوں اور دوسرے ذمہ دار عمال حکومت کے تقرر کے وقت نہ صرف اُن کے موجود اثاثے کی فہرست ہی مرتب کر لی جاتی تھی۔ بلکہ وقتاً فوقتاً اُن کے اثاثے کا جائزہ بھی لیا جاتا تھا۔ اور اگر اس اثاثے میں کوئی غیر معمولی اضافہ ہوتا تھا تو اُن سے جواب طلب کیا جاتا تھا۔

اسلام کے نظامِ عدل میں اس بات کو بھی مدِ نظر رکھا گیا تھا کہ لوگ اس سے پورا پورا فائدہ اٹھا سکیں اس لئے ہر شخص کسی خرچ کے بغیر عدالت میں اپنا دعویٰ پیش کر سکتا تھا۔ اور اُسے مقدمہ کی پیروی یا جواب دہی کے سلسلہ میں اپنی جیب سے ایک پیسہ بھی خرچ نہیں کرنا پڑتا تھا اسلام سے قبل بادشاہ اور امراء عدالت میں حاضری سے مستثنیٰ تھے لیکن اسلامی نظامِ عدل کی رو سے حکمرانوں کو بھی عدالت میں حاضر ہونا پڑتا تھا چنانچہ تاریخ میں ایسے متعدد واقعات موجود ہیں جن سے معلوم ہوتا ہے کہ امیر المومنین اور متعدد عمال حکومت کو عدالت میں حاضر ہو کر مقدمات کی جواب دہی کرنی پڑی ہے اور اگر اس موقع پر کسی عدالت کی جانب سے ان حضرات کے لئے غیر ضروری احترام کا اظہار کیا گیا ہے۔ تو انہوں نے اسے ناپسندیدگی کی نظر سے دیکھا ہے۔

خلفائے راشدین کے بعد سلاطین اسلامیہ نے بھی اسلام کے نظامِ عدل کو بہتر اور مستحکم کرنے کی پوری کوشش کی ہے۔ چنانچہ خلفائے بنی امیہ سے لیکر دورِ آخر تک سب ہی مسلم حکمرانوں نے محکمہ عدل و انصاف کو بہت زیادہ اہمیت دی ہے۔ اسلامی سلطنتیں چونکہ ساری دنیا میں پھیلی ہوئی تھیں اس لئے اُن کے طریقِ عدل سے غیر اسلامی حکومتوں نے بھی پورا پورا استفادہ کیا ہے۔



عبرت انگیز تاریخی واقعہ

جب شاہان ہند کا زوال شروع ہوا

(ایک مورخ کے قلم سے)

ہندوستان میں مغلیہ حکومت کے زوال کے بعد بھی اگرچہ اس ملک میں بہادر جانباز موجود تھے۔ لیکن یہ چاروں طرف سے غداروں میں گھرے ہوئے تھے۔ اس لئے ان کی جانبازی اور شجاعت مغلیہ حکومت کو تباہی سے نہ بچا سکی۔

وہ زمانہ ہندوستان کے مسلم حکمرانوں کے لئے ایک نہایت ہی صبر آزما دور تھا۔ یہ وہ نازک وقت تھا جب سلطنتِ مغلیہ کمزور تھی اور ہندوستان کے گوشے گوشے سے فتنہ و فساد کے شرارے بلند ہو چکے تھے۔ مرہٹے اور راجپوت بغاوت کے لئے سینہ سپر تھے۔ یہاں تک کہ مرہٹوں نے پورے ہندوستان میں مرہٹہ راج قائم کرنے کا فیصلہ کر لیا تھا۔ اسی نازک دور میں بالاجی باجی راؤ پیشوا پونا میں مغلیہ حکومت کے خلاف خوفناک سازشوں میں مصروف تھا اور وہ دہلی کے تاج و تخت پر قبضہ جمانے کے لئے منصوبے تیار کر رہا تھا۔

سردار دولت خاں والئی دہارا پوری کو جب ان سازشوں کا علم ہوا تو اُس نے فیصلہ کیا کہ وہ جس طرح بھی ممکن ہو گا مغلیہ حکومت کو بچائے گا۔ چنانچہ اُس نے ایک خط احمد شاہ ابدالی کو لکھا جس کا مضمون یہ تھا۔

"مجاہدِ اسلام غازی احمد شاہ ابدالی کو سلام مسنون کے بعد معلوم ہو کہ آج ہندوستان کے ہر گوشہ میں بغاوت کا طوفان برپا ہے۔ بے دست و پا مغل بادشاہ بے بس ہے۔ بالاجی راؤ پیشوا مغلیہ حکومت کو بالکل تباہ کر دینا چاہتا ہے۔ سلطان حیدر علی [illegible] اس کی سرکوبی کر رہے ہیں لیکن اُن کے پاس فوجی طاقت کچھ زیادہ نہیں ہے۔ اس لئے میں آپ کو عزتِ اسلام کا واسطہ دیتا ہوں کہ آپ جلد سے جلد ہماری مدد کو آئیے۔"

یہ خط ۱۱ اگست ۱۷۵۸ء کو غازی احمد شاہ ابدالی کے پاس پہنچا اور انھوں نے خط پڑھنے کے بعد قاصد سے کہا "قسم ہے رب کعبہ کی کہ جب تک میں شمشیر بکف ہو کر مغلیہ حکومت کے دشمنوں کو نہ کچل دوں گا چین سے نہ بیٹھوں گا۔" قاصد یہ پیغام لیکر دولت خاں کے پاس واپس آ گیا۔

سردار دولت خاں دہارا پور کا ایک پر جوش افغان تھا۔ یہ اپنی ذاتی جرأت و ہمت کی وجہ سے دہارا پور کا حکمران بن گیا تھا۔ دہارا پور ی گجرات اور مہاراشٹر کا ایک سرحدی علاقہ تھا جو اپنی شادابی کے لئے مشہور تھا۔ بالاجی باجی راؤ پیشوا کو جب یہ معلوم ہوا کہ سردار دولت خاں نے احمد شاہ ابدالی کو خط لکھا ہے تو وہ بہت پریشان ہوا اور اُس نے سردار موصوف کو اپنے دربار میں بلا بھیجا۔

سردار ایک جانباز سپاہی تھا۔ بے باکانہ بالاجی باجی راؤ پیشوا کے پاس پہنچ گیا۔ پیشوا نے بڑے احترام کے ساتھ دولت خاں کا خیر مقدم کیا۔ ادھر اُدھر کی گفتگو کے بعد پیشوا کے وزیر مادھو راؤ نے نہایت متکبرانہ انداز میں دولت خاں سے کہا۔

"ہمیں معلوم ہوا ہے کہ تم نے ہمارے خلاف احمد شاہ ابدالی کو جنگ کرنے کے لئے کوئی خط لکھا ہے۔ یہ کہاں تک درست ہے؟"

"میں افغان ہوں۔ احمد شاہ ابدالی میرا بھائی ہے میں اسے ہر وقت خط لکھ سکتا ہوں۔ اور جب چاہوں اُسے بلا سکتا ہوں۔

دولت خاں نے جواب دیا۔

"مادھوراؤ! تم نے پیشوا بن کر اپنی قسمت کو آزمانا چاہا ہے۔ وقت آنے پر میں بتا دوں گا۔ اور میں اپنے فرض کا ادا ہوں گا۔ مادھوراؤ سوچ سمجھ کر بات کرو" دولت خاں نے کڑکتے ہوئے جواب دیا۔

مادھوراؤ کو غصہ آ گیا اور اس نے تیوری چڑھا کر کہا۔

"ایسا ہرگز نہیں ہو سکتا۔ تم بڑے بد ذات ہو۔ تم کو ہمارا حکم ماننا پڑے گا۔ ورنہ تم زندہ یہاں سے نکل کر نہ جا سکو گے"

مادھوراؤ کے یہ الفاظ سن کر دولت خاں نے اپنی تلوار کو میان سے نکال لیا۔ اور آگے بڑھ کر مادھوراؤ کے وزیر کا سر تن سے جدا کر دیا۔ اور اس طرح اچھا خاصہ ہنگامہ برپا ہو گیا۔ بالا نے یہ رنگ دیکھا تو اپنے سپہ سالار سدا شیو راؤ سے کہا "اسے گرفتار کر لو"

یہ الفاظ سنتے ہی تمام اہل دربار دولت خاں پر ٹوٹ پڑے دولت خاں جرأت و شجاعت کا پیکر تھا۔ اُس کے جوش کا یہ عالم تھا کہ جس طرف بھی بڑھتا تھا۔ حملہ آوروں کے سر قلم کرتا چلا جاتا تھا۔ چند منٹوں میں کشتوں کے پشتے لگ گئے اور قصر شاہی میں خون کے دریا بہنے لگے۔ مرہٹوں نے انتہائی جرأت کے ساتھ مقابلہ کیا لیکن وہ شیر دل دولت خاں کو کسی طرح بھی زیر نہ کر سکے غرضکہ تقریباً ایک گھنٹہ تک تلوار چلانے کے بعد سردار دولت خاں بچ کر نکل گیا۔ اور اپنے گھوڑے پر سوار ہو کر نگاہوں سے غائب ہو گیا"

بالاجی باجی راؤ پیشوا دولت خاں کی جرأت کو دیکھ کر حیران رہ گیا اور اُس نے اپنے سپہ سالار سدا شیو راؤ سے کہا "تم نے دولت خاں کی جرأت کو دیکھا۔ اُس نے تن تنہا کیسی بہادری سے مقابلہ کیا ہے اور پھر صاف بچ کر بھی نکل گیا"

"میں نے افغانوں کی بہادری تو دیکھی ہے لیکن دولت خاں کی جرأت واقعی حیرت انگیز ہے" سدا شیو نے کہا۔ "مگر میں سوچ رہا ہوں کہ جب مسلمانوں میں ایسی ایسی حوصلہ مند ہستیاں موجود ہیں تو پھر ان کی حکومت کیوں زوال کی حالت میں ہے"

ابھی یہ گفتگو ہو ہی رہی تھی کہ کسی شخص کے آنے کی آہٹ محسوس ہوئی

آنکھ والا ایک پٹھان نہایت ادب کے ساتھ پیشوا کے حضور میں کورنش بجا لایا۔ اور اُس نے نہایت ادب کے ساتھ عرض کیا "مہاراج شاید آپ نے مجھے نہیں پہچانا میں ہوں آپ کا خادم دلاور خاں"

دلاور خاں کے ہاتھ میں ایک پوٹلی تھی اُس نے پیشوا کے روبرو رکھتے ہوئے کہا "میں آپ کی خدمت میں ایک تحفہ لایا ہوں"

"وہ تحفہ کیا ہے؟ دلاور خاں صاف صاف بیان کرو" پیشوا نے کہا۔ دلاور خاں پھر ایک بار پیشوا کے روبرو ادب سے جھک گیا اور کہا۔ "یہ تحفہ اُس سردار دولت خاں کا سر ہے۔ جو آپ کا باغی تھا اور جس نے آپ کے محل میں خون کی ندیاں بہا دی تھیں"

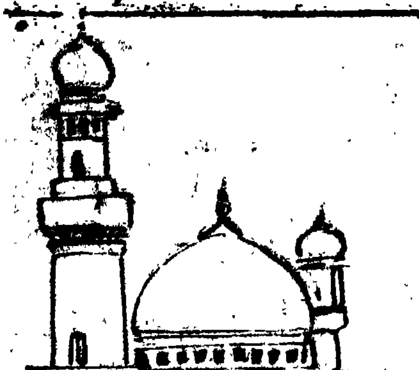
پیشوا خود بہادر تھا۔ وہ بہادروں کی قدر کرتا تھا۔ دولت خاں کی موت کا حال معلوم کر کے اُسے کوئی خوشی نہیں ہوئی۔ اُس نے نہایت رنج کے ساتھ پوچھا "تم دولت خاں کا سر اتارنے میں کیسے کامیاب ہو گئے۔ اُس کا سر اتارنا تو کوئی آسان کام نہ تھا"

دلاور خاں نے واقعات بیان کرتے ہوئے کہنا شروع کیا کہ "جب وہ یہاں سے بھاگ کر دھارا پوری کی طرف جا رہا تھا تو میں اُس کا رفیق بن گیا۔ میں نے اُس سے کہا۔ سردار تم کو خدا اجر عطا فرمائے تم نے اس وقت اسلامی شجاعت کی شان رکھ لی ہے۔ میں ایک غریب مسلمان ہوں اور مرہٹوں کا جانی دشمن ہوں۔ مگر میرے پاس کوئی طاقت نہیں ہے۔ اس لئے امید ہے کہ تم میری مدد کرو گے سردار نے میری باتیں سن کر میرے ساتھ پوری ہمدردی کا اظہار کیا اور مجھ سے کہا کہ میں تمہیں اپنی فوج میں ملازم رکھ لوں گا۔ اس کے بعد میں اُس کے ساتھ آخری منزل تک گیا۔ راستہ میں اُس نے ایک جگہ ایک کنوئیں سے پانی نکال کر پیا مجھے موقعہ مل گیا میں نے اس کا سر کاٹ لیا"

سدا شیو نے پوچھا "مگر وہ تو بڑا ہوشیار تھا۔ اُس نے تم پر کیسے بھروسہ کر لیا"

"ایک مسلمان دوسرے مسلمان کا بھائی ہے۔ جب وہ آپس میں ملتے ہیں تو جلد ایک دوسرے پر بھروسہ کر لیتے ہیں" دلاور خاں نے جواب دیا۔

"جب تم نے اُسے قتل کیا تو تم کو خیال نہیں آیا کہ تم ایک بہادر مسلمان کو...



کیا اسلام بزورِ شمشیر پھیلا؟

اسلام کو بدنام کرنے کی ایک مذموم کوشش

(از جناب عثمان احمد پہاڑ ی متعلم ادارہ تحقیقات شرعیہ)

مخالفینِ اسلام کے لایعنی اعتراضات میں سے ایک اعتراض یہ بھی ہے کہ اسلام تلوار کے زور سے پھیلا ہے۔ ایسا کہنے والے لوگوں کو اس مغالطہ میں ڈالنا چاہتے ہیں کہ اسلام کا حیرت انگیز پھیلاؤ اس کے اصول و قواعد کی خوبیوں اور اس کی تعلیمات کے حسن و رعنائی کا رہین منت نہیں ہے لیکن یہ اعتراض اب بے حد پرانا ہو چکا ہے علماء اسلام نے اس کی دھجیاں اڑا دی ہیں اور آج اسلام کا کٹر مخالف بھی اس اعتراض کو بے جھجک پیش نہیں کر سکتا اس بارے میں جو کچھ لکھا گیا ہے اس کا جواب ہم ذیل میں پیش کرتے ہیں۔

سوال یہ ہے کہ اگر اسلام تلوار سے پھیلا ہے تو یہ تلوار چلانے والے کس کی تلوار سے مفتوح ہوئے؟ کیا ابوبکر صدیق رض تلوار کے زور سے مسلمان ہوئے؟ کیا عمر فاروق رض کو مسلمان بنانے کے لئے تلوار چلانی پڑی؟ کیا حضرت عثمان رض اور حضرت علی رض کو بزورِ شمشیر مسلمان بنایا گیا؟ سید الشہداء حضرت حمزہ رض کو کس تلوار نے مسلمان بنایا؟ حضرت زید رض، بلال حبشی رض، خباب بن ارت رض، صہیب رومی رض، یاسر رض، عمار رض، حضرت سعد رض، ابوذر غفاری رض وغیرہ میں سے کون ہیں جو کسی طاقت کے دباؤ میں آکر مسلمان ہوئے تھے۔ تاریخ کا ہر طالب علم جانتا ہے کہ یہ حضرات اس وقت داخلِ اسلام ہوئے تھے جب کہ اسلام کے پاس کسی قسم کی کوئی ظاہری طاقت نہیں تھی یہ وہ وقت تھا جبکہ پیروانِ اسلام تلوار تو کیا چلاتے اسلام کا نام بھی لینا اپنی جان کو جوکھوں میں ڈالنا تھا اسلام قبول کرنے والوں کے ساتھ جو مظالم روا رکھے گئے اُن سے اسلامی تاریخ کا ایک مبتدی بھی واقف ہے یہ سب کو معلوم ہے کہ حالات کی ناسازگاری، مصائب و آلام کی شدت، اپنوں اور بیگانوں کے صبر آزما مظالم، دشمنانِ اسلام کی بہیمیت و سفاکی میں سے کوئی چیز بھی ایسی نہ تھی جو ان حق پسندوں کو حق کی طرف بڑھنے سے روک دے۔

داعیِ اسلام اور اُن کے معدودے چند جانثار رفقاء مکہ میں محصور تھے مگر اُن کی دعوت سے یثرب کے باشندے متاثر ہو رہے تھے۔ طلوعِ اسلام مکہ کی گھٹی گھٹی فضا میں ہوا تھا مگر اس کی شعاعیں سرزمینِ یثرب کو پر نور بنا رہی تھیں۔ اوس اور خزرج یثرب کے دو مشہور قبیلے تھے۔ نبوت کے دسویں سال رجب کے مہینے میں ان دونوں قبیلوں کے کچھ لوگ مکہ آئے نبی صلی اللہ علیہ وسلم عقبہ کے مقام پر اُن سے ملے اُن کو خدا کا کلام سنایا سب نے ایک ساتھ اسلام قبول کیا اس کے بعد دوسرے سال یثرب سے ۷۲ آدمی کہ معظمہ پہنچے اور سب نے آپؐ کے دستِ مبارک پر بیعت کی آپؐ نے یثرب میں اشاعتِ اسلام اور تعلیمِ دین کے لئے بارہ نقیب مقرر فرما دئے ان نقیبوں نے یثرب میں آکر لوگوں کے گھروں میں پھر کر پھر کر اسلام کا وعظ کہنا شروع کر دیا اس وعظ کے اثر سے لوگ مسلمان ہونے لگے اور ایک سال کے اندر اندر اس شہر کے اکثر گھرانے مسلمان ہو گئے یہی یثرب بعد میں "مدینۃ الرسول" بنا جہاں سے اسلام کی باقاعدہ اور منظم دعوت شروع ہوئی۔ غور فرمائیے یثرب کے باشندوں کو کس کی تلوار نے مسلمان بنایا تھا۔ کیا یہ لوگ کسی طاقت کے دباؤ میں آکر کسی جبر یا اکراہ کی وجہ سے مسلمان ہوئے تھے۔

سیرتِ نبوی کا مطالعہ کرنے والا ایسے بے شمار واقعات پائے گا کہ آپ کا کٹر مخالف بات کی بات میں آپؐ کا جان نثار شیدائی بن جاتا ہے۔ آپؐ کے قتل کا متمنی آپ کے قدموں پر سر رکھ دیتا ہے۔ بہت سے شریر اور بدمعاش قسم کے لوگ آپؐ کی ہمدردی اور رحمدلی کو دیکھ کر اپنی بدبختی اور غلط روی سے تائب ہو جاتے ہیں آپؐ کے اخلاق

سنجیدہ انسان دوستی، بے لوث خدمت، بے غرض محبت، غریب پروری، استغناء و بے نیازی، بے داغ کردار، امانت و دیانت اور ان تعلیمات نے کتنے ہی کج دلوں کو سیدھا کر دیا، سرکشوں کو سرنگوں کر دیا، دشمنوں کو دوست بنا لیا، بھٹکے ہوؤں کو صحیح راستے پر لگا دیا۔ الغرض تبلیغ اسلام اور اشاعت دین کے بارے میں آپ کا خلق عظیم اصل محرک اور بنیادی عامل ہے نہ کہ تلوار۔

بلاشبہ مسلمانوں کو تلوار چلانی پڑی۔ اللہ تعالیٰ نے مسلمانوں کو اس کی اجازت دی۔ مسلمانوں نے کئی ایک دفاعی جنگیں بھی لڑیں لیکن یہ جنگیں دفاعی تھیں اقدامی نہیں، اعلاءِ کلمۃ اللہ کے لئے تھیں۔ طلب مال و جاہ کے لئے نہیں۔ مکہ میں تیرہ سال بے بسی کی زندگی گزارنے کے بعد جب اسلامی قافلہ یثرب میں پہنچا ہے تو یہاں بھی ان کو چین سے رہنے نہیں دیا جاتا تھا۔ باطل طاقتیں منظم طور پر کوشاں تھیں کہ اسلام کا نام و نشان مٹا دیا جائے۔ ایسی صورت میں اگر اسلام کے نام لیوا پسپائی اختیار کرتے تو بلاشبہ اللہ کی سرزمین پر اللہ کی عبادت کبھی بھی نہیں ہوتی۔ با ایں ہمہ اسلامی جنگیں بے حد محتاط تھیں۔ مسلمان سپاہیوں نے کبھی نہ کسی بچے کو قتل کیا، نہ بوڑھے کو، نہ عورتوں کو نہ راہبوں کو اور نہ عابدوں کو قتل کیا، نہ کھیتوں کو جلایا اور نہ باغات کو تباہ کیا۔ نبوی معرکوں میں مقتولین کی تعداد سو سے زیادہ نہیں تھی۔ کہاں یہ صورت حال اور کہاں صلیبی حملوں میں مسلمانوں کی تباہیاں، اندلس اور جزائر میں ان کی بربادیاں اور کہاں اسرائیل کی خونریزیاں۔ بھلا اب بھی کوئی کہہ سکتا ہے کہ مسلمانوں نے دین کی تبلیغ و اشاعت کے لئے تلوار چلائی؟ اور لوگوں کو زبردستی مسلمان بنا لیا۔

جب ہم دنیا کے نقشے پر نظر ڈالتے ہیں اور ان مقامات کو دیکھتے ہیں جہاں مسلمان پھیلے تو ہم پاتے ہیں کہ ان ممالک میں جہاں اسلامی کوئی لڑائی نہیں لڑی گئی مسلمانوں کی تعداد بہت زیادہ ہے مثلاً انڈونیشیا، ہندوستان، چین، افریقہ کے سواحل اور اس کے داخلی صحرا۔ ان ملکوں میں مسلم مردم شماری تین سو ملین (تین کروڑ) ہے۔ اس کے برعکس جن ممالک میں اسلام کے دور اول میں اسلامی غزوات واقع ہوئے جیسے عراق و شام، یہاں آج مسلمانوں کی تعداد دس ملین (ایک کروڑ) سے کچھ کم ہے۔ یہ اس بات کی کھلی ہوئی دلیل ہے کہ اسلام کی اشاعت میں تلوار کا کوئی دخل نہیں ہے۔ نیز انڈونیشیا، ملیشیا اور افریقہ کے مغربی علاقے وغیرہ ایسے ممالک ہیں جہاں مسلمانوں کی تلوار کبھی نہیں چلی وہاں اسلام دس صدیوں سے پھیلا ہوا ہے۔ وہاں اسلام کا پھیلاؤ مسلمان تاجروں سے ہوا ہے جو ان ملکوں میں جاتے تھے اور اچھا اخلاق اور ایسے معاملات کرتے تھے کہ وہاں کے باشندوں کو اپنے دین کی طرف کھینچ لیتے۔ کیا یہ نہیں دیکھتے کہ آج ان ملکوں میں اسلام اپنے اندر بے پناہ کشش اور جاذبیت رکھتا ہے اور اس کے سبب تمدن اور علم میں فائق یورپ کی ایک عظیم تعداد حلقہ بگوش اسلام ہوتی جا رہی ہے۔ بڑے بڑے صاحب اقتدار اور ماہرین علوم متواتر حلقۂ اسلام کو اپنی گردن کی زینت بنا رہے ہیں۔ یہ اس بات کی روشن دلیل ہے کہ اسلام دین فطرت ہے اور اس کی طرف قلوب کا میلان فطری ہے اور اسلام کی اشاعت میں دخل اس کی داخلی معنویت اور اس کے کامل توازن کا ہے نہ کہ شمشیر و نیزہ کا اور نہ تیر و تفنگ کا۔

عبرت انگیز تاریخی واقعہ

(باقی صفحہ ۴۲ سے)

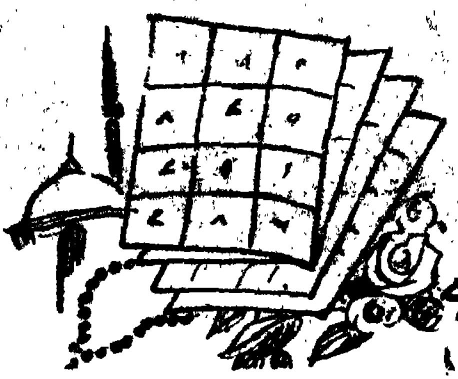
کہ وہ تمہارا بھائی ہے" سدا شیوا نے کہا۔

"یہ خیال تو آیا تھا لیکن میرے دل میں یہ خیال بھی پیدا ہوا کہ اگر میں اس کا سر کاٹ لوں گا تو مہاراجہ مجھے مالا مال کر دیں گے اور مجھے فوج میں بھی جگہ مل جائے گی" دلاور خاں نے کہا

یہ سن کر بالاجی باجی راؤ پیشوا کا چہرہ غصہ سے سرخ ہو گیا اور اس نے کہا "ارے بے ایمان جب تو نے اپنے بھائی کا خیال نہیں کیا تو ہمارا وفادار کس طرح رہ سکتا ہے۔ سدا شیوا اڑا دو اس کی گردن"

سدا شیوا نے تلوار میان سے نکالی اور فوراً دلاور خاں کو قتل کر دیا اور اس کی لاش باہر پھنکوا دی گئی

بالاجی باجی راؤ پیشوا نے اپنے سپہ سالار سدا شیوا سے کہا "تم ابھی ابھی دریافت کر رہے تھے کہ جب مسلمانوں میں آج بھی جانبازی اور سرفروشی کا جذبہ موجود ہے تو پھر ان کی حکومت کیوں زوال پذیر ہے۔ دلاور خاں کی رحمت خاں کے ساتھ غداری تمہارے سوال کا بہترین جواب ہے۔ یاد رکھو جب کسی قوم میں خود غرض، مطلب پرست اور غدار پیدا ہو جاتے ہیں تو وہ قوم خواہ کتنی ہی جری اور بہادر کیوں نہ ہو، زوال کی طرف جانے لگتی ہے۔ یاد رکھو خود غرضی اور غداری قوموں کو گھن کی طرح کھا جاتی ہے۔"





ایران کا عیار مذہبی رہنما

”حسن بن صباح“ جس نے دنیا میں جنت بنالی تھی

(از جناب مناظر حسن ہرگانوی)

”حسن بن صباح“ ایران کا ایک نہایت ہی عیار اور مکار مذہبی رہنما ہوا ہے جس نے کہ لوگوں کو دھوکہ دینے کے دنیا میں ایک ایسی جنت بنائی تھی جس میں کہ حوریں بھی تھیں اور غلمان بھی اس عیار مذہبی رہنما کی خانہ ساز جنت سی حکومت کا جال ایران اور ملحقہ مسلم ممالک میں اس طرح پھیلا ہوا تھا کہ یہ جس حکمران اور وزیر کو چاہتا تھا ختم کردیتا تھا۔ ذیل کے مقالہ میں اسی عیار مذہبی رہنما کے حالات پر ہلکی سی روشنی ڈالی گئی ہے۔

دنیا نے جو چند نہایت ہی عیار مذہبی رہنما پیدا کیے ہیں اُن ہی میں سے ایک حسن بن صباح بھی ہوا ہے۔ نامور شاعر عمر خیام اور نظام الملک طوسی اس کے ہم مکتب تھے اور یہ تینوں امام موفق الدین نیشاپوری کے شاگرد تھے۔

دوران طالب علمی ہی میں ان تینوں نے یہ عہد کیا تھا کہ ہم تینوں میں سے اگر کسی ایک کو بھی اقتدار اور عروج حاصل ہو گیا تو وہ اپنے ساتھیوں کی پوری پوری مدد کریگا۔ اتفاق سے نظام الملک طوسی سلطان الپ ارسلان کا وزیر بن گیا۔ اور الپ ارسلان کے مرنے کے بعد اُس کے جانشین ملک شاہ بن ارسلان نے بھی اُسے وزیر کے عہدہ پر برقرار رکھا۔ ان دنوں حسن بن صباح مختلف مقامات پر پھرتا پھرتا نظام الملک کے پاس جا پہنچا۔ اور اُسے اُس کا وعدہ یاد دلایا تو اس وعدہ کا پاس کرتے ہوئے نظام الملک نے اُسے ارکان حکومت میں شامل کر لیا۔ حسن بن صباح فطری طور پر نہایت عیار واقع ہوا تھا چنانچہ اُس نے ملک شاہ سلجوقی کی حکومت میں اقتدار حاصل کرنے کے بعد دربار میں سازشیں شروع کردیں اور یہ کوشش کی کہ اپنے محسن نظام الملک کو بادشاہ کی نظروں میں گرا کر خود وزیر بن جائے۔ جس کے نتیجہ میں اُسے دربار سے نکال دیا گیا۔ سازش میں ناکام ہونے کے بعد حسن بن صباح مصر چلا گیا۔ جہاں چند روز رہنے کے بعد وہ فاطمی خاندان کا پیرو بن کر مشرق میں اُن کا سفیر مقرر کیا گیا تاکہ وہ اسمٰعیلی فرقہ کو فروغ دے اور لوگوں کو اس نئے فرقہ میں شامل ہونے کی ترغیب دے اُس زمانہ میں فاطمی حکمران ایک نئے مذہب یعنی اسمٰعیلی مذہب کے پیرو بنے ہوئے تھے۔ اور اُس کی تبلیغ کے لئے کوشاں تھے۔

حسن بن صباح چند سال تک تو شام، عراق ایشیائے کوچک اور ایران کے تمام بڑے بڑے شہروں میں اسماعیلی مذہب کی اشاعت کا کام انجام دیتا رہا اور اُس نے لاکھوں آدمیوں کو اسمٰعیلی مذہب کا معتقد بنا لیا۔ لیکن اس کے بعد وہ ماژندران (بغداد) چلا آیا۔ اور قہستان۔ (قزوین) کے قلعہ الموت پر ۴۸۳ ہجری میں قبضہ کر لیا۔

الموت کوہ البرز (کوہ قاف) کے سلسلہ میں رودبار کے اُس حصہ میں واقع تھا جسے طالقان کہا جاتا ہے۔ یہ قلعہ قزوین سے رشت جانے والی سڑک پر پہاڑوں سے گھرے ہوئے ایک بلند مقام پر واقع تھا۔ حسن بن صباح نے یہ سمجھتے ہوئے کہ یہ مقام بیرونی حملوں سے محفوظ ہے قلعہ الموت پر تسلط حاصل کر لیا۔ اور وہاں پر دنیا کو فریب دینے کے لئے ایک درویشانہ انداز کی حکومت قائم کر لی تھی اور بے شمار معتقد پیدا کر لئے تھے۔ اور ایک نئے فرقے یعنی فرقہ باطنیہ کی داغ بیل ڈال دی تھی۔ حسن بن صباح کے اس فرقہ کو فرقہ باطنیہ اس لئے کہا جاتا تھا چونکہ ان کی تمام کاروائیاں پوشیدہ طور پر کی

باطنین۔ یہ پوشیدہ طریقہ پر ہی لوگوں کو اپنا معتقد بناتے تھے۔ اور جب کوئی [illegible] اُن سے بیعت لیتے تھے۔

حسن بن صباح کے مریدوں کے تین طبقے تھے۔ ایک داعی اس طبقہ کے لوگ حسن بن صباح کے نئے مذہب کی خفیہ طور پر تبلیغ کرتے تھے۔ دوسرا طبقہ رفیق کہلاتا تھا جو سلطنت کا انتظام چلاتا تھا تیسرا فدائی کہلاتا تھا جو دنیا کے بڑے بڑے لوگوں کو قتل کرنے کا اہم کام انجام دیتا تھا یعنی اُس زمانہ کا دہشت پسند طبقہ تھا۔

فرقہ باطنیہ کا منشا یہ تھا کہ دنیائے اسلام کے بادشاہوں اور بڑے لوگوں کو قتل کرکے اپنے فرقہ کے لئے اقتدار اور حکومت حاصل کی جائے۔ حسن بن صباح کے فرقے کے لوگوں کے ہاتھوں بڑے بڑے علماء، مشاہیر اور بادشاہ قتل ہوئے [illegible] حسن بن صباح نے اپنے اس باطنی فرقہ کے فدائیوں ہی کے ذریعہ نظام الملک طوسی وزیر ملک شاہ سلجوقی کو قتل کرا دیا تھا۔

اس فرقہ باطنیہ نے تقریباً سب ہی مسلم ممالک میں اپنے نائب اور جاسوس مقرر کر رکھے تھے۔ جو مسلم حکومتوں کے سربراہوں کو بھی قتل کراتے رہتے تھے۔ اور اس فرقہ کی تبلیغ کرتے ہوئے لوگوں کو سمجھاتے تھے کہ ہمارا امام یعنی حسن بن صباح اگر چاہے تو وہ لوگوں کو جیتے جی جنت کی سیر کرا سکتا ہے اور جو معتقدین جنت کی سیر کرنا چاہتے تھے انہیں نشہ پلا کر حسن بن صباح کی اُس جنت میں پہنچا دیا جاتا تھا جو اُس نے اس علاقہ میں بنا رکھی تھی۔

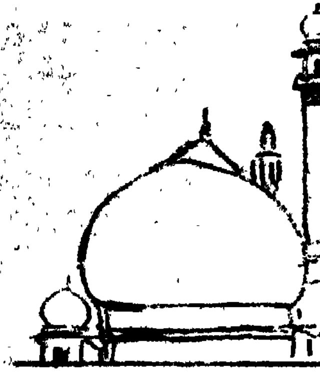
اس خانہ ساز جنت کی صورت یہ تھی کہ یہ حسن بن صباح کے جائے (قیام) یعنی قلعہ الموت کے قریب وادی کوہ قاف کی ایک وسیع عمارت میں بنائی گئی تھی۔ جس کی دیواریں سونے اور چاندی کی دیواروں کی طرح چمکتی تھیں۔ عمارتوں میں یاقوت اور زمرد کی پچی کاریاں تھیں خوبصورت باغ لگوائے گئے تھے۔ خوش الحان پرندے باغوں میں موجود تھے بعض ایسے بھی پرندے تھے جو آیات قرآنی پڑھتے تھے۔ گلاب اور کیوڑے سے حوض بھرے ہوئے تھے نہریں پانی کی نہریں جاری تھیں۔ چھوٹی چھوٹی شراب کی نہریں بھی تھیں اور کوہ قاف کی کافر ادا حسین لڑکیاں اور [illegible] لڑکے چن چن کر اس جنت ارضی میں رکھے گئے تھے۔ اور انہیں گانے بجانے کی تعلیم بھی دی گئی تھی۔ غرضیکہ یہ بہشت دنیا میں اصلی بہشت کا ایک نمونہ تھی جس میں حوریں اور غلمان بھی تھے۔

جب کوئی مرید نشہ میں بے ہوش ہوکر اس جنت میں آتا تھا اور اُسے ہوش آتا [illegible] آگ اور [illegible] جاتا [illegible] کی [illegible] کا اقرار کرتا تھا تو اُس سے کہا جاتا تھا کہ اگر تم ہمیشہ کے لئے حاصل کرنا چاہتے ہو تو دنیا میں فلاں بادشاہ اور فلاں شخص کو قتل کرو۔ اگر تم مارے گئے تو شہید ہوکر میرے پاس پہنچ جاؤگے اور اگر زندہ رہے تو ہمارا امام حسن بن صباح تمہیں جنت کا پروانہ راہداری دے کر اسی جنت میں تم کو پہنچا دے گا اور پھر تم ہمیشہ ہمیشہ جنت میں میرے ساتھ رہ سکوگے۔

[illegible] جنت کے فدائی کو اُس شخص کو [illegible] قلعہ کے قریب کسی خاص مقام پر [illegible] لا دیا جاتا تھا۔ اور جب اُسے ہوش آتا تھا تو [illegible] کو حاصل کرنے کے لئے وہ اُس کام کو ضرور کرتا تھا جس کی فرمائش حور جنت نے کی تھی۔ لیکن جب وہ کسی کا خون کرکے زندہ اور سلامت حسن بن صباح کی خدمت میں اپنا مقصد حاصل کرنے کے لئے پہنچتا تھا تو بجائے بہشت کے اُسے قتل کرنے کے بعد جہنم میں بھیج دیا جاتا تھا۔ تاکہ افشائے راز نہ ہوسکے۔

حسن بن صباح نے قلعہ الموت میں ۳۵ سال تک فرمانروائی کرنے کے بعد ۵۱۸ ہجری میں وفات پائی۔ حسن اپنے دور کا ایک نہایت ہی عیار مذہبی رہنما ہوا ہے اُس نے عوام کو جال میں پھانسنے کے لئے ایک نیا مذہب ایجاد کیا تھا۔ اس کے معتقد اُس کا ایک پیغمبر کی طرح احترام کرتے تھے۔ اُس کی خانہ ساز حکومت اگرچہ بہت چھوٹی اور ایک پہاڑی علاقہ تک محدود تھی لیکن اُس نے اپنی عیاری اور دہشت پسندی سے نہ صرف ایران میں بلکہ سب ہی ملحقہ مسلم ممالک میں تہلکہ برپا کر دیا تھا۔ اُس کے جاسوس اور داعی اکثر و بیشتر مسلم حکومتوں میں اہم عہدوں پر فائز تھے۔ وہ جسے چاہتا تھا اپنے فدائیوں کے ذریعہ قتل کرا دیتا تھا۔ بڑے بڑے حکمراں اس کے نام سے کانپتے تھے۔

حسن بن صباح کے ملحد فدائیوں کے ہاتھوں سے جو لوگ قتل ہوئے اُن میں نظام الملک طوسی وزیر اعظم ملک شاہ سلجوقی، فخر الملک بن نظام الملک، جناب شمس تبریز، پیر طریقت مولوی رومی، سلطان شہاب الدین غوری، سلطان صلاح الدین ایوبی اور حضرت امام فخر الدین رازی کو [illegible] ملحدوں نے قتل کی دھمکی دی تھی مگر وہ بچ گئے۔



آجکل کی جمہوریت ایک بت ہے
اسلام اس بت کی پرستش کی کیونکر حمایت کر سکتا ہے

(از جناب ابوالعہد بلیاوی)

زمانہ حاضرہ کی جمہوریت ایک بت ہے جس کا اسلامی جمہوریت سے کوئی تعلق نہیں جناب ابوالعہد کی رائے ہے کہ آجکل کی جمہوریت کا جوڑ کسی طرح بھی اسلام سے نہیں ملایا جا سکتا ذیل کے مقالہ میں اسی پہلو پر بحث کی گئی ہے۔

زمانہ حاضرہ کی جمہوریت دنیائے سیاست کا وہ بت ہے کہ نہ جانے اب تک اس بت پر کتنی انسانی قربانیاں چڑھائی جا چکی ہیں۔ اس میں کوئی شبہ نہیں کہ اسلام جمہوریت کا سب سے بڑا داعی ہے لیکن زمانہ حاضرہ کی جمہوریت کے ساتھ اسلام کا جوڑ ملانا کسی طرح بھی درست نہیں۔

اسلامی جمہوریت وہ حقیقی جمہوریت ہے جس میں ہر مذہب اور ہر فرقے کو کامل آزادی حاصل تھی۔ کوئی چھوٹا سے چھوٹا طبقہ اور فرقہ بھی جمہوریت کی نعمتوں سے محروم نہیں تھا۔ اسلامی جمہوریت میں اسلام کے ماننے والے بھی عافیت کے ساتھ رہتے تھے اور اسلام کے منکروں کے لئے بھی جائے پناہ موجود تھی۔

اسلام نے باغیوں پر تو تلوار ضرور اٹھائی ہے لیکن اسلام کے منکروں پر کبھی تلوار نہیں اٹھائی۔ مگر زمانہ حاضرہ کی جمہوریت اپنے منکروں پر سیکڑوں یلغار اور فوج کشی کر چکی ہے۔ جہاں کسی ملک میں دوسرے ملک کے خلاف کشیدگی پیدا ہوئی فوراً ہی جمہوریت کے نام پر یلغار شروع ہو گیا۔ یہی پہلی جنگ عظیم میں ہوا اور یہی دوسری جنگ عظیم میں۔ اور پھر یہ جنگیں جو لڑی جاتی ہیں وہ اسی نام نہاد جمہوریت کے نام پر لڑی جاتی ہیں۔

اطاق جمہوریت پسندوں کے ہاتھوں مسلمانوں پر تو بے پناہ ظلم و ستم ہوتے رہے ہیں۔ چنانچہ جب بھی کسی اسلامی ملک پر قبضہ جمانا ہوتا ہے تو وہاں کی جمہوریت کی حفاظت کے نام پر یہ نام نہاد جمہوریت پسند چڑھ دوڑتے ہیں۔ چنانچہ موجودہ دور ترقی اور عہد جمہوریت میں مسلمان ان نام نہاد علمبردارانِ جمہوریت کے ہاتھوں لاکھوں کی تعداد میں اپنی جانیں ضائع کر چکے ہیں اور لاکھوں بیواؤں اور یتیم بچوں کی آہیں زمین سے اٹھ اٹھ کر عرش الٰہی کو ہلا رہی ہیں۔ بھلا اس بربریت اور درندگی کا اسلام میں مقام کہاں۔ اور کیا جمہوریت اسی کا نام ہے؟

اسلام کا یہ دعویٰ ہے کہ وہ دین فطرت ہے۔ اور یہ دعویٰ بالکل درست ہے۔ اور اس کے دین فطرت ہونے کا یہ کھلا ثبوت ہے کہ وہ چودہ سال سے جوں کا توں ہے۔ اور فطری مذہب ہونے کی وجہ سے اس میں تبدیلی کی ضرورت ہی پیش نہیں آئی مگر جمہوریت کا یہ دعویٰ کہ "جمہوری نظام زندگی ایک فطری نظام ہے" سرتاپا غلط اور جھوٹ ہے کیوں کہ اس میں آئے دن تبدیلیاں ہوتی رہتی ہیں بس اقتدار پسندوں نے اکثریت کے بل پر کمزور طبقوں اور اقلیتوں کو دبانے کا نام جمہوریت رکھ لیا ہے۔

زمانہ حاضرہ کی جمہوریت کا یہ عجیب اور مضحکہ خیز اصول ہے کہ اگر جمہوریت پانچسو دفعات پر مشتمل ہے تو سینکڑوں آرڈی نینس دستور جمہوریت کی چھاتی پر مونگ دلنے کے لئے کود پڑتے ہیں۔ گویا جمہوریت آرڈینس کی بیساکھی کے بغیر چل ہی نہیں سکتی۔ یہ عجیب جمہوریت ہے؟ اسی طرح جمہوریت کا صدر ایک معینہ مدت کے لئے قابل اعتماد ہے جب یہ مدت گزری تو اس کا اعتبار اور اعتماد ختم ہوا اور نئے صدر کی تلاش شروع ہو گی کیا نظام فطرت کا یہی تقاضہ ہے

فطری نظام اس طرح روز روز نہیں بدلا کرتا۔ یہ سب سیاسی مخروبازی کہے "کبھی ہماری باری کبھی تمہاری باری۔ مخلوق کو لوٹو بھائی باری باری"۔

اس کے برعکس دین فطرت یعنی اسلام کا خلیفہ یا صدر عارضی اور وقتی نہیں ہوتا بلکہ وہ یہ سمجھتا ہے کہ تازندگی اُسے یہ بارِ عظیم اٹھانا ہے پھر زمانہ حاضرہ کی جمہوریت کا صدر اہل اور نااہل لوگوں کی کثرتِ رائے کا محتاج ہے مگر اسلام کا صدر یا خلیفہ ملک کے صاحب فہم صاحب الرائے اور باکباز حضرات کی رائے سے منتخب ہوتا ہے اُس کے انتخاب میں نااہلوں جاہلوں اور سودے بازوں کا کوئی ہاتھ نہیں ہوتا۔

زمانہ حاضرہ کا جمہوری دستور ابن الوقت سیاست دانوں کا مرتب کیا ہوا ہے جس کا منشا اور مقصد اس سے زیادہ اور کچھ نہیں ہے کہ اقتدار کیونکر حاصل کیا جائے۔ اور اسلام کا پورا دستور کتاب اللہ اور احادیث نبوی کی روشنی میں مرتب ہوا ہے۔ اسلام اور زمانہ حاضرہ کی جمہوریت میں بنیادی فرق یہ ہے کہ آجکل کی جمہوریت کا منتہائے مقصود زرؔ، کوٹھی اور حصول اقتدار ہے۔ اِس کے علاوہ زمانہ حاضرہ کا دستور لمحہ بلمحہ تغیر اور تبدیل کی زد پر رکھا ہوا ہے اور اسلام کا منتہائے مقصود یہ ہے کہ ہم اللہ کے ہیں ہمیں اللہ کے پاس جانا ہے۔ اور اللہ کے بندوں کی بلا امتیاز مذہب ملت خدمت کرنا ہے۔ اور اللہ ہی کو جواب دینا ہے

زمانہ حاضرہ کی کسی جمہوریت کے صدر کو بھی دیکھ لیجئے۔ وہ شاہی محلوں میں رہتا ہے۔ شاہانہ زندگی گزارتا ہے۔ خدام اور اطاعت شعاروں کی ایک فوج اُس کی خدمت کے لئے رات دن دست بستہ کھڑی رہتی ہے۔ عوام کی گاڑھی کمائی کو وہ بڑی بے دردی کے ساتھ لٹاتا ہے اور اسلامی جمہوریت کا خلیفہ پیوند لگے ہوئے کپڑے پہنتا ہے سفیرانہ زندگی بسر کرتا ہے فتح بیت المقدس کے لئے صرف ایک غلام اور ایک اونٹ کو لے کر جاتا ہے۔ کبھی صدر یعنی خلیفہ اونٹ پر سوار ہوتا ہے۔ اور کبھی غلام سوار ہو جاتا ہے اور خلیفہ پاپیادہ چلتا ہے۔

مجمع عام میں جب تقریر کرنے کھڑا ہوتا ہے تو ایک بدو کو خلیفہ کے متعلق چادروں کی تقسیم کے بارے میں شک ہوتا ہے جسے وہ بھرے مجمع میں جواب طلب کر لیتا ہے۔ اور اُس وقت تقریر کرنے دیتا ہے جب وہ مطمئن ہو جاتا ہے۔ اسلامی جمہوریت کا صدر کئی مملکتوں کا شہنشاہ ہونے کے باوجود ایک معمولی سی چادر میں پورا سردی کا موسم گزار دیتا ہے۔ اس لئے کہ وہ ڈرتا ہے کہ کل اُسے اپنے مولا کو جواب دینا ہے۔

زمانہ حاضرہ کی جمہوریت کا بھلا اسلامی نظام حکومت سے کیا تعلق۔ یہ جمہوریت تو ترقی یافتہ ڈکٹیٹرشپ کا نام ہے۔ جو آسانی سے کثرت رائے رکھنے والوں کے ہاتھوں میں آجاتی ہے اور اُس کے سارے مفادات اپنی پارٹی تک محدود رہتے ہیں اور اِن نام نہاد جمہوریتوں میں کم تعداد والوں کی جو مٹی پلید ہوتی ہے اُس کا اندازہ امریکہ کے اصلی باشندے یعنی امریکہ کے کالوں سے کیا جا سکتا ہے۔ ان کالوں کے حق میں قوانین بن چکے ہیں لیکن پھر بھی یہ دوسرے درجہ کے شہری ہیں۔ یہ دنیا کے سب سے بڑی مہذب اور جمہوریت پسند ملک کی حالت ہے۔

اس کے برخلاف اسلام میں نہ اقلیت ہے اور نہ اکثریت۔ سب ایک ہی خدائے واحد کے بندے ہیں۔ سب کو یکساں وسائل حاصل ہیں۔ سب کی یکساں عزت ہے حضرت بلالؓ کالے تھے لیکن تمام صحابہ میں اُن کا درجہ نہایت بلند تھا۔ اور آج بھی اُن کا نام بڑی عزت سے لیا جاتا ہے۔ کتنے ہی ایسے غلام تھے جو شہنشاہی کے درجہ پر پہنچ گئے۔ واقعہ یہ ہے کہ حقیقی جمہوریت صرف اسلام میں ہے۔ زمانہ حاضرہ کی جمہوریت ایک بت ہے جس کی آنکھیں بند کر کے پرستش کی جانے لگی ہے۔ اسلام صرف پتھر کے بتوں کا ہی مخالف نہیں ہے بلکہ سیاسی بتوں کو بھی ناپسند کرتا ہے۔

دین دنیا کے پرچے محفوظ رکھئے

بڑے بڑے اہم واقعات کو دین دنیا میں مختصر کر کے پیش کیا جاتا ہے دین دنیا تفریحی پرچہ نہیں ہے بلکہ ایک ایسا جریدہ ہے۔ جس میں کہ نہایت مفید کارآمد اور معلومات سے لبریز مضامین بڑی تلاش و محنت سے سپرد قلم کیے جاتے ہیں۔ اس لئے دین دنیا کے تمام پرچوں کو محفوظ رکھئے۔

افسانہ



ساون بیتا جائے

جذبات میں ڈوبی ہوئی ایک دردناک کہانی

(از رفیعہ شبنم عابدی - ایم - اے - بی ایڈ)

کتنی اداس تھی وہ شام پھیکی پھیکی - دور پہاڑوں پر پھیلے ہوئے کہر کی طرح دھندلی - دھندلی - میں اپنی کھڑکی میں کھڑی ہوئی ہمیشہ کی طرح بارش کا لطف اٹھا رہی تھی - میرا جی چاہ رہا تھا کہ کاش کوئی ایسے میں ایک درد بھرا گیت چھیڑ دے - ایک اداس غمگین درد سے بھرا گیت - اور میں اتنا روؤں کہ سارا غم سماری اداسی اور سارا درد آنکھوں کے راہ بہہ نکلے اور اُس دن بھی کھڑکی میں کھڑی میں یہی سوچ رہی تھی کہ اچانک عشرت بھیا کے کمرے سے ستار کی ہلکی ہلکی آواز سنائی دی - جیسے کوئی دھیمے دھیمے - ہولے ہولے - تاروں کو چھیڑ رہا ہو - اور میری روح کی گہرائیوں میں عجیب سا درد جاگ اٹھا - میں چونکی - پھر اپنے خیالوں میں کھو گئی - شائد عشرت بھیا ستار بجا رہے تھے - لیکن آج اُن کی دھن کچھ عجیب سی تھی - اُس کی لے میں ایک عجیب سی اداسی تھی - ایسی اداس دھن تو انھوں نے کبھی نہیں چھیڑی! وہ تو خوشیوں کے ترانے چھیڑتے تھے میں کچھ اور اداس ہو گئی تھی - اچانک ستار کے تار ایک جھٹکے کے ساتھ بج اٹھے اور پھر خاموش ہو گئے - جیسے کسی نے مترنم جھنکار دے کر اُس پر سے انگلیاں ہٹا لی ہوں اور پھر جیسے فضاؤں میں کسی نے میرے آنسو گھول دئیے - ایک رس بھری آواز ابھری - ہلکی لیکن درد سے بھری ہوئی - کرب آمیز آواز کوئی ہولے ہولے گا رہا تھا - میں نے اپنی رگ رگ میں ایک درد سا محسوس کیا اور پھر میرے قدم آپ ہی آپ اٹھنے لگے - عشرت بھیا کے کمرے کی طرف - میں اُن کے کمرے کے دروازے پر مبہوت کھڑی تھی - دنیا و مافیہا سے بے خبر! اور میرے کانوں میں بس ایک ہی نغمہ رس گھول رہا تھا —

"آج نہ آئے بالما ساون بیتا جائے"

نہ جانے کب یہ سحر ٹوٹا تھا - مجھے تو کچھ یاد نہیں لیکن جب میں نے چونک کر آنکھیں کھولی تھیں تو ستار پر جھکے ہوئے عشرت بھیا کے بجائے کسی اور نوجوان کو پا کر گھبرا اٹھی تھی - اتنی ٹھنڈک میں بھی میری پیشانی پسینے سے شرابور ہو گئی تھی - اُس نے سر اٹھا کر میری طرف دیکھا دو بھوری آنکھیں میرے چہرے پر جمی تھیں - ہونٹوں پر عجیب سی مسکراہٹ تھی اور آنکھوں کے دائروں میں ایک حیرانی! میں اُس کی نظروں کی تاب نہ لا سکی تھی اور گھبرا کر دروازے کا رُخ کیا ہی تھا کہ ایک زوردار قہقہے نے مجھے جھنجوڑ دیا تھا -

"ہا ہا ہا — کیوں احمر کر دیا نا آخر شوبی پر جادو؟"

احمر — احمر — احمر! — جیسے میرے چاروں طرف پھول کھل اٹھے تھے - سرخ سرخ خوب صورت پھول! اور میرے گال دہک کر سرخ ہو گئے تھے - میں نے چور نگاہوں سے اُس کی طرف دیکھا - وہ عشرت بھیا کی طرف دیکھ کر مسکرا رہا تھا - میں نے موقع غنیمت جانا - دوڑ کر پردہ ہٹایا اور ایک قدم باہر رکھا ہی تھا کہ عشرت بھیا نے ہانک لگائی -

"ارے شوبی! جا کہاں رہی ہو؟ کیا اور کچھ نہ سنو گی اِس تان سین سے؟"

انھوں نے احمر کی طرف اشارہ کیا اور پھر میرا ہاتھ پکڑ کر اس کے قریب آئے -

"دیکھو احمر! — یہ ہے شوبی - راجی سے چھوٹی ہے بہت پیاری ہے میری یہ چھوٹی سی سالی"

میں نے بمشکل پلکیں اٹھا کر اُس کی طرف دیکھا - اُس کی آنکھوں میں عجیب سی شرارت ناچ رہی تھی - جیسے کوئی کہہ رہا ہو —

"جی ہاں! بہت پیاری ہیں آپ کی یہ چھوٹی سالی!"

جیسے جگنوؤں کی چمک کو گر لیا تھا اجازت بستا کہہ رہے تھے۔۔۔

چھوٹو! ۔۔۔ یہ میرا چھوٹا بھیا احمر ہے [illegible] میں تعلیم پا رہا تھا۔ ایم اے کا امتحان دے کر یہاں آیا ہے۔ پورا تان سین ہے۔

[illegible]

میں نے سر اٹھا کر پیشانی تک بڑھا دیا۔ جواباً اس نے ذرا جھک کر تسلیم کہا اور پھر میں وہاں سے بھاگ آئی تھی۔

اللہ! میرے قدم کتنے ڈگمگا رہے تھے۔ احمر ۔۔۔ ! میرا دل زور زور سے دھڑک رہا تھا۔ میری سانسیں تیز تیز چل رہی تھیں اور میں دیر تک مسہری پر لیٹی، آنکھیں بند کئے نہ جانے کیسے اَن دیکھے خیالوں میں کھو گئی تھی۔ اور تم نے پھر کوئی گیت چھیڑ دیا تھا۔ ہاں شاید یہ گیت ۔۔۔

"زندگی کتنی خوبصورت ہے
آئیے آپ کی ضرورت ہے"

آئیے آپ کی ضرورت ہے ۔۔۔ آپ کی ۔۔۔ تم احمر ایسی گیت تو میرے ہونٹ بھی دہرا رہے تھے۔ لیکن میرے دل کی آواز کسی نے نہ سنی۔ کسی نے بھی نہیں! اور میں اپنے کمرے میں تنہا، اُداس سی آنکھیں بند کئے لیٹی رہی۔ نہ جانے کون سے خوابوں میں گم، نہ جانے کیسے خیالوں میں کھوئی کھوئی۔

میں گھبرا کر باغ میں چلی آئی تھی اور تمہیں وہاں پا کر کچھ نہ پوچھو میری کیا حالت ہوئی تھی۔ وہ گڈی سے کہہ رہے تھے ۔۔۔

"منی کبھی تم نے چاندنی میں آگ برستی ہوئی دیکھی ہے؟"

"نہیں تو انکل! یہ کیسے ہو سکتا ہے!" اُس کے معصوم چہرے پر حیرت کے آثار تھے۔

"ہو سکتا ہے! وہ دیکھو ۔۔۔ اپنی آنٹی کے چہرے کی طرف دیکھو ۔۔۔" تم نے بہت بے نیازی سے میرے گورے گالوں کی طرف اشارہ کرتے ہوئے کہا تھا جو غالباً شرم سے سرخ ہو گئے تھے اور میں گھبرا گئی تھی۔

"دیکھا گڈی! کتنا پیارا سماں ہے۔ جی چاہتا ہے اِس بکھری ہوئی چاندنی کو اپنے دامن میں بھر لوں ۔۔۔!"

تم آدھی رات کی تنہائیوں میں میرے کمرے سے چکر لگایا کرتے تھے روشندان سے چھنتی ہوئی چاند کی کرنوں میں تم میرے خوابیدہ چہرے کو تکا کرتے تھے یہاں تک کہ میں نیند سے جاگ اٹھتی تھی اور تم جھک سے

لوٹ جاتے تھے۔

اُس دن تو تمہاری شرارت پہ مجھے ہنسی آ گئی تھی۔ چائے کی میز پر تم میرے سامنے ہی بیٹھے تھے۔ باجی نے چائے کی پیالی تمہاری طرف کھسکائی تو میں مسکرائی تم نے مجھے گھورتے ہوئے اچانک باجی سے کہا تھا۔

"بھابی! ایک بات کہوں؟ اِن سے کہئے میرے سامنے نہ آیا کریں!" تم نے میری طرف اشارہ کرتے ہوئے خوف زدہ لہجے میں کہا تھا۔ "مجھے ان سے بہت ڈر لگتا ہے۔"

"کیا مطلب ۔۔۔؟" باجی پریشان ہو گئیں۔

"ایسا معلوم ہوتا ہے بھابی! جیسے ۔۔۔ جیسے ان پہ کسی آسیب کا سایہ ہے۔ ہاں ہاں! دیکھئے نا ۔۔۔ ورنہ کہیں انسان بھی اتنے خاموش رہتے ہیں ۔۔۔؟"

اور باجی ہنس دی تھیں ۔۔۔ تم نے تو مجھے ڈرا ہی دیا تھا احمر! لیکن میں جھنجھلا کر کمرے سے باہر نکل آئی تھی اور منہ لپیٹ کر اپنے کمرے میں پڑ رہی۔ اچانک اپنے کانوں کے قریب ستار کی تیز آواز سن کر میں نے آنکھ کھول دی تھیں۔

"یہ کیا بدتمیزی ہے!"

تمہیں اپنی مسہری کے پاس کی کرسی پہ ستار کے تاروں کو درست کرتے ہوئے دیکھ کر میں نے کہا تھا۔

"بدتمیزی نہ کہو شوبی! میں تو اِن خاموش تاروں کو نغمگی دینے کی کوشش کر رہا ہوں۔"

تم اُسی طرح تاروں کو ٹھیک کرنے میں مصروف تھے اور میں کچھ بھی نہ کہہ سکی خاموشی سے تمہارے اگلے جملے کی منتظر تھی کچھ دیر تک تم تاروں کو کھینچا اور پھر ستار کو ایک طرف رکھتے ہوئے بولے۔

"میری شہزادی! [illegible] خاموشی کے [illegible] ورنہ میں مر جاؤں گا۔ میرے نغمے اُداسیوں میں ڈوب جائیں گے۔ ہمیشہ ہمیشہ کے لئے سو جائیں گے ..."

اور پھر تم چپ چاپ کمرے سے چلے گئے تھے ۔۔۔ میری شہزادی ۔۔۔ میری شہزادی! ہائے اللہ! تم نے مجھے کتنی بلندیوں پہ لا بٹھایا تھا۔ احمر ۔۔۔ میں تو تمہارے در کی بھکارن تھی۔ شہزادے تو تم تھے احمر! میں کاسہ لئے تمہارے در پہ کھڑی محبت کی بھیک مانگ رہی

تھی۔ تم نے کہا تھا کہ مجھے دیکھتے ہی بات ختم۔ اپنا کشکول لیے
آئے تھے اور میں تمہاری محبت کے کشکول میں ہنسی کا ایک موتی بھی
نہ ڈال سکی۔ میرا بس چلتا تو میں تمہارا کشکول ہیرے جواہرات سے بھر
دیتی۔ اس دن تم نے کتنی عجیب سی بات کہہ دی تھی۔ اور اس سے زیادہ
عجیب بات تو یہ تھی کہ میں نے پہلی بار تمہاری آنکھوں کے صدف میں کچھ
موتی چمکتے ہوئے دیکھے تھے۔ تمہاری ہر دم مسکراتی ہوئی آنکھوں
میں وہ موتی کتنے عجیب سے معلوم ہو رہے تھے؟ کاش! میں ان موتیوں
کو اپنے دل کے دامن میں سمیٹ سکتی لیکن ——— مجھے کیا پتہ تھا کہ درد
کی اس سوغات کو سنبھالنا کتنا مشکل ہو جاتا ہے؟

اس دن اچانک تم میرے کمرے میں چلے آئے تھے۔ کچھ خوش خوش!
کچھ اداس اداس ——— ستار حسب معمول تمہارے ہاتھوں میں جھول رہا
تھا میرے پاس آکر تم نے ستار ایک طرف رکھ دیا اور پھر پھولوں کی
بڑی سی مالا تم نے میری گردن میں ڈال دی تھی اور ہاتھ جوڑ کر میرے
قدموں میں اس طرح بیٹھ گئے، جیسے کوئی پجاری کسی دیوی کی پوجا کرتا ہے

"احمر! ——— یہ کیا کرتے ہو؟ مجھے گنہگار نہ کرو احمر ———"

"شوبی! ——— کیا مجھے اتنا بھی حق نہ دو گی کہ میں اپنی محبت کی دیوی
کے چرنوں میں بیٹھ کر پوجا کر سکوں؟ آج یہ جسارت کر لینے دو شوبی! کیا
پتہ پھر تم سے مل سکوں یا نہیں؟"

"احمر ———!" میں خوف زدہ سی ہو گئی تھی اور تم نے یہ روح فرسا
خبر سنائی تھی۔ کہ تم ملازمت کی خاطر دہلی جا رہے ہو ——— "احمر ———!
مجھے چھوڑ کر نہ جاؤ!!" میں پکارتی رہ گئی تھی۔ اور تم نے پیار سے
میرے رخساروں کو تھپتھپاتے ہوئے کہا تھا۔

"پگلی! روتی کیوں ہو؟ کیا تم چاہتی ہو کہ میں اس جھیل میں ڈوب
کر پھر ابھر نہ سکوں؟ صرف چند دنوں کی بات ہے میں جلد ہی لوٹ آؤں
گا ——— ہاں اسی طرح ——— ایسے ہی ساون کے ایک بھیگے بھیگے مہینے
میں۔ تمہارے پاس دولہا بن کر ——— سرخ سرخ پھولوں سے
لدا پھندا!"

تم مجھے تسلیاں دے کر چلے گئے۔ مجھ سے دور ——— بہت دور ——
اور میں تمہارا انتظار کرتی رہی۔ ہر ساون بیتا ——— لیکن تم نہ آئے! ہاں
تمہارے جانے کے بعد ایک ٹیلیگرام عشرت بیگ کے نام آیا۔ تمہاری بیوہ ماں
کی طرف سے حویلی کی قرقی کے سلسلہ میں۔ تمہارے ابو جان نے اپنی جھوٹی
شان ——— کے لئے جو قرض مرنے سے پہلے لیا تھا وہ اب تک
جھوٹا تھا تو تم ادا نہ کر سکے تھے۔ پھر ایک ایک کر کے تمہاری جائداد
نیلام ہو گئی اور تمہاری بوڑھی ماں جھڑکیوں بھرے جملے کے ساتھ
جب میرے ابو کے پاس تمہارے لئے دلہن مانگنے آئیں تو ابو کے رعب
دار چہرے پر بھی جھوٹی مونچھوں کا تناؤ کچھ اور زیادہ بڑھ گیا اور کوئی
ہمدردی کا لفظ نہ کرتے ہوئے انہوں نے حسب معمول بڑے دبدبے
کے ساتھ تمہاری امی کو یہ کہہ کر لاجواب کر دیا۔

"اب یہ ہی کیا گیا ہے جس کے لئے شوبی کو آگ میں جھونکا جائے؟
یہ بد نصیبی زبانی تک ہی محدود رہے تو زیادہ اچھا ہے۔ بہتر یہ ہو گا
کہ آپ احمر شوبی کا خیال چھوڑ دیں گے"

اور پھر ابو جان بہت غرور سے اپنی چھڑی گھماتے ہوئے اپنے
کمرے سے نکل گئے تھے۔ ہماری تمناؤں کو اپنے بھاری بھرکم جوتوں
سے روندتے ہوئے ——— اور میں پھوٹ پھوٹ کر رو رہی تھی۔
اور پھر میری پلکیں ہمیشہ کے لئے نم ہو کر رہ گئیں۔ لیکن تمہارے
درد کا سرمایہ پھر بھی کوئی مجھ سے نہ چھین سکا۔ اب تنہائی ہی میری
مونس ہے! یہ اداس اداس سا تنہا کمرہ میرا رازدار ہے جہاں
اب تک تمہاری آواز گونج رہی ہے۔ اور میں کھڑکی میں کھڑی ہو
بہت دیر سے کسی ستار پر ابھرتے ہوئے کرب آمیز نغمے کے انتظار
میں ہوں ——— کوئی اب بھی ہولے ہولے میرے کانوں میں کہہ جاتا ہے

زندگی کتنی خوبصورت ہے۔

آیئے آپ کی ضرورت ہے!"

زندگی خوبصورت تو نہ رہی احمر! لیکن تمہاری ضرورت اب بھی
محسوس ہوتی ہے۔ چلے آؤ احمر ——— خدا کے لئے چلے آؤ۔ ساون
بیت نہ جائے! ——— بولو کیا اب بھی نہ آؤ گے؟؟ آخر تم کہاں
کھو گئے؟؟ میرا سر چکرا رہا ہے میں مسہری پر لیٹے لیٹے آنکھیں بند
کئے ہلکے ہلکے سسکیاں لے رہی ہوں۔ دل کے بہلانے کے لئے یوں
ہی ریڈیو آن کر دیا ہے اور پھر ریڈیو پہ وہی نغمہ گونج اٹھا ہے
"آج نہ آئے بالما ساون بیتا جائے..... ساون بیتا جائے
ساون ———"

اچانک گیت بند ہو گیا ہے اور اناؤنسر نے آج کی اہم اور تازہ
خبر سنائی ہے ———

"ابھی ابھی خبر ملی ہے کہ ہمارے جوان اپنی کوششوں میں کامیاب ہو گئے ہیں۔ اور ان کی مدد سے مکتی باہنی نے پاکستانی فوج پر فتح حاصل کر لی ہے۔ عنقریب بنگلہ دیش آزاد ہو جائے گا تازہ اعداد و شمار کے مطابق مخالف فوج کے دو سو سپاہی موت کے منہ میں جا چکے ہیں۔ لیکن ہمیں یہ افسوس ہے کہ اس کارنامے کو انجام دیتے ہوئے ہماری فوج کے برگیڈیر مسٹر احمر نقوی شہید ہو گئے۔!"

ریڈیو اس غمناک خبر کے ساتھ خاموش ہو چکا ہے اور میرے سارے بدن میں سنسنی سی دوڑ گئی ہے! میری آنکھوں کے آنسو خشک ہو چکے ہیں۔ مجھے کچھ بھی تو دکھائی نہیں دے رہا ہے اور باہر ابو جان بیٹھک میں اپنے دوستوں کے ساتھ اپنے روایتی فخریہ انداز میں کہہ رہے ہیں۔

"جی ہاں! ـــــ احمر بڑا ہی قابل بچہ تھا۔ شاید آپ لوگ نہیں جانتے کہ وہ میرا ہونے والا داماد تھا۔" حالانکہ وہ اس رشتہ کو بڑی بے رخی سے ٹھکرا چکے تھے۔



عورتوں کی ذمہ داریاں
قومیں اِن ہی کی گود میں پلتی بڑھتی ہیں

(ڈاکٹر نعیم الحسن ہاشمی)

بہت کم عورتوں کو اِس کا احساس ہے کہ ہمارے معاشرہ میں عورتوں کی ذمہ داریاں مردوں سے کہیں زیادہ ہیں۔ وہ صرف مردوں کے دل بہلانے کا کھلونا نہیں ہیں بلکہ قومیں عورتوں کی گود میں ہی پلتی اور بڑھتی ہیں۔ اور دنیا کے پیغمبر، اوتار اور بڑے بڑے رہنما عورت ہی کی گود میں پل کر اور اُس سے اعلیٰ تربیت حاصل کر کے دنیا کی رہنمائی کر سکے ہیں۔

عورتوں کی ذمہ داریوں کی ابتدا اُن کی کم عمری سے شروع ہو جاتی ہے گھر کے کام کاج میں اپنی ماں کا ہاتھ بٹانا۔ اور اپنے چھوٹے بھائی بہنوں کو سنبھالنا اُن کا اہم فریضہ ہوتا ہے۔ وہ ایک طرف اپنے تعلیمی امور کو انجام دیتی ہیں اور دوسری طرف ماں کو مدد دینا بھی ہوتا ہے۔ اُن کے یہ فرائض اُس وقت تک قائم رہتے ہیں جب تک کہ اُن کی شادی نہیں ہو جاتی۔

شادی کے بعد خواتین کی زندگی کا دوسرا دور شروع ہوتا ہے اور اب اُن کی ذمہ داریوں میں بہت زیادہ اضافہ ہو جاتا ہے شوہر کی خدمت گھر کا انتظام خود اپنی خبر گیری۔ اُن کی زندگی کی اہم ذمہ داریاں ہوتی ہیں۔

ہمارے تمدن کے لحاظ سے سماج کے تین طبقے قرار دئے جا سکتے ہیں یعنی اعلیٰ، اوسط اور ادنیٰ۔ ان تینوں طبقوں کی عورتوں کی ذمہ داریاں مختلف ہوتی ہیں اور بلحاظ مراتب ذمہ داریوں میں بہت کچھ فرق ہوتا ہے۔

ادنیٰ طبقہ کو خود اپنی ذات سے وہ سب کچھ کرنا ہوتا ہے جو اعلیٰ طبقہ ملازمین سے لیتا ہے یا ادنیٰ طبقہ، اِس امر کی ضرورت ہوتی ہے کہ گھر کے سب کام کاج انجام دیں، اِس کے ساتھ ہی شوہر کی خدمت گزاری اور خبر گیری کریں۔ وہی گھر کی ماما بن کر کھانا پکاتی ہے وہی مکان کی صفائی کرتی اور میاں کے کپڑے سیتی ہے غرض اُس کی ذات سے ہر جز و کل کی ذمہ دار ہوتی ہے اعلیٰ طبقہ یہ سب کام اپنی ذات سے نہیں کرتا بلکہ اپنی نگرانی میں دوسروں کے ذریعہ انجام دیتا ہے۔ اور اوسط طبقہ کی ذمہ داریاں، اُن دونوں طبقوں کی گویا مشترک ہوتی ہیں۔ وہ اپنی ذات سے بھی گھر اور شوہر کی خدمت کرتی ہے۔ اور ایک آدھ خدمت گار سے بھی مدد لے لیتی ہے۔

بیوی کی سب سے بڑی ذمہ داری یہ ہوتی ہے کہ وہ شوہر کی طبیعت سے واقف ہو جائے اور اپنے آپ کو شوہر کی طبیعت کے مطابق رنگ لے، یا خود اُس کو اپنی طبیعت کے مطابق بنا لے، اِس کے بغیر وہ کامیاب بیوی شمار نہیں ہو سکتی۔

دوسری ذمہ داری یہ ہوتی ہے کہ گھر کے کام کاج اور آمد و خرچ کی دیکھ بھال کرے گھر کا پورا انتظام اُس کی ذات سے متعلق ہوتا ہے اُس کو لازم ہے کہ شوہر کی آمدنی اور خرچ میں توازن رکھے۔ کفایت شعاری سے خرچ کرے سلیقہ سے ہر کام انجام دے۔ جو عورت سلیقہ شعار نہیں ہوتی وہ اپنے شوہر کے راحت و آرام کا ذریعہ نہیں ہو سکتی وہ گھر نہایت نامبارک ہوتا ہے، جہاں گھر والی پھوہڑ ہوتی ہے اور ایسا گھر دوزخ کا نمونہ بن جاتا ہے سلیقہ شعاری عورت کا زیور ہے۔

عورت کی ایک تیسری ذمہ داری یہ ہے کہ وہ شوہر کے اچھے برے کی خبر گیری کرے۔ وہ اپنے شوہر کی انیس و جلیس، مونس و رفیق ہوتی ہے۔ اُس کا کام ہے کہ وہ شوہر کی مصیبت اور پریشانی میں ساتھ دے، اُس کی دلجوئی کرے۔ اُس کی راحت و آرام کا انتظام کرے، اُس کی صحت و تندرستی کا خیال رکھے۔

اِس کے بعد عورت کی تیسری حیثیت وہ ہے جبکہ وہ ماں بن جاتی ہے

اب اُس کے فرائض میں بھی اضافہ ہو جاتا ہے اور ذمہ داریاں بھی بڑھ جاتی ہیں۔ چنانچہ اب اُسے نہ صرف گھر اور شوہر کا کام کاج انجام دینا ہوتا ہے بلکہ ان کے ساتھ ساتھ اولاد کی نگرانی، اُن کی پرورش، اُن کی تربیت سب کچھ اُس کے ذمہ ہوتی ہے۔ اُس کی ذات سے اُس کے بچوں یا دوسرے الفاظ میں قوم کے نونہالوں کی دیکھ بھال اور اُن کی تربیت کا اہم ترین فریضہ وابستہ ہوتا ہے۔ بچوں کو اچھی تربیت دینا، ان کو پڑھا لکھا کر محبِ وطن شہری اور قوم کے خدمت گزار بنانا اُسی کا کام ہوتا ہے۔

بچوں کی خبرگیری اور نگرانی میں سب سے پہلے اُن کی صحت اور تندرستی کا خیال رکھنا چاہیئے۔ ابتدا سے اُن کے کھانے پینے کا خاص انتظام ہو۔ اُن کے جسم اور بدن کی صفائی، لباس کی پاکیزگی نہایت ضروری ہے۔ جب تک کھانے پینے اور صفائی کا خیال نہ رکھا جائے گا۔ اُس وقت تک بچوں کی صحت اچھی نہیں رہ سکتی۔ تندرستی کا دار و مدار اُن کی غذا اور صفائی پر ہی منحصر ہے۔ اِس کے ساتھ ہی اور چند خاص باتیں ضروری ہیں۔ بعض کی نگرانی اور بعض سے پرہیز ضروری ہے۔ جو باتیں ابتدا میں معمولی معلوم ہوتی ہیں وہ آگے چل کر اہم ہو جاتی ہیں اور ایسی ہی بچوں کے مستقبل پر اثر پڑتا ہے بچوں کی ہٹ جس کو "بال ہٹ" سے ضرب المثل کہا گیا ہے، وہ غلط نہیں ہے۔ اکثر بچوں میں ضد ہوتی ہے وہ کسی کام کے کرنے یا کوئی چیز کے لینے کے لئے ضد کرتے ہیں اور اُن کی خواہش پوری نہ ہو تو مچلنا اور رونا شروع کر دیتے ہیں۔ یہ عادت نہایت بری ہے۔ اِس کا انسداد شروع سے کرنا چاہیئے۔ اس امر کی ضرورت ہے کہ جو بچے ضد کے عادی ہوں اُن کو چلنے نہ دیا جائے بلکہ دوسری باتوں کی طرف راغب کر دیا جائے بعض بچے شریر ہوتے ہیں دوسرے بچوں کو مارنا اور تکلیف دینا اُن کو اچھا معلوم ہوتا ہے۔ بچپن سے اس قسم کی عادت کو دور کرنا چاہیئے شریر بچے مارنے سے درست نہیں ہوتے بلکہ میٹھی باتوں سے وہ راہِ راست پر آسکتے ہیں۔

بچوں سے جھوٹی باتیں نہ کرنی چاہئیں، اُن کو جھوٹے وعدوں سے نہ بہلانا چاہیئے۔ مذاق میں بھی جھوٹ سے پرہیز ضروری ہے۔ جن بچوں سے جھوٹ بولا جاتا ہے۔ وہ پھر آئندہ زندگی میں جھوٹ کے عادی ہو جاتے ہیں۔

کم عمری سے اولاد کو کام کرنے کا عادی بنانا چاہیئے۔ اگر ابتدا سے ان کو کام کرنے کا عادی نہ بنایا جائے تو وہ آرام طلب اور کاہل بن جاتے ہیں۔ ابتدا سے اُن کو سلیقہ شعاری سے واقف کرانا اور اُن پر نگرانی کرنی چاہیئے تاکہ وہ بد سلیقہ نہ ہو جائیں۔ بچوں کی فطرت اور مذاق سے واقف ہو کر اُن کو اُسی مشغلہ کی طرف متوجہ کرنا چاہیئے کھیل کود اور گھومنے میں بھی بچوں کی فطرت کا لحاظ رکھنا ضروری ہے۔

غرض کہ بچوں کی پرورش اور نگہداشت ماں کا سب سے زیادہ اہم فریضہ ہے یہ کہا جا سکتا ہے کہ "اولاد قوم کی امانت ہے، اور امانت کی حفاظت نہایت اچھی ہونی چاہیئے"۔ علامہ اقبال نے قوم کی ماؤں کو ایک پیغام دیا ہے۔ وہ خواتین کو پیغام دیتے ہیں کہ حضرت فاطمۃ الزہرا کی طرح زندگی بسر کی جائے اُن کے اُسوۂ حسنہ کو دیکھنے کے لئے چراغِ ہدایت بنائیں اور اُن کی طرح بچوں کی پرورش کی جائے اور قوم کو امام حسینؓ جیسا فرزند دیا جائے جو حق و صداقت کے لئے اپنی جان بھی قربان کر سکے۔ امام حسینؓ سے قطع نظر دنیا کی تاریخ پر نظر ڈالی جائے اور بڑی بڑی ہستیوں کے حالات کا مطالعہ کیا جائے۔ تو یہ امر بخوبی واضح ہوتا ہے کہ ان ہستیوں کے اعلیٰ مرتبہ پر پہنچنے اور بلند رتبہ حاصل کرنے میں اُن کی ماؤں کی تعلیم و تربیت کا خاص حصہ ہے اور بچپن ہی کی اعلیٰ تربیت اُن کے اعلیٰ مدارج پر پہنچنے میں ممد و معاون ہوتی ہے۔

دنیا سے قطع نظر ہندوستان کے مشاہیر کے حالات دیکھے جائیں تو یہی کا ثبوت مل سکتا ہے اور معلوم ہوتا ہے کہ ماں کی تربیت ہی سے مشاہیر نے شہرت اور نام آوری حاصل کی ہے۔ راجہ رام موہن رائے، سر جسٹس راناڈے اور گوکھلے، علامہ شبلی، مولانا محمد علی، اقبال غرض ان سب کی سیرت سازی میں ماں کی تربیت کا بڑا حصہ ہے۔ حضرت شیخ عبدالقادر جیلانی جن کا کہ اولیائے کرام میں بہت بڑا درجہ ہے۔ اپنی والدہ کی تعلیم و تربیت کی بدولت روحانیت کی انتہائی بلندیوں پر پہنچے تھے۔ حضرت امام ابو حنیفہ کی پوری تعلیم و تربیت ان کی والدہ ہی کی نگرانی میں ہوئی تھی۔

اگر سنجیدگی سے غور کیا جائے تو اس کائنات میں عورت کی ذمہ داریاں مردوں کے مقابلہ میں بہت زیادہ ہیں۔ دنیا میں صرف اُن ہی قوموں نے ترقی کی ہے جس قوم کی خواتین نے قوم کے نونہالوں کی صحیح تربیت کی ہے مگر یہ ہماری بدبختی ہے کہ زمانہ حاضرہ کی عورتوں نے اپنی ذمہ داریوں کو بھلا دیا ہے اور وہ اپنے آپ کو صرف مردوں کی تفریح کا کھلونا سمجھنے لگی ہیں۔

افسانہ



معصوم نظریں

ایک دلچسپ واقعہ ایک دلکش کہانی

(انتخاب۔ رحم الدین)

ریتا بہرحال اِس حقیقت ہی سے کانپ گئی کہ ایک خوبرو نوجوان تین ساڑھے تین سال کے بچے کو ساتھ لیے ہر جگہ اُس کا پیچھا کرتا رہتا ہے، جہاں جہاں وہ جاتی ہے۔ عام طور پر اُس کے دفتر جاتے اور وہاں سے لوٹتے وقت وہ اُسے بس اسٹاپ پر ہر روز کھڑا دکھائی دے جاتا ہے۔ اپنے خوبصورت اور بھولے بھالے بچے کی انگلی تھامے ہوئے، اُس کی طرف بہت اشتیاق سے دیکھتے ہوئے وہ بچہ بھی اُس کی طرف ویسی ہی نظروں سے دیکھتا ہے اور اُس کی طرف اشارے کر کر کے نہ جانے اپنے باپ سے کیا کیا کہتا رہتا ہے! جیسے وہ بچہ بھی اُسے پہچانتا ہو!

ریتا کی زندگی میں پہلا اتفاق تھا جب سے وہ سنِ شعور کو پہنچی تھی اور اُس نے یونیورسٹی سے نکل کر ایک اشاعت گھر میں مسودے پڑھنے کے لیے ملازمت حاصل کی تھی، ابھی تک کسی مرد نے اُسے اِس طرح پریشان نہ کیا تھا۔ یوں تو کسی بھی جوان لڑکی کی طرف کتنے ہی لوگ شریر آنکھوں سے دیکھتے ہیں۔ کبھی کبھی فقرے بھی کس دیتے ہیں اور موقع پا جانے پر کندھا مار کر بھی نکل جاتے ہیں۔ مردوں کی پست حرکتوں میں یہ سب کچھ اب نارمل ہی سمجھا جاتا ہے لیکن جو کچھ اُس کے ساتھ پیش آ رہا تھا وہ بالکل دوسری نوعیت کا تھا۔ اُس کے کیریئر میں جتنی پاکیزگی، شرافت سکون اور ٹھہراؤ موجود تھا اُس میں اب ایک ہلچل مچ گئی تھی۔ وہ یقیناً پریشان تھی اگرچہ اُس آدمی کے بارے میں کچھ بھی نہ جانتی تھی۔ وہ کون ہے؟ کہاں رہتا ہے؟ کیا کرتا ہے؟ اپنے بچے کو ساتھ لئے اُس کے پیچھے کیوں پھرتا رہتا ہے؟ بچہ جب بار بار اُس کی طرف اشارہ کر کے کچھ پوچھتا ہے تو وہ اُسے کیا بتاتا ہے؟ اور بچہ اپنے سوال کا جواب پا جاتا ہے تو وہ مطمئن کیوں نظر آنے لگتا ہے؟ یہ ساری باتیں ریتا

بہرحال کے دل میں طرح طرح کے اندیشے اور وسوسے پیدا کرتی ہیں۔ ایک انجانا خوف سا، جسے وہ محض وہم سمجھ کر دل سے دور کرنے کی کوشش کرتی ہے۔ لیکن اُس خوف سے پوری طرح آزاد نہیں ہو سکتی۔

گھر سے نکلتے وقت کئی بار اُس نے ارادہ کیا کہ آج وہ اُن کی طرف نگاہ اُٹھا کر بھی نہ دیکھے گی۔ اُنہیں نظر انداز کر کے بس اسٹاپ کے کیو میں کھڑی رہے گی۔ لیکن بس آتے ہی جب وہ اُس میں بیٹھنے لگتی تو اُس کی نظریں بے اختیار اُدھر اُٹھ جاتیں جہاں اُسے اُمید ہوتی کہ وہ ضرور کھڑے ہوں گے! اور واقعی وہ وہیں موجود ہوتے۔ اُس کی طرف بے حد خاموشی سے، بہت اپنائیت سے، بڑی اُمید سے دیکھ رہے ہوتے! اُنہیں اُس کے دفتر جانے اور وہاں سے لوٹنے کے اوقات معلوم ہو گئے تھے۔ کبھی کبھی اُسے دیر ہو جاتی تب بھی وہ مایوس نہ ہوتے تھے۔ انتظار کرتے ہی رہتے۔ اُس کی جھلک پاتے ہی باپ بیٹے دونوں کے چہرے بشاش ہو اُٹھتے۔ اُن کی یہ حرکتیں ریتا کے لیے دن بدن حیرت ناک بنتی جا رہی تھی۔ سوالیہ نشان کی طرح ذہن میں اور گہری اترتی جا رہی تھی۔ یہ معمّہ حل کرنا اُس کے لئے ناممکن سا ہوتا جا رہا تھا کہ آخر وہ ہیں کون! کیا چاہتے ہیں؟

ایک دن لنچ اوور میں وہ تین اور لڑکیوں کے ساتھ سلیمان بھائی مینشن کے بیسمنٹ میں بنے ہوئے ریسٹوران میں کھانا کھانے گئی جہاں وہ سب ہر روز جاتی تھیں۔ گھر سے اپنے اپنے ساتھ ہلکا پھلکا ٹفن لے کر آتی تھیں۔ زیادہ بھوک لگتی تو ریسٹوران سے بھی سینڈوچ چھولے، آملیٹ، سلائس اور کافی لے لیتیں۔ آفس ورک کی نوعیت

[illegible]

کوشش کرنے کے [illegible] کے لئے اکثر کرتا [illegible]
پریمیئر [illegible] بہت زیادہ حساس تھی اور تو بے حد باتونی تھی۔ بڑی لطیفہ گو
اور ذہین۔ [illegible] کی دوستو کی وجہ شخص کی کیا تھی، نئی نئی فلموں
کو دلچسپ کہانیاں سنایا کرتی تھی۔ [illegible] بحر[illegible] میں کام کرنے
والی سرپرست [illegible] کے اسکینڈل [illegible]
لے کر سنانے کی عادت تھی، مریضوں کی عادتوں پر تبصرہ کرنے کا بھی
بہت [illegible] تھا۔ ایسا معلوم ہوتا تھا کہ وہ مریضوں کی فطرت پر گہری
ریسرچ کر چکی ہے۔ کوئی ایک بار اس کے سامنے سے نکل تو جاتے
وہ اس کے خاندان کی سات پشتوں تک کی تفصیلات بیان کر سکتی تھی۔
اس دن سب لڑکیاں اسی کی خوش گپیوں سے لطف اندوز ہو رہی
تھیں کہ اچانک وہی آدمی اپنے بچے کی انگلی تھامے وہاں پہنچ گیا۔
ادھر ادھر بہت تجسس سے دیکھتا ہوا اسا [illegible] جب اس نے ریتا [illegible]
کو بیٹھے دیکھ لیا تو بہت اطمینان سے ایک ٹیبل پر بیٹھ گیا، بچے
کو اپنے پاس بٹھا لیا، جہاں سے وہ اسے بخوبی دیکھ [illegible]

کا طلب ہے [illegible]
اسپیشل [illegible] ۲ – [illegible]
لے گی۔ اس کی [illegible] بہت [illegible]
[illegible] بھرت [illegible]
[illegible] اس کی طرف دیکھا ہے [illegible]
کر [illegible]۔

وہ نظریں [illegible] اس قصے [illegible]
[illegible]
نے [illegible] ـــــ تم [illegible]
دلچسپ واقعے سے [illegible]
ریتا [illegible] کر کے آپ [illegible]
سمجھ گئی [illegible]
وہاں [illegible] بہت مشکل [illegible] ایک [illegible]
ہو گیا تھا [illegible] اپنی [illegible] کے ساتھ باہر [illegible]

مصر، حجاز اور ہندوستان کے علماء کی تعلیمی ایجاد

ایک مہینہ میں عربی آجائیگی

دنیائے اسلام کے مشہور علماء نے عربی زبان کو آسان بنانے کیلئے ایک ایسی تعلیمی ایجاد
پیش کی ہے جس کے ذریعہ ہر شخص بڑی آسانی سے عربی زبان پر حاوی ہو سکتا ہے
یہ تعلیمی ایجاد "اتالیق عربی" کے نام سے پیش کی گئی ہے۔

اتالیق عربی ایک ایسی عجیب و غریب کتاب ہے جس کے ذریعہ اردو داں
ایک مہینہ کے اندر ان عربی مدارس کے طلباء کا مقابلہ کرنے لگتے ہیں جو سالہا سال
سے کتابیں رٹ رہے ہیں۔ یہ کتاب عربی زبان کے جدید تعلیمی اصول
کے تحت لکھی گئی ہے۔ صرف و نحو کی الجھنوں سے بالکل پاک ہے اس
کتاب کے ذریعہ بڑی آسانی سے عربی پڑھنا لکھنا اور عربی بولنا آجاتا ہے
یہ اس قدر آسان ہے کہ اس سے عورتیں اور بچے بھی فائدہ اٹھا سکتے ہیں۔

قیمت پانچ روپے

دین دنیا پبلشنگ کمپنی

چند ہفتوں میں جدید اور قدیم فارسی زبان پر عبور

گھر بیٹھے فارسی پڑھ لیجیے

ماہرین تعلیم نے فارسی زبان کو [illegible] ہے کہ اردو داں
گھر بیٹھے قدیم اور جدید فارسی زبان پر بڑی آسانی کے ساتھ پورا [illegible] حاصل
کر سکتے ہیں۔

اتالیق فارسی ایک لاجواب کتاب ہے جس کے ذریعہ معمولی اردو داں بھی
چند ہفتوں کے اندر فارسی زبان پر پورا عبور حاصل کر سکتے ہیں یہ کتاب جدید اور
آسان تعلیمی اصول کے تحت تصنیف کی گئی ہے اس کتاب کے مطالعہ کے بعد بڑی
آسانی سے فارسی بول سکتے ہیں فارسی لکھ سکتے ہیں [illegible] پڑھ سکتے ہیں اس
کتاب میں فارسی کی ابتدائی تعلیم سے لیکر آخر تک کی تعلیم اس خوبی کے ساتھ
دی گئی ہے کہ بلاشبہ چند ہفتوں کے اندر قدیم اور جدید فارسی پر عبور ہو جاتا
ہے یہ کتاب دین دنیا پبلشنگ کمپنی کی تازہ ترین [illegible]

قیمت فی جلد چار روپے

جامع مسجد — دہلی ۶

[illegible]
[illegible] رہا تھا [illegible] ہو اُس سے [illegible] لیکن [illegible] تو کے [illegible]

[illegible] میں بیٹھ کر کھانا شروع کر دیا [illegible] ایک آدھ منٹ پہلے کیسی [illegible] آسانی [illegible] پشیمان کو بھلا [illegible] کر یہ ریستوران [illegible] ہوتا تھا۔ [illegible] منتقل ہو گیا [illegible] یا لوگوں نے شوق سے اُسے [illegible]

ایک دن اُسی ریستوران میں سربجیت اچانک [illegible] گئی۔ [illegible] مرد عورتوں کی طرف بالکل کتوں کی طرح دیکھتے ہیں [illegible] ایک ہی [illegible] کہ اُمید میں ایک ٹک دیکھے ہیں، پچکارنے کے لیے دُم ہلانے لگتے ہیں۔ اُس وقت اُن کی آنکھوں [illegible] چمک دیکھنے کے قابل ہوتی ہے!"

وہ زور زور سے ہنسنے لگی اور گردن گھما گھما کر اِدھر اُدھر بیٹھے ہوئے مردوں کی طرف دیکھا بھی۔ کوئی نہ کوئی مرد اُن عورتوں پر نظریں جمائے بیٹھا تھا۔ اُن کے جسموں کے ایک ایک انگ کو نظروں سے ٹٹول رہا تھا۔

سربجیت [illegible] کے ساتھ جس جس کی نظریں ٹکرائیں اُن کی آنکھیں چمک اُٹھیں۔ پھر وہ اچانک اُسی آدمی کی طرف اشارہ کر کے بولی — "وہ یہاں ہر روز آتا ہے۔ اپنے بچے کو ساتھ لے کر جیسے کسی کو ڈھونڈتا پھرتا ہے۔ یقیناً کسی ایسی عورت کو جو اِس بچے کی ماں ہوگی۔ [illegible] اُس کے بارے [illegible] اندازہ نہیں لگانا چاہتی۔ [illegible] آپ ہی [illegible] جائے گا۔ ابھی تو میں صرف اتنا ہی کہوں گی، وہ بیچارا لوگوں کی طرف [illegible] ہے۔ شاید ہم ہی میں سے کوئی اُس [illegible]

لیکن — وہ پھر ہنس کر بولی "میں اپنے بارے میں [illegible] کہہ سکتی ہوں، اُس کے ساتھ میرا کوئی تعلق نہیں۔ [illegible] کے بارے میں کچھ نہیں کہہ سکتی۔ شاید وہ عورت [illegible]

اُس نے تینوں کی طرف شوخ نظروں سے دیکھتے ہوئے [illegible] نرگس [illegible] اور [illegible] بھی ہنسنے لگی اور اُس آدمی اور [illegible] کی طرف پلٹ پلٹ کر دیکھنے لگیں۔ صرف ریتا سبروال ہی کے چہرے پر ہوائیاں اڑتی ہوئی دکھائی دیں۔ کوشش کرنے [illegible] کی طرح ہنس نہ سکی۔ یہ دیکھ کر سربجیت [illegible] بات ہے ریتا! تم گھبرا کیوں گئی ہو؟ تمہارا یقیناً اُس سے کوئی تعلق نہیں [illegible] ہے میں مذاق کر رہی تھی!"

ریتا نے جواب دیا — "کبھی کبھی مذاق بھی اسکینڈل [illegible] یہی سوچ کر میں نروس ہو گئی تھی۔ یہ وہ آدمی اگر صحیح میں [illegible] کی طرف دیکھتا ہے تو اُسے ڈانٹ دینا چاہئے۔ کیوں نرگس!"

"ہاں اور نہیں تو کیا! اُسے فوراً اسٹاپ کرنا چاہئے۔" نرگس [illegible] نے پلیٹ میں رکھے ہوئے آملیٹ کو بڑی سختی سے چھری سے کاٹتے ہوئے تجویز پیش کی۔ پھر جلدی سے یہ بھی کہا — "یہ کام تم ہی [illegible] ہو [illegible]!"

سربجیت نے فوراً اُٹھتے ہوئے کہا — "لو، ابھی لو! ابھی تو اُس کی ایسی خبر لوں گی کہ وہ ہمیشہ یاد رکھے گا!"

ریستوران میں ہنگامہ ہو جانے کے ڈر سے ریتا سبروال ایک دم گھبرا اٹھی۔ ہو سکتا ہے وہ آدمی اُس کے بارے میں کوئی ایسی ویسی بات کہہ ڈالے! اور سچ مچ ہی اسکینڈل کھڑا ہو جائے! یا ہو سکتا ہے وہ آدمی بے قصور ہی ہو! یہ محض اتفاق ہی ہو کہ وہ اُسے ہر جگہ دکھائی دے جاتا ہے!

ریتا کا دل اُس کے لئے ہمدردی سے بھر اُٹھا۔ اُس نے [illegible] کو روک دیا "ٹھہرو سربجیت! میں ہی اُس سے پوچھتی ہوں — تمہاری وجہ سے بات بڑھ نہ جائے!"

ریتا دھیرے دھیرے اُس میز کے پاس گئی جہاں باپ اور بیٹا مزے لے لے کر آئس کریم کھا رہے تھے۔ وہ ریتا کو اپنی طرف آتے دیکھ کر حیران رہ گئے۔ وہ اُن کے سامنے پہنچ کر رک گئی۔ اُن بے

نظروں کا نشانہ بن کر چھوٹی عمروں تک محدود کر رہا ہے۔ اُس کا حال بچّے کی معصوم
کی باتوں سے اتنا بھر آیا تھا کہ اُس کی آنکھوں میں آنسو بھی آ گئے۔ وہ کچھ نہ
کہہ سکی۔ اپنی جگہ پہ واپس آ گئی۔ میز پہ سر رکھ کر سسکنے لگی۔ بولی —
میں اُس سے کچھ نہ کہہ سکی۔ پتہ نہیں وہ کون ہے؟ میرے پیچھے پیچھے
کیوں پھر رہا ہے؟ ہر جگہ، ہر کہیں دکھائی دے جاتا ہے۔ بس سٹاپ پہ
بھی۔ اب یہاں بھی آنے لگا ہے۔ سمجھ میں نہیں آتا کیا کروں؟"
اُس کی فرینڈز حیران رہ گئیں۔ ایک دوسرے کی طرف دیکھنے لگیں
الجھن والی سے اب رہا نہ گیا۔ فوراً اٹھ کر اُس آدمی کے پاس گئی اور
بولی — "ذرا یہاں آئیے، ہماری ٹیبل پر!"
وہ آدمی اپنے بچّے کی انگلی تھامے ہوئے اُن کے پاس آ گیا۔ کسی نے
اُسے بیٹھنے کے لئے نہ کہا — ریتا ابھی تک میز پہ سر رکھے ہوئے
سسک رہی تھی۔ سب جیت کور نے بہت تلخ آواز میں پوچھا
— "اس بے چاری نے آپ کا کیا بگاڑا ہے؟ اسے کیوں پریشان
کر رکھا ہے؟"

یہ سن کر اُس آدمی کا چہرہ اُتر گیا۔ جیسے اُس سے کوئی بہت بڑا جرم
ہو گیا ہو! کچھ لمحوں تک وہ کچھ نہ کہہ سکا۔ پھر جیسے اُس نے ہمت جمع
کر لی۔ جھک کر اپنے بچّے کی طرف دیکھا جو میز پہ اپنے دونوں ہاتھ ٹکائے
ریتا کی طرف مسلسل دیکھے جا رہا تھا۔ اُس آدمی نے اپنے بچّے کے گھنگھر
والے بالوں کو بہت محبت سے سہلایا اور کہا —
"مجھے افسوس ہے، اس معصوم بچّے کی وجہ سے آپ کو اتنا پریشان ہونا
پڑ گیا۔ کچھ مہینے پہلے اس کی ماں چل بسی تھی۔ اسے معلوم نہیں جب کوئی مر جاتا
ہے تو پھر لوٹ کر کبھی نہیں آتا! ایک دن اس نے انہیں دیکھ لیا اور کہا
وہ میری ممی جا رہی ہے! ان کی شکل میری مرحوم بیوی سے ملتی ہے
میں نے بچّے کو سمجھانے کی کوشش کی، کئی بہانے بنائے۔ پر یہ نہ مانا۔ یہی
ضد کرتا رہا، ممی کے پاس لے چلو! آخر میں نے ایک جھوٹ گھڑا —
تمہاری ممی تم سے ناراض ہے۔ بہت شرارتیں کیا کرتے تھے نا تم! جب
تک تم بڑے نہیں ہو جاتے تمہارے ساتھ وہ کوئی بات نہیں کرے
گی۔ اگر تم بولنے کی کوشش کرو گے تو پھر وہ تم سے نہ بولے گی۔ تم
اُسے دور ہی سے دیکھ لیا کرو! جب تک وہ خود تم سے بات نہیں کرتی!
اس نے میری بات کا یقین کر لیا ہے۔ میں اس کا من بہلانے کے لئے
دور سے انہیں دکھا دیتا ہوں۔ لیکن مجھے بہت دکھ ہوا کہ انہیں اتنی
پریشانی اٹھانی پڑ گئی! میں ایک بار پھر معافی چاہتا ہوں۔"
یہ سن کر سب لڑکیاں ہکا بکا رہ گئیں۔ ریتا سبھروال نے میز سے
سر اٹھا لیا۔ بچّے کی طرف اُس نے ترس بھری نظروں سے دیکھا جو اُس کے
پاس کھڑا اُس کی طرف اپنی معصوم آنکھوں سے بے حد بے چارگی سے
دیکھ رہا تھا۔ ہمدردی چاہنے والی نظروں سے۔ لیکن وہ اُس سے
کوئی بات نہ کر سکی۔ کچھ کہنے کی اُسے ہمت ہی نہ ہوئی۔ اُس آدمی نے
اپنے بچّے کی طرف انگلی بڑھاتے ہوئے کہا — "چلو بیٹا!"
اور وہ آہستہ آہستہ دھیرے دھیرے چلتا ہوا اپنے بچّے کے ساتھ باہر نکل گیا۔
بچّہ ننھے ننھے قدموں سے چلتا ہوا اور مڑ مڑ کر حیرت سے دیکھتا رہا!
اُس کی نظروں میں بلا کی معصومیت تھی۔

اردو زبان میں تاریخی افسانے

یزید کی محبوبہ

(از شوکت تھانوی)

[illegible] نہایت ہی [illegible] تھا اس کے [illegible]

دوسرے [illegible] تاریخی افسانے بھی اس مجموعہ میں شامل ہیں

[illegible] اس مجموعہ میں [illegible]

اس مجموعہ میں تمام افسانے تاریخی ہیں اور ان میں سے ہر افسانہ اپنی جگہ ایک مستقل ناول کی حیثیت رکھتا ہے۔ کتابت و طباعت اعلیٰ ٹائٹیل رنگین

قیمت چار روپے پچاس پیسے

[illegible]

فرعون کی معشوقہ

(از [illegible])

یہ افسانہ [illegible] فرعون [illegible] مصر [illegible]

دیا اور اس کی ساری خدائی [illegible] نوبت [illegible]

کا ہولناک [illegible] ڈرامہ ہے۔

ذیل کے تاریخی افسانے اور ڈرامے بھی اس مجموعہ میں شامل ہیں

(۱) فرعون کی معشوقہ کے علاوہ مجموعہ دوسرے تاریخی ڈرامے اور افسانے اس مجموعہ میں شامل ہیں وہ یہ ہیں (۲) [illegible] رقاصہ (۳) [illegible] (۴) [illegible] (۵) [illegible] (۶) اسپین کی شہزادی (۷) [illegible]

ان افسانوں کو پڑھ کر آپ [illegible]

پر مجبور ہو جائیں گے کہ یہ اپنی نوعیت کی پہلی کتاب ہے کتابت طباعت نہایت اعلیٰ ٹائٹیل رنگین قیمت چار روپے پچاس پیسے

حسن و عشق سے لبریز تاریخی افسانوں کا مجموعہ

بہادر شاہ کی کنیز

(از جناب مائل ملیح آبادی)

وہ مریم نام کی ایک خوش جمال پری پیکر حسینہ تھی جو گجرات کے بادشاہ بہادر شاہ گجراتی کے حرم میں بطور کنیز داخل ہوئی تھی مگر بادشاہ کو اس نے ایسا دیوانہ بنا لیا کہ اس نے اس زہریلی ناگن کے قدموں پر اپنی پوری سلطنت قربان کر دی۔ اس افسانے کے علاوہ

دوسرے دلکش تاریخی افسانے بھی موجود ہیں

اس مجموعہ میں یہ افسانے درج ہیں (۱) بہادر شاہ کی کنیز (۲) [illegible] (۳) [illegible] (۴) [illegible] (۵) [illegible] (۶) [illegible] (۷) [illegible] (۸) [illegible] (۹) [illegible] (۱۰) [illegible] (۱۱) [illegible]

اس مجموعہ کے تمام افسانے تاریخی ہیں اور ہر افسانہ اپنی جگہ شاہکار ہے

کتابت و طباعت نہایت عمدہ ٹائٹیل رنگین اور با تصویر۔

قیمت چار روپے پچاس پیسے

دکن دینا پبلشنگ کمپنی

شاہی حرم سرا کی داستان افسانوں کی شکل میں

دارا شکوہ کی رقاصہ

(از جناب مائل ملیح آبادی)

وہ مغل ولیعہد دارا شکوہ کی وفادار رقاصہ تھی جب شہنشاہ اورنگزیب نے دارا شکوہ کو قتل کرا دیا اور شہزادہ مراد نے اسے اپنے محل کی زینت بنانا چاہا تو اس نے صاف الفاظ میں انکار کر دیا وہ وفا اور محبت کی سچی تصویر تھی جس کی داستان بہت دلگداز ہے۔

یہ بارہ تاریخی افسانے اس مجموعہ میں شامل ہیں۔

(۱) دارا شکوہ کی رقاصہ (۲) [illegible] (۳) شاہجہاں [illegible] (۴) [illegible] (۵) چتوڑ کی راجکماری (۶) بادشاہ کی [illegible] (۷) [illegible] (۸) [illegible] (۹) مصر کا چاند (۱۰) عشق صادق (۱۱) سپاہی کی [illegible] (۱۲) [illegible]

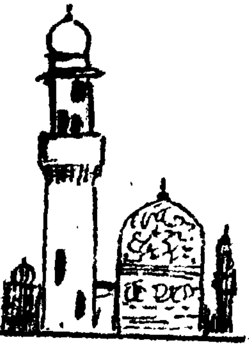
اس مجموعہ کے [illegible] حسن و عشق کے [illegible]

[illegible] کتابت و طباعت نہایت اعلیٰ ٹائٹیل [illegible] با تصویر

قیمت چار روپے پچاس پیسے

[illegible]

دنیائے اسلام پر ایک نظر



علامہ خمینی امریکہ کی پناہ میں

سادات کو غداری پر فخر، مسلم ممالک کی تقسیم کا منصوبہ

(ہمارے مبصر کے قلم سے)

علامہ خمینی امریکہ کی پناہ میں

ایران کے سربراہ علامہ خمینی جنھوں نے تقریباً ایک سال سے ۵۲ امریکی یرغمالوں کو قید کر رکھا ہے۔ اور جو اپنے آپکو امریکہ کا سب سے بڑا مخالف ظاہر کرتے رہے ہیں۔ حالات و واقعات نے انہیں مجبور کر دیا ہے کہ وہ امریکہ کے دامن میں پناہ حاصل کریں۔ چنانچہ باخبر حلقوں کی اطلاع ہے کہ امریکہ اور ایران میں درپردہ سمجھوتہ ہو چکا ہے۔ اور علامہ خمینی کی گذارش پر امریکہ نے ایران کی سرپرستی قبول کر لی ہے۔

چنانچہ اخبار نیویارک پوسٹ کی ایک اطلاع ہے کہ ایرانی ہوا بازوں کی تربیت کے لئے خمینی سرکار اور امریکہ کے درمیان ایک معاہدہ ہو گیا ہے معاہدہ کی رو سے امریکہ ایک طرف تو ایرانی ہوا بازوں کو تربیت دے گا اور دوسری جانب وہ ایرانی جہازوں کی مرمت کے لیے امریکی کاریگر فراہم کرے گا۔ اور ہوائی جہازوں کے فالتو پرزے بھی فراہم کرے گا۔ اس کے علاوہ امریکہ کے سابق وزیر خارجہ ہنری کیسنجر کے جو بیانات شائع ہوئے ہیں اُن سے بھی یہی تاثر پیدا ہوتا ہے کہ۔ ایران اور امریکہ میں سمجھوتہ ہو چکا ہے۔ چنانچہ ہنری کیسنجر نے اپنے بیان میں کہا ہے کہ "توقع کی جا سکتی ہے کہ جلد ہی امریکی یرغمال رہا کر دیئے جائیں گے"

اُدھر برطانیہ کے کالم نویس جوزف ہیلر کا کہنا ہے کہ "امریکہ اور ایران میں خفیہ سمجھوتہ ہو چکا ہے۔ اور یرغمالوں کی رہائی کا بھی معاملہ طے پا چکا ہے۔ مگر صرف سیاسی مصلحتوں کی بنا پر اب تک نہ اس سمجھوتہ کا اعلان کیا گیا ہے اور نہ یرغمالوں ہی کو رہا کیا جا سکا ہے۔ ورنہ ایران کا دم ٹوٹ چکا ہے۔ اور خمینی کلیتہً امریکہ کی پناہ میں چلا گیا ہے"

ملاحظہ فرمایئے اس ایرانی ملا کی قلا بازی کہ یا تو وہ امریکہ کو ایران اور اسلام کا سب سے بڑا دشمن بتا رہا تھا۔ لیکن آج امریکہ ہی کی گود میں جا بیٹھا ہے۔ لیکن ہمیں بہت کم امید ہے کہ اب علامہ خمینی اور اس کے حواریوں کا اقتدار باقی رہ سکے گا بلکہ اب ایران کا اقتدار اُسی کے ہاتھ میں رہے گا جسے امریکہ چاہے گا۔

سادات کو عربوں سے غداری پر فخر

سب ہی کو معلوم ہے کہ سینائی کے ایک چھوٹے سے علاقے اور چند تیل کے کنوؤں کی خاطر انور سادات نے نہ صرف عرب ممالک سے بلکہ پوری دنیائے اسلام سے زبردست غداری کی ہے اور ان دنوں اُس کی پینگیں اُس دشمن اسلام اسرائیل سے خوب بڑھ رہی ہیں جو پوری دنیائے اسلام کا سب سے بڑا دشمن ہے۔

لیکن یہ دیکھ کر حیرت ہوتی ہے کہ اِس غلط اقدام پر صدر سادات کو فخر بھی ہے چنانچہ انھوں نے حال ہی میں مصری ٹیلی ویژن پر تقریر کرتے ہوئے کہا ہے "اسرائیل سے امن سمجھوتے پر دستخط ہونے کے بعد مصر نے مختلف میدانوں میں بڑی ترقی کی ہے۔ جبکہ دیگر عرب ممالک یکے بعد دیگرے سیاسی بحران کا شکار ہوتے چلے جا رہے ہیں اور ایک دوسرے کے خلاف صف آرا ہیں۔ عرب ممالک حالانکہ مصر کے خلاف زہر اگلتے رہتے ہیں لیکن پھر بھی مصر کو ان ممالک سے ہمدردی ہے کیونکہ وہ اِن دنوں سخت مصیبت میں مبتلا ہیں"

لیکن صدر سادات اس بات کو بھول رہے ہیں کہ اُنھوں نے ہی اسرائیلی کیمپ میں شامل ہو کر عرب ممالک کی مشکلات میں سب سے زیادہ اضافہ کیا ہے۔ اپنے تھوڑے سے فائدہ کے لئے اُنھوں نے۔

دنیائے عرب سے کٹ کر عرب ممالک کے لئے سب سے زیادہ دشواریاں پیدا کردی ہیں۔ ہر شخص اس بات کو جانتا ہے کہ مصر کے عرب ممالک سے کٹ کر دشمنوں کے ساتھ سمجھوتہ کرنے سے عربوں کی فوجی طاقت میں زبردست دراڑ پڑ گئی ہے اور اس کی ساری ذمہ داری مصر کے خود غرض صدر انور سادات پر ہے۔

مگر صدر سادات کو معلوم ہونا چاہئے کہ وہ وقت دور نہیں ہے جب عرب اور مسلم برادری سے الگ ہوکر صدر سادات کو اپنے نئے عظیم دوستوں کے ہاتھوں ایسی مشکلات کا سامنا کرنا ہوگا جن کا وہ اس وقت تصور بھی نہیں کر سکتے۔ کیونکہ عرب دشمنوں کا منشا ہی یہ ہے کہ عربوں میں انتشار پیدا کرکے ایک ایک عرب ملک کو ختم کر دیا جائے۔ اور اس سے مصر بھی محفوظ نہیں رہ سکتا۔

مسلم ممالک کی تقسیم کا منصوبہ

ہندوستان کے نامور صحافی "دیوان برندر ناتھ" حال ہی میں یورپ کا دورہ کرکے ہندوستان واپس آئے ہیں۔ اور یورپ کے دورے کے بعد انھوں نے یہ محسوس کیا ہے کہ صیہونی اور مغربی سیاست دانوں نے اب ایک ایسا منصوبہ تیار کیا ہے جس کے تحت جنوب مشرق ایشیا میں زبردست تغیرات پیدا ہو سکتے ہیں۔ تعجب نہیں کہ ایران، افغانستان، پاکستان، شام عراق، اور چند دوسرے عرب ممالک کا شیرازہ بکھر جائے۔ اور لبنان بھی تقسیم ہو جائے۔

یہ خطرناک منصوبہ "برنارڈ لیوس منصوبہ" کے نام سے مشہور ہے۔ اور اس کا مقصد اور منشا یہ ہے کہ سب ہی مسلم ممالک میں انتشار پیدا کرنے کے بعد دنیائے اسلام پر کاری ضرب لگائی جائے۔ یاد رہے کہ منصوبہ بازوں کی سیاسی سرگرمیاں صرف افغانستان، شام، ایران اور عراق ہی تک محدود نہیں ہیں بلکہ دوسرے عرب ممالک بھی ان کی زد میں ہیں۔ سعودی عرب کو دو حصوں میں تقسیم کرنے کا منصوبہ ہے جس کے بعد آبادی والا حصہ کاٹ کر الگ کر دیا جائے گا۔ یہ حصہ تیل کی دولت سے مالا مال ہے۔ لبنان کو دو حصوں میں تقسیم کیا جائے گا۔ ایک مسلم لبنان اور دوسرا عیسائی لبنان جس پر پورا کنٹرول اسرائیل کا ہوگا۔ یہ پلان کوئی نیا نہیں ہے بلکہ نکسن اور کسنجر کے زمانہ سے اس پلان پر کام شروع

ہو چکا ہے۔ اور اس بات کا امکان ہے کہ امریکہ کی نئی حکومت اس پلان کو عملی شکل دینے کے لئے زیادہ سرگرمی سے کام کرے گی۔

ایک طرف تو مسلم اور عرب ممالک کے خلاف یہ سازشیں ہو رہی ہیں اور دوسری جانب عرب ممالک کے اختلافات ہی دور ہونے میں نہیں آتے۔ ہماری دعا ہے کہ خدا عرب سربراہوں کو عقل دے اور وہ آنے والے خطرہ کو پوری طرح محسوس کر سکیں۔

ایرانی صدر اور وزیر اعظم میں اختلاف

ایران کے سابق وزیر خارجہ قطب زادہ علامہ خمینی اور ان کے نامزد کردہ وزیر اعظم محمد علی رجائی کی پالیسی سے چونکہ متفق نہیں ہیں اس لئے قطب زادہ نے پچھلے دنوں وزیر اعظم ایران پر شدید نکتہ چینی کی تھی جس کی بنا پر انہیں گرفتار کر لیا گیا تھا۔ لیکن اس بے موقع گرفتاری پر چونکہ ایران کے صدر بنی صدر اور بہت سے دوسرے سربراہوں نے شدید احتجاج کیا تھا اس لئے قطب زادہ کو رہا کر دیا گیا ہے۔

اصل بات یہ ہے کہ ایران کے صدر اور دوسرے مدبرین علامہ خمینی اور ان کے حواریوں سے تنگ آ چکے ہیں اور یہ سمجھ رہے ہیں کہ اگر ایران پر ملاؤں کا اقتدار بدستور قائم رہا تو ایران بالکل تباہ اور برباد ہو جائے گا اور اس کا مطلب یہ ہے کہ اب ایران کے سربراہوں میں شدید اختلافات پیدا ہو چکے ہیں اور ان اختلافات کی موجودگی میں اب ایران پر ملاؤں کی حکومت کا برقرار رہنا دشوار ہی معلوم ہوتا ہے۔

ایران کے صدر اور ایران کے مدبرین اس بات کے حق میں بھی نہیں ہیں کہ ایران و عراق کی جنگ کو طول دیا جائے کیونکہ وہ اس بات کو سمجھ رہے ہیں کہ اس جنگ سے جہاں ایران ٹوٹنے میں رہے گا وہاں سب ہی مسلم ممالک کو نقصان پہنچے گا لیکن ایران کے ملا جنگ کی آگ کو برابر بھڑکا رہے ہیں۔

یہ ایک حقیقت ہے کہ ایران کے نام نہاد ملاؤں نے جہاں ایران کو شدید نقصان پہنچایا ہے وہاں انھوں نے اپنی مذموم حرکتوں سے ساری دنیا میں اسلام کو بدنام کرکے رکھ دیا ہے اور ان کی جارحانہ حرکتوں سے یہ تاثر پیدا کر دیا ہے کہ اسلام جبر و تشدد کا حامی ہے اس لئے جتنی جلدی بھی ایران سے ان ملاؤں کا اقتدار ختم ہو جائے وہ بہتر ہے۔

نیا مسلم ملک "کردستان"

ایران اور عراق کی حالیہ جنگ نے ایران میں آباد کردوں کے اندر ایک نئی زندگی پیدا کردی ہے۔ اور اب اُن کی جانب سے ایک نئے آزاد ملک کردستان کا مطالبہ شروع ہوگیا ہے جس کے معنی یہ ہیں کہ ایران اس وقت تقسیم کے دہانے پر کھڑا ہے۔

یہ بات یاد رہے کہ کردستان کا یہ مطالبہ کوئی نیا مطالبہ نہیں ہے۔ بلکہ اس سے قبل بھی کئی بار آزاد کردستان کے احیا کا مطالبہ زور پکڑ چکا ہے۔ کرد قبائل ایران، عراق، شام، اور ترکی میں پھیلے ہوئے ہیں اور اُن کا الگ اور خود مختار ملک کا مطالبہ زمانہ دراز سے جاری ہے جس کے لئے وہ جنگ بھی لڑ چکے ہیں۔

کردوں کی جنگ اگرچہ حکومت عراق سے رہی ہے لیکن موجودہ عراق اور ایران کی جنگ میں کرد عراق کا ساتھ دے رہے ہیں۔ اور اُس کی وجہ یہ ہے کہ جب سے ۱۹۷۰ء میں عراقی سرکار نے کردوں کے ساتھ علاقائی سمجھوتہ کرکے اُنہیں کافی حد تک آزادی دیدی ہے تب سے وہ عراق سرکار سے خوش ہیں۔ دوسری وجہ یہ ہے کہ کردوں میں اکثریت سنی مسلمانوں کی ہے اور وہ ایران کے شیعہ ملاؤں سے کوئی ہمدردی نہیں رکھتے بلکہ وہ عراق کے صدر کی جانب جھکے ہوئے ہیں۔

عراق وایران جنگ میں ایران کا دبدبہ ٹوٹ چکا ہے۔ اور ایران کی اس کمزوری سے فائدہ اٹھاتے ہوئے عراق وایران کے کرد متحد ہوگئے ہیں۔ اور اب اُن کی کوشش یہ ہے کہ ان کی آزاد اور خود مختار کردستان کی ایک نئی حکومت قائم ہوجائے اور عام خیال ہے کہ کردوں کو اپنے اس دیرینہ خواب کے پورا ہونے کا وقت آگیا ہے اور اب جلد ہی ایک نئی اسلامی حکومت کردستان کا احیا عمل میں آجائے گا یعنی ایران کے ٹکڑے ہوجائیں گے۔

افغانستان کو طاقت سے زیر کرنے کی کوشش

افغانستان سے جو تازہ اطلاعات موصول ہورہی ہیں اُن سے پتہ چلتا ہے کہ اب روسیوں نے یہ فیصلہ کرلیا ہے کہ وہ اپنی پوری طاقت کے بل پر افغانستان پر اپنے جارحانہ قبضہ کو برقرار رکھیں گے چنانچہ روسی بمباروں نے نہ صرف کابل کے قریبی دیہاتوں کی اینٹ سے اینٹ بجادی ہے بلکہ اُنھوں نے دوسرے علاقوں کو بھی ویران کرکے رکھدیا ہے۔

روسی بمباروں کی اس تباہ کاری سے محفوظ رہنے کے لئے جب مجاہدین پہاڑی علاقوں میں پناہ گزیں ہوگئے تو اُن کے قلع قمع کے لئے اُنھوں نے بھاری بھرکم ٹینکوں کی بجائے ایسے ہلکے ہتھیاروں کا استعمال کرنا شروع کردیا ہے جو آسانی سے پہاڑی علاقوں میں لیجائے جاسکتے ہیں مختصر یہ کہ اب اس بات کی پوری کوشش کی جارہی ہے کہ افغان قوم کو ہیبت زدہ کردیا جائے۔ لیکن سوال یہ پیدا ہوتا ہے کہ کیا اس طرح طاقت کے ذریعہ کسی آزاد قوم کو دبایا جاسکتا ہے۔

اصل بات یہ ہے کہ افغانستان کا معاملہ سوویٹ حکومت کے لئے سانپ کے منہ کی چھچھوندر بن گیا ہے نہ روسی افغانستان کو خالی ہی کرسکتے ہیں اور نہ آسانی سے اس پر اپنا اقتدار ہی برقرار رکھ سکتے ہیں۔ معلوم ہوا ہے کہ افغانستان کے مسئلہ کے حل کے لئے اقوام متحدہ کے سیکریٹری جنرل اپنے ایک خصوصی نمائندہ کا تقرر کررہے ہیں تاکہ وہ افغانستان سے روسی فوجوں کے انخلا کی کوئی راہ تلاش کرسکے۔ لیکن ہمیں بہت کم توقع ہے کہ وہ اپنے مقصد میں کامیاب ہوسکے گا۔

افغانستان کے حالات دن بدن بد سے بدتر ہوتے چلے جارہے ہیں۔ اور کچھ نہیں کہا جاسکتا کہ اس اسلامی ملک کا روسی جارحیت پسندوں کے ہاتھوں کیا حشر ہوکر رہے گا۔ ہماری دعا ہے کہ خدا جلد افغانستان کو بے دینوں کے نرغے سے نکالے۔

دین دنیا کی بنیادوں کو مستحکم کیجیے

دین دنیا جس دلیری اور بے جگری کے ساتھ ملت اسلامیہ کی خدمت انجام دے رہا ہے اُس سے دین دنیا کے ناظرین بخوبی واقف ہیں یہ ہندوستان کا سب سے بیباک اور حق گو جریدہ ہے جس کے سیاسی شذرات اور مفید مقالات کی سارے ملک میں دھوم ہے اس لئے آپ کا فرض ہے کہ آپ توجہ دلا کے بجائے ہر ماہ کم از کم ایک خریدار اس جریدہ کے لئے ضرور فراہم کردیا کریں۔



دلچسپ معلومات

حیرت انگیز اور عجیب و غریب انکشافات

(از ادارہ دین دنیا دہلی)

شاہ ایران کی موت کا عجیب واقعہ

شاہ ایران کو ہیرے جواہرات کا بے حد شوق تھا۔ اُن کے پاس "دیوتا کی آنکھ" نامی ایک ہیرہ تھا جو شاہ کو بے حد عزیز تھا۔ اِس ہیرے کو "کوہ نور" نامی ہیرے کے بعد دنیا میں دوسرا درجہ حاصل تھا۔ جس زمانہ میں کہ شاہ ایران مصر میں اپنی زندگی کے آخری دن گزار رہے تھے اُن کا یہ محبوب ہیرہ فرانس میں معزول شاہ کے ایک گہرے دوست اور ارب پتی جوہری مسٹر لارنس گراف کی تحویل میں تھا۔

حیرت انگیز واقعہ یہ ہے کہ جس روز شاہ کا مصر میں انتقال ہوا ہے یہ ہیرہ فرانس میں خود بخود ٹکڑے ٹکڑے ہو گیا۔ اگرچہ یہ بات ناقابل یقین ہے کہ کسی مرنے والے کی موت کا اُس کے مال یا جواہرات پر کوئی اثر ہو سکتا ہے۔ مگر ایسا ہوا ہے۔ یعنی اُس ہیرے کے دس بارہ ٹکڑے ہو گئے۔ اور ماہرین جواہرات کی یہ رائے ہے کہ یہ اسی تاریخی ہیرے کے ٹکڑے ہیں "دیوتا کی آنکھ" نامی یہ ہیرہ سترہویں صدی میں گول کنڈہ کی ہیرے کی کان سے برآمد ہوا تھا۔ جو مختلف ہاتھوں سے گزرتا ہوا سابق شاہ رضا شاہ پہلوی تک پہنچا تھا۔ رضا شاہ پہلوی نے اسے خود خریدا تھا۔ اور یہ انہیں بے حد محبوب تھا۔

مرد سے عورت بننے کا شوق

اٹلی کے مردوں میں عورت بننے کا شوق جنون کی حد تک پہنچ چکا ہے چنانچہ معلوم ہوا ہے کہ اب تک اٹلی کے کئی ہزار مرد آپریشن کرانے کے [illegible] اپنی جنس تبدیل کرا کے مرد سے عورت بن چکے ہیں۔ اور روم کی اطلاع ہے کہ تبدیلیٔ جنس کا آپریشن کرنے والے سینکڑوں مردوں نے جو اب عورت بن چکے ہیں۔ یکم نومبر کو روم میں پارلیمنٹ کے سامنے مظاہرہ کیا۔ اُن کا مطالبہ ہے کہ انہیں قانوناً عورت تسلیم کیا جائے۔ انہیں شکایت ہے کہ اگرچہ وہ مرد سے عورت بن چکے ہیں لیکن پھر بھی قانون انہیں مرد مانتا ہے اور کسی مرد سے شادی کی اجازت نہیں دیتا۔

اِس کی وجہ یہ ہے کہ اٹلی کے قانون کے مطابق جنس تبدیلی کرنے والے مرد اپنے پیدائش کے سارٹیفکٹ، پاسپورٹ یا دوسری دستاویزات میں اپنی ابتدائی جنس تبدیل نہیں کرا سکتے۔ بس اُن کے عورت ہونے کا ثبوت صرف ڈاکٹری سارٹیفکٹ سے ہی مل سکتا ہے جسے قانون تسلیم نہیں کرتا اور جس کا نتیجہ یہ ہے کہ تبدیلیٔ جنس کے بعد وہ دوسری عورتوں کی طرح کسی مرد سے شادی نہیں کر سکتے۔ اسلئے اب وہ ایجی ٹیشن پر مجبور ہو گئے ہیں۔

---

۴۵ سال کی عمر میں چالیس بچے

دنیا میں جن عورتوں نے کثرت سے بچے پیدا کرنے کے معاملہ میں ایک ریکارڈ قائم کیا ہے ان ہی میں سے چلی کے علاقہ سان انٹونیو کی مسز "لیو ٹینیا" نامی ایک عورت بھی ہے جس کی عمر اگرچہ ۴۵ سال ہے لیکن وہ اس عمر میں چالیس بچوں کی ماں بن چکی ہے۔ ۱۸ سال کی عمر میں پہلی مرتبہ اس کے دو بچے پیدا ہوئے تھے اور اس کے بعد سے یہ برابر بچوں کو جنم دیتی رہی ہے۔ اور حیرت یہ ہے کہ اس قدر کثرت سے [illegible] کرنے کے باوجود یہ ابھی تک جوان معلوم ہوتی ہے۔